نورِ اُمُّ النور

نورِ رحمۃٌ للعالمین

ڈاکٹر محمد عمر خان لیفٹننٹ کرنل (ر)

Marfat.com

سیرتِ نبوی پر ایک جامع، مُدلّل اور اب تک کی واقعاتی
سیرۃُ النّبی پر دُنیا بھر میں سب سے بڑی کتاب

نورِ اُم النور
نورِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلد چہارم

تالیف:
ڈاکٹر محمد عمر خان لیفٹننٹ کرنل (ر)

22380
DATA ENTERED

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006

Marfat.com

29769921
ن 94
125850
جلد چہارم

﴿جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	ـــــ	نورِاُم النور نورِ رحمۃ للعالمین (جلد چہارم)
موضوع	ـــــ	سیرت النبی ﷺ
تالیف	ـــــ	ڈاکٹر محمد عمر خان لیفٹیننٹ کرنل (ر)
بار اوّل	ـــــ	شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ / اگست 2007ء
کمپوزنگ	ـــــ	ورڈ زمیکر
تعداد	ـــــ	500
ناشر	ـــــ	ملک شبیر حسین
مطبع	ـــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
قیمت	ـــــ	روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

شبیر برادرز

40 اُردو بازار لاہور 7246006

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

گنج بخش روڈ لاہور 7313885

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلی اللہ علی النبی الامی وآلہ

صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ وسلاما علیک یا رسول اللہ

Marfat.com

Marfat.com

ترتیب

باب63

شہداءِ بدر کے اسماءِ گرامی ۱۳

مہاجرین کے شہدا ۱۳

انصار کے شہداء ۱۴

مہاجرین کے شہداء کے نام یہ ہیں ۱۴

انصار کے شہداء کے نام یہ ہیں ۱۵

مشرکین کے مقتولین ۱۵

اسیرانِ مشرکین ۱۹

سریہ عمیر بن عدی ۲۲

سریہ سالم بن عمیر ۲۴

غزوۂ بنی سلیم ۲۶

غزوۂ بنی قینقاع ۲۷

ہائے رے یہودیوں کی بدنصیبی ۲۸

گستاخانہ رویے کے اسباب ۳۱

معاہدے سے برأت کا اعلان ۳۳

سطوت وجلال نبوت ۳۴

جلاوطن ہونے کی پیشکش ۳۴

یہود کے لیے ابن ابی کی سفارش ۳۵

مالِ غنیمت ۳۶

عظمتِ اسلام ۳۶

حضور ﷺ کے قتل کی سازش ۳۷

غزوۂ سویق ۴۳

سن ۳ ہجری ۴۸

غزوۂ قرقرۃ الکدر ۴۹

اصل وجہ ۵۱

سریہ محمد بن مسلمہ (کعب بن اشرف کا قتل) ۵۲

بری سوچ کارڈ ۵۲

غزوۂ غطفان (غزوۂ ذی امر، غزوۂ انمار) ۶۳

غزوۂ بنی سلیم (غزوۂ بحران، غزوۃ الفرع) ۶۶

سریہ قردہ یا سریہ زید بن حارثہ ۶۷

غزوۂ اُحد ۷۰

مشرکین مکہ کے مقتولین کی تعداد ۷۰

نقشہ ۷۲

انتقام کی آگ ۷۲

مشرکین کی جنگی تیاریاں ۷۵

مکہ سے مدینہ اطلاع ۷۹

لشکر کفار کی روانگی ۸۰

لشکر اسلام کی تیاریاں ۸۴

نقشہ ۸۵

لشکر اسلام کا مدینہ سے کوچ ۸۹

کمسن بچوں کا جذبہ جہاد ۸۹

منافقین کی منافقت ۹۱

تاریخ ساز خطاب ۹۶

پُرحکمت منصوبہ بندی ۱۰۱

Marfat.com

تلوار کا حق کون ادا کرے گا ۱۰۲
مشرکین کی صف آرائی ۱۰۳
حضور ﷺ کی دعا ۱۰۴
جنگ کا آغاز ۱۰۴
اہم تبدیلیاں اور نفسیاتی حربے ۱۰۷
مشرکین مکہ کی عورتوں کا کردار ۱۰۸
جنگ شروع، پہلا قتل ۱۱۰
طلحہ کی مبارزت طلبی اور لاف وگزاف ۱۱۱
جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے ۱۱۲
مشرکین کے علمبرداروں کا صفایا ۱۱۲
دیگر حصوں میں جنگ کا حال ۱۱۵
ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ ۱۱۵
تیراندازوں کا کارنامہ ۱۱۶
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ۱۱۷
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۱۸
جدید تحقیق ۱۱۸
پہلی سٹیج، دوریا مرحلہ ۱۲۰
دوسری سٹیج، دوریا مرحلہ ۱۲۰
حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ۱۲۳
حجلہ عروسی سے تلوار کی دھار پر ۱۲۴
مسلمانوں کی واضح برتری ۱۲۶
واضح آثار شکست ۱۲۷
ایک مشرکہ کی اپنے مردوں سے لعن طعن ۱۲۸
بتوں کے لیے جان دینا! ۱۲۹
شاندار فتح ہوتے ہوتے رہ گئی اور جنگ کا پانسہ یکسر پلٹ گیا ۱۲۹
پہلی سٹیج، دوریا مرحلہ ۱۲۹
دوسری سٹیج، دوریا مرحلہ ۱۳۰
تیراندازوں کی خوفناک غلطی ۱۳۱
لشکر اسلام دو اطراف سے لشکر کفار کے گھیرے میں ۱۳۲
حضور ﷺ کی بے مثال شجاعت ۱۳۵
کچھ مسلمانوں میں بوکھلاہٹ ۱۳۸
فدائیوں کا ایک گروپ ۱۴۰
بار بار افتاد پڑیں ۱۴۲
پہلی افتاد ۱۴۲
دوسری افتاد ۱۴۲
تیسری افتاد ۱۴۲
چوتھی افتاد ۱۴۳
جانفروشی کے امر نقوش ۱۴۴
شمع اسلام کے مزید پروانے ۱۴۵
رسول اللہ ﷺ کے گرد خونریز معرکہ ۱۴۸
رسول اللہ ﷺ کے پاس صحابہ کے اکٹھا ہونے کی ابتداء ۱۵۴
عام نادانستہ غلط فہمی ۱۵۹
جان نثاری کے نادر مظاہر ۱۶۲
ایک کمال کی بہادر خاتون ۱۶۴
مسلم خواتین میدان اُحد میں ۱۶۶
علمبردار شہید ہوگیا ۱۶۸
نبی کریم ﷺ کی شہادت کی افواہ اور معرکہ پر اس کا اثر ۱۶۹
حالات قابو میں آنے لگے ۱۶۹
نعمت اطمینان وسکون ۱۷۱

Marfat.com

ابی بن خلف کی ہلاکت ۱۷۲
حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ کو اٹھاتے ہیں ۱۷۴
غزوۂ اُحد میں معجزات ۱۷۴
مشرکین کا آخری حملہ ۱۷۵
ایک اور روایت ۱۷۶
شہداء کا مُثلہ ۱۷۷
مسلمانوں کی مستعدی ۱۷۸
اپنی قیام گاہ میں ۱۷۹
نمازِ ظہر ۱۸۰
ابوسفیان کی جانب سے سونے کے کنگن ۱۸۱
ابوسفیان، برائے تصدیق ۱۸۱
مشرکین کا ارادہ کیا ہے؟ ۱۸۳
حبِ رسول، شوقِ شہادت کے تابناک امر نقوش ۱۸۴
حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ ۱۸۷
حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ ۱۸۷
حضرت خیثمہ بن ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ ۱۸۸
حضرت حُسیل اور ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ ۱۸۸
حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ۱۸۹
حضرت اصیرم عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ ۱۹۰
مخریق نضری یہودی ۱۹۱
قزمان ۱۹۲
شہیدوں اور زخمیوں کی خبرگیری ۱۹۳
حضرت حمزہ کی لاش کی تلاش ۱۹۵
شہداءِ اُحد کی تدفین ۱۹۷
تدفین شہداء کے بعد دعائے حضور پُرنور ﷺ ۱۹۸
مدینے کو واپسی اور محبت و جان نثاری کے نادر تابناک
امر نقوش ۱۹۹
ہندہ کا صبر اور عشقِ رسول ۲۰۲
نوحہ اور آہ و بکا کی ممانعت ۲۰۵
شہداءِ اُحد کے اسمائے گرامی اور جدید تحقیق ۲۰۷
مہاجرین کے شہداء ۲۰۸
انصار کے شہداء ۲۰۸
زخمی مسلمان ۲۱۲
کبار زخمی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۲۱۲
مشرکین کے مقتولین ......
تحقیق ۲۱۲
مقتولین مشرکین کی مصدقہ تعداد کم از کم باون
(52) ہے ۲۱۴
میری اس تحقیق میں ۲۱۵
یہ مفروضہ نہیں ہے ۲۲۵
اب کچھ ذکر جنگ کا پانسہ پلٹ جانے کے بعد کا ۲۲۷
یہودیوں اور منافقین کو خوشی اور یاوہ گوئی ۲۳۲
غزوۂ حمراء الاسد ۲۳۵
ایک پیشن گوئی ۲۳۹
تدبر و بصیرت کا کمال ۲۴۵
نہ کسی کی فتح اور نہ کسی کی شکست ۲۴۷
عصر جدید کی پیداوار ۲۴۹
فتح کسے کہتے ہیں اور شکست کیا ہوتی ہے؟ ۲۵۰
پہلا دور ۲۵۱
دوسرا دور ۲۵۱
روایتی انداز میں اسے یوں سمجھ لیں ۲۵۳
غزوے میں کارفرما خدائی مقاصد اور حکمتیں ۲۵۵

Marfat.com

ابوسفیان نے واپسی میں عجلت کیوں کی؟	۲۵۸
دو نئے قوانین کا اجراء	۲۶۰
سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح	۲۶۲
حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت	۲۶۲
حرث اور مجذر رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۲۶۵
شراب کی حرمت	۲۶۷
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی زوجیت میں	۲۷۰
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو نصیحت	۲۷۳
حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا کا شرفِ زوجیت	۲۷۴
اُحد کے بعد	۲۷۵
سن 4 ہجری	۲۷۸
سریہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ	۲۷۹
بعث عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ	۲۸۰
رجیع کا المیہ	۲۸۳
خوفِ خدا کی ایک مثال	۲۹۲
بئرِ معونہ کا المیہ	۲۹۵
اس صدمہ سے ابوبراء کی موت	۳۰۰
غزوۂ بنی نضیر	۳۰۲
غزوہ کا فوری سبب	۳۰۳
پہلا واقعہ	۳۰۳
دوسرا واقعہ	۳۰۳
پہلا واقعہ یوں ہے:	۳۰۴
دوسرا واقعہ	۳۰۵
رئیس المنافقین کا گمراہ کن پیغام	۳۰۹
بنی نضیر کا محاصرہ	۳۱۲
نخلستان سے چند درخت کاٹنے کا حکم	۳۱۳
وہ جلاوطنی سے مغموم نہ تھے	۳۱۶
بنی نضیر کے اموال کی تقسیم	۳۱۷
غزوۂ ذات الرقاع (پہلا)، غزوۂ نجد	۳۲۱
غزوۂ ذات الرقاع (پہلا) غزوۂ نجد	۳۲۲
ابوسفیان کی ایک اور سازش	۳۲۶
حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا کا وصال	۳۲۸
حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا وصال	۳۲۹
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش	۳۲۹
غزوۂ بدر دوئم	۳۳۱
حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کاشانۂ نبوت میں	۳۳۸
اخلاق وعادات	۳۴۱
سریانی زبان سیکھنے کا اہتمام	۳۴۳
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال	۳۴۴
حضور ﷺ کے نواسے عبداللہ کا انتقال	۳۴۵
یہودی کو سنگسار کرنے کا فیصلہ	۳۴۵
چوری کی سزا	۳۴۵
سن 5 ہجری	۳۴۶
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۳۴۷
غزوۂ دومۃ الجندل	۳۴۸
حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح	۳۵۰
شانِ نبی ﷺ	۳۵۲
غزوۂ مریسیع یا غزوۂ مصطلق	۳۶۵
تصدیقِ الٰہی	۳۷۲
شدید آندھی	۳۷۳
ناقہ کی گمشدگی	۳۷۳
بیٹے نے باپ کا راستہ روک لیا	۳۷۴

Marfat.com

حضرت جویریہ سے نکاح ۳۷۵
حارث بن ضرار کا اسلام ۳۷۷
واقعۂ افک (واقعۂ سفید جھوٹ) ۳۷۸
فرمانِ رب العالمین ۳۷۸
حسن ظن اپنائیں ۳۸۰
منافقین کی فطرت ورویہ ۳۸۴
واقعۂ افک ۳۸۷
فیصلہ کن حدیث ۳۸۹
صحابہ کرام کے پاکیزہ خیالات ۳۹۳
غزوۂ خندق......غزوۂ احزاب ۳۹۸
نقشہ ۴۰۵
خندق کی کھدائی ۴۰۶
یہ روایت ۴۱۳
خندق کی تکمیل کتنے دنوں میں ہوئی؟ ۴۱۷
لشکرِ کفار کی آمد اور ان کا پڑاؤ ۴۱۹
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا شوقِ شہادت ۴۳۱
حضرت صفیہ کی بہادری ۴۳۲
ابوسفیان کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام خط ۴۴۲
حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا جوابی مکتوب ۴۴۳
غزوۂ خندق کے شہداء ۴۴۳
مقتولینِ کفار ۴۴۴
غزوۂ بنی قریظہ ۴۴۵
حکم رب اللعالمین ۴۵۰
حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کی توبہ ۴۶۲
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ۴۶۴
ناسمجھوں کا اعتراض ۴۶۶
سن 5 ہجری کے دیگر واقعات ۴۷۱
ام سعد رضی اللہ عنہا کی وفات ۴۷۱
وفدِ بلال بن حارث ۴۷۲
صلوٰۃ الخسوف ۴۷۳
گھڑ دوڑ ۴۷۳
زلزلہ ۴۷۴
دیگر شرعی احکام ۴۷۴
رسم متبنیٰ کا خاتمہ ۴۷۴
تیمم کی اجازت ۴۷۵
حدِ قذف کا تعین ۴۷۶
پردہ کے احکامات ۴۷۶
حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ۴۷۷
سلام بن ابی الحقیق کا قتل ۴۷۸
سن 6 ہجری ۴۸۴
سریۂ محمد بن مسلمہ (سریۂ قرطاء) ۴۸۵
نقشہ ۴۸۸
غزوۂ بنی لحیان ۴۸۹
غزوۂ ذی قرد یا غزوۃ الغابۃ ۴۹۲
سریۂ محمد بن مسلمہ (سریۂ ذوالقصہ (1)) ۵۰۲
سریۂ ابوعبیدہ بن جراح (سریۂ ذوالقصہ (2)) ۵۰۳
سریۂ عکاشہ بن محصن (سریۂ غمر) ۵۰۴
سریۂ زید بن حارثہ (سریۂ جموح) ۵۰۵
سریۂ عیص (سریۂ زید بن حارثہ بسوئے عیص) ۵۰۵
سریۂ زید بن حارثہ بسوئے جذام (حسمی) ۵۰۶
سریۂ زید بن حارثہ بسوئے طرف ۵۰۸
سریۂ زید بن حارثہ بسوئے وادی القریٰ ۵۰۸

Marfat.com

سریۂ علی مرتضیٰ (سریۂ فدک) ۵۰۹
سریۂ عبدالرحمٰن بن عوف (سریۂ دومۃ الجندل) ۵۱۰
سریۂ زید بن حارثہ (سریۂ اُم قرفہ) ۵۱۳
سریۂ کرز بن جابر (سریۂ عرنیین) ۵۱۵
سریۂ عبداللہ بن رواحہ ۵۱۶
سریۂ عمرو بن امیہ ضمری ۵۱۸
غزوۂ حدیبیہ ۵۲۱
عمرہ کے لئے روانگی ۵۲۴
قریش کا ردّعمل ۵۲۸
مشاورت فرمائی ۵۳۰
چند واقعات ۵۳۲
ہدیہ بنی نہد ۵۳۳
ہدیہ ایماء بن رحضہ رضی اللہ عنہ ۵۳۳
کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ ۵۳۳
جنگلی حمار کا شکار ۵۳۳
ایک منافق کا انجام ۵۳۴
سفارتی سرگرمیاں شروع ۵۳۶
بدیل بن ورقا ۵۳۶
قریش کا پہلا قاصد ۵۳۷
مکرز بن حفص ۵۳۸
حلیس بن علقمہ ۵۳۸
عروہ بن مسعود ثقفی ۵۴۰
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ۵۴۵
رہائی کے لئے سہیل بن عمرو کی آمد ۵۴۸
بیعتِ رضوان اور اس سے متعلق ایک مغالطے کا ازالہ ۵۴۸
بیعتِ رضوان ۵۵۳
بیعتِ رضوان کا اثر ۵۵۵
سہیل بن عمرو بارگاہِ رسالت میں ۵۵۶
ابوجندل رضی اللہ عنہ کی آمد ۵۶۶
چند ایمان افروز واقعات ۵۶۹
روشن فتح کی خوشخبری ۵۷۰
ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی مدینہ آمد ۵۷۴
اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۷۸
شرعی احکام سن 6 ہجری ۵۷۸
نمازِ استسقاء کی ابتداء ۵۷۸
حکمِ ظہار ۵۸۰
مسلم خواتین اور مردوں کے لئے احکام ۵۸۲
حج کا فرض ہونا ۵۸۴
حالتِ احرام میں ۵۸۵
سن 7 ہجری ۵۸۶
دعوتِ حق کی توسیعی مہم ۵۸۷
خطوطِ مقدسہ ۵۹۱
نجاشی شاہِ حبش کے نام خط ۵۹۲
مقوقس شاہِ مصر کے نام خط ۵۹۶
قیصر شاہ روم کے نام خط ۶۰۰
مکتوبِ گرامی کی تعظیم و تکریم ۶۰۶
ہرقل کے نام ایک اور خط ۶۰۹
شاہِ فارس خسرو پرویز کے نام خط ۶۰۲
منذر بن ساوی کے نام خط ۶۱۷
حارث بن ابی شمر الغسانی کے نام خط ۶۱۸
ہوذہ بن علی حاکم یمامہ کے نام خط ۶۱۹
شاہِ عمان کے نام خط ۶۲۰

Marfat.com

غزوۂ خیبر	۶۲۵	ایک یہودی مخبر	۶۶۳
خیبر	۶۲۵	غنائم اور اسلحہ	۶۶۴
خیبر کا انتخاب کیوں؟	۶۲۶	قلعہ صعب کی فتح	۶۶۴
یہود کی جنگی تیاریاں	۶۲۸	حضرت حباب بن منذر	۶۶۵
بنی مرہ کا انکار	۶۳۰	کھانے کی تنگی	۶۷۰
کھلا راز	۶۳۱	قلعہ ابی کی فتح	۶۷۴
زمانۂ وقوع	۶۳۳	قلعہ نزار کی فتح	۶۷۵
لشکرِ اسلام روانگی	۶۳۴	خیبر کے نصفِ ثانی کی فتح	۶۷۷
خواتین کی شرکت	۶۳۶	صلح، رحمت للعالمین ﷺ کی رحمت	۶۷۸
رئیس المنافقین	۶۳۷	مدفون خزانہ	۶۸۰
حفاظتی دستہ اور رہبر	۶۳۸	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی	۶۸۱
لشکر کا راستہ	۶۳۸	زینب یہودیہ کی سازش	۶۸۴
راستے کے واقعات	۶۴۰	تورات کے نسخے	۶۸۶
آہستگی اختیار کرو	۶۴۱	مالِ غنیمت کی تقسیم	۶۸۷
جاسوس کی گرفتاری	۶۴۲	زرعی زمینوں کا انتظام	۶۸۸
خدائی رعب سے غلبہ پانا	۶۴۴	فریقین کے مقتولین	۶۸۹
غطفان کی گھبراہٹ میں واپسی	۶۴۵	مہاجرین کے شہداء	۶۹۰
داخلہ سے پہلے دعا	۶۴۶	انصار کے شہداء	۶۹۰
پڑاؤ کی تبدیلی	۶۴۹	یہود کے مقتولوں کی تعداد	۶۹۱
جنگ کا آغاز	۶۵۰	مشرکینِ مکہ کا شرط لگانا	۶۹۲
دعوت اسلام	۶۵۲	حجاج بن علاط کا واقعہ	۶۹۳
جھنڈوں کی تقسیم	۶۵۳	حضرت جعفر اور رفقاء کی حبشہ سے واپسی	۶۹۸
پہرہ	۶۵۴	قبیلہ بنی دوس کی آمد	۷۰۱
پہلا حملہ، محاصرہ	۶۵۴	عیینہ بن حصن فزاری	۷۰۲
سیاہ فام چرواہا	۶۶۰	حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حضور ﷺ کے ساتھ نکاح	۷۰۴
محمود بن مسلمہ کی شہادت	۶۶۲	فضائل و کمالات	۷۰۶

Marfat.com

غزوۂ خیبر میں جن شرعی احکام کا نفاذ ہوا ۷۰۸
اموالِ غنیمت میں خیانت ۷۰۹
دیگر شرعی احکامات ۷۱۰
متعہ کی حرمت کا اعلان ۷۱۲
قرآنِ حکیم کا فرمان ۷۱۴
اہلِ فدک کے ساتھ معاہدہ ۷۱۶
غزوۂ وادی القریٰ ۷۱۸
تیماء ۷۲۱
معجزہ، سورج کا ڈوب کر نکل آنا ۷۲۲
نمازِ فجر کا قضاء ہونا ۷۲۲
قضاء نماز کی حکمت ۷۲۳
جنت کا خزانہ ۷۲۴
حضرت ابوایوب کا پہرہ ۷۲۵
ایک اہم ہدایت ۷۲۶
خوشحالی آگئی ۷۲۶
سریہ ابان بن سعید ۷۲۷
سریہ قدید ۷۲۸

Marfat.com

باب 63

شہداءِ بدر کے اسماء گرامی

جس انتہا کی بے سروسامانی کے ساتھ مسلمانوں نے معرکہ بدر میں شرکت کی، اللہ تبارک وتعالیٰ کے کرم خصوصی سے وہ معرکہ اتنی ہی شاندار فتح مبین کے ساتھ ان کے حق میں اختتام پذیر ہوگیا، حالانکہ وہ اس معرکہ کے لیے تیار ہو کر بھی نہ نکلے تھے۔

اس میں مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی اور ان کے دشمنوں کو تباہ کن شکست ہوئی اور انہیں اس معرکہ میں ستر مقتولوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا، جن میں ان کے بیس سے زیادہ سردار اور قائدین شامل تھے۔ اسی طرح ستر جانباز بھی مسلمانوں کی قید میں آئے، جن میں ان کے بہت سے سردار اور قائدین شامل تھے۔

غزوۂ بدر میں اسلام کے جان باز مجاہدین میں سے کتنے خوش نصیبوں کو خلعت شہادت سے سرفراز فرمایا گیا۔ ان کے بارے میں ابن اسحاق کا قول یہ ہے کہ ان کی تعداد گیارہ تھی۔ لیکن موسیٰ بن عقبہ کی تحقیق یہ ہے کہ ان کی تعداد چودہ تھی۔ ان میں سے چھ مہاجر تھے اور آٹھ انصاری۔ جمہور علماء مغازی اور سیر اور محدثین نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

شرکائے غزوۂ بدر کے سب کے نام بلاشبہ بہت بہت متبرک خوبصورت اور حسین ہیں۔ دین اسلام کی بنیادوں میں انہی نفوس قدسیہ کا خون پسینہ ہے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو راہ حق میں میدان بدر میں شہید ہوگئے ان کے نام یقیناً اور بھی زیادہ متبرک وحسین ہیں۔ ان کے احترام میں ان کے اسمائے مبارکہ ذیل میں دو طرح سے دیئے جارہے ہیں۔ ایک تو سادہ لسٹ کے انداز میں اور دوسرے ان کے قبیلے کے نام کے ساتھ تاریخی انداز میں، تاکہ قارئین کرام پوری طرح سے مستفید ہوسکیں۔ ان خوش بختوں کے اسماء گرامی بطور تبرک درج ذیل ہیں:

مہاجرین کے شہدا

1- عبیدہ بن حارث (آپ ﷺ کے چچا حارث کے فرزند تھے)

2- عمیر بن ابی وقاص

3- ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ خزاعی

Marfat.com

4-عاقل بن ابوبکیر اللیثی

5-مہجع (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ حبشی غلام)

6-صفوان بن بیضاء الفہری

انصار کے شہداء

1-سعد بن خیثمہ

2-مبشر بن عبدالمنذر بن زنبر

3-یزید بن حارث (ابن فسحم)

4-عمیر بن الحمام

5-رافع بن المعلیٰ

6-حارثہ بن سراقہ بن حارث

7-عوف بن عفراء (بن حارث بن رفاعہ)

8-معوذ بن عفراء (بن حارث بن رفاعہ) رضوان اللہ علیہم اجمعین

مہاجرین کے شہداء کے نام یہ ہیں

بنی مطلب بن عبد مناف سے ایک آدمی عبیدہ بن حارث بن مطلب شہید ہوا۔

مبارزت کے دوران عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف نے آپ کی ٹانگ کاٹ دی اور اپنی فوج نے زخمی ہونے کی حالت میں آپ کو اٹھالیا یہاں تک کہ آپ وادی صفراء میں فوت ہو گئے۔ فوج اس وقت مدینہ آتے ہوئے راستے ہی میں تھی۔

بنی زہرہ بن کلاب میں سے دو آدمی شہید ہوئے۔

1-عمیر بن ابی وقاص، جو سعد بن ابی وقاص کے بھائی ہیں۔

2-ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلۃ الخزاعی (ان کے حلیف تھے)

بنی عدی بن کعب بن لوی سے دو آدمی شہید ہوئے۔

1-عاقل بن ابوبکیر، ان کے حلیف تھے اور بنی سعد بن لیث بن عبد منافاۃ بن کنانہ میں سے تھے۔

2-مہجع، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ آپ حبشی النسل تھے اور سب سے پہلے شہید ہوئے۔

بنی حارث بن فہر سے ایک آدمی شہید ہوا۔

Marfat.com

1-صفوان بن بیضاء۔

انصار کے شہداء کے نام یہ ہیں

بنی عمرو بن عوف (خزرج کا ایک بطن ہے) میں سے دو آدمی شہید ہوئے۔

1-سعد بن خیثمہ

2-مبشر بن عبدالمنذر بن زنبر

بنی حارث بن خزرج (خزرج کا ایک بطن ہے) سے ایک آدمی شہید ہوا۔

1-یزید بن حارث، جسے ابن فسحم بھی کہا جاتا ہے۔

بنی سلمہ (خزرج کا ایک بطن ہے) سے ایک آدمی شہید ہوا۔

1-عمیر بن الحمام

بنی حبیب (خزرج کا ایک بطن ہے) سے ایک آدمی شہید ہوا۔

1-رافع بن المعلیٰ

بنی نجار سے (اوس کا ایک بطن سے) ایک آدمی شہید ہوا۔

1-حارثہ بن سراقہ بن حارث

بنی غنم (اوس کا ایک بطن ہے) سے دو آدمی شہید ہوئے۔

1-عوف بن حارث بن رفاعہ بن سواد

2-اور اس کا بھائی معوذ بن حارث...... یہ دونوں بھائی حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ رضی اللہ عنہم

مشرکین کے مقتولین

معرکہ بدر میں مشرکین کو ستر مقتولین کا نقصان برداشت کرنا پڑا اور وہ درج ذیل ہیں:

بنی ہاشم بن عبد مناف سے بارہ آدمی قتل ہوئے۔

1- عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس......اسے عبیدہ بن عبدالمطلب نے زخم لگایا تھا۔

2- شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس...... اسے عبیدہ بن حارث نے زخم لگایا اور علی بن ابی طالب اور حمزہ بن عبدالمطلب نے اسے مار دیا۔

3- ولید بن عتبہ......اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

4- حنظلہ بن ابوسفیان بن حرب......اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام زید بن حارثہ نے قتل کیا۔

5- حارث بن حضرمی (بنی عبد شمس کا حلیف) کو نعمان بن عصر نے قتل کیا۔

6- عامر بن حضرمی (بنی عبد شمس کا حلیف) کو عمار بن یاسر نے قتل کیا۔

Marfat.com

7- عمیر بن ابی عمیر

8- اور اس عمیر کا بیٹا اور بنی عبد شمس کے دو غلام

9- عبیدہ بن سعید بن العاص......اسے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

10- عاص بن سعید بن العاص......اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

11- عقبہ بن ابی معیط......اسے عاصم بن ثابت بن ابی الافلح نے ایک مقام پر جسے عرق الظبیہ کہا جاتا ہے، باندھ کر قتل کیا، یہ واقعہ اسلامی فوج کی مدینہ کی طرف واپسی کے دوران ہوا۔

12- عامر بن عبداللہ النمری (ان کا حلیف تھا)......اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی نوفل بن عبد مناف سے دو آدمی قتل ہوئے۔

1- حارث بن عامر بن نوفل......اسے خبیب بن اساف نے قتل کیا۔

2- طیعمہ بن عدی بن نوفل......اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

بنی اسد بن عبدالعزیٰ سے سات آدمی قتل ہوئے۔

1- زمعہ بن اسود بن مطلب......اسے ثابت بن جذع نے قتل کیا، کہتے ہیں کہ اس کے قتل میں علی بن ابی طالب اور حمزہ بن عبدالمطلب بھی شریک تھے۔

2- ابوالبختری بن ہشام (اس کا نام عاص بن ہشام بن حارث ہے) اسے مجذر بن زیاد البلوی نے قتل کیا۔

3- حارث بن زمعہ......اسے عمار بن یاسر نے قتل کیا۔

4- نوفل بن خویلد بن اسد کو علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔ یہ اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھائی تھا اور قریش کے شیاطین میں سے تھا۔

5- عقیل بن اسود بن مطلب......اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

6- عقبہ بن زید (ایک یمنی آدمی تھا اور بنی اسد کا حلیف تھا)

7- اور ان کا غلام جس کا نام عمیر تھا۔

بنی عبدالدار بن قصی سے چار آدمی قتل ہوئے۔

1- نضر بن حارث بن کلدہ بن علقمہ......نضر جنگ میں قید ہو گیا (یہ مشرکین کا علمبردار تھا) حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے باندھ کر قتل کیا جائے۔ قتل کے حکم کا نفاذ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اثیل کے مقام پر کیا جو وادی صفراء میں واقع ہے۔ نضر، قریش کے شیاطین میں سے تھا اور جنگ کے بڑے مجرموں میں سے تھا اور مسلمانوں کو بہت ایذا دیا کرتا تھا۔

Marfat.com

2- زید بن لمیص، عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار کا غلام تھا...... اسے بلال بن رباح نے قتل کیا جو ان دنوں حضرت ابوبکر صدیق کے غلام تھے۔

3- نبیہ بن زید بن طیص، بنی مازن سے اور پھر بنی تمیم سے (ان کا حلیف تھا)

4- عبید بن سلیط، قیس سے (ان کا حلیف تھا)

بنی تمیم بن مرہ سے چار آدمی قتل ہوئے۔

1- مالک بن عبید اللہ بن عثمان (یہ طلحہ بن عبید اللہ کا بھائی ہے) قید ہوا اور قید ہی میں مر گیا اور اسے مقتولوں میں شمار کیا گیا۔

2- عمرو بن عبد اللہ بن جدعان

3- عمیر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تمیم...... اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

4- عثمان بن مالک بن عبید اللہ...... اسے صہیب بن سنان نے قتل کیا۔

بنی مخزوم (خالد بن ولید کا قبیلہ) میں سے چوبیس آدمی قتل ہوئے۔

1- مکی فوج کا سالار عام ابوجہل بن ہشام جس کا اصل نام عمرو بن ہشام بن مغیرہ بن عمرو بن مخزوم تھا، اسے معاذ بن عمرو بن الجموح یا معاذ عفراء نے تلوار کی ضرب سے اپاہج کر دیا اور اس کی ٹانگ کاٹ دی، پھر معاذ بن عفراء نے تلوار مار کر اس کو چھید دیا پھر عبد اللہ بن مسعود نے اس کا سر کاٹ کر اسے مار دیا۔

2- عاص بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم...... اسے حضرت عمر نے قتل کیا (یہ آپ کا ماموں تھا)

3- یزید بن عبد اللہ (ان کا حلیف تھا) اور بنی تمیم میں سے تھا اسے حضرت عمار بن یاسر نے قتل کیا۔

4- ابومسافع اشعری (ان کا حلیف تھا) اسے حضرت ابودجانہ نے قتل کیا۔

5- حرملہ بن عمرو (ان کا حلیف تھا) اسد قبیلے سے تھا، اسے خارجہ بن زید نے قتل کیا۔

6- مسعود بن ابی امیہ بن مغیرہ...... اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

7- ابوقیس بن ولید بن مغیرہ (خالد بن ولید کا بھائی) اسے حضرت حمزہ بن عبد المطلب نے قتل کیا۔

8- ابوقیس بن الفاکہہ بن مغیرہ...... اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

9- رفاعہ بن عابد بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم...... اسے سعد بن ربیع نے قتل کیا۔

10- المنذر بن ابی رفاعہ بن عابد...... اسے معن بن عدی بن الجد بن العجلان نے قتل کیا۔

11- السائب بن ابی السائب بن عابد...... اسے حضرت زبیر بن العوام نے قتل کیا اور ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ اس السائب نے اسلام قبول کر لیا تھا (دیکھیے سیرۃ ابن ہشام ج 1 ص 711)

Marfat.com

12- اسود بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم...... اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے قتل کیا۔

13- حاجب بن السائب بن عویمر بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم...... اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

14- عویمر بن السائب بن عویمر...... اسے نعمان بن مالک قوقلی نے مبارزت میں قتل کیا۔

15- عمرو بن سفیان (ان کا حلیف تھا) طی قبیلے سے تھا...... اسے یزید بن رقیش نے قتل کیا۔

16- جابر بن سفیان (ان کا حلیف تھا) طی قبیلے سے تھا...... اسے جابر ابوبردہ بن نیار نے قتل کیا۔

17- عبداللہ بن المنذر بن ابی رفاعہ...... اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

18- حذیفہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ...... اسے سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا۔

19- ہشام بن ابی حذیفہ بن مغیرہ...... اسے صہیب بن سنان نے قتل کیا۔

20- زہیر بن ابی رفاعہ...... اسے ابواسید، مالک بن ربیعہ نے قتل کیا۔

21- السائب بن ابی رفاعہ...... اسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے قتل کیا۔

22- عائذ بن السائب بن عویمر...... اسے حمزہ بن عبدالمطلب نے جنگ میں زخمی کیا پھر یہ قید ہوگیا پھر اس نے فدیہ دیا۔ پھر اس زخم کے اثر سے فوت ہوگیا۔

23- طی کا ایک آدمی جس کا نام عمیر تھا (طی سے ان کا حلیف تھا)

24- ایک اور آدمی جس کا نام خبار تھا (قارہ سے ان کا حلیف تھا)

بنی سہم بن عمرو (عمرو بن العاص کا قبیلہ) سے سات آدمی قتل ہوئے۔

1- منبہ بن حجاج بن حذیفہ بن سعد بن سہم...... اسے ابوالیسر، بنی سلمہ کے بھائی نے قتل کیا۔

2- اس کا بیٹا عاص بن منبہ بن حجاج...... اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

3- اس کا بھائی منبہ بن حجاج...... اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مل کر قتل کیا۔

4- ابو العاص بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم...... اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ نعمان بن مالک قوقلی نے اور بعض کہتے ہیں کہ ابودجانہ نے اسے قتل کیا تھا۔

5- عاصم بن ضبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم...... اسے ابوالیسر، بنی سلمہ کے بھائی نے قتل کیا۔

6- حارث بن منبہ بن حجاج...... اسے صہیب بن سنان نے قتل کیا۔

7- عامر بن عوف بن ضبیرہ، عاصم بن ضبیرہ کا بھائی...... اسے عبداللہ بن سلمہ العجلانی نے قتل کیا، بعض کہتے ہیں کہ ابودجانہ نے قتل کیا ہے۔

Marfat.com

عامر بن لوی سے دو آدمی قتل ہوئے۔

1- معاویہ بن عامر (بنی عبدالقیس سے ان کا حلیف تھا) ابن ہشام کے قول کے مطابق اسے عکاشہ بن محصن نے قتل کیا۔

2- معبد بن وہب (بنی کلب بن عوف سے ان کا حلیف تھا) اسے بکیر کے بیٹوں خالد اور ایاس نے قتل کیا۔

بنی جمح بن عمرو بن مصیص سے چار آدمی قتل ہوئے۔

1- امیہ بن خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح...... اسے بنی مازن کے ایک انصاری جوان نے قتل کیا۔

2- اس کا بیٹا علی بن امیہ بن خلف...... اسے عمار بن یاسر نے قتل کیا۔

3- اوس بن معیر بن لوذان بن سعد بن جمح...... اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور بعض کہتے ہیں کہ اسے حصین بن حارث اور عثمان بن مظعون نے قتل کیا۔

4- سبرۃ بن مالک (ان کا حلیف تھا) اس کا قاتل معلوم نہیں ہو سکا۔

اسیرانِ مشرکین

جنگ بدر کے روز مشرکین کے جو قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے وہ بھی ستر تھے۔

جن کے نام درج ذیل ہیں

بنی ہاشم سے چار آدمی قید ہوئے۔

1- عباس بن عبدالمطلب

2- عقیل بن ابی طالب۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بھائی۔

3- نوفل بن حارث بن مطلب

4- ایک آدمی جس کا نام عتبہ تھا اور ان کا حلیف تھا۔

بنی المطلب بن عبد مناف سے چار آدمی قید ہوئے۔

1- السائب بن عبید بن عبد یزید

2- نعمان بن عمرو بن علقمہ بن المطلب

3- عقیل بن عمرو (ان کا حلیف تھا)

4- اس کا بھائی تمیم (ان کا حلیف تھا)

5- تمیم کا بیٹا جس کا نام معلوم نہیں ہو سکا (وہ بھی ان کا حلیف تھا)

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے نو آدمی قید ہوئے۔

1- عمرو بن ابی سفیان بن حرب

Marfat.com

2- حارث بن ابی وجرہ
3- ابو العاص بن الربیع
4- ابو العاص بن نوفل بن عبد شمس
5- ابوریشہ بن عمرو (ان کا حلیف تھا)
6- عمرو بن الازرق (ان کا حلیف تھا)
7- عقبہ بن عبدالحارث بن الحضرمی (ان کا حلیف تھا)
8- خالد بن اسید بن ابی العیص
9- ابو العریض، یسار (عاص بن امیہ کا غلام)

بنی نوفل بن عبد مناف سے چار آدمی قید ہوئے۔

1- عدی بن خیار بن عدی بن نوفل
2- عثمان بن عبد شمس، غزوان بن جابر کا بھتیجا (اور بنی مازن بن منصور میں سے ان کا حلیف)
3- ابو ثور (ان کا حلیف)
4- نبھان (ان کا غلام)

بنی عبدالدار بن قصی سے تین آدمی قید ہوئے۔

1- ابو عزیز بن عمیر بن ہاشم (مصعب بن عمیر کا بھائی)
2- اسود بن عامر (ان کا حلیف)
3- عقیل (یمن کا ایک آدمی) جو ان کا حلیف تھا۔

بنی اسد بن عبدالعزی سے چار آدمی قید ہوئے۔

1- السائب بن ابی جیش بن المطلب بن اسد
2- حویرث بن عبادہ بن عثمان بن اسد
3- سالم بن شماخ (ان کا حلیف)
4- عبداللہ بن حمید بن زہیر بن الحارث

بنی مخزوم بن یقظہ سے دس آدمی قید ہوئے۔

1- خالد بن ہشام بن مغیرہ
2- امیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ
3- عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ

Marfat.com

4- ابوالمنذر بن ابی رفاعہ
5- ابوعطاء عبداللہ بن ابی السائب
6- المطلب بن حنطب بن الحارث
7- خالد بن الاعلم (ان کا حلیف) یہ پہلا شخص تھا جو معرکہ سے شکست کھا کر بھاگا حالانکہ یہ اس مشہور شعر کا کہنے والا ہے جو ثابت قدمی میں ضرب المثل کے طور پر بیان ہوتا ہے۔ ''ہمارے زخم ہماری ایڑیوں پر خون نہیں بہاتے بلکہ دشمن خون ہمارے قدموں پر ٹپکتا ہے۔''
8- الولید بن الولید بن المغیرہ (خالد بن ولید کا بھائی)
9- صیفی بن ابی رفاعہ بن عابد
10- قیس بن السائب

بنی سہم بن عمرو بن مصیص سے پانچ آدمی قید ہوئے۔

1- ابووداعہ بن ضبیرہ بن سعید بن سعد بن سہم
2- وفرہ بن قیس بن عدی بن حذافہ بن سعد بن سہم
3- حنظلہ بن قبیصہ بن حذافہ بن سعد بن سہم
4- حجاج بن قیس بن غدی بن سعد بن سہم
5- ایک آدمی جس کا نام اسلم تھا اور نبیہ الحجاج کا غلام تھا۔

بنی جمح بن عمرو بن مصیص سے گیارہ آدمی قید ہوئے۔

1- عبداللہ بن ابی بن خلف بن ابی وہب
2- ابوعزہ (عمرو بن عبد بن عثمان بن وہب)
3- الفاکہہ (امیہ بن خلف کا غلام)
4- وہب بن عمیر
5- ربیعہ بن دراج بن العنبس بن اہبان بن وہب
6- عمرو بن ابی بن خلف
7- ابورہم بن عبداللہ (ان کا حلیف)
8- ایک اور آدمی جو ان کا حلیف تھا، ابن اسحاق سے اس کا نام چوک گیا ہے اور اس نے اس کا ذکر نہیں کیا۔
9- نسطاس (امیہ بن خلف کا غلام)

Marfat.com

10- امیہ بن خلف کا ایک دوسرا غلام، جس کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

11- ابورافع (امیہ بن خلف کا غلام)

بنی عامر بن لوی سے پانچ آدمی قید ہوئے۔

1- سہیل بن عمرو، اسے مالک بن الدخشم نے قید کیا۔

2- عبد بن زمعہ بن قیس

3- عبدالرحمٰن بن منشو بن وقدان

4- حبیب بن جابر

5- السائب بن مالک

بنی حارث بن فہر سے چار آدمی قید ہوئے۔

1- طفیل بن ابی قنیع

2- عتبہ بن عمرو بن حجدم

3- شافع (یمن کا ایک آدمی، ان کا حلیف تھا)

4- شفیع (یمن کا ایک آدمی، ان کا حلیف تھا)

سریہ عمیر بن عدی

یہ سریہ ماہِ رمضان سن 2 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

یہ اصل میں ''بعث'' ہے کیونکہ یہ ایک نفری، فردِ واحد کی فہم ہے۔ مگر کتاب اصل نے اسے اپنے شیخ حافظ دمیاطی کے اتباع میں، کے مطابق اس کو سریہ ہی لکھا ہے۔

اس مہم میں حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ اکیلے ہی تھے اور انہوں نے نابینا ہونے کے باوجود یہ مہم کامیابی کے ساتھ اکیلے ہی سر کی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا اسم ''بصیر'' یعنی دیکھنے والا رکھ دیا۔

گستاخ رسول مرتد ہے، زندیق ہے اور واجب القتل ہے اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کی بھی کوئی تخصیص نہیں۔ خود حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بھی گستاخان رسول کے لیے یہی سزا مقرر تھی۔

عصماء بنت مروان، زوجہ یزید بن زید الخطمی ایک یہودی قبیلہ الخطمی کی لڑکی اور بدخو، بدکلام عورت تھی یہ عورت بہت دریدہ دہن یعنی کہ منہ پھٹ بدزبان تھی۔ دین اسلام اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی کیا کرتی تھی اور ہر وقت زہر اگلا کرتی تھی۔

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ یہ یہودن حیض کے خون آلودہ اور دیگر گندے کپڑے اور گندگی مسجد نبوی

۱۲۷۸۵۵

Marfat.com

میں جا کر ڈال دیا کرتی تھی۔ اور یوں عصماء بنت مروان مختلف طریقوں سے حضور انور نبی کریم ﷺ کو ایذا پہنچایا کرتی تھی۔ یہ عورت اسلام کی بدترین دشمن تھی اور حضور انور نبی کریم ﷺ کی شان میں سخت گستاخیاں کرتی تھی۔ اپنے کلام و عمل سے ایذا پہنچاتی تھی۔

ایک روایت میں ہے جب حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے عصماء بنت مروان کا خون جائز قرار فرمایا اور اس کے قتل کا ارادہ کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

کیا کوئی ایسا شخص نہیں جو ہمیں اس عورت یعنی عصما بنت مروان سے نجات دلا سکے۔

اس پر عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس بدزبان عورت کا کام تمام کرنا میرا ذمہ ہے۔

یہ صحابی رسول، عمیر بن عدی الخطمی اندھے تھے۔ یہ اپنے قبیلے، ''بنی خطمہ'' میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ اس قبیلے سے بہت کم یہودی مسلمان ہوئے اور جو ہو گئے تھے وہ بھی اپنے اسلام کو چھپایا کرتے تھے۔

جب حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ یہ ذمہ داری لے کر اس ذمہ داری کو نبھانے چلے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کہا ذرا اس اندھے کو دیکھنا کہ کس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت میں جا رہا ہے۔ یہ سن کر حضور پُرنور نبی کریم' مخبر صادق، عالم خفا و غیوب ﷺ نے فرمایا:

''اسے اندھا مت کہو یہ تو دیکھنے والا ہے، بصیر ہے، بینا ہے۔''

ایک شب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ گستاخ رسول عصماء بنت مروان کے گھر میں داخل ہوئے۔ بچے سو رہے تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ سے ٹٹول کر دودھ پیتے، بچے کو اس سے جدا کیا۔ اور تلوار سینے دل پر رکھ کر پورے زور سے دبا کر پشت سے پار کر دی، صبح نماز فجر کے بعد انہوں نے اس امر کی اطلاع حضور انور نبی کریم کو دی کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس گستاخ عورت کو قتل کر دیا ہے جو آپ کو ایذاء پہنچایا کرتی تھی' جو آقا آپ (ﷺ) کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی۔

ایک روایت میں یوں ہے:

کہ اس سے فارغ ہو کر یہ مدینہ میں آئے اور صبح کی نماز حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں پڑھی۔ آپ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا: کیا تم نے مروان کی بیٹی کو قتل کر دیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا ہاں! کیا اس کے قتل کرنے کے نتیجے میں مجھ پر کوئی گناہ ہوا ہے؟

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جواب میں عربی کا ایک غیر معروف محاورہ بولا اور فرمایا: اس کا قتل کوئی سنگین معاملہ نہیں ہے جس میں کوئی پریشانی کی بات ہو۔

اس کا خون معاف ہے کوئی جھگڑا کرنے والا اس کے لئے سامنے نہیں آئے گا۔ کوئی اس کا خون بہا

Marfat.com

طلب نہیں کرے گا حبیب خدا ﷺ کا یہ قول کہ ''لا ینتطح فیھا عفران '' (المغازی للواقدی، 173:1) جوامع الکلم میں سے ہے۔ اتنا بلیغ کلام پہلے کبھی نہ سنا گیا۔ وہ عورت، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی دشمن تھی اور ان کے خلاف زبان درازی کیا کرتی تھی اس لیے اس کا خون بہا ادا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(المواہب اللدنیہ، جلد 1: صفحہ 88)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ نے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم اگر ایسے شخص کو دیکھنا چاہو جس نے اللہ اور اس کے رسول کی مدد کی تو عمیر کو دیکھ لو۔ اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ نے عمیر کا نام ''بصیر'' یعنی دیکھنے والا رکھ دیا تھا۔

پھر جب حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ بنی خطمہ کے محلے میں گئے تو اس وقت عصماء بنت مروان کے بیٹے بہت سے لوگوں کے ساتھ اپنی ماں کو دفن کر رہے تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر انہوں نے کہا عمیر! تم نے ہی اس عورت کو قتل کیا ہے؟

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں اور جواب میں سورہ ہود کی آیت 55 پڑھی، سنائی۔

ترجمہ: ''سو تم اور وہ سب مل کر میرے ساتھ ہر طرح کا داؤ گھات کر لو اور مجھ کو ذرا بھی مہلت نہ دو۔'' (سورۃ ہود آیت 55)

گویا حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کی اس آیت سے ان لوگوں کو جواب دیا کہ ہاں میں نے ہی اس عورت کو قتل کیا ہے۔ اب تم سب مل کر جو کچھ کرنا چاہو کر کے دیکھ لو، ہرگز کوئی رعایت اور کسر نہ اٹھا رکھو۔ اس کے بعد حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو دھمکی دیتے ہوئے کہا:

اگر تم سب اس قسم کی بکواس، بیہودگی کرتے جیسا کہ وہ کیا کرتی تھی تو میں تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا یا خود اپنی جان دے دیتا۔ عصماء کا تعلق بنو خطمہ قبیلہ سے تھا۔ اس قبیلہ کے کئی لوگ دل سے ایمان لا چکے تھے۔ لیکن خوف سے اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عمیر کے اس جرأت مندانہ جواب سے اہل ایمان کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ (حیات سیّدنا محمد، از ہیکل صفحہ 272)

سریہ سالم بن عمیر

یہ سریہ شوال سن 2 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

یہ سریہ بھی اصل میں ''بعث'' ہی ہے کیونکہ یہ ایک نفری یا فرد واحد کی مہم ہے۔ لیکن اکثر اہل سیر نے اسے سریہ ہی لکھا ہے۔

اس مہم میں حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ اکیلے ہی تھے۔ ایک بوڑھا یہودی جس کا نام ابوعفک تھا اور شاعر تھا اس نے اپنی زبان و اعمال سے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی شان میں بہت گستاخی کی۔ اس

Marfat.com

کے نتیجہ میں اُسے جہنم واصل کردیا گیا۔ واقعہ یوں ہے:

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم سرورِ دو عالم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو مدینہ میں بسنے والے تمام قبائل خصوصاً یہودی قبائل سے دوستی کا ایک معاہدہ کیا جس کی الگ اہم شرط یہ تھی۔

''کہ نہ خود حضور ﷺ سے جنگ کریں گے اور نہ حملہ کرنے والے کسی دشمن کی امداد کریں گے۔''

معاہدہ کی اس شرط کے تحت کچھ عرصہ تو یہودی خاموش رہے لیکن چند مہینوں بعد ہی اکثر یہودیوں کے اور یہودی قبائل کے تیور بدلنے لگے۔ حضور ﷺ کے خلاف ان کے دلوں میں حسد و عناد کی چنگاریاں سلگنے لگیں اور وہ طرح طرح سے مسلمانوں کو اذیتیں پہنچا کر حضور ﷺ کے دل کو دکھانے لگے۔ ان میں سے جو لوگ شعر گوئی کا ملکہ رکھتے تھے یا جو لوگ شاعر تھے انہوں نے حضور انور نبی کریم ﷺ کی ہجو میں قصیدے لکھنے شروع کردیئے۔ (ہجو کا مطلب ہے نظم میں بدگوئی، برائی یا مذمت کرنا)

ابوعفک ایک بوڑھا یہودی شاعر تھا اور اس کی عمر ایک سو بیس (120) سال ہو چکی تھی۔ عفک کے معنی حمق یعنی بے وقوفی کے ہیں لہٰذا یوں کہنا چاہیے کہ دراصل اس کا نام ابوالحمق تھا۔

اسے دین اسلام اور پیغمبر اسلام حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے اس عمر میں بھی خدا واسطے کا بیر تھا۔ وہ اس عمر میں بھی اپنے دشمن بنا رہا تھا اور مسلمانوں سے عداوت و نفرت کا برملا اپنے اشعار میں اظہار کرتا تھا۔

اس عمر میں اس کا اس کے سوا کوئی اور شغل ہی نہ تھا کہ وہ اشعار کہتا اور ان کے ذریعہ اپنے سامعین کے دلوں میں اسلام اور ہادی انس و جاں ﷺ کے بارے میں حسد و عداوت کی تخم ریزی کرتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی بکواس و بیہودہ اشعار سنتے اور خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے۔

ابوعفک ہر وقت اسلام کے بارے میں ہذیان بکتا رہتا تھا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہرزہ سرائی اور لاف زنی اس کا وطیرہ تھا۔ شاعر تھا اور حضور انور نبی کریم ﷺ کی ہجو کہتا تھا۔ لوگوں کو آپ ﷺ کے قتل پر اکساتا اور ان کے جذبات کو برانگیختہ کرتا۔

جب ابوعفک، بوڑھا یہودی اپنی اسلام دشمنی میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی رہا اور اس نے اپنے آپ کو اسلام کا بدترین دشمن ثابت کردیا تو ایک دن حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''کون ہے جو میرے لیے اس خبیث یعنی ابوعفک سے نمٹ سکتا ہے، یعنی کون ہے جو اس بوڑھے اسلام دشمن یہودی کا خاتمہ کرسکتا ہے۔''

Marfat.com

حضور انور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پر حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ اٹھے۔ یہ صحابی رسول ان لوگوں میں سے تھے جو اللہ کے خوف سے بے حد رویا کرتے تھے اور یہ غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کی! ''مجھ پر نذر یعنی منت ہے کہ میں یا تو ابوعفک کو قتل کر ڈالوں گا اور یا اس کوشش میں اپنی جان دے دوں گا۔

چنانچہ اس کے بعد حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ موقعہ کی تلاش میں رہنے لگے۔ ایک روز جب کہ رات کا وقت تھا اور گرمی زیادہ تھی تو ابوعفک اپنے مکان سے نکل کر صحن میں سویا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو اس کے صحن میں سونے کی اطلاع ہوگئی۔

آپ فوراً اپنے مشن کی تکمیل کے لیے چل پڑے۔ صحن میں جا کر دیکھا تو ابوعفک وہاں سویا ہوا تھا۔ آپ نے اپنی تلوار نکالی اور چھاتی میں دل کے اوپر رکھ کر اس پر ایک دم پورا زور ڈال دیا۔

وہ تلوار ابوعفک کی چھاتی کے آر پار ہوگئی۔ اس نے ایک چیخ ماری۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ اس کو فوراً چھوڑ کر چلے آئے۔ ابوعفک کی چیخ سن کر فوراً ہی لوگ اس طرف دوڑ پڑے۔ اور اس کے کچھ ساتھی یا عزیز اسی وقت اٹھا کر اسے مکان کے اندر لے گئے۔ وہ دشمن خدا و رسول اس کاری زخم کی تاب نہ لا کر واصل جہنم ہوا۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ اس کو ٹھکانے لگانے کے بعد بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور اس کی ہلاکت کا مژدہ سنایا۔ حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے آپ کو دعائے خیر سے نوازا۔

(سیرت النبی از زینی دحلان، جلد 2، صفحہ 15، حیات محمد، 272، المواہب اللدنیہ، جلد 1: صفحہ 58)

غزوۂ بنی سلیم

غزوۂ بنی سلیم ماہ شوال سن 2 ہجری کے شروع میں وقوع پذیر ہوا۔

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی، امام ابن اسحاق، ابوعمرو اور ابن حزم کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''سرورِ دو عالم ﷺ جب غزوۂ بدر سے واپس تشریف لائے تو ایک ہفتہ بعد اطلاع ملی کہ قبیلہ غطفان اور غطفان کی شاخ بنی سلیم نے ایک لشکر جمع کیا ہے اور وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔''

(ابن ہشام جلد 2، صفحہ 421 ......سبل الہدیٰ، جلد 4 صفحہ 255)

اس غزوہ میں حضور پندرہ روز مدینہ طیبہ سے باہر رہے۔ جب روانہ ہونے لگے تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مسجد میں جماعت کرانے کے لیے اور حضرت سباع بن عرفطہ الغفاری رضی اللہ عنہ کو دیگر امور سرانجام دینے کے لیے اپنا نائب مقرر فرمایا۔

غزوۂ بدر کے بعد سب سے پہلی خبر جو مدینے کے شعبہ اطلاعات نے حضور انور نبی کریم ﷺ کو فراہم کی وہ یہ تھی کہ قبیلہ غطفان کی شاخ بنو سلیم کے لوگ مدینے پر چڑھائی کرنے کے لیے مقام کدر میں اپنی فوج جمع کر رہے ہیں۔ کدر ایک چشمے کا نام ہے اور کدر کے معنی مٹیالے رنگ کے ہیں۔ اس چشمے کو کدر بھی اسی لیے کہا

Marfat.com

جاتا تھا کہ یہاں چڑیا نما پرندے آتے تھے جن کے رنگوں میں مٹیالا پن تھا اور یہ مقام مکہ سے براستہ نجد شام جانے والے شاہراہ پر واقع ہے۔

حضور پُرنور حضور انور نبی کریم ﷺ نے انہیں مزید مہلت دینا پسند نہ فرمایا۔ اور دو سو(200) مجاہدین کو ساتھ لے کر ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔ اس غزوہ میں سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کے علمبردار تھے۔ اور پرچم سفید رنگ کا تھا۔ جب یہ لشکر ان کے چشموں تک پہنچا تو وہاں ان میں سے کوئی شخص بھی موجود نہ تھا۔

بنو سلیم میں اس اچانک حملے سے بھگدڑ مچ گئی اور وہ افراتفری کے عالم میں وادی کے اندر پانچ سو اونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

حضور ﷺ نے اپنے چند صحابہ کو وادی کے بلند علاقہ کی طرف بھیجا اور خود وادی کے وسط میں خیمہ زن ہوگئے۔ وہاں چند چرواہے اونٹ چرا رہے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام یسار تھا۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے اس سے قوم کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اس نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ میں یہاں ان اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے آتا ہوں جنہیں پانچویں دن پانی پلایا جاتا ہے۔ (ایسے اونٹوں کو اہل عرب ''خمس'' کہتے ہیں) اور آج کا دن ان اونٹوں کو پانی پلانے کا دن ہے جنہیں چوتھے روز پانی پلایا جاتا ہے (ایسے اونٹوں کو اہل عرب ''الربع'' کہتے ہیں)۔ سارے لوگ اونچے علاقہ کی طرف چلے گئے ہیں ہم لوگ (چرواہے) یہاں تنہا اونٹوں کو چرانے کے لیے ٹھہرے ہوئے ہیں۔

حضور پُرنور ﷺ نے تین شب وہاں قیام فرمایا۔ پانچ سو اونٹ وہاں غنیمت میں ملے۔ انہیں لے کر حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ مدینہ طیبہ لوٹے۔ صرار کے کنویں پر پہنچے جو مدینہ سے تین میل اندازاً 5 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے تو مال غنیمت کو مجاہدین میں تقسیم فرمایا۔ ایک سو اونٹ بطور خمس دیئے گئے باقی چار سو اونٹ دو سو(200) مجاہدین میں تقسیم کردیئے گئے۔ ہر مجاہد کو دو دو اونٹ ملے۔ یسار کو جنگی قیدی بنا کر لایا گیا۔ یہ خوش بخت حضور پُرنور ﷺ کے حصہ میں آیا حضورِ انور ﷺ نے اس کو آزاد فرمایا۔

(زاد المعاد جلد 2، صفحہ 90، السیرۃ النبویہ لابن ہشام، جلد 2 صفحہ 43، 44...... سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 255)

اس کے بعد شوال کے بقیہ ایام اور ذی القعد کا پورا مہینہ مدینہ منورہ میں رونق افروز رہے۔ اس عرصہ میں قریش کے جنگی قیدیوں کی طرف سے فدیہ ادا کرنے اور انہیں رہا کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 421)

غزوۂ بنی قینقاع

یہ غزوہ ہجرت سے بیس ماہ بعد ماہ شوال سن 2 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ محاصرہ شوال کی پندرہ تاریخ بروز

Marfat.com

ہفتہ شروع ہوا جو پندرہ روز تک جاری رہا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4، صفحہ 265)

یہودیوں کا یہ قبیلہ مدینہ منورہ میں ہی آباد تھا۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی شاندار فتح ان سے دیکھی نہ گئی اور اسے اتفاقیہ کامیابی سمجھتے ہوئے وہ مسلمانوں کے سخت خلاف ہوگئے اور تمام معاہدوں، اخلاقی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے شرارتوں اور خباثتوں پر اتر آئے اور مسلمانوں کو ستانے لگے اور کھلے عام چیلنج دینے لگے اور سمجھانے سے کسی سمجھ میں نہ آئے۔ بالآخر آپ ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا جو پندرہ دن جاری رہا۔ اور نتیجتاً

1- دشمن نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دیئے۔

2- دشمن کو حراست میں لے لیا گیا۔

3- حضور ﷺ نے تمام جنگی قیدیوں کو رہا کردیا۔

4- مدینہ منورہ سے اس قبیلہ کو جلاوطن کردیا۔

ہائے رے یہودیوں کی بدنصیبی

اس موضوع پر پہلے تفصیل سے لکھا جاچکا ہے۔ یہاں صرف اتنا ہی کہ یہ لوگ نبی آخر الزماں کے سعادت مند پیروکار بننے کے لیے صدیوں پہلے یثرب اور یثرب کے اردگرد آکر آباد ہوئے تھے۔ اور اب یہ قوم نبی آخر الزماں، خاتم النبیین ﷺ کو اس طرح یقین واثق کے ساتھ پہچانتی تھی سو فیصد یقین کے ساتھ جانتی تھی کہ یہ وہی نبی آخر الزماں ہیں جن کی صفات و خصوصیات کے بارے میں توریت شریف میں بار بار فرمایا ہے یہودی توریت میں مذکورہ صفات کی وجہ سے ایسے پہچانتے تھے کہ جیسے لوگ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (کہ انہیں وہ لاکھوں کے ہجوم میں بھی دیکھتے ہی پہچان جاتے ہیں)۔ ہائے رے بدقسمتی! اس قوم کی کہ جس گوہر نایاب کو پانے کے لیے وہ صدیوں سے منتظر تھے جب وہ ملا تو اس سے خود کو محروم کرلیا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سفر تلاش حق کے مختلف مراحل پر مختلف علمائے یہود و نصاریٰ کی تعلیمات اور واضح ہدایات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ الہامی کتب میں نبی آخر الزماں ﷺ کے ظہور کے بارے میں درج علامتیں ظاہر ہونا شروع ہوگئی تھیں۔ آسمانی صحائف کے عالم یہاں تک جانتے تھے کہ مرسل اول و آخر ﷺ ہجرت کر کے اس شہر یثرب، دلکشی و معطر کو اپنا مسکن و مامن بنائیں گے جو کھجور کے درختوں میں گھرا ہوا ہوگا۔ آثار و قرائن اور قدیم کتب میں مذکور علامتوں اور نشانیوں کی روشنی میں وہ اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ وہ شہر مکہ کے شمال میں یثرب کے علاوہ کوئی دوسرا شہر نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ یثرب اور اس کے مضافات میں یہودی کثرت سے آباد ہوگئے، اور ستارہ محمد ﷺ کے طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

ولادت باسعادت کے روز ایک یہودی عالم مکہ کی گلیوں میں یہ واویلا کرتا ہوا دکھائی دیا کہ آج نبوت بنی

Marfat.com

اسرائیل کے گھر سے رخصت ہوئی، وہ یہودی جو نسل در نسل دنیا میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ نبوت کے آل اسماعیل بنی ہاشم میں منتقل ہونے پر حضور انور نبی کریم ﷺ کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ جب حضور پُرنور نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کا سازشی ذہن اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف تیزی سے کام کرنے لگا۔ وہ کفار و مشرکین سے مل کر شمع توحید کو بجھانے کے لیے نت نئی تدبیریں سوچنے لگے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی عظیم کامیابی کے بعد تو وہ ایک دم بوکھلا سے گئے اور مسلمانوں کے عروج کو وہ اپنے زوال سے تعبیر کرنے لگے۔

یہودیوں کے قبائل بنی قینقاع، بنی قریظہ اور بنی نضیر یثرب کی معاشرتی زندگی میں اپنے معاشی استحکام اور علمی مرتبے کی بدولت اچھے خاصے اثر و رسوخ کے مالک تھے، سیاسی حوالے سے بھی حالات پر ان کی گرفت بہت مضبوط تھی اور اپنے مضبوط قلعوں اور اسلحہ کی فراوانی کی وجہ سے بھی یہ زبردست عسکری قوت کے مالک تھے۔ اہل مکہ سے بھی ان کے اچھے تعلقات تھے۔ اور تجارتی شاہراہ پر ہونے کی وجہ سے انہیں کافی فوائد و اہمیت حاصل تھی۔ لفظ قینقاع ''ن'' پر پیش کے ساتھ ہے۔ یہ یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام تھا۔ یہودیوں میں یہ لوگ سب سے زیادہ بہادر شمار کیے جاتے تھے۔ یہ سب یہودی صراف اور جوہری تھے یعنی سونا ڈھالنے کا کام کیا کرتے تھے۔ قینقاع کے یہودی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن ابی بن سلول کے حلیف اور معاہدہ بردار تھے۔

حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور فرزندان اسلام کے بارے میں یہودیوں کے دلوں میں حسد و عناد کے جو جذبات غزوۂ بدر سے پہلے مخفی تھے وہ اب آشکارا ہونے لگے۔ ان کی ہرزہ سرائیاں اور اذیت رسانیاں دن بدن ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھیں۔ میدان بدر میں کفار قریش کی ذلت آمیز شکست اور مسلمانوں کی فتح مبین نے انہیں پاگل بنا دیا تھا۔

اب وہ اعلانیہ کہنے لگے کہ ہم نے وہ معاہدہ کالعدم کر دیا ہے جو ہمارے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان طے پایا تھا۔ اب ہم پر اس کی پابندی ضروری نہیں۔

معاہدہ جو آپ ﷺ نے ان یہودی قبائل کے ساتھ فرمایا تھا وہ مختصراً یوں تھا کہ یہ تینوں قبائل یا یہودی جو مدینہ اور مدینہ کے اطراف میں رہتے تھے آباد تھے وہ کبھی حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ یا مسلمانوں کے مقابلے پر نہیں آئیں گے اور نہ کسی طرح سے مسلمانوں کے دشمنوں کو کسی طرح کی مدد دیں گے۔

مسلمانوں کا رویہ یہودیوں کے ساتھ ویسا ہی تھا جیسا کہ معاہدہ کے مطابق ہونا چاہئے تھا لیکن بدر میں مسلمانوں کی شاندار کامیابی کے بعد ان کے رویہ، کلام میں مسلمانوں کے لیے بلاجواز تلخی اور سختی آ گئی اور ان کی شرارتوں، خباثتوں، حسد، بغض و عناد میں نمایاں اضافہ ہو گیا۔

Marfat.com

لحظہ بہ لحظہ بگڑتے ہوئے حالات کو سنبھالا دینے کے لیے سرورِ کائنات رسول اللہ ﷺ ایک روز ان کے بازار میں تشریف لے گئے۔ ان کو اکٹھا کیا اور ان سے بڑے محبت بھرے انداز میں گفتگو کا آغاز کیا جس طرح ایک ہمسایہ اپنے عزیز ہمسایہ سے گفتگو کرتا ہے۔ حضور پُرنور ﷺ نے انہیں وہ معاہدہ یاد دلایا اور ایسی حرکات سے باز آنے کی انہیں تلقین کی جو کسی وقت بھی فتنہ وفساد کی آگ کو بھڑکا کر جنگ کی صورت اختیار کرسکتی ہیں۔

پیغمبر اوّل و آخر واعظم، حضور انور نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے انہیں بڑے دلنشین انداز میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اے گروہ یہود! اللہ تبارک وتعالیٰ کے غضب سے ڈرو۔ کہیں تم پر بھی وہ ایسا عذاب نازل نہ کردے جیسا عذاب اس نے مکہ کے مغرور قریشیوں پر نازل کیا ہے۔ اسلام کو قبول کرلو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی ہوں۔ میرے بارے میں تم اپنی کتاب تورات میں یہ بات لکھی ہوئی پاتے ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں مجھ پر ایمان لانے کا بار بار حکم دیا ہے۔''

اس محبت آمیز اور جذبہ خیر اندیشی سے معمور گفتگو کا انہوں نے بڑا کرخت جواب دیا۔ کہنے لگے:

''اے محمد! (ﷺ) تم ہمیں بھی اپنی قوم کی طرح خیال کرتے ہو۔ اس قوم کو شکست دے کر جنہیں فن حرب کا کوئی علم نہ تھا آپ مغرور نہ ہو جاؤ اگر تم نے ہم سے جنگ کی تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم کس قسم کے لوگ ہیں۔''

(سنن ابوداؤد جلد 3، صفحہ 115 ...... السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 1 صفحہ 552)

یہودیوں کے اس گستاخانہ دھمکی آمیز گفتگو کے جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ آل عمران کی آیات 12`13 نازل فرمائیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ۝

(سورۃ آل عمران آیات 12، 13)

ترجمہ: ''ان کافروں سے کہہ دو کہ عنقریب مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے، اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ جن دو گروہوں میں ٹکر ہوئی ان میں تمہارے لیے نشانی ہے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافر تھا۔ یہ ان کو آنکھوں دیکھنے میں اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے، اور اللہ اپنی مدد کے ذریعے جس کی تائید چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے اندر یقیناً اہل نظر کے لیے

Marfat.com

عبرت ہے۔"

ان کی اس گستاخانہ دھمکی کا حضور پُر نور ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ سرکارِ دو عالم رحمت للعالمین ﷺ حالات کو بگاڑنے کے لیے نہیں بلکہ ان بگڑے ہوئے حالات کو سنوارنے کے لیے تشریف لائے تھے نیز حضور پُر نور ﷺ دشمن کی دھمکیوں کا جواب باتوں سے دینے کے قائل نہ تھے حضور پُر نور نبی کریم ﷺ بہت صبر و تحمل سے کڑوی کسیلی باتوں کو سنتے تھے اور عمل سے جواب دیا کرتے تھے۔

گستاخانہ رویے کے اسباب

یہ تو خوب واضح ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے یہودیوں کے پاس ایسے رویے کے لیے قطعاً کوئی جواز نہ تھا یہ تو ان کی اپنی ہی فطرت اور وجوہات کی بنا پر تھا۔ وہ نا دیدہ اسباب یا وجوہات یہ تھیں۔

1- وہ ازلی بدقسمت تھے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سچے نبی اور وہی نبی آخر الزمان ہیں جس کے اتباع کی خاطر ان کے آبا و اجداد صدیوں پہلے یثرب میں آ کر آباد ہو گئے تھے، آپ ﷺ پر ایمان نہ لائے۔

2- انہیں مسلمانوں کا استحکام اپنی تباہی لگتا تھا۔ مدینہ کا استحکام انہیں ایک آنکھ نہ جاتا تھا۔ انہیں بانی اسلام اور دین اسلام سے فطری حسد، بغض و عناد تھا۔

3- اقتصادی لحاظ سے مضبوط ہونے کے باعث بھاری شرح سود پر قرض دیتے اور بچوں اور عورتوں تک کو رہن رکھ لیتے۔ مسلمانوں کی بہتر ہوتی ہوئی معاشی حالت نے انہیں بے چین کر دیا اور انہیں اپنا کاروبار ٹھپ ہوتا دکھائی دینے لگا۔

4- انہیں یقین ہو گیا کہ دین اسلام ان کے غیر شرعی کاروبار میں رکاوٹ بنے گا اور یوں ان کی معاشی، اقتصادی، مالی حالت جو اب تک اہل عرب میں نمایاں بہتر ہے وہ کمزور ہو جائے گی۔

5- مسلمانوں کے ساتھ میل محبت میں انہیں یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں اور یہودی دین اسلام قبول نہ کر لیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو ان کی افرادی قوت یا فوجی قوت بھی کمزور ہو جائے گی۔

مندرجہ بالا وجوہات، حالات کے سبب یہودیوں نے یہ ہی مناسب جانا کہ یہ وقت ہے مسلمانوں کو ہر طرح سے کمزور کیا جائے اور انہیں اپنا دست نگر بنایا جائے اسی سبب

1- یہودیوں نے مسلمانوں میں بددلی پھیلانے اور ان کے قصر ایمان کی بنیادوں کو متزلزل کرنے کے لیے منافقت کا لبادہ اوڑھ لیا۔ چند یہودی اسلام قبول کرتے پھر چند روز بعد اپنے سابقہ دین پر واپس چلے جاتے۔ مقصد صرف مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنا تھا۔

2- اوس اور خزرج کے مسلمانوں میں پرانی دشمنیوں کو ہوا دے کر انہیں آپس میں لڑانے کی کوشش کرتے

Marfat.com

رہتے۔

3- انہیں معلوم تھا کہ قریش مکہ حضور انور نبی کریم ﷺ کے جانی دشمن ہیں۔ یہودیوں نے ان کے ساتھ مل کر ساز باز کرنا شروع کر دی حالانکہ مسلمانوں کے ساتھ ان کا معاہدہ طے پا چکا تھا کہ دونوں فریق پر امن رہیں گے۔ اور ایک دوسرے کے خلاف کارروائی نہیں کریں گے بلکہ مدینہ منورہ پر حملہ کی صورت میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر شہر کا دفاع کریں گے۔

4- یہود مدینہ کا تخریبی ذہن ہر لمحہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف زہر اگلنے میں مصروف تھا، حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں کو سلام کرتے تو السلام علیکم کہنے کے بجائے السام علیکم کہتے، یعنی تم پر موت آئے۔ (نعوذ باللہ)

5- بدر میں مسلمانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عظیم کامیابی عطا فرمائی۔ بے سروسامانی، سامان کی کثرت پر غالب آئی۔ حق کو باطل پر فتح نصیب ہوئی۔ اس فتح مبین وعظیم سے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہونا قدرتی بات تھی۔ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ اور اپنے پیروں پر کھڑی ہوتی ہوئی معیشت یہودیوں کی آنکھ کی کانٹا بنی ہوئی تھی۔

6- کعب بن اشرف ایک مالدار یہودی شاعر تھا۔ اسلام کے بارے میں ہرزہ سرائی کو اس نے اپنا شعار بنا رکھا تھا۔ اس کی زہر آلود شاعری اس کے خبث باطن کو بے نقاب کر رہی تھی۔ بدر میں کفار ومشرکین کی شکست سے یہ بہت رنجیدہ ہوا۔ اظہار افسوس کے لیے مکہ گیا۔ بدر کے مقتولین کے مرثیے سنا سنا کر قریش کے جذبات کو بھڑکاتا رہا اور انہیں اکساتا رہا کہ مسلمانوں پر بھرپور حملہ کر کے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا جائے اور خود حضور ﷺ کو شہید کر کے اسلامی تحریک کا مکمل خاتمہ کر دیا جائے۔

اس سب کچھ کے باوجود پیغمبر اول و آخر واعظم، رسول بحر و بر، ہادیٔ انس و جاں رحمۃ للعالمین ﷺ اور مسلمانوں نے یہودیوں کے ساتھ اپنا رویہ پیار محبت و باہمی احترام والا ہی رکھا۔ اور پھر اسی دوران یہودیوں نے ایک دن ایک ایسی قبیح اور کمینی حرکت کی، جس نے نبی رحمت ﷺ کو ان کے خلاف راست اقدام کرنے پر مجبور کر دیا۔

ہوا یہ کہ ایک نواحی بستی کی مسلم خاتون اپنی کچھ چیزیں فروخت کرنے کے لیے بنو قینقاع کے بازار میں آئی اس نے اپنا سامان بیچا اور ایک زرگر کی دکان پر آ کر بیٹھ گئی شاید اس سے کوئی زیور خریدنا چاہتی تھی۔

باتوں باتوں میں ان بدطینت یہودیوں نے بڑی کوشش کی کہ وہ اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دے لیکن وہ اس میں ناکام رہے اس اثناء میں انہیں ایک شرارت سوجھی ان میں سے ایک یہودی چپکے سے اٹھا اور اس خاتون کی پشت کی طرف چلا گیا اس کی تہ بند کا ایک گوشہ لیا اور ایک کانٹے سے اس کی قمیص کی پشت سے

Marfat.com

ٹانک دیا۔ یہ حرکت اس نے ایسی ہوشیاری سے کی کہ اس خاتون کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔

جب وہ اٹھی تو وہ بے پردہ ہوگئی۔ یہ دیکھ کر وہ کمینہ سرشت یہودی قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔ اس خاتون نے بلند آواز سے فریاد کی۔ ایک مسلمان پاس سے گزر رہا تھا اس نے اپنی دینی بہن کی فریاد سنی دوڑا ہوا وہاں پہنچا اس یہودی سے ہاتھا پائی ہوئی اور اس مسلمانوں نے اس یہودی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس بازار کے سارے یہودی جمع ہوگئے اور انہوں نے اس غیور مسلمان کو شہید کر دیا۔

یہودی اپنی شرارتوں خباثتوں، حشر سامانیوں سے مدینہ کے ماحول کو خراب کیے ہوئے تھے ان کی سرکشی تمام اخلاقی اور قانونی حدود کو پامال کر چکی تھی۔ انہیں نہ مسلمانوں کے ساتھ طے پانے والے کسی معاہدے کا پاس تھا اور نہ مدینہ منورہ کی معاشرتی زندگی میں امن وامان کے مسئلے سے انہیں کوئی سروکار تھا۔ وہ تو بس قوت و خباثت وحسد کے سبب اسلام دشمنی میں اندھے ہورہے تھے۔

یہ ایسا واقعہ نہ تھا کہ مسلمان اس پر خاموشی اختیار کر لیتے اب تو یہودیوں نے ان کی عصمت شعار بہن کو برہنہ کر کے ان کی غیرت کو للکارا تھا امن وسلامتی اچھی چیز ہے لیکن اپنی غیرت کی قیمت ادا کر کے امن و سلامتی حاصل کرنا اسلامی مزاج سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔

معاہدے سے برأت کا اعلان

مذکورہ بالا واقعہ سے مسلمانوں میں بھی بنی قینقاع کے خلاف سخت غم وغصہ پیدا ہوگیا۔ بنی قینقاع سے مسلمانوں کا امن اور دوستی کا جو معاہدہ تھا وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی معرفت ہوا تھا۔ یہودیوں کی اس حرکت کو دیکھ کر حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس قسم کی حرکتوں کے لیے ہمارا ان کا سمجھوتہ نہیں ہوا تھا، اب عبادہ بن صامت اس معاہدہ سے بری ہوگئے۔''

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بھی عرض کیا۔

''یارسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کا ساتھی ہوں اور ان کافروں کے معاہدہ سے بری ہوتا ہوں۔''

مسلمانوں کے ساتھ یہودیوں کے اس معاہدہ کا دوسرا رکن عبداللہ بن ابی بن سلول تھا جس نے مسلمانوں کی طرف سے یہودیوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا تھا۔ یہ شخص ظاہری طور پر مسلمان ہو چکا تھا مگر حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا اور منافقوں کا سردار تھا۔ یہ شخص اس واقعہ کے بعد بھی اس معاہدہ سے چمٹا رہا اور اس نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی طرح اس وقت معاہدے سے بری ہونے کا اعلان نہیں کیا۔

غرض اس دھمکی کے بعد یہودی وہاں سے جا کر اپنے محلے میں اپنی حویلیوں، گھروں کے اندر قلعہ بند

Marfat.com

ہو گئے۔

سرور کائنات ﷺ نے اب کسی مزید تاخیر کے بغیر بنو قینقاع کی بستی کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا جو پندرہ دن تک جاری رہا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کیونکہ بنفس نفیس میدان جنگ میں تشریف فرما تھے اور اس محاصرہ کی خودنگرانی فرما رہے تھے اس لیے مدینہ طیبہ کے نظم و نسق اور امن و امان جیسے مسائل سے نمٹنے کے لیے حضرت ابولبابہ بشیر بن منذر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ ماہ شوال (سن 2 ہجری) کے نصف آخر میں حضور انور ﷺ ان کے محاصرہ کے لیے روانہ ہوئے اس لشکر کے علمبردار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جن کے ہاتھ میں سفید پرچم لہرا رہا تھا۔

سطوت وجلال نبوت

بنو قینقاع کے مردوں کی تعداد سات سو تھی ان میں سے تین صد زرہ پوش تھے اور چار سو بغیر زرہ کے تھے ان کے پاس اسلحہ کے بے پناہ ذخائر تھے تلواریں، نیزے، کمانیں بکثرت تھیں انہیں اپنی بہادری کا بھی بہت گھمنڈ تھا۔ لیکن نبوت کے سطوت وجلال وشان سے ان کے دل لرز اٹھے۔ صرف پندرہ روز تک وہ اس محاصرہ کو برداشت کر سکے انہیں ایک دن بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ معرکہ کارزار میں اسلام کے شیدائیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے نکلیں۔

اس شدید محاصرہ کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے دلوں میں شان وجلال وسطوت نبوت اور مسلمانوں کا خوف اور رعب پیدا فرما دیا۔ ان یہودیوں میں سے چار سو جنگجو تو قلعہ بند قوم کے، ان محلات، حویلیوں، گھروں یا محلے کی حفاظت کے لیے متعین تھے اور تین سو زرہ پوش ہر طرح کے جنگی ہتھیاروں سے لیس لڑائی یا جنگ کے لیے موجود تھے۔

لیکن اس سب کچھ کے باوجود جلال نبوت کے سامنے ان میں جنگ کے لیے حوصلہ، ہمت و مردانگی نہ رہی۔ پندرہ دن تک وہ بالکل خاموش و جامد اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ کسی ایک نے بھی اپنی کمین گاہوں، حویلیوں سے ایک تیر بھی باہر مسلمانوں کی طرف نہ پھینکا کجا یہ کہ کوئی یہودی جنگجو مبارزت طلبی کرتا۔

جلاوطن ہونے کی پیشکش

آخر محاصرہ سے تنگ آکر یہودیوں نے حضور انور نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ اگر آپ (ﷺ) ہمارا راستہ چھوڑ دیں تو ہم جلاوطن ہو کر مدینہ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلے جانے کو تیار ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے حضور انور نبی کریم ﷺ کو پیش کش کی کہ صرف ہماری عورتوں اور بچوں کو ہمارے لیے چھوڑ دیجئے جنہیں ہم اپنے ساتھ لے جائیں اور ہمارا مال و دولت آپ (ﷺ) لے لیجئے۔ یعنی مال میں ہتھیار، سامان جنگ بھی شامل ہوں گے جو وہ مسلمانوں کو دے جائیں گے۔

Marfat.com

(ان کی اس پیش کش سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے پاس باغات اور کھیتی باڑی کی زمینیں نہیں تھیں اور ان کا یہ تمام مال واسباب تجارت کے ذریعے تھا یا سودی کاروبار کے ذریعے تھا جو آج تک یہودیوں کا خاص مشغلہ ہے ذریعہ معاش ہے۔)

پندرہ روز بعد انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اپنے بارے میں فیصلہ کے لیے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو اپنا حکم تسلیم کیا اور یقین دلایا کہ ان کے بارے میں حضور انور نبی کریم ﷺ جو فیصلہ فرمائیں گے وہ انہیں منظور ہوگا۔ انہوں نے خود یہ درخواست کی کہ انہیں یہاں سے نکل جانے کی اجازت دی جائے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو ان کے ساتھ جانے سے نہ روکا جائے۔ ان کے اموال اور اسلحہ کے انبار بیشک حضور انور ﷺ لے لیں۔

حضور انور نبی کریم ﷺ نے ان کی اس تجویز کو منظور فرمایا۔ اور تین دن کے اندر اندر انہیں مدینہ طیبہ سے نکل جانے کی مہلت دی۔ حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا گیا کہ وہ ان کے اس جلاوطنی' مدینہ سے نکلے جانے کی کارروائی کی نگرانی کریں۔ تین دن گزر گئے، انہوں نے مزید مہلت حاصل کرنے کے لیے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے گزارش کی۔ انہیں خیال تھا کہ دیرینہ تعلقات کے باعث وہ اس سلسلہ میں ان کی امداد کریں گے لیکن آپ نے ان کی استدعا سن کر فرمایا: ”نہیں تمہیں ایک گھڑی کی بھی مزید مہلت نہیں دی جائے گی۔“

یہود کے لیے ابن ابی کی سفارش

غرض بنی قینقاع اپنی حویلیوں سے نکلے تو ایک قول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی مشکیں باندھ دو۔ چنانچہ ان کی مشکیں کس دی گئیں اور حضور انور نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کو قتل کرنے کا ارادہ فرمایا۔

مگر اسی وقت سردار منافقین عبداللہ بن ابی بن سلول جو یہودیوں کا حلیف اور حمایتی وخیر خواہ تھا وہ حضور انور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور ان لوگوں کی سفارش کرنے لگا۔ اس نے گڑگڑاتے ہوئے آپ سے عرض کیا۔

”اے محمد (ﷺ) میرے ان بے بس دوستوں کے ساتھ اچھا معاملہ کیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اس وقت اپنی وہی زرہ پہنے ہوئے تھے جس کا نام ذات الفضول تھا۔

عبداللہ بن ابی آپ ﷺ کی زرہ مبارک کو پکڑ کر اصرار کرنے لگا۔ آپ ﷺ نے اسے ناراض ہوکر قدرے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: تیرا برا ہو! مجھے چھوڑ دے۔

Marfat.com

اس نے کہا: خدا کی قسم! اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک آپ (ﷺ) میرے غلاموں (ہم قوم بے بس دوستوں) کے ساتھ احسان کرنے کا وعدہ نہیں کرلیں گے۔ یہ لوگ میرے کنبے والے ہیں عزیز و رشتہ دار ہیں۔ وہ بار بار اصرار کرتا رہا کہ یہ میری پارٹی کے لوگ ہیں۔ انہوں نے ہر مشکل موقع پر میری مدد کی ہے مجھے اب بھی ان کی بڑی ضرورت ہے میں ان کو کسی قیمت پر نظر انداز نہیں کرسکتا۔

آخر حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا:

''ان لوگوں کو چھوڑ دو اور اس طرح آپ ﷺ نے بنی قینقاع کے یہودیوں کو قتل کرنے کا ارادہ ترک فرمادیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 4......طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 29......تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 297)

مدینہ طیبہ سے نکل کر وہ شام کی ایک بستی الذرعاۃ میں جاکر آباد ہوئے لیکن کچھ عرصہ بعد وہاں ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔ ایک سال بعد ہی ان سب کو اچانک کسی وبائی مرض نے آلیا اور وہ سب کے سب وہیں ہلاک ہوگئے۔

مالِ غنیمت

یہودیوں کے چلے جانے کے بعد ان کے مکانوں میں سے مسلمانوں کو بہت ہتھیار ملے، سامان جنگ ملا کیونکہ جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے بنی قینقاع کے یہودی دوسرے یہودیوں میں سب سے زیادہ مال دار، بہادر اور جنگجو لوگ تھے۔

حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اس سامان حرب میں سے تین کمانیں، دو زرہیں، تین نیزے اور تین تلواریں اپنے لیے منتخب فرمائیں۔

آپ ﷺ نے اپنی ان زرہوں میں سے ایک زرہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو اور ایک حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ہبہ فرمائی۔

عظمتِ اسلام

مستشرقین، اسلام وملت اسلامیہ کے منظم، تعلیم یافتہ، تربیت یافتہ بدخواہوں کا تو کام ہی یہی ہے کہ ابہام، شکوک وشبہات پیدا کر کے ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھیر دیا جائے۔ ہمارے کمزور ایمان والے مسلمانوں کا وہ نام نہاد تعلیم یافتہ مغرب نواز طبقہ جو اسلام کو بھی مغربی مفکرین کی آراء کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے فکری مغالطوں کی دلدل میں پھنس کر اس بندگلی میں محصور ہوجاتا ہے جہاں سے واپسی کے تمام دروازے ہی بند ہوجاتے ہیں۔

ان کے برعکس وہ لوگ جو کھلے ذہن سے سوچتے ہیں اور حقائق کی تہہ تک پہنچنے کے بعد اپنی رائے کو

Marfat.com

تبدیل کرنے میں نہ تو کسی قسم کی انا کو آڑے آنے دیتے ہیں اور نہ سچائی کو قبول کرنے میں کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہیں، حقیقت میں ان کی متوازن شخصیت اعتدال کا ایک خوبصورت نمونہ ہوتی ہے، کھلا ذہن رکھنے والے انہی لوگوں کے لیے غزوۂ قینقاع میں بڑے اسباق پنہاں ہیں۔

مستشرقین کے بے جا اعتراضات کی خاطر چند نکات کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے۔

معاہدہ کی خلاف ورزی یہودیوں کی طرف سے کی گئی انہیں سمجھانے بجھانے کی مخلصانہ کوششیں کی گئیں لیکن وہ ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے، اپنی مضبوط اقتصادی پوزیشن پر انہیں گھمنڈ تھا ان کی سرکشی بڑھتی گئی جب ان کی اشتعال انگیز کارروائیاں تمام حدود کو پھلانگ گئیں تو ان کے خلاف تادیبی کارروائی ضروری ہوگئی۔

قتل و غارت گری اور لوٹ مار مقصود ہوتی تو اس میں کوئی امر مانع نہیں تھا۔ آسانی سے تمام قیدیوں کو تہ تیغ کر کے ان کے اموال کو حکومت اپنے قبضہ میں لے سکتی تھی۔ چونکہ وہ مقابلے پر نہیں آئے تھے، اس لیے ان پر حملہ بھی نہیں کیا گیا۔ کیا آج تک مغلوب یا محصور ہو جانے والوں کے ساتھ کبھی بھی اس رواداری کا مظاہرہ کیا گیا ہے؟

تاریخ انسانی میں ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ دشمن پر قابو پانے کے بعد اس سے کریمانہ سلوک کا مظاہرہ کیا گیا ہو۔ یہاں نہ صرف اس کی جان بخشی کی گئی ہو بلکہ اسے اپنا مال و اسباب بھی اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی گئی ہو۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی اسلام پر جنگجو مذہب ہونے کا الزام لگاتا رہے تو اس کی عقل کا ماتم کرنے کے سوا اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی جہاد صرف اور صرف فتنہ و فساد اور ظلم و کفر کے خاتمے اور قیام امن کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ اسلام جنگ برائے جنگ کا قائل نہیں۔ دائمی امن کے قیام کے لیے جب جنگ ناگزیر ہو جائے تو تلوار اٹھائی جا سکتی ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے جو کوئی بھی اس کی راہ میں مزاحم ہوگا اسے سختی سے کچل دیا جائے گا۔ اسلام اس حوالے سے معذرت خواہانہ لہجہ اختیار نہیں کرتا بلکہ اپنے پیروکاروں کو آگے بڑھ کر فتنہ و فساد کے خاتمے کے لیے طاقت کے استعمال کا حکم دیتا ہے۔

البتہ جو اطاعت قبول کرے اور اطاعت قبول کرنے کا مطلب فتنہ و فساد سے توبہ کرنے کا ہے اور سر تسلیم خم کر دے تو پھر اس کا سر قلم نہیں کیا جاتا اسے امان دی جاتی ہے مسلمان اس کے جان و مال اور عزت کے محافظ بن جاتے ہیں اور اگر اس کی جان، مال اور عزت کی حفاظت نہ کر سکیں تو جزیہ واپس کر دیتے ہیں۔

حضور ﷺ کے قتل کی سازش

مکہ سے ایک شیطان صفت قریشی جس کا نام عمیر بن وہب جمحی تھا حضور ﷺ کے قتل کے ارادے سے مدینہ منورہ آیا۔ اس نے یہ منصوبہ صفوان بن امیہ کی مدد سے بنایا تھا۔

Marfat.com

یہ واقعہ کب وقوع پذیر ہوا، اس بارے میں اہل سیر نے کسی ماہ کا تعین نہیں کیا ہے۔ ہاں تمام اہل سیر نے اس واقعہ کا بیان جنگ بدر کے فوراً بعد کر دیا ہے جب کہ میری تحقیق کے مطابق یہ واقعہ ماہ ذی قعد سن 2 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ کیونکہ قیدیوں کے فدیہ اور رہائی کے اکثر معاملات ماہ ذی قعد سن 2 ہجری میں نمٹائے گئے۔

اس تحقیق کے حق میں مندرجہ ذیل کو پڑھئے جو کہ ضروری طوالت سے بچنے کی خاطر بہت مختصر لکھا گیا ہے۔

غزوۂ بدر 17 رمضان سن 2 ہجری بروز جمعہ ہوا اور فتح عظیم و مبین کے بعد حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بمع اپنے فاتح لشکر کے 22 رمضان بروز بدھ 2 ہجری مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور جلوہ افروز ہوئے۔

غزوۂ بدر کے بعد سب سے پہلی خبر جو مدینے کے شعبہ اطلاعات نے حضور انور نبی کریم ﷺ کو دی وہ یہ تھی کہ قبیلہ غطفان کی شاخ بنو سلیم کے لوگ مدینے پر چڑھائی کے لیے فوج جمع کر رہے ہیں۔ یوں یہ غزوہ ماہ شوال سن 2 ہجری میں بدر سے واپسی کے صرف سات دن بعد پیش آیا۔

(زاد المعاد جلد 2 صفحہ 90 سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 43، 44)

اس غزوہ میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ پندرہ روز مدینہ منورہ سے باہر رہے اس کے بعد ماہِ شوال کے بقیہ ایام اور ذی قعد کا پورا مہینہ مدینہ منورہ میں رونق افروز رہے۔ اس عرصہ میں مشرکین مکہ کے جنگی قیدیوں کی طرف سے فدیہ ادا کرنے اور انہیں رہا کرنے کا سلسلہ جارہا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 421)

غزوۂ بنی قینقاع ہجرت سے بیس ماہ بعد ماہ شوال سن 2 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ محاصرہ بنی قینقاع شوال کی پندرہ تاریخ بروز ہفتہ شروع ہوا جو پندرہ روز تک جاری رہا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 265)

مندرجہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ غزوۂ بدر کے فوراً بعد ماہ شوال میں پہلے غزوۂ بنی سلیم بہ مقام کدر وقوع پذیر ہوا اور اس کے بدغزوۂ بنی قینقاع ہوا اور حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے قتل کی یہ سازش ماہ ذی قعد سن 2 ہجری میں وقوع پذیر ہوئی۔

قارئین کرام! درج ذیل کو پڑھتے وقت یہ خیال رہے کہ مذکور عمیر بن وہب جمحی کے باپ کا نام وہب ہے اور اس کا بیٹا جو قیدی بنالیا گیا تھا اس کا نام بھی وہب ہے۔ عمیر بن وہب قریش کے شیطانوں میں سے ایک شیطان تھا جس نے مکہ میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچائیں۔

عمیر بن وہب، مکہ کے اصنام پرست معاشرہ میں بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ اس کی عیاری اور چالاکی کا اس کی اہمیت میں بڑا دخل تھا۔ وہ اپنی دور اندیشی اور معاملہ فہمی کے باعث مشکل مسائل کو حل کرنے کے لیے

Marfat.com

اپنی قوم کا مرجع بنا ہوا تھا۔ یعنی کہ مشکل معاملات میں قوم اس سے رجوع کرتی تھی۔ مشرکین نے روز بدر اسی کو مسلمانوں کی جاسوسی کے لیے بھیجا تھا۔ سب سے پہلے میدان بدر میں جنگ کی چنگاری اسی نے بھڑکائی تھی۔ اور جب مشرکین نے راہ فرار اختیار کی تو یہ ان بھاگنے والوں میں بھی پیش پیش تھا۔

اس کی امیہ بن خلف (جو جنگ بدر میں مارا گیا) کے بیٹے صفوان کے ساتھ بڑی گہری دوستی تھی۔ عمیر کے لڑکے کو مسلمانوں نے جنگی قیدی بنا لیا تھا۔ اور صفوان کے باپ امیہ کو مسلمان شمشیر زنوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ دونوں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف عداوت وعناد کے شعلے بھڑک رہے تھے ایک دفعہ دونوں حجر میں جمع ہوئے اور دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر دل کے پھپولے پھوڑنے لگے۔ ان دنوں اہل مکہ کے پاس واقعہ بدر، غزوۂ بدر پر بات چیت کرنے کے علاوہ کوئی اور موضوع سخن نہ تھا۔

عمیر نے کہا: اے صفوان! اگر مسلمانوں نے تیرے سردار باپ کو قتل کر کے تیرے دل کو زخمی کیا ہے تو انہوں نے میرے نوجوان بچے کو جنگی قیدی بنا کر مجھ پر بھی زیادتی کی انتہا کر دی ہے۔ تم جانتے ہو میں بہت مقروض ہوں اور میرے پاس قرض ادا کرنے کے لیے بھی کوئی چیز نہیں۔ نیز میں عیالدار ہوں اور ان کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے میں نے کوئی پس انداز نہیں کر رکھا۔

اس نے ایک سرد آہ بھری اور پھر کہا: اگر ایسا نہ ہوتا تو میں چپکے سے مدینہ چلا جاتا اور محمد (ﷺ) کو قتل کر دیتا۔ اس طرح اس آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کی کوئی صورت پیدا ہو جاتی۔ جو میرے اور تیرے بلکہ سارے اہل مکہ کے دلوں میں مہینوں سے بھڑک رہی ہے۔ کیونکہ میں ایسا مقروض ہوں جو قرض خواہوں کا قرض ادا کرنے سے قاصر ہے اور میرے پاس کوئی ایسا مال و زر بچا ہوا بھی نہیں کہ اگر اس منصوبہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے قتل کر دیا جاؤں تو میرا بال بچہ اس سے اپنی ضروریات پوری کر سکے۔

وہ باتونی تو تھا ہی اس نے پھر ایک سرد آہ بھری اور صفوان کو کہا اگر میں وہاں جاؤں اور مارا جاؤں تو لوگ یہی کہیں گے کہ قرضہ سے بچنے کے لیے اس نے دانستہ اس خطرہ میں چھلانگ لگائی ہے اور بال بچوں کو بھیک مانگنے کے لیے بے یار و مددگار چھوڑ گیا ہے۔

صفوان بن امیہ کے دل میں اپنے باپ، بھائی اور چچا کے قتل کے باعث ایک آگ سی لگی ہوئی تھی۔ اس نے جب عمیر بن وہب جمحی کی باتیں سنیں تو وہ اس کا ہمدرد و ہم خیال ہو گیا اور کہا اے عمیر! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس مہم کو سر کرنے میں اگر تیرے ساتھ کوئی سانحہ پیش آیا تو تیرا سارا قرض میں ادا کر دوں گا۔ اور جب تک میں زندہ ہوں تیرے اہل وعیال کے جملہ اخراجات کا میں کفیل ہوں گا۔ تم ان باتوں کی فکر مت کرو۔ اگر اس منصوبہ کو تم عملی جامہ پہنا سکو تو ساری قوم تمہاری شکر گزار ہو گی۔

دونوں طرف سے مناسب یقین دہانیوں کے بعد ان کے درمیان یہ معاہدہ طے پا گیا۔ دونوں وہاں سے

Marfat.com

اٹھے اور صفوان اپنے گھر آ کر عمیر کے لیے زادِ سفر تیار کرنے لگا۔ اس نے اسے تلوار دی جو چمکدار صاف اور نئی تھی اور اس کی دھار کو خوب تیز کر دیا گیا تھا۔ اسے کئی بار زہر میں بجھایا گیا تھا۔ چند روز بعد عمیر، صفوان کو الوداع کہنے کے لیے اس کے پاس آیا اور اس سے اس معاہدہ کی تجدید کرنے اور مزید یقین دہانی حاصل کرنے کے بعد بڑی خبیث و بدارادے دل میں لیے عازم مدینہ طیبہ ہوا۔

کئی دن کے سفر کے بعد عمیر مدینہ پہنچا۔ مسجد نبوی کے دروازہ کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا اور اس سے اترا۔ اس نے اپنے اونٹ کے پاؤں باندھ دیئے۔ تلوار کو گلے میں لٹکایا۔ اور مسجد میں داخل ہونے کا ارادہ کیا جہاں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم سرکار دو عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔

اچانک حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ آپ مسجد سے باہر چند انصار کے ساتھ محو گفتگو تھے۔ عمیر بن وہب کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ چوکنا ہو گئے۔ فرمایا قریش کا یہ شیطان کسی اچھی نیت سے یہاں نہیں آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رحمت دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! یہ عمیر بن وہب اپنے گلے میں تلوار آویزاں کیے ہوئے، تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے مسجد میں داخل ہوا ہے۔ یہ بڑا غدار اور دھوکا باز ہے۔ اس کا خیال رکھیے۔

علیم الخبیر، ربّ کائنات کے رسول مقبول، عالم خفا و غیوب، مخبر صادق، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا: "عمیر بن وہب کو میرے پاس لے آؤ۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمیر کو احتیاطاً اس کی تلوار کے پر تلے (پٹے) کو اس کے گریبان کے پاس سے پکڑ لیا اور انصار کے چند افراد سے کہا کہ تم لوگ حضور انور نبی کریم ﷺ کے پاس جاؤ اور وہیں بیٹھ جاؤ اور آپ ﷺ کے خلاف اس خبیث کے خطرے سے چوکنا رہو کیونکہ یہ مکار ہے اور قابل اعتبار نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمیر کو اندر لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ کیفیت دیکھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی گردن میں اس کی تلوار کا پرتلا لپیٹ کر پکڑے ہوئے ہیں تو فرمایا: عمر! اسے چھوڑ دو۔ اور عمیر! تم قریب آ جاؤ۔

عمیر نے آ کر کہا۔ "انعموا صباحا" تمہاری صبح خوشی و نعمت سے ہو۔ زمانہ جاہلیت میں مشرکین کا سلام تھا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور انور، ہادیٔ انس و جان رسول کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں تمہارے دعائیہ جملہ سے بہتر دعائیہ جملہ سکھایا ہے اور اہل جنت کا دعائیہ جملہ بھی یہی ہے۔ یعنی السلام علیکم۔"

اس ارشاد کے بعد حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے پوچھا عمیر کیسے آنا ہوا؟ کہنے لگا میں اپنے قیدی بیٹے وہب کی خبر لینے آیا ہوں، تاکہ اس کا فدیہ ادا کروں اور اسے آزاد کراؤں۔ میرا آپ سے خاندانی تعلق ہے۔ امید ہے فدیہ کے معاملہ میں آپ میرے ساتھ خصوصی مروت فرمائیں گے۔

Marfat.com

عمیر نے یہ خیال کیا کہ میں نے یہ بات کہہ کر حضور انور نبی کریم ﷺ کو مطمئن کر لیا ہے۔ اب میری آمد کے بارے میں آپ کو اور کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں رہا۔ لیکن حضور پُر نور عالم خفا و غیوب ﷺ نے یہ فرما کر اسے حیران و ششدر کر دیا کہ تمہارے گلے میں یہ تلوار لٹک رہی ہے اس کی تمہیں کیا ضرورت تھی۔

عمیر بن وہب بہت کائیاں اور چالاک شخص تھا۔ وہ اس سوال سے ایک مرتبہ پھر گھبرایا لیکن سنبھل گیا۔ اور اپنے ارادہ پر پردہ ڈالنے کے لیے اس نے شکست خوردہ انداز اپناتے ہوئے معصوم بن کر کہا:

"ان تلواروں کا ستیاناس ہو ان تلواروں نے پہلے ہمیں کون سا فائدہ پہنچایا ہے۔"

میں اونٹ سے اترا۔ جلدی سے حضور انور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آ گیا۔ مجھے اس تلوار کا خیال ہی نہیں رہا۔ درحقیقت یہ فولاد کی تلواریں نہیں یہ تو کرم خوردہ لکڑی (دیمک زدہ) کی بنی ہوئی ہیں جنہوں نے ہمیں معرکہ کارزار میں دھوکا دیا تھا۔

عالم خفا و غیوب، مخبر صادق رحمت دو عالم ﷺ نے اسے فرمایا مجھے سچی بات بتاؤ تم کیوں آئے ہو؟ اس نے پھر وہی جھوٹ دہرایا کہ میں اپنے قیدی بیٹے کی خیریت دریافت کرنے کے لیے آیا ہوں۔ لیکن حضور انور عالم خفا و غیوب ﷺ نے یہ پوچھ کر اس کا راز فاش کر دیا کہ تم نے صفوان بن امیہ کے ساتھ حجر میں بیٹھ کر کیا شرطیں طے کیں؟ اب وہ گھبرایا اس کے چہرے کا رنگ بدلا، بوکھلایا لیکن پھر بھی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پوچھا کہ میں نے صفوان کے ساتھ کیا شرطیں طے کی ہیں؟

اس پیکر نور عالم خفا و غیرب، مخبر صادق ﷺ نے صراحت سے فرما دیا:

"یعنی تم نے مجھے قتل کرنے کی اس شرط پر ذمہ داری قبول کی ہے کہ وہ تمہارے بچوں کے اخراجات کا بھی کفیل ہوگا۔ اور تیرے قرض خواہوں کو تیرا قرض بھی ادا کرے گا۔ اے عمیر! سن، میرے اور تیرے درمیان اللہ تبارک وتعالیٰ حائل ہے۔ تیری مجال نہیں کہ میرا بال بھی بیکا کر سکے۔"

حضور انور، حضور پُر نور، عالم خفا و غیوب، مخبر صادق، سیّد المرسلین، خاتم النبیّین، رحمت للعالمین ﷺ کا عمیر بن وہب کو ان کی خفیہ، راز دارانہ باتوں سے، انہی کے الفاظ میں آگاہ کر دینے سے عمیر کے دل و دماغ پر اچانک ایک شدید چوٹ پڑی۔ حضور انور نبی کریم ﷺ کی اس ضرب قاہرہ (شدید) سے اس کی عیاری، چالاکی اور دانشمندی کے سارے قلعے پیوند خاک ہو گئے بیساختہ اس کی زبان سے نکلا:

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله ۔

کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور آپ حضرت محمد ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں۔

Marfat.com

آپ نے اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ! ہم آسمانی وحی کے بارے میں آپ کی تکذیب کیا کرتے تھے لیکن یہ راز جس سے آج آپ نے پردہ اٹھایا ہے یہ تو ایک سر مکتوم‘ چھپا ہوا، پوشیدہ راز تھا جس کی ہم دونوں کے علاوہ کسی اور کو خبر نہ تھی۔ اگر یہاں بیٹھ کر آپ سینکڑوں میل دور وقوع پذیر ہونے والے واقعہ کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اس چھپے راز پر آگاہ فرما دیتا ہے تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ اللہ کے پیارے اور سچے رسول ہیں۔

میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو مجھے اس طرح آپ کے قدموں میں لے آیا۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا ہوں۔

ایسے خطرناک دشمن کے یوں اچانک مشرف بہ اسلام ہونے سے مسلمانوں کی مسرت کی حد نہ رہی۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ اپنے بھائی کو دین کے مسائل سمجھاؤ۔ اسے قرآن کریم کی تعلیم دو اور اس کے قیدی بیٹے کو بغیر فدیہ لیے آزاد کردو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آقا کے فرمان کی تعمیل کی۔

عمیر نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! پہلے میں اسلام کے چراغ کو بجھانے کے لیے کوشاں رہا اور جو آپ پر ایمان لے آتا میں اس کو اذیت پہنچاتا۔ اب میری خواہش ہے کہ حضور انور ﷺ مجھے مکہ جانے کی اجازت عطا فرمائیں تاکہ وہاں جاکر میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کروں۔ شاید اللہ تبارک وتعالیٰ میری اس کوشش سے، ان گم کردہ راہوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ ورنہ میں ان مشرکوں کو اس طرح اذیت پہنچاؤں جس طرح پہلے میں حضور انور ﷺ کے صحابہ کرام کو دکھ پہنچایا کرتا تھا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم‘ رحمتِ دو عالم ﷺ نے اس پرجوش نومسلم کو مکہ واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

جب عمیر مکہ سے مدینہ روانہ ہوا تو صفوان لوگوں کو کہا کرتا تھا کہ عنقریب میں تمہیں مدینہ طیبہ سے ایسی خوش کن خبر دوں گا کہ اس کے نتیجے میں تم جنگ بدر کے حادثے اور مصیبتوں کو بھول جاؤ گے۔ اور جو شخص ادھر سے مکہ آتا اس سے پوچھتا کہ یثرب میں کوئی حیران کن واقعہ وقوع پذیر ہوا ہے؟ آخر ایک روز ادھر سے آنے والے ایک مسافر نے اسے بتایا کہ عمیر بن وہب مسلمان ہوگیا ہے یہ سن کر اس پر بجلی سی گری اس نے اعلان کردیا کہ اب وہ عمیر سے سارے دوستانہ مراسم کو ختم کردے گا اور کبھی اس کی امداد نہیں کرے گا۔

عمیر کا بیٹا وہب بھی مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ جب مکہ پہنچے تو وہ پہلے صفوان کے گھر نہیں گئے بلکہ سیدھے اپنے گھر گئے۔ وہاں انہوں نے گھر والوں کے سامنے اپنے اسلام کا اعلان کیا اور ان کو مسلمان ہونے کی دعوت دی۔ اس کے بعد حضرت عمیر رضی اللہ عنہ صفوان کے پاس پہنچے اور اس کو پکار کر کہا۔ تم ہمارے سرداروں میں سے ایک سردار ہو۔ تمہیں معلوم ہی ہے کہ ہم پتھروں کی پوجا اور ان کے لیے قربانیاں کیا

Marfat.com

کرتے تھے۔ کیا یہ کوئی دین ہوا؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ مگر صفوان نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی بات کا نہ کوئی جواب دیا اور نہ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے تبلیغ اسلام کا کام بڑی سرگرمی سے شروع کر دیا ان کی کوششوں سے مشرکین کی ایک کثیر تعداد مشرف بہ اسلام ہوئی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 662، 663......السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد 2 صفحہ 486 تا 489)

غزوۂ سویق

یہ غزوہ ماہ ذی الحجہ سن 2 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

5 ذی الحجہ سن 2 ہجری کو آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ مدینہ منورہ سے کوئی بیس کلومیٹر دور مشرکین مکہ کی ایک بڑی جماعت نے تخریب کاری کی ہے۔ پیغمبر اوّل و آخر اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ دو سو (200) مجاہدین کا ایک دستہ لے کر فوراً ادھر کے لیے روانہ ہوئے۔ مشرکین مکہ جن کی تعداد تین سو (300) کے قریب تھی اور جن کا سالار ابوسفیان تھا پہلے ہی مکہ کے لئے بھاگ گئے تھے۔ اس لئے اس غزوہ میں مقابلے کی نوبت نہیں آئی۔

غزوۂ بدر میں شرمناک شکست نے مشرکین کے اعصاب کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔ وہ کبھی تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ مٹھی بھر مسلمان انہیں ایسی عبرتناک شکست سے دوچار کریں گے۔ عرب کے دیگر قبائل بھی ذہنی طور پر اس شکست کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ یہود کے ردعمل کا ذکر ہم غزوۂ قینقاع میں اجمالاً کر چکے ہیں۔ پورا عالم عرب ششدر و حیران تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔

غزوۂ بدر میں قریش کے ستر جنگجو مارے گئے جن میں گیارہ قریش کے نامی گرامی سردار تھے اور ستر جنگجوؤں کو قیدی بھی بنا لیا گیا۔ ان قیدیوں میں بھی قریش کے کئی سردار یا زعماء قوم تھے۔ قریش کو شکست فاش ہوئی اور اس جنگ میں مالی، جانی، عزت و شہرت غرضیکہ ہر طرح کا نقصان شدید صرف مشرکین قریش مکہ کا ہی ہوا تھا۔ اس جنگ سے قریش مکہ سب سے زیادہ متاثر ہوئے تھے اس لیے ان کا ردعمل بھی دوسروں سے زیادہ شدید، سخت اور فوری نوعیت کا تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ناکام بنا دیا اس کا تفصیل سے ذکر پہلے آ چکا ہے۔ اس مہم کی ناکامی اور حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کر لینے سے قریش کے دلوں میں مسلمانوں کی نفرت اور بدلہ لینے کی آرزو اور بھی بڑھ گئی اور لاوا بن کر کھولنے لگی۔

ابوسفیان کی بدقسمتی نے اسے مکہ میں نہ رہنے دیا۔ وہ قافلہ کو مکہ بحفاظت پہنچا کر لشکر مشرکین میں شامل ہونے کو چل پڑا اور لشکر کفار کے بدر پہنچنے سے پہلے ان میں جا ملا۔ اس نے جنگ بدر میں حصہ لیا اور زخمی بھی

Marfat.com

ہوا اور اس نے شکست فاش کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کیا۔ وہ قریش کے باقی ساڑھے آٹھ سو سورماؤں کی کسی طرح جان بچا کر بھاگ آیا۔

ابوسفیان کا تو پہلے بھی قریش کے سرداروں میں شمار ہوتا تھا۔ اب جب کہ قریش کے گیارہ سردار غزوۂ بدر میں مارے گئے اور کچھ کو مسلمانوں نے قیدی بنالیا تو اب ابوسفیان مکہ کے سرداروں میں نمبر ایک پر آ گیا۔ اور اب وہ اپنے آپ کو قوم مشرکین مکہ کا واحد نجات دہندہ (شکست فاش، مالی و جانی نقصان کے رنج و غم سے) سمجھنے لگا۔

اس کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ آیا تھا کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ چند بے یارومددگار نہتے مسلمان اس کی قوم کے بڑے بڑے سرداروں، رئیسوں کو خاک وخون میں تڑپا دیں گے۔ اور ان کی لاشوں کو گھسیٹ کر ایک گہرے کھڈے میں پھینک دیا جائے گا اور باقی ماندہ سرداروں کو رئیسوں کو جنگی قیدی بنالیا جائے گا۔

اب وہ اپنی قوم کا بلاشرکت غیرے واحد سردار تھا۔ اور وہ شب روز اسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا تھا کہ اب اپنی قوم کی گرتی ہوئی ساکھ کو کیسے سہارا جائے۔ وہ اب مسلمانوں سے اپنی شکست فاش کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور اپنی سرداری کو پکی کرنا چاہتا تھا۔ یعنی کہ اس کی قوم اس کا کوئی کارنامہ دیکھ کر یہ کہے کہ واقعی ابوسفیان سردارِ قوم قریش ہے۔

ابوسفیان جو ابوجہل کے بعد غزوۂ بدر کا دوسرا مرکزی کردار تھا اور جس نے ممکن حد تک قریش کی جنگجوئی سے باز رکھنے کی کوشش بھی کی تھی اب انتقام کی آگ میں جل رہا تھا اور مقتولین بدر کا بدلہ لینے کے لیے کوئی ایسا راستہ اختیار کرنا چاہتا تھا جو نمایاں اور موثر نتیجہ خیزی کا باعث ہو۔

اپنے جوشیلے جذبات غم وغصہ سے بے قابو ہو کر آخر ایک دن اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ اپنے مقتولوں کا انتقام نہیں لے لے گا اس وقت تک نہ گھی کھائے گا۔ نہ اپنے سر میں تیل ڈالے گا اور نہ ہی جنابت کا غسل کرے گا یعنی کہ نہ ہی اس وقت تک اپنی بیوی کو ہاتھ لگائے گا۔

اس نے اپنے طور پر مدینہ منورہ میں رات کو اندھا دھند حملہ کر کے قتل و غارت گری کر کے بھاگ آنے کا پروگرام، منصوبہ بنایا اور اپنی اس قسم کو پورا کرنے کے لیے وہ دو سو سترہ، اونٹ سواروں کا جتھہ ہمراہ لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا اس نے عام راستہ اختیار کرنے کے بجائے نجد کا لمبا راستہ اختیار کیا۔ مدینہ کی ایک وادی قناۃ سے گزرتا ہوا اس وادی کے آخر میں نیب نامی پہاڑ کے دامن میں پہنچ گیا۔ پہاڑ نیب کے دامن میں اس نے اپنے خیمے نصب کیے۔ اس پہاڑ، نیب سے مدینہ منورہ اندازاً 19 کلومیٹر دور ہے۔ اس نے وہاں پڑاؤ ڈالا۔

اور جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو یہ چھپتا چھپاتا بنی نضیر کے محلّہ میں آیا اور ان کے ایک رئیس حی بن

Marfat.com

اخطب کے گھر پر آ کر دستک دی۔ لیکن اس نے انجام کے خوف سے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ ابوسفیان وہاں سے بے نیل و مرام پلٹا اور بنونضیر کے ایک دوسرے سردار و یہودی رئیس سلام بن مشکم کے دروازے پر آیا۔ یہ سلام بن مشکم یہودیوں کے اس مالی فنڈ کا بھی نگران تھا جو انہوں نے اچانک قومی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اکٹھا کر رکھا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے ملاقات کی اذن طلب کی۔ اس نے بڑی خوشی سے اسے خوش آمدید کہا اسے اپنے ہاں بٹھایا۔ اس کی پر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ شراب و کباب سے اس کی تواضع کی۔ دیر تک وہ بیٹھے رہے اور سرگوشیاں کرتے رہے اس نے ابوسفیان کو مسلمانوں کے خفیہ حالات اور ان کے سربستہ رازوں سے آگاہ کیا۔

یقیناً اسلامی تحریک کو ناکام بنانے کے لیے ہی انہوں نے اپنی عقل و فہم کی حد تک خوب منصوبہ بندی کی ہوگی۔ اور مصنف کتاب ہذا کو یقین ہے کہ سلام بن مشکم نے بھی غزوۂ بدر اور غزوۂ بنی قینقاع کے نتائج کے پیش نظر ابوسفیان کو یہی کہا ہوگا کہ اس وقت ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ ہمیں اور مہلت دو۔ جب حالات سازگار ہوں گے تو یقیناً ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ اس وقت تم اپنی جان بچا کر وہیں دور سے مکہ واپس چلے جاؤ۔

اسی طرح کے خیالات کا اظہار جناب کونستانس جیور جیو وزیر خارجہ مملکت رومانیہ نے اپنی سیرت کی کتاب ''نظرۃ جدیدۃ'' میں کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ابوسفیان نے سلام بن مشکم سے رخصت ہونے سے پہلے اسے کہا کہ میں یہاں اس لیے آیا ہوں کہ تم نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ جب ہم مسلمانوں پر حملہ کریں گے تو تم ہمارا ساتھ دو گے۔ سلام نے کہا کہ ہم اپنے عہد پر آج بھی پختگی سے قائم ہیں لیکن ہمیں یہ توقع نہ تھی کہ تم اتنی جلدی سے حملہ کرو گے آج ہم تیار نہیں ہیں تم ہمیں کچھ وقت مہلت دو تاکہ ہم پوری طرح تیار ہو جائیں گویا ابوسفیان مدینہ پر چڑھائی کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ لیکن یہودیوں نے ساتھ نہ دیا اس لیے اسے ناکام لوٹنا پڑا۔ (نظرۃ جدیدۃ، جلد 1، صفحہ 242، 243)

ابوسفیان کو یقین تھا کہ یہودی اس کی مدد کریں گے لیکن وہ عملاً ابوسفیان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔

یہودیوں کی معذرت کے بعد ابوسفیان کو تنہا مدینہ پر حملہ کی جرأت نہ ہوئی۔ اپنی قسم پوری کرنے کے لیے اب اسے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔

نصف شب کے بعد ابوسفیان وہاں سے اٹھا اور اپنے کیمپ میں واپس آ گیا۔ اپنے سپاہیوں کو لے کر وہ عریض پہنچا۔ یہاں مسلمانوں کا ایک نخلستان تھا۔ جہاں کھجور کے چھوٹے پودوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ انہوں نے اسے نذر آتش کیا۔ وہاں ایک انصاری حضرت معبد بن عمرو رضی اللہ عنہ اور ان کے ایک ساتھی کو تنہا پایا اور انہیں شہید کر دیا۔ ان دو کو شہید کر کے ابوسفیان نے یہ سمجھا (اپنے دل کو تسلی دی) کہ اس نے اپنی قسم پوری کر دی ہے اور اب وہ ان پابندیوں سے آزاد ہو گیا ہے جو اس نے اپنے اوپر عائد کی تھیں۔ عریض کے قریب کھجوروں

Marfat.com

کے پودوں کو آگ لگا کر اور دو آدمیوں کو قتل کر کے اس نے اپنی آتش انتقام بجھائی اور ایک حد تک اپنی انا کو تسکین دی اس خونریزی کے بعد وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلا۔

فوراً ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلنے میں دراصل اس کو یہ خوف تھا کہ اگر حضور انور نبی کریم ﷺ کو اس کی کارستانی کا پتہ چل گیا تو پھر اس کی اور اس کے ساتھیوں کی خیر نہیں۔ اس لیے اس نے مناسب سمجھا کہ حضور ﷺ کو اطلاع ملنے سے پہلے وہ اپنے ساتھیوں سمیت یہاں سے فرار ہو جائے۔ چنانچہ مذکورہ بالا کارروائی تخریب کاری کے بعد واپسی کا سفر انہوں نے تیز رفتاری سے طے کرنا شروع کیا۔

ابوسفیان کی اس دیدہ دلیری کی خبر جب حضور انور نبی کریم ﷺ کو ملی تو آپ ﷺ 5 ذی الحج سن 2 ہجری کو اس کے تعاقب کے لیے روانہ ہوئے۔ اس بار پھر حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ آپ ﷺ قرقرہ الکدر تک گئے لیکن ابوسفیان ہاتھ نہ آیا۔ وہ اپنا سامان رسد جس میں ستوؤں کی بوریاں بھی تھیں پھینک کر تیز رفتاری سے بھاگ نکلا۔

ابوسفیان اور اس کے لشکریوں کا یہ حال تھا کہ پاؤں سر پر رکھ کر بھاگے جا رہے تھے۔ انہیں یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ اسلام کے عقاب ابھی آ پہنچیں گے۔ اور انہیں چوزوں کی طرح اپنی فولادی پنجوں میں دبوچ لیں گے۔ اپنے بھاگنے کی رفتار کو مزید تیز کرنے کے لیے انہوں نے اپنا سامان رسد جو ستوؤں سے بھری ہوئی بوریوں پر مشتمل تھا اس کو راستہ میں پھینکنا شروع کر دیا۔ تاکہ اس بوجھ سے ان کی جان چھوٹے اور وہ تیزی سے بھاگ سکیں۔

مسلمانوں کو ان کا تعاقب کرتے ہوئے ستوؤں کی کثیر تعداد بوریاں راستہ میں گری پڑی ملیں۔ وہ انہیں اٹھا اٹھا کر اپنے اونٹوں پر لادتے گئے کیونکہ ستوؤں کی بہت سی بوریاں انہیں بطور غنیمت ملی تھیں اور ستوؤں کو عرب میں سویق کہتے ہیں اس لیے یہ غزوہ بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا اس سفر سے مقصد دشمن کو بھگانا اور خوفزدہ کرنا تھا۔ جب حضور ﷺ کو یقین ہو گیا کہ کفار اتنی دور چلے گئے ہیں کہ ان کی واپسی کا امکان نہیں رہا تو حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ نے مزید تعاقب ضروری نہ سمجھا اور اپنے جاں نثار ساتھیوں کو واپسی کا حکم دیا۔

حضور ﷺ پانچ دن کے بعد واپس آ گئے، چونکہ اس مہم میں دشمن کا سامنا نہیں ہوا تھا اس لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا شاید ہمارا یہ سفر جہاد میں شمار نہ کیا جائے لیکن پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ دشمن کے تعاقب میں طے ہونے والا یہ سفر، سفر جہاد تھا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 44، 45...... تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 299 تلقیح صفحہ 53...... زاد المعاد جلد 2 صفحہ 90، 91)

غزوۂ سویق میں دشمن سے مقابلے کی نوبت نہیں آئی تھی اور مقابلے سے پہلے ہی وہ سامان رسد چھوڑ کر

Marfat.com

بھاگ نکلا تھا تاہم مسلمانوں کے حق میں دشمن کے فوری تعاقب سے خوشگوار اثرات مرتب ہوئے، مشرکین مکہ ہی نہیں مدینہ کے مضافات میں آباد قبائل بھی مرعوب ہوئے۔ مسلمان بھی اور چوکنا ہوئے کہ مشرکین مکہ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے کسی وقت بھی مدینہ پر حملہ کر سکتے ہیں یا یہودی قبائل کو اکسا کر انہیں مسلمانوں کے مقابلے میں لا سکتے ہیں۔ اس سے اندرونی استحکام کو مزید مضبوط بنانے کی فوری اہمیت کا احساس بھی اجاگر ہوا۔

Marfat.com

سن 3 ہجری

Marfat.com

غزوۂ قرقرۃ الکدر

غزوہ قرقرۃ الکدر ماہ محرم 3 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اسے غزوہ قراقر بھی کہا جاتا ہے۔ دوسو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ دستہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم قیادت میں بنو غطفان کے علاقے میں گیا۔ دشمن اس علاقے سے پہلے ہی بھاگ چکا تھا۔

غزوۂ سویق سے واپسی کے بعد حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی سلیم اور غطفان کے لوگ قرقرۃ الکدر کے مقام پر مدینہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے جمع ہو رہے ہیں۔ چونکہ اس سے پہلے بھی حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقابلے کے لیے جا چکے تھے اور اس غزوہ کی تفصیل پیچھے غزوۂ بنی سلیم کے بیان میں گزر چکی ہے اس لیے اس اطلاع میں جان تھی کہ بنی سلیم اور غطفان پھر مدینہ پر چڑھائی کے لیے قرقرۃ الکدر کے مقام پر جمع ہو رہے ہیں۔

یہ قرقرۃ الکدر ایک جنگلی علاقہ تھا جہاں مختلف پرندے بسیرا کرتے تھے جن کے رنگوں میں دھندلا نا یا مٹیالا پن تھا۔ عربی میں کدرہ چونکہ دھندلے اور مٹیالے رنگ کو کہتے ہیں اس لیے اس علاقہ کا نام بھی کدرہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

یہ کافی بڑا علاقہ ہے اور اس وادی میں کدر کے نام سے ایک چشمہ بھی تھا جس کا غزوۂ بنو سلیم میں ذکر ہو چکا ہے اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے تھے۔

حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم 14 / 15 محرم سن 3 ہجری کو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنی نیابت کا اعزاز بخشنے کے بعد دوسو صحابہ کے لشکر کے ہمراہ دشمن کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے، علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ تین چار روز کا سفر طے کرنے کے بعد قرقرۃ الکدر کے مقام پر پہنچے تو دشمن کا نام و نشان تک نہ تھا البتہ ان کے پانچ سو اونٹ جن پر سوار ہو کر وہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے تھے اسلامی لشکر کے ہاتھ لگے۔ ایک سو اونٹ بیت المال کے لیے رکھ کر بقیہ چار سو اونٹ مجاہدین میں تقسیم کر دیئے گئے۔

(سیرت ابن ہشام، 43:2/ج5)

Marfat.com

قارئین کرام! یہ مال غنیمت غزوۂ بنی سلیم میں حاصل ہوا تھا ان غزوہ میں نہیں۔ اس غزوہ میں
مال غنیمت کے ملنے کا ذکر بعض اہل سیر نے غلطی سے کر دیا ہے۔ اس کی میں درج ذیل میں
وضاحت کرتا ہوں۔

قارئین کرام! یہاں کچھ نکات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے۔ حسب ذیل میں میں کوشش کروں گا کہ
وہ نکات مختصر ترین انداز میں اس طرح بیان ہو جائیں کہ وہ قابل فہم بھی ہوں۔ اور ذہنی الجھاؤ کا شکار نہ ہونے
دیں۔

غزوۂ بنی سلیم اور غزوۂ قرقرۃ الکدر دونوں علیحدہ علیحدہ غزوے ہیں۔ دونوں دفعہ حضور انور نبی کریم
رؤف ورحیم ﷺ علاقہ کدر میں تشریف لے گئے۔ ایک غزوہ میں مال غنیمت 500 اونٹوں کی شکل میں ملا اور
دوسرے میں مال غنیمت کے ملنے کا ذکر نہیں ہے۔

ان کو کھلے دل کے ساتھ پڑھیے۔

کہیں کہیں یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی واقعہ کو روایت کرنے والوں نے تاریخ و ماہ وقوع کے فرق کی وجہ
سے ایک سے زائد بار بیان کر دیا گیا ہو، اور کہیں کہیں یہ بھی ممکن ہے کہ دو مختلف غزوات یا سرایا کو ایک کر کے
لکھ دیا گیا ہو۔

ہماری ماخذ کتابیں لکھنے والوں کی یہ غلطیاں دانستہ نہیں ہیں۔ انہوں نے تو ہر کچھ کی اچھی طرح چھان
بین کر کے اپنی تصانیف میں لکھا ہے۔ انہوں نے وہی لکھا ہے جو ان تک مستند ذرائع سے پہنچا۔ اس میں
روایت کرنے والوں کا بھی قطعاً قصور نہیں ہے۔ اس زمانے میں مہینوں کی تقدیم و تاخیر اہل عرب میں ہر جگہ
بہت عام تھی اس لیے انہوں نے اپنے اپنے حساب سے جو بیان کیا وہ بالکل صحیح تھا۔

ان تمام پیچیدگیوں، ظاہری تضاد کا واحد سبب عربوں کا نظام نسئی مشہور ہے یعنی کہ عربوں کے بڑے
قبیلے، سردار، اور مختلف شہروں کے باسی اپنی پسند سے اپنی مرضی کے مطابق عربی مہینوں کو اصل سے آگے یا پیچھے
کر لیتے تھے (یہ موضوع میں نے ہجرت کے فوراً بعد والے باب میں تفصیل سے بیان کیا ہے)

اس ہی نظام تقدیم و تاخیر کے سبب یہ ابہام یا پیچیدگیاں پیدا ہوئی ہیں۔ مثلاً سبل الھدیٰ والرشاد میں ہے
کہ غزوۂ بنی سلیم ہی غزوۂ قرقرۃ الکدر ہے۔ اور حافظ دمیاطی نے غزوۂ بنی سلیم اور آگے آنے والے غزوۂ
بحران کو ایک قرار دیا ہے۔ اور غزوۂ بنی سلیم اور غزوۂ قرقرۃ الکدر میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کا تو
آپ پڑھ ہی آئے ہیں کہ دونوں میں پانچ پانچ سو اونٹ ملے۔

اس بارے میں ہمیں اپنے آپ کو الجھنوں میں نہیں ڈالنا چاہئے۔ ایسی باتوں کو تو ہم خود بھی سمجھ سکتے ہیں
کہ دو مختلف غزوات یا سرایا میں ایک جیسا مال غنیمت نہیں مل سکتا۔ اس لیے اس بارے میں یہ صحیح ہے کہ ان دو

Marfat.com

غزوات میں سے کسی ایک میں 500 اونٹ بطور غنیمت ملے ہوں گے اور دوسرے غزوہ کے مال غنیمت کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے۔

اور غزوۂ بدر کے بعد تو یہ حال تھا کہ اس معرکہ میں مسلمانوں کی غیر متوقع فیصلہ کن فتح سے سارے عرب حیران وششدر رہ گئے اور یہودیوں اور منافقوں کو بھی یہ فتح مبین بہت بری لگی۔ سارے عرب میں اہل کفر کا غم ایک تھا اور مسلمانوں کے خلاف مقابلہ میں کھڑے ہونے پر اتفاق پایا جاتا تھا۔ پس سب اہل کفر نے اس امر پر اتفاق کرلیا کہ وہ دوسری بار مسلمانوں کو کسی قسم کی فتح حاصل نہ کرنے دیں جو ان کی قوت وشوکت میں مزید اضافے کا باعث بنے۔

اس فتح مبین کے بعد تمام اہل عرب، نے اپنے اپنے برتاؤ وحکمت عملی میں مسلمانوں کے مقابلے میں نئے انداز اپنا لیے۔ ہر فریق اس طریقہ کے مطابق جسے وہ اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لیے مناسب سمجھتا تھا اس کے مطابق مسلمانوں پر حملہ کرنے اور ان کی جمعیت کو پریشان کرنے اور ان کی طاقت کو ختم کرنے کے لیے کام کرنے لگا۔

اس وقت عالم عرب کی یہ کیفیت تھی اور وہ سب ہی مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہتے تھے۔ بڑے بڑے قبیلوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے کئی دفعہ پروگرام بنائے ہوں گے لوگوں کو مدینہ پر چڑھائی کے لیے اکٹھا کیا ہوگا اور پھر کم تعداد یا باہمی نااتفاقی یا مسلمانوں کی صلاحیت وطاقت کے خوف سے اپنی مہم جوئی کو عملی جامہ نہ پہنا سکے ہوں گے۔

اس لیے ایک ہی علاقے میں سرایا یا غزوات کا بار بار جانا قابل فہم ہے۔

اصل وجہ

میرے نزدیک اصل وجہ درج ذیل میں چھپی ہے لیکن میں نے اسے پہلے اس لیے بیان نہیں کیا کہ میں نے یہ بات، حقیقت یا نقطہ کسی اور مستند کتاب میں نہیں پڑھا ہے کہ میں اس کا حوالہ دے سکوں۔ میں یہاں سارا صفحہ نقل نہیں کروں گا کیونکہ وہ میرے لیے یہاں غیر متعلق ہے۔

جناب بریگیڈیر گلزار اپنی تصنیف ''غزوات رسول اللہ'' کے صفحہ 221 پر اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''اس موقع پر مکہ بہت بڑا لشکر میدان (میدانِ بدر) میں لا رہا تھا اور جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے بنوغطفان نے بھی حلیف ہونے کی وجہ سے کمک کے طور پر کی لشکر میں اپنے آدمی شامل کئے ہوئے تھے۔ اس تعداد کا علم حضور اقدس ﷺ کو مدینہ سے روانگی سے قبل ہی ہوگا ورنہ آپ ﷺ حسب سابق انصار مدینہ کے بغیر ہی اس غزوہ پر روانہ ہوتے۔''

Marfat.com

قارئین کرام! اس مذکورہ بالا حوالے کو یہاں پیش کرنے سے میرا مقصد فقط یہ ہے کہ آپ کو پتہ چلے کہ بنی سلیم و غطفان کا مشرکین مکہ سے گٹھ جوڑ تھا۔

بنی غطفان نے قریش مکہ کا حشر میدان بدر میں دیکھ لیا تھا اور انہیں اپنے مفادات بھی عزیز تھے۔ اس صورت حال میں ان کی طرف سے بار بار مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بنانا، ارادے باندھنا، اپنے لوگوں کو جمع کرنا اور پھر ارادوں پر عمل پیرا نہ ہو پانا سمجھ میں آتا ہے۔

ادھر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے علم میں بھی تھا کہ قبیلہ غطفان مشرکین مکہ سے شدید ہمدردیاں رکھتا ہے اور ان کے اپنے بھی مفادات ہیں جن کے تحفظ کی خاطر یہ کسی وقت بھی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرسکتے ہیں۔ اس لیے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے قبیلہ غطفان کی طرف سے ہر اطلاع پر بھرپور اور فوری جواب دیا اور یوں فتنہ اور فتنہ پرواز اپنی موت آپ مر گئے۔

سریہ محمد بن مسلمہ (کعب بن اشرف کا قتل)

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ وقوع ماہ ربیع الاول سن 3 ہجری کے دوسرے ہفتے میں 12 ربیع الاول سے دو چار دن پہلے کا ہے۔ کیونکہ جب حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے دیگر چار ساتھیوں کے ساتھ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لیے روانہ ہوئے تو وہ رات چاندنی رات تھی۔ اور اس کے بعد غزوۂ غطفان، غزوۂ ذی امر پیش آیا جس میں اہل سیر نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اس غزوہ کے لیے حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ 12 ربیع الاول کو تشریف لے گئے اور گیارہ دن بعد مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے۔

اس سریہ کے قائد حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کی قیادت میں چار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ سریہ ایک بہت بڑے گستاخِ رسول شیطان صفت یہودی شاعر کو واصل جہنم کرنے کے لئے بھیجا گیا اور ان مجاہدین نے کعب بن اشرف کو بڑے سلیقے سے واصل جہنم کیا۔

یوں تو ہر یہودی کے دل میں اسلام دشمنی کے جذبات شعلہ زن تھے۔ لیکن کعب بن اشرف کی اسلام دشمنی کا انداز بڑا گھناؤنا' نرالا اور وسیع تھا۔ کعب بن اشرف خاندانی طور پر یہودی نہیں تھا۔ اس کا باپ ''اشرف'' ایک اعرابی تھا جس کا تعلق بنی نبہان قبیلہ سے تھا۔ اس نے اپنے علاقہ میں کسی شخص کو قتل کر دیا۔ وہ جان بچانے کے لیے بھاگ کر یثرب آ گیا اور بنی نضیر کا حلیف بن گیا۔ اس نے وہاں بڑی دولت کمائی۔ بنی نضیر قبیلہ کے سردار ابوالحقیق کی لڑکی عقیلہ سے شادی کر لی اس کے بطن سے یہ لڑکا کعب نامی پیدا ہوا۔

کعب بن اشرف اس عمر میں بڑا قد آور تھا اس کی توند بڑھی ہوئی تھی اس کا سر نمایاں طور پر بڑا تھا۔ جسمانی وجاہت کے علاوہ وہ بڑا فصیح اللسان، قادر الکلام شاعر تھا۔ دولت و ثروت کی کثرت کے باعث حجاز میں بسنے والے سارے یہودیوں کا وہ سردار بن گیا تھا۔ اس نے اپنی امارت کے سہارے سارے یہودی

Marfat.com

عالموں کے لیے بھاری سالانہ وظائف مقرر کر رکھے تھے۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم، رسول کائنات، پیغمبر بحر و بر، سیّد المرسلین، ہادی دو جہاں، رہبر انس و جان، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جب مدینہ طیبہ میں ورود مسعود فرمایا تو ان دنوں یہودی علماء حسب معمول اپنے وظائف لینے کے لیے کعب بن اشرف کے پاس گئے۔ اس نے ان سے پوچھا:

کہ اس شخص کے بارے میں تمہارے پاس کیا معلومات ہیں؟ انہوں نے جواب دیا:

یہ وہی ہستی ہے جن کے لیے ہم عرصہ سے چشم براہ تھے۔ نبی آخر الزمان کی جو صفات تورات میں بیان کی گئی ہیں وہ سب کی سب صفات ان میں پائی جاتی ہیں۔

کعب بن اشرف کو ان علماء کا یہ جواب اچھا نہ لگا۔ یہ جواب سن کر اس نے ان سب کو ٹکا سا جواب دیا۔ کہا کہ میرے ذمہ بہت سے دوسرے فرائض ہیں جن کو ادا کرنا میری اولین ذمہ داری ہے۔ اس لیے میں مزید کچھ دینے سے قاصر ہوں۔ اور انہیں ان کا وظیفہ یا کوئی تحفہ، نقدی دیئے بغیر چلتا کیا۔

یہودی علماء نے بھی توریت کو بھلا دیا تھا اور وہ مکمل دنیا پرست ہو گئے تھے۔ وہ جب بے نیل مرام واپس آئے تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس کی تلافی کے لیے وہ پھر اس کے پاس پہنچے اور عذر خواہی کرتے ہوئے کہا کہ محترم! جلدی میں ہم آپ کے سوال کا صحیح جواب نہیں دے سکے۔ ہم نے اپنے اکابر علماء سے اس کے بارے میں پوچھا ہے۔ انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ وہ شخص نہیں جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں یہ بات سن کر وہ ان سے راضی ہو گیا اور ان کی جھولیوں کو اپنے عطیات سے بھر دیا۔ (سیرت زینی دحلان، جلد 2: صفحہ 23)

یہودیوں کے فطری بغض، حسد، وعناد کی وجوہات پہلے بیان کی جا چکی ہیں۔ کعب بن اشرف ان سب بری خصلتوں میں سب یہودیوں سے آگے آگے تھا اور ایک اچھا شاعر ہونے کی وجہ سے اس کی خباثت کا دائرہ دوسروں کی نسبت زیادہ وسیع تھا۔ حضور انور، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ہجو میں یہ بدبخت اشعار کہا کرتا۔ قصائد لکھا کرتا اور کفار قریش کو حضور انور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بھڑکاتا رہتا۔ حضور انور نبی کریم ﷺ کو ہجرت کے بعد ابتدائی زمانہ میں یہ حکم تھا کہ وہ ان یہودیوں کی اذیت رسانی کو صبر کے ساتھ برداشت کیا کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آیت 186 میں اس بارے میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۗ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

ترجمہ: ''اور یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے اور ان لوگوں سے جنہوں

Marfat.com

نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت باتیں اور اگر تم (ان دل آزاریوں پر) صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔'' (سورۃ آل عمران آیت 186)

جو معاہدہ یہودی قبائل کے ساتھ طے پایا تھا اس کو توڑنے میں بنو قینقاع نے پہل کی اور یہودی حضور انور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس واطہر اور حضور ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دشنام طرازیوں کا ہدف بنایا کرتے۔

بدر میں لشکر اسلام کی فتح مبین کی خوشخبری لے کر جب حضرت زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور انہوں نے برملا یہ اعلان کیا کہ کفار مکہ کے فلاں فلاں رئیس کو موت کی گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ اور فلاں فلاں سردار کو جنگی قیدی بنالیا گیا ہے۔ یہ سن کر کعب بن اشرف بدبخت کو یارائے ضبط نہ رہا' کہنے لگا یہ سفید جھوٹ ہے۔ اگر جزیرہ عرب کے یہ سردار واقعی قتل کردیئے گئے ہیں تو لبطن الارض خیر من ظھرھا تو زمین کی پشت پر زندہ رہنے سے تو یہ بہتر ہے کہ ہمیں زمین کے شکم میں دفن کردیا جائے۔ (یعنی زندہ رہنے سے مرجانا بہتر ہے) (السیرۃ النبویہ لابن ہشام، جلد 2: صفحہ 123)

لیکن جب اس نے اپنی آنکھوں سے قریشی سرداروں کو جنگی قیدیوں کی طرح رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھ لیا اور مغرور ومتکبر جنگی کفار کی ہلاکت کی تصدیق ہوگئی۔ تو پھر وہ یثرب سے چل کر قریش مکہ کے پاس آیا اور ان کے مقتولوں پر رونا اور چلانا شروع کردیا۔ اس نے ان کی آتش انتقام کو خوب بھڑکایا۔ اور اپنے مقتولوں کا بدلہ لینے کے لیے انہیں آمادہ جنگ کیا۔ ظاہر ہے جو شخص اتنی دور چل کر مشرکین کے ساتھ ہمدردی، دوستی و محبت جتانے گیا' اس نے وہاں مشرکین مکہ کے ساتھ بوقت ضرورت ہر طرح کی مدد کی پیش کش بھی کی ہوگی۔

مکہ میں کعب بن اشرف مطلب بن ابی دواعہ الاسھی کے پاس جاکر ٹھہرا۔ اس کی بیوی عاتکہ بنت اسید بھی اپنے خاوند کے پاس موجود تھی۔ اس نے کعب کی بڑی خاطر تواضع کی۔ وہاں اثنائے قیام بھی اس نے ہجویہ اشعار سنانے شروع کئے۔ جب اس کی اس کارستانی کی اطلاع حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو ملی تو حضور ﷺ نے دربار نبوت کے شاعر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس کا جواب دینے کا حکم دیا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر اسلام تھے۔ ان کے اشعار بجلی بن کر ان پر گرے ان کو جواب دینے کی بھی سکت نہ رہی۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار میں جب مطلب اور اس کی بیوی عاتکہ نے اپنا ذکر بھی سنا تو انہوں نے اس کا سامان اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ پھر مکہ میں اسے کوئی پناہ گاہ میسر نہ آسکی جہاں بیٹھ کر وہ اطمینان سے شان رسالت میں ہرزہ سرائی کرسکتا۔ اس ناچارے کو خائب وخاسر ہوکر یثرب واپس آنا پڑا۔

کعب بن اشرف مکہ مشرکین کے حوصلے بلند کرنے گیا تھا انہیں اسلام کے خلاف بھڑکانے گیا تھا۔ مشرکین مکہ نے جو اس کی خاطر ومدارات کی اور اشعار کی خوب داد دی۔ اس کی وجہ سے وہ خود بھی اور زیادہ

Marfat.com

بھڑک گیا۔ مدینہ آ کر اس کی فطرت بد نے ایک نیا رخ اختیار کیا جو مسلمانوں کے لیے نا قابل برداشت تھا۔ اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عصمت شعار بیویوں کا نام لے لے کر اپنے اشعار میں ان کا ذکر شروع کر دیا۔ ان سے اپنے عشق و محبت کے فرضی افسانے نظم کر کے لوگوں کو سنانے شروع کئے۔ اسے بار بار منع کیا گیا کہ وہ ایسا کرنے سے باز آ جائے لیکن اس نے ذرا پروانہ کی۔ (السیرۃ النبویہ لاحمد بن زینی دحلان، جلد 2، صفحہ 23)

کعب بن اشرف کی خباثتیں دیکھتے دیکھتے، سنتے سنتے، جب صبر کا پیمانہ چھلک گیا تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمیں اشرف کے بیٹے کعب کے شر سے کون بچائے گا؟'' اس نے ہماری دشمنی کی انتہا کر دی ہے۔ ہماری اعلانیہ ہجو کرتا ہے مکہ جا کر اس نے کفار قریش کو غلاف کعبہ کے قریب جمع کیا ہے اور ان سے وعدہ لیا ہے کہ وہ ہم پر چڑھائی کریں گے اور یہ ان کا مددگار اور حلیف ہوگا۔ پھر حضور انور نبی کریم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ نساء کی آیات 51 اور 52 تلاوت فرمائیں اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنائیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا ○

ترجمہ: ''کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا، ایمان لاتے ہیں بت اور شیطان پر، اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ راہ ہدایت پر ہیں۔ یہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کرے تو ہرگز نہیں پائے گا تو اس کا کوئی مددگار۔'' (سورۃ النساء آیات 51، 52)

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں روایت کی ہے۔

''جب کعب مکہ آیا۔ تو قریش نے اس سے کہا۔ کیا تم اس تلخ مزاج اور اپنی قوم سے قطع تعلق کرنے والوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے حالانکہ ہم حاجیوں کے خدمت گزار ہیں بیت اللہ کے خادم ہیں۔ سب زائرین بیت اللہ کو پانی پلانے کی سعادت ہمیں میسر ہے۔ کعب نے کہا نہیں تم ان سے بہت بہتر ہوا۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ النساء کی مندرجہ بالا آیات نازل فرمائیں۔''

امام ابن اسحاق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ہے۔

''کہ اس مہم میں کعب اکیلا مکہ نہیں گیا تھا۔ بلکہ اس کے علاوہ یہودی علماء اور رؤساء بھی گئے تھے۔ جن میں حی بن اخطب، سلام بن الحقیق، ابورافع وغیرہ بھی تھے۔

(السیرۃ النبویہ لاحمد بن زینی دحلان، جلد 2 صفحہ 25)

Marfat.com

کہا جاتا ہے، روایت ہے کہ کعب بن اشرف جب مکہ گیا تو اس کے ساتھ ستر (70) سوار تھے۔ جو سب یہودی تھے۔ یہ اس لیے گئے تھے کہ قریش مکہ کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگی معاہدہ کرلیں۔ چنانچہ یہ ابوسفیان سے ملے تو ابوسفیان نے ان سے کہا ''آپ لوگ اہل کتاب ہیں اور محمد (ﷺ) بھی صاحب کتاب ہیں۔ ہمیں تمہاری طرف سے بھی خدشہ ہے کہ یہ سب تمہارا مکروفریب نہ ہو۔ اس لیے اگر تم واقعی یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہارے ساتھ چلیں تو تم یہودی ان دونوں بتوں کو سجدہ کرو اور ان پر ایمان لاؤ۔''

چنانچہ کعب بن اشرف نے فوراً ان دو بتوں کو سجدہ کر کے ان پر اپنے ایمان کا اظہار کردیا۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ النساء کی مذکور بالا 51 اور 52 آیات نازل فرمائیں۔

علامہ بیضاوی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ مندرجہ بالا واقعہ بھی لکھا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی تحریر کیا ہے کہ۔

''کہ انہوں نے (اہل کتاب ہوتے ہوئے) کفار کے بتوں کو سجدہ کیا تاکہ اپنی وفاداری کے بارے میں وہ ان کو مطمئن کرسکیں۔''

ان ہی ایام میں ایک روز کعب بن اشرف نے حضور انور نبی کریم ﷺ کی دعوت کی اور یہودیوں کی ایک جماعت کو اس کام کے لیے متعین کیا کہ جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دعوت میں تشریف لے آئیں تو کسی بہانے سے، کسی طرح سے فوری حملہ کر کے قتل کردیں۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کعب بن اشرف کی دعوت پر تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ جب آپ ﷺ آ کر بیٹھ گئے تو جبرائیل علیہ السلام نے یہودیوں کی سازش کے متعلق اطلاع دے دی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے جبرائیل امین نے آپ ﷺ کو یہودیوں کی نظر سے چھپالیا اور وہاں سے اسی حالت میں مجلس یا محفل سے باہر آ کر واپس آ گئے۔

جن یہودیوں کو قتل کی ذمہ داری سونپی گئی تھی وہ حملہ کرنے کی نیت سے حضور انور نبی کریم ﷺ کو دیکھنے اندر آئے یا محفل میں آئے۔ انہوں نے جب آپ ﷺ کو غائب پایا تو پہلے تو وہ بہت حیران ہوئے اور پھر آپ ﷺ کو اِدھر اُدھر دیکھا۔ جب انہیں آپ ﷺ کہیں نظر نہ آئے تو سب خاموشی سے اِدھر اُدھر ہوگئے۔

ان حالات میں ایسے کینہ توز، عہد شکن اور بدزبان دشمن کو مزید مہلت دینا اسلامی تحریک اور سارے اسلامی معاشرہ کے لیے بڑا خطرناک ثابت ہوسکتا تھا۔ چنانچہ حضور پُرنور رحمت دوعالم ﷺ نے اپنے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''کعب کو قتل کرنے کے لیے کون اپنے آپ کو پیش کرنا چاہتا ہے۔''

حضرت محمد بن مسلمہ اوسی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی:

Marfat.com

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اس خبیث کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ذمہ داری میں قبول کرتا ہوں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا کوئی اقدام کرنے سے پہلے سعد بن معاذ سے ضرور مشورہ کر لینا۔
حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مزید فرمایا:

فافعل ان قدرت علی ذلك — بس تم ہی اس کام کو سرانجام دو گے اگر تم سے ہو سکے۔

السیرۃ النبویہ لابن ہشام، 2:124

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ ذمہ داری نہایت شوق سے لی تھی اور وہ اب اسے اسی شوق و خوبصورتی سے نبھانا چاہتے تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کے لیے فرما دیا تھا اس لیے ان سے مشورہ کیا اور اپنے ساتھ اس مہم میں چار اور ساتھیوں کا انتخاب کیا۔ یہ ذمہ داری قبول کرنے کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے شب و روز بہترین ترکیب سوچنے اور اس پر بہترین اور کامیاب انداز سے عمل پیرا ہونے کے لیے تدابیر بنانے لگے۔

روایات میں ہے کہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس قدر بے قرار ہو گئے (کہ کب وہ گھڑی آئے اور میں اس ملعون کو واصل جہنم کروں) کہ چند لقموں کے سوا کھانا پینا بھول گئے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر حضور انور نبی کریم ﷺ نے انہیں بلوایا اور اس بارے میں استفسار فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا آقا مضطرب رہتا ہوں، معلوم نہیں میں یہ وعدہ پورا کر بھی سکوں گا یا نہیں۔ ہر لمحہ اس بات کی سخت تشویش رہتی ہے۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے انہیں دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا: ''تمہارے ذمہ صرف کوشش کرنا ہے۔'' انہوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! ضروری ہے کہ (اس ذمہ داری کی تکمیل کے لئے) میں کچھ خلاف حقیقت باتیں کہوں (حیلہ بناؤں، بناوٹی بات کروں)'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو مناسب سمجھو کہو، تمہارے لیے ایسی باتیں کرنا جائز ہے۔'' (السیرۃ النبویہ لابن ہشام، 1:124)

اس کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابونائلہ جن کا نام سلکان بن سلامہ تھا اور حضرت عیاد بن بشر، حضرت حارث بن اوس اور حضرت ابوعبس بن جبر رضی اللہ عنہم کے پاس گئے اور حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے جو وعدہ کیا تھا اس سے ان کو آگاہ کیا اور اس مہم میں اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ ان سب نے بصد شوق و رغبت سے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور اس بدبخت کا خاتمہ کر دیں گے۔

ان سب کا تعلق اوس قبیلہ سے تھا یعنی کہ سب اوسی تھے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے بھانجے تھے اور ایک کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ آپ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی کے بیٹے تھے۔ اور حضرت ابونائلہ (سلکان بن سلامہ) رضی اللہ عنہ یہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔

Marfat.com

انہوں نے جو منصوبہ بنایا اس پر آپس میں پہلے خوب بحث کرلی، گفت و شنید کرلی اور اس کی خامیاں نکال دیں۔ انہوں نے آپس میں بحث و تمحیص کے بعد یہ تک طے کرلیا کہ کعب بن اشرف کے پاس پہلے کون جائے گا اور کیا بات کرے گا اور اس کے ممکنہ سوالوں کے جواب دے گا اور کس طرح دے گا کہ اسے کسی طرح کا شک نہ گزرے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ایک روز تنہا کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ یہ شخص (حضور) ہمیں صدقہ دینے پر بار بار مجبور کرتا ہے۔ ہمارے کھانے کے لیے بھی ایک دانہ تک اس نے نہیں چھوڑا۔ ہم تو اس سے بہت تنگ آ گئے ہیں آج مجبوراً میں تمہارے پاس کچھ قرض مانگنے کے لیے آیا ہوں۔

یہ سن کر کعب دل ہی دل میں بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا میں تو پہلے ہی تمہیں کہتا تھا کہ تم بہت جلد اس سے اکتا جاؤ گے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو آج اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ پانچ دس من غلہ تم سے مانگوں تاکہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھر سکوں۔ اس نے پوچھا۔ تمہارا اپنا غلہ کدھر گیا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ تو ہم نے اس شخص اور اس کے دوستوں پر خرچ کر ڈالا ہے۔

کعب نے کہا اب بھی تم پر یہ حقیقت واضح نہیں ہوئی کہ تم راہ راست سے بھٹک گئے ہو اور غلط راستہ پر چل نکلے ہو۔ پھر اس نے کہا مجھے تمہارا بڑا احترام ہے اور تمہاری تکلیف کا شدید احساس ہے جتنا غلہ تم نے مانگا ہے وہ میں ہر قیمت پر تمہیں دوں گا لیکن تمہیں میرے پاس کوئی چیز رہن رکھنا ہوگی۔ انہوں نے کہا کون سی چیز تمہارے پاس رہن رکھیں۔ اس نے بڑی ڈھٹائی سے کہا اپنی عورتیں میرے پاس گروی رکھ دو اور غلہ لے جاؤ۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو ہمارے لیے ممکن نہیں۔ تم بلا کے حسین ہو۔ ہمیں خطرہ ہے کہ ہماری عورتیں تیرے عشق میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ کوئی اور چیز طلب کرو۔ اس نے کہا پھر اپنے بیٹے میرے پاس گروی رکھ دو۔ انہوں نے کہا یہ بھی ممکن نہیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو انہیں عمر بھر لوگ یہ طعنہ دیں گے کہ تم وہی ہو جن کو ان کے والدین نے ایک دو وسق غلہ کے عوض رہن رکھ دیا تھا۔

البتہ ہم اپنا اسلحہ تمہارے پاس بطور رہن رکھ سکتے ہیں اگرچہ ہمیں اسلحہ کی خود اشد ضرورت ہے۔ لیکن تمہارے اطمینان کے لیے ہم ایسا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ وعدہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اس لیے کیا تاکہ اگر وہ مسلح ہو کر آئیں تو ان پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔ کعب نے یہ تجویز منظور کرلی۔ تاہم یہ طے ہوا کہ وہ اسلحہ لے کر آئیں گے اور یہ انہیں اسلحہ کے عوض غلہ دے گا۔

کچھ وقفہ بعد اس مہم کے دوسرے شریک حضرت ابونائلہ رضی اللہ عنہ کعب کے پاس آئے۔ اور آ کر اسے کہا اے ابن اشرف! سدا خوش رہو۔ میں ایک ضرورت کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں اور میں اس شرط پر اس

Marfat.com

ضرورت کا ذکر تم سے کروں گا کہ تم وعدہ کرو کہ تم یہ راز افشا نہیں کرو گے۔ اس نے راز داری کا وعدہ کیا۔
ابونائلہ یوں گویا ہوئے:

"کہ اس شخص (حضور) کی آمد ہمارے لیے وبال جان ثابت ہوئی ہے۔ سارا عرب ہمارا دشمن ہوگیا ہے۔ سب ہمارے خلاف متحد ہوگئے ہیں۔ ہمارے تجارتی قافلوں کے لیے سارے راستے بند کردیئے گئے ہیں۔ اب ہمارے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں اور ہماری اپنی حالت بھی بڑی قابل رحم ہے۔"

یہ بات سن کر کعب نے کہا:
میں اشرف کا بیٹا ہوں۔ میں تو تمہیں پہلے بھی بتایا کرتا تھا کہ تمہارا یہ حال ہونے والا ہے۔ تم نے اس وقت میری بات نہ مانی۔ اب تم اس مشکل میں پھنس گئے ہو جس سے بچنے کے لیے میں تمہیں خبردار کیا کرتا تھا۔

ابونائلہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اب ان باتوں کو رہنے دو میری بات سنو۔

میں آج اس لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ ہم بھوکے مر رہے ہیں کچھ غلہ قیمتاً دے دو۔ ہمارے پاس نقد قیمت تو ہے نہیں لیکن ہم اپنے قیمتی ہتھیار بطور رہن تمہارے پاس رکھنے کے لیے تیار ہیں۔ میرے کئی اور ساتھی بھی اس مقصد کے لیے تمہارے پاس آنے والے ہیں۔ اگر تم اجازت دو تو میں ان کو کسی دن اپنے ہمراہ لے آؤں۔

کعب نے کہا: مجھے یہ بات منظور ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت سلکان بن سلامہ رضی اللہ عنہ (ابونائلہ) اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور انہیں سارا قصہ سنایا۔ اس کے بعد اس مہم کے ارکان بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ بقیع غرقد تک ساتھ گئے اور فرمایا "اللہ کا نام لے کر جاؤ، اے اللہ! ان کی مدد فرمانا۔"

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو ارشاد فرمانے کے بعد واپس ہوئے اور یہ مذکورہ بالا پانچ جانباز اس خطرناک مہم کو سر کرنے کے لیے چل پڑے۔ ان کے ہتھیار ان کے پاس تھے اور رات کا وقت تھا اور وہ رات چاندنی رات تھی۔ کعب کا قلعہ یا حویلی مدینہ طیبہ سے باہر شمال مشرقی سمت میں تھا وہاں پہنچے۔ سب سے پہلے حضرت ابونائلہ رضی اللہ عنہ نے آواز دی۔ پھر دوسرے ساتھیوں نے کعب کا نام لے کر اسے بلایا اس نے سب کی آوازیں پہچانیں۔ لحاف پرے پھینک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی ابھی ابھی شادی ہوئی تھی۔ اس کی دلہن نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا۔ تو ایسا شخص ہے جو لوگوں سے جنگ آزما رہتا ہے ایسے آدمی کو اس وقت باہر نہیں جانا چاہئے۔

Marfat.com

کعب نے اپنی دلہن کو کہا کہ یہ کوئی اجنبی نہیں ہے بلکہ ابونائلہ ہے اس کا اور میرا گہرا یارانہ ہے۔ اگر میں سورہا ہوں تو وہ کبھی جگائے گا نہیں۔ دلہن نے کہا بخدا! مجھے اس آواز سے شر کی بو آرہی ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کہا مجھے اس آواز سے خون کی بوندیں ٹپکتی ہوئی محسوس ہورہی ہیں۔

کعب نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا فکر نہ کرو۔ ایک میرا رضاعی بھتیجا (محمد بن مسلمہ) ہے دوسرا میرا رضاعی بھائی (ابونائلہ، سلکان بن سلامہ) ہے۔ چنانچہ دامن چھڑا کر نیچے چلا آیا۔

کچھ دیر آپس میں گپ شپ ہوتی رہی۔ آخر میں انہوں نے کہا چلو یار شعب العجوز تک چلیں (ایک جگہ کا نام) چاندنی رات ہے کچھ دیر وہاں بیٹھیں گے اور باتیں کریں گے۔ اس نے کہا: اگر تمہاری یہ مرضی ہے تو میں تیار ہوں۔ کچھ وقت وہ چلتے رہے اور ابونائلہ نے اپنا ہاتھ اس کے سر کے بالوں میں ڈالا۔ پھر نکال کر سونگھا اور کہا میں نے آج تک ایسا خوشبودار عطر نہیں دیکھا اور سونگھا یہ سن کر وہ پھول گیا اور کہنے لگا:

''ایسا کیوں نہ ہو جبکہ میری بیوی عرب کی تمام عورتوں سے زیادہ معطر رہتی ہے۔ اور حسن و جمال میں سب سے بالا ہے۔'' (سیرت النبویہ لاحمد بن ذینی دحلان، جلد 2، صفحہ 27)

دو تین مرتبہ پھر اس نے ایسا ہی کہا۔ یہاں تک کعب کو اطمینان ہوگیا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں۔

آخر میں اس نے پھر کعب کے بالوں میں ہاتھ ڈالا تو انہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا: ''اللہ کے دشمن پر وار کرو اور پرزے پرزے کردو۔'' یہ بچ کر جانے نہ پائے۔ سب نے یکبارگی اپنی تلواروں سے اس پر حملہ کردیا اس نے بڑی خوفناک چیخ ماری جو اس کی بیوی نے سن لی۔ اس نے چلا کر کہا! اے قریظہ! اے نضیر کے لوگو! مدد کو پہنچو۔ چشم زدن میں ان کے جتنے قلعے تھے ان کی مخصوص بلند جگہ پر آگ روشن کردی۔ یہ گویا خطرہ کا اعلان تھا۔

اس مہم کے دوران حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ زخمی ہوگئے۔ اسے اپنے کسی ساتھی کی تلوار کی نوک لگ گئی تھی جس سے خون جاری ہوگیا تھا۔ چنانچہ واپسی میں جب دستہ حرہ عریض پہنچا تو دیکھا کہ حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ ساتھ نہ تھے۔ یہ چاروں جانباز واپس اس راستہ پر گئے جس راستہ سے حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ نے آنا تھا۔ وہ جلد ہی انہیں اس راستہ میں مل گئے۔

وہ خون بہہ جانے کی وجہ سے نقاہت میں تھے اس لیے تیز نہیں چل پا رہے تھے۔ وہاں سے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے اٹھالیا اور اپنے ساتھ لے آئے۔

اسلام کے فدائیوں نے اس موذی کا سر تن سے جدا کیا اور ایک توبرے میں ڈال لیا۔ اتنے میں یہودی ہر طرف سے اکٹھے ہوگئے تھے ان حضرات نے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کیا۔ اور جب بقیع الغرقد کے پاس پہنچے تو انہوں نے فلک شگاف نعرہ تکبیر بلند کیا۔ ہادی انس و جاں، رہبر کائنات، سرورِ دو عالم

Marfat.com

ﷺ اس رات کو مجاہدین کا انتظار فرما رہے تھے اور کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے ان کی تکبیر کی آواز سن کر حضور انور نبی کریم ﷺ نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے جان لیا کہ اس بدبخت دشمن اسلام کو قتل کر کے آئے ہیں۔

پھر وہ حضور ﷺ کے قدموں میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''خدا ان مجاہدوں کو سرخرو کرے۔'' انہوں نے عرض کی۔ ''وو جھك یا رسول اللہ ﷺ'' ''اے اللہ کے رسول! آپ کے رُخِ انور کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ سرخرو کرے۔'' پھر انہوں نے کعب کا سر توبرے سے نکال کر حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے ان کی اس کامیابی پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے حارث بن اوس جو زخمی تھے کے زخموں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور وہ بالکل ٹھیک و تندرست ہوگئے یہ ربیع الاول سن 3 ہجری کا واقعہ ہے۔

کعب بن اشرف کے قتل سے تمام یہودیوں پر خوف و دہشت چھا گئی۔ انہوں نے اپنے گھروں سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔

اس واقعہ کی تفصیل درج ذیل سے ماخوذ ہے۔ (حوالہ جات)

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 51 تا 57...... السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد 3 صفحہ 9 تا 11 صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 341 تا 425 اور جلد 2 صفحہ 577...... زادالمعاد جلد 2 صفحہ 91 سنن ابوداؤد جلد 2 صفحہ 42، 43...... السیرۃ النبویہ لاحمد زینی بن دحلان جلد 2 صفحہ 23 تا 28)

جب یہودیوں نے مسلمانوں سے کیے ہوئے سارے معاہدے پس پشت ڈال دیئے تو حضور انور نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے جاں نثاروں کو حکم دے دیا۔

''جب کوئی یہودی جو اسلام دشمنی میں پیش پیش ہو تمہارے قابو میں آئے تو اسے زندہ نہ چھوڑنا۔''

یہ فرمان سنتے ہی حضرت محیصہ بن مسعود اوسی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی تاجر ابن سنینہ کو تہ تیغ کر دیا۔ حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ کے بھائی حویصہ جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے کو اس واقعہ کا پتہ چلا تو اس نے محیصہ کو لعن طعن کرتے ہوئے کہا۔ اے دشمن خدا! تو نے اس شخص کو قتل کیا ہے حالانکہ تیرے پیٹ پر جو چربی ہے وہ اس کے رزق کی بدولت ہے۔ حضرت محیصہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کی یہ سرزنش سن کر جواب دیا۔ کہ اس کو قتل کرنے کا حکم مجھے اس ہستی نے دیا جو اگر مجھے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیں تو میں تمہیں بھی اسی وقت قتل کر دوں۔ اس کے بڑے بھائی حویصہ نے اس کی بات کو دہراتے ہوئے کہا کہ اگر وہ مجھے قتل کرنے کا تمہیں حکم دے تو کیا تم مجھے بھی قتل کر دو گے۔ اس نے کہا بے شک ذرا تامل نہ کروں گا۔ اپنے چھوٹے بھائی کا یہ دوٹوک جواب سن کر حویصہ بولا۔ ''یہ دین تیرے اندر یہاں تک سرایت کر چکا ہے۔ بڑی تعجب انگیز بات ہے۔'' اس کے بعد وہ بھی مسلمان ہوگیا۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد 3 صفحہ 9 تا 11)

Marfat.com

بری سوچ کا ردّ

یورپ کے بعض مستشرقین جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ پر کتابیں تصنیف کی ہیں انہوں نے کعب بن اشرف کے قتل پر بڑی ہنگامہ آرائی کی ہے۔ کہ حضور انور نبی کریم ﷺ کے لیے یہ قطعاً زیبا نہ تھا کہ نبوت کے دعویٰ کے باوجود وہ کعب بن اشرف کو ناگہانی قتل کروا دیتے۔ ان کو تو چاہیئے تھا کہ اگر اس نے واقعی کوئی غلط کی تھی تو عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے اس کو معاف کر دیتے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسوہ پر کاربند رہتے اور ان کے اس ارشاد پر عمل پیرا ہوتے:

''جو تیرے دائیں رخسار پر طمانچہ مارے تم اپنا بایاں رخسار بھی اس کے سامنے کر دو۔''

قارئین کرام! مستشرقین تو قرآن حکیم کی سورۂ نجم کی آیات 3 اور 4 کو سمجھنا ہی نہیں چاہیں گے جن میں فرمایا گیا ہے کہ یہ نبی تو اپنی طرف سے کوئی بات ہی نہیں کرتے، یہ تو وہ فرماتے ہیں جس کے فرمانے کو انہیں وحی کی جاتی ہے۔ اور نہ ہی مستشرقین، پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادی کائنات، رسول بحر و بر، سیّد المرسلین، رحمت للعالمین خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور انجیل کی یہ آیت تو صرف اب دوسروں کو سنانے کے لیے رہ گئی ہے۔

المواہب اللدنیہ میں کعب بن اشرف کے قتل کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس یہودی نے حضور انور نبی کریم رحمت دو عالم ﷺ سے عہد کیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کے مقابلے میں کسی اور کی مدد نہیں کرے گا۔ لیکن وہ عہد شکنی کا مرتکب ہوا اور حضور ﷺ سے کیے گئے عہد کو توڑ کر رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول کی شان میں گستاخیاں کرنے لگا۔ ان کی ہجو کہتا، اس کی ہرزہ سرائی اور بدزبانی میں شدت آ رہی تھی اور یہ ہرزہ سرائی اور بدزبانی وسیع پیمانے پر فتنوں اور سازشوں کو جنم دے رہی تھی۔

روایات میں ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ''ایک گروہ روانہ کیا جائے جو کعب کو اس عہد شکنی کی سزا دے۔'' حضور انور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے سورہ نساء کی آیات 51`52 بھی پڑھی:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ۝ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا ۝

ترجمہ: ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں (آسمانی) کتاب کا حصہ دیا گیا ہے (پھر بھی) وہ بتوں اور شیطانوں پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی نسبت یہ کافر زیادہ سیدھی راہ پر ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے لعنت کی۔

Marfat.com

اور جس پر اللہ لعنت کرے تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کا کوئی مددگار۔'' (سورۃ نساء آیات 51، 52)

اگر یہ کعب، ایک پرامن اور شریف شہری ہوتا۔ جو معاہدہ اس نے کیا تھا اس پر وہ دیانتداری سے کاربند رہتا۔ مسلمانوں کے خلاف ان کے اولین اعداء اہل مکہ کو وہاں جا کر نہ بھڑکاتا اور انہیں اپنے مقتولوں کا انتقام لینے کے لیے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی دعوت نہ دیتا اور ایسی حالت میں ان کے ساتھ تعاون کا پختہ وعدہ نہ کرتا۔ اور اس کو قتل کر دیا جاتا تو شاید ان لوگوں کو یہ اعتراض کرنے کی گنجائش مل جاتی۔

لیکن جس شخص کا کردار اتنا گھناؤنا ہو۔ جس شخص کی فرد جرم ایسے سنگین جرائم سے عبارت ہو۔ بلکہ جو شخص اشعار اور قصائد لکھ کر اس سراپا حسن و جمال ﷺ اور اس کے باوفا اور مخلص صحابہ کرام کی ہجو کر کے ان کی دل آزاریاں کرتا رہتا ہو۔ بلکہ جو ان کی عصمت شعار خواتین خانہ کی طرف عشق بازی کی جھوٹی تہمتیں تراشتا رہتا ہو۔ اور اپنے اشعار میں ان کا نام لے کر بڑی گھٹیا سوقیانہ انتہائی گرے ہوئے بازاری انداز سے ان کا ذکر کرتا ہو۔

تو اس شخص کو نیست و نابود کرنا جرم نہیں بلکہ عین عدل و انصاف ہے۔ اس کی رسی کو دراز کر کے اسے فتنہ پردازی اور دل آزاری کے مزید مواقع فراہم کرنا بہت بڑی غلطی اور بہت بڑا گناہ ہے۔

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تبارک وتعالیٰ کے اولوالعزم رسولوں میں سے نہ تھے۔ کیا تورات ان آسمانی کتب میں سے ایک کتاب نہ تھی۔ جو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمائی۔ کیا اس اولوالعزم رسول نے خود اہل باطل کے ساتھ جہاد نہیں کیا۔ کیا اس جلیل القدر کتاب میں دشمنان حق کے خلاف جہاد کرنے کا بار بار حکم نہیں ہے۔

اگر دشمنان حق کو موت کے گھاٹ اتارنا اور ان کو عبرتناک شکست سے دوچار کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان رسالت کے منافی نہیں تو کعب بن اشرف جیسے ننگ انسانیت کو موت کی نیند سلانا حضور انور ﷺ کی شان رحمت للعالمین کے منافی کیونکر ہوگا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور رحمتِ دوعالم ﷺ نے طاغوتی قوتوں کو شکست فاش دینے کے لیے اور حق کے پرچم کو اونچا لہرانے کے لیے اور کاروان انسانیت کو اپنی منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے جو بھی اقدامات کیے ہیں وہ سراسر برحق ہیں۔ اس میں کسی کو کوئی شک نہیں ہونا چاہئے کہ مطلع حق و صداقت کے اس سراج المنیر کی ہر کرن انسان کی فلاح و بہبود کی ضامن ہے۔

غزوۂ غطفان (غزوۂ ذی امر، غزوۂ انمار)

اس غزوہ کو تین ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ غزوۂ غطفان کیونکہ بنو ثعلبہ اور بنو محارب دونوں بنوغطفان کی ذیلی شاخیں ہیں۔ غزوۂ ذی امر، ذی امر اس مقام کا نام تھا جہاں یہ لشکر جمع ہوا۔ اور اس کا تیسرا نام غزوۂ

Marfat.com

انمار ہے۔ قارئین کرام! اس غزوہ کے مندرجہ بالا تین ناموں کے علاوہ ایک چوتھا نام بھی ہے اور وہ ہے غزوہ فقہر اعلاء۔ یہ نام میں نے خزائن العرفان میں پڑھا ہے اور آپ کے علم کے لئے لکھ دیا ہے۔ یہ غزوہ ماہ ربیع الاول سن 3 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اکثر علماء سیرت نے یہ لکھا ہے کہ حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ 12 ربیع الاول کو بروز پنج شنبہ (بروز جمعرات) مدینہ منورہ سے اس غزوہ کے لیے روانہ ہوئے۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنو غطفان قبیلہ کی ایک شاخ بنو ثعلبہ بن سعید بن ذبیان اور بنو محارب بن خصفہ کے کچھ لوگ ذی امر کے مقام پر اکٹھے ہو رہے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کے زیر نگین علاقہ پر حملہ کر کے لوٹ مار کریں۔ اس شرارت کا سرغنہ دعثور بن حارث بن محارب تھا۔

یہ اطلاع ملتے ہی حضور انور رحمت دو عالم ﷺ نے مجاہدین کو جہاد کی دعوت دی۔ چنانچہ ساڑھے چار سو کی تعداد میں مسلمان حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی قیادت میں ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے۔ ان میں سے کئی مجاہد گھوڑوں پر سوار تھے۔ روانگی سے پہلے نبی کریم نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔

ذوالقصہ کے مقام پر پہنچے تو بنو ثعلبہ میں سے ایک شخص ''جبار بن ثعلبہ'' سے اتفاقیہ ملاقات ہوگئی۔ مسلمانوں نے اس سے پوچھا کدھر جا رہے ہو۔ اس نے کہا روزگار کی تلاش میں یثرب جا رہا ہوں۔ جبار بن ثعلبہ کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا۔ اس نے اپنے قبیلہ کے بارے میں تفصیلی حالات عرض کر دیئے۔ اس نے بتایا کہ وہ کبھی بھی آپ (ﷺ) کا مقابلہ نہیں کریں گے۔ آپ (ﷺ) کی آمد کے بارے میں سنیں گے تو بھاگ جائیں گے اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر چھپ جائیں گے۔ میں آپ (ﷺ) کی اس علاقے میں راہنمائی کے لیے اب آپ کے ساتھ جاؤں گا۔

حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعت دی جو اس نے قبول کر لی۔ اور حضور انور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کر لی۔

حضور انور نبی کریم ﷺ نے اسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا تاکہ اسے دین اسلام کی تعلیم دیں۔ حضرت جبار بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد لشکر اسلام کو اپنی راہنمائی میں اس علاقہ میں لے گیا۔ ان لوگوں کو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی آمد کی جب اطلاع ملی، تو وہ بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور غاروں میں جا کر چھپ گئے۔

حضرت جبار بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ لشکر اسلام کو لے کر اس قبیلہ کے چشموں تک پہنچا۔ بڑے چشمے کا نام ذی امر تھا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے وہاں پڑاؤ کیا اور اپنے خیمے نصب کر دیئے۔ اس روز وہاں موسلا دھار بارش ہوئی۔ سب کے کپڑے بھیگ گئے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ ایک درخت کے نیچے تشریف

Marfat.com

فرما ہوئے اور اپنے گیلے کپڑے سوکھنے کے لیے درخت پر پھیلا دیئے اور خود آرام کرنے کے لیے ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے فرائض انجام دینے میں مشغول ہوگئے۔

آس پاس چھپے مشرکین نے دور سے پہچان لیا کہ حضور (ﷺ) اکیلے استراحت فرما ہیں۔ انہوں نے موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے سردار دعثور (حویرث بن حارث محاربی) کو اس صورت حال سے آگاہ کیا اور اسے کہا کہ وہ جائے۔ اور اس بے خبری میں اس شمع ہدایت کو گل کردے پھر ایسا موقع نہیں ملے گا۔ اس نے اپنی تلوار گلے میں حمائل کی۔ اور دبے پاؤں حضور انور نبی کریم ﷺ کی آرام گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضور (ﷺ) کے سر مبارک کے قریب کھڑے ہوکر اس نے اپنی تلوار کو لہرایا اور کہا۔

''آج آپ (ﷺ) کو مجھ سے کون بچائے گا۔''

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم، الله

اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ بچائے گا۔'' اور دعا فرمائی۔ جب ہی اس نے حضور پُرنور ﷺ پر تلوار چلانے کا ارادہ کیا تو وہ اوندھے منہ گر پڑا۔

یہ پر جلال جواب سن کر اس پر لرزہ طاری ہوگیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ جسے حضور انور نبی کریم ﷺ نے اٹھالیا اور اس سے پوچھا اب بتاؤ تمہیں کون بچائے گا۔ اس نے کہا کوئی بچانے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں ''کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے برگزیدہ رسول ہیں۔'' میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اب لشکر لے کر آپ پر چڑھائی نہیں کروں گا۔

نبی رحمت، سرکار دو عالم ﷺ نے اس کی تلوار اسے واپس کردی۔ اور اس کے بعد وہ وہاں سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گیا۔ اس کے چہرے کی بدلی ہوئی رنگت دیکھ کر قوم نے پوچھا تیرا خانہ خراب ہو تیرے ساتھ کیا بیتی؟ اس نے بتایا کہ جب میں نے برہنہ تلوار ان کے سر پر لہرائی تو ایک طویل قامت شخص ظاہر ہوا۔ اس نے مجھے سینہ پر مکا مارا۔ میں پیٹھ کے بل زمین پر گر گیا۔ میں نے جان لیا کہ یہ فرشتہ ہے۔ میں تو ان کی رسالت پر ایمان لے آیا ہوں۔

اس غزوہ میں مشرکین لشکر اسلام کے پہنچنے سے پہلے یہ بھاگ گئے۔ جنگ کرنے کی انہیں ہمت نہ ہوئی۔ چنانچہ حضور انور رحمت دو عالم ﷺ مع مجاہدین بخیر و عافیت مدینہ منورہ میں مراجعت فرما ہوئے۔ اس غزوہ کے سلسلے میں آپ ﷺ گیارہ دن مدینہ منورہ سے باہر رہے۔

(تلخیص 54، سیرت ابن ہشام، جلد 2: صفحہ 64، طبقات ابن سعد، جلد 2: 34: صفحہ 35، سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 261)

صحیح یہی ہے کہ اس سفر میں حضور انور نبی کریم ﷺ گیارہ دن مدینہ منورہ سے باہر رہے۔ لیکن کچھ کا کہنا ہے کہ اس سفر میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ پندرہ روز مدینہ طیبہ سے باہر رہے۔ ابو عمرو کہتے ہیں کہ صفر کا پورا

Marfat.com

مہینہ اس علاقہ میں گزرا۔ اگر یہ غزوہ ماہ صفر میں ہوا تو پھر اس کا تعلق ہجرت کے دوسرے سال سے ہوگا۔

(سبل الہدیٰ، جلد 4، صفحہ 261)

لیکن دیگر علماء سیرت نے یہ تصریح کی ہے کہ حضور انور نبی کریم ﷺ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو بروز پنج شنبہ (بروز جمعرات) اس غزوہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت شیخ محمد ابوزہرہ نے اپنی تصنیف خاتم النبیین میں یہی تاریخ لکھی ہے اس طرح اس کا تعلق ہجرت کے تیسرے سال سے ہوگا۔ (خاتم النبیین، جلد 2، صفحہ 679)

غزوہ بنی سلیم (غزوہ بحران، غزوۃ الفرع)

یہ تینوں نام ایک ہی غزوے کے ہیں۔ اکثریت نے اسے غزوہ بحران لکھا ہے کچھ نے اسے غزوہ بنی سلیم (حافظ دمیاطی) اور کچھ نے اسے غزوۃ الفرع (صاحب کتاب امتاع الاسماع) لکھا ہے۔

یہ غزوہ ماہ جمادی الاول سن 3 ہجری کے پہلے نصف میں وقوع پذیر ہوا۔ اور یہ غزوہ اسی علاقے میں بنی سلیم وغطفان کے خلاف چوتھا غزوہ تھا۔

بحران حجاز کے علاقے میں ایک مقام کا نام ہے۔ فرع بھی ایک مقام کا نام ہے اور بحران حجاز کے اندر فرع کے اطراف میں ایک معدنیاتی مقام ہے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے مشرق جنوب کی سمت میں کوئی تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

اس غزوہ میں پیغمبر اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر نجد میں مقام بحران پہنچے کیونکہ یہ اطلاع تھی کہ بنوسلیم مدینہ پر چڑھائی کے لئے وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ اسلامی لشکر کی آمد کا سن کر دشمن وہاں سے پہلے ہی فرار ہو گیا۔

مسلمانوں کی کامیابیوں سے انتہائی خوشگوار نتائج برآمد ہو رہے تھے۔ مدینہ منورہ پر اگرچہ قریش کی طرف سے کسی فوری حملے کا امکان کم تھا۔ بہر حال دیگر قبائل مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی سازشوں میں بدستور مصروف رہے اور وہ کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھے کہ مدینہ کا دفاع ذرا کمزور ہو تو وہ مدینہ پر لاؤلشکر لے کر چڑھ دوڑیں۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اطلاعات موصول ہوئیں کہ بحران کے مقام پر بنوسلیم جمع ہو رہے ہیں اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ 300 صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے مشرق جنوب میں کوئی 300 کلومیٹر کے فاصلے پر فرع کے قریب مقام بحران پر بنوسلیم کی سرکوبی کے لیے پہنچے۔ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا اور اس مہم کی قیادت خود فرمائی تھی۔

بحران پہنچنے سے ایک رات پہلے حضور انور نبی کریم ﷺ کو راستے میں بنی سلیم کا ایک شخص ملا۔ اس سے آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ دشمن کے لوگ مختلف جگہوں پر منتشر ہو گئے ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اس

Marfat.com

شخص کو ایک دوسرے آدمی کے ساتھ روک لیا اور آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ بحران کے مقام پر پہنچ کر آپ ﷺ کو اس شخص کی خبر کی تصدیق ہوگئی۔ جب اسلامی لشکر بحران پہنچا تو دشمن کا وہاں نام ونشان تک نہ تھا۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو چھوڑ دیا۔ وہاں چند دن قیام فرمایا۔ دشمن سے کوئی مقابلہ یا جنگ نہیں ہوئی اور آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اس غزوہ میں آپ ﷺ کو دس دن لگے۔

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 35...... تلقیح صفحہ 55...... کتاب امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 107)

سریہ قردہ یا سریہ زید بن حارثہ

یہ سریہ ماہ جمادی الآخر سن 3 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

قردہ دراصل چشمے کا نام ہے۔

مشرکین مکہ نے حالات کے پیش نظر ایک تجارتی قافلہ جس میں شامل افراد کی تعداد کا پتہ نہیں، صفوان بن امیہ یا ابوسفیان کی سربراہی میں نئے راستے سے ملک شام کے لئے روانہ کیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سو (100) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک دستہ لے کر اس قافلہ کا راستہ روک لینے، حراساں کرنے کے لئے قردہ نامی چشمے پر پہنچے۔ دشمن مال واسباب چھوڑ کر فرار ہوگیا۔ دشمن کا ایک آدمی گرفتار ہوا اور ان کا چھوڑا ہوا سامان وافر مقدار میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

قارئین کرام! آپ کو بخوبی علم ہے کہ قریش مکہ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ گرمیوں میں ان کے تجارتی کارواں شام کی طرف اور سردیوں میں ان کے تجارتی قافلے یمن اور حبشہ کو جایا کرتے تھے۔ شام جانے کے لیے وہ اس تجارتی شاہراہ کو اختیار کیا کرتے جو بحر احمر کے کنارے کنارے جاتی تھی۔ اور بدر کے مقام سے گزر کر آگے جاتی تھی۔

حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آنے کے بعد یہ شاہراہ اہل مکہ کے لیے دن بدن خطرناک بنتی جا رہی تھی۔ حضور پُرنور سرور دو عالم ﷺ نے مدینہ تشریف لانے کے بعد جلد ہی اس شاہراہ کے اردگرد آباد قبائل سے دوستانہ معاہدہ کر لیے تھے۔ پھر یہ معمول رہا کہ اہل مکہ کا چھوٹا بڑا جو تجارتی قافلہ ادھر سے گزرتا مسلمان اس کا تعاقب کرتے۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی شاندار فتح اور کفار مکہ کی ذلت آمیز شکست کے بعد تو اہل مکہ کے لیے ممکن ہی نہ رہا کہ وہ اس شاہراہ کے ذریعہ اپنا قیمتی سامان تجارت شام کی منڈیوں میں لے جائیں۔

اہل مکہ کو ان حالات میں اپنی روزی کی فکر لاحق ہوگئی اور انہیں مستقبل قریب میں شدید دشواریاں نظر آنے لگیں۔ اسی صورت حال کے پیش نظر صفوان بن امیہ نے ایک روز اپنی قوم کے اصحاب الرائے لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا۔ اس نے کہا: محمد (ﷺ) اور اس کے صحابہ نے ہماری تجارتی شاہراہ کو

Marfat.com

ہمارے لیے نا قابل استعمال بنادیا ہے۔ ان کے صحابہ ہر وقت ساحل سمندر کی گشت پر رہتے ہیں۔ اس علاقہ میں رہائش پذیر تقریباً تمام قبائل نے ان کے ساتھ دوستی کے معاہدے کر لیے ہیں۔ اور بعض نے تو ان کا دین بھی اختیار کرلیا ہے۔ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

اس نے حالات و معاملہ کی نزاکت کو اجاگر کرنے لیے مزید کہا۔ اگر ہم مکہ میں رہتے ہیں اور تجارت کے لیے باہر نہیں نکلتے تو ہمیں اپنے راس المال (جمع جوڑی، پونجی) پر گزارا کرنا پڑے گا اور وہ آخر کب تک چلے گی؟ اور اگر ہم اموال تجارت لے کر شام جاتے ہیں تو مسلمان ہماری گھات لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں سلامتی کے ساتھ گزرنے کی مہلت نہیں دیتے۔ اب بتاؤ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

مکہ کے جہاندیدہ مشرکین میں سے اسود بن مطلب اٹھا اور اس نے کہا: کہ ان حالات میں ہمارے لیے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ ہم کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں۔ ساحل سمندر کے راستہ کے بجائے عراق کے راستہ سے شام جائیں۔ اس کے لئے میں تمہیں ایک ایسے راہبر کا پتہ دیتا ہوں جو اس راستہ کے پیچ وخم سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے کہا: فرات بن حیان جو بنو بکر بن وائل کا ایک ماہر طریق راہ دان، راستے جاننے والا ہے اس کی راہنمائی میں تم اپنا سفر سلامتی اور آسانی کے ساتھ طے کر سکتے ہو۔

اتفاق سے فرات بن حیان اس مجلس میں اس وقت وہاں موجود تھا۔ یہ سن کر وہ اٹھا۔ اس نے کہا! واقعی یہ راستہ مسلمانوں کی زد سے بہت دور ہے۔ ہم نے کبھی کسی مسلمان کو ادھر آتے جاتے نہیں دیکھا۔ یہ راستہ جنگلوں اور کوہستانی علاقوں سے گزر کر جاتا ہے۔ اور محفوظ ہے۔

اس تجویز کو سب حاضرین نے پسند کیا۔ صفوان بن امیہ نے تیاری شروع کر دی۔ سامان تجارت میں زیادہ تر چاندی کی مصنوعات تھیں۔ چاندی کے زیورات، چاندی کے ظروف اور دیگر اشیاء ان کی مالیت ایک لاکھ درہم تھی۔ اس قافلے میں قریش کے کئی بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ جیسے ابوسفیان، صفوان بن امیہ، عبداللہ بن ربیعہ اور حویطب بن عبدالعزیٰ۔

اہل مکہ جب یہ تجویزیں سوچ رہے تھے وہاں مدینہ طیبہ کا ایک آدمی نعیم بن مسعود الاشجعی موجود تھا۔ وہ واپس آیا تو اس نے یہ بات اہل مدینہ کو بتائی۔ اس کا حضور انور نبی کریم سرور کائنات ﷺ کو علم ہوا تو حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے ایک سو (100) شاہ سواروں کا دستہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس قافلہ کا راستہ روکنے کے لیے روانہ کیا۔ جانبازوں کے اس گروہ نے صفوان بن امیہ کے اس کارواں کو القردہ نامی چشمہ کے قریب اپنے گھیرے میں لے لیا۔

اس قافلہ کے مکی سرداروں، شرکاء اور محافظوں نے جب مسلمانوں کی آمد کی اچانک خبر سنی۔ تو اتنے خوفزدہ ہوئے کہ اپنے قیمتی سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کو وہیں چھوڑا اور خود بھاگ گئے۔

Marfat.com

مسلمانوں نے ایک شخص جس کا نام بنام فرات بن حیان تھا اس کو قیدی بنالیا گیا۔ فرات بن حیان کو اہل قافلہ نے کہیں سے پکڑا تھا اور وہ ان کا قیدی تھا۔ اس نے بعد میں اسلام قبول کرلیا۔ سامان جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا اس میں زیادہ تر چاندی تھی جس کی مالیت تقریباً ایک لاکھ درہم تھی۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ یہ گراں بہا اموال غنیمت لے کر اپنے آقا حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت میں بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ فخر کائنات، اصل الموجودات نبی کریم ﷺ نے حسب فرمان الٰہی اس سے خمس (پانچواں حصہ) نکالا جس کی قیمت بیس ہزار درہم تھی اور بقیہ اموال کو مجاہدین اسلام میں تقسیم فرما دیا۔

(تلخیص 55-سیرۃ ابن ہشام، جلد 2: صفحہ 50-ابن خلدون، جلد 2: صفحہ 23-حیاۃ سیدنا محمد' محمد حسین ہیکل، جلد 1، صفحہ 278 ودیگر کتب سیرت)

Marfat.com

غزوۂ اُحد

یہ غزوۂ ماہ شوال سن 3 ہجری میں وقوع پذیر ہوا اور اس کی تاریخ کے بارے میں سیرت نگاروں و مورخین کی اکثریت نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ 8 شوال بروز ہفتہ بمطابق 23 مارچ سن 625 عیسوی میں وقوع پذیر ہوا۔

چند اہم نکات

مشرکین مکہ کے مقتولین کی تعداد

میری سمجھ و نظر میں یہ بہت ہی اہم نکتہ ہے اسی لئے میں مختصراً اسے سب سے پہلے بیان کر رہا ہوں۔ حضرت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق ان کی تعداد بائیس (22) تھی لیکن اصحاب مغازی اور اہل سیر نے اس معرکے کی جو تفصیلات ذکر کی ہیں اور جن میں ضمناً جنگ کے مختلف مرحلوں میں مارے جانے والے مشرکین مکہ کا ذکر آیا ہے ان پر گہری نظر رکھتے ہوئے حقیقت پسندی کے ساتھ حساب لگایا جائے تو تعداد بائیس (22) نہیں بلکہ سینتیس (37) ہوتی ہے۔ اس لئے دیکھئے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 122 تا 129 - فتح الباری جلد 7 صفحہ 351 - غزوہ احد از محمد احمد باشمیل صفحہ 277 تا 280)

قارئین کرام! راقم الحروف یا اس کتاب کے مصنف نے علامہ محمد احمد باشمیل رحمۃ اللہ علیہ کے اشاروں کی محنت سے متاثر ہو کر مشرکین مکہ کے مقتولین کی تعداد کے بارے میں بہت دلجمعی سے، بہت ساری معتبر اور ماٰخذ کتابوں سے مصدقہ تحقیق کی ہے اور اس تحقیق میں میں نے قتل ہونے والے مشرکین مکہ کے تمام واقعات تسلسل کے ساتھ تفصیل سے لکھے ہیں۔ ان میں اکثر گم نام واقعات ہیں یعنی کہ ان میں مارے جانے والوں کا نام معلوم نہیں ہے۔ لیکن میں نے جہاں تک ہو سکا ہے وقوع کے لحاظ سے ترتیب سے، مفصل اور بمعہ حوالے کے لکھا ہے تاکہ اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

میری اس مکمل تحقیق کو آپ اس باب کے آخر میں پڑھ سکیں گے۔ میری اس تحقیق سے غزوۂ اُحد میں مشرکین مکہ کے مقتولین کی تعداد کم از کم باون (52) ہو گئی ہے۔ قرآن حکیم میں سورہ نساء کی آیت پاک 109 میں یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ مسلمانوں کے شہداء اور مشرکین کے مقتولین کی تعداد میں زیادہ فرق نہیں ہے۔

Marfat.com

اس آیت پاک کی روشنی میں ہمیں اس پر مزید تحقیق کرنی چاہیے کیونکہ شہداء اور مشرکین کے مقتولین کی تعداد کا نمایاں فرق ہر کسی کو بہت بُرا تاثر دیتا ہے اور غزوۂ اُحد میں فتح و شکست کے الفاظ اسی تاثیر سے جنم لیتے ہیں۔ ہمیں مزید تحقیق کر کے قرآن حکیم کی صداقت (سورہ نساء آیت پاک 109 کی صداقت) کو دنیا پر ظاہر کرنا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں تحقیق کی توفیق دے۔ (آمین)

غزوۂ اُحد کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے چند ضروری مقامات کا محل وقوع، ان کا درمیانی فاصلہ، سمت اور لشکروں کی پوزیشن وغیرہ کا پتہ ہو تو زیادہ آسانی رہے گی اور پورے پورے مستفید ہو سکیں گے۔

جبل اُحد اس پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ سے شمال کی جانب نظر آتا ہے۔ بڑی چیزیں، پہاڑ وغیرہ دور سے دیکھنے میں مقابلتاً نزدیک نظر آتی ہیں اس لیے یہ پہاڑ بھی ایسے لگتا ہے کہ مدینہ کے بالکل قریب ہے لیکن حقیقت میں یہ پہاڑ مسجد نبوی یا اس وقت کے شہر مدینہ سے کوئی چار کلومیٹر دور ہے۔ یہ پہاڑ اندازاً ساڑھے پانچ کلومیٹر لمبا ہے اور لمبائی کے لحاظ سے شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔

احد اور مدینہ کے درمیان کئی چھوٹی بڑی آبادیاں یا محلے تھے۔ ایک مقام شوط بھی تھا جو مدینہ کے شمال مشرق میں شیخین کے قریب تھا۔ اس کے دائیں جانب حرہ پر بنی عبدالاشہل کا محلّہ تھا۔ اور اس سے آگے بنی حارثہ کی آبادی تھی۔

جبل احد، مدینہ کے شمال میں پانچ کلومیٹر پر شرقاً غرباً بخط مستقیم یعنی بہت حد تک خط مستقیم کی طرح سیدھا پھیلا ہوا ہے۔ اس پہاڑ کی جنوبی جانب یعنی کہ مدینہ کی طرف پہاڑ کے وسط میں نعل (n) نما خلا ہے جو کافی وسیع ہے یعنی جہاں سے پہاڑ اپنے خط مستقیم سے پیچھے ہٹ گیا ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں لشکر اسلام جا کے ٹھہرا، نماز فجر پڑھی اور جنگ کے لیے پوزیشن اختیار کی۔

جبل عینین ایک پہاڑی ٹیلے کا نام ہے۔ عینین کا مطلب ہے دو چشموں والا۔ کیونکہ اس سے دو چشمے نکلتے ہیں۔ جبل عینین کی لمبائی چوڑائی اندازاً ساٹھ، ستر میٹر تو ہوگی اور اوپر سے اس کی سطح ڈھلوان کی شکل میں قدرے ہموار ہے۔ یہ جبل اُحد کے نعل n نما حصہ سے سامنے جنوب کی طرف اندازاً تین سو میٹر دور ہے۔

لشکر مشرکین مکہ سے مدینہ کے لیے عام شاہراہ سے آیا۔ اور مکہ سے مدینہ کی سمت شمال ہے یہ لشکر شہر مدینہ کو بائی پاس کر کے مدینہ شہر کے شمال میں پہنچا اور مدینہ سے تین کلومیٹر آگے اور دامن جبل اُحد سے ایک کلومیٹر پہلے ایک کھلے میدان میں خیمہ زن ہو گیا۔

لشکر اسلام جب مدینہ سے چلا تو سیدھے شمال کی طرف جانے کے بجائے شمال مشرق کا درمیانی راستہ اختیار کیا گیا تاکہ لشکر کفار کی ان پر نظر نہ پڑے یا مشرکین کو لشکر اسلام کی حرکت معلوم نہ ہو سکے اور پھر آگے جا کر حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کھیتوں میں سے لشکر اسلام کو دائیں طرف گھما کر جبل اُحد کے نعل نا دامن میں لے

Marfat.com

گئے۔یہیں سب نے نماز فجر ادا کی اور جنگ کے لیے لشکر اسلام نے پوزیشن اختیار کی۔

اب لشکر اسلام کی پشت پر کوہ اُحد تھا۔ بالکل سامنے جنوب کی سمت میں ایک کلو میٹر دور لشکر و خیمہ جات مشرکین اور اسی سمت میں مزید تین کلو میٹر دور شہر مدینہ منورہ اور لشکر اسلام کے بائیں طرف اور سامنے مرکز قیادت سے کوئی دو سو میٹر دور جبل عینین تھا۔

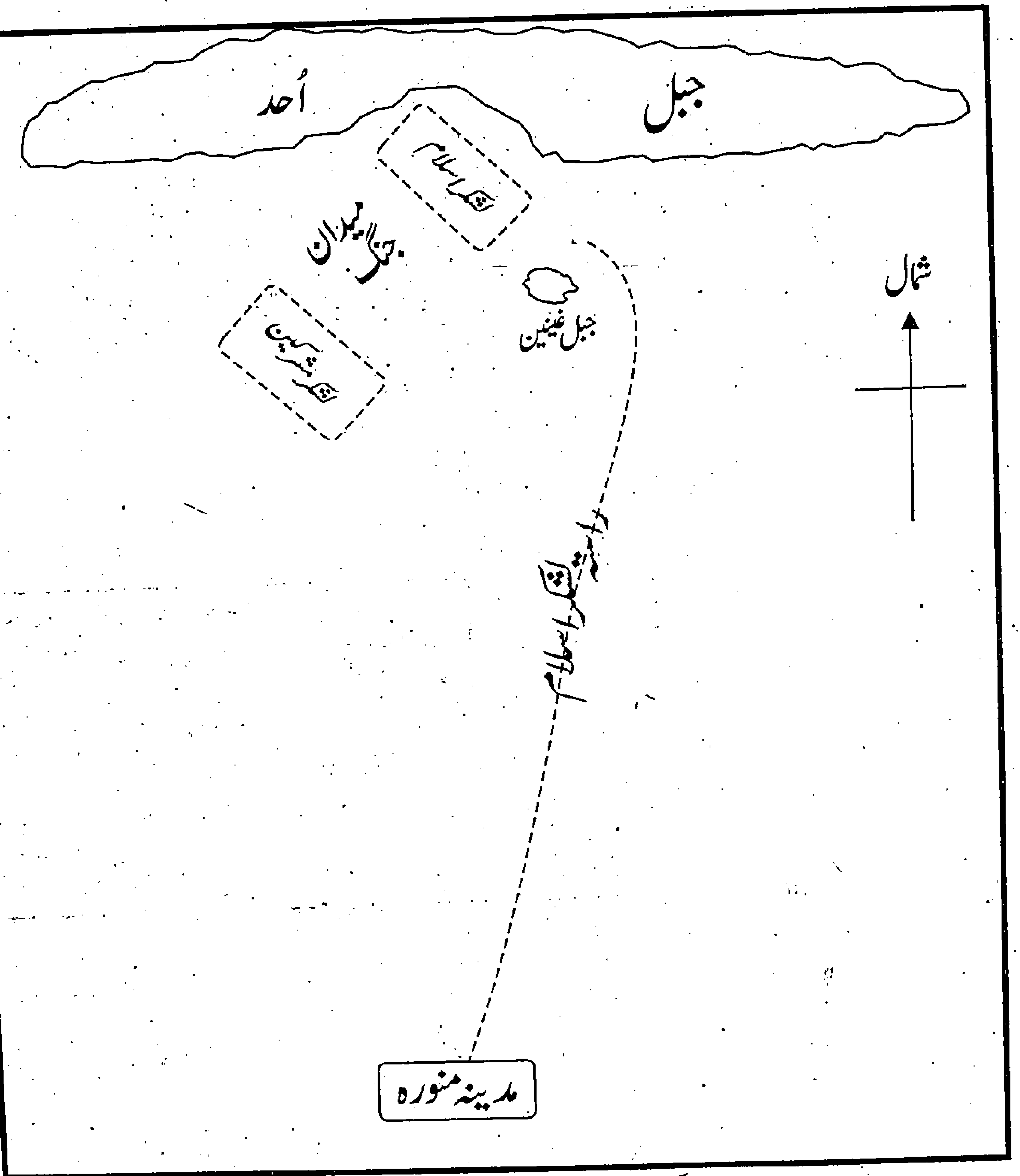

اس نقشہ کو اپنی یادداشت میں رکھیں، یہ غزوۂ اُحد کو سمجھنے میں بہت مدد دے گا۔

انتقام کی آگ

غزوۂ اُحد کا بنیادی سبب وہ جذبہ انتقام تھا جو بدر کے مقام پر شکست سے دوچار ہونے کے بعد مشرکین

Marfat.com

مکہ کے دلوں میں پیدا ہوا۔ غزوۂ بدر میں ان کے 70 جانباز لقمہ اجل بنے تھے ان میں سرداران قریش بھی شامل تھے۔ قریش کو جو عسکری حوالے سے عرب میں برتری حاصل تھی وہ بھی خاک میں مل گئی اور زندگی کے ہر پہلو میں ان کا وقار بری طرح مجروح ہوا۔

غزوۂ بدر میں شکست کے بعد مشرکین مکہ کے جنگی جنون اور جوش انتقام کو دیکھ کر اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ کفار اور مسلمانوں کے درمیان ایک اور بڑا معرکہ برپا ہونے والا ہے۔ یہودی بھی مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے سیاسی اثر ورسوخ سے خوفزدہ تھے۔ دیگر قبائل عرب کو بھی اپنی غیر اخلاقی سرگرمیوں کے دروازے بند ہوتے دکھائی دینے لگے۔

چنانچہ اسلام دشمنی کی قدر مشترک نے اسلام مخالف ان تمام قوتوں کو ذہنی طور پر ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا۔ عالم کفر متحد ہو کر اسلام پر ضرب کاری لگانے کے خواب دیکھنے لگا، قریش تو آپے سے باہر ہوتے جا رہے تھے کہ کب وہ مقتولین بدر کا انتقام لیں اور اپنے سینے کی آگ کو ٹھنڈا کریں۔

دراصل وادی بدر میں قریش مکہ کی پسپائی صرف جنگی نوعیت کی ہزیمت نہ تھی بلکہ اس نے ان کی زندگی کے سارے گوشوں کو شکست وریخت سے دوچار کر دیا تھا۔ جزیرہ عرب کے تقریباً تمام باشندے اصنام پرست تھے اصنام پرستی کا سب سے بڑا مرکز مکہ تھا۔ اس مرکزی صنم کدہ کے خدمت گزار وہاں کے نظم ونسق کے ذمہ دار، دور دراز سے آنے والے زائرین کو پوجا پاٹ کے آداب سکھانے اور ان سے گراں بہا نذرانے وصول کر کے اپنی تجوریاں بھرنے والے قریش مشرکین مکہ ہی تھے۔ اس شکست نے صرف قریش کی سطوت کو ہی پارہ پارہ نہ کر دیا تھا۔ بلکہ ان کے بتوں کی خدائی کے عقیدہ پر بھی کاری چوٹ لگائی تھی۔

قریش کا ان بتوں کے استھانوں کے متولی ہونے کی وجہ سے سارا عرب ان کی عزت وتکریم کیا کرتا تھا۔ اب جو بتوں کے بارے میں بدر میں شکست فاش کے سبب لوگوں کا عقیدہ متزلزل ہو گیا تو وہ لوگ پہلے کی طرح ان کی راہ میں آنکھیں نہیں بچھایا کریں گے۔ یہ نقصان اہل مکہ کے لیے اس جنگی پسپائی سے کہیں زیادہ کربناک وخطرناک تھا۔

بدر کے اس معرکہ میں مسلمانوں کی شاندار کامیابی نے انہیں اس تجارتی شاہراہ سے محروم کر دیا تھا جس کے ذریعہ ان کے تجارتی کارواں ملک شام اور دیگر نواحی ممالک میں بڑی آزادی اور آسانی سے آمد ورفت رکھتے تھے۔ اور انہیں تجارتی کاروانوں پر ان کی معیشت کا دارومدار تھا۔ قریش مکہ کو یہ علم تھا کہ اگر یہ تجارت کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے تو مکہ کی وادی جو زراعت کے لحاظ سے بیکار وبنجر تھی اس میں ان کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔

ابھی تک جزیرہ عرب میں بسنے والے سارے قبائل قریش کی سیاسی برتری کو غیر متنازعہ سمجھتے تھے۔ لیکن

Marfat.com

اس شکست نے ان کی پیشانی پر کلنک کا جو ٹیکہ لگایا تھا اگر یہ برقرار رہا، تو کوئی بعید نہیں کہ ان کی یہ مسلمہ حیثیت متنازعہ فیہ بن جائے۔ اور قریش مکہ کو کمزور دیکھ کر کئی دوسرے قبائل اس منصب کو حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگیں۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے سب سے بڑی بات جو ہر لحظہ ہر آن ولحہ کانٹا بن کر ان کے جگر میں چبھتی اور ان کو بے قرار کرتی تھی وہ ان کے ستر (70) مقتول تھے۔ جن میں ان کے چوٹی کے متعدد سردار بھی تھے۔ مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ رہا تھا جہاں کسی کا باپ، کسی کا بھائی، کسی کا بیٹا، یا بہت قریبی عزیز موت کی بھینٹ نہ چڑھا ہو۔ یہ آتش انتقام ہر ایک کے دل میں ہر وقت بھڑکتی رہتی تھی جس نے ان کی رات کی نیند اور دن کے آرام کو حرام کر دیا تھا۔

غزوۂ اُحد کا دوسرا بڑا سبب یہودیوں کا وہ ردعمل تھا جو قدرتی طور پر ان کے اندر بدر میں فتح حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کے خلاف پیدا ہوا۔ وہ کسی قیمت پر بھی مسلمانوں کو اپنے معاشرے میں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ حالانکہ مسلمانوں کے ساتھ باقاعدہ وہ ایک معاہدہ کے فریق تھے۔ لیکن پرامن بقائے باہمی کے معاہدے پر وہ زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکے۔ یہودی قبائل مشرکین مکہ کو بھڑکانے اور دیگر قبائل کو اسلام کے خلاف متحد ہونے کی ترغیب دینے میں پیش پیش تھے۔

مشرکین مکہ تو خود مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے تیار تھے۔ یہودیوں نے مختلف ذرائع سے ان کے اس جذبہ انتقام کو اور ابھارا اور جنگ کو مستقبل قریب میں ہی یقینی بنا دیا۔

اہل مکہ کو معرکہ بدر میں شکست و ہزیمت کی جو زک اور اپنے صنادید و اشراف کے قتل کا جو صدمہ برداشت کرنا پڑا تھا اس کے سبب وہ مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب سے مسلسل کھول رہے تھے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنے مقتولین پر آہ و فغاں کرنے سے بھی روک دیا تھا اور قیدیوں کے فدیے کی ادائیگی میں جلد بازی کا مظاہرہ کرنے سے منع کر دیا تھا تاکہ مسلمان، اہل مدینہ ان کے رنج و غم کی شدت کا اندازہ نہ کر سکیں۔ پھر انہوں نے جنگ بدر کے بعد یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں سے ایک بھرپور جنگ لڑ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں اور اپنے جذبہ غیظ وغضب کو تسکین دیں۔

ابوسفیان نے رات کی تاریکی میں مدینہ طیبہ پر حملہ کر کے بدلہ چکانے کی کوشش کی لیکن یہ کوشش الٹا ان کی رسوائی کا باعث بنی۔ غزوۂ سویق میں جب لشکر اسلام نے ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے اپنے سامان رسد کی سینکڑوں بوریاں راستہ میں پھینک کر اپنی جانیں بچا کر بھاگ جانے کو ہی غنیمت جانا۔ اس لیے انہوں نے ضروری سمجھا کہ اجتماعی طور پر کوئی موثر قدم اٹھایا جائے۔

یہ وہ مجموعی اسباب تھے جنہوں نے قریش مکہ کو مجبور کر دیا کہ وہ مسلمانوں سے نبرد آزما ہوں اور قبائل

Marfat.com

عرب میں اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالا دیں۔ اپنے خداؤں کے ڈولتے ہوئے سنگھاسن کو گرنے سے بچائیں اور مسلمانوں کا خون بہا کر اپنی آتش انتقام کو ٹھنڈا کریں۔

مشرکین کی جنگی تیاریاں

مسلمانوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کے متفقہ فیصلے کے ساتھ ہی انہوں نے اس طرح کی معرکہ آرائی کے لئے تیاری بھی شروع کردی، اس معاملے میں سرداران قریش میں سے عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ، ابوسفیان بن حرب، اور عبداللہ بن ربیعہ زیادہ پرجوش اور سب سے پیش پیش تھے۔

ان لوگوں نے اس سلسلے میں پہلا کام یہ کیا کہ ابوسفیان کا وہ قافلہ جو جنگ بدر کا باعث بنا تھا اور جسے ابوسفیان بچا کر نکال لے جانے میں کامیاب ہوگیا تھا وہ سارا سامان بھی تک دارالندوہ میں محفوظ تھا۔ حسب معمول کسی حصہ دار کو اس کا سرمایہ اور اس پر اس کا نفع واپس نہیں دیا گیا تھا۔ کیونکہ جنگ بدر کی وجہ سے مکہ کے حالات بہت خراب تھے۔

ایک روز اہل مکہ کا ایک وفد جو عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام، صفوان بن امیہ اور چند دیگر ایسے افراد پر مشتمل تھا جن کے باپ یا بیٹے یا بھائی بدر میں قتل ہوئے تھے' ابوسفیان کے پاس گیا۔ اور اسے کہا: کہ محمد (ﷺ) نے ساری قوم کو تباہ کردیا ہے۔ ہمارے چوٹی کے سرداروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ جب تک ہم ان سے اپنے مقتولوں کا انتقام نہ لے لیں ہمارے دلوں کو قرار اور روحوں کو چین نصیب نہیں ہوسکتا۔

اے ابوسفیان، اے سردار قوم، اس سلسلہ میں ہم دو درخواستیں پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ پہلی درخواست تو یہ ہے کہ آپ ہمارے لشکر کی قیادت قبول کریں اور دوسری درخواست یہ ہے کہ اس جنگ کے اخراجات کے لیے ہمارے ساتھ مالی تعاون کریں۔ انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس کی آسان صورت یہ ہے کہ اس تجارتی قافلے کا اصل سرمایہ ان کے مالکوں کو واپس کردیا جائے اور اس سے اس دفعہ جو نفع ہوا ہے وہ تمام لوگ اس انتقامی جنگ کے فنڈ میں جمع کروادیں تاکہ جنگ کے اخراجات آسانی سے پورے کیے جاسکیں۔

ابوسفیان کو اپنی قوم کی پہلی درخواست قبول کرنے میں کیا تامل ہوسکتا تھا اس نے اسے فوراً قبول کرلیا اور دوسری درخواست کے بارے میں اس نے بڑے پُر اعتماد لہجے میں کہا کہ ”سب سے پہلے میں اپنا نفع اس مقصد کے لیے پیش کرتا ہوں اور میرے ساتھ اولاد عبدالمطلب بھی اپنا اپنا نفع پیش کرتے ہیں۔“

(تاریخ الخمیس جلد 1، صفحہ 419)

وہ لوگ ایک دینار کے ساتھ ایک دینار نفع کمایا کرتے تھے۔ کل سرمایہ کی مالیت پچاس ہزار پونڈ تھی جو

Marfat.com

ایک ہزار اونٹوں پر لاد کر لایا گیا تھا۔ اس حساب سے اس سرمایہ پر نفع پچاس ہزار پونڈ تھا۔ چنانچہ اس سرمایہ کے مالکوں نے اپنے اصل سرمایہ کے ساتھ بڑی خوشی سے پچاس ہزار پونڈ نفع کی رقم اس فنڈ میں جمع کرادی۔

قریش تجارت پیشہ ہونے کی وجہ سے عرب معاشرے میں متمول اور خوشحال سمجھے جاتے تھے اس لیے اسلحہ کی فراہمی ان کے لیے کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا تاہم جس بڑے معرکے کی وہ تیاریاں کر رہے تھے اس کے لیے زیادہ سے زیادہ وسائل درکار تھے۔

قریش کی پارلیمنٹ دارالندوہ میں غزوۂ بدر میں شکست کا بدلہ لینے اور جملہ جنگی تیاریوں کے لیے مطلوبہ اخراجات کا مسئلہ زیر بحث آیا، کافی بحث و تمحیص کے بعد قریش کے تین نامور سرداروں عبداللہ بن ربیعہ، صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابوجہل کی جانب سے پچاس ہزار دینار کا جنگی بجٹ پیش کیا گیا۔ ان مصارف کو اکٹھا کرنے کے لیے پہلا فیصلہ یہ ہوا کہ ابوسفیان جس تجارتی قافلے کو لے کر آیا ہے اس کا سارا سرمایہ آئندہ جنگ کے لیے مختص کیا جاتا ہے، طے پایا کہ اجتماعی مفادات کے پیش نظر سرمایہ کاری کرنے والے افراد کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ بجٹ پیش کرنے والے موثر افراد تھے اس لیے ان کے فیصلے کی کوئی مخالفت نہ ہوئی اور اجتماعی مفادات کے تحفظ کے نام پر اس تجارتی قافلے کے سارے سرمائے کو جنگ کا ایندھن بنادیا گیا۔ (تاریخ الخمیس جلد 1، صفحہ 419)

اس واقعہ کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ انفال کی آیت 36 نازل فرمائی جس میں ارشاد ربّ العالمین ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۝

ترجمہ: ''بیشک کافر خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور یہ آئندہ بھی اسی طرح خرچ کریں گے۔ پھر ہو جائے گا یہ خرچ کرنا ان کے لیے باعث حسرت و افسوس پھر وہ مغلوب کردیئے جائیں گے۔''

سرداران مشرکین مکہ نے نوحہ گری، ماتم و آہ و بکا اس لیے حکماً بند کردی کہ یہ جنگی تیاریوں میں رکاوٹ ڈال رہی ہے اور ساری قوم کے رہے سہے حوصلے پست ہو رہے ہیں۔

حالانکہ عرب رسم و رواج کے مطابق مرنے والوں کے لیے صف ماتم بچھائی جاتی، عورتیں بین کرتیں اور شاعر مرثیے لکھتے اور باقاعدہ نوحہ خوانی ہوتی، مقتولین بدر میں تو ان کے بڑے بڑے زعماء شامل تھے، گھر گھر ماتم کدہ بن گیا، آہ و بکا اور چیخ و پکار سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی، یہ نوحہ گری نوجوانوں کے اعصاب پر برا اثر ڈال رہی تھی اور شکست خوردگی کے احساس کو دوچند کر رہی تھی، عمائدین قریش نے نوحہ گری پر پابندی عائد کردی

Marfat.com

کیونکہ یہ نوحہ گری ان کی جنگی تیاریوں میں حائل ہو رہی تھی اور جوانوں کے حوصلے پست ہو رہے تھے۔

جنگی مصارف کے لیے بنیادی فنڈز کی فراہمی کے بعد مشرکین مکہ نے اردگرد کے قبائل میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کی آگ کو بھڑکایا اور انہیں مشتعل کرنے کے لیے بدگمانیوں، غلط فہمیوں اور مسلمانوں پر بہتان تراشیوں کا طوفان کھڑا کر دیا۔ نوجوان خاص کر ان کے جھانسے میں آ گئے اور مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہونے لگے۔ کنانہ اور ثقیف کے مضبوط قبائل سے بھی رابطہ قائم کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ رضا کاروں کی بھرتی کا کام بھی جاری تھا۔ قریش مکہ کی بھرپور کوشش تھی کہ مسلمانوں پر حملہ میں انہیں دیگر قبائل کا تعاون بھی حاصل رہے۔

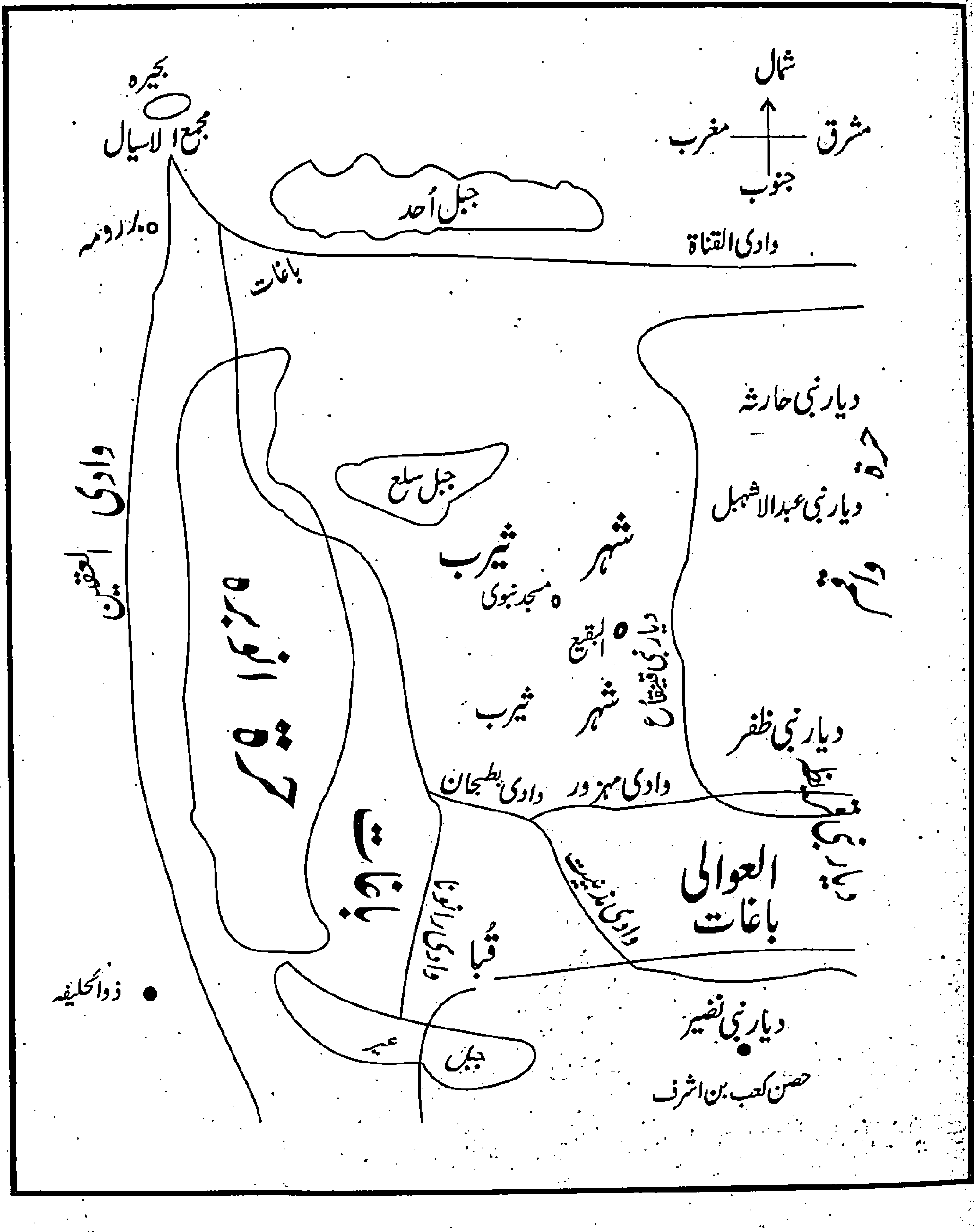

Marfat.com

مالی ضرورتوں کی فراہمی سے مطمئن ہونے اور مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے ابھارنے کے بعد اب انہوں نے جنگجو لوگوں کو جمع کرنے پر توجہ مبذول کی۔ صرف اہل مکہ کو ہی جنگ میں شمولیت کی دعوت نہیں دی۔ بلکہ اپنے میں سے ایسے افراد پر مشتمل ایک وفد تیار کر کے مختلف قبائل کی طرف بھیجا۔ جو اپنی چرب زبانی، یاری اور سیاسی سمجھ بوجھ کے اعتبار سے بڑے ممتاز تھے۔

اس وفد میں مندرجہ ذیل افراد شامل تھے:

عمرو بن عاص، عبداللہ بن الزبعری، ہبیرہ بن وہب، ابوعزہ عمرو بن عبداللہ الجحی کو بھیجا تا کہ مختلف قبائل کے جنگ آزما جوانوں کو اس لشکر میں شریک ہونے کی دعوت دیں۔

عرب شعروشاعری کے رسیا تھے۔ شراب و کباب کی محفلوں میں شعری ذوق کی آبیاری کی جاتی۔ دشمنوں کی ہجو کہنے کا رواج عام تھا۔ رجزیہ شاعری نوجوانوں کے جذبات شجاعت کو ابھارتی۔ چنانچہ جنگی تیاریوں میں جوانوں کو جنگ کے لئے اُبھارنے میں دو شعراء کی خدمات بھی حاصل کی گئیں، مسافع بن عبد مناف، ابوعزہ عمرو بن عبداللہ جمحی کو کنانہ قبائل کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ انہوں نے اپنی شاعری سے ایک آگ سی لگا دی اور جوانوں کے خون کی گردش تیز ہوگئی۔

پھر انہوں نے رضا کارانہ جنگی خدمت کا دروازہ کھول دیا کہ جو احابیش، کنانہ اور اہل تہامہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک ہونا چاہیں وہ قریش کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے ترغیب وتحریص کی مختلف صورتیں بھی اختیار کیں۔ یہاں تک کہ ابوعزہ شاعر جو جنگ بدر میں قید ہوا تھا اور جس کو رسول اللہ ﷺ نے یہ عہد لے کر کہ اب وہ آپ ﷺ کے خلاف کبھی نہ اٹھے گا ازراہ احسان بلا فدیہ چھوڑ دیا تھا۔ اسے صفوان بن امیہ نے ابھارا کہ وہ قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کا کام کرے اور اس سے یہ عہد کیا کہ اگر وہ لڑائی سے بچ کر زندہ وسلامت واپس آ گیا تو اسے مالا مال کر دے گا۔ ورنہ اس کی لڑکیوں کی کفالت کرے گا۔

چنانچہ ابوعزہ نے رسول اللہ ﷺ سے کیے ہوئے عہد و پیمان کو پس پشت ڈال کر جذبات غیرت وحمیت کو شعلہ زن کرنے والے اشعار کے ذریعے قبائل کو بھڑکانا شروع کر دیا۔ اسی طرح قریش نے ایک اور شاعر مسافع بن عبد مناف جمحی کو اس مہم کے لیے تیار کیا۔

ادھر ابوسفیان نے غزوۂ سویق سے ناکام و نامراد بلکہ سامان رسد کی ایک بہت بڑی مقدار سے ہاتھ دھو کر واپس آنے کے بعد مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو ابھارنے اور بھڑکانے میں کچھ زیادہ ہی سرگرمی دکھائی۔

پھر آخر میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سریہ کے واقعے سے قریش کو جس سنگین اور اقتصادی طور پر کمر توڑ خسارہ سے دوچار ہونا پڑا اور انہیں جس قدر بے اندازہ رنج والم پہنچا اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اس

Marfat.com

کے بعد مسلمانوں سے ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لیے قریش کی تیاری کی رفتار میں مزید تیزی آ گئی۔

انہوں نے مختلف قبائل میں جا کر اپنے اثر انگیز اشعار اور خطبات سے لوگوں کے دلوں کو گرمایا اور اہل اسلام کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑکائی۔ چنانچہ شکست فاش کا سال پورا ہوتے ہوتے مشرکین مکہ، قریش مکہ کی جنگی تیاریاں بھی مکمل ہو گئیں۔

ان کے پاس تین ہزار (3000) کا لشکر جرار اکٹھا ہو گیا۔ جن میں قریش، بنو کنانہ اور اہل تہامہ اور احابیش (متفرق قبائل کے لوگ) کے بہادر شریک ہوئے۔ ان میں سات سو (700) زرہ پوش اور دو سو (200) گھڑ سوار تھے۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد 3 صفحہ 20)

قائدینِ قریش کی رائے ہوئی کہ اپنے ساتھ عورتیں بھی لے چلیں تا کہ حرمت و ناموس کی حفاظت کا احساس کچھ زیادہ ہی جذبہ جان سپاری کے ساتھ لڑنے کا سبب بنے۔ لہٰذا اس لشکر میں ان کی عورتیں بھی شامل ہوئیں جن کی تعداد پندرہ تھی۔ سواری اور بار برداری کے لیے تین ہزار (3000) اونٹ تھے۔ اور رسالے کے لیے دو سو گھوڑے۔ ان گھوڑوں کو تازہ دم رکھنے کے لیے انہیں پورے راستے بازو میں لے جایا گیا یعنی کہ ان پر سواری نہیں کی گئی۔ حفاظتی ہتھیاروں میں سات سو (700) زرہیں تھیں۔

ابوسفیان کو پورے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ رسالے کی کمان خالد بن ولید کو دی گئی اور عکرمہ بن ابی جہل کو ان کا معاون بنایا گیا۔ پرچم مقررہ دستوں کے مطابق قبیلہ بنی عبدالدار کے ہاتھ میں دیا گیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد 3 صفحہ 20......زادالمعاد جلد 2 صفحہ 92)

مکہ سے مدینہ اطلاع

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس وقت مکہ میں مقیم تھے اور ابھی تک انہوں نے اظہار ایمان نہیں کیا تھا۔ وہ قریش کی اس ساری جنگی تیاریوں اور نقل و حرکت کو بڑی چابکدستی اور گہرائی سے مطالعہ کر رہے تھے وہ قریش کی ہر پیش رفت پر نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ چنانچہ جیسے ہی مشرکین مکہ کا یہ لشکر حرکت میں آیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس ساری تفصیلات پر مشتمل ایک خط فوراً حضور انور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کر دیا۔

انہوں نے بنی غفار کے ایک آدمی کو مناسب اجرت دی اور اسے کہا کہ یہ خط لے جاؤ اور حضور انور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا کر پیش کرو۔ اسے ہدایت کی کہ وہ بجلی کی سرعت کے ساتھ جائے اور اتنا طویل سفر دو تین دن کے اندر طے کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہو۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قاصد پیغام رسانی میں نہایت پھرتیلا ثابت ہوا۔ اس نے مکہ سے مدینہ تک کوئی پانچ سو (500) کلومیٹر کی مسافت تین دن میں طے کر کے خط حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے حوالے کیا۔

Marfat.com

جب یہ شخص پہنچا تو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ قبا میں تھے وہاں عریضہ پیش کیا۔ حضور انور نبی کریم ﷺ کے حکم سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر سنایا۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا: بخدا! مجھے امید ہے اللہ تبارک وتعالیٰ بہتر کرے گا۔ حکم دیا کہ وہ اس راز کو افشا نہ کریں۔ اور جھٹ مدینہ تشریف لاکر انصار ومہاجرین کے قائدین سے صلاح ومشورہ کیا۔

حضور انور نبی کریم ﷺ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور انہیں اس خط کے بارے میں بتایا۔ انہیں بھی حکم دیا کہ یہ راز کسی کو نہ بتائیں۔ سعد کی بیوی ان کے پاس آئی اور پوچھا کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا ہے۔ انہوں نے غصے سے کہا: تیری ماں مرے! تجھے اس سے کیا واسطہ۔ اس نے کہا: میں نے تمہاری ساری بات سنی ہے، مجھ سے کیا چھپاتے ہو۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ”انا للّٰہ وانا الیہ راجعون“ پڑھا۔

اس کے بعد حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر گزارش کی کہ ان کی بیوی نے ان سے یہ بات کی ہے۔ میں نے اس امر کو عرض کرنا اس لیے ضروری سمجھا کہ اگر یہ بات افشا ہوجائے تو حضور ﷺ یہ خیال نہ فرمائیں کہ میں نے اس راز کو فاش کیا ہے۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”خل عنھا“ ”اس سے درگزر کرو۔ اسے کچھ نہ کہنا۔“

لشکر کفار کی روانگی

اس بھرپور تیاری کے بعد مکی لشکر نے اس حالت میں مدینے کا رخ کیا کہ مسلمانوں کے خلاف غم وغصہ اور انتقام کا جذبہ ان کے دلوں میں شعلہ بن کر بھڑک رہا تھا اور یہ عنقریب پیش آنے والی جنگ کی خونریزی اور شدت کا پتا دے رہا تھا۔

5 شوال سن 3 ہجری بروز بدھ کو کفار کا لشکر جو تین ہزار (3000) جنگ آزما، سورماؤں پر مشتمل تھا اور جس میں سات سو زرہ پوش، دوسو (200) گھڑ سوار، تین ہزار (3000) اونٹ، مدینہ طیبہ کی ایک چھوٹی سی بستی پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہورہے تھے۔ اگرچہ یہ تعداد مسلمانوں کے لشکر سے پانچ گنا زیادہ تھی۔ اور مسلمانوں کے پاس اسلحہ کی جو قلیل مقدار تھی اس کی حیثیت کفار کے بہترین معیاری اور وافر سامان حرب کے سامنے کوئی خاص قابل ذکر وفکر نہ تھی۔

اس کے باوجود اب کی دفعہ مشرکین مکہ میدان جنگ سے فرار کے ایک فیصد امکان کو بھی ختم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی بیویوں کو بھی ہمراہ لے جائیں گے تاکہ انہیں میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگنے کا کوئی تصور ہی نہ کرسکے۔ اور قریش اپنے ناموس کی خاطر جان توڑ کر لڑیں۔ چنانچہ ان کے بڑے بڑے سردار، عالی خاندانوں سے تعلق رکھنے والی اپنی بیویوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔

Marfat.com

مندرجہ ذیل خواتین کے نام کتب تاریخ میں محفوظ ہیں جو اپنے شوہروں کے ہمراہ اس جنگ میں شریک ہوئیں۔

1-هند بنت عتبة

زوجہ ابوسفیان

جو میدان اُحد میں لشکر کا قائد تھا۔ اس کا باپ عتبہ بن ربیعہ جنگِ بدر میں قتل کیا گیا تھا۔

2-ام حكيم بنت حارث بن هشام بن مغيرة

زوجہ عکرمہ بن ابی جہل۔

3-فاطمة بنت وليد بن مغيرة

زوجہ حارث بن ہشام بن مغیرہ۔

4-برزة بنت مسود بن عمر بن عمير الثقفية

زوجہ صفوان بن امیہ۔ یہ عبداللہ بن صفوان کی ماں تھی۔

5-ريطة بنت منبه بن حجاج

زوجہ عمرو بن العاص۔

6-سلافه بنت سعد

زوجہ طلحہ بن ابی طلحہ۔ یہ طلحہ کے تین بیٹوں کی ماں تھی مسافع۔ جلاس اور کلاب یہ کفار کے علمدار تھے اور سب کٹ مرے۔

7-عمره بنت علقمة

بنو حارث کی ایک خاتون۔

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 40......غزوۂ احد، شوقی ابوخلیل صفحہ 18......دیگر کتب سیرت)

جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام تھا۔ جس کا نام وحشی تھا۔ یہ چھوٹے نیزے سے وار کرنے میں بڑا ماہر تھا اس کا نشانہ خطا نہیں جاتا تھا۔ جبیر نے اس کو بلا کر کہا کہ میرے چچا طعیمہ کو حمزہ (رضی اللہ عنہ) نے بدر کے روز قتل کیا تھا۔ اگر اس کے بدلے میں تم حمزہ (رضی اللہ عنہ) کو موت کے گھاٹ اتار دو تو تم آزاد ہو۔ چنانچہ اس نے اس شرط پر یہ کام کرنے کی ہامی بھر لی۔ اور لشکر میں شامل ہو گیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 272)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی عورتیں تھیں جو اس لشکر میں شامل تھیں۔ یہ دفیں بجاتی تھیں۔ اپنے مقتولوں کے مرثیے گاتی تھیں خود بھی آہ و فغاں کرتی تھیں اور لوگوں کو بھی رلاتی تھیں اور ان کے جوش انتقام کو مزید بھڑکاتی تھیں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 272)

ہند زوجہ ابوسفیان، جب بھی وحشی کے پاس سے گزرتی تو اسے یہ کہہ کر شہ کارتی ابھارتی، حوصلہ افزائی کرتی کہ "واہ واہ اے ابودسمہ! (وحشی کی کنیت) ہمیں بھی شفا دو اور خود بھی شفا پاؤ۔" (یعنی خود بھی آزادی پاؤ

Marfat.com

اور ہمیں بھی راحت وخوشی سے ہمکنار کرو) (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 272...... دیگر کتب سیرت)

لشکر کفار میں ایک اور شخص بھی تھا جو بغض وعناد میں کسی سے کم نہ تھا۔ ابو عامر راہب۔ ابو عامر فاسق کا تذکرہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ یہ بھی اپنے پچاس حواریوں سمیت ابوسفیان کے لشکر میں شامل تھا۔ یہ یثرب کے قبیلہ اوس کا فرد تھا۔ اسے اپنے قبیلہ میں وہی اثر ورسوخ حاصل تھا جو عبداللہ بن ابی کو اپنے قبیلہ خزرج میں نصیب تھا۔ پیغمبر اول وآخر واعظم حضور پُرنور سرور کائنات ﷺ کی ہجرت سے پہلے یہ راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اور نبی منتظر کی آمد کے لیے چشم براہ تھا۔ اور ابو عامر لوگوں سے اس آنے والے نبی کے محامد ومکارم ہر وقت بیان کرتا رہتا تھا۔ لوگوں کو بتایا کرتا کہ اب اس نبی کے ظہور کا زمانہ بالکل نزدیک آ گیا ہے۔

پیغمبر بحر وبر، رسول کائنات، سرورِ دو عالم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو اس چودھویں کے چاند کو دیکھ کر اس کے قبیلہ اوس کے سارے مرد وزن حضور پُرنور ﷺ کے گرویدہ ہو گئے اور جس عقیدت کا اظہار اس سے پہلے وہ ابو عامر سے کیا کرتے تھے اس میں سرد مہری رونما ہونے لگی۔ اوس کی احترام وعقیدت میں اچانک یہ تبدیلی اس کے لیے سوہان روح بنتی گئی۔ اور حسد کی آگ اس کے دل میں سلگنے لگی۔ مدینہ طیبہ جہاں حضور پُرنور ﷺ کی عظمت کا آفتاب پورے آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ وہاں ابو عامر کے لیے ٹھہرنا محال ہو گیا۔

مدینہ چھوڑ کر مکہ آ گیا۔ اور کفار کو حضور پُرنور ﷺ کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔ جب لشکر کفار فرزندان اسلام سے نبرد آزما ہونے کے لیے مکہ سے روانہ ہوا تو یہ بھی اپنے ستر یا پچاس حواریوں سمیت لشکر میں شامل ہو گیا۔ وہ کفار مکہ کے سامنے بڑی شیخیاں بگھارا کرتا۔ وہ کہتا کہ جب میدان جنگ میں میرے قبیلہ اوس کے لوگ مجھے تمہارے ساتھ دیکھیں گے تو وہ اسلام کے پرچم کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ آ کر صف بستہ ہو جائیں گے اور ہمارے دوش بدوش کھڑے ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے۔

محبوب ربّ العالمین ﷺ نے اس کے بارے میں اپنے پروردگار کی جناب میں عرض کی تھی۔ الٰہی! اس دشمن حق کو اپنے وطن سے دور تنہائی اور بیکسی کی موت دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (اسے آپ گزشتہ ابواب میں تفصیل سے پڑھ آئے ہیں)

کفار کا لشکر جرار مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے کے لیے طوفان برق وباد کی طرح بڑھا چلا آ رہا تھا۔ جب ان کا گزر ابواء نامی بستی کے پاس سے ہوا تو کینہ توز ہند زوجہ ابوسفیان دور کی کوڑی لائی۔ اپنے خاوند ابوسفیان کو کہنے لگی۔ سنا ہے کہ یہاں محمد (ﷺ) کی والدہ کی قبر ہے۔ تم اسے تلاش کرو اور قبر کھود کر ان کی نعش اپنے قبضہ میں کر لو۔ اگر جنگ میں تمہارے کچھ آدمیوں کو مسلمان قیدی بنالیں تو ان کا فدیہ درہم ودینار کی صورت میں ادا کرنے کے بجائے ہم (حضرت) آمنہ (رضی اللہ عنہا) کا ایک ایک عضو دیتے جائیں گے اور اپنے اسیران جنگ کو آزاد کراتے جائیں گے۔

Marfat.com

ابوسفیان نے یہ بات دیگر سردارانِ قریش کو بتائی سب نے اس کو پسند کیا۔ لیکن ان میں جو لوگ دانشمند تھے انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا: اگر تم نے قبر کھودنے کی رسم شروع کی پھر تمہارے دشمن بنو بکر وغیرہ تمہارے اسلاف کی قبروں کو کھود کر ان کی تذلیل کرنا شروع کردیں گے۔ بہتر ہے کہ فتنہ کے اس دروازہ کو بند ہی رہنے دو۔ اس طرح قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ کی حرمت کو محفوظ رکھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 273)

کفار کا لشکر مدینہ طیبہ کی طرف بڑھتا آرہا تھا۔ اس کی چڑھائی کی خبریں دور ونزدیک پھیل رہی تھیں۔ مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں نے جب سنا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ یہ لشکر جب ذوطویٰ کے مقام پر پہنچا تو عمرو بن سالم خزاعی اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ان سے الگ ہو کر چپکے سے مدینہ منورہ پہنچا اور سارے حالات سے حضور انور نبی کریم ﷺ کو مطلع کیا۔

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فضالہ کے دونوں بیٹوں حضرت انس اور حضرت مونس رضی اللہ عنہما کو مشرکین کے حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ وادی عقیق میں ان کا آمنا سامنا ہوا۔ انہوں نے واپس آکر حضور انور ﷺ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ یہ بھی بتایا کہ عریض کے علاقہ میں کفار نے اپنے گھوڑے اور دیگر مویشی مسلمانوں کے کھیتوں میں چرنے کے لیے چھوڑ دیئے ہیں اور انہوں نے ایک سبز تنکا بھی باقی نہیں رہنے دیا۔

حضور انور نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے سرداروں سے فرداً فرداً رابطہ قائم کیا۔ سپہ سالار مدینہ ﷺ اس بات پر بہت مسرور بھی ہوئے اور مطمئن بھی کہ انہوں نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے پرعزم پایا۔ ان کے حوصلے بہت بلند تھے وہ ہر قسم کی صورتحال سے نمٹنے کے لیے تیار تھے۔ مدینہ پر مشرکین مکہ کا حملہ کسی وقت بھی متوقع تھا۔ مدینہ منورہ میں ہنگامی حالات کا اعلان کردیا گیا۔ صحابہ کرام ہتھیار بند ہو کر پہرہ دینے لگے۔ حتیٰ کہ نماز کی ادائیگی کے وقت بھی ہتھیار بدن سے جدا نہ کیے جاتے۔ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے تمام راستوں پر چوکیاں قائم کردی گئیں۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے گھر کی حفاظت کے لیے بھی خصوصی اقدامات کیے گئے۔ اس حفاظتی دستے میں حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن عبادہ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ (طبقات ابن سعد، جلد 2: صفحہ 137)

پھر حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو ان کی سرگرمیوں اور ان کی فوجی طاقت کا اندازہ لگانے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر تفصیلی حالات بیان کیے حضور پُرنور ﷺ نے انہیں تاکید کی کہ اس بات کی تشہیر نہ کریں اور خود یہ ورد کرنے لگے۔

"ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے اے اللہ! میں تیری قوت سے ہی حملہ کرتا ہوں اور تیری ہی مدد سے ان کا مقابلہ کرتا ہوں۔"

Marfat.com

جمعہ کی رات اوس و خزرج کے نوجوان تمام شب مسجد اور حجرات نبوی کا پہرہ دیتے رہے۔ شہر کے راستوں کی ناکہ بندی کردی گئی تاکہ کوئی کافر حملہ کرنے کی جرأت نہ کرسکے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 273، 274)

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ مکی لشکر معروف کاروانی شاہراہ پر چلتا رہا۔ جب ابواء پہنچا تو ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے یہ تجویز پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ کی قبر اکھیڑ دی جائے۔ لیکن اس دروازے کو کھولنے کے جو سنگین نتائج نکل سکتے تھے اس کے خوف سے قائدین لشکر نے یہ تجویز منظور نہ کی۔

اس کے بعد لشکر نے اپنا سفر بدستور جاری رکھا یہاں تک کہ مدینے کے قریب پہنچ کر پہلے وادی عقیق سے گزرا پھر کسی قدر داہنے جانب کترا کر کوہ اُحد کے قریب عینین نامی ایک مقام جو مدینہ کے شمال میں وادی قناۃ کے کنارے پر واقع ہے اس سے پہلے بائیں طرف مڑ کر وادی قناۃ کے وسط کی طرف بڑھے اور وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ لشکر 6 شوال کو بروز جمعرات یہاں پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ جمعرات کا باقی دن اور جمعہ یہ لوگ یہیں ٹھہرے رہے اور جنگ کے لیے تیاریاں کرتے رہے۔

لشکر اسلام کی تیاریاں

مدینے کے ذرائع اطلاعات مکی لشکر کی ایک ایک خبر مدینہ پہنچا رہے تھے، حتیٰ کہ اس کے پڑاؤ کی بابت آخری خبر بھی پہنچا دی۔ اس وقت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رسول اللہ ﷺ نے فوجی ہائی کمان کی مجلس شوریٰ منعقد فرمائی جس میں مناسب حکمت عملی اختیار کرنے کے لیے صلاح مشورہ کرنا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنا دیکھا ہوا ایک خواب بتلایا۔ آپ ﷺ نے بتلایا کہ واللہ! میں نے ایک بھلی چیز دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ کچھ گائیں ذبح کی جارہی ہیں اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار کے سرے پر کچھ شکستگی ہے یعنی کہ کچھ دندانے پڑ گئے ہیں۔ اور یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک محفوظ زرہ میں داخل کیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے گائے کی یہ تعبیر بتلائی کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قتل (شہید) کیے جائیں گے۔ تلوار میں شکستگی کی تعبیر یہ بتلائی کہ آپ ﷺ کے گھر کا کوئی آدمی شہید ہوگا اور محفوظ زرہ کی یہ تعبیر بتلائی کہ اس سے مراد شہر مدینہ ہے۔

پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے دفاعی حکمت عملی کے متعلق اپنی رائے پیش کی کہ مدینے سے باہر نہ نکلیں بلکہ شہر کے اندر ہی قلعہ بند ہوجائیں۔ اب اگر مشرکین اپنے کیمپ میں مقیم رہتے ہیں تو بےمقصد اور برا قیام ہوگا اور اگر مدینہ میں داخل ہوتے ہیں تو مسلمان گلی کوچے کے ناکوں پر ان سے جنگ کریں گے اور عورتیں چھتوں کے اوپر سے ان پر خشت باری کریں گی۔ یہی صحیح رائے تھی اور اسی رائے سے عبداللہ بن ابی راس المنافقین نے بھی اتفاق کیا جو اس مجلس میں خزرج کے ایک سرکردہ نمائندہ کی حیثیت سے شریک تھا۔

(سیرت ابن ہشام، جلد 2، صفحہ 163)

Marfat.com

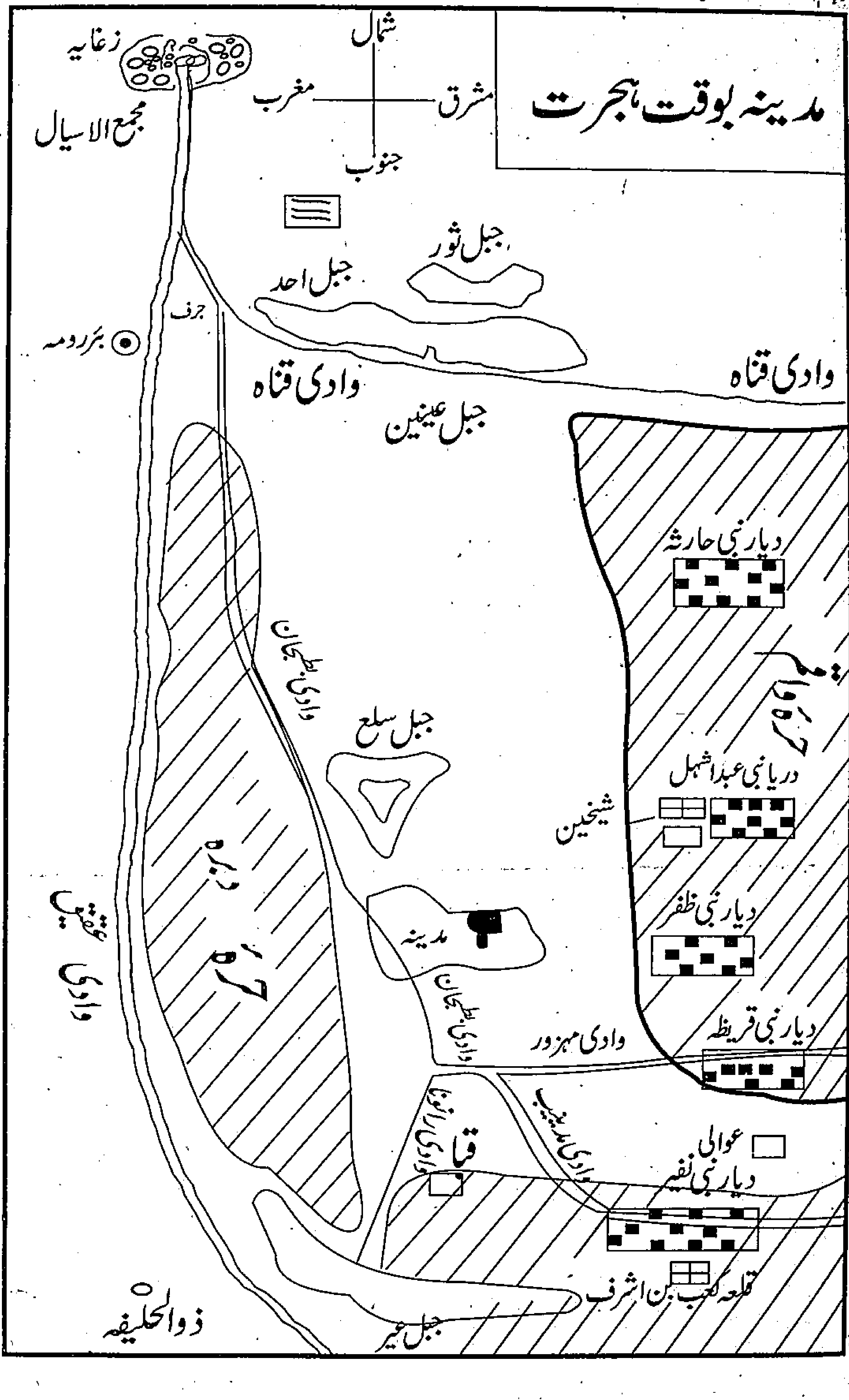
مدینہ بوقت ہجرت
شمال
مغرب
مشرق
جنوب
زغابہ
مجمع الاسیال
جبل ثور
جبل احد
جرف
بئر رومہ
وادی قناۃ
وادی قناۃ
جبل عینین
دیار بنی حارثہ
وادی بطحان
جبل سلع
دریا بنی عبدالاشہل
شیخین
دیار بنی ظفر
مدینہ
وادی عقیق
وادی بطحان
دیار بنی قریظہ
وادی مہزور
وادی رانوناء
قبا
وادی مذینب
عوالی
دیار بنی نضیر
قلعہ کعب بن اشرف
ذوالحلیفہ
جبل عیر

Marfat.com

عبداللہ بن ابی بن سلول (منافقوں کے سردار) کے اتفاق کی بنیاد یہ نہ تھی کہ جنگی نقطہ نظر سے یہی صحیح موقف تھا۔ بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ جنگ سے دور بھی رہے اور کسی کو اس کا احساس بھی نہ ہو۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اس نے چاہا کہ یہ شخص اپنے رفقاء سمیت پہلی بار سرعام رسوا ہو جائے۔ اور ان کے کفر و نفاق پر جو پردہ پڑا ہوا ہے وہ ہٹ جائے اور مسلمانوں کو اپنے مشکل ترین وقت میں معلوم ہو جائے کہ ان کی آستین میں کتنے سانپ رینگ رہے ہیں۔

حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے جو کچھ فرمایا، اکابر مہاجرین وانصار کی بھی یہی رائے تھی۔

لیکن پرجوش نوجوانوں کی ایک جماعت جو کسی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکی تھی اور جنہیں شرف شہادت حاصل کرنے کا از حد شوق تھا۔ وہ حصول شہادت کے شوق فراواں کے باعث اس رائے سے متفق نہ ہو سکے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں لے کر دشمنان حق کے سامنے چلئے۔ وہ یہ نہ خیال کریں کہ ہم بزدل ہیں اس لیے گھروں میں سہم کر بیٹھ گئے ہیں۔

عبداللہ بن ابی بولا: یا رسول اللہ ﷺ! شہر میں ہی ٹھہریئے۔ باہر نہ نکلیے۔ جب بھی شہر سے باہر نکل کر ہم نے دشمن کا مقابلہ کیا ہے ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اور جب بھی دشمن نے شہر میں داخل ہو کر ہم سے جنگ کی ہے تو انہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

لیکن حضرت حمزہ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت نعمان بن مالک رضی اللہ عنہم اور انصار کے چند دیگر نوجوانوں رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر ہم نے ایسا کیا تو کفار یہ سمجھیں گے کہ ہم ان سے ڈر گئے ہیں اور بزدلی کے باعث ہم میدان جنگ میں ان کو نہیں للکار سکے۔

بدر میں ہماری تعداد تین سو تھی ہم نے ان کو دندان شکن شکست دی۔ آج تو ہماری تعداد ایک ہزار ہے ہم تو اس دن کے لیے دعائیں مانگا کرتے تھے اور آج وہ خود چل کر ہمارے پاس آ گئے ہیں۔

سرکار دو عالم ﷺ نے جب ان کے جوش ایمان، شوق شہادت اور اس پر ان کے اصرار کا مشاہدہ فرمایا' تو ان کی رائے جو اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے تھی اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے آمادگی کا اظہار کر دیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 275)

اس مجلس مشاورت میں شمع توحید کے پروانوں نے اپنے جذبہ جان فروشی کا جس انداز سے اظہار کیا اس انداز کا اپنا بانکپن ہے یہ وہ ٹھوس اور سچا انداز ہے جو ہم جیسے کم حوصلہ لوگوں کے لیے عزم، ہمت و حوصلہ بڑھانے کا کام دے سکتا ہے۔ اس لیے چند حضرات کے قلبی تاثرات کا بیان یقیناً امت مسلمہ کے لیے بہت مفید ہوگا۔

اللہ اور اس کے رسول کے شیر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

Marfat.com

"اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ پر یہ کتاب نازل فرمائی۔ کہ میں آج اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک مدینے سے باہر نکل کر میں ان کے ساتھ نبرد آزمانہ ہوں۔"

یہ جمعہ کا دن تھا اس دن بھی آپ روزہ سے تھے اور دوسرے دن بھی آپ نے روزہ رکھا۔ اور اسی روزہ کی حالت میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

"یا رسول اللہ! ہمیں جنت سے محروم نہ فرمائیے۔ اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں ضرور اس میں داخل ہوں گا۔ حضور پُرنور ﷺ نے پوچھا! کیوں؟ عرض کی کیونکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے محبوب سے محبت رکھتا ہوں۔ اور میدان جنگ سے بھاگتا نہیں ہوں۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے سچ کہا ہے۔"

آپ بھی اسی دن شہید ہوئے۔

سب فرزندان اسلام نے اپنے محبوب آقا ﷺ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی۔ حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور اس میں ان کو جدوجہد اور محنت وکوشش کی تلقین فرمائی اور انہیں بتایا کہ جب تک وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہیں گے اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد ان کے شامل حال رہے گی۔

مزید فرمایا کہ صبر اور ثابت قدمی سے ہی غلبہ حاصل ہوسکتا ہے۔ ساتھ ہی حکم دیا کہ دشمن سے مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔ یہ سن کر لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

جمعہ کے بعد نماز عصر بھی مسجد نبوی میں ادا کی گئی۔ حفاظت کے پیش نظر عورتوں اور بچوں کو مختلف گڑھیوں میں ٹھہرا دیا گیا۔ یعنی کہ عورتوں بچوں کو شہر کے مضافاتی یا بیرونی گھروں سے نکال کر محلوں کی بڑی حویلیوں میں منتقل کر دیا تاکہ وہ اکٹھے ہوں اور اپنے آپ کو تنہا اور غیر محفوظ محسوس نہ کریں۔

اس دوران دور (مدینہ کے مضافات میں) رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی وہاں آ چکے تھے۔ سب لوگ مسجد نبوی کے قریب جمع ہو چکے تھے۔ عوالی کے باشندے بھی آ چکے تھے۔ نماز کے بعد آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے۔ ساتھ میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے سر پر عمامہ باندھا اور لباس پہنایا۔ آپ ﷺ نے نیچے اوپر دو زرہیں پہنیں، تلوار حمائل کی اور ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر لوگوں کے سامنے تشریف لائے۔

آپ ﷺ کی دید وحکم برداری کے لیے سب لوگ جمع تھے کہ اس دوران حضرت سعد بن معاذ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما تشریف لے آئے۔ انہوں نے انتظار کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ تم نے حضور ﷺ کو باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے اور اپنے اپنے مشورے دیئے ہیں حالانکہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی

Marfat.com

ہے۔ تمہیں چاہئے کہ اس معاملہ میں فیصلہ کا اعلیٰ اختیار حضور ﷺ کے سپرد کر دو۔ اور حضور ﷺ جو حکم دیں اس کو بجا لاؤ۔

یہ گفتگو جاری تھی کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رحمتِ دو عالم ﷺ باہر تشریف لے آئے۔ حضور ﷺ نے اسلحہ سجایا ہوا تھا۔ زرہ زیب تن فرمائی ہوئی تھی اور کمر مبارک میں کمر بند بندھا تھا۔ عمامہ سر پر تھا اور شمشیر گردن شریف میں حمائل تھی۔ لوگوں نے مدینہ طیبہ سے باہر جا کر جنگ کرنے پر اصرار کیا تھا اس پر سب نادم ہو رہے تھے۔

جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں آپ ﷺ کی مخالفت نہیں کرنی چاہئے تھی۔ آپ ﷺ کو جو پسند ہو وہی کیجئے۔ اگر آپ ﷺ کو یہ پسند ہے کہ مدینے میں رہیں تو آپ ﷺ ایسا ہی کیجئے۔ انہوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم اپنی رائے واپس لیتے ہیں آپ ﷺ ارشاد فرمائیں، حکم کی جان و دل سے تعمیل ہو گی لیکن تاجدار کائنات ﷺ نے فرمایا:

''نبی جب ہتھیار بند ہو جائے تو پھر اس وقت تک ہتھیار اتارنا مناسب نہیں جب تک کہ اللہ ان کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔'' (الطبقات لابن سعد، جلد 2: صفحہ 38 البدایہ والنہایہ، جلد 4: صفحہ 1.1)

آخر میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو نصرت الٰہی تمہارے ساتھ ہو گی جب تک تم صبر کا دامن پکڑے رہو گے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 277)

ان معاملات سے فراغت پانے کے بعد حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے تین نیزے منگوائے اور ان تین نیزوں کے ساتھ تین جھنڈے باندھے۔

اس کے بعد نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔

1- مہاجرین کا دستہ: اس کا پرچم حضرت مصعب بن عمیر عبدری رضی اللہ عنہ کو عطا کیا۔

2- قبیلہ اوس (انصار) کا دستہ: اس کا علم حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

3- قبیلہ خزرج (انصار) کا دستہ: اس کا علم حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

مہاجرین والے پرچم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ پرچم شروع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا گیا اور آگے چل کر جب یہ پوچھا گیا کہ مشرکوں کا پرچم کس کے ہاتھ میں ہے تو کہا گیا کہ ان کا پرچم طلحہ بن ابو طلحہ کے ہاتھ میں ہے جو بنی عبدالدار میں سے ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے مہاجروں کا پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دے دیا کیونکہ آپ بھی بنی عبدالدار میں سے تھے اور جاہلیت کے زمانے میں بنی عبدالدار کے لوگ جنگی پرچم اٹھایا کرتے تھے۔

Marfat.com

اسلامی لشکر کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اور اس میں سے ایک سو (100) زرہ پوش تھے۔
موسیٰ بن عقبہ نے وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ اُحد میں سرے سے کوئی گھوڑا تھا ہی نہیں۔ واقدی کا کہنا ہے کہ صرف دو گھوڑے تھے ایک رسول اللہ ﷺ کے پاس اور ایک ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے پاس۔ (فتح الباری جلد 7 صفحہ 350)

ایک وضاحت

قارئین کرام! یہاں ایک وضاحت بہت ضروری ہے اور وہ یہ کہ اب مدینہ میں مسلمانوں کے پاس اونٹوں، گھوڑوں کی غزوۂ بدر جیسی قلت نہ تھی۔ اب تو جو فاصلہ لشکر اسلام نے طے کرنا تھا وہ پیدل ہی کا بنتا تھا۔ لشکر اسلام نے مدینہ سے نکل کر صرف چار کلومیٹر دور ہی جانا تھا اتنے تھوڑے فاصلے کے لیے سواری کے جانوروں کی ضرورت نہ تھی۔ ہاں اگر آپ ﷺ کے احتراماً ایک دو گھوڑے لے گئے ہوں تو وہ اور بات ہے۔ اور سواری کے جانور نہ ہونے کی وجہ سے یہ سفر بھی زیادہ راز داری سے طے کیا گیا۔

لشکر اسلام کا مدینہ سے کوچ

اسلامی لشکر اپنی تمام تر پروقار سادگی و عجز و انکساری کے ساتھ اللہ کا بابرکت نام لے کر 7 شوال سن 3 ہجری بمطابق 22 مارچ سن 625 عیسوی جمعۃ المبارک کی شام کو مغرب سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے روانہ ہوا۔
حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مقرر فرمایا کہ وہ مدینے کے اندر رہ جانے والے لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔ اس کے بعد کوچ کا اعلان فرما دیا اور لشکر نے شہر مدینہ سے شمال کا رخ کیا۔
حضور پُرنور ﷺ سکب نامی گھوڑے پر سوار، گلے میں کمان آویزاں ہے، دست مبارک میں نیزہ ہے۔ اسلام کے جاں فروش سپاہی مسلح ہیں۔ ان میں ایک سو زرہ پوش ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما زرہ پہنے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے آگے آگے چل رہے تھے۔
مجاہدین اپنے آقا کے دائیں بائیں حلقہ بنائے چاق و چوبند شیروں کی طرح رواں دواں ہیں۔ حضور پُرنور ﷺ جب ثنیۃ الوداع سے آگے بڑھے تو ایک دستہ نظر آیا جو نہایت عمدہ ہتھیار پہنے ہوئے تھا اور پورے لشکر سے الگ تھلگ تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا تو بتلایا گیا کہ خزرج کے حلیف ہیں جن کا تعلق یہود سے ہے۔ پھر پوچھا کیا اسلام لے آئے ہیں عرض کی گئی نہیں۔ فرمایا: "ہم اہل شرک سے جنگ کرتے ہوئے کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے۔" (تاریخ الخمیس، جلد 1 صفحہ 422..... سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 277)

کمسن بچوں کا جذبہ جہاد

راستہ میں دو ٹیلوں کے پاس سے گزر ہوا۔ جنہیں شیخین کہا جاتا تھا۔ یہاں حضور پُرنور رحمت دو عالم

Marfat.com

ﷺ نے لشکر اسلام کا جائزہ لیا۔ جو مجاہد کمسن تھے انہیں واپس بھیج دیا۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سترہ ایسے نوجوان تھے جن کی عمریں چودہ سال سے کم تھیں۔ انہیں واپس کر دیا گیا۔

مجاہدین اسلام میں سے پندرہ سال سے کم عمر جوانوں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابت، حضرت اسامہ بن زید، حضرت زید بن ارقم، حضرت براء بن عازب، حضرت عمرو بن حزم، حضرت اسید بن حضیر، حضرت عرابہ بن اوس، حضرت ابوسعید خدری، حضرت اُحد بن حارثہ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت سعید بن خیثمہ رضی اللہ عنہم کو واپس بھجوا دیا۔

لیکن ان کمسن بچوں میں سے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کو تیراندازی میں مہارت کے باعث جہاد میں شرکت کی خصوصی اجازت مل گئی تو حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں التماس گزاری کہ یا رسول اللہ، میں رافع کو پچھاڑ سکتا ہوں۔ دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حضرت سمرہ نے حضرت رافع کو پچھاڑ دیا اور ان پر غالب آ گئے۔ اور یوں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو بھی اسلامی لشکر میں شمولیت کا پروانہ مل گیا۔

ان واپس ہو جانے والے کمسن مجاہدوں میں سے ایک کا نام سعید بن خیثمہ تھا۔ جنگ اُحد میں تو کمسنی کی وجہ سے انہیں حصہ لینے کی اجازت نہ ملی۔ لیکن غزوۂ خندق کے موقع پر ان کی عمر پوری ہو گئی تھی۔ یہ شامل ہوئے اور خوب خوب دادِ شجاعت ملی۔ رحمت دو عالم ﷺ نے جب اس نوخیز نوجوان کو یوں جان کی بازی لگا کر لڑتے دیکھا تو انہیں اپنے پاس بلایا۔ ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا۔ اور ان کے لیے ان کی نسل اور اولاد میں برکت کی دعا فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کی اس دعا کو یوں شرف قبولیت سے نوازا کہ مؤرخین لکھتے ہیں:

"کہ یہ چالیس بھتیجوں کے چچا تھے۔ چالیس بھائیوں کے بھائی تھے اور بیس بیٹوں کے باپ تھے۔"

انہیں کی اولاد میں سے اسلام کا وہ جلیل القدر فرزند پیدا ہوا۔ جس نے اپنے علمی کارناموں سے دنیا کے گوشہ گوشہ کو منور کر دیا۔ وہ ہیں امام ابو یوسف جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مایہ ناز شاگرد اور امیر المومنین ہارون الرشید کے عہد میں اسلامی مملکت کے قاضی القضاۃ تھے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 278)

اے امت مسلمہ! اس پر غور کر جب تک قوم کے نوعمر بچوں میں شوق شہادت کا یہ عالم تھا۔ قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت ان کے قدموں کو چومتے رہے اور جب سے یہ جذبہ سرد ہو گیا زمانہ بدل گیا۔ گردش روزگار بدل گئی۔

لشکر کا جائزہ لینے سے فراغت ہوئی تو سورج غروب ہو گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مغرب کی اذان دی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کی معیت میں نماز مغرب باجماعت ادا فرمائی۔ پھر کچھ دیر بعد جب عشاء کی

Marfat.com

اذان ہوئی تو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی۔

سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باجماعت نماز پڑھی اور یہیں رات بھی گزارنے کا فیصلہ کیا۔ پہرے کے لیے پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منتخب فرمائے جو کیمپ کے گرد وپیش گشت لگاتے رہتے تھے۔ ان کے قائد حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے کعب بن اشرف کو ٹھکانے لگانے والی جماعت کی قیادت فرمائی تھی۔

لشکر مدینہ نے رات یہیں قیام کیا۔ اس شب حضرت ذکوان بن عبداللہ قیس رضی اللہ عنہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے ذاتی محافظ تھے۔ (تاریخ الخمیس، جلد 1 صفحہ 422)

حضرت ذکوان بن عبداللہ قیس رضی اللہ عنہ نے زرہ پہنی اور ہاتھ میں ڈھال پکڑی اور ساری رات لشکر میں چکر لگاتے رہے۔ یہ رات بھر اپنے آقا کا پہرہ دیتے رہے نہ آنکھ جھپکی اور نہ اپنی ذمہ داری کی جگہ سے سرمو اِدھر اُدھر ہوئے۔ سحری تک نبی کریم ﷺ نے آرام فرمایا۔ سحری کے وقت بیدار ہوئے اور پوچھا ہمارے راہبر کہاں ہیں۔ ان میں سے کون ایسا ہے جو ہمیں اس ٹیلے کی ایسی جانب سے لے جائے کہ کافر ہمیں دیکھ نہ سکیں۔ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی ''انا یا رسول اللہ'' یعنی اے اللہ کے رسول! میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں۔

چنانچہ وہ سب کو بنو حارثہ قبیلہ کے پتھریلے میدان اور ان کے کھیتوں کے درمیان سے لے کر گزرے۔ یہاں تک کہ مربع بن قیظی کے چشمہ پر پہنچے۔ یہ بدباطن منافق تھا۔ اسے جب حضور انور ﷺ کے گزرنے کا پتہ چلا تو زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر مسلمانوں پر پھینکنے لگا۔ اور بولا، اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو میں آپ کو اجازت نہیں دیتا کہ آپ میرے مکانوں کے درمیان سے گزریں۔ لوگ دوڑے کہ گستاخ کو قتل کر دیں، حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا اسے قتل نہ کرو (یہ معذور ہے) اس کی صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں اس کا دل بھی اندھا ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 3 صفحہ 9...... تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 422، 423...... امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 112، 113)

منافقین کی منافقت

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول بظاہر مسلمان ہو گیا تھا لیکن دل ونگاہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مشرکین مکہ سے مسلسل اس کے روابط قائم تھے۔ یہ دوسرے منافقین مدینہ کے ساتھ درپردہ سازشوں میں مصروف رہا۔ مدینہ سے روانہ ہوتے وقت یہ اسلامی لشکر میں شامل تھا لیکن، جب طلوع فجر سے کچھ دیر پہلے اسلامی لشکر نے مارچ کیا اور نماز فجر شوط میں ادا کی جہاں سے دشمن کا لشکر صاف نظر آ رہا تھا، تو عبداللہ بن ابی نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت یہ صدائے احتجاج بلند کی کہ جنگ کے بارے میں ہمارے بات نہیں مانی

Marfat.com

گئی۔ ہم مدینے میں محصور ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن چند نوجوانوں کے کہنے پر کھلے میدان میں آنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ہم اپنے آپ کو کیوں ہلاکت میں ڈالیں۔ عبداللہ بن ابی مجاہدین اسلام کے دل میں ایک وسوسہ پیدا کر کے ردعمل کا انتظار کرنے لگا اور ممکن تھا کہ اوس سے بنو حارثہ اور خزرج سے بنو سلمہ اس کے ورغلانے میں آجاتے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو ثابت قدم رکھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ، قادر مطلق، علیم وخبیر نے سورۃ آل عمران کی آیت 122 میں اپنے اس خصوصی لطف و کرم کا یوں ارشاد فرمایا ہے:

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○

(سورۃ آل عمران آیت 122)

ترجمہ: جب ارادہ کیا دو جماعتوں (بنو سلمہ خزرج اور بنو حارثہ اوس) نے تم میں سے کہ ہمت ہار دیں، حالانکہ اللہ ان دونوں کا مددگار تھا۔ (اس لیے اللہ نے اس لغزش سے بچالیا) اور ایمان والوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔"

عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر سے علیحدہ ہو گیا۔ مقصد یہ تھا کہ میدان جنگ میں یہ دھچکا مسلمانوں کے لیے ناقابل برداشت ہوگا اور ان میں مایوسی پھیلے گی اور ان کے جذبہ جہاد میں پہلا سا دم خم نہیں رہے گا۔ دوسرے یہ سب کچھ دشمن کے سامنے اس لیے کیا گیا کہ دشمن کے حوصلے بلند ہوں۔ کہ مسلمانوں کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ اور وہ تذبذب کے اس عالم میں یکبارگی مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کا صفایا کر دے۔ لیکن منافقین کی یہ منافقت بھی مسلمانوں کی صفوں میں شگاف نہ ڈال سکی۔ وہ جرأت، بہادری اور شجاعت کی تصویر بنے دشمن کے سامنے ڈٹے رہے انہیں اللہ کی نصرت پر بھروسہ تھا۔ افرادی قوت ہو یا مادی وسائل کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی، غیرت ایمانی اگر زندہ ہو تو یہ سب چیزیں بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں، اُحد کے میدان میں عبداللہ بن ابی اور اس کے تین سو ساتھیوں کی واپسی نے مسلمانوں میں ایک نئے جذبے اور نئے ولولے سے دشمن سے ٹکرانے کا احساس بیدار کیا۔

چنانچہ وہ اس نازک لمحہ میں لشکر اسلام سے کٹ کر اپنے تین سو ساتھیوں سمیت واپس جانے لگا تو اس کے ہم قبیلہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ اس کو سمجھانے کے لیے اس کے پاس آئے اور کہا:

اے میری قوم! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ اپنی قوم اور اپنے نبی کو ایسے نازک وقت میں نہ چھوڑو۔ جب ان کا دشمن میدان میں آموجود ہوا ہے۔ آؤ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور ان کا دفاع کریں۔

انہوں نے کہا: یہ محض قوت کی نمائش ہے کوئی جنگ نہیں ہوگی۔ اگر جنگ ہونے کا امکان ہوتا تو ہم ہرگز واپس نہ جاتے۔ جب منافقین نے ان کی منت سماجت کا کوئی اثر قبول نہ کیا تو انہوں نے فرمایا:

Marfat.com

''جاؤ خدا تمہیں برباد کرے۔ اے اللہ کے دشمنو! اللہ تبارک وتعالیٰ نبیؐ کو تم سے بے نیاز کر دے گا۔''

اس وقت سورۃ آل عمران کی آیت 179 نازل ہوئی جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط

ترجمہ: ''نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو۔ جب تک الگ الگ نہ کر دے پلید کو پاک سے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ نے ان منافقین کو سمجھانے اور اللہ کے عذاب سے ڈرانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے فیصلے پر قائم رہے۔ رئیس المنافقین نے اس نازک موقع پر مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی گھناؤنی سازش کی جو مسلمانوں کے حق میں نتائج کے اعتبار سے مفید ثابت ہوئی۔ وہ یوں کہ لشکر مدینہ پہلے ہی سازشیوں سے یکسر پاک ہو گیا اگر عین لڑائی کے وقت یہ اندر سے مسلمانوں پر حملہ کر دیتے اور کفار کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کرتے تو حالات زیادہ سنگین رخ اختیار کر سکتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ توبہ کی آیت 47 میں منافقین کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

''اگر وہ تم میں (شامل ہو کر) نکل کھڑے ہوتے تو تمہارے لیے محض شر و فساد بڑھاتے اور تمہارے درمیان (بگاڑ پیدا کرنے کے لیے) دوڑ دھوپ کرتے وہ تمہارے اندر فتنہ پیدا کرنا چاہتے ہیں اور تم میں (اب بھی) ان کے (بعض) جاسوس موجود ہیں اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔'' (سورۃ توبہ آیت 47)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آیت 167 میں اس وقت منافقین کے ایمان و باتوں کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

''اس دن وہ (ظاہری) ایمان کی نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب تھے وہ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے تھے جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں اور اللہ (ان باتوں) کو خوب جانتا ہے جو وہ چھپا رہے ہیں۔'' (سورۃ آل عمران آیت 167)

اس نازک مرحلے پر منافقین کی غداری کا مجاہدین اسلام میں شدید ردعمل بھی ہوا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جذباتی انداز میں مطالبہ بھی کیا کہ ہمیں اجازت دی جائے، مشرکین سے پہلے ہم منافقین کو اس غداری کی سزا دیتے ہیں۔ لیکن حضور پُرنور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت منافقین کے خلاف کسی تادیبی کارروائی کو حکمت کے خلاف گردانا کہ اگر ہم منافقین سے الجھ گئے تو دشمن کو وار کرنے کا موقع مل جائے گا۔ تادیبی

Marfat.com

کارروائی کے لیے یہ مناسب موقع نہیں، مناسب یہی ہے کہ سردست انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔
منافقین کے الگ ہو جانے کے بعد لشکر اسلام کی تعداد سات سو رہ گئی۔ اس وقت بعض انصار نے عرض کی۔ کہ کئی یہودی قبائل ہمارے حلیف ہیں اجازت ہو تو انہیں مدد کے لیے بلا لیں۔ حضور انور رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا: ''ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔'' حضور جانتے تھے کہ اسلام کے خلاف ان کے دلوں میں حسد و عناد کے آتش کدے بھڑک رہے ہیں۔ وہ کیونکر اسلام کی ظفر مندی کے لیے جان لڑا سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگ میدان جنگ میں تقویت کا باعث نہیں ہوتے بلکہ الٹا مشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ (خاتم النبیین جلد 2 صفحہ 698)

حضور چاہتے تھے کہ صرف وہی لوگ لشکر اسلام میں شامل ہوں جو محض اپنے عقیدہ کا دفاع کرنے کے لیے دشمن سے نبرد آزما ہونا چاہتے ہوں۔

ویسے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادی انس و جاں، رہبر کائنات، سیّد المرسلین، خاتم النبیّین، رحمت للعالمین اپنے محبوب رسول کریم ﷺ پر منافقین ومشرکین کا سب ڈھکا چھپا عیاں فرما دیا تھا۔

سورۃ آل عمران کی آیت 118 میں ارشاد مالک وخالق کائنات ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ط قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ صلے ج وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

ترجمہ: ''اے ایمان والو! نہ بناؤ اپنا راز دار غیروں کو۔ وہ کسر نہ اٹھا رکھیں گے تمہیں خرابی پہنچانے میں۔ وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمہیں ضرر دے۔ ظاہر ہو چکا ہے بغض ان کے مونہوں (یعنی زبانوں) سے۔ اور جو چھپا رکھا ہے ان کے سینوں نے وہ اس سے بھی بڑا ہے ہم نے صاف بیان کر دیں تمہارے لیے اپنی آیتیں اگر تم سمجھدار ہو۔'' (سورۃ آل عمران آیت 118)

شوط سے روانہ ہو کر حضور انور نبی کریم ﷺ جبل اُحد کی گھاٹی میں پہنچے۔

جبل احد، مدینہ کے شمال میں قریباً تین میل اندازاً 5 کلومیٹر پر شرقاً غرباً بخط مستقیم پھیلا ہوا ہے۔ اس کی جنوبی جانب پہاڑ کے وسط میں نعل نما خلا ہے جو کافی وسیع ہے یعنی جہاں سے پہاڑ پیچھے کی طرف یا اپنے اندر کی طرف ہٹ گیا ہے۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے سیرت ابن ہشام میں ہے کہ آپ ﷺ ایک گھاٹی میں اترے۔ یہ مقام (نعل ( ) نما خلا) وادی قناۃ سے پہاڑ کی جانب اونچائی میں واقع ہے۔

جہاں یہ خلا یا جھکاؤ شروع ہوتا ہے وہاں سے جبل اُحد کے ساتھ ساتھ وادی قناۃ گزرتی ہے جس میں بارش کے وقت خاصا پانی بہنے لگتا ہے۔ بارش نہ ہو تو یہ عموماً خشک ہوتی ہے۔ قناۃ کا بہاؤ مشرق سے مغرب کی

Marfat.com

طرف ہوتا ہے۔

نعل نما (   ) خلا کی زمین قناۃ کی زمین سے اونچی ہے اس کے عین سامنے وادی کے جنوبی کنارے پر ایک چھوٹا سا ٹیلا ہے۔ جسے جبل عینین کہتے ہیں۔ یعنی دو چشموں والا ٹیلا۔ کیونکہ اس سے دو چشمے نکلتے ہیں۔ جنگ اُحد کے بعد اسے جبل الرماۃ بھی کہنے لگے یعنی وہ ٹیلا جس پر تیر اندازوں کا مورچہ تھا۔ یا جہاں تیر انداز متعین تھے۔

احد اور مدینہ کے درمیان زیادہ سے زیادہ تین میل اندازاً 5 کلومیٹر کا فاصلہ ہے اس میں کئی چھوٹی بڑی آبادیاں یا محلے تھے ایک مقام شوط بھی تھا۔ جو مدینہ کے شمال میں شیخین کے قریب تھا۔ دائیں جانب حرہ پر بنی عبدالاشہل کا محلہ تھا۔ اس سے آگے بنی حارثہ کی آبادی تھی۔ (رسول رحمت صفحہ 230)

لشکر اسلام سحری کے وقت شیخین سے روانہ ہو کر اُحد کی گھاٹی میں پہنچا۔ تو نماز فجر کا وقت ہو گیا تھا۔ سامنے کفار کا لشکر دکھائی دے رہا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حسب ارشاد اذان دی پھر اقامت کہی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقبول بندوں نے اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز صبح با جماعت ادا کی۔

لشکر مشرکین وادی قناۃ میں جبل اُحد سے کوئی ایک کلومیٹر ہٹ کر اپنی پسند کی جگہ پر پہلے ہی خیمہ زن تھا۔ ساری صورت حال حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھی، تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہرین سے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیالات کیا۔ طے یہ پایا کہ ایسا راستہ اختیار کیا جائے کہ اسلامی لشکر کی فوج کے قریب سے گزرے بغیر دشمن کو نظر آئے بغیر جبل اُحد کی گھاٹی تک پہنچ سکے اور اسی گھاٹی میں پڑاؤ ڈالا جائے، چنانچہ ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کی رہنمائی میں اسلامی لشکر اُحد کی گھاٹی تک پہنچ گیا۔

اسلامی لشکر کے پڑاؤ کا نقشہ کچھ یوں تھا کہ ان کی پشت پر جبل اُحد تھا اور لشکر کا منہ مدینہ منورہ کی طرف تھا۔ سامنے جنوب میں ایک کلومیٹر دور دشمن کا کیمپ یا پڑاؤ اور خیمہ جات اور اس سے کوئی تین کلومیٹر دور جنوب میں مدینۃ الرسول۔ سپہ سالار لشکر اسلام حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو صف بندی اور جنگ کے لیے تیاری کا حکم دیا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 65)

علامہ مقریزی لکھتے ہیں کہ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب شیخین سے روانہ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زرہ زیب تن فرمائی تھی۔ جب اُحد پہنچے تو اس کے اوپر دوسری زرہ پہنی۔ اور سر مبارک پر خود سجایا۔

نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے سرفروشوں کے سامنے ایک روح پرور اور ایمان افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔

بے شک یہ خطبہ سیرت نبوی کا مطالعہ کرنے والوں کے لیے صدہا افادیتوں کا حامل ہے۔ اس خطبہ کے آئینہ میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ انس و جاں رہبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے وہ حسین ترین گوشے

Marfat.com

پوری رعنائی کے ساتھ جلوہ نما ہیں جو صرف آزمائش کے طویل ترین لمحوں میں بے نقاب ہوتے ہیں۔ عین ان لمحوں میں جب کہ دشمن کا چار پانچ گنا بڑا لشکر پوری تیاری اور کروفر سے اہل اسلام کو ملیامیٹ کرنے کے لیے ان کے سامنے خیمہ زن ہے۔ داعی دین فطرت اپنے ماننے والوں کو کس قسم کا سبق از بر کرا رہے ہیں۔

ایسے مواقع پر آپ نے فاتحان عالم کی گرجدار تقاریر کا مطالعہ کیا ہوگا۔ لیکن آپ ان کے خطبات کا اگر نبی اُمی کے اس خطبہ سے تقابلی مطالعہ کریں تو آپ کو وہ فرق عیاں نظر آئے گا جو کسی شہنشاہ اور اللہ کے نبی میں ہوتا ہے۔ آپ اس خطبہ کا ایک ایک فقرہ پڑھیں اس پر غور فرمائیں اس سے آپ کو حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی عظمتوں، شانوں، رفعتوں اور وسعتوں کا صحیح اندازہ ہوگا۔ بے شک یہ خطبہ وہ آئینہ ہے جس میں مشتاقان جمال احمدی اپنے آقا کے حسن و جمال کا عکس جمیل دیکھ کر اپنی پیاسی آنکھوں کو سیر اور بے قرار دلوں کو سکون واطمینان سے مالا مال کر سکتے ہیں۔

تاریخ ساز خطاب

آج 8 شوال ہجری 3 اور ہفتہ کا دن ہے۔ دامن اُحد میں دونوں لشکر آمنے سامنے ہیں ایک طرف حق ہے اور اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید ونصرت پر بھروسہ ہے۔ دوسری طرف باطل ہے اور اسے اپنے وسائل جنگ کی کثرت کا گھمنڈ ہے۔ کچھ ہی دیر میں حق و باطل کا عظیم معرکہ برپا ہونے والا ہے۔ آج دامن اُحد میں حب دین اسلام، اطاعت، فرمانبرداری، اتباع و حب رسول کریم ﷺ اور شوق شہادت کے عظیم لافانی کارنامے دامن کوہ پر نقش ہونے والے ہیں۔

میدانِ جنگ سپہ سالار مدینہ ﷺ کی مقدس آواز سے گونج اٹھا اور کائنات ہمہ تن گوش بن گئی۔ مجاہدین اسلام کے چہروں پر سرخی دوڑ گئی۔ رگوں میں دوڑتے خون کی سرخی، دلوں میں مچلتی ہوئی خوشی وشوق شہادت کی سرخی، پیغمبر اول و آخر و اعظم، رہبر کائنات، اصل الموجودات، فخر انسانیت، انسان کامل، شافع محشر، شفیع المذنبین، ہادی انس و جان، حاصل کائنات، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین حضور پُرنور، حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا

"اے لوگو! میں تمہیں اس چیز کی وصیت کرتا ہوں جس کا حکم اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے اپنی کتاب میں دیا ہے۔ کہ میں اس کی اطاعت کروں اور حرام کاموں سے باز رہوں۔ آج تم اجر اور ثواب کے مقام پر کھڑے ہو۔ جس نے اپنے اس مقام کو یاد رکھا۔ اور پھر اس نے اپنے نفس کو صبر، یقین، جہد مسلسل اور خوش دلی کا خوگر (عادی) بنایا۔ کیونکہ دشمن سے جہاد کرنا بہت مشکل کام ہے۔ کم لوگ ہیں جو اس صبر آزما مرحلہ میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ بجز ان لوگوں کے جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سیدھے راستہ پر پختہ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اسی کا ساتھی ہوتا ہے

Marfat.com

جو اس کا فرمانبردار ہوتا ہے۔ اور بے شک شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے جو اللہ کا نافرمان ہوتا ہے۔

آج اپنے اعمال کی ابتدا جہاد پر صبر سے کرو۔ اور طلب کرو اس صبر سے فتح کا وہ انعام جس کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم سے وعدہ فرمایا ہے۔ جس چیز کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اس کی پابندی لازم جانو۔ کیونکہ میں تمہاری ہدایت یابی پر بہت حریص (شدت سے چاہتا) ہوں۔ باہمی اختلاف، جھگڑا اور بزدلی، عجز اور کمزوری کی علامتیں ہیں۔ یہ ان چیزوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اور اس پر کسی کو فتح اور کامیابی سے نہیں نوازتا۔ اے لوگو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ چیز از سر نو میرے سینہ میں ڈالی ہے کہ جو شخص حرام کام کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے درمیان اور اس کے درمیان جدائی کر دیتا ہے۔ اور جو شخص اس حرام سے اللہ کی رضا کے لیے منہ موڑتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس بار درود بھیجتے ہیں۔ جو شخص احسان کرے کسی مسلمان پر یا کافر کے ساتھ اس کا اجر اللہ تبارک وتعالیٰ پر لازم ہو جاتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس پر جمعہ فرض ہے۔ بجز نابالغ بچے کے، عورت بیمار اور غلام کے۔ جو شخص نماز جمعہ سے بے پروائی کرے گا اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بے پروائی کرے گا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ غنی ہے سب تعریفوں سراہا ہے۔ میں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے قریب کر دے مگر میں نے تمہیں اس کو بجالانے کا حکم دیا ہے۔ اور میں کوئی ایسا عمل نہیں جانتا جو تمہیں آتش دوزخ کے قریب کر دے مگر میں نے تمہیں اس سے منع کیا ہے۔

میرے دل میں جبرائیل امین نے یہ بات ڈال دی ہے کہ کوئی آدمی اس وقت تک نہیں مرے گا یہاں تک کہ اپنے رزق کا آخری لقمہ بھی پورا پورا حاصل کر لے۔ اور اس سے ذرّہ کم نہ ہو۔ اور اگر وہ رزق اس سے لیٹ ہو جائے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ جو تمہارا پروردگار ہے اس سے ڈرتے رہو۔ اور رزق طلب کرنے میں خوبصورت ذرائع (حلال) اختیار کرو۔ اور رزق کے ملنے پر تاخیر، تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم اللہ کی نافرمانی کے ذریعہ سے اس کو طلب کرو کیونکہ جو چیز اس کے پاس ہے وہ اس کی فرمانبرداری سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے لیے حلال اور حرام کو بیان کر دیا ہے۔

ان کے علاوہ ان کے درمیان مشتبہ چیزیں بھی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ نہیں جانتے بس جس شخص نے ان کو چھوڑ دیا اس نے اپنی عزت اور دین کی حفاظت کی۔ جو ان کا مرتکب ہوتا ہے وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو کسی محفوظ چراگاہ کے کنارے پر پہنچ جاتا ہے۔ قریب ہے کہ وہ اس محفوظ چراگاہ میں داخل ہو جائے کوئی ایسا بادشاہ نہیں مگر اس کی محفوظ چراگاہ ہوتی ہے۔ خبردار! اللہ تبارک وتعالیٰ کی محفوظ چراگاہیں اس

Marfat.com

کے محارم (حدود اللہ، احکام الٰہی حلال و حرام کی پابندی) ہیں۔ ایک مومن دوسرے مومنوں کے لیے اس طرح ہے جیسے سر جسم سے ہوتا ہے۔ جب سر بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔ اور تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو۔'' (سبل الہدیٰ، جلد 4، صفحہ 281، 282...... الامتاع، جلد 2 صفحہ 114)

اس مبارک خطبہ کی برکت سے دل و دماغ روشن ہو گئے۔ سینوں میں یقین کی شمع اور فروزاں ہو گئی۔ ہر قسم کے خطرات اور حوادث سے اذہان پاک و صاف ہو گئے۔ سرفروشی کے جذبات کو نئی توانائیاں نصیب ہوئیں اب قائد لشکر اسلام ﷺ نے اپنے آخری جنگی احکامات صادر فرمائے۔ پہلا حکم یہ تھا کہ جب تک میں حکم نہ دوں کوئی شخص جنگ کا آغاز نہ کرے۔

لشکر اسلام کے بائیں طرف جنوب مشرق کی سمت میں مرکز قیادت سے کوئی دو سو میٹر دور اس وادی میں ایک چھوٹا سا پہاڑی ٹیلا تھا جو عینین کے نام سے مشہور تھا۔ وہاں حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرمایا۔ انہیں سفید کپڑے پہننے کا حکم دیا تھا کہ دور سے ان کی پہچان ہو سکے۔ پھر ان تیر اندازوں کو اپنا تاکیدی حکم سنایا۔

اگر گھڑ سوار ہم پر حملہ کریں تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کرنا تاکہ ہمارے پیچھے سے وہ ہم پر حملہ نہ کر سکیں۔ ہم فتح یاب ہوں تب بھی تم اپنے مورچے پر ڈٹے رہنا تمہاری طرف سے دشمن ہم پر حملہ نہ کرنے پائے۔ دشمنوں پر تیروں کی بارش کرتے رہنا۔ کیونکہ جہاں تیر برس رہے ہوتے ہیں وہاں گھوڑے پیش قدمی نہیں کرتے۔

اگر تم دیکھو کہ ہم نے مشرکین کو شکست دے دی ہے اور ہم ان کے لشکر میں گھس کر انہیں بے دریغ تہ تیغ کر رہے ہیں تب بھی تم اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا۔ اور اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں اچک کر لے جا رہے ہیں اور دشمن ہمیں تہ تیغ کر رہے ہیں تب بھی ہماری مدد کے لیے مت آنا۔ ہمارا دفاع ہرگز نہ کرنا اپنے مورچوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ جب تک میں تمہاری طرف اپنا خصوصی پیغام نہ بھیجوں۔

کان کھول کر سن لو۔ جب تک تم اپنی جگہ پر ڈٹے رہو گے ہم غالب رہیں گے۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے انہیں سمجھانے میں اپنا فرض ادا کر دیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 3 صفحہ 10 ..... سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 282، 283 ..... کتاب الامتاع جلد 1 صفحہ 116)

صحیح بخاری اور تاریخ الخمیس میں اس کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔

حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے پہاڑی ٹیلہ عینین پر متعین کردہ تیر اندازوں کے دستے کو تاکید فرمائی کہ جب تک انہیں حکم نہ دیا جائے وہ اپنی جگہ سے کسی صورت میں نہ ہٹیں۔ سپہ سالار مدینہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک اپنی جگہ پر قائم رہو گے ہم غالب رہیں گے۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

''اگر تم پرندوں کو ہمیں اچکتا دیکھو یا ہم دشمن پر غالب آ جائیں تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑیں جب

Marfat.com

تک میں تمہیں (جگہ چھوڑ دینے کا پیغام) نہ بھیجوں۔'' (تاریخ الخمیس، جلد 1 صفحہ 423)

''اگر تم ہمیں قتل ہوتے ہوئے دیکھو تب بھی ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر ہمیں مال غنیمت سمیٹتے ہوئے دیکھو تب بھی ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔'' (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 423)

اور بخاری شریف میں ہے کہ حضور انور نبی کریم ﷺ نے تیر اندازوں کو فرمایا:

''تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا خواہ یہ دیکھو کہ ہم ان پر غالب آ گئے ہیں اور خواہ یہ دیکھو کہ وہ ہم پر غالب آ گئے ہیں۔'' (صحیح البخاری، جلد 2 صفحہ 579)

قارئین کرام! اس کی خاص اہمیت کے پیش نظر پھر اسی کو مزید حوالوں کے ساتھ پڑھئے اور جان جائیے کہ حضور انور نبی کریم ﷺ کی تدبیر، سوچ، کلام سب کچھ ہی ربانی ہے۔

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے ان کے کمانڈر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''شہسواروں کو تیر مار کر ہم سے دور رکھو۔ وہ پیچھے سے ہم پر چڑھ نہ آئیں۔ ہم جیتیں یا ہاریں تم اپنی جگہ رہنا۔ تمہاری طرف سے ہم پر حملہ نہ ہونے پائے۔''

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 66،65)

پھر آپ ﷺ نے تیر اندازوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

''ہماری پشت کی حفاظت کرنا۔ اگر دیکھو کہ ہم مارے جا رہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر دیکھو کہ ہم مال غنیمت سمیٹ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ شریک نہ ہونا۔''

(حاکم، احمد، طبرانی، فتح الباری جلد 7 صفحہ 350)

اور صحیح بخاری کے الفاظ کے مطابق آپ ﷺ نے یوں فرمایا:

''اگر تم لوگ دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک رہے ہیں تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں بلا بھیجوں، اور اگر تم لوگ دیکھو کہ ہم نے قوم کو شکست دے دی ہے اور انہیں کچل دیا ہے، تو بھی اپنی جگہ نہ چھوڑنا یہاں تک کہ میں بلا بھیجوں۔'' (صحیح بخاری کتاب الجہاد جلد 1 صفحہ 426)

ان سخت ترین فوجی احکامات و ہدایات کے ساتھ اس دستے کو اس پہاڑی پر متعین فرما کر رسول اللہ ﷺ نے وہ واحد شگاف بند فرما دیا جس سے گزر کے مشرکین کا رسالہ مسلمانوں کی صفوں کے پیچھے پہنچ سکتا تھا اور ان کو محاصرے اور نرغے میں لے سکتا تھا۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے کتنے واضح احکامات ہیں۔ اس مورچہ کی فیصلہ کن حیثیت کی طرف کس طرح بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ ہادی برحق ﷺ نے اپنا فریضہ ادا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ یہ بھی وضاحت فرما دی کہ اگر اس حکم کی بجا آوری میں ذرا کوتاہی کی گئی تو نتیجہ بڑا ہولناک ہوگا۔

Marfat.com

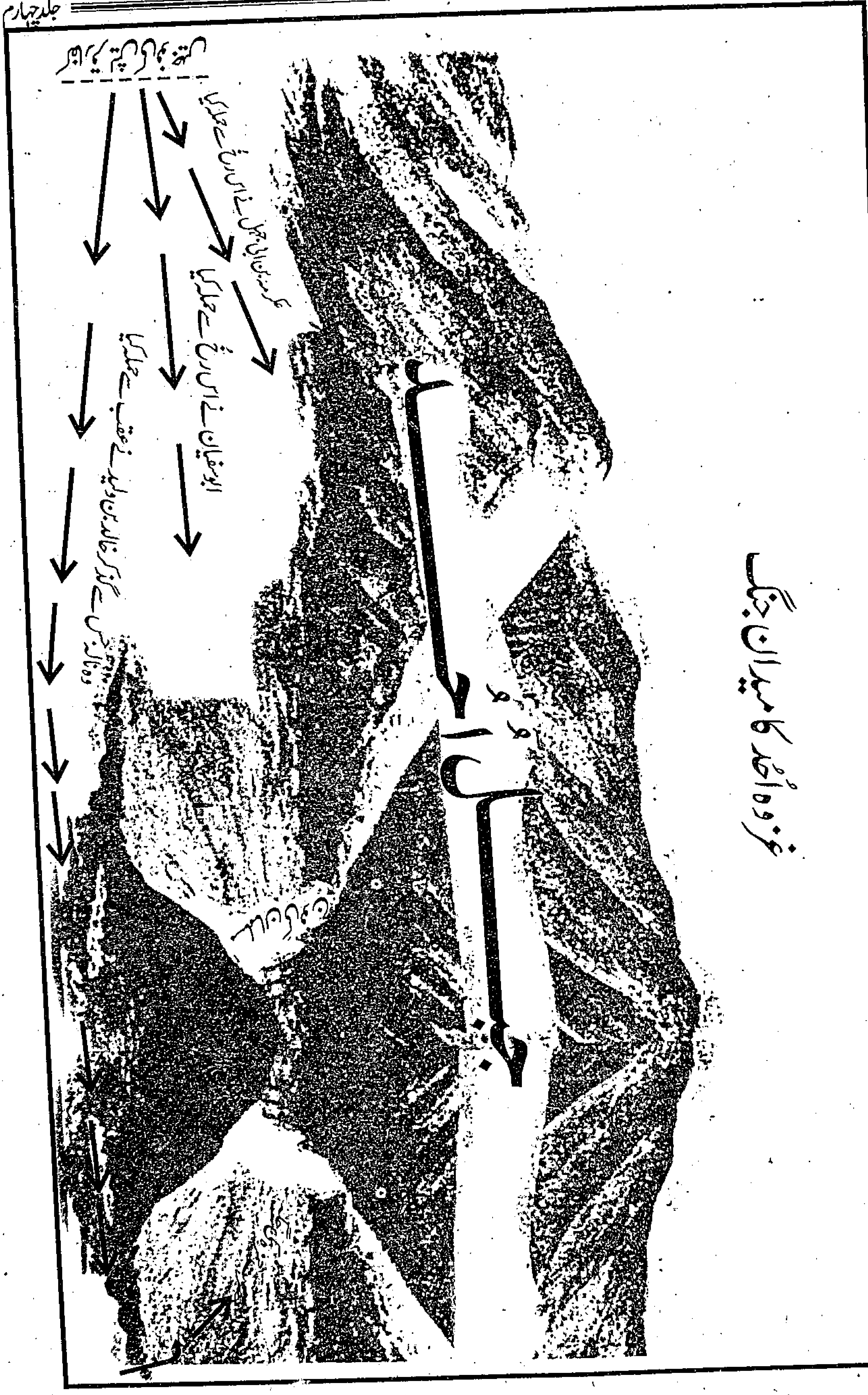

Marfat.com

ان ارشادات کے بعد لشکر اسلامی کے میمنہ (دائیں بازو) کی قیادت حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کو اور میسرہ (بائیں بازو) کی قیادت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو تفویض فرمائی۔ پھر پوچھا مشرکین کا علمبردار کون ہے؟ عرض کی گئی طلحہ بن ابی طلحہ۔ فرمایا ''نحن احق بالوفاء منهم'' کفار نے اگر بنی عبدالدار کے ایک فرد کو اپنا پرچم دیا تو ہم بھی اسی خاندان کے ایک فرد کو یہ اعزاز عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اسلام کا علم عطا فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز دو زرہیں زیب تن فرمائی تھیں۔ اس روز مسلمانوں کا شعار امت امت تھا یعنی اے اللہ! کفار ومشرکین کو ہلاک کردے۔ ہلاکت ہلاکت (کفار کی)

پُرحکمت منصوبہ بندی

اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منصوبہ بندی کتنی پیش بین، ٹھوس، صحیح، عظیم و پُراز حکمت ہوتی ہے ہم اس کا اندازہ نہیں کرسکتے۔

لشکر کی ترتیب یہ تھی کہ میمنہ پر حضرت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے اور میسرہ پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ان کا معاون حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری بھی سونپی گئی تھی کہ وہ خالد بن ولید کے شہسواروں کی راہ روکے رکھیں۔ اس ترتیب کے علاوہ صف کے اگلے حصے میں ایسے ممتاز اور منتخب بہادر مسلمان رکھے گئے جن کی جانبازی و دلیری کا شہرہ تھا اور جنہیں ہزاروں کے برابر مانا جاتا تھا۔

حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہراول (فرنٹ لائن یا اگلی صف یا فوج کا وہ حصہ جو دشمن سے سب سے پہلے ٹکراتا ہے) میں ایسے مشہور وممتاز، بہادر اور جانباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رکھا جو بلا مبالغہ ہزاروں کے ہم پایہ تھے۔ ان کی جنگی مہارت، تلوار بازی (شمشیر زنی) اور قوت بازو کو دشمن پہلے بھی دیکھ چکا تھا اور دشمن ان کے سامنے آنے سے گھبراتا تھا۔ دشمن پر ان کی دہشت قائم تھی۔

مسلمانوں کی صف اول میں (ہراول میں، فرنٹ لائن میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب کردہ درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

> حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت حمزہ، حضرت علی بن ابوطالب، حضرت زبیر بن عوام، حضرت ابودجانہ، حضرت سعد بن معاذ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عبداللہ بن جحش، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت سعد بن ربیع، حضرت انس بن نضر، حضرت مقداد بن الاسود وغیرہم رضی اللہ عنہم

ان مجاہدین اسلام میں سے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہما کو حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کے ایک دستے کا کمانڈر بنایا اور ان کو خالد بن ولید کے گھوڑ سواروں کے سامنے ڈٹے رہنے کی مہم سپرد فرمائی تا کہ معرکہ کے آغاز میں سوار جو بھی حملہ کریں اسے روک کر تیر اندازوں کی مدد کی جائے۔

Marfat.com

یہ منصوبہ بڑی باریکی اور حکمت پر مبنی تھا جس سے نبی اللہ ﷺ کی فوجی قیادت کی عبقریت (اعلیٰ وعمدہ ترین ہونے) کا پتہ چلتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ کوئی کمانڈر خواہ کیسا ہی بالیاقت کیوں نہ ہو آپ ﷺ سے زیادہ باریک بین اور پُرحکمت منصوبہ تیار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ آپ ﷺ باوجودیکہ دشمن کے بعد یہاں تشریف لائے تھے لیکن حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنے لشکر کے لیے وہ مقام منتخب فرمایا جو جنگی نقطہ نظر سے میدان جنگ کا سب سے بہترین مقام تھا۔ یعنی حضور انور نبی کریم ﷺ نے پہاڑ کی بلندیوں کی اوٹ لے کر اپنی پشت اور دایاں بازو محفوظ کرلیا۔ اور بائیں بازو پر دوران جنگ جس واحد شگاف سے حملہ کر کے پشت تک پہنچا جاسکتا تھا اسے تیراندازوں کے ذریعے بند کردیا۔

اور پڑاؤ کے لیے ایک اونچی جگہ منتخب فرمائی کہ اگر خدانخواستہ شکست سے دوچار ہونا پڑے تو بھاگنے اور تعاقب کنندگان کی قید میں جانے کے بجائے کیمپ میں پناہ لی جاسکے اور اگر دشمن کیمپ پر قبضے کے لیے پیش قدمی کرے تو اسے نہایت سنگین نقصان سے دوچار ہونا پڑے۔

اس کے برعکس دشمن نے اپنے کیمپ کے لیے ایک ایسا نشیبی مقام پسند کیا کہ اگر وہ غالب آجائے تو فتح کا کوئی خاص فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اور اگر مسلمان غالب آجائیں تو تعاقب کرنے والوں کی گرفت سے بچ نہ سکے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ممتاز بہادروں کی ایک جماعت منتخب کر کے فوجی تعداد کی کمی پوری کردی۔ یہ تھی نبی ﷺ کے لشکر کی ترتیب وتنظیم جو 8 شوال سن 3 ہجری بروز ہفتہ کی صبح عمل میں آئی۔

تلوار کا حق کون ادا کرے گا

غزوۂ اُحد میں حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی بنفس نفیس شرکت ہی مجاہدین اسلام کے لیے وجہ طمانیت تھی اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی موجودگی ان کے اعتماد اور اعتبار میں ہر لحہ اضافہ کررہی تھی۔ سپہ سالار مدینہ ﷺ اپنے قول وعمل سے ان کے حوصلوں کو تابندگی عطا فرمارہے تھے۔

احد کے دن سرور کائنات ہادی دو جہاں، سیّدالمرسلین، خاتم النبیین ﷺ نے اپنی تلوار نکال کر فرمایا: ''کون آدمی اس تلوار کو اس شرط پر لے گا کہ وہ اس کا حق ادا کرے۔'' کئی حضرات صحابہ کرام اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ تلوار لینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن سرکار دوعالم ﷺ نے ہر بار اسے پیچھے کھینچ لیا۔

حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما آگے بڑھے لیکن آپ ﷺ نے انہیں روک دیا۔

آخر کار ایک اور مشہور بہادر حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی ما حقه یا رسول الله ''اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ! اس کا حق کیا ہے؟'' فرمایا: ان تضرب به العدو حتی ینحنی اس کا حق یہ ہے کہ اس سے دشمن پر توپے درپے وار کرے یہاں تک کہ یہ ٹیڑھی ہوجائے۔''

ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی! میں اس شرط پر یہ تلوار لینے کے لیے تیار ہوں۔ حضور انور نبی کریم رؤف و

Marfat.com

رحیم ﷺ نے وہ تلوار انہیں عطا فرمادی۔ حضرت ابودجانہ ﷜ کا ایک سرخ پٹکا (پٹی' دوپٹہ' کمربند یا رومال) تھا جسے عصابۃ الموت یعنی موت کا پٹکا کہا جاتا تھا۔ آپ جس وقت وہ سرخ پٹکا سر پر باندھتے تھے تو لوگوں کو یقین ہو جاتا تھا کہ اب دشمن کی خیر نہیں۔

جب سرکار دوعالم ﷺ نے آپ کو وہ تلوار مرحمت فرمائی تو آپ نے اپنا وہ سرخ پٹکا نکالا۔ اسے سر پر باندھا اور بڑے فخریہ انداز میں اترا اترا کر ٹہلنے لگے۔ حضور ﷺ نے اپنے غلام کی اس ادا کو دیکھا تو فرمایا یہ ایسی چال ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو سخت ناپسند ہے لیکن سوائے اس قسم کے موقع کے۔

(السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد 2 صفحہ 67......السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 3 صفحہ 11، 12)

مشرکین کی صف آرائی

مشرکین نے بھی وادی قناۃ کے کھلے میدان میں اپنی صفیں درست کیں۔ ان کا لشکر تین ہزار (3000) جنگجوؤں پر مشتمل تھا۔ ان کے ساتھ دوسو (200) گھڑ سوار تھے تین ہزار (3000) اونٹ تھے۔ سواروں کے میمنہ کی کمان خالد بن ولید کے سپرد کی گئی اور میسرہ کی قیادت عکرمہ بن ابی جہل کو تفویض ہوئی۔ تیر اندازوں کے دستہ کا کماندار عبداللہ بن ربیعہ کو مقرر کیا گیا اور پیدل لشکر کا سالار، صفوان بن امیہ تھا۔ بعض نے عمرو بن عاص کا نام لیا ہے۔ مشرکین کے اس لشکر جرار کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ تھا۔ ابوسفیان ساری فوج کا سپہ سالار اعظم تھا وہ صفوں میں چکر لگا رہا تھا۔ اور اپنے سپاہیوں کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بھڑکا رہا تھا۔

اسی اثناء میں وہ طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس آیا جو بنو عبدالدار کے قبیلہ سے تھا۔ اور اسے کہنے لگا اے عبدالدار کے سپوتو! تم جانتے ہو کہ میدان بدر میں ہمارا جھنڈا تمہارے پاس تھا۔ ہم پر وہاں جو قیامت ٹوٹی اس سے تم باخبر ہو۔ فوج کو شکست اس کے جھنڈے کی طرف سے آتی ہے۔ اگر جھنڈا سرنگوں ہو جائے تو فوج کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور میدان جنگ سے وہ راہ فرار اختیار کر لیتی ہے۔ آج پھر قوم کا پرچم تمہارے پاس ہے، اگر تم اس کا حق ادا کر سکتے ہو تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ اور اگر تم ایسا کرنے سے قاصر ہو تو ابھی ہمیں بتا دو تاکہ ہم خود اس کا حق ادا کریں اور تم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لو گے کہ ہم اس کا حق کیسے ادا کرتے ہیں۔ ان کا جذبہ غیرت بھڑک اٹھا وہ کہنے لگے:

"کیا ہم اپنا جھنڈا تمہارے حوالے کر دیں؟ ناممکن۔ تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم اس جھنڈے کا حق کیسے ادا کرتے ہیں۔"

ابوسفیان نے طعن و تشنیع کا یہ تیر اس لیے چلایا تھا کہ یہ لوگ اپنی جانیں لڑا دیں لیکن اپنے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیں اور اس کا یہ مقصد پورا ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 40)

ابوسفیان کو اپنے سیاسی جوڑ توڑ پر بڑا ناز تھا۔ کسی کو چکما دے کر اپنے دام فریب میں پھنسا لینا اس کے

Marfat.com

لیے ایک معمولی بات تھی۔ جب دونوں فریق آمنے سامنے صف آراء ہو گئے تو اس نے انصار کے دونوں قبیلوں اوس وخزرج کو پیغام بھیجا کہ ہمارے تمہارے دیرینہ دوستانہ تعلقات ہیں۔ ہمارے مالی و معاشی مفادات بھی ایک دوسرے سے وابستہ ہیں ہم اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ ہم تم سے جنگ کریں۔

ہمارے وہ رشتہ دار جو اپنے وطن کو چھوڑ کر تمہارے پاس آ گئے ہیں۔ انہیں ہم سے جنگ کرنے دو۔ تم بیچ سے ہٹ جاؤ۔ ہمارے دل میں تمہاری دیرینہ دوستی کا ازحد احترام ہے۔ ہم لوگ تم پر ہرگز ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔

ابوسفیان اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ ان چکنی چپڑی باتوں سے انصار کو اپنا ہم نوا بنا لے گا اور وہ میدان جنگ سے واپس چلے جائیں گے۔ لیکن اسے یہ اندازہ نہ تھا کہ یہ لوگ منبع ہدایت کے اس سراجِ منیر پر ہزار جان سے فریفتہ ہیں وہ تو اس کے ایک تبسم کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دینے کا عہد کر کے یہاں آئے ہیں۔ انصار نے مشرکین کے اس بڑے سیاستدان کو وہ دندان شکن جواب دیا کہ وہ کھسیانا ہو کر رہ گیا۔

(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 196......الکامل لابن اثیر جلد 2 صفحہ 151)

حضور ﷺ کی دعا

ادھر مدنی لشکر اللہ تبارک وتعالیٰ سے مدد فتح ونصرت کی دعائیں مانگ رہا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد و ثنا لبوں پر جاری تھی۔ مجاہدوں کے سینوں میں جذبہ جہاد انگڑائیاں لے رہا تھا۔ شوق شہادت مجاہدین اسلام کی آنکھوں میں نمایاں فروزاں تھا وہ اپنے بخت سعید پر نازاں تھے اور دشمن سے مقابلے کے لیے بے قرار تھے۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے ہاتھ مبارک اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور اٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ قادر مطلق، خالق و مالک کائنات، ربّ العالمین، ربّ العزت سے یوں عرض گزار ہوئے:

"اے اللہ! میں تیری قوت کے بھروسہ پر ہی دشمن پر حملہ آور ہوتا ہوں اور تیری ہی رضا کے لیے ان سے جنگ کرتا ہوں۔ میرے لیے اے اللہ! تو ہی کافی ہے اور تو ہی بہترین کارساز ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 285)

جنگ کا آغاز

جنگ کا آغاز تو اسی وقت ہو گیا تھا جب ابوسفیان نے اپنے مذموم پیغام کے ذریعے انصار مدینہ کو ورغلانا چاہا اور جب وہ ناکام رہا تو لشکر مشرکین سے ابوعامر فاسق باہر نکلا اور اس نے گروہ اوس کو ورغلانا چاہا لیکن اسے بھی ناکامی ہوئی اور خوب خفت اٹھانی پڑی۔

جنگ اُحد کا ذکر کچھ دیر بعد ہوگا۔ اس سے پہلے میں چند نکات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں تاکہ قارئین کرام اسے صحیح طریقے سے سمجھ سکیں۔ اس سے مکمل طور پر مستفیذ ہوں اور دوسروں کی بھی صحیح سمت میں

Marfat.com

رہنمائی کر سکیں۔

میں جنگ اُحد کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ پہلے وقتوں میں یا تیر و تلوار کے وقتوں میں دشمن فوجیں ایک دوسرے سے مناسب فاصلے پر پڑاؤ ڈالتی تھیں۔ جنگ کے لیے وہ اپنے پڑاؤ یا کیمپ سے کچھ آگے نکل کر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آتیں تھیں اور دشمن سے شروع میں اتنی دوری ضرور رکھی جاتی تھی کہ دشمن کے تیر یا پتھر کی پہنچ سے باہر ہوں۔ یعنی کہ ایک دوسرے سے سوڈیڑھ سو میٹر دور رکے رہتے تھے۔

پھر اسی فاصلے سے ایک دوسرے کے ساتھ باآواز پیغام رسانی ہوتی تھی جیسا کہ مذکورہ جنگ نے ابوسفیان اور فاسق ابو عامر نے کیا۔

اس کے بعد بھی یہ نہیں ہوتا تھا کہ جیسے ہی بات ختم ہوئی یا پیغام رسانی یا نفسیاتی جنگ کے حربے ختم ہوئے تو دونوں لشکر فوراً ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے اور گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی۔ ان وقتوں میں پیغام رسانی وغیرہ کے بعد یہ ہوتا تھا کہ ایک فوج اپنے کسی بھی ایک طاقتور، لڑاکا جنگجو شخص کو میدان جنگ کے درمیان بھیج دیتی تھی۔

وہ پہلوان، جنگجو یا تلوار باز میدان میں آ کر مخالف فوج کے جنگجوؤں کو چیلنج دیتا تھا کہ جس کسی میں ہمت ہو وہ میدان میں آ کر مقابلہ کرے۔ اس کو مبارزت طلبی بھی کہتے ہیں۔

دو چار مبارزت طلبی والے مقابلے ہوتے تھے۔ فوجوں میں جوش غیظ و غضب بڑھتا تھا۔ اور وہ ایک دوسرے کے مقابلتاً نزدیک آ جاتے تھے۔ پہلے تیروں پتھروں کا استعمال ہوتا تھا اور پھر فاصلہ جیسے اور کم ہوا تو تلواریں چلنے لگیں۔

اس لیے جن سیرت نگاروں نے یہ لکھ دیا ہے کہ فاسق ابو عامر اور اس کے ٹولے نے مسلمانوں پر شروع میں وہیں سے یا اسی فاصلے سے جس سے اس نے بات کی تھی فوراً تیر اور پتھر برسانا شروع کر دیئے اور اس کے بعد فریقین ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے اور گتھم گتھا ہو گئے۔ یہ غلط ہے۔

میرے اس نکتہ کو سمجھنے کے لیے اب اس حوالے کو پڑھیے:

''(فاسق ابو عامر جواب سننے کے بعد) کہنے لگا: میرے چلے آنے کے بعد میری قوم فتنہ و شر کا شکار ہوگئی ہے۔ پھر اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا خوب تیر برسائے۔ جب ترکش خالی ہو گیا تو اس بدباطن نے پتھروں کی بارش شرو کر دی اس کے بعد فریقین ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے اور گتھم گتھا ہو گئے۔'' (ضیاء النبی جلد 3 صفحہ 481)

قارئین کرام! یہ غلط ہے۔ لڑائی اس وقت شروع نہیں ہوئی تھی۔

اس بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ پھر جب لڑائی شروع ہوئی تو فاسق ابو عامر اور اس کے ٹولے نے بڑی

Marfat.com

پرزور جنگ کی اور مسلمانوں پر جم کر پتھر برسائے۔

اسی کتاب کے صفحہ 503 پر ایک اور بڑی غلطی ہے اور وہ یہ

''اب خالد بن ولید نے دیکھا کہ وہ عینین کی پہاڑی تیرافگنوں سے تقریباً خالی ہو چکی ہے تو اس نے اور عکرمہ نے اپنے گھڑسوار دستوں کو لے کر جبل اُحد کا چکر کاٹا۔ اور مسلمانوں پر ان کی پشت کی طرف سے ہلہ بول دیا۔'' (کتاب ضیاء النبی جلد 3 صفحہ 503)

قارئین کرام! شاید مصنف نے دانستہ ایسا نہیں لکھا ہے یہاں غلطی سے جبل عینین کے بجائے جبل اُحد لکھ گیا ہے۔

جبل اُحد کا چکر کاٹ کر لشکر اسلام کی پشت پر آنا، یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ جبل اُحد کے گرد چکر 15 کلومیٹر سے کم کا نہیں ہے۔ اور فرض محال اگر خالد بن ولید جبل اُحد کے اوپر سے گھوم کر آتا تو اس وقت دشمن جس سمت میں میدان جنگ سے بھاگ رہا تھا اسے بھی اسی سمت میں اپنے گھوڑوں کو دوڑانا پڑتا۔ مشرکین تو پہلے ہی میدان جنگ سے بھاگ رہے تھے۔ خالد بن ولید اور عکرمہ کو اسی سمت میں بھاگتے دیکھ کر تو وہ یہ سمجھتے کہ شکست فاش ہوگئی۔ اس صورت حال میں وہ بدحواس ہو جاتے، گھبرا جاتے اور اپنی سواریاں پکڑتے ہی مکہ کی طرف دوڑ پڑتے۔

لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔

پھر جبل اُحد کے گرد چکر لگا کر واپس مسلمانوں کی پشت پر آنا اتنا آسان اور اتنا جلدی ہو جانے والا کام نہ تھا۔ اتنا لمبا، کم از کم 15 کلومیٹر لمبا چکر لگانے میں، اس پتھریلی، ناہموار زمین پر کم از کم پونہ گھنٹہ، ایک گھنٹہ تو لگ ہی جاتا۔ اس جنگ میں اتنا وقفہ کہاں ملا ہے؟

اس بارے میں صحیح بات وہی ہے جو اکثر سیرت نگاروں نے لکھی ہے اور وہ یہ کہ مشرکین کے پاؤں اکھڑے تو انہوں نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ تیراندازوں کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ مشرکین کو شکست فاش ہوگئی اس لیے کچھ ہی دیر میں جبل عینین کو 40 تیراندازوں نے چھوڑ دیا اور وہ نیچے اتر کر میدان جنگ میں چلے گئے۔

خالد بن ولید جو اس سے پہلے بھی تین بار یہ کوشش کر چکا تھا کہ جبل عینین کے تیراندازوں سے بچ کر وہ لشکر اسلام کی پشت پر پہنچ جائے اور حملہ آور ہو لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

وہ اب بھی موقع کی تلاش میں تھا۔ اس نے جیسے دیکھا کہ تیرانداز جا چکے ہیں وہ جبل عینین کے (اپنے) دائیں طرف آیا اور برائے نام مزاحمت کے بعد جبل عینین کو اپنے بائیں ہاتھ چھوڑتے ہوئے لشکر اسلام کی پشت پر آ گیا اور مسلمانوں کو خوب نقصان پہنچایا۔

Marfat.com

اب اس کتاب کے بارے میں جس کے میں نے چند حوالے دے دیئے ہیں۔ میرے یہ حوالے دینے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مذکورہ کتاب غیر معیاری ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اس وقت مارکیٹ میں موجود کتابوں سے زیادہ معیاری اور اچھی لکھی ہوئی ہے اس میں مقابلتاً بڑی غلطیاں بہت کم ہیں۔ اور یہ چھوٹی چھوٹی غلطیاں اس کتاب سے دور ہو جانی چاہئیں تا کہ یہ کتاب رہنما کتاب رہے۔

اہم تبدیلیاں اور نفسیاتی حربے

مشرکین مکہ، مسلمانوں سے جنگ بدر میں بری طرح شکست فاش کھا جانے کے ایک سال اور ایک ماہ بعد اپنا بدلہ لینے کے لیے پوری طرح سے تیار ہو کر مدینہ، جبل اُحد کے دامن میں پہنچ گئے تھے۔ اب کی دفعہ انہوں نے جنگ لڑنے کے لیے چند اہم تبدیلیاں کیں تا کہ انہیں پھر بری شکست نہ ہو۔

1) قیادت کا حتمی فیصلہ کیا

2) کمانڈرز کو فرائض سونپے

3) باقاعدہ صف بندی کی

4) جھنڈا بلند رکھنے کا انتظام کیا

5) نفسیاتی حربے بھی استعمال کیے

6) دشمن نے جنگ کی ابتداء بھی نفسیاتی جنگ سے کی۔

دشمن نے اپنے قدیم دستور کے مطابق سواروں کی کمان بنی مخزوم، فوجوں کی کمان بنی امیہ اور علم بنی عبدالدار کے سپرد کیا۔ مشترکہ سپریم کمانڈر کی حیثیت سے ابوسفیان نے کمان اپنے ہاتھ میں لے لی، جبکہ بدر میں مکی لشکر اندرونی خلفشار کا شکار تھا اور قیادت بڑی حد تک متنازعہ تھی، مختلف دستے مختلف زعماء کی زیر قیادت بغیر کسی تنظیم اور جنگی منصوبہ بندی کے لڑے تھے لیکن اس دفعہ انہوں نے اپنی فوج کی باقاعدہ صف بندی کی ہوئی تھی۔ ابوسفیان نے بدر کے میدان میں فوج کا پرچم گر جانے کے سبب شکست کو یاد کرتے ہوئے پرچم کے تحفظ پر مامور جوانوں کو غیرت دلائی کہ اب کے پرچم کو گرنے نہ دینا اور اسے ہر حالت میں بلند رکھنا۔ اس کے بعد میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابو جہل کا تقرر عمل میں آیا۔ پیادوں کی کمان صفوان کو دی گئی جبکہ تیر اندازوں کا سالار عبداللہ بن ابی ربیعہ کو مقرر کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد، جلد 2 صفحہ 40)

مکی لشکر میں مسلمانوں کی شجاعت کا خوف چھپائے نہ چھپتا تھا۔ بدر میں انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ وسائل کی کمی یا کم افرادی قوت مسلمانوں کے جذبہ جہاد کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ انہیں یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ حضور ﷺ کے پیروکار کس طرح دیوانہ وار اپنے آقا ﷺ پر نثار ہوتے ہیں۔ چنانچہ کفار نے مسلمانوں کو نیچا دکھانے اور انہیں مرعوب کرنے کے لیے نفسیاتی حربے بھی آزمائے، وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں پھوٹ

Marfat.com

ڈال کران کے اتحاد کو پارہ پارہ کردیں جب ان کی قوت منتشر ہو جائے گی تو انہیں مغلوب کرنا آسان ہو
گا مشرکین کے عمائدین نے بڑے داؤ پیچ استعمال کئے لیکن وہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل میں کام
ہو سکے، ابوسفیان نے انصار کو پیغام بھیجا کہ وہ مہاجرین سے الگ ہو جائیں ہم ان سے جنگ کر
آئے، انصار نے غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے مشرکین کے اس نفسیاتی حربے کو بری طرح ناکا
اورابوسفیان خفت زدہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

اب انہوں نے ابوعامر راہب جو اسلام سے پہلے اوس کا سردار تھا اسے اپنے لشکر کے سامنے لا
تا کہ وہ قبیلہ اوس کے لوگوں کو ورغلائے۔ اس سے پہلے ابوعامر فاسق کے بارے میں لکھا جاچکا ہے کہ
پچاس ہمراہیوں سمیت یثرب سے مکہ آ گیا تھا۔ تا کہ قریش مکہ کو حضور نبی کریم ﷺ کے خلاف جنگ
ہونے کے لیے ابھارے۔ اوران کی صفوں میں موجود رہ کرخود بھی اپنے عناد اور خبث باطنی کا مظاہرہ کر
اس نے قریش کو یقین دلایا تھا کہ جب اس کی قوم بنی اوس اسے دیکھیں گے تو تمام کے تمام ا
معیت کو چھوڑ کر اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گے اور لشکر اسلام کے خلاف یوں بے جگری
گے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ جائے گی۔

جب وہ میدان جنگ میں نکلا تو اس زعم باطل کے زیر اثر اس نے بلند آواز سے کہا:

''اے گروہِ اوس! مجھے پہچانا میں ابوعامر ہوں۔''

اس کا خیال تھا کہ اس کا نام سنتے ہی اوس کے نوجوان پروانوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑیں گے۔
بندگان خدا اور غلامان مصطفیٰ نے یہ جواب دے کر اس کی امیدوں کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا۔ انہو
یک زبان ہو کر کہا:

''اے فاسق! اے بدمعاش! خدا تیری آنکھوں کو کبھی ٹھنڈا نہ کرے ہماری آنکھوں سے دور ہو جا۔''
کہنے لگا: میرے چلے آنے کے بعد میری قوم فتنہ وشر کا شکار ہو گئی ہے۔ دشمن کا یہ وار بھی خالی گیا۔
(زادالمعاد، جلد 3 صفح

پھر جب لڑائی شروع ہوئی تو اس شخص نے بڑی پرزور جنگ کی اور مسلمانوں پر جم کر پتھر برسائے
اس طرح قریش کی جانب سے اہل ایمان کی صفوں میں تفرقہ ڈالنے کی دوسری کوشش بھی ناکام
اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تعداد کی کثرت اور سازوسامان کی فراوانی کے باوجود مشرکین کے
مسلمانوں کا کس قدر خوف اور ان کی کیسی ہیبت طاری تھی۔

مشرکین مکہ کی عورتوں کا کردار

مشرکین مکہ عورتوں کو دو مقاصد کے لیے اپنے ساتھ لائے تھے ایک یہ کہ اپنی ان عورتوں کے

Marfat.com

کے تحفظ کی خاطر سپاہی آخر دم تک جنگ جاری رکھیں گے اور میدان جنگ سے بھاگنے کے تصور کو اپنے
ین پھٹکنے دیں گے۔ اور دوسرے یہ کہ یہ عورتیں سپاہیوں کے آتش انتقام کو ہوا دے کر ان کے جنگی
ں اضافہ کریں گی۔ یہ بھی کفار کا ایک نفسیاتی حربہ تھا جو انہوں نے اپنے سپاہیوں کا مورال بلند رکھنے
استعمال کیا۔ چنانچہ یہ خواتین سپاہیوں کے جذبات برانگیختہ کر رہی تھیں اور انہیں مقتولین بدر کا انتقام
بھار رہی تھیں۔ ان میں ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ پیش پیش تھی۔ یہ عورتیں مکی لشکر کی صفوں کے
پیچھے ڈھول اور دف بجا بجا کر ان کے جذبوں کو بیدار کرنے کی تگ و دو کرنے لگیں تاکہ کوئی شخص میدان
سے فرار ہونے کی کوشش نہ کرے۔ خواتین عرب شعراء کے اشعار سے سپاہیوں کے دلوں کو گرما رہی تھیں
ن کی آتش انتقام کو بھڑکا رہی تھیں۔

ان عورتوں نے صفوں میں گھوم گھوم کر اور دف پیٹ پیٹ کر لوگوں کو جوش دلایا۔ لڑائی کے لیے بھڑکایا،
ں کو غیرت دلائی، اور نیزہ بازی و شمشیر زنی، مار دھاڑ اور تیر افگنی کے لیے جذبات کو برانگیختہ کیا۔

مکہ کے سرداروں کی خواتین اپنی فطری نسوانی شرم و حیاء کی چادر کو برے پھینک کر دفیں بجا رہی تھیں
رہی تھیں اور شعر گا گا کر اپنے بہادروں کے جوش انتقام کی آنچ کو تیز تر کر رہی تھیں۔ پیش پیش ان کے
ر اعظم ابوسفیان کی بیوی ہند تھی۔ کبھی وہ قبیلہ بنو عبدالدار کے لڑاکوں کو جوش دلاتی تھیں۔ کبھی وہ
وں کو مخاطب کر کے یوں کہتیں:

"واہ واہ اے عبدالدار کے بیٹو! واہ وا! اے پشتوں کی حفاظت کرنے والو!
ہر کاٹنے والی تیز تلوار سے دشمن پر کاری ضرب لگاتے چلو۔"

"ہم معزز لوگوں کی بیٹیاں ہیں۔ ہم نرم اور گداز قالینوں پر چلتی ہیں۔
موتی ہمارے گلوں میں ہیں اور کستوری ہماری مانگوں میں ہے۔"

اگر تم آگے بڑھ کر حملہ کرو گے تو ہم تمہیں سینہ سے لگائیں گی اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو ہم تم
سے جدائی اختیار کر لیں گی۔ ایسی جدائی جس پر ہمیں کوئی افسوس نہیں ہوگا۔

ان کی ہیجان انگیز ادائیں اور شعلہ نوائیاں نوجوانوں کو جنگ کے لیے دیوانہ بنا رہی تھیں۔

(تاریخ الخمیس، جلد 1 صفحہ 424)

لشکر اسلام مشرکین کی ان بیہودہ حرکات و خرافات سے بے نیاز، دشمنوں پر عقابی نظر رکھے ہوئے اپنے
رب العالمین، حی و قیوم کی حمد و ثنا میں مصروف تھا۔

اور پیغمبر اول و آخر و اعظم، سیّد المرسلین، ہادی انس و جاں، رہبر کائنات، خاتم النبیین حبیب رب
ا حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ رب ذوالجلال قادر مطلق کی بارگاہ میں یوں التجا فرما رہے تھے:

Marfat.com

''اے اللہ! میں تیری قوت کے ساتھ ہی دشمن کے مقابلے پر نکلتا ہوں اور تیری قوت کے ساتھ ہی ان پر حملہ کرتا ہوں اور تیری رضا کے لیے ان سے جنگ کرتا ہوں۔ کافی ہے مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ اور وہ بہترین کارساز ہے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 258)

جنگ شروع، پہلا قتل

اس کے بعد دونوں فریق بالکل آمنے سامنے اور قریب آ گئے اور لڑائی کا مرحلہ شروع ہو گیا۔ جنگ کا پہلا ایندھن مشرکین کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ عبدری بنا۔ یہ شخص قریش کا نہایت بہادر شہسوار تھا۔ اسے مسلمان کبش الکتیبہ (لشکر کا مینڈھا) کہتے تھے۔ یہ اونٹ پر سوار ہو کر نکلا اور مبارزت کی دعوت دی۔ اس نے دونوں فوجوں لشکروں کے درمیان میدان میں اپنے اونٹ پر آ کر پکارا کون ہے جو مجھ سے مقابلہ کرے گا وہ میدان میں سامنے آئے۔ اس نے یہ فقرہ دوبار کہا۔ صحابہ کرام غالباً حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے اشارے کے منتظر تھے کہ آپ ﷺ جسے حکم فرمائیں وہ آگے جائے اس لیے ان میں سے اپنے طور پر کوئی آگے نہ بڑھا۔

یہ مبارزت طلب کرنے والا طلحہ بن ابی طلحہ عبدری اپنے آپ کو بہت بہادر اور لڑاکا تلوار باز سمجھتا تھا اور ابھی کچھ دیر پہلے اسے اس کے قبیلے کے جوانوں کو ابوسفیان کی بیوی ہند اور دیگر ساتھی خواتین نے خوب پھونک بھی دی تھی اس لیے وہ آپے سے باہر ہو رہا تھا اس نے فوراً ہی تیسری بار چیلنج کیا۔

اس کی اس پکار پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اسلامی صفوں میں سے نکل کر اس کی طرف بڑھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پیدل تھے۔ اور سامنے دشمن اونٹ پر سوار تلوار لہرا رہا تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ایک دم زور سے اچھلے اور اس کے برابر پہنچ کر اس کی گردن پکڑ کر اس سے لپٹ گئے۔ اور فوراً ہی اوپر کی طرف جست لگا کر اونٹ پر چڑھ گئے۔ پھر دونوں میں اونٹ کے اوپر زور آزمائی ہونے لگی۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ یہ اونٹ پر زور آزمائی کا ملاحظہ فرما رہے تھے۔ ان کی اس زور آزمائی کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان میں سے جو بھی پہلے زمین کو چھوئے گا وہی مارا جائے گا۔''

اسی دوران حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے دشمن کو اونٹ پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا اور لڑھک کر نیچے آ گیا۔ اسی وقت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر چھلانگ لگا دی اور اپنی تلوار کے وار سے اسے ختم کر دیا۔ (تلوار کے ایک ہی وار سے طلحہ کی گردن جسم سے جدا کر دی۔)

حضور انور نبی کریم ﷺ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی پھرتی، بہادری اور جرأت کا منظر دیکھ رہے تھے۔ جونہی طلحہ واصل جہنم ہوا حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے خوشی سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اپنے سپہ سالار کی تقلید میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا، اور اُحد کی فضا اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) کے نعرے سے گونج اٹھی۔ حضور ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو حواری کا لقب دیا کہ

Marfat.com

"بتحقیق ہر نبی کا کوئی نہ کوئی حواری ہوتا تھا اور میرا حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔" (البدایہ والنہایہ، جلد 4 صفحہ 20)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا اس موقع پر ذکر صرف صاحب سیرت حلبیہ نے کیا ہے ورنہ احادیث میں یہ جملہ دوسرے موقعے پر مذکور ہے)

پھر حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر طلحہ کی مبارزت طلبی پر کوئی نہ نکلتا تو میں خود اس کا مقابلہ کرتا۔"

قارئین کرام! اکثر سیرت نگاروں نے ایک اور شخصی مقابلے (مبارزت) کا لکھا ہے جس میں دشمن کی مبارزت طلبی پر یا دشمن کے چیلنج دینے پر لشکر اسلام میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں تشریف لائے۔

لیکن اس شخصی مقابلے یا مبارزت میں بھی دشمن کا نام طلحہ یہ ہے۔ اس بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ دو شخصی مقابلوں میں دشمن کے ایک آدمی کا نام طلحہ نہ ہو بلکہ کوئی اور نام ہو جو کسی وجہ سے تاریخ دانوں، سیرت نگاروں سے اوجھل رہا اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں کا نام طلحہ ہی ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نمبر دو پر آنے والا طلحہ اپنے پیش رو طلحہ کا بیٹا ہو کیونکہ عرب میں یہ رواج عام تھا کہ جو باپ کا نام، وہی ایک بیٹے کا نام اور وہی ایک پوتے کا نام۔

مزید وضاحت کی خاطر یوں سمجھ لیں کہ جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا وہ بڑا طلحہ (باپ) اور جو اس کے بعد مبارزت طلب ہوا اور جس کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان میں تشریف لائے وہ اسی طلحہ کا بیٹا طلحہ تھا۔ یا کوئی اور طلحہ تھا۔ لیجئے اب دوسرے شخصی مقابلے کے بارے میں پڑھئے۔

طلحہ کی مبارزت طلبی اور لاف وگزاف

اس کے بعد مشرکوں کی صفوں میں سے ایک اور شخص نکلا۔ یہ طلحہ بن ابوطلحہ تھا۔ اس کے باپ ابوطلحہ کا نام عبداللہ بن عثمان بن عبدالدار تھا۔ یہ بھی مشرکین کے پرچم برداروں میں سے تھا۔ اس نے میدان میں آکر للکار کر کہا۔

"ھل من مبارز" ہے کوئی میرے ساتھ پنجہ آزمائی کرنے والا۔ کسی نے اس کی للکار کا جواب نہ دیا وہ کہنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ تمہارا تو یہ خیال ہے کہ تمہارے مقتول جنت میں ہیں اور ہمارے مقتول دوزخ میں۔ لات کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو۔ اگر تم اسے سچ یقین کرتے تو تم میں سے کوئی میرے مقابلہ کے لیے نکلتا۔

شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کافر کی اس ڈینگ پر اللہ کا نام بلند کرتے ہوئے میدان میں نکل آئے۔ لشکر اسلام اور لشکر کفار کی صفوں کے درمیان ان کا مقابلہ ہوا۔ دونوں میں تلوار بازی شروع ہی ہوئی تھی کہ شیر خدا نے اس کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ دیا۔ بجلی کی تیزی سے اس پر تلوار کا وار کیا۔ وہ پیکر نخوت، جو چند لمحے پیشتر

Marfat.com

شیخیاں بگھار رہا تھا چند لمحوں بعد ہی زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔ آپ نے دوسرا وار نہ کیا کیونکہ گرتے ہوئے اس کی شرم گاہ ننگی ہوگئی تھی اور اہل مروت کا یہ شیوہ نہیں کہ دشمن کو ایسی حالت میں موت کے گھاٹ اتارا جائے۔ لیکن وہ پہلے وار کی ہی تاب بھی نہ لا سکا اور کچھ دیر بعد دم توڑ گیا۔

(سیرت ابن ہشام جلد 3، صفحہ 19 سبل الھدیٰ، جلد 4 صفحہ 287، و دیگر کتب سیرت)

قارئین کرام! ان دو مبارزت طلب مشرکوں میں سے ایک گمنام تھا اور اس کا تعلق علمبردار فیملی سے بھی نہ تھا میری اس تحقیق کو آپ اس غزوہ کے آخر میں ''مشرکین کے مقتولین'' میں پڑھ سکیں گے۔

جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے

اب جب مشرکین نے دیکھا کہ مبارزت طلبی میں تو سو فی صد خسارہ ہے۔ ان کے دو نامور شہسوار پلک جھپکنے میں ختم کر دیئے گئے ہیں تو انہوں نے تیر و پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ مسلمان تو پہلے ہی اس انتظار میں تھے۔ وہ ان سے پہلے آگے بڑھے اور سو ڈیڑھ سو میٹر لمبے محاذ پر فوراً جنگ کی آگ پھیل گئی۔ ہر طرف تیر، تلوار، نیزے، بھالے اور برچھیاں چلنے لگیں۔

لشکر اسلام کی اگلی صف میں ایسے آزمودہ اور جنگجو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رکھے گئے تھے جن کی دشمن پر دہشت طاری تھی۔ وہ دشمن کی صفوں کو خوب درہم برہم کر رہے تھے وہ دشمن پر کاری ضرب لگا رہے تھے اور دشمن ان کے سامنے سے پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔

لشکر کا پرچم بردار عموماً سامنے اور لشکر کے وسط میں ہوتا ہے۔ مشرکین کے علمبردار بھی میدان جنگ کے وسط میں تھے اور اپنے جھنڈے کو بلند کئے ہوئے تھے۔ اسی طرح مسلمانوں کا جھنڈا ان کے سامنے بلند تھا۔

جنگ میں جب کسی لشکر یا فوج کا جھنڈا گر جائے اور اسے اٹھانے والا کوئی نہ ہو تو اس فوج کے حوصلے پشت ہو جاتے ہیں۔ اس کا میدان جنگ میں ٹھہرنا مشکل ہو جاتا ہے اور وہ میدان سے بھاگ کھڑی ہوتی ہے اور شکست کھا جاتی ہے۔ اس لیے جھنڈوں کے مابین لڑائی میں زیادہ شدت تھی۔ یوں تو سارے محاذ پر زبردست جنگ جاری تھی لیکن مشرکین کے جھنڈے کے نزدیک اس کی شدت و تیزی انتہا پر تھی۔ مسلمان وہاں تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ مشرکین کا جھنڈا بار بار گرتا تھا اور وہ اسے پھر بلند کر دیتے تھے۔

آیئے پہلے محاذ کے اسی حصے کا حال دیکھیے، پڑھیے۔ لیکن اس دوران یہ خیال رہے کہ یہ جنگ دائیں بائیں بھی بہت شدت سے لڑی جا رہی ہے۔

مشرکین کے علمبرداروں کا صفایا

اب تک مشرکین کے دو علمبردار مارے جا چکے ہیں۔ ان کا جھنڈا دو دفعہ گر چکا ہے اور پھر فوراً ہی بلند کیا جا چکا ہے۔

Marfat.com

بنو عبدالدار نے اپنے کمانڈر طلحہ بن ابی طلحہ کے قتل کے بعد یکے بعد دیگرے پرچم سنبھالا لیکن سب کے سب مارے گئے۔ سب سے پہلے طلحہ کے بھائی ابوشیبہ عثمان بن ابی طلحہ نے پرچم اٹھایا اور یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا:

''پرچم والوں کا فرض ہے کہ نیزہ (خون سے) رنگین ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔''

اس شخص پر حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا اور اس کے کندھے پر ایسی تلوار ماری کہ وہ ہاتھ سمیت کندھے کو کاٹتی اور جسم کو چیرتی ہوئی ناف تک جا پہنچی یہاں تک کہ پھیپھڑا دکھائی دینے لگا۔

اس کے بعد ابوسعید بن ابی طلحہ (طلحہ اور عثمان کے تیسرے بھائی) نے جھنڈا اٹھایا۔ اس پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تیر چلایا اور وہ ٹھیک اس کے گلے پر لگا جس سے اس کی زبان باہر نکل آئی اور وہ اسی وقت مر گیا۔ (لیکن بعض سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ ابوسعد نے باہر نکل کر دعوت مبارزت دی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار کا ایک وار کیا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوسعد کو مار لیا۔)

اس کے بعد طلحہ بن ابوطلحہ جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا کے بیٹے مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا لیکن اسے عاصم بن ثابت بن ابی افلح رضی اللہ عنہ نے تیر مار کر قتل کر دیا۔

اس کے بعد مسافع کے بھائی حارث بن طلحہ نے اپنا قومی پرچم بلند کیا۔ حضرت عاصم نے اسے بھی اپنے تیر کا ہدف بنایا اور چشم زدن میں واصل جہنم کر دیا۔ اس کی ماں سلافہ بنت سعد کو پتہ چلا کہ اس کے دوسرے بیٹے کو بھی عاصم نے گھائل کر دیا ہے تو دوڑی ہوئی آئی۔ جاں بلب بیٹے کا سر اپنی گود میں رکھا اور پوچھا بیٹے! تمہیں کس نے نشانہ بنایا ہے اس نے کہا مجھے اتنا یاد ہے کہ جس نے مجھے تیر مارا اس وقت اس کی زبان سے یہ فقرہ نکلا جو میں نے سنا۔ خذھا وانا ابن افلح ''اس تیر کو سنبھالو اور یاد رکھو میں ابن افلح ہوں۔'' اس وقت سلافہ بنت سعد نے نذر مانی کہ اگر اللہ نے عاصم کا سر میرے قبضہ میں دیا تو میں اس میں شراب بھر کر پیوں گی۔

اور جو شخص عاصم کو پکڑ کر میرے پاس لے آئے گا میں سو اونٹ بطور انعام اسے دوں گی۔

اس کے بعد مسافع اور حارث بن طلحہ بن ابی طلحہ کے تیسرے بھائی کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا مگر اس پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ٹوٹ پڑے اور تلوار مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔

پھر ان تینوں مسافع، حارث اور کلاب کے چوتھے بھائی جلاس بن طلحہ بن ابی طلحہ نے جھنڈا اٹھایا مگر اسے طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے نیزہ مار کر ختم کر دیا، اور کہا جاتا ہے کہ عاصم بن ثابت بن ابی افلح رضی اللہ عنہ نے تیر مار کر ختم کیا۔

Marfat.com

یہ ایک ہی گھر کے سات افراد تھے۔ یعنی سب کے سب ابوطلحہ عبداللہ بن عثمان بن عبدالدار کے بیٹے یا پوتے تھے۔ جو مشرکین کے جھنڈے کی حفاظت کرتے ہوئے مارے گئے۔

اس طرح یہ چاروں بھائی مسافع، حارث، کلاب اور جلاس اپنے باپ طلحہ اور اپنے دو چچا عثمان اور ابوسعید اپنا جھنڈا بلند کرتے ہوئے اس غزوۂ اُحد میں قتل ہو گئے۔

اس کے بعد قبیلہ بنی عبدالدار کے ایک اور شخص ارطاۃ بن شرحبیل نے پرچم سنبھالا، لیکن اسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ (ابن ہشام کے نزدیک اس کو کیفر کردار تک پہنچانے والے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔)

اس کے بعد شریح بن قارظ نے جھنڈا اٹھایا مگر اسے قزمان نے قتل کر دیا۔ قزمان منافق تھا اور اسلام کے بجائے قبائلی حمیت کے جوش میں مسلمانوں کے ہمراہ لڑنے آیا تھا۔

اس کے بعد یہ جھنڈا ابوزید بن عمیر (حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے مشرک بھائی) ابن عبد مناف ابن ہاشم بن عبدالدار نے اٹھایا تو اس کو بھی قزمان نے جلد ہی قتل کر دیا۔

اس کے بعد یہ جھنڈا شرحبیل بن ہاشم عبدری کے ایک لڑکے نے اٹھالیا۔ مگر وہ بھی بہت جلد قزمان کے ہاتھوں مارا گیا۔

یہ بنوعبدالدار کے گیارہ افراد ہوئے جنہوں نے مشرکین کا جھنڈا اٹھایا اور سب کے سب مارے گئے۔ اس کے بعد اس قبیلے کا کوئی آدمی باقی نہ بچا جو جھنڈا اٹھاتا۔

قبیلہ عبدالدار کے علمبردار نے واقعی بہت ہمت و بہادری کا مظاہرہ کیا کہ آخری آدمی تک گرے ہوئے جھنڈے کو اٹھانے سے باز نہ آئے اور باری باری موت کے منہ میں چلے گئے۔

بنوعبدالدار کے گیارہویں فرد کے (شرحبیل بن ہاشم عبدری کا ایک لڑکا جس کا نام معلوم نہیں) کے قتل ہوتے ہی ان کے ایک حبشی غلام نے جس کا نام صواب تھا لپک کر زمین سے گرا ہوا جھنڈا اٹھالیا۔

اور وہ ایسی بہادری اور پامردی سے لڑا کہ اپنے سے پہلے جھنڈا اٹھانے والے اپنے آقاؤں سے بھی بازی لے گیا۔ لوگوں نے اسے کہا دیکھنا تمہاری وجہ سے ہمیں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ چنانچہ اس نے بڑی شجاعت کا مظاہرہ کیا جھنڈا اس کے دائیں ہاتھ میں تھا وہ کٹ کر گر پڑا۔ فوراً اس نے جھنڈا اپنے بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ پھر بایاں ہاتھ بھی کٹ کر دور جا گرا تو اس نے جھنڈے کو اپنے سینے اور گردن سے دبوچ لیا تاکہ گرنے نہ پائے۔ آخر میں اس کی زبان سے نکلا۔ ''اے اللہ! کیا میں نے اپنی قوم کی لاج رکھ لی ہے۔'' سب لوگوں نے کہا بیشک۔ پھر قزمان نے اس کو تیر مارا اور اس کو موت کی نیند سلا دیا۔ جب حبشی غلام صواب سمیت بارہ علمبردار یکے بعد دیگرے موت کے نیند سلا دیئے گئے اور اس غلام (صواب) کے قتل کے بعد جھنڈا زمین

Marfat.com

پر گر گیا اور اسے کوئی اٹھانے والا باقی نہ بچا اس لیے وہ گرا ہی رہا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 287، 288......الامتاع جلد 1 صفحہ 116)

دیگر حصوں میں جنگ کا حال

ایک طرف مشرکین کا جھنڈا معرکے کا مرکز ثقل تھا تو دوسری طرف میدان کے بقیہ حصوں میں بھی شدید جنگ جاری تھی۔ مسلمانوں کی صفوں پر ایمان کی روح چھائی ہوئی تھی اس لیے وہ شرک وکفر کے لشکر پر اس سیلاب کی طرح ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ جس کے سامنے کوئی بند ٹھہر نہیں پاتا۔ مسلمان اس موقعے پر امت کہہ رہے تھے اور اس جنگ میں یہی ان کا شعار تھا۔

ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ

ادھر ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی سرخ پٹی باندھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار تھامے اور اس کے حق کی ادائیگی کا عزم مصمم کیے پیش قدمی کی اور لڑتے ہوئے دور تک جا گھسے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ صحیح معنوں میں بے دھڑک قلب دشمن میں دندناتے پھر رہے تھے وہ جس کسی مشرک سے ٹکراتے اس کا صفایا کر دیتے۔ انہوں نے مشرکین کی صفوں کی صفیں الٹ دیں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلوار مانگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہ دی تو میرے دل پر اس کا اثر ہوا۔ اور میں نے اپنے جی میں سوچا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) کا بیٹا ہوں، قریشی ہوں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ابودجانہ رضی اللہ عنہ سے پہلے تلوار مانگی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہ دی، اور انہیں دے دی۔ اس لیے واللہ! میں دیکھوں گا کہ وہ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟

چنانچہ میں ان کے پیچھے لگ گیا۔ انہوں نے یہ کیا کہ پہلے اپنی سرخ پٹی نکالی اور سر پر باندھی۔ اس پر انصار نے کہا کہ ابودجانہ نے موت کی پٹی نکال لی ہے۔ پھر وہ یہ کہتے ہوئے میدان کی طرف بڑھے۔

"میں نے اس نخلستان کے دامن میں اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا ہے کہ کبھی صفوں کے پیچھے نہ رہوں گا (بلکہ آگے بڑھ کر) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار چلاؤں گا۔"

اس کے بعد انہیں جو بھی مل جاتا اسے قتل کر دیتے۔ ادھر مشرکین میں ایک شخص تھا جو ہمارے کسی بھی زخمی کو پا جاتا تو اس کا خاتمہ کر دیتا تھا۔ یہ دونوں رفتہ رفتہ قریب ہو رہے تھے۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ دونوں میں ٹکر ہو جائے۔ اور واقعتاً ٹکر ہوگئی۔ دونوں نے ایک دوسرے پر ایک ایک وار کیا۔ پہلے مشرک نے ابودجانہ رضی اللہ عنہ پر تلوار چلائی لیکن ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے یہ حملہ ڈھال پر روک لیا اور مشرک کی تلوار ڈھال میں پھنس کر رہ گئی۔ اس کے بعد حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار چلائی اور مشرک کو وہیں ڈھیر کر دیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 68، 69......سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 286)

Marfat.com

اس کے بعد حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ صفوں پر صفیں درہم برہم کرتے ہوئے آگے بڑھے یہاں تک کہ قریشی مشرک عورتوں کی کمانڈر تک جا پہنچے۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ عورت ہے۔ چنانچہ ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک انسان کو دیکھا وہ لوگوں کو بڑے زور وشور سے جوش و ولولہ دلا رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کو نشانے پر لے لیا۔ لیکن جب تلوار سے حملہ کرنا چاہا تو اس نے ہائے پکار مچائی اور جس سے پتا چلا کہ عورت ہے۔ اپنا وار روک لیا اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار کو بٹہ نہ لگنے دیا کہ اس سے کسی عورت کو ماروں۔

یہ عورت ہند بنت عتبہ تھی۔ چنانچہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے ہند بنت عتبہ کے سر کے بیچوں بیچ تلوار بلند کی اور پھر ہٹالی۔ میں نے سوچا اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 69......سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 286)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جنگ اُحد میں ایک مشرک مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے غراتا ہوا نکلا۔ کہنے لگا مسلمان اس طرح اکٹھے ہوگئے ہیں جیسے بھیڑیں ذبح کرنے کے لیے اکٹھی کی جاتی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک مسلمان مجاہد اس کا انتظار کررہا ہے۔ اس نے اپنے سر پر خود پہنا ہے اور زرہ بھی زیب تن ہے۔ میں آگے بڑھ کر اس کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ میں ان دونوں کا جائزہ لینے لگا۔ میرے اندازے سے جسمانی قوت اور اسلحہ کے اعتبار سے وہ کافر اس مسلمان مجاہد سے کہیں برتر تھا۔ میں انتظار کرنے لگا کہ دیکھئے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ یہاں تک وہ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمان نے اللہ کا نام لے کر اپنی تلوار اس کی گردن پر ماری جو اس کی پشت کو چیرتی اس کی ٹانگوں سے نکل گئی اس کا آدھا جسم ایک طرف اور دوسرا حصہ دوسری طرف دھڑام سے زمین پر جاگرا۔ اس کو کیفر کردار تک پہنچانے کے بعد اس مجاہد نے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھایا اور مجھے مخاطب ہو کر کہا:

"اے کعب! کیسا منظر تھا جو تم نے دیکھا، میں ابودجانہ ہوں۔"

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 68،69......سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 286)

تیراندازوں کا کارنامہ

جبل عینین (جبل رماۃ) پر جن تیراندازوں کو رسول اللہ ﷺ نے متعین فرمایا تھا انہوں نے بھی جنگ کی رفتار مسلمانوں کے موافق چلانے میں بڑا اہم رول ادا کیا۔ مکی شہسواروں نے خالد بن ولید کی قیادت میں اور ابوعامر فاسق کی مدد سے اسلامی فوج کا بایاں بازو توڑ کر مسلمانوں کی پشت تک پہنچنے اور ان پر پیچھے سے حملہ آور ہونے کے لیے اس دوران تین بار کوشش کرچکے تھے۔ لیکن ہر بار عینین کی پہاڑی پر حضور انور نبی کریم ﷺ نے جو پچاس تیرانداز متعین فرمائے تھے۔ انہوں نے ان پر دل کھول کر تیروں کی بارش، ان پر خوب تیر برسائے اور مجاہدین کی شدید بروقت تیراندازی کے سبب گھڑسوار دستوں کو ہر بار راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔ اور

Marfat.com

ہر بار وہ پسپا ہوئے اور ناکام اپنی جگہ پر لوٹے۔

یہ تیرانداز مجاہد بڑی بہادری اور مہارت سے لشکر اسلام کے عقب کی حفاظت کرتے رہے۔ اس دوران جب بھی خالد بن ولید یا دوسرے کمانڈر کی قیادت میں ان کے گھڑسوار دستے حملہ آور ہوتے تو مجاہدین اپنی کمانوں سے ان پر تیروں کی بارش برساتے۔ اور وہ دستے ناچار واپس بھاگ جانے پر مجبور ہو جاتے۔

انہوں نے تین بار پرزور منظم حملے کیے لیکن مسلمان تیراندازوں نے انہیں اس طرح تیروں سے چھلنی کیا کہ ان کے تینوں حملے ناکام ہو گئے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 323...... فتح الباری جلد 7 صفحہ 346)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

دونوں طرف سے تلواریں چل رہی تھیں، کفار آتش انتقام میں جل رہے تھے، مسلمان جذبہ جہاد میں سرشار مشرکین پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے، گھمسان کا رن پڑا تھا، کسی کو کسی کی کچھ خبر نہ تھی، دشمنوں پر کاری ضرب لگائی جا رہی تھی، حضرت حمزہ، حضرت ابودجانہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما جدھر ہو جاتے دشمن کی صفوں کی صفیں الٹ دیتے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ دشمن کا کوئی بہادر سے بہادر سپوت بھی آپ کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔

حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی روز بدر سے مشرکین پہ دہشت بیٹھی ہوئی تھی اس لیے ہر کوئی ان کا سامنا کرنے سے، کتراتا تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی بپھرے ہوئے شیر کی طرح جنگ لڑ رہے تھے اور بے نظیر مار دھاڑ کے ساتھ قلب لشکر کی طرف بڑھے اور چڑھے جا رہے تھے۔ ان کے سامنے سے بڑے بڑے بہادر اس طرح بکھر جاتے تھے جیسے تیز آندھی میں پتے اڑ رہے ہوں۔ انہوں نے مشرکین کے علمبردار کی تباہی میں نمایاں رول ادا کرنے کے علاوہ ان کے بڑے بڑے جانبازوں اور بہادروں کا بھی حال خراب کر رکھا تھا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ انتہائی سرفروشی کے ساتھ زبردست جنگ کر رہے تھے کہ اس دوران ایک مشرک سباع ابن عبدالعزیٰ آپ کے سامنے آ گیا۔ سباع بن عبدالعزیٰ کفار کا قابل فخر بہادر جنگجو سمجھا جاتا تھا اور اس کی بہادری کے دوز دور تک چرچے تھے۔

سباع بن عبدالعزیٰ کی ماں کا نام ام انمار تھا جو اخنس کے باپ شریق کی باندی تھی اور یہ عورت مکہ میں عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں عربوں میں عورتوں کے ختنہ کا بھی رواج تھا۔ اس عورت، اُم انمار رضی اللہ عنہا کا یہی پیشہ تھا۔

سباع بن عبدالعزیٰ اپنی طاقت کے نشہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مدمقابل آ گیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے سباع کو اپنے سامنے دیکھا تو ایک دم للکارا

Marfat.com

سامنے آ' او عورتوں کے ختنہ کرنے والی کے بیٹے!

بخاری شریف میں یہ الفاظ ہیں۔

''اے سباع! اے عورتوں کے ختنہ کرنے والی اُم انمار رضی اللہ عنہا کے بیٹے! سامنے آ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے آیا ہے۔''

سباع بن عبدالعزیٰ نے وار کرنے کے لیے اپنے آپ کو سنبھالا لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ برق رفتاری سے اس کی طرف بڑھے اور اس کے سر پر پہنچ کر انہوں نے تلوار کا وار کیا اور سباع کو تھوڑی دیر میں قتل کر دیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 289)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

اللہ اور اس کے رسول کے شیر، سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت یوم اُحد کے اہم ترین اور الم انگیز واقعات میں سے ایک ہے۔ یہ واقعہ جنگ کے کس مرحلہ میں پیش آیا؟ اس کے بارے میں وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ یہ بات ثابت ہے کہ جب اسلام کے مجاہدین اہل مکہ کے علمبرداروں سے یکے بعد دیگرے نبرد آزما تھے اس وقت تک آپ خیر و عافیت سے تھے اور ان میں سے ابوشیبہ عثمان بن ابی طلحہ اور ارطاۃ بن شرحبیل کو آپ کی شمشیر خارا شگاف نے لقمہ اجل بنایا تھا۔

البتہ امام حسین بن محمد بن حسن الدیار بکری نے اپنی تصنیف لطیف ''تاریخ الخمیس'' میں صراحت سے یہ لکھا ہے کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لشکر کفار کے ایک علمبردار ارطاۃ بن شرحبیل کو تہ تیغ کر چکے تو ان کا سامنا ایک اور مشرک سباع بن عبدالعزیٰ الغبشانی سے ہوا۔ تو آپ نے اس کو للکارا اور فرمایا ''اے لڑکیوں کا ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ اور حمزہ کا مقابلہ کر۔'' جب سباع سامنے آیا تو آپ نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔

وحشی اس وقت آپ کی تاڑ میں تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مست اونٹ کی طرح جس طرف بڑھتے جو سامنے آتا اس کو قتل کرتے ہوئے' ناکارہ بناتے ہوئے آگے نکل جاتے۔ اس وقت جب آپ ہمہ تن کفار کو تہ تیغ کرنے میں مصروف تھے۔ پیچھے سے وحشی نے حملہ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ علامہ مذکور کی اس تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ کی شہادت جنگ کے ابتدائی مرحلہ میں ہوئی۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 425، 426)

جدید تحقیق

قارئین کرام! اس امر کے متعلق کہ اس جنگ کا کیا نتیجہ نکلا یا فریقین کی ہار جیت کے بارے میں غزوہ اُحد کے آخر میں مدلّل اور مفصل بیان کیا جائے گا اور ان شاء اللہ اس طرح بیان کیا جائے گا کہ کسی کو تشنہ لبی نہ رہے۔

Marfat.com

اس وقت صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں کہ ان کی شہادت جنگ کے کس مرحلہ پر یا کس وقت وقوع پذیر ہوئی؟ محقق بیان کیا جائے گا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کس وقت یا جنگ کے کس مرحلہ پر ہوئی؟ اس بارے میں میری (اس کتاب کے مصنف کی) تحقیق یہ ہے کہ آپ کی شہادت جنگ کے ابتدائی مرحلہ میں نہیں ہوئی بلکہ جنگ کے پہلے مرحلے، دور یا سٹیج کا نصف گزر جانے کے بعد یعنی جنگ شروع ہونے کے اندازاً دو گھنٹے بعد آپ کی شہادت ہوئی۔

میری اس تحقیق کو سمجھنے کے لیے درج ذیل تاریخی حقائق کو مدنظر رکھیں اور اپنی تحقیق کے حق میں جو کچھ لکھوں اسے غور سے پڑھیں۔ انشاء اللہ آپ میری اس بات سے اتفاق کریں گے اور اپنے آپ کو میرا ہم خیال پائیں گے۔

1- غزوۂ اُحد 8 شوال سن 3 ہجری بمطابق 23 مارچ سن 625ء بروز ہفتہ کو وقوع پذیر ہوا۔ (23 مارچ سے آپ موسم کا اندازہ کرسکتے ہیں اور سورج طلوع ہونے اور جنگ کے شروع ہونے کے وقت کا اندازہ کرسکتے ہیں۔) میرے خیال میں جنگ صبح کے سات بجے کے قریب شروع ہوئی۔

2- صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نماز ظہر حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں بیٹھ کر ادا کی۔ اس کا مطلب ہے کہ جنگ اندازاً دن کے بارہ بجے کے قریب قریب ختم ہوگئی تھی۔

3- جنگ کی ابتدا مشرکین کے علمبرداروں کے کمانڈر کی مبارزت طلبی سے شروع ہوئی اور اس کے بعد پھر ایک یا دو شخصی مقابلے ہوئے۔

4- گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ فریقین کے جنگجو اپنے جوہر دکھا رہے تھے۔ لشکر اسلام کے شاہین خاص طور پر حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت ابودجانہ، حضرت عمر، حضرت زبیر، حضرت طلحہ بن عبداللہ، حضرت انس بن نضر، حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہم وغیرھم، یہ حضرات جنگ کے دوران بہ یک وقت اپنے دائیں بائیں آگے اور مشرکین کے جھنڈا برداروں کے ایریا میں بھی قتال کررہے تھے۔ حضرت ابودجانہ، حضرت حنظلہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم مشرکین کے تعاقب میں ان کی صفوں میں بہت اندر تک چلے گئے تھے۔ دشمن جہاں قریب تھا وہاں تلواریں چل رہی تھیں اور جہاں کچھ فاصلہ تھا وہاں تیر اور نیزے بھی چل رہے تھے۔

5- ارطاۃ بن شرحبیل مشرکین کا مارے جانے والا (قتل ہونے والا) آٹھواں علمبردار تھا اور اس پر آخری جان لیوا وار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے کیا۔

6- ارطاۃ بن شرحبیل کے قتل کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے اگلے شکار کی تلاش میں آگے بڑھے تو انہیں

Marfat.com

سباع بن عبدالعزیٰ نظر پڑا۔ آپ نے اسے للکارا اور نہایت پھرتی سے اس کے سر پر پہنچ کر اسے واصل جہنم کر دیا۔

7- یہ میدان جنگ ہے۔ مشرکین مکہ پوری طرح تیار ہو کر غزوۂ بدر کا بدلہ لینے آئے ہیں انہوں نے ہی مبارزت طلبی کی تھی۔ علمبرداروں کی حد تک تو آپ نے دیکھ لیا ہے ناں کہ وہ خوب جوانمردی سے لڑے ہیں اور کسی نے بھی آسانی سے جان نہیں دی۔ یہ میں عمومی بات کر رہا ہوں ورنہ تو کہیں کہیں دشمن کے سپاہیوں کو، علمبرداروں کو موت کے گھاٹ اتارنے میں پانچ منٹ بھی نہیں لگے ہوں گے۔

مندرجہ بالا یہ وہ ٹھوس حقائق ہیں جو سیرت و تاریخ کی ہر بڑی کتاب میں موجود ہیں، جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

میرے خیال میں اس جنگ میں دو نہایت واضح دور، مرحلے یا سٹیجز (Stages) ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کس وقت ہوئی یا کس مرحلہ پر ہوئی؟ اس کی وضاحت کرنے کے لیے میرے نزدیک اس جنگ کی دو واضح سٹیج بتانا ضروری ہے۔

پہلی سٹیج، دور یا مرحلہ

جو صبح 7 بجے شروع ہوا اور اندازاً دس، ساڑھے دس بجے تک جاری رہا۔ اس میں مسلمان ہر طرح سے حاوی رہے۔ مشرکین مسلمانوں کے حملوں کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور مسلمان ایک اور شاندار فتح کے بالکل قریب پہنچ گئے۔

دوسری سٹیج، دور یا مرحلہ

جو اندازاً دس، ساڑھے دس بجے شروع ہوا اور بارہ، ساڑھے بارہ بجے دن تک جاری رہا۔ جس کے شروع میں جبل عینین کو تیر اندازوں سے مقابلتاً خالی پا کر خالد بن ولید لشکر اسلام کی پشت پر آ گیا اور مسلمانوں کو سخت جانی اور شہرت کے نقصان سے دوچار کیا۔

جنگ میں تو عموماً یہ ہوتا ہے کہ تیر کسی کا لگا، پتھر کسی کا اور نیزے کا زخم کسی نے لگایا اور تلوار سے سر کسی نے اتار دیا۔

(i) ہر مبارزت طلبی یا شخصی مقابلے میں شروع سے اس کے انجام پذیر ہونے تک پچیس پچیس (25،25) منٹ تو لگا لیں کہ اس عمل میں لگ گئے ہوں گے۔ یعنی کہ ان میں کل 50 منٹ لگ گئے۔

(ii) اس کے بعد مشرکین کے چھ علمبردار (ارطاۃ بن شرحبیل تک) یکے بعد دیگرے مارے گئے ان میں سے ہر ایک کے لیے اندازاً دس دس (10،10) منٹ لگا لیں۔ یعنی کہ کل 60 منٹ ہو گئے۔

(iii) اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نظر میں سباع بن عبدالعزیٰ آ گیا اور آپ نے اسے للکارا اور ایک دو

Marfat.com

نقرے کہے۔ اس پر حملہ آور ہوئے اور اسے واصل جہنم کیا۔ داؤ پیچ لڑانے میں اور اسے قتل کرنے تک اس میں بھی دس منٹ تو لگ گئے ہوں گے۔

یعنی کہ اس وقت تک جنگ ہوتے ہوئے دو گھنٹے تو یقینی گزر چکے تھے اور اب یہ جنگ کا تیسرا گھنٹہ شروع تھا۔ یعنی کہ آپ کی شہادت جنگ کی پہلی سٹیج، دور یا مرحلہ کے نصف گزر جانے کے بعد کی ہے اور میرے خیال میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کی شہادت جنگ کے ابتدائی مرحلہ میں ہوئی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کا نام وحشی بن حرب تھا اور وحشی کی کنیت ابودسمہ تھی۔

امام بخاری، ابوداؤد الطیالسی اور ابن اسحاق اور دیگر اہل تحقیق نے آپ کی شہادت کا واقعہ آپ کے قاتل وحشی کی زبان سے یوں نقل کیا ہے۔

اس کا بیان ہے کہ میں جبیر بن مطعم کا غلام تھا اور ان کا چچا طعیمہ بن عدی جنگ بدر میں مارا گیا تھا۔ جب قریش جنگ اُحد پر روانہ ہونے لگے تو جبیر بن مطعم نے مجھ سے کہا: ''اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کو میرے چچا کے بدلے قتل کر دو تو تم آزاد ہو۔'' وحشی کا بیان ہے کہ اس پیش کش کے نتیجے میں، میں بھی لوگوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ میں صحیح معنوں میں حبشی آدمی تھا اور حبشیوں کی طرح شکار کے لیے نیزہ پھینکنے میں ماہر تھا۔ نشانہ کم ہی چوکتا تھا۔

جب جنگ شروع ہوئی اور دونوں فریق ایک دوسرے سے مصروف جنگ ہو گئے تو میں صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سرگرمیوں کو تاڑتا رہا۔ آپ ایک مست خاکستری اونٹ کی طرح دندناتے پھرتے تھے۔ جدھر سے گزرتے اپنی تلوار آبدار سے صفوں کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیتے۔ آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہونے کی کسی میں جرأت نہ تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ جو جدھر رخ کرتا ہے لوگ بھاگ کھڑے ہوتے ہیں لوگوں نے مجھے بتایا یہی حمزہ (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

میں نے دل میں کہا۔ میرے مطلوب تو یہی ہیں۔ میں نے ان کو اب پہچان لیا تھا۔ اب میں ان پر ضرب لگانے کی تیاری کرنے لگا۔ کبھی کسی درخت اور کبھی کسی چٹان کی اوٹ میں چھپتا چھپاتا میں ان کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی اثناء میں سباع بن عبدالعزیٰ الغبشانی سامنے آنکلا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو اسے للکارتے ہوئے کہا ''اے ختنہ کرنے والی کے بیٹے! آ میری طرف دو دو ہاتھ ہو جائیں۔'' ''تو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دشمنی رکھتا ہے۔''

یہ کہہ کر آپ نے اس پر حملہ کر دیا۔ اور ساتھ ہی اس زور کی تلوار ماری کہ گویا اس کا سر تھا ہی نہیں۔

میں نے اپنے چھوٹے نیزے کو پوری قوت سے اپنی گرفت میں لے کر لہرایا (اسے پھینکنے کے لیے ہاتھ میں تولا) جب مجھے تسلی ہو گئی تو میں نے تاک کر وہ نیزا آپ کے شکم پر دے مارا جو ناف کے نیچے سے اندر

Marfat.com

گھسا اور پار نکل گیا۔ آپ نے غضب ناک شیر کی طرح مجھ پر جھپٹنا چاہا لیکن زخم کاری تھا آپ اٹھ نہ سکے۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو میں نے ان کے پاس جا کر اپنا نیزہ ان کے جسم سے نکال لیا اور لشکر میں واپس جا کر بیٹھ گیا۔ میرا کام ختم ہو چکا تھا، مجھے ان کے سوا کسی اور سے سروکار نہ تھا۔ میں نے انہیں محض اس لیے قتل کیا تھا کہ آزاد ہو جاؤں۔ چنانچہ جب مکہ آیا تو مجھے آزادی مل گئی۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 79،72......صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 583......تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 426425)

صاحب امتاع نے مزید لکھا ہے کہ وحشی نے آپ کو شہید کرنے کے بعد آپ کا پیٹ چاک کیا۔ آپ کا کلیجہ نکالا اور ہند کے پاس لے آیا۔ اور کہا یہ حمزہ (رضی اللہ عنہ) کا کلیجہ ہے۔ اس نے اسے چبایا۔ اس نے نگلنا چاہا لیکن تھوک دیا شائد نگل نہ سکی۔ ہند نے اپنے کپڑے اور زیور اتار کر وحشی کو بطور انعام دیئے اور وعدہ کیا کہ مکہ جا کر وہ اسے مزید دس دینار بطور انعام دے گی۔ پھر اسے کہا چلو میرے ساتھ اور مجھے حمزہ کی لاش دکھاؤ۔ وہاں پہنچ کر اس سنگدل عورت نے آپ کے اور دیگر شہداء کے کان ناک کاٹے۔ پھر انہیں پرویا۔ ان کے کڑے بازوبند اور پازیب بنائے اور مکہ میں جب داخل ہوئی تو یہ زیور پہن کر داخل ہوئی۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 424،426)

وحشی کہتا ہے مجھے اس سے زیادہ جنگ سے کوئی دلچسپی نہ تھی میں نے اپنی آزادی کا راستہ ہموار کر لیا تھا واپس آ کر ایک کونے میں بیٹھ گیا اور لوگوں کی جنگ کا تماشا دیکھنے لگا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو میں اپنے مالک کے ہمراہ مکہ واپس آیا اس نے حسب وعدہ مجھے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد میں مکہ میں ہی رہائش پذیر رہا۔ جب مکہ فتح ہوا تو میں بھاگ کر طائف آ گیا۔ لیکن جب اہل طائف کا وفد اسلام قبول کرنے کے لیے جانے لگا تو مجھ پر دنیا تاریک ہو گئی اور میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ میں کیوں، یمن یا شام نہ چلا جاؤں اور زندگی کے بقیہ ایام آرام سے گزاروں۔ میں اسی ادھیڑ بُن میں تھا کہ ایک شخص نے مجھے کہا کہ نبی کریم ﷺ کسی ایسے شخص کو ہرگز قتل نہیں کرتے جو دین اسلام کو قبول کر لے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 319)

اس کی یہ بات سن کر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ مدینہ طیبہ جا کر اپنے آپ کو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دوں۔ چنانچہ میں طائف سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچا۔ لوگوں نے جب مجھے دیکھا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں میری آمد کی اطلاع دی۔ اس داعی حق رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے بہادر اور از حد عزیز چچا کے قاتل کو اپنے قابو میں پانے کے بعد فرط غضب سے اس کے پرخچے اڑانے کا حکم نہیں دیا بلکہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے وہی بات نکلی جو ہادی برحق کی شان رفیع کے شایاں تھی۔ فرمایا: ''اسے رہنے دو اسے کچھ نہ کہو ایک آدمی کا مشرف باسلام ہونا مجھے اس بات سے بہت عزیز ہے کہ میں ایک ہزار کفار کو تہ تیغ کر دوں۔''

Marfat.com

حضور انور نبی کریم ﷺ نے جب مجھے اپنے بالکل قریب کھڑے ہوئے کلمہ شہادت پڑھتے دیکھا تو حضور ﷺ کو بڑی حیرت ہوئی۔ پوچھا کہ کیا تم وحشی ہو۔ میں نے عرض کی جی ہاں یارسول اللہ! فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے سناؤ کہ تم نے حمزہ کو کیسے قتل کیا۔ میں نے بالتفصیل سارا واقعہ سنایا۔ سن کر فرمایا "تیری خیر ہو اپنے چہرہ کو مجھ سے چھپائے رکھنا مجھے نظر نہ آنا۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں جب انکار ختم نبوت کے فتنہ کی آگ سارے جزیرہ عرب میں بھڑک اٹھی تو جو لشکر اسلام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے نجد بھیجا گیا اس میں یہ وحشی بھی تھا۔ یہ خود اس واقعہ کا ذکر کرتا ہے کہ اس جھوٹے نبی کی بیخ کنی کے لیے جو لشکر خلیفۃ الرسول ﷺ نے بھیجا میں اس میں شریک تھا اور میرے ہاتھ میں وہی حربہ (چھوٹا نیزہ) تھا۔ جس سے میں نے اللہ اور اس کے رسول کے شیر کو شہید کیا تھا۔

جنگ میں گھمسان کا رن پڑا۔ میں نے دیکھا کہ مسیلمہ ہاتھ میں تلوار لیے اپنی فوجوں کی راہنمائی کر رہا ہے۔ میں نے دل میں ٹھان لی کہ اسے اپنے حربہ کا نشانہ بناؤں گا۔ میں اس پر حملہ کرنے کے لیے تیاری کرنے لگا۔ میں اس نیزہ کو ہاتھوں میں لے کر تول رہا تھا اور اس کی شست باندھ رہا تھا کہ میں نے ایک انصاری کو دیکھا وہ بھی اس پر تاڑ لگائے ہوئے ہے۔ اور اسے اپنی تلوار کا نشانہ بنانا چاہتا ہے۔ جب میں مطمئن ہو گیا۔ تو میں نے اپنا حربہ کھینچ مارا۔ اس لمحہ میرے بھائی انصاری نے بھی اپنی تلوار کا وار اس پر کیا وہ اب خاک وخون میں تڑپ رہا تھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس کے وار نے اسے جہنم رسید کیا۔ وحشی کہا کرتا کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے سب سے بہتر چچا سب سے پسندیدہ آدمی کو شہید کیا تو میں نے سب سے شریر آدمی کو قتل کرنے کا بھی شرف حاصل کیا ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

انہیں حنظلۃ الغسیل رضی اللہ عنہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بہت ہی نرالی شان میں اور بہت ہی نرالی شان سے میدان جنگ میں تشریف لائے اور جب مشرکین کے ساتھ میدان کارزار گرم ہوا تو ان کی صفیں چیرتے پھاڑتے ان کے سپہ سالار ابوسفیان تک جا پہنچے اور قریب تھا کہ اس کا کام تمام کر دیتے۔ مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ان کے لیے شہادت مقدر کر رکھی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان بھی کتنی وسیع وعظیم ہے کہ اپنے محبوب (ﷺ) کی محبت، اتباع وفرمانبرداری میں کیسے کیسے ناقابل یقین کارنامے سرانجام دلوائے ہیں کہ وہ کارنامے محبت، اتباع وفرمانبرداری کی آخری حدوں کو چھو رہے ہیں۔ یہ تو انہی نفوس قدسیہ کا خاصہ تھا جنہوں نے آپ ﷺ کی دید کی اور صحبت پائی۔ وہ امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے کیسے کیسے تابناک نقوش چھوڑ گئے ہیں۔

Marfat.com

نیرنگی قدرت کے کرشمے بڑے حیرت انگیز ہوتے ہیں جس کو چاہا پھٹکار دیا اور جس کو چاہا اپنا بنالیا۔ سورہ شوریٰ کی آیت پاک 13 میں ارشادِ خالق و مالکِ کائنات ہے:

اَللّٰهُ يَجْتَبِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ (سورۃ شوریٰ آیت 13)

ترجمہ: ''اللہ تبارک وتعالیٰ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف (جو اس کی طرف) رجوع کرتا ہے۔''

یہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جن کا دلوں کو گرما دینے والا ذکر خیرا بھی آپ پڑھیں گے' ابوعامر فاسق کے بیٹے تھے جس کا تذکرہ ابھی آپ پڑھ آئے ہیں اسلام کا یہ فخر روزگار سپوت، بدطینت ابوعامر کی گود میں پروان چڑھ کر صدق و وفا کا پیکر جمیل کیسے بنا؟ ان اسرار کا جاننے والا ربّ العالمین ہے۔ ایسی بدبودار مٹی میں ایسا پھول کیسے کھلا؟ جو عالم رنگ و بو کی لطافتوں کا امین بنا۔ ان اسرار کا جاننے والا صرف ربّ العالمین ہی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''جو دن کا حصہ رات میں ڈالتا ہے اور رات کا حصہ دن میں ڈالتا ہے، جو مردہ میں سے زندہ نکالتا ہے اور زندہ میں سے مردہ نکالتا ہے۔'' (سورۃ آل عمران آیت 27)

یہ اس کی شان ہے جس کے سامنے عقل انسان حیران ہے۔ آیئے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شان جان نثاری کا مشاہدہ کریں۔

حجلہ عروسی سے تلوار کی دھار پر

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے میدان اُحد میں جاں نثاری اور وفاداری کی ایک نئی تاریخ رقم کی۔ انہوں نے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے غدار باپ ابوعامر راہب جو مشرکین کے لشکر میں شامل تھا کے قتل کی اجازت چاہی لیکن حضور رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ جس دن لشکر اسلام غزوۂ اُحد کے لیے مدینہ سے نکلا (7 شوال سن 3 ہجری بروز جمعہ) آپ اسی شب ازدواجی رشتہ میں منسلک ہوئے تھے۔ وہ اپنی نوبیاہتا دلہن کے ساتھ چند گھنٹے گزار کر اسے حجلہ عروسی میں چھوڑ کر رات ہی گھر سے نکل پڑے کہ کہیں دیر نہ ہو جائے کیونکہ جہاد کا اعلان ہونے کے بعد مدینہ سے اسلامی لشکر روانہ ہو چکا تھا۔ یہ لشکر اسلام کے دامن اُحد میں پہنچنے سے پہلے پہلے اس میں جا ملے اور جنگ اُحد میں بھرپور حصہ لیا اور رتبہ شہادت سے نوازے گئے۔

جب اسلام کے عقابوں کے مسلسل حملوں کی تاب نہ لا کر مشرکین قریش کی صفیں بکھرنے لگیں اور ان کے سورماؤں کے قدم اکھڑنے لگے تو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کفار کے سپہ سالار ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ اپنی تلوار لہراتے ہوئے اس پر جھپٹے۔ اپنی تلوار کا پہلا وار کیا جو اس کے گھوڑے کو لگا۔ گھوڑا اس کی تاب نہ لا کر لڑکھڑایا اور زمین پر گر پڑا۔ ساتھ ہی ابوسفیان بھی زمین پر آ گئے۔ ابوسفیان چلایا اور مدد کے لیے پکارا۔

Marfat.com

اس کی پکار سن کر ایک کافر شداد بن اسود اس کی مدد کے لیے بھاگا ہوا آیا۔ اور اپنے نیزہ سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ نیزہ ان کے جسم میں گھس گیا۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ زخمی شیر کی طرح غراتے ہوئے اس پر حملہ آور ہوئے۔ شداد بن اسود نے دوسرا وار کیا جو جان لیوا ثابت ہوا۔

حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی درسگاہ کے اس صحابی رضی اللہ عنہ کی جان بازی کا جب تذکرہ کیا گیا۔ تو فرمایا کہ میں نے دیکھا زمین و آسمان کے درمیان بارش کے تازہ پانی سے چاندی کے تھالوں میں فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔

حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ہم ان کے پاس گئے تو حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

یہ ایک عجیب واقعہ ہے۔ شہیدوں کو تو غسل دیئے بغیر دفن کیا جاتا ہے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو غسل کیوں دیا گیا اور فرشتوں نے یہ فریضہ کیوں انجام دیا یہ سارا معاملہ ہی عجیب و غریب تھا۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے اہل خانہ سے ان کے بارے میں پوچھو۔

لوگوں نے جب اس شہید محبت (اللہ اور رسول کی) کی بیوہ سے اس بارے میں دریافت کیا تو اس عفت شعار نے بتایا کہ گزشتہ رات ہی ان کی شب زفاف تھی۔ اس رات انہوں نے ان سے ہم بستری کی تھی۔ صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہاد کا اعلان ہو رہا تھا یہ لبیک لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو گئے تعمیل ارشاد میں اتنی تاخیر گوارا نہ ہوئی کہ وہ غسل جنابت کر سکیں۔

ان کی زوجہ کا نام حضرت جمیلہ رضی اللہ عنہا تھا۔ اور یہ عبداللہ بن ابی کی بہن تھی۔ جب حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جہاد پر چلے گئے تو انہوں نے اپنے خاندان کے چار آدمیوں کو بلا کر اس بات کا گواہ بنا لیا کہ ان کے خاوند نے آج رات ان سے ہم بستری کی ہے تاکہ کل کوئی افسانہ نہ گھڑ لیا جائے۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ تکلف (چار آدمیوں کو بلا کر گواہ بنانا) تم نے کیوں کیا؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا آسمان کھل گیا ہے اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس میں داخل ہو گئے ہیں اور پھر آسمان کا دروازہ بند کر دیا گیا میں سمجھ گئی کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں ضرور شہید ہو جائیں گے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں فرزند عطا فرمایا جن کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اہل مدینہ نے جب یزید کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو یہی عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ اہل مدینہ کے لشکر کے کماندار تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 314 ......الامتاع جلد 1 صفحہ 131)

کیا شان ہے آپ کی کہ آپ کی شہادت پر حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس نوجوان کو غسل دے رہے ہیں۔ ان کی بیوہ نے بتایا کہ وہ جنبی حالت میں وقت کی کمی کے سبب بغیر غسل جنابت کیے جہاد کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اسلامی فوج میں شامل ہو گئے تھے۔ جذبہ جہاد اور اطاعت امیر کی یہ ایک روشن

Marfat.com

مثال ہے کہ انہوں نے اپنے نفس سے جنگ کی۔ سہاگ رات اپنی بیوی کو خدا حافظ کہا اور ایک عظیم مقصد کے لئیے راہ حق میں لڑتے ہوئے جان کا نذرانہ دے کر گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضور انور نبی کریم ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

مسلمانوں کی واضح برتری

جنگ شروع ہونے سے لے کر مشرکین کے میدان جنگ میں پاؤں اکھڑ جانے اور تیر انداز مجاہدین اسلام کے جبل عینین پر قائم رہنے تک، اندازاً ان تین ساڑھے تین گھنٹوں میں مسلمانوں کو میدان جنگ میں ہر طرح سے واضح برتری حاصل رہی۔

اگر چہ مسلمانوں کا اپنے سے ساڑھے چار گنا بڑی فوج سے مقابلہ تھا لیکن انہیں اللہ کی تائید و نصرت پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ دشمن کو شکست فاش دیں گے، جنگ بدر میں بھی وہ اپنے سے کئی گنا بڑی مکی فوج کو شکست سے دوچار کر چکے تھے، انفرادی اور اجتماعی دونوں حوالوں سے مسلمانوں نے بے مثال جرأت اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔

حضرت حمزہ، ابودجانہ، ابوبکر، عمر، علی، زبیر، مصعب بن عمیر، طلحہ بن عبیداللہ، عبداللہ بن جحش، سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، سعد بن ربیع اور نضر بن انس وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسی پامردی و جانبازی سے لڑائی لڑی کہ مشرکین کے چھکے چھوٹ گئے، حوصلے ٹوٹ گئے، اور ان کی قوت بازو جواب دے گئی۔

حضرت حمزہ، حضرت ابودجانہ، حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے، تو دشمن ویسے ہی خوف کھاتا تھا اور ان کی تلوار کی زد سے دور رہتا تھا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اپنے شکار کے پیچھے دشمنوں میں دور تک چلے گئے یہاں تک کہ ہند زوجہ ابوسفیان تک پہنچے اور اس کی جان بخشی کر کے چلے آئے۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بھی مشرکین میں گھستے چلے گئے یہاں تک کہ ابوسفیان سے جا ٹکرائے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سامنے تو دشمن رکتا ہی نہیں تھا۔ وہ دشمنوں کا پیچھا کرتے ہوئے ان میں اتنی دور تک گھس گئے کہ جب شہید ہوئے تو کوئی اور مسلمان مجاہد ان کے نزدیک نہ تھا۔

غرضیکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جس بے جگری سے لڑے اس نے مشرکین کے سورماؤں کے چھکے چھڑا دیئے۔ لشکر اسلام نے مشرکین کو اپنی دوسری صف تک بھی نہ پہنچنے دیا، اور خود بار بار مشرکین کے قلب تک پہنچے۔

گھمسان کا رن پڑ رہا تھا۔ اسلام کے مجاہدین اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام کو بلند کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے۔ مشرکین بھی جاں بازی کی نادر مثالیں قائم کر رہے تھے اور خاص طور پر ان کے علمبرداروں نے تو کمال کا حوصلہ اور ہمت دکھائی لیکن وہ لوگ زیادہ دیر تک اسلام کے شاہینوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔

Marfat.com

مشرکین کے دوسو (200) جنگجو افراد اور دوسو (200) گھوڑوں پر مشتمل گھڑ سوار دستوں نے تین دفعہ لشکر اسلام کے عقب پر پہنچنے کی کوشش کی۔ لیکن ہر بار عینین کی پہاڑی پر حضور انور نبی کریم ﷺ نے جو پچاس تیر انداز متعین فرمائے تھے ان کی بے پناہ تیروں کی برسات کی تاب نہ لا کر انہیں ہر بار راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔ تیر انداز مجاہدین بڑی بہادری سے لشکر اسلام کے عقب کی حفاظت کرتے رہے۔ جب بھی خالد بن ولید یا عکرمہ بن ابی جہل کی قیادت میں ان کے سوار دستے حملہ آور ہوتے تو مجاہد اپنی کمانوں سے تیروں کی اتنی بارش برساتے کہ وہ بھاگنے پر مجبور ہو جاتے۔

مجاہدین اسلام نے بار بار لشکر مشرکین پر حملہ کر کے اس کی صفوں کی صفیں الٹ دیں، کفار مکہ کے پاؤں اکھڑنے لگے اور ان کی شکست کے آثار نمایاں ہونے لگے، مسلمانوں کو اپنی فتح یقینی نظر آنے لگی، دشمن کے سپاہیوں نے بھاگنا شروع کر دیا، مسلمان ان کے تعاقب میں آگے بڑھے، اب میدان جنگ مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا، یہاں تک کہ کفار مکہ کی وہ عورتیں جو اپنے سپاہیوں کو دف بجا بجا کر آمادہ جنگ کر رہی تھیں وہ بھی بھاگ کھڑی ہوئیں کچھ مسلمان بھاگتے ہوئے مکی لشکر کے تعاقب میں دور تک نکل گئے اور کچھ ان کا چھوڑا ہوا سامان حرب بطور غنیمت لینے لگے۔ (طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 41)

واضح آثار شکست

تین، ساڑھے تین گھنٹے تک اسی طرح شدید جنگ ہوتی رہی اور چھوٹا سا اسلامی لشکر، رفتار جنگ پر پوری طرح مسلط رہا۔ بالآخر مشرکین کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ ان کی صفیں دائیں بائیں، آگے پیچھے سے بکھرنے لگیں۔ گویا تین ہزار (3000) مشرکین کو سات سو نہیں بلکہ تیس ہزار (30000) مسلمانوں کا سامنا ہے۔ ادھر مسلمان تھے کہ ایمان و یقین اور جانبازی و شجاعت کی نہایت بلند پایہ تصویر بنے شمشیر و سنان کے جوہر دکھا رہے تھے۔

مشرکین بھی بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ خاص طور پر ان کے جھنڈا برداروں نے بہت ہمت عزم و دلیری کا ثبوت دیا کہ ایک کے بعد اسے دوسرا بلند کرتا رہا۔

جب قریش نے مسلمانوں تابڑ توڑ حملے روکنے کے لیے اپنی انتہائی طاقت صرف کرنے کے باوجود مجبوری و بے بسی محسوس کی، اور ان کے حوصلے اس حد تک ٹوٹ گئے کہ صواب کے قتل کے بعد کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ سلسلہ جنگ جاری رکھنے کے لیے اپنے گرے ہوئے جھنڈے کے قریب جا کر اسے بلند کرے۔

تو کفار کے حوصلے پست ہو گئے ان کے قدم اکھڑنے لگے۔ انہوں نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ حواس باختہ ہو گئے۔ انہیں کسی چیز کی ہوش نہ تھی۔ ان کی عورتیں چیخ و پکار کر رہی تھیں۔ لیکن کوئی ان کی فریاد سننے والا نہ تھا ہر کسی کو اپنی جان بچانے کی فکر دامن گیر تھی۔ مسلمان مجاہدین اپنی ننگی تلواروں سے ان پر

Marfat.com

تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے اور وہ سامنے سے بھاگ کر جان بچا رہے تھے۔

جن عورتوں کو وہ مکہ سے اس لیے ساتھ لے کر آئے تھے کہ وہ اپنی غیرت وحمیت کو میدان جنگ میں چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے وہ اب اس کو بھول گئے اور عورتوں کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر لی۔ وہ تو بدر کا بدلہ لینے آئے تھے۔ بدلہ وانتقام، بحالی، عزت و وقار اور کھوئی گئی ساکھ شرف وعظمت کے پھر حاصل کر لینے کی جو باتیں انہوں نے سوچ رکھی تھیں انہیں بھاگنے والے مشرکین یکسر بھول گئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ اللہ نے مسلمانوں پر اپنی مدد نازل کی اور ان سے اپنا وعدہ پورا کیا۔ چنانچہ مسلمانوں نے تلواروں سے مشرکین کی ایسی کٹائی کی کہ وہ کیمپ سے بھی پرے بھاگ گئے اور بلاشبہ ان کو شکست فاش ہوئی۔

حضرت زبیر بن عوام اور براء بن عازب رضی اللہ عنہما کفار قریش کی خواتین کے فرار کی تصویر کشی کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ ہم نے ہند اور اس کی ہمجولی عورتوں کو دیکھا کہ ان کی پنڈلیاں ننگی تھیں۔ انہوں نے پائنچے چڑھائے ہوئے تھے وہ بھاگی جا رہی تھیں ان کی پازیبیں دکھائی دے رہی تھیں اور مکہ کے سورما سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے جا رہے تھے۔ کسی کو اپنی عورتوں کو بچانے کی ذرا فکر نہ تھی۔ مسلمان مجاہدین کفار کے تعاقب میں دور تک چلے گئے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد نے فرمایا: "واللہ میں نے دیکھا کہ ہند بنت عتبہ اور اس کی ساتھی عورتوں کی پنڈلیاں نظر آ رہی ہیں۔ وہ کپڑے اٹھائے بھاگی جا رہی ہیں۔ ان کی گرفتاری میں کوئی چیز بھی حائل نہیں تھی۔" (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 77)

صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب مشرکین سے ہماری ٹکر ہوئی تو مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی یہاں تک کہ میں نے عورتوں کو دیکھا کہ پنڈلیوں سے کپڑے اٹھائے میدان میں تیزی سے بھاگ رہی تھیں۔ ان کی پازیبیں دکھائی پڑ رہی تھیں۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 579)

ایک مشرکہ کی اپنے مردوں سے لعن طعن

عمرہ بنت علقمہ قریش کی ایک خاتون تھی جو بڑی قد آور، بھرے ہوئے جسم اور خوبصورت نقش و نگار والی تھی۔ یہ بھی لشکر کفار کے ساتھ دوسری عورتوں کے ہمراہ اپنے مردوں کے جذبہ انتقام کو بھڑکانے کے لیے آئی تھی۔ اس نے جب دیکھا کہ مرد بھی میدان جنگ سے بھاگ رہے ہیں عورتوں کے دستہ کی کمان دار (لیڈر) ہند، جو شیخیاں بگھارنے اور بڑ بولی مارنے میں پیش پیش تھی۔ وہ بھی اپنے پائنچے چڑھائے بھاگی جا رہی ہے۔ تو یہ فرط غضب سے لرز اٹھی۔ چند عورتوں کو ساتھ لیا اور آگے بڑھی سب نے سروں کے بال کھولے ہوئے تھے اور غصہ وغم سے اپنا لباس تار تار کر دیا تھا۔

Marfat.com

عمرہ بنت علقمہ مردوں کو لعن طعن کر رہی تھی۔ بلند قامت اور بھاری بھرکم عمرہ، زخمی شیرنی کی طرح گرجتی ہوئی بولی! اے بے غیرتو! تمہاری حمیت کہاں گئی۔ اگر تم مسلمانوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے تھے تو کم از کم میدان جنگ میں اپنی جانیں تو دے دیتے۔ جو لڑائی میں مارا جاتا ہے اس پر کسی کو گلہ نہیں ہوتا۔ لیکن میدان جنگ سے بھاگ جانے والوں کو تو ڈوب مرنا چاہیے۔ بے غیرتو! بزدلو! تم سے جنگ نہیں ہو سکتی تو خیموں میں جا کر بچوں کو سنبھالو۔ کھانا پکاؤ ہم لڑیں گی ہم اپنے بتوں کے لیے جانیں دیں گی ہم اپنے سر کٹائیں گی۔

(نظرۃ جدیدۃ از کونستانس جیور جیو صفحہ 258)

اس بھگدڑ کے عالم میں مسلمان مشرکین پر تلوار چلاتے اور مالِ غنیمت حاصل کرتے ہوئے ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

بتوں کے لیے جان دینا

آپ نے اہلِ مکہ کی استقامت کی ایک جھلک دیکھ لی۔ کہ کس طرح ان کے گیارہ بارہ بہادر سپوت اپنے جھنڈے کو سر بلند رکھنے کے لیے جانیں قربان کرتے رہے اور جب بھی کوئی ان میں سے کٹ کر گرا تو فوراً دوسرا آگے بڑھا اور جھنڈا تھام لیا۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے نہتے مجاہدوں کو کس قسم کی قوم سے پالا پڑا تھا۔ اپنی انا اور بتوں کے لیے جان کی بازی لگا دینا ان کے نزدیک بڑی معمولی بات تھی۔

ایسے ہٹ دھرم، متعصب اور انا پرست لوگوں سے مقابلہ کرنا اور ان کو ہر میدان میں شکست فاش سے دوچار کرنا غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کے جذبہ جاں نثاری اور شوقِ شہادت کا پتہ دیتا ہے۔ جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے محبوب رسول ﷺ نے اللہ کے ان بندوں کو سرشار کیا تھا جو کفار کے لشکر جرار سے ٹکرا رہے تھے۔ یہ کفار نہ تو عزم و حوصلہ میں کسی سے کم تھے اور نہ فنِ حرب میں ان کو کوئی آسانی سے شکست دے سکتا تھا۔ یہ مسلمانوں کا جذبہ ایمان تھا جس نے فولاد کی ان چٹانوں کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور بغض و عناد کے ان آتش کدوں کو گلزارِ خلیل میں بدل کر رکھ دیا۔

شاندار فتح ہوتے ہوتے رہ گئی اور جنگ کا پانسہ یکسر پلٹ گیا

قارئین کرام! جیسا کہ میں نے پہلے بھی لکھا ہے کہ میرے نکتہ نظر سے غزوۂ اُحد کے دو واضح دور، مرحلے یا سٹیجز ہیں۔

پہلی سٹیج، دور یا مرحلہ

جو اندازاً صبح سات بجے شروع ہوا اور اندازاً دس' ساڑھے دس بجے تک جاری رہا۔ اس میں مسلمان ہر طرح سے مشرکین پر حاوی رہے۔ اس دوران انہیں واضح برتری حاصل رہی۔ مشرکین مکہ مسلمانوں کے تابڑ

Marfat.com

تو حملوں کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمان بدر کی طرح کی ایک اور شاندار فتح کے بالکل قریب پہنچ گئے۔

دوسری سٹیج، دور یا مرحلہ

جو پہلی سٹیج، دور یا مرحلہ کے اختتام کے بعد اندازاً دس' ساڑھے دس بجے شروع ہوا اور دن کے بارہ ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہا۔ جس کے شروع میں جبل عینین کو مقابلتاً تیر اندازوں سے خالی پا کر خالد بن ولید لشکر اسلام کی پشت پر پہنچ گیا اور پھر مسلمانوں کو سخت جانی اور شہرت کے نقصان سے دوچار کیا۔

اس وقت جب کہ جنگ کا پہلا دور، سٹیج یا مرحلہ اپنے اختتام کو پہنچنے والا ہے اور دوسرا دور، سٹیج یا مرحلہ شروع ہونے والا ہے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اب مسلمانوں کی اس دور میں واضح برتری کو مختصراً بیان کر دیا جائے۔ اور جب دوسرا مرحلہ اختتام پذیر ہوگا تو اس وقت اس دور، مرحلہ میں فریق ثانی کی واضح برتری بیان کر دی جائے گی۔

پہلے دور، سٹیج یا مرحلہ میں مسلمانوں کو شروع سے لے کر آخر تک میدان جنگ میں ہر طرح سے برتری حاصل رہی۔

1- تمام وقت، اس دوران مسلمانوں نے آگے بڑھ کر دشمن کی صفوں میں، دشمن کے لشکر کے اندر گھس کر جنگ لڑی۔

2- خاص طور پر حضرت حمزہ، حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہما دشمن کے قلب لشکر میں دندناتے پھرے اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بھی سالار مشرکین ابوسفیان تک لشکر کے اندر پہنچ گئے تھے۔

3- دشمن کے اب تک کوئی دو درجن کے قریب جنگجو مارے گئے (جن میں سے تیرہ (13) کے بارے میں اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے، گیارہ عبدالدار کے علمبردار، ایک ان کا غلام صواب اور اس کے بعد سباع بن عبدالعزیٰ) جبکہ پہلے دور، مرحلہ کے اختتام تک دو مسلمانوں حضرت حمزہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما کی شہادت تو مصدقہ ہے۔ ان کے علاوہ ایک دو اور لگا لیں بہرحال اس دوران پانچ سے زیادہ مسلمان شہید نہیں ہوئے۔

4- ماہرین نے اس زمانے کی جنگوں میں مردہ اور زخمی کا تناسب کا تعین 5:1 کا کیا ہے۔ یعنی کہ اگر ایک آدمی مارا جاتا ہے تو پانچ زخمی بھی ہوتے ہیں۔ اس لیے مشرکین میں زخمیوں کی تعداد اس وقت تک اندازاً ایک سو بیس (120) تھی جبکہ مسلمانوں میں زخمی صرف بیس (20) کے قریب تھے۔

5- جبل عینین پر متعین پچاس (50) تیر اندازوں نے اب تک خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل کے گھڑ سوار دستوں (دو سو (200) گھوڑے اور دو سو (200) جنگجوؤں) کو عملی طور پر ناکارہ یا صفر بنا کے رکھا۔

Marfat.com

6- مسلمان اب تک مشرکین کے بارہ (12) علمبرداروں کو موت کے گھاٹ اتار چکے تھے اور اب ان کا جھنڈا میدان جنگ میں نیچے پڑا تھا۔ اسے اٹھانے، اسے بلند کرنے کی کسی کو ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

جب کہ مسلمانوں کا پہلا ہی علمبردار حضرت مصعب بن عمیر عبداری رضی اللہ عنہ اب تک اپنے جھنڈے کو بلند کئے ہوئے تھا اور بڑی جوانمردی سے جنگ لڑ رہا تھا۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ کہنا کہ مسلمان بڑی جوانمردی سے لڑے، انہوں نے دشمنوں کی صفیں درہم برہم کر دیں ان کا عزم و استقلال و استقامت قابل دید تھی ان کے حوصلے بہت بلند تھے اس دوران وہ میدان جنگ پر چھائے رہے اور انہیں اس دوران ہر طرح سے برتری حاصل تھی بالکل بجا ہوگا، سراسر حق ہوگا اور حقیقت پر مبنی ہوگا۔

اور اب جنگ میں ایک ٹرننگ پوائنٹ (TURNING POINT) آ گیا۔ وہ لمحات آ گئے جن میں جبل عینین پر متعین کردہ چالیس (40) مجاہدین نے جنگ میں فتح ہو جانے کی خوش فہمی کے سبب اپنے پہاڑی مورچے (جبل عینین پر اپنی پوزیشن) چھوڑ دیئے۔ جس کی وجہ سے کچھ ہی دیر میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔

تیراندازوں کی خوفناک غلطی

لیکن عین اس وقت جبکہ یہ مختصر سا اسلامی لشکر اہل مکہ کے خلاف تاریخ کے اوراق پر ایک اور شاندار فتح ثبت کر رہا تھا جو اپنی تابنا کی میں جنگ بدر کی فتح سے کسی طرح کم نہ تھی، تیراندازوں کی اکثریت نے ایک خوفناک غلطی کا ارتکاب کیا جس کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ مسلمانوں کو شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ دشمن کے گھڑ سوار دستے جو دوسو (200) جنگجوؤں پر مشتمل تھے جبل عینین کے بائیں طرف سے گزر کر اچانک مرکز قیادت کے سر پر پہنچ گئے اور ایسی خطرناک صورت حال ہوگئی کہ جس کے سبب خود حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو انتہائی تکلیف دہ اور صبر آزما حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کی وہ ساکھ اور وہ ہیبت جاتی رہی جو جنگ بدر کے نتیجے میں انہیں حاصل ہوئی تھی۔

جبل عینین پر متعین مجاہدین نے جب دیکھا کہ قریش مکہ کے لشکر کی صفیں بکھر گئی ہیں۔ ہر شخص کو اپنی جان بچانے کی فکر لاحق ہے وہ راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ لشکر اسلام کے دستے ان کو ان کی جنگی پوزیشن سے نکال دینے کے بعد ان کے مال واسباب پر قبضہ کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔ تو انہیں یقین ہوگیا کہ کفار کے یہ اکھڑے ہوئے قدم پھر نہیں جم سکیں گے۔ اس بات کا بظاہر کوئی امکان نہ تھا کہ وہ مڑ کر پھر مسلمان مجاہدین پر حملہ کریں۔ جب میدان سر ہو چکا ہے جنگ جیتی جا چکی ہے اور دشمن نے بگٹٹ دوڑنا شروع کر دیا ہے تو انہوں نے سوچا کہ اب ان کا یہاں (جبل عینین پر) کھڑے رہنا محض بے سود ہے۔ کیوں نہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے ان مجاہد ساتھیوں کا ہاتھ بٹائیں جو اموال غنیمت اکٹھا کر رہے ہیں۔

Marfat.com

انہوں نے اپنے دستہ کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ سے جب اپنے اس خیال کا اظہار کیا تو انہوں نے پوری شدومد سے اس کی مخالفت کی اور فرمایا کیا تمہیں یاد نہیں رہا کہ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں کتنے واضح اور حتمی احکام دیئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں تمہیں فرمایا ہے:

''ہماری پشتوں کی نگہبانی کرنا۔ اپنی اس جگہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اگر تم دیکھو کہ ہمیں قتل کیا جارہا ہے تو ہماری مدد کے لیے ہرگز نہ آنا اور اگر دیکھو کہ ہم مال غنیمت جمع کررہے ہیں تو اس کام میں ہمارا ہاتھ نہ بٹانا۔ تم ہر حالت میں ہماری پشتوں کی نگہبانی کرنا۔''

دوسرے لوگوں نے کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعا یہ نہ تھا کہ اتنی واضح فتح و کامرانی کے بعد بھی ہم یہاں بے مقصد کھڑے رہیں۔

وہ لوگ بھول گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیا حکم دیا تھا اور ان کی غالب اکثریت نے اس یاددہانی پر کان نہ دھرا اور کہنے لگے:

''خدا کی قسم! ہم بھی لوگوں کے پاس ضرور جائیں گے اور کچھ مال غنیمت ضرور حاصل کریں گے۔'' (صحیح بخاری، روایت از حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ)

جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان دشمن کا مال غنیمت حاصل کررہے ہیں تو ان پر حب دنیا کا کچھ اثر غالب آگیا، چنانچہ بعض نے کہا غنیمت......! غنیمت ......! تمہارے ساتھی جیت گئے......! اب کاہے کا انتظار ہے؟

اس کے بعد چالیس تیراندازوں نے اپنے مورچے چھوڑ دیئے اور مال غنیمت پانے کے لیے عام لشکر میں جا شامل ہوئے۔ اس طرح مسلمانوں کی پشت خالی ہوگئی اور وہاں صرف عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے نو ساتھی باقی رہ گئے جو اس عزم کے ساتھ اپنے مورچوں میں ڈٹے (اپنی جنگی پوزیشن پر جمے) رہے کہ جب تک انہیں اجازت نہ دی جائے گی وہ کسی صورت اپنی جگہوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ اور اگر دشمن نے ان کی طرف رخ کیا تو وہ بھرپور مدافعت کریں گے اور وہ باقی ماندہ سب کے سب اپنی جان جان آفرین کے حوالے کردیں گے۔

لشکر اسلام دو اطراف سے لشکر کفار کے گھیرے میں

خالد بن ولید جو اس سے پہلے تین بار اس مورچے کو سر کرنے کی کوشش کرچکے تھے انہوں نے ابھی تک ہمت نہیں ہاری تھی اور وہ اب تک اپنے گھڑسوار دستوں کے ساتھ جبل عینین سے کچھ دور ہی موجود تھے اور جبل عینین پر متعین مجاہدین سے نمٹنے کا سوچ رہے تھے اس کی عقابی نگاہیں جبل عینین پر متعین مجاہدین پر جمی تھیں۔
جب اس نے دیکھا کہ جبل عینین لشکر اسلام کے تیراندازوں سے تقریباً خالی ہوگیا ہے تو وہ فوراً اپنے

Marfat.com

رسالے کو حرکت میں لے آیا وہ تیزی سے جبل عینین کے قریب آ گئے۔ اب ان پر جبل عینین سے پہلے جیسی تیروں کی بارش تو نہ تھی اس لیے وہ جبل عینین کے بائیں دائیں پھیل گئے اور جبل عینین پر متعین باقی ماندہ تیر انداز مجاہدین سے برسر پیکار ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے آڑے آنے کی کوشش کی۔ وہ ایک ایک کر کے جام شہادت نوش کر گئے لیکن اس ریلے کو آگے بڑھنے سے نہ روک سکے۔ ان مشرک جنگجوؤں نے حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھیوں کی لاشوں کو نیزوں کے چرکے دے دے کر خستہ حال کر دیا۔ ان کے لباس اتار کر انہیں برہنہ کر دیا ان کی آنکھیں نکال دیں ناک اور کان کاٹ لیے۔ سینے چاک کر دیے۔ ان کی آنتیں باہر لٹکنے لگیں سب سے زیادہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کی توہین کی اور اسے پرزہ پرزہ کر ڈالا۔

تیر انداز مجاہدین نے اپنی حد تک تو گھڑ سوار دستوں کی خوب مزاحمت کی لیکن دس مجاہدین دوسو (200) گھڑ سوار جنگجوؤں کے سامنے کب تک ڈٹے رہتے۔ دشمن نے دس پندرہ منٹوں میں ان کا صفایا کر دیا۔

اور اب وہ شگاف، درہ، یا جبل عینین کی دشمن کے دائیں طرف کا وہ حصہ جس سے گھڑ سوار آسانی سے گر سکتے تھے اور جس کی حفاظت کے لیے ان مجاہدین کو حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے خاص طور پر متعین فرمایا تھا دشمن کے قبضہ میں آ گیا تھا اور اب انہیں لشکر اسلام کی پشت پر پہنچنے سے روکنے کے لیے کوئی اور رکاوٹ باقی نہ تھی۔

خالد بن ولید، عکرمہ بن ابوجہل اور ان کے شہسواروں نے اس کامیابی پر ایک نعرہ بلند کیا جس سے شکست خوردہ مشرکین کو محاذ جنگ پر اس نئی تبدیلی کا علم ہو گیا اور وہ بھی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔

اہل مکہ کے آخری علمبردار صواب کے قتل ہو جانے کے بعد جھنڈا زمین پر پڑا ہوا تھا اسے اٹھانے کی کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ اب جو میدان جنگ کے کچھ حالات بدلے تو قبیلہ بنو حارث کی ایک عورت عمرہ بنت علقمہ نے لپک کر زمین پر پڑا ہوا مشرکین کا جھنڈا اٹھا لیا۔ اور فضا میں لہرا دیا۔ اس عورت کی اس شجاعت نے کفار کو ایک نئے جوش و خروش سے لبریز کر دیا۔ وہ پلٹ پلٹ کر واپس آنے لگے۔ پھر کیا تھا، بکھرے ہوئے مشرکین اس اپنے علمبردار کے گرد سمٹنے لگے اور ایک نے دوسرے کو آواز دی، جس کے نتیجے میں وہ مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہو گئے۔ اور جم کر لڑائی شروع کر دی۔ اور مسلمانوں پر بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔

اب خالد بن ولید اپنے گھڑ سوار دستوں کو لے کر بہت تیزی سے جبل عینین کے اپنے دائیں طرف سے گزر کر آگے مشرق کی طرف بڑھا اور وہاں سے اپنے بائیں گھوم کر اچانک ایک دم لشکر اسلام کی پشت پر پہنچ گیا۔ اور جو مجاہدین نزدیک تھے ان پر حملہ آور ہو گیا۔

Marfat.com

اب مسلمان آگے اور پیچھے دونوں طرف سے گھیرے میں آچکے تھے۔ گویا چکی کے دو پاٹوں کے بیچ میں پڑ گئے تھے۔

ابھی کچھ دیر پہلے تو یہ سماں تھا کہ مشرکین میدان جنگ سے بھاگ رہے تھے اور مجاہدین ان کا پیچھا کر رہے تھے اور مال غنیمت حاصل کر رہے تھے۔ اور اسی صورتحال کو دیکھ کر جبل عینین پر متعین چالیس (40) تیرانداز یہ سوچ کر اتر آئے تھے کہ اب تو فتح ہو چکی ہے تو نیچے جا کر کیوں نہ دشمن کا پیچھا کیا جائے، انہیں قیدی بنایا جائے اور مال غنیمت بھی حاصل کیا جائے۔

اس وقتی کیفیت کے سبب مجاہدین اسلام ایک طرف تو اپنی صفیں قائم نہ رکھ سکے دوسرے وہ میدان جنگ میں اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ اور تیسرے وہ دشمن سے لاپرواہ ہو گئے۔

مسلمانوں کو گمان بھی نہ تھا کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے والے واپس بھی آئیں گے۔ مسلمانوں کی صفوں میں اب وہ پہلے والا نظم وضبط باقی نہ رہا تھا۔

مسلمانوں کی صفوں کی ترتیب درہم برہم ہو چکی تھی۔ عسکری تنظیم سے وہ بے بہرہ ہو چکے تھے وہ تو بے فکری میں چاروں طرف سے بے خبر اموال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔ کہ اچانک خالد اور عکرمہ نے اپنے سواروں سمیت یاللعزیٰ یاللھبل کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔ وہ پہلے ہی بکھرے ہوئے تھے وہ مزید منتشر ہو گئے۔ وہ ذہنی طور پر جنگ جیت چکے تھے۔ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ انہیں اپنے دشمن کی تند و تیز یلغار کو روکنے کے لیے ایک مرتبہ پھر عسکری نظم وضبط سے ان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

دشمن کا یہ حملہ اتنا غیر متوقع اور اچانک تھا کہ مجاہدین اسلام اپنے ساتھیوں کو اس حملہ کی اطلاع بھی نہ کر پائے اس کامیاب کارروائی کے بعد کفار نے اپنے بھاگتے ہوئے سپاہیوں کو پکارا جو لڑائی میں کچھ کامیابی کے آثار دیکھ کر پلٹ آئے، یہ صورتحال مسلمانوں کے لیے انتہائی تشویشناک تھی، تاہم انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور اپنے دفاع میں مصروف ہو گئے۔ (تاریخ الخمیس، جلد 1 صفحہ 428)

جب میدان جنگ سے بھاگ جانے والے کفار نے یاللعزیٰ کے نعرے سنے اور پلٹ کر دیکھا تو یہاں منظر ہی یکسر بدلا ہوا تھا۔ ان کا جھنڈا بلند تھا اور وہ لڑائی میں زیادہ جوش وخروش دکھا رہے تھے۔ عورت کے جھنڈا بلند کر دینے سے ان میں غیرت، حمیت اور انا پھر لوٹ آئی تھی۔ اب جو مشرکین بھاگ کر دور چلے گئے تھے اور ہمت ہار چکے تھے وہ بھی پلٹ آئے اور پہلے سے موجود اپنے جنگجوؤں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا قتل عام کرنے لگے۔ مال غنیمت جو مسلمانوں نے اکٹھا کیا تھا وہ سب ہاتھوں سے گر پڑا۔ جن کفار کو قیدی بنایا تھا۔ انہوں نے اپنی راہ لی۔

Marfat.com

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ لشکر اسلام کے ''مرکز کمان'' سے تقریباً 200 میٹر کے فاصلے پر جبل عینین پر متعین کیا تاکہ دشمن لشکر اسلام پر پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔ انہیں اس بارے میں بڑے واضح احکام ارشاد فرمائے اور مزید تاکید فرمائی کہ

''جب تک انہیں حکم نہ دیا جائے وہ اپنی جگہ سے کسی صورت نہ ہٹیں۔''

چالیس تیر اندازوں نے فتح ہو جانے کی خوش فہمی میں جبل عینین پر اپنے مورچوں جگہوں یا جنگی پوزیشن کو چھوڑ دیا اور چکی الٹی چلنا شروع ہو گئی۔

مجاہدین اسلام جنہوں نے چند لمحات پیشتر مشرکین کے لشکر جرار کو میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا اب وہ خود شکست خوردہ سے ہو کر سراسیمہ پھر رہے تھے۔

قرآن حکیم نے اس ہولناک منظر کی بڑی حقیقت پسندانہ تصویر کشی کی ہے۔ سورۃ آل عمران کی آیت 152 میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس صورتحال کے دو تین خاص عوامل کا یوں ذکر فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ○

''اور بے شک سچ کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ۔ جبکہ تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے۔ یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے رسول کے حکم کے بارے میں اور نافرمانی کی تم نے اس کے بعد کہ اللہ نے دکھایا تھا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے۔ بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے۔ پھر پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے تاکہ آزمائے تمہیں اور بیشک اس نے معاف فرما دیا تم کو اور اللہ تبارک وتعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر۔'' (سورۃ آل عمران آیت 152)

صحیح تصویر کشی کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے اسباب عوامل و محرکات سے بھی پردہ اٹھایا۔ نیز اس میں جو حکمتیں اور عبرتیں پنہاں تھیں ان سے بھی اپنے محبوب ﷺ کے غلاموں کو آگاہ اور متنبہ کیا تاکہ وہ قیامت تک اس فرمان الٰہی کی روشنی سے زندگی کی کٹھن راہوں کو منور کرتے رہیں اور منزل مقصود کی طرف ذوق و شوق سے مستانہ وار بڑھتے چلے جائیں۔

حضور ﷺ کی بے مثال شجاعت

جس وقت خالد بن ولید اپنے رسالے (گھڑسوار دستے) کے ساتھ جبل عینین کے اس شگاف جس کو

Marfat.com

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے پچاس تیرانداز مجاہدین سے بند کر دیا تھا، سے گزر کر لشکر اسلام کی پشت پر حملہ آور ہونے کے لیے بڑھ رہا تھا تو اس وقت حضور انور، پیغمبر اول و آخر و اعظم، اصل الموجودات، فخر انسانیت، حاصل و فخر کائنات ﷺ صرف نو (9) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذرا جتنی نفری کے ہمراہ لشکر اسلام کے پیچھے اپنے مرکز قیادت پر تشریف فرما تھے۔ یہ آپ ﷺ کا محافظ دستہ تھا جس میں سات (7) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انصار سے تھے اور دو (2) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین یا قریش سے تھے۔

اور آپ ﷺ یہاں سے لشکر اسلام کی قیادت بھی فرما رہے تھے اور اس وقت مسلمانوں کی مشرکین پر یلغار، مار دھاڑ اور ان کے میدان جنگ سے کھدیڑے جانے کا منظر ملاحظہ فرما رہے تھے کہ آپ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو ایک دم، اچانک خالد بن ولید کے شہسوار دکھائی پڑے۔

(صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 107...... دلائل النبوۃ جلد 3 صفحہ 264...... البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 23)

اس کے بعد آپ ﷺ کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ یا تو آپ ﷺ اپنے نو رفقاء سمیت تیزی سے بھاگ کر کسی محفوظ جگہ چلے جاتے اور اپنے لشکر کو جو اب نرغے میں آیا ہی چاہتا تھا اس کی قسمت پر چھوڑ دیتے۔ یا اپنی جان خطرے میں ڈال کر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلاتے اور ان کی ایک معقول تعداد اپنے پاس جمع کر کے ایک مضبوط محاذ تشکیل دیتے اور اس کے ذریعے مشرکین کا گھیرا توڑ کر اپنے لشکر کے لیے اُحد کی بلندی کی طرف جانے کا راستہ بناتے۔

حضورِ انور، پیغمبر اول و آخر و اعظم، سیّد المرسلین ﷺ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر فیصلہ فرمایا۔ آزمائش کے اس نازک ترین موقع پر حضور انور رسول اللہ ﷺ کی عبقریت (جنگی معاملات کی اعلیٰ ترین سمجھ بوجھ) اور بے نظیر شجاعت نمایاں ہوئی کیونکہ آپ ﷺ نے جان بچا کر بھاگنے کے بجائے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جان بچانے کا فیصلہ کیا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے خالد بن ولید کے شہسواروں کو دیکھتے ہی نہایت بلند آواز سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پکارا "اللہ کے بندو......! ادھر...... (میری طرف آؤ) میں اللہ کا رسول ہوں۔" (البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 23)

حالانکہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ یہ آواز مسلمانوں سے پہلے مشرکین تک پہنچ جائے گی اور یہی ہوا بھی، چنانچہ یہ آواز سن کر مشرکین کو معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ یہیں موجود ہیں۔ لہٰذا ان کا ایک دستہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پہنچنے سے پہلے آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا اور باقی شہسواروں نے تیزی کے ساتھ مسلمانوں کو گھیرنا شروع کر دیا۔

حضور انور نبی کریم ﷺ بگڑتی ہوئی صورتحال کا کمال تحمل سے جائزہ لے رہے تھے اور استقامت کا کوہ گراں بنے دشمن کے ہر وار کو ناکام بنا رہے تھے۔

Marfat.com

حضور انور نبی کریم ﷺ کا محافظ دستہ چاک و چوبند تھا۔ آپ ﷺ اپنے مقام پر قائم رہے اس سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے اور اپنی تیر کمان پر تیر چڑھا لیے۔ آپ ﷺ کے محافظ دستے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تنہا سو سو مشرکین سے ٹکرانے کا عزم لیے ہوئے تھا۔ وہ فوری طور پر خالد بن ولید کے بڑھتے ہوئے شہسواروں کے راستے میں سینہ سپر ہو گئے اور مشرکین بھی سینکڑوں کی تعداد میں اس محاذ پر گھوڑوں کے سبب بہت جلد پہنچ گئے۔ اس نئے محاذ پر آن واحد میں بڑی شدید جنگ برپا ہونے لگی۔

سینکڑوں گھڑ سوار جنگجوؤں کے مقابلے میں اس وقت صرف نو (9) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے لیکن اتنی کم تعداد نے بھی اپنے عزم، ہمت، حوصلہ، شجاعت و حربی مہارت کے سبب دشمن کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ اور جب تک تن میں جان رہی انہوں نے دشمن کو آپ ﷺ کے قریب نہ پہنچنے دیا۔

ان کی پھرتی، چابکدستی، حربی صلاحیتوں کے کیا کہنے۔ وہ پھرکی کی طرح آپ ﷺ کے دفاع میں ہر طرف گھوم رہے تھے اور دشمن کے عزائم کو خاک میں ملا رہے تھے۔ وہ تو شمع رسالت پر جاں نثار ہونے والے پروانے تھے۔ انہیں دشمن کی تعداد، تیر و تلوار کے زخموں کی پرواہ نہ تھی۔ بلاشبہ ان میں سے ایک ایک نے پندرہ پندرہ بیس بیس دشمنوں کو روکے رکھا۔

اب اس وقت کے حالات بہت گھمبیر ہونے کی اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی استقامت، ہمت، و حربی صلاحیتوں کی ایک جھلک دکھانے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چشم دید ایک دو واقعات و خیالات حاضر خدمت ہیں۔

آیئے ایک جھلک اس محبوب رب العالمین کی بھی دیکھیں جو رحمت للعالمین کی خلعت فاخرہ زیب تن کیے اور ختم نبوت کا تاج سجائے عالم انسانیت کی شب و تاریک کو سحر آشنا کرنے کے لیے تشریف لایا تھا کہ وہ کس عالم میں ہے۔

امام بیہقی حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں اس پیکر جمیل کی حسین جھلک دکھاتے ہیں۔ جس کو دیکھنے کے لیے ہم سب کی متجس آنکھیں بیتاب ہیں۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کفار نے ہمارا قتل عام کر کے ہمیں بڑا دکھ پہنچایا اور رسول اللہ ﷺ کو بھی اذیت پہنچائی۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا حضور ﷺ ایک بالشت بھی اپنی جگہ سے آگے پیچھے نہیں ہوئے۔ حضور ﷺ دشمن کے سامنے کھڑے تھے صحابہ کرام کا ایک گروہ حضور ﷺ کی طرف لوٹ کر آتا تھا اور دوسرا دشمن پر حملہ کرنے کے لیے میدان میں پھیل جاتا ہے۔ میں بسا اوقات حضور ﷺ کو دیکھتا کہ حضور ﷺ کھڑے ہو کر اپنی دو کمانوں سے تیر چلا رہے ہیں کبھی پتھر پھینک رہے ہیں۔ یہاں تک کہ دشمن آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ حضور ﷺ اس

Marfat.com

طرح اس مقام پر ثابت قدم رہے گویا حضور ﷺ اکیلے نہیں بلکہ حضور ﷺ کے آس پاس طاقتور جوانوں کا ایک دستہ ہے۔'' (دلائل النبوۃ جلد 3 صفحہ 264)

اور اس وقت حالات کتنے گھمبیر تھے درج ذیل سے اندازہ لگائیے۔

سیّدنا حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کے آس پاس سے لوگ منتشر ہو گئے تو میں نے مقتولوں میں حضور ﷺ کو تلاش کیا تو مجھے نظر نہ آئے۔ میں نے دل میں کہا کہ بخدا! حضور ﷺ میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے والے ہرگز نہیں تھے۔ ویسے بھی نظر نہیں آ رہے اور مقتولوں میں بھی نہیں۔ شاید ہماری اس غلطی کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم پر ناراض ہو گیا ہے اور اس نے اپنے رسول کو پاس اٹھا لیا ہے۔ اب میرے لیے زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ میں لڑتے لڑتے جان دے دوں۔ پس میں نے اپنی تلوار کی نیام توڑ ڈالی اور کفار کی صفوں میں گھس کر حملہ کر دیا۔ وہ اور اِدھر اُدھر ہو گئے۔ پس میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اس جم غفیر میں تھے اور ان سے مصروف پیکار تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 292)

قارئین کرام! اب میدان اُحد میں مشرکین اور مسلمانوں میں لشکر اسلام کے دو اطراف میں بھرپور جنگ جاری ہے۔

1- جنوب مغرب کی طرف۔ جس طرف دونوں لشکروں کے درمیان صبح کے وقت شروع ہوئی تھی۔ وہ اب بھی، تین، ساڑھے تین گھنٹے گزر جانے کے بعد بھی خوب شدت سے جاری ہے اور اب مشرکین کا پلہ بھاری ہے۔

2- مشرق کی طرف، لشکر اسلام کی پشت، پر جہاں ابھی چند منٹ پہلے خالد بن ولید نے اپنے رسالے کے ساتھ حملہ کر دیا ہے۔ یہ لشکر اسلام کے مرکز قیادت کی جگہ ہے آپ ﷺ اس وقت اپنے صرف نو (9) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہیں۔ دشمن نے گھیرا ڈال لیا ہے اور یہاں شروع سے ہی جنگ میں ہولناکی کی شدت ہے۔ اس محاذ پر مجاہدین اسلام کی تعداد جنگجو مشرکین کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس نئے محاذ کا بیان اب کچھ دیر کے لیے یہیں پر چھوڑتے ہیں اور پہلے محاذ کے حالات کو تفصیل سے دیکھتے ہیں۔ یہ خیال رہے کہ اب لڑائی تو بہ یک وقت دونوں محاذوں پر شدت سے جاری ہے لیکن اس جنگ کو اچھی طرح اور تسلسل کے ساتھ سمجھانے، بیان کرنے کی خاطر دونوں محاذوں کی تفصیلات الگ الگ بیان کرنا ضروری ہے۔

کچھ مسلمانوں میں بوکھلاہٹ

ابھی کچھ دیر پہلے تو اس پرانے محاذ پر یہ سماں تھا کہ مشرکین میدان جنگ سے بے تحاشا بھاگ رہے

Marfat.com

مجاہدین ان کا پیچھا کر رہے تھے اور مال غنیمت بھی حاصل کر رہے تھے۔ اور اسی صورتحال کو دیکھ کر جبل عینین پر متعین 40 تیر انداز یہ سوچ کر اپنے مورچوں (پوزیشن جنگی) سے نیچے اتر آئے کہ اب تو ہم مسلمانوں کو فتح حاصل ہو چکی ہے تو نیچے جا کر کیوں نہ دشمن کا پیچھا کیا جائے، اور مال غنیمت بھی حاصل کیا جائے۔

اس وقتی جنگی کیفیت کے سبب مجاہدین اسلام ایک طرف تو اپنی صفیں قائم نہ رکھ سکے دوسرے وہ میدان جنگ میں بے ترتیب اِدھر اُدھر بکھر گئے اور تیسرے وہ دشمن سے لاپرواہ ہو گئے۔

اس دوران خالد بن ولید کے رسالے نے، گھڑ سوار دستوں نے پہلے جبل عینین پر متعین باقی ماندہ مجاہدین کو ختم کیا اور پھر سوا سو شہسواروں کے ساتھ مسلمانوں کی پشت پر جا پہنچا اور وہاں گھسان کی جنگ شروع کر دی۔

اس کے ساتھ ہی اس رسالے کے باقی ماندہ شہسواروں نے جبل عینین پر کارروائی مکمل کرنے کے بعد پہاڑ سے نیچے اتر کر اچانک (پہلے والے محاذ پر) مسلمانوں کو گھیر لیا۔ کچھ مسلمان اس وقت بے خبری کے عالم میں مال غنیمت جمع کرنے اور مشرکوں کو قیدی بنانے میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک مشرکین کے گھڑ سوار دستے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ان کے سروں پر پہنچ گئے۔ یہ لوگ یا عزیٰ اور یا ہبل کے نعرے لگا رہے تھے۔

انہوں نے مسلمانوں کے قریب پہنچتے ہی بے خبری میں ان کو تلواروں پر رکھ لیا۔ اس انتہائی غیر متوقع اور اچانک افتاد سے کچھ مسلمان بوکھلا گئے اور جس کا جدھر منہ اٹھا وہ اسی طرف بھاگنے لگا۔ جو کچھ مال غنیمت انہوں نے جمع کیا تھا اور جتنے قیدی بنائے تھے ان سب کو چھوڑ کر مسلمان ہر طرف بکھر گئے۔ اب نہ ان کی صفیں قائم رہیں اور نہ ترتیب۔ اس ابتری میں کچھ مسلمانوں کو ایک دوسرے کی بھی خبر نہ تھی۔

اس افراتفری کے عالم میں کچھ مسلمان تو وقتی طور پر جبل اُحد کے اوپر چڑھ گئے۔ اور جب حالات انہیں سمجھ آ گئے تو وہ پھر میدان جنگ میں مجاہدین کے ساتھ آ ملے اور دشمن سے برسر پیکار ہو گئے۔

چند ایک صحابہ کرام بوکھلاہٹ اور افراتفری کے عالم میں مدینہ کی طرف پسپا ہو گئے۔ ان کی تعداد بھی کچھ، دس سے زیادہ نہ تھی۔ یا تو یہ صحابہ کرام بکھر گئے تھے کہ پھر اکٹھا ہو کر اپنے لشکر میں شامل نہ ہو پائے یا ان تک یہ افواہ کہ حضور انور ﷺ شہید کر دیئے گئے اس دوران پہنچ گئی تھی کہ پھر لشکر میں واپس آنے کا حوصلہ نہ کر سکے) بہرحال جو بھی حالات تھے ان کے تحت ان میں سے چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو مدینہ میں داخل بھی ہو گئے تھے اور باقی مدینہ سے باہر ہی رہے۔

حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا اس دوران مدینہ سے اُحد تشریف لا رہی تھیں۔ راستے میں انہیں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نظر آئے جو میدان جنگ سے بھاگ کر مدینہ کی طرف جا رہے۔ انہوں نے جب ان بھگوڑوں کو دیکھا تو زمین سے مٹی اٹھا اٹھا کر ان کے چہروں پر پھینکنا شروع کر دی اور انہیں کہنے لگیں۔

Marfat.com

''تم چرخہ لو اور سوت کا تو (یعنی کہ تم میں مردانگی نہیں ہے تم عورتوں والے کام کرو) اور ہمیں تلواریں دے دو، ہم دشمنانِ اسلام سے جا کر لڑتی ہیں۔

جو لوگ میدانِ جنگ سے مدینہ کی طرف پسپا ہوئے تھے ان میں حضرت عثمان بن عفان، ولید بن عقبہ، خارجہ بن زید اور رفاعہ بن معلیٰ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اس کے بعد جب یہ حضرات حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

''تم اگرچہ چلے گئے تھے، مگر اس کو درگزر کر دیا گیا ہے۔''

اور خالق و مالک کائنات، دلوں کے بھید جاننے والے، ربّ العزت نے یہ آیت نازل فرمائی

ترجمہ: ''بے شک وہ جو تم میں سے پھر گئے جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں، انہیں شیطان ہی نے لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث۔ اور بے شک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا، بے شک اللہ بخشنے والا، حلم والا ہے۔'' (سورۃ آل عمران آیت 155)

فدائیوں کا ایک گروپ

کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروپ تو شروع سے ہی آپ حضور انور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساتھ سائے کی طرح ساتھ رہا ہے۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اطاعت و اتباع محبت و فرمانبرداری، ہمت و مردانگی، جوہر حربی یا فنِ حرب میں بھی ممتاز تھے اور آج یہ اس وقت اپنے محبوب، رسولِ خدا، رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں کے لشکر کی سب سے اگلی صف میں، اس صف میں جو دشمن سے سب سے پہلے ٹکراتی ہے نادر جوہر حرب دکھلا رہے تھے اور مشرکین پر ان کی دہشت قائم تھی۔

اگلی صف میں لڑتے ہوئے بھی انہیں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی حفاظت کی فکر دامن گیر تھی اور اس سبب وہ اپنے اپنے طور پر وقفہ وقفہ سے لڑائی کے دوران بھی مرکزِ قیادت پر طائرانہ نگاہ ڈال لیتے تھے آپ ﷺ کو محفوظ دیکھ کر انہیں توانائی ملتی تھی اور انہیں قرار بھی آتا تھا۔

قارئین کرام! آپ غزوۂ بدر کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان پڑھ آئے ہیں کہ

''روزِ بدر جب جنگ شروع ہوئی تو میں کچھ وقت تک اس جنگ میں دادِ شجاعت دیتا رہا۔ پھر میں تیزی سے عریش میں آیا کہ میں حضور ﷺ کو ایک نظر دیکھ لوں کہ حضور ﷺ کیا کر رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور سر بسجود ہیں اور یا حیی یا قیوم کا ورد فرما رہے ہیں۔

میں پھر میدانِ جنگ میں لوٹ آیا اور کچھ دیر مشرکین کے ساتھ نبرد آزما رہا۔ کچھ دیر کے بعد میں پھر حضور ﷺ کی خیریت دریافت کرنے کے لیے عریش میں واپس آیا تو دیکھا کہ حضور ﷺ ابھی تک سجدے میں ہیں اور یا حیی یا قیوم کا ورد فرما رہے ہیں۔ میں پھر دوڑ کر میدانِ جنگ

Marfat.com

میں پہنچا اور دشمن کو اپنی شمشیر آبدار کے جوہر دکھانے لگا۔
کچھ دیر بعد دل بے چین مجھے پھر عریش میں لے آیا تا کہ آپ ﷺ کے احوال کو دیکھوں۔ میں نے پھر بھی حضور ﷺ کو سر بسجود پایا۔ کئی بار میں آیا اور واپس گیا لیکن حضور ﷺ کو یا حیی یا قیوم کا ورد کرتے پایا۔"

قارئین کرام! یہ یاد رہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی درجن بھر مشرکین کو موت کے گھاٹ یعنی کہ آپ اپنی انتہا کی مصروفیت میں سے بھی کچھ وقت نکال کر حضور انور نبی کریم ﷺ کی دید کر تے، خیرت معلوم کر جاتے تھے۔

قارئین کرام! یہاں اس کا ذکر کرنے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ صحابہ کبار، حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق اعظم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت سعد بن معاذ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' ابوعبیدہ بن حضرت سعد بن عبادہ' حضرت سہل بن حنیف' حضرت ابودجانہ وغیرھم رضی اللہ عنہم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ وقت بھی، امن و جنگ میں کسی وقت بھی اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیتے تھے۔ یہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم ول زندگی تھا۔ یہی ان کی زندگی تھی یہی ان کی عبادت تھی' یہی ان کا حاصل زندگی تھا۔
یہ ذمہ داری انہوں نے اپنے طور پر عائد کی ہوئی تھی اور انہوں نے اسے زندگی بھر نہایت خوش اسلوبی پایا۔

وہ سب یہ جانتے تھے کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے پاس ایک حفاظتی دستہ موجود ہے لیکن کے باوجود وہ آپ ﷺ کی خیریت کے لیے ہمہ وقت فکرمند تھے۔ آپ ﷺ کی خیریت وخوشنودی ہی تو ب کی متاع عزیز تھی۔ وہ متاع عزیز جس پر ہزار جانیں بھی قرباں کی جاسکتی تھیں۔
اسی لیے جب مشکل وقت آن پڑا تو صحابہ کبار پروانوں کی طرح اڑ کر شمع رسالت کے گرد آ گئے اور جسموں سے حضور انور نبی کریم ﷺ کے گرداگرد دیوار، حفاظتی دیوار کھڑی کر دی اور پندرہ بیس صحابہ کرام نے ڈھائی تین سو مشرکین جنگجوؤں کا اس کمال ہمت و جوانمردی سے مقابلہ کیا کہ بالآخر دشمن کو پسپا ہونا

خالد بن ولید اور دیگر مشرکین کے نعروں سے جب انہیں مرکز قیادت کے گھیراؤ کا اندازہ وعلم ہوا تو اس پ کے افراد اپنے اپنے طور پر فوراً ایسے ڈھب سے اپنے مرکز قیادت (حضور پُرنور نبی کریم ﷺ) کی پلٹے کہ ساتھی مجاہدین کو پتہ بھی نہ چلے اور ان کی جنگی صلاحیت پر منفی اثر بھی نہ پڑے کیونکہ اب بھی اس جنگ خاصی شدت سے جاری تھی۔
ان میں سرفہرست حضرت ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، ابودجانہ، سہل بن حنیف،

Marfat.com

مصعب بن عمیر (علمبردار لشکر اسلام) حاطب بن ابی بلتعہ، عبدالرحمٰن بن عوف، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم تھے
یہ لوگ مقاتلین کی صف اول میں بھی سب سے آگے تھے لیکن جب حضور انور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی
کے لیے خطرہ پیدا ہوا تو آپ ﷺ کی حفاظت اور دفاع کرنے والوں میں بھی سب سے آگے آگے رہے۔
اس محاذ پر اس کے بعد مجاہدین اسلام کی تعداد بڑھی لیکن بہت آہستہ آہستہ کیونکہ وہ فوجی تکنیکی طریقے
سے پہلے والے محاذ سے مرکز قیادت کی حفاظت کے لیے آرہے تھے اور آخر تک ان کی تعداد تیس پینتیس
زیادہ نہیں ہوئی تھی۔

بار بار افتاد پڑیں

جبل عینین پر متعین 40 تیر اندازوں سے حکم رسول کریم ﷺ کی نافرمانی ہو جانے کے سبب اسی رد
سے لشکر اسلام پر وقفہ وقفہ سے بار بار افتاد پڑیں جن کے سبب مسلمانوں کو خاصہ جانی اور شہرت کا نقصان
پڑا' ورنہ اس سے پہلے تک مسلمان تمام وقت ہر طرح سے حاوی تھے اور اب تک صرف دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
شہادت مصدقہ تھی۔

پہلی افتاد

یہ کہ خالد بن ولید لشکر اسلام کی پشت پر پہنچ کر مرکز قیادت پر حملہ آور ہو گیا اور اس کے خاتمہ کے
لیے گھیرا ڈال دیا۔

دوسری افتاد

اسی وقت یہ پڑی کہ مسلمان جو فتح کے گمان میں بے ترتیب اور دشمن سے لاپرواہ ہو گئے تھے وہ
بے خبری میں مشرکین کی تلواروں کی زد میں آگئے اور خاصہ جانی نقصان اٹھانا پڑا۔

تیسری افتاد

جو کہ دوسری افتاد کے پانچ سات منٹ بعد ہی ظاہر ہو گئی وہ یہ کہ ابلیس نے ایک آواز لگائی "اے
اللہ کے بندو! پیچھے"
اس کے نتیجے میں کچھ صفوں کے مجاہدین پلٹے اور اپنے ساتھیوں اور مشرکین کے ساتھ گڈمڈ
ہو گئے۔ کچھ حصہ میں دونوں لشکر ایک دوسرے میں مل گئے اور وقتی طور پر اپنے پرائے کی پہچان نہ
رہی۔ اس کے نتیجے میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں بعض مسلمان مار ڈالے گئے۔
چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اُحد کے روز (پہلے) مشرکین کی شکست
ہوئی۔ اس کے بعد ابلیس نے آواز لگائی کہ اللہ کے بندو! پیچھے...... اس پر اگلی صف پلٹی اور پچھلی صف

Marfat.com

گئی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ پر حملہ ہو رہا ہے۔ وہ بولے، اللہ کے بندو! یہ تو میرے والد ہیں لیکن خدا کی قسم! لوگوں نے ان سے ہاتھ نہ روکا یہاں تک کہ انہیں مار ہی ڈالا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، اللہ آپ لوگوں کی مغفرت کرے۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بخدا! حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ میں ہمیشہ خیر ہی خیر رہا یہاں تک کہ وہ اللہ سے جا ملے۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 539...... فتح الباری جلد 7 صفحہ 351 تا 363...... صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 581)

بخاری کے علاوہ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دیت دینی چاہی۔ لیکن حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ان کی دیت مسلمانوں پر صدقہ کردی۔ اس کی وجہ سے حضور انور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے خیر میں مزید اضافہ ہوگیا۔

(مختصر السیرۃ للشیخ عبداللہ النجدی ص 246)

غرض اس گروہ کی صفوں میں سخت انتشار اور بدنظمی پیدا ہوگئی تھی۔ بہت سے لوگ حیران و سرگرداں تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کدھر جائیں۔ اور کیا کریں۔ ایسے پریشانی کے عالم میں کچھ صحابہ کرام اپنی پہچان کا نعرہ امت، امت کہنا بھی بھول گئے اور اپنے پرائے میں تمیز مشکل ہوگئی۔ ابھی مسلمان تیسری افتاد کے اثر سے نہیں نکل پائے تھے کہ ایک اور افتاد آ پڑی۔

چوتھی افتاد

تیسری افتاد کے کوئی دس پندرہ منٹ بعد ہی مسلمانوں پر افواہ کی شکل میں ایک اور افتاد آ پڑی جو کہ اور بھی بڑی آزمائش تھی اور اس افواہ نے کچھ مسلمانوں کے رہے سہے ہوش بھی اڑا دیئے۔

کسی پکارنے والے کی پکار سنائی پڑی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کردیئے گئے ہیں۔ مسلمانوں کا تو سب کچھ ہی حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں بھلا ایسی بری اطلاع یا خبر سے ہوش کیوں نہ اڑ جاتے۔

آگے بڑھنے سے پہلے اس افواہ کی حقیقت یا پس منظر بتلا دوں۔ ہوا یہ کہ اس وقت سے پندرہ بیس منٹ پہلے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم کے دفاع کے لیے نئے محاذ (مشرق کی طرف مرکز قیادت والے محاذ) پر پہنچ گئے تھے اور ان میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ کے ہاتھ میں جھنڈا بھی تھا۔ اس محاذ پر مسلمان صرف تیرہ چودہ اور مشرکین دو اڑھائی سو۔ وہاں ہولناک جنگ ہو رہی تھی۔ اس دوران حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے۔ مشرکین میں سے ایک جنگجو ابن قمہ (غالباً جس نے آپ کو شہید کیا) وہ آپ کو سمجھ رہا تھا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے، یا کافی مشابہت رکھتے تھے۔

Marfat.com

چنانچہ وہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے ابوسفیان اور دیگر مشرکین کی طرف واپس چلا گیا اور چلا چلا کر اعلان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے ہیں۔

یہ افواہ مسلمانوں کے ارمانوں، جوش و خروش پر بجلی بن کر گری۔ کتنوں کے رہے سہے ہوش بھی جاتے رہے۔ ان کے لیے ایک دم دنیا اندھیر ہو گئی۔ اکثر کے حوصلے ٹوٹ گئے اور بعض نے لڑائی سے ہاتھ روک لیا اور لاچار و پریشان ہو کر اپنی سوچوں میں گم ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔

جانفروشی کے امر نقوش

اس ابتری، ہراس و سراسیمگی کے عالم میں لشکر اسلام کے سپوتوں نے کیسے کیسے ناقابل یقین و نادر جانفروشی کے زندہ جاوید نقوش ثبت کیے ہیں یہ انہی کا خاصہ ہے۔ یہ وہی کر سکتے تھے۔ یہ وہی کر گئے ہیں تاکہ امت مسلمہ تاقیامت ان کے ان تابناک نقوش سے اپنے راستوں کو منور کرتی رہے۔

لشکر اپنے قائد کی کمان میں دشمن سے برسرِ پیکار ہو۔ جنگ طے شدہ منصوبے کے مطابق لڑی جا رہی ہو۔ عمومی حالات تسلی بخش ہوں۔ تو کئی کمزور دلوں سے بھی بڑی بڑی جرأت کے کارنامے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

لیکن اگر دوران جنگ طاقت کا توازن بگڑ رہا ہو۔ صفیں درہم برہم ہو رہی ہوں۔ قائد لشکر لاپتہ ہو۔ اور اس کے قتل کی افواہیں زور وشور سے پھیل رہی ہوں۔ تو ان حالات میں بڑے بڑے شیر دل بھی حوصلہ ہار بیٹھتے ہیں۔ ایسے میں شاذ و نادر ہی جوہر شجاعت کی کوئی کرن کہیں چمکتی ہے۔

تاکیدی احکام کے باوجود تیر انداز دستے کی اکثریت کا اپنے مورچہ سے غائب ہو جانے کے بعد جنگ کے حالات نے جو پلٹا کھایا ان کی تفصیلات آپ پڑھ چکے ہیں اور پڑھ رہے ہیں۔ خالد بن ولید کے گھڑ سواروں نے پشت کی طرف سے بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ کر کے کہرام مچا دیا۔ ذات پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع حیات کو گل کرنے کے لیے انہوں نے اپنی جملہ ناپاک مساعی وقف کر دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دینے کا اعلان کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا صدمہ جان نثاروں کے لیے قیامت سے کم نہ تھا۔ ان کے حواس باختہ ہو گئے۔ عقل نے سوچنے سے معذوری ظاہر کر دی۔ لیکن آغوش نبوت کے فیض تربیت سے فیض یاب ہونے والوں میں چند ایسی بے مثل ولاجواب ہستیاں بھی تھیں جنہوں نے یاس و ہراس کے ان اذیت ناک لمحوں میں ایثار و قربانی کی ایسی شمعیں روشن کیں جو آج بھی امت مسلمہ کے راہ نوردوں کے لیے نور بکھیر رہی ہیں اور تاقیامت ضیاء پاشیاں کرتی رہیں گی۔

چند لمحے بعد ان لوگوں کے پاس سے حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ دیکھا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے پڑے ہیں۔ پوچھا کاہے کا انتظار ہے؟ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے۔ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا: تو اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم لوگ زندہ رہ کر کیا کرو گے؟ اٹھو! اور جس چیز پر رسول اللہ

Marfat.com

ﷺ نے جان دی اسی پر تم بھی جان دے دو۔ اس کے بعد کہا، اے اللہ! ان لوگوں نے...... یعنی مشرکین نے...... جو کچھ کیا ہے اس سے برأت اختیار کرتا ہوں، اور یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ آگے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا ابو عمر رضی اللہ عنہ (حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی کنیت)! کہاں جارہے ہو؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، آہا! جنت کی خوشبو کا کیا کہنا۔ اے سعد رضی اللہ عنہ! میں اسے اُحد کے پرے محسوس کررہا ہوں۔ اس کے بعد اور آگے بڑھے۔ مشرکین سے جی بھر کے بہت شدید لڑائی کی اور مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ خاتمہ جنگ کے بعد انہیں پہچانا نہ جاسکا حتیٰ کہ ان کی بہن نے انہیں محض انگلیوں کے پورے سے پہچانا۔ ان کو نیزہ، تلوار اور تیر کے اَسی (80) سے زیادہ زخم آئے تھے۔

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 579...... زاد المعاد جلد 2 صفحہ 93، 96...... سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 317)

البدایہ والنہایہ میں ہے کہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت سے پہلے اپنے ساتھیوں کو پکارا اے گروہ انصار، حضور شہید ہوگئے ہیں لیکن اللہ تو زندہ ہے۔

"اے میری قوم! اگر محمد ﷺ شہید کردیئے گئے تو بے شک حضور پُرنور ﷺ کا ربّ تو زندہ ہے پس (اپنے ربّ کے) اس دین کے لیے جنگ کرو جس کے لیے حضور انور ﷺ نے جنگ کی۔"

(البدایہ والنہایہ، جلد 4 صفحہ 23)

امام یوسف الصالحی الشامیؒ صاحب سبل الہدیٰ والرشاد نے یہ بھی لکھا ہے کہ مشرکین نے ان کو زخموں سے چور چور کرکے قتل کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ انہوں نے بڑی بے دردی سے ان کی لاش کا مثلہ کیا اور ان کے سارے جسم کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ ان کی آنکھیں نکال دیں۔ ناک اور کان کاٹ دیئے۔ ان کے جسم پر تو پہلے ہی نیزے، تیر و تلوار کے اسی (80) سے زائد زخم موجود تھے۔ ظالموں نے اس کا مثلہ کرکے ان کی شناخت بھی مشکل بنادی۔ ان کی لاش پہچانی نہیں جاتی تھی۔ ان کی بہن نے ان کی انگلی کے ایک پورے یا اس پورے پر تل کے نشان سے بمشکل پہچانا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 317)

اسی طرح ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ نے اپنی ساتھیوں کو پکار کر کہا: "اگر محمد ﷺ قتل کردیئے گئے ہیں تو اللہ تو زندہ ہے۔ وہ تو نہیں مرسکتا۔ تم اپنے دین کے لیے لڑو۔ اللہ تمہیں فتح و مدد دے گا۔ اس پر انصار کی ایک جماعت اٹھ پڑی اور حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کی مدد سے خالد کے رسالے پر حملہ کردیا اور لڑتے لڑتے خالد بن ولید کے ہاتھوں نیزے سے شہید ہوگئے۔ انہیں کی طرح ان کے رفقاء نے بھی لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 22)

شمع اسلام کے مزید پروانے

وہ شمع اسلام کے عظیم پروانے جو خود جل کر دوسروں کو جلا بخش گئے ان میں درج ذیل اسم مبارک بھی

Marfat.com

آتے ہیں۔

حضرت عباس بن عبادہ

حضرت خارجہ بن زید

حضرت اوس بن ارقم

حضرت سعد بن ربیع اور بہت سارے وغیرھم رضوان اللہ علیہم اجمعین

شمع اسلام کے یہ پروانے نعرے لگاتے ہوئے اور اپنے مسلمان بھائیوں کو پکارتے ہوئے میدان جہاد میں نکلے حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔

''اے اہل ایمان! اللہ تبارک وتعالیٰ اور اپنے نبی کی اطاعت کرو۔ یہ مصیبت جو تمہیں پہنچی ہے اپنے نبی کی نافرمانی کے باعث پہنچی ہے انہوں نے تم سے نصرت کا وعدہ کیا تھا۔ جب تم صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔''

پھر انہوں نے اپنا خود اور اپنی زرہ اتاری اور حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کو کہا، کیا تمہیں ان کی ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا نہیں میں بھی اس چیز کا متمنی ہوں جس کے تم امیدوار ہو۔ پس وہ تینوں دشمن کے اندر گھس گئے۔ حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔

''اگر ہم میں سے کوئی آنکھ جھپک رہی ہو (یعنی ہم حرکت کرنے کے قابل ہوں، کچھ کرنے کے قابل ہوں) اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچے تو ہم اپنے ربّ کی بارگاہ میں کوئی عذر پیش نہ کرسکیں گے۔''

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے کہا بیشک۔ ہمارے پاس کوئی عذر نہ ہوگا۔ اور کوئی حجت نہیں ہوگی۔ چنانچہ اسلام کے تینوں شیر کفر کے زرہ پوشوں سے ٹکرا گئے۔ سفیان بن عبد شمس نے حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا۔ پھر کفار نے حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے نیزوں سے گھائل کردیا۔ یہاں تک کہ آپ غش کھا کر گر پڑے۔ صفوان بن امیہ نے آگے بڑھ کر اس عاشق صادق کا سرتن سے جدا کردیا۔ ان کے بعد سب نے ہلہ بول کر حضرت اوس بن ارقم رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کردیا۔

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ پر نزع کی حالت طاری تھی۔ ان کی آنتیں پیٹ سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ ان کو تیرہ گہرے زخم لگے تھے اور ہر زخم جان لیوا تھا۔ اس حالت میں ان کے پاس سے حضرت مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ انہوں نے حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کو کہا۔ اب اپنے آپ کو ہلکان کرنے سے کیا فائدہ؟ آپ نے سنا نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کردیا گیا ہے۔ اس جاں بلب متوالے نے یہ ایمان افروز جواب دے کر اہل ایمان میں نئی روح پھونک دی۔ آپ نے کہا۔

Marfat.com

''یعنی اگر ہمارے آقا اور اللہ کے رسول کو شہید کر دیا گیا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ تو زندۂ جاوید ہے۔ اسے تو موت نہیں آتی۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا دین پہنچا دیا۔ اب آؤ اس کے دین پر جہاد کرو۔''

اسی مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ کی ایک دوسرے بسمل محبت سے آنکھیں چار ہوئیں۔ زخموں سے چور حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ خاک وخون میں غلطاں وپیچاں ہیں۔ انہیں بھی جسم کے مختلف حصوں میں بارہ کاری زخم لگے ہوئے ہیں۔ ان کا ہر زخم بھی انہیں موت سے ہمکنار کرنے کے لیے کافی ہے۔ انہیں اس حالت میں دیکھ کر مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے سعد رضی اللہ عنہ! تمہیں علم ہے کہ حضور شہید کر دیئے گئے۔ آپ نے نیم وا آنکھیں کھولیں اور قیامت تک آنے والے مدعیان محبت کے سامنے عشق ومحبت کی گراں بار ذمہ داریوں کو واشگاف الفاظ میں بیان کر دیا۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد ﷺ نے اپنے ربّ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اب تم اپنے دین کی حفاظت کے لیے جہاد کرو۔ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ زندۂ جاوید ہے۔ اسے موت نہیں آسکتی۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 305، 306)

ایک مہاجر صحابی ایک انصاری صحابی کے پاس سے گزرے جو خون میں لت پت تھے۔ مہاجر نے کہا، بھئی فلاں! آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ انصاری نے کہا: اگر محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے تو وہ اللہ کا دین پہنچا چکے ہیں۔ اب تمہارا کام ہے کہ اس دین کی حفاظت کے لیے لڑو۔

(زاد المعاد جلد 2 صفحہ 96)

قارئین کرام! اس دوران یہ خیال رہے کہ یہ وقتی بوکھلاہٹ، پریشانی، یا بگڑتی ہوئی صورتحال کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک پر ایک جیسا اثر نہ تھا۔ اور ان عوامل کا اثر بھی جو تھوڑا بہت ہوا ہے وہ اسی محاذ پر ہوا ہے (اسی محاذ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ہوا ہے) جس محاذ پر صبح سے جنگ جاری تھی۔ اور نئے محاذ پر مصروف کار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ان کا اثر بالکل نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ تعداد میں بہت کم تھے، ایک دوسرے کی نگاہ میں تھے۔ دشمن کے گھیرے میں تھے اور حضور انور نبی کریم ﷺ بہ نفس نفیس ان کے درمیان موجود تھے اس لیے یہ افواہ ان پر اثر نہیں کر سکتی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت ایسی تھی جن پر ان افتادوں کا لمحاتی اثر ہوا اور وہ فوراً ہی اس اثر سے باہر آ گئے۔ بلاشبہ یہ افواہ یہ حالات اعصاب شکن تھے اور ایسے اعصاب شکن حالات میں اپنے اوسان خطا نہ ہونے دینا بڑے دل گردے کا کام جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کر سکتے تھے۔ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اپنی پوزیشنوں پر ڈٹے رہے اور ناامیدی اور مایوسی کو اپنے اوپر طاری نہیں ہونے دیا۔ اور وہ دوسروں کا بھی حوصلہ بڑھاتے رہے۔

Marfat.com

اور حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے کارناموں نے بہت ہار جانے والوں کے لیے مثال شجاعت و جانثاری پیدا کر دی اور وہ بھی اپنے ساتھیوں کے نقش قدم پر چلنے کے لیے ایک نئے عزم و ولولہ کے ساتھ میدان کارزار میں مصروف قتال ہو گئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس طرح کے حوصلہ افزا اور ولولہ انگیز کارناموں سے اسلامی فوج کے حوصلے بحال ہو گئے۔

چنانچہ انہوں نے نئے عزم کے ساتھ اپنے ہتھیار اٹھا لیے اور مشرکین کے تند سیلاب سے ٹکرا کر ان کا گھیرا توڑنے اور مرکز قیادت تک راستہ بنانے کی کوشش میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر محض جھوٹ اور گھڑنت ہے۔ اس سے ان کی قوت اور بڑھ گئی اور ان کے حوصلوں اور ولولوں میں تازگی آ گئی، چنانچہ وہ ایک سخت اور خونریز جنگ کے بعد گھیرا توڑ کر نرغے سے نکلنے اور ایک مضبوط مرکز کے گرد جمع ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد خونریز معرکہ

قارئین کرام! ابھی چند صفحات پہلے ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شجاعت'' کے تحت یہ بتا دیا گیا ہے کہ

1- خالد بن ولید لشکر اسلام کی پشت پر اچانک کیسے پہنچ گیا؟

2- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت صرف نو (9) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ جن میں سے 7 انصاری اور 2 مہاجر قریشی تھے۔

3- آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مشرکین کے میدان جنگ سے فرار کا منظر دیکھ رہے تھے۔

4- اس دوران جبل عینین کی طرف سے مشرکین کے شہسوار آتے دکھائی دیے۔

5- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوری فیصلہ کیا کہ اپنی جان خطرے میں ڈال لشکر اسلام کو بچایا جائے اور اسی مقام پر دشمن کو روکا جائے۔

6- چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر قائم رہے اور بلند آواز سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پکارا ''اے اللہ کے بندو! ادھر آؤ۔''

اسی تمہید کے بعد اب اس نئے محاذ کے حالات کو تسلسل سے پڑھیے۔

ٹھہریئے! اس تمہید کے ساتھ ہی میں آپ کو اس محاذ کی ایک اجمالی سی جھلک دکھا دوں تاکہ آپ اس کو ور سے پڑھیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کارنامے آپ کو مجسم نظر آئیں اور آپ انہیں کبھی نہ بھول پائیں اور بس آپ مشعل راہ بنائیں۔

ابھی حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف 9 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور وہ ابتدا ہی سے سینکڑوں مشرکین جنگجوؤں کے گھیرے میں ہیں لیکن وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دشمن کو دور بھی رکھے ہوئے ہیں۔ آپ

Marfat.com

ﷺ کے لیے ڈھال بھی بنے ہوئے ہیں اور خدا داد پھرتی، چابکدستی، تلوار بازی، تیر اندازی سے اس محاذ کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

اس جنگ کی ہولناکی اور شدت کا یہ عالم ہے کہ دس پندرہ منٹوں میں چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو جاتے ہیں اور ساتواں زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر گر جاتا ہے۔ اسی دوران پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروپ آپ ﷺ تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو ابھی چند منٹ پہلے، پہلے والے محاذ پر صف اول میں سب سے آگے آگے تھے اور ویسے بھی زندگی میں آپ ﷺ کے ساتھ سائے کی طرح رہے ہیں۔ اور جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمت، جوانمردی، پھرتی، حوصلہ، تلوار بازی، تیر اندازی، فن حرب پر چابکدستی اور حب رسول اللہ، اطاعت، تابعداری، فرمانبرداری کی دولت سے مالا مال کیا ہوا تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب ہی بہت بہت خوبیوں کے مالک ہیں۔ ان کے کارنامے قابل تقلید وتعریف ہیں لیکن اس گھڑی میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کر رہا ہوں ان (جو پہلے 9 تھے اور 15 جو کچھ دیر بعد آئے) کا کمال یہ ہے کہ ایسی گھمبیر صورت حال میں، جس میں کہ مشرکین جنگجوؤں کی تعداد اس محاذ پر لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہی ہے اور اب وہ سو ڈیڑھ سو سے تجاوز کر کے چار پانچ سو ہو گئی ہے۔ اور اب مشرکین کی کلی توجہ، جنگی کارروائیوں کا مرکز تو یہی محاذ ہے کیونکہ انہیں اندازہ ہے کہ وہ لشکر اسلام کی قیادت کو گھیرے ہوئے ہیں اور گھیرے میں آئے ہوؤں کی تعداد بھی پندرہ بیس سے زیادہ نہیں ہے۔

عین اس وقت جبکہ اسلامی لشکر نرغے میں آ کر مشرکین کی چکی کے دو پاٹوں کے درمیان پس رہا تھا حضور انور رسول اللہ ﷺ کے گرداگرد بھی خونریز معرکہ آرائی جاری تھی۔ ہم بتا چکے ہیں کہ مشرکین نے گھیراؤ کی کارروائی شروع کی تو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ محض نو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

اور جب آپ ﷺ نے مسلمانوں کو یہ کہہ کر پکارا کہ میری طرف آؤ! میں اللہ کا رسول ہوں، تو آپ ﷺ کی آواز مشرکین نے سن لی اور آپ ﷺ کو پہچان لیا۔ کیونکہ اس وقت وہ مسلمانوں سے بھی زیادہ آپ ﷺ کے قریب تھے۔ چنانچہ انہوں نے جھپٹ کر آپ ﷺ پر حملہ کر دیا اور کسی مسلمان کی آمد سے پہلے پہلے اپنا پورا بوجھ ڈال دیا۔

اس فوری حملے کے نتیجے میں ان مشرکین اور وہاں پر موجود نو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان نہایت سخت معرکہ آرائی شروع ہو گئی جس میں محبت و جان سپاری اور شجاعت و جانبازی کے بڑے بڑے نادر واقعات پیش آئے۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ احد کے روز رسول اللہ ﷺ سات انصار اور دو قریشی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ الگ تھلگ رہ گئے تھے۔ جب حملہ آور آپ ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کون ہے جو انہیں ہم سے دفع کرے اور اس کے لیے جنت ہے؟ یا (فرمایا کہ) وہ جنت میں

Marfat.com

میرا رفیق ہوگا؟ اس کے بعد ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ اس کے بعد پھر مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب آگئے اور پھر یہی ہوا۔ اس طرح باری باری ساتوں انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوگئے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو باقی ماندہ ساتھیوں ...... یعنی قریشیوں ...... سے فرمایا:

''ہم نے اپنے ساتھیوں سے انصاف نہیں کیا۔''

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 23 تا 26 ...... صحیح مسلم باب غزوۂ اُحد جلد 2 صفحہ 107)

جب ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوں شکست کے سے آثار نمایاں ہوں تو بڑے سے بڑا جرنیل بھی اپنے جذبات اور اپنے اعصاب پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ لیکن اس وقت بھی حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر غصہ، رنج اور تاسف کے آثار نمودار نہیں ہوئے۔ جبین اقدس پر ایک بھی شکن نمودار نہیں ہوئی، کفار کے لیے کوئی بددعا ہونٹوں پر نہیں آئی۔ تحمل، برداشت، بردباری، متانت، سنجیدگی اور شائستگی کی اس جیسی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتوں اور رحمتوں کا سائباں ہر لمحہ اپنے پرایوں سبھی کے سروں پر سایہ فگن تھا اور ہے۔

البدایہ والنہایہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

''جوان (کفار و مشرکین) کو ہم سے ہٹائے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔''

البدایہ والنہایہ، جلد 4 صفحہ 26

ان ساتوں میں سے آخری صحابی حضرت عمارۃ بن یزید بن السکن رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ لڑتے رہے، لڑتے رہے یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔

غزوۂ اُحد کا نازک ترین لمحہ ہے۔ نو میں سے چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو چکے ہیں اور ساتواں زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا ہے۔ اب اس محاذ پر میدان جنگ میں ڈیڑھ دوسو (200) مشرکین جنگجوؤں کے مقابلے میں صرف حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔

ابن السکن رضی اللہ عنہ کے گرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف دونوں قریشی صحابی رضی اللہ عنہم رہ گئے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو عثمان رضی اللہ عنہ کا بیان مروی ہے کہ جن ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکہ آرائیاں کیں ان میں سے ایک لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طلحہ بن عبیداللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے سوا کوئی نہ رہ گیا تھا۔ (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 527 ...... جلد 2 صفحہ 581)

اور یہ لمحہ حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے لیے نہایت ہی نازک ترین لمحہ تھا۔ جبکہ یہ مشرکین کے لیے انتہائی سنہری موقع تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مشرکین نے اس موقعے سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ انہوں نے اپنا تابڑ توڑ حملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرکوز رکھا اور چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دیں۔

اسی حملے میں عتبہ بن ابی وقاص (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مشرک بھائی) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

Marfat.com

پتھر مارا جس سے آپ ﷺ پہلو کے بل گر گئے۔آپ ﷺ کا داہنا نچلا رباعی دانت کا کچھ اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا۔اور آپ ﷺ کا نچلا ہونٹ زخمی ہوگیا۔قارئین کرام یہاں دانت کے بارے میں اکثر سیرت نگاروں نے مغالطہ کیا ہے۔صحیح صورتحال یہ تھی کہ آپ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے دانت مبارک کو جب پتھر لگا تو وہ دانت اپنی جگہ سے معمولی سا ہل گیا تھا یا ہٹ گیا تھا اور ایک چھوٹا سا ٹکڑا دانت کا علیحدہ ہوگیا تھا۔ اس کو ہم بھُر جانا بھی کہہ سکتے ہیں۔اور ہلنے والا دانت بھی جلد ہی قدرتی طور پر اپنی جگہ پر آ گیا تھا اور ایسے ہوگیا تھا کہ جیسے کبھی چوٹ لگی ہی نہ ہو۔

عبداللہ بن شہاب زہری نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی پیشانی زخمی کردی۔ایک اور اڑیل سوار عبداللہ بن قمہ نے لپک کر آپ ﷺ کے کندھے پر ایسی سخت تلوار ماری کہ آپ ﷺ ایک مہینے سے زیادہ عرصے تک اس کی تکلیف محسوس کرتے رہے۔البتہ آپ ﷺ کی دوہری زرہ نہ کٹ سکی۔اس کے بعد اس نے پہلے ہی کی طرح پھر ایک زوردار تلوار ماری۔جو آنکھ سے نیچے کی ابھری ہوئی ہڈی پر لگی۔اور اس کی وجہ سے خود (لوہے کی ٹوپی جو سر کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی ہے) کی دوکڑیاں چہرے کے اندر دھنس گئیں۔ساتھ ہی اس نے کہا: اسے لے! میں قمہ (توڑنے والے) کا بیٹا ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تجھے توڑ ڈالے۔''

طبرانی ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس مشرک کا نام عبداللہ بن قمہ تھا اور یہ بنو ہذیل قبیلہ کا ایک فرد تھا۔قمہ کے معنی ہیں ''توڑنے والا''۔

اس مشرک شہسوار نے جب حضور انور نبی کریم ﷺ پر تلوار کا وار کیا تو اس نے کہا یہ لو میری تلوار کا وار آیا، اور میں قمہ (توڑنے والے) کا بیٹا ہوں۔

اس کی یہ شیخی اور فخر کی بات سن کر حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا:

''تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ذلیل وخوار کرے گا، توڑے گا۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 295)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی یہ دعا سن لی، چنانچہ ابن عائذ سے روایت ہے کہ ابن قمہ جنگ سے گھر واپس جانے کے بعد اپنی بکریاں دیکھنے کے لئے نکلا تو یہ بکریاں پہاڑ کی چوٹی پر ملیں۔یہ شخص وہاں پہنچا تو ایک پہاڑی بکرے نے حملہ کردیا اور سینگ مار مار کر پہاڑ کی بلندی سے نیچے لڑھکا دیا۔

(فتح الباری، 373:7)

اور طبرانی کی روایت ہے کہ اللہ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کردیا جس نے سینگ مار مار کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔(فتح الباری جلد 7 صفحہ 366 ......سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 295)

صحیح بخاری میں مروی ہے کہ حضور انور نبی کریم ﷺ کے رباعی دانت کو چوٹ لگ گئی اور سر زخمی کردیا گیا۔اس وقت آپ ﷺ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جارہے تھے اور کہتے جارہے تھے، ''وہ قوم کیسے

Marfat.com

کامیاب ہوسکتی ہے جس نے اپنے نبی کے چہرے کو زخمی کردیا۔ اور اس کے دانت کو بھی ہلا دیا' توڑ دیا حالانکہ وہ انہیں اللہ کی طرف دعوت دے رہا تھا۔'' (صحیح بخاری 2:582...... صحیح مسلم 2:108)

اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:

ترجمہ: ''آپ کو کوئی اختیار نہیں اللہ چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے اور چاہے تو عذاب دے کہ وہ ظالم ہیں۔'' (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 582...... صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 108)

طبرانی کی روایت ہے کہ آپ حضور انور ﷺ نے اس روز فرمایا: ''اس قوم پر اللہ کا سخت عذاب ہو جس نے اپنے پیغمبر کا چہرہ خون آلود کردیا'' پھر تھوڑی دیر رک کر فرمایا:

''اے اللہ میری قوم کو بخش دے۔ وہ نہیں جانتی۔'' (فتح الباری جلد 7 صفحہ 373)

صحیح مسلم کی روایت میں بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ بار بار فرما رہے تھے۔

''اے پروردگار! میری قوم کو بخش دے۔ وہ نہیں جانتی۔'' (صحیح مسلم باب غزوۂ اُحد جلد 2 صفحہ 108)

قاضی عیاض کی شفا میں یہ الفاظ ہیں۔

''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے۔ وہ نہیں جانتی۔'' (کتاب الشفاء جلد 1 صفحہ 81)

اس میں شبہ نہیں کہ مشرکین آپ ﷺ کا کام کردینا چاہتے تھے۔ مگر دونوں قریشی صحابہ یعنی حضرت سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما نے نادر الوجود جانبازی اور بے مثال بہادری سے کام لے کر صرف دو ہوتے ہوئے بھی مشرکین کی کامیابی ناممکن بنادی۔ یہ دونوں عرب کے ماہر ترین تیر انداز تھے۔ انہوں نے تیر مار مار کر مشرکین حملہ آوروں کو حضور انور رسول اللہ ﷺ سے دور رکھا۔

جہاں تک حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ترکش کے سارے تیر ان کے لیے بکھیر دیئے۔ اور فرمایا: ''چلاؤ، تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔'' ان کی صلاحیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سوا کسی اور کے لیے ماں باپ کے فدا ہونے کی بات نہیں کہی۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 407...... جلد 2 صفحہ 580، 581)

اور جہاں تک حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو ان کے کارنامے کا اندازہ نسائی کی ایک روایت سے لگایا جاسکتا ہے جس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ پر مشرکین کے اس وقت کے حملے کا ذکر کیا ہے جب آپ ﷺ انصار کی ذرا جتنی نفری کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو جالیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو ان سے نمٹے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں۔ اس کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے انصار کے آگے بڑھنے اور ایک ایک کر کے شہید ہونے کی وہ تفصیل ذکر کی ہے جسے صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کیا جاچکا ہے۔

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ سب شہید ہو گئے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور گیارہ آدمیوں کے برابر تنہا لڑائی کی۔ یہاں تک کہ ان کے ہاتھ پر تلوار کی ایک ایسی ضرب لگی جس سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اس پر ان کے منہ سے آواز نکلی حس (سی)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم بسم اللہ کہتے تو تمہیں فرشتے اٹھا لیتے اور لوگ دیکھتے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پھر اللہ نے مشرکین کو پلٹا دیا۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 361......سنن نسائی جلد 2 صفحہ 52، 53)

اکلیل میں حاکم کی روایت ہے کہ انہیں (حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو) اُحد کے روز انتالیس یا پینتیس زخم آئے اور ان کی بیچ کی اور شہادت کی انگلیاں شل ہو گئیں۔ (فتح الباری جلد 7 صفحہ 361)

امام بخاریؒ نے قیس بن ابی حازمؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ''میں نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ دیکھا کہ وہ شل تھا۔ اس سے اُحد کے دن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچایا تھا۔''

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 527)

ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں اس روز فرمایا جو شخص کسی شہید کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 86...... مشکوٰۃ جلد 2 صفحہ 566)

اور ابوداؤد طیالسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب جنگ اُحد کا تذکرہ فرماتے تو کہتے کہ یہ جنگ کل کی کل حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے لیے تھی۔ (یعنی اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کا اصل کارنامہ انہوں نے انجام دیا تھا۔) (فتح الباری جلد 7 صفحہ 361)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب یوم اُحد کا ذکر کرتے تو فرماتے۔

''یہ دن سارے کا سارا طلحہ کے حصہ میں آیا۔''

پھر اس روز کے حالات یوں بیان فرماتے۔

کہ میں ان لوگوں میں سے تھا۔ جو حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آ گئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہا ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ طلحہ ہی ہو سکتا ہے۔ میرے درمیان اور حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک شخص تھا۔ میں حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھا۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے والے دانتوں پر چوٹ آئی ہے۔ اور چہرہ انور میں خود کے دو حلقے گھس گئے ہیں۔ میں نے رخسار مبارک سے وہ حلقہ نکالنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے میری منت کی کہ یہ سعادت انہیں حاصل کرنے دوں۔

انہوں نے ہاتھوں سے کھینچنا مناسب نہ سمجھا مبادا تکلیف ہو بلکہ اپنے دانتوں سے نکالنے لگے۔ ایک

Marfat.com

حلقہ تو نکل آیا۔ لیکن اس کوشش میں آپ کے اپنے سامنے والا ایک دانت گر گیا۔ پھر دوسرا حلقہ بھی اپنے دانتوں سے نکالا۔ لیکن پھر آپ کے سامنے والا ایک دانت نکل گیا۔ اگرچہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے سامنے والے دو دانت اس کوشش کی نذر ہو گئے۔ لیکن ان دانتوں کے گر جانے کے باوجود ان کے حسن و جمال کو چار چاند لگ گئے۔ (زادالمعاد جلد 2 صفحہ 95)

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا سارا جسم زخموں سے چھلنی تھا۔ ہم نے ان کے زخموں کو شمار کیا تو وہ ستر سے بھی زیادہ تھے جن میں سے کچھ تلواروں کے کچھ نیزوں کے اور کچھ تیروں کے زخم تھے۔ ان کی ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی۔ پھر ہم نے ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے سر پر تیروں کے بہت زخم لگے تھے جس سے بہت خون بہا اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے منہ پر پانی چھڑکا۔ تو انہیں ہوش آیا۔ انہوں نے ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے یہ سوال کیا۔ ''کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟'' ہم نے بتایا کہ الحمدللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخیر و عافیت ہیں۔ یہ سن کر اس جانباز صادق نے بے ساختہ کہا۔ ''اللہ کا شکر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلامت ہیں۔ ہر مصیبت آپ کے ہوتے ہوئے کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 296)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں یہ بھی کہا:

''اے طلحہ بن عبیداللہ! تمہارے لیے جنت واجب ہو گئی۔ اور تم نے اپنے یہاں حور عین کا ٹھکانا بنالیا۔'' (مختصر تاریخ دمشق جلد 7 صفحہ 82......شذور الذہب صفحہ 114)

اسی نازک ترین لمحے اور مشکل ترین وقت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے غیب سے اپنی مدد نازل فرمائی۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُحد کے روز دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو آدمی تھے جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انتہائی زوردار لڑائی لڑ رہے تھے۔ میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد ان دونوں کو کبھی نہیں دیکھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ دونوں حضرت جبرائیل و حضرت میکائیل علیہم السلام تھے۔

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 580)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ کے اکٹھا ہونے کی ابتداء

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد خونریز معرکہ'' کے تحت جو اب تک بیان کر دیا گیا ہے یہ سارا حادثہ چند منٹوں کے اندر اندر بالکل اچانک اور نہایت تیز رفتاری سے پیش آ گیا۔ ورنہ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب صحابہ کرام جو لڑائی کے دوران صف اول میں تھے، جنگ کی صورت حال بدلتے ہی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بے تحاشا دوڑ کر آئے کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ناگوار حادثہ پیش نہ آجائے۔

Marfat.com

مگر یہ لوگ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ زخمی ہو چکے تھے، چھ انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو چکے تھے، ساتویں زخمی ہو کر گر چکے تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما جان توڑ کر مدافعت کر رہے تھے۔

انہوں نے کفار کو حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ سے پیچھے دھکیلا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کے قریب لے آئے۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنے پاؤں پر ٹیک لیا اور انہوں نے اس حالت میں دم توڑ دیا کہ ان کا رخسار رسول اللہ ﷺ کے پاؤں پر تھا۔ ان لوگوں نے پہنچتے ہی اپنے جسموں اور ہتھیاروں سے نبی ﷺ کے گرد ایک باڑھ تیار کر دی اور دشمن کے تابڑ توڑ حملے روکنے میں انتہائی بہادری سے کام لیا۔ (ابن ہشام، جلد 2 صفحہ 81)

لڑائی کی صف سے آپ ﷺ کے پاس پلٹ کر آنے والے سب سے پہلے صحابی آپ ﷺ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''احد کے دن سارے لوگ حضور انور نبی کریم ﷺ سے پلٹ گئے تھے (یعنی محافظین کے سوا تمام صحابہ آپ ﷺ کو آپ کی قیام گاہ میں چھوڑ کر لڑائی کے لیے اگلی صفوں میں چلے گئے تھے۔ پھر گھیراؤ کے حادثے کے بعد) میں پہلا شخص تھا جو نبی کریم ﷺ کے پاس پلٹ کر آیا۔

دیکھا تو آپ ﷺ کے سامنے ایک آدمی تھا جو آپ ﷺ کی طرف سے لڑ رہا تھا اور آپ ﷺ کو بچا رہا تھا۔ میں نے (جی ہی جی میں) کہا: تم طلحہ (رضی اللہ عنہ) ہو۔ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ تم طلحہ (رضی اللہ عنہ) ہو۔ تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ اتنے میں ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ میرے پاس آ گئے۔ وہ اس طرح دوڑ رہے تھے گویا چڑیا (اڑ رہی) ہے یہاں تک کہ مجھ سے آ ملے۔ اب ہم دونوں نبی ﷺ کی طرف دوڑے۔ دیکھا تو آپ ﷺ کے آگے طلحہ رضی اللہ عنہ بچھے پڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کو سنبھالو اس نے (جنت) واجب کر لی۔''

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ (ہم پہنچے تو) نبی ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو چکا تھا اور خود کی دو کڑیاں آنکھ کے نیچے رخسار میں دھنس چکی تھیں۔ میں نے انہیں نکالنا چاہا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے نکالنے دیجئے۔ اس کے بعد انہوں نے منہ سے ایک کڑی پکڑی اور آہستہ آہستہ نکالنی شروع کی تاکہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت نہ پہنچے۔ اور بالآخر ایک کڑی اپنے منہ سے کھینچ کر نکال دی۔ لیکن اس کوشش میں ان کا ایک نچلا دانت گر گیا۔ اب دوسری کڑی میں نے نکالنی چاہی تو ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے پھر کہا، ابوبکر رضی اللہ عنہ...... ! خدا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے کھینچنے دیجئے! اس کے بعد دوسری بھی آہستہ آہستہ کھینچی۔ لیکن ان کا دوسرا نچلا دانت بھی گر گیا۔

Marfat.com

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی طلحہ رضی اللہ عنہ کو سنبھالو۔ (اس نے جنت) واجب کر لی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اب ہم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں سنبھالا۔ ان کو دس سے زیادہ زخم آ چکے تھے۔ (اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اس دن دفاع اور قتال میں کیسی جانبازی اور بے جگری سے کام لیا تھا۔) (زاد المعاد جلد 2 صفحہ 95)

پھر ان ہی نازک ترین لمحات کے دوران حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے گرد جانباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی آن پہنچی۔

قارئین کرام! کچھ دنیا پرست لوگ اپنے مفاد کی خاطر تاریخی حقائق کو مروڑ، توڑ لیتے ہیں اور انہیں غیر معیاری انداز سے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جس سے وہ تاریخ اور تاریخ ساز صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نادر عظیم، شاندار کارناموں کو مسخ کرتے ہیں اور انکی عظمت کو گھٹاتے ہیں۔

ویسے بھی اس گروپ کو، چند گنتی کے ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اپنے سے پچیس (25) تیس (30) گنا زیادہ مشرکین جنگجوؤں سے گھنٹہ، پونہ گھنٹہ لگاتار زبردست جنگ کرتے رہے اور بالآخر انہیں پیچھے دھکیل دیا، ان کا گھیرا توڑ دیا اور حضور انور نبی کریم ﷺ کو محفوظ جگہ پر پہنچا دیا۔

دشمن نے اپنا سارا زور لگا دیا ہے۔ اس صورتحال میں بھی وہ پندرہ بیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس پامردی حوصلہ، ہمت، مہارت اور جوانمردی و بہادری سے لڑے ہیں کہ جس کو الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔

ایک طرف تو انہوں نے اپنے محبوب نبی، رسول اللہ ﷺ کے گرد انسانی جسموں کی دیوار کھڑی کر دی ہے کہ کوئی تیر، پتھر ان تک نہ پہنچ سکے اور دوسری طرف وہی جانباز لشکر کفار کو ہر طرف سے اپنی تلوار بازی، تیر اندازی سے، اور اپنی فن حرب میں چابکدستی سے پیچھے دھکیلے ہوئے ہیں۔

اس وقت اس محاذ پر صحیح معنوں میں تلواروں کے ٹکرانے کی جھنکار ہے اور مشرکین کی طرف سے آہ و بکا کا شور ہے۔ اس محاذ پر جنگ کی شدت کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ مشرکین نے اپنا سارا دباؤ اس طرف منتقل کر دیا ہے اور وہ تابڑ توڑ حملے کر رہے ہیں۔

مجاہدین اسلام اپنی ہمت، پھرتی، چابکدستی، تیر اندازی، تلوار بازی سے ان کے حملوں کو بیکار بنا رہے ہیں اور بڑھ بڑھ کر ان پر لگاتار حملے کر رہے ہیں۔ ان میں اس وقت ایک خاتون صحابیہ بھی ہیں جس کی ہمت شجاعت، بہادری، دلیری مردوں کو بھی مات کر گئی ہے۔ غرضیکہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے جاں نثاروں میں ہر کوئی اپنے محبوب نبی کریم، رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد پھرکی کی طرح گھوم رہا ہے کہ دشمن آپ ﷺ کو گزند نہ پہنچا سکے۔

اسی شدت سے یہ لڑائی، جنگ کوئی پونہ گھنٹہ، گھنٹہ لڑی گئی ہے اور پندرہ بیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تین چار سو

Marfat.com

مشرکین پر حاوی رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کی کامیاب جنگ کا اس حقیقت سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس دوران اس محاذ پر پہلے گروپ کے سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت کے بعد ان کا صرف ایک آدمی (حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ) شہید ہوا جبکہ دشمن کے کتنے ہی سورما مارے گئے۔

اس کے بعد اس محاذ پر مجاہدین اسلام کی تعداد پندرہ بیس سے بڑھ کر کوئی تیس کے قریب ہوگئی تھی۔ آخر یہی مجاہدین اسلام اپنی قوت بازو سے دشمن کو پیچھے دھکیلنے اور ان کا گھیرا توڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ دشمن کو درمیان سے پسپا کر کے لشکر اسلام سے مل گئے اور اپنے کیمپ کی طرف راستہ محفوظ کرلیا۔

جنگ لڑنا، تلوار بازی، نیزہ بازی، تیراندازی، اپنے آپ کو بچانا، دشمن پر جھپٹنا یہ بہت زیادہ مشقت کا کام ہے۔ آپ کبھی اپنی جان بچانے کے لیے بھاگے ہوں یا ہاتھ پاؤں مارے ہوں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ایسے وقت میں کتنی شدید اور تیز حرکت کرنی پڑتی ہے۔ ایسی مشقت کے تو چار پانچ منٹ ہی تھکا دیتے ہیں اور عضلات وجسم میں مہینوں کا درد اور ٹیسیں چھوڑ دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نہ کرے کہ کبھی آپ کے ساتھ ایسا ہو۔ میں نے تو ایک عام تجربے کی وجہ سے یہ لکھ دیا ہے اور پھر ایسے لمحات بھی تو مردوں کی زندگی میں ہی آتے ہیں اس لیے آپ اس کا برانہ منائیں۔

سچ بات یہ ہے کہ میرے جیسے کم ہمت آدمی کے تو ایسی صورتحال میں ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں اور دست بہ دست جنگ جہاں موت ہر وقت ہی سر پر موجود ہو تو وہاں گھنٹہ بھر ایک رفتار، پھرتی و توانائی سے لڑتے رہنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اللہ کے پیارے بندوں کو ہی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

چلیں اس بارے میں ایک اور آسان اور عام مثال لے لیں۔ خواب میں آپ کبھی شدید خوف و ڈر کی صورت حال سے دوچار ہوئے ہوں گے اور ایسی صورتحال سے آپ نے بھاگ کر نکل جانا چاہا ہوگا۔ اور کبھی کبھی ایسے بھی ہوا ہوگا کہ آپ کے پاؤں آپ کو لے کر نہ بھاگ سکے ہوں اور نہ ہاتھ پاؤں اپنے دفاع یا نجات کے لئے مارے جاسکے ہوں۔ ایسی صورتحال کو ہاتھ پاؤں کا پھول جانا کہتے ہیں۔

تیراندازی میں تو دشمن سے کچھ فاصلہ ہوتا ہے اور پھر چند تیروں کی مار تو برداشت بھی کی جاسکتی ہے لیکن تلوار بازی میں تو فاصلہ زیادہ نہیں ہوتا اور تلوار کا تو ایک ہی کاری وار کافی ہے۔ اس لیے گھنٹہ پونہ گھنٹہ کی مسلسل تلوار بازی کو معمولی بات نہ سمجھیں۔ یہ تو بہت بہت بہت ہی کٹھن اور تھکا دینے والا کام ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پھرتیاں، توانائیاں، چستیاں برقرار رکھنے کے لیے ان پر ایک خاص نیند کا سا خمار نازل فرمایا تھا۔

جیسا کہ میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ برے لوگ اپنے مذموم ارادوں کی خاطر حقائق کو توڑ مروڑ لیتے

Marfat.com

ہیں اس خیال سے ان مقدس ہستیوں کے احترام میں ایک ایسی لسٹ بنا رہا ہوں جو ہر کسی کو سمجھ آسکے تاکہ بُرے لوگوں کے بُرے خیالات و پرچار سے بچا جا سکے۔

شروع میں حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف نو (9) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جن میں سے سات اس دوران شہادت پا گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باقی بچے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

1- حضرت طلحہ بن عبیداللہ

2- حضرت سعد بن ابی وقاص

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان نازک لمحات میں سب سے پہلے پہنچے

3- حضرت ابوبکر صدیق

4- حضرت ابوعبیدہ بن جراح

ان دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فوراً بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت پہنچی، ایک گروپ پہنچا۔

5- حضرت عمر بن خطاب

6- حضرت علی بن ابی طالب

7- حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ

8- حضرت مصعب بن عمیر

9- حضرت سہل بن حنیف

10- حضرت محمد بن مسلمہ

11- حضرت زبیر بن عوام

12- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف

13- حضرت اُم عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بنت کعب مازنیہ

14- حضرت قتادہ بن نعمان

15- حضرت حاطب بن ابی بلتعہ

16- حضرت مالک بن سنان

17- حضرت حباب بن منذر

18- حضرت سعد بن معاذ

19- حضرت عاصم بن ثابت

20- حضرت ابوقیس سعد بن عبادہ

Marfat.com

21- حضرت حارث بن الصمہ

22- حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 292 زاد المعاد جلد 2 صفحہ 95- السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 80 تا 86)

ان میں سے ہر ایک یہ نعرہ لگا رہا تھا۔

"میری جان حضور ﷺ کی جان پر نثار میری گردن حضور کی گردن پر تصدق' آپ پر سلامتی ہو۔ آپ ہمیشہ ہم میں بخیریت رہیں۔" (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 292)

کفار چاروں طرف سے حضور انور نبی کریم ﷺ پر تیر برسا رہے تھے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ خود اپنے محبوب بندے کی حفاظت فرما رہا تھا کہ کوئی تیر حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کو چھو کر نہیں گزرتا تھا۔

سرکار دو عالم ﷺ اپنی کمان سے دشمن پر تیر چلاتے رہے یہاں تک کہ کمان کا چلہ ٹوٹ گیا۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار اس کی مرمت کی حضور ﷺ پھر تیر برسانے لگے۔ حتیٰ کہ وہ چلہ کئی جگہ سے ٹوٹ گیا۔ اس اثناء میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور انور نبی کریم ﷺ کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے رہے تا کہ دشمن کا کوئی تیر حضور انور نبی کریم ﷺ کو نہ لگے۔ آپ ﷺ تیر چلاتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ کمان ٹوٹ گئی۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے اسے حضور پُر نور ﷺ سے مانگ لیا۔ اور اپنے پاس بطور تبرک حفاظت سے رکھ لیا۔ کمان کے ٹوٹنے کے بعد حضور انور نبی کریم ﷺ نے کفار پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔

اس محاذ پر مشرکین جنگجوؤں کی تعداد بھی لحہ بہ لحہ بڑھتی جا رہی تھی جس کے نتیجے میں ان کے حملے اور شدید ہوتے جا رہے تھے اور ان کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔

اس شدید لڑائی کے دوران اتفاق سے آپ ﷺ کا قدم مبارک ایک نیچی جگہ (گڑھے) میں پڑ گیا جس کی وجہ سے آپ ﷺ توازن برقرار نہ رکھ سکے اور اس کے نتیجے میں آپ ﷺ کا گھٹنہ موچ کھا گیا۔

فوراً ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کا ہاتھ تھاما اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ (جو خود بھی زخموں سے چور تھے) نے آپ ﷺ کو آغوش میں لے کر سہارا دیا اور جلد ہی آپ ﷺ برابر کھڑے ہو گئے۔

عام' نادانستہ غلط فہمی

اکثر تاریخ دانوں نے' سیرت نگاروں نے اس "گڑھے" کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ وہ گڑھا تھا جسے (کچھ اور گڑھوں کے ساتھ) ابو عامر فاسق نے اسی قسم کی شرارت کے لیے کھود رکھا تھا۔

قارئین کرام! راقم الحروف، اس کتاب کے مصنف کو اس سے قطعاً اتفاق نہیں ہے۔ میرے دل کو یہ بات برا لگتا ہے بلکہ میں اس کو نادانستہ اہانت بانیان دین سمجھتا ہوں۔ بلاوجہ ایک فاسق کو اتنی اہمیت دی جائے

Marfat.com

اور اسے اس قابل سمجھا جائے کہ اس فاسق نے اپنی تدبیر سے آپ ﷺ کو گرا دیا۔ اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ اس فاسق کو پیشگی معلوم تھا کہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کہاں پڑاؤ ڈالیں گے اور کہاں جنگ ہوگی۔

مجھے یقین ہے کہ یہ غلطی نادانستہ ہورہی ہے اور میری بات کو سمجھ جانے کے بعد تاریخ دان، سیرت نگار اس طریقے سے اس کا ذکر نہیں کریں گے۔ دانستہ ایسا لکھنے اور سوچنے والے درج ذیل کو تحمل سے پڑھیں، میرے چند سوالوں کا دیانتداری سے جواب دیں انشاء اللہ وہ خود ہی اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ یہ تو محض ایک غلط بیانی ہے جو نہ جانے کیسے ہماری کتابوں میں در آئی ہے۔

کیا آپ ﷺ نے کسی کو، کسی وقت یہ بتایا تھا کہ لشکر اسلام کس جگہ پر پڑاؤ ڈالے گا؟

اس کا جواب ہے، نہیں۔

کیونکہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ راز داری کی خاطر ایسی اہم باتیں کسی کو بھی نہیں بتلایا کرتے تھے اور اگر کہیں برائے مشاورت کوئی اہم بات فرمادی ہے تو وہ صرف چند کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم میں ہوتی تھی جو مکمل راز داری برتتے تھے، راز داری قائم رکھتے تھے۔

آپ ﷺ نے اُحد کی گھاٹی کا (اپنے دل میں) کب قصد فرمایا اور وہاں کب پہنچے؟

اس کا جواب ہے کہ حضور انور نبی کریم ﷺ نے یوم جمعہ کو مغرب سے کچھ پہلے مدینہ شہر سے باہر نکل کر دشمن سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ مقام شیخین جو مدینہ اور اُحد کے درمیان ہے وہاں رات گزاری۔ مقام شوط پر نماز فجر ادا فرمائی اور سورج طلوع ہونے سے پہلے گھاٹی میں پہنچ کر صف بندی فرمادی۔

حضور انور نبی کریم ﷺ کی طرف سے (اپنے طور پر) جگہ کا انتخاب فرمانے اور اس جگہ پر پہنچ جانے میں کُل 8 یا 9 گھنٹے کا فرق ہے۔ میرے لیے یہ بات ناقابل فہم و ناقابل یقین ہے کہ ابو عامر فاسق کو اسی وقت اس کا پتہ چل گیا کہ لشکر اسلام نے اُحد کی گھاٹی میں پڑاؤ ڈالنا ہے اور وہ راتوں رات گڑھے کھود آیا۔

لشکر کفار مکہ (جس میں ابو عامر فاسق اپنے (50) آدمیوں کے ساتھ شامل تھا) کس دن جبل اُحد کے نزدیک پہنچ کر خیمہ زن ہوا؟

اس کا جواب ہے کہ وہ جمعرات کو دن کے وقت پہنچ کر خیمہ زن ہوگئے تھے۔ انہوں نے باقی دن اور رات آرام کیا۔ جمعہ کو جنگ کی تیاری کی اور ہفتہ کی صبح جنگ اُحد ہوگئی۔

اس کا مطلب ہے کہ ابو عامر فاسق نے جنگ سے پہلے فرصت کا صرف 1½ دن مدینہ جبل اُحد سے کوئی ایک کلومیٹر دور اپنے کیمپ میں گزارا۔

کیا یہ ممکن ہے کہ اس نے اپنے اندازے سے اپنے کیمپ سے ایک کلومیٹر دور چاروں اطراف میں گڑھے کھدوا دیئے ہوں؟

Marfat.com

اس کا جواب ہے کہ یہ قطعاً ممکن نہیں ہے۔
کیا لشکر اسلام کے پڑاؤ کے لیے لشکر کفار کے شمال میں ہی خالی جگہ تھی؟

اس کا جواب ہے کہ نہیں۔
لشکر اسلام مشرکین کے پڑاؤ کے کسی بھی سمت (جنوب، مشرق، مغرب، شمال) میں پڑاؤ ڈال سکتا تھا۔
پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اُحد کی گھاٹی میں خیمہ زن ہونے کو پسند فرمایا حالانکہ اس جگہ پہنچنے کے لیے لشکر اسلام کو زیادہ فاصلہ طے کرنا پڑا۔ مشرکین کے پڑاؤ کے سائیڈ (کی ایک طرف) سے گزر کران سے آگے جانا پڑا اور یوں مشرکین کا کیمپ لشکر اسلام اور شہر مدینہ کے درمیان آ گیا۔
لشکر اسلام کا دشمن کے شمال میں جا کر پڑاؤ ڈالنا تو عام آدمی کے لیے ایک دم غیر متوقع تھا۔ پڑاؤ کے لیے گھاٹی کے انتخاب کا تو صرف کوئی بہت ہی تجربہ کار جرنیل ہی سوچ سکتا ہے اور ابو عامر فاسق کا معیار تو اس کے فسق کی وجہ سے عام آدمی سے بھی کم تھا۔
اس معیار کے فاسق سے ایسی توقع رکھنا تو بجا ہے لیکن یہ گڑھا اس نے نہیں کھودا تھا۔ چرواہے اپنے کھیل کود میں، وقت گزاری میں، بارش کا پانی جمع کرنے کے لیے ایسے کام کر سکتے ہیں۔ کتنے ہی جانور ایسے ہیں جو زمین کھودتے ہیں۔ بل، غار، بھٹ، گڑھا اور کھوہ وغیرہ بناتے ہیں۔ ویسے بھی بہت سارے ایسے قدرتی عوامل ہیں جو زمین کو ناہموار بناتے ہیں۔
اور یہ تو عام مشاہدہ ہے کہ توازن بگاڑنے کے لیے زیادہ گہرائی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے لیے بے خبری میں پانچ چھ انچوں کا فرق ہی بہت ہے۔ وہی توازن خراب کر دے گا اور گرا دے گا اور موچ آ جائے گی۔
مندرجہ بالا مدلل حقائق کی بنا پر میں یہ کہنے میں کہ وہ (مذکورہ) گڑھا ابو عامر فاسق نے نہیں کھودا تھا اپنے آپ کو سو فی صد برحق سمجھتا ہوں۔ اگر کسی صاحب علم کو میری اس تحقیق سے اتفاق نہ ہو اور وہ اس بارے میں مدلل تاریخی واقعاتی حقائق کے ساتھ میری رہنمائی فرمانا پسند کرے تو میں اسے خوش آمدید کہوں گا۔ باصورت دیگر اس بارے میں میری تقلید کی جائے تو فلاح دارین کے لیے بہتر ہے۔
حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے ایک مہاجر صحابی کو سنا، فرما رہے تھے میں جنگ اُحد میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ ہر جانب سے رسول اللہ ﷺ پر تیر برس رہے ہیں اور آپ ﷺ تیروں کے بیچ میں ہیں لیکن سارے تیر آپ ﷺ سے پھیر دیئے جاتے ہیں (یعنی آگے گھیرا ڈالے ہوئے صحابہ انہیں روک لیتے تھے۔)
اور میں نے دیکھا کہ عبداللہ بن شہاب زہری کہہ رہا تھا، مجھے بتاؤ محمد (ﷺ) کہاں ہے؟ اب یا تو میں رہوں گا یا وہ رہے گا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اس کے قریب تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ پھر وہ

Marfat.com

آپ ﷺ سے آگے نکل گیا۔ اس پر صفوان نے اسے ملامت کی۔ جواب میں اس نے کہا: ''واللہ! میں نے اسے دیکھا ہی نہیں۔ خدا کی قسم! وہ ہم سے محفوظ کردیا گیا ہے۔ اس کے بعد ہم چار آدمی یہ عہدہ پیمان کر کے نکلے کہ انہیں قتل کردیں گے لیکن ان تک پہنچ نہ سکے۔'' (زاد المعاد جلد 2 صفحہ 97)

جان نثاری کے نادر مظاہر

یہ غزوۂ اُحد کا نازک ترین لمحہ تھا۔ مشرکین لمحہ بہ لمحہ غلبہ حاصل کررہے تھے۔ مجاہدین اسلام اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے دفاع میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے ہوئے تھے۔ جاں نثار حلقہ باندھے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی حفاظت فرمارہے تھے اور حضور انور نبی کریم ﷺ پر پروانہ وار نثار ہورہے تھے۔

اس موقع پر مسلمانوں نے ایسی بے مثال جانبازی اور تابناک قربانیوں کا مظاہرہ کیا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی چنانچہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے آگے سپر بنالیا۔ وہ اپنا سینہ سامنے کردیا کرتے تھے تاکہ آپ ﷺ کو دشمن کے تیروں سے محفوظ رکھ سکیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اُحد کے روز جب لشکر اسلام چالیس تیراندازوں کی نافرمانی کے سبب ابتری کا شکار تھا اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشانی کے عالم میں حضور انور نبی کریم ﷺ کے پاس آنے کے بجائے اِدھر اُدھر بکھر گئے تو اس وقت حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے پاس صرف چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رہ گئے۔

اس وقت، انتہائی نازک لمحات میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے آگے اپنی ایک ڈھال لے کر سپر بن گئے۔ وہ ماہر تیرانداز تھے۔ بہت کھینچ کر تیر چلاتے تھے، چنانچہ اس دن دو یا تین کمانیں توڑ ڈالیں۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے پاس سے کوئی آدمی تیروں کا ترکش لیے گزرتا تو آپ ﷺ فرماتے کہ انہیں طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے لیے بکھیر دو۔ اور آپ ﷺ قوم کی طرف سر اٹھا کر دیکھتے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ کہتے: میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ حضور ﷺ سر اٹھا کر نہ جھانکیں۔ آپ کو قوم کا کوئی تیر نہ لگ جائے۔ میرا سینہ آپ ﷺ کے سینہ کے آگے ہے۔'' (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 581)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اپنا اور حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا ایک ہی ڈھال سے بچاؤ کررہے تھے۔ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بہت اچھے تیرانداز تھے۔ جب وہ تیر چلاتے تو نبی ﷺ گردن اٹھا کر دیکھتے کہ ان کا تیر کہاں گرا، کہاں جا کر لگا۔ (صحیح بخاری، جلد 1 صفحہ 406)

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں مختلف مقامات پر دادِ شجاعت دیتے رہے لیکن جب دشمنوں نے ان کے آقا حضور انور نبی کریم ﷺ پر اکٹھے ہو کر حملہ کردیا تو آپ دوڑے ہوئے آئے۔ اور اس وقت وہاں پہنچے جب کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ پر چاروں طرف سے مشرکین تیروں کی بوچھاڑ کررہے تھے۔ یہ ڈھال بن کر اپنے آقا کے سامنے کھڑے ہوگئے اور آنے والے سارے تیروں کو اپنی پشت پر لیتے رہے۔ ساری پیٹھ

Marfat.com

تیروں سے بھر گئی لیکن محبوب خدا ﷺ کا یہ جاں نثار عاشق ڈھال بنا اپنی جگہ پر جما رہا۔

اسی اثناء میں جب کہ خاتون صحابیہ حضرت اُم عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بنت کعب اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، ابن قمۂ اور اس کے جنگجو ساتھیوں کے پے در پے حملوں سے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا دفاع کر رہے تھے۔ ایک اور مشرک شہسوار عبداللہ بن حمید بن زہیر گھوڑا کداتا ہوا حضور ﷺ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ وہ سرتاپا لوہے میں غرق تھا۔ وہ آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

''میں زہیر کا بیٹا ہوں۔ مجھے بتاؤ محمد (ﷺ) کہاں ہیں۔ بخدا یا میں ان کو قتل کر دوں گا یا خود مارا جاؤں گا۔''

یہ بات جب حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے سنی تو فرمایا: اے احمق! انہیں رہنے دو پہلے ان کے جاں نثار سے دو دو ہاتھ کر لو۔ آپ نے اپنی تلوار کے ایک وار سے اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں دوسرا وار اس للکارنے والے شہسوار کے سر پر کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

حضور پُرنور نبی کریم رحمت دو عالم ﷺ یہ منظر دیکھ رہے تھے فرمایا: ''اے اللہ! تو بھی ابوخرشہ یعنی ابودجانہ سے راضی ہو جا جس طرح میں اس سے راضی ہوں۔''

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا محبوب اسے اپنی رضامندی کا یقین دلا دے اور اپنے ربّ کی بارگاہ میں عرض کی اے میرے پروردگار! تو بھی اپنے محبوب بندے کے جاں نثار غلام سے راضی ہو جا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں اس نازک مرحلہ پر ڈھال بن کر حضور ﷺ پر جھکے رہے اور دشمن کی طرف سے آنے والے ہر تیر کو اپنی پشت پر برداشت کرتے رہے۔ آپ کی پشت پر تیر لگتے تھے لیکن کیا مجال کہ ذرا جنبش تک بھی کریں۔ آپ کی پشت میں تیر اس کثرت سے گڑ گئے کہ دیکھنے والوں نے آپ کی پشت کو سیہ کی پشت سے تشبیہ دی ہے۔ (الامتاع جلد 1 صفحہ 124)

اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے قدموں میں کھڑے ہو کر حملہ آور کفار سے چاروں اطراف لڑائی لڑتے رہے۔ آپ کے سامنے والے دانت ٹوٹ گئے۔ آپ کو بیس سے زیادہ کاری زخم لگے۔ لیکن پایۂ ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی۔ ٹانگ زخمی ہونے کی وجہ سے لنگڑے ہو گئے اور ساری عمر لنگڑا کر چلتے رہے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن ابی وقاص کا پیچھا کیا جس نے نبی ﷺ کا دندان مبارک شہید کیا تھا اور اسے اس زور کی تلوار ماری کہ اس کا سر چھٹک گیا۔ (سر دور جا پڑا) پھر اس کے گھوڑے اور تلوار پر قبضہ کر لیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بہت زیادہ خواہاں تھے کہ اپنے اس مشرک بھائی عتبہ کو قتل کریں مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ بلکہ یہ سعادت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی قسمت میں تھی۔

حاکم، حاطب بن بلتعہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دندان مبارک جب شہید ہوئے تو میں

Marfat.com

حاضر ہوا پوچھا یہ کس نے حرکت کی ہے۔ فرمایا عتبہ بن ابی وقاص نے۔ پوچھا وہ کدھر گیا ہے حضور ﷺ نے اشارہ سے بتایا کہ ادھر۔ چنانچہ میں اس کے تعاقب میں نکلا جلد ہی مجھے مل گیا میں نے تلوار سے اس پر حملہ کیا اور اس کا سر کاٹ کر پرے پھینک دیا۔ پھر میں نے اس کا سر اٹھایا اس کے گھوڑے کو پکڑا اور بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے مجھے دعا دیتے ہوئے دوبار فرمایا ''اللہ آپ سے راضی ہو۔ اللہ آپ سے راضی ہو۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 294)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بھی بڑے جانباز تیرانداز تھے انہوں نے حضور انور رسول اللہ ﷺ سے موت پر بیعت کی اور اس کے بعد مشرکین پر نہایت زور شور سے تیراندازی کی اور شمشیر زنی کی اور لشکر کفار کے جنگجوؤں کو آپ ﷺ سے دور رکھا۔

حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ خود بھی تیر چلا رہے تھے۔ چنانچہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کمان سے اتنے تیر چلائے کہ اس کا کنارہ ٹوٹ گیا۔ پھر اس کمان کو حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور وہ ان ہی کے پاس رہی۔ اس روز یہ واقعہ بھی ہوا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ چوٹ کھا کر چہرے پر ڈھلک آئی۔ پیغمبر اول و آخر و اعظم، رحمت للعالمین ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے پپوٹے کے اندر داخل کر دیا۔ اس کے بعد ان کی دونوں آنکھوں میں یہی زیادہ خوبصورت لگتی تھی اور اسی کی بینائی زیادہ تیز تھی۔ (طبری جلد 2 صفحہ 18)

ایک کمال کی بہادر خاتون

حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا مازنیہ سے روایت ہے کہ ان کا نام نسیبہ تھا اور آپ حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ وہ مسلم خواتین جنہوں نے غزوۂ اُحد میں بنفس نفیس دشمن سے جنگ کی اور انہیں قتل کیا ان میں حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا کا نام نامی سرفہرست ہے۔ جب لشکر اسلام میں افراتفری پھیل گئی اور لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے تو یہ سیدھی حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں پہنچی اور شمشیر بکف دشمنان اسلام سے مصروف پیکار ہو گئیں۔ جو کافر حضور ﷺ پر حملہ کرنے کے لیے بڑھنا چاہتا۔ آپ اپنی تلوار بازی سے دھکیل کر اسے پیچھے ہٹا دیتیں۔ اور جب موقع ملتا تو کفار پر تیروں کا مینہ برساتیں۔

جب ابن قمۂ حضور انور نبی کریم سرور دو عالم ﷺ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا تو اس شیر دل خاتون نے اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ روکا۔ آپ نے اس بدبخت پر پے درپے کئی وار کئے لیکن اس نے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ اس لیے ان کے وار موثر ثابت نہ ہوئے۔ اس نے اُم عمارہ رضی اللہ عنہا پر تلوار سے حملہ کیا جس سے انہیں گہرا زخم آیا۔ زخم درست ہو گیا لیکن اس کا گڑھا باقی رہا۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 427)

Marfat.com

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کی اس شان جاں نثاری کو دیکھ کر حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے کہ اُم عمارہ نسیبہ بنت کعب (رضی اللہ عنہا) کا مقام فلاں فلاں کے مقام سے بہت بلند ہے۔ میں جدھر بھی دیکھتا تھا مجھے اُم عمارہ (رضی اللہ عنہا) کفار سے جنگ کرتی دکھائی دیتی تھی۔

حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے ایک دن حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت بہت زیادہ مہربان پایا عرض کی:

''یارسول اللہ! دعا فرمائیے اللہ تبارک وتعالیٰ جنت میں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

''الٰہی! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنادے۔''

حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حق میں جب یہ دعا سنی تو پکار اٹھیں۔

''مجھے کوئی پرواہ نہیں اب دنیا میں مجھے کیسی مصیبت ہی آئے۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 298)

بلاذری لکھتے ہیں کہ یوم احد، جنگ میں اُم عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا ان کے شوہر اور ان کے دو بیٹوں نے جہاد میں شرکت کی۔ آپ ابتدا میں پانی کا مشکیزہ لے کر زخمیوں کو پانی پلاتی رہیں لیکن جب حالات دگرگوں ہوگئے تو انہوں نے مشک رکھ دی اور تلوار پکڑی اور کفار سے جنگ میں مصروف ہوگئیں۔ اس جنگ میں آپ کو تلواروں اور تیروں کے بارہ زخم آئے۔

مسیلمہ کذاب کے فتنہ کو فرو کرنے کے لیے خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جو لشکر بھیجا تھا اس میں آپ شریک ہوئیں۔ یہ مسیلمہ کو قتل کرنے کا عزم کر رہی تھیں۔ کہ انہوں نے مسیلمہ کی لاش کو خاک وخون میں تڑپتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرماتی ہیں اچانک میرا بیٹا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ مجھے نظر آیا وہ اپنی خون آلود تلوار کو اپنے کپڑے سے پونچھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا بیٹا! کیا تم نے اس کو قتل کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں اماں جان۔ میں یہ سن کر فوراً سجدہ میں گرگئی تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اس نعمت کا شکرادا کروں۔

(انساب الاشراف جلد 1 صفحہ 325)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں آپ کا بہت مقام واحترام تھا۔

خلافت فاروقی میں کچھ گرم چادریں آئیں۔ ان میں سے ایک چادر کافی بڑی اور اعلیٰ قسم کی تھی۔ کسی نے کہا کہ اگر یہ چادر آپ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا کو عنایت کریں تو بہت مناسب ہوگا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''یہ چادر اس خاتون کی طرف بھیجو جو صفیہ سے بھی زیادہ اس کی حقدار ہے یعنی اُم عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کی طرف۔ کیونکہ میں نے اپنے آقا، پیغمبر اول وآخر واعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یوم اُحد دائیں بائیں میں جدھر دیکھتا مجھے اُم عمارہ (رضی اللہ عنہا) میرا دفاع کرتے ہوئے

Marfat.com

مشرکوں سے لڑائی کرتی ہوئی نظر آتی۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 299)

مسلم خواتین میدان اُحد میں

حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا کا ذکر آ گیا ہے تو یہاں دوسری مسلم خواتین کا ذکر خیر بھی ہو جائے جنہوں نے تیروں کی برسات میں تلواروں کی جھنکار میں جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان اُحد میں زخمیوں کی مرہم پٹی کی اور اپنی پشتوں پر مشکیزے اٹھا کر پیاسے اور زخمی مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں جب ضرورت پڑتی تو شمشیر بکف دشمن سے مصروف پیکار ہو جاتیں۔

ان میں دیگر خواتین کے علاوہ خانوادہ نبوت کی جلیل القدر مستورات بھی تھیں۔ ان کی تعداد چودہ تھی۔ اور انہیں مجاہدات میں خاتون جنت سیدۃ نساء العالمین سیدۃ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی تھیں۔

حمنہ بنت جحش اور اُم ایمن رضی اللہ عنہا بھی زخمیوں کی مرہم پٹی اور تیمارداری میں اور پیاسے مجاہدین کو پانی پلانے میں پیش پیش تھیں۔ (الامتاع جلد 1 صفحہ 125)

جنگ کے اس مقام پر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کا دفاع کرتے ہوئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش کیا۔ آپ کو ابن قمہ نے قتل کیا تھا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے حضور پُرنور نبی کریم رسول اللہ ﷺ کے چہرے سے خون چوس کر صاف کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے تھوک دو۔ انہوں نے عرض کی، واللہ اسے تو میں ہرگز نہ تھوکوں گا۔ اس کے بعد پلٹ کر لڑنے لگے۔ حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہو وہ انہیں دیکھے۔'' اس کے بعد وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

قارئین کرام! پھر اسی منفرد ایثار و جاں نثاری کو مختصراً دوسرے الفاظ، انداز بیاں اور حوالوں کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیوانہ وار اپنے آقا ﷺ پر نثار ہو رہے تھے، جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ کا حصار اور ایثار اپنی مثال آپ تھا۔ انصار کے سات جوان آپ ﷺ کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھے وہ ایک ایک کر کے اپنے آقا ﷺ پر قربان ہو گئے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اپنے دست مبارک سے تیراندازی فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اس قدر تیراندازی کی کہ کمان تک ٹوٹ گئی۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سینہ تان کر حضور پُرنور ﷺ کی حفاظت کے لیے سامنے کھڑے ہو گئے اور اپنے آقا ﷺ کی ڈھال بن گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی کمال استقامت کے ساتھ حضور ﷺ کے سامنے دشمن سے سینہ سپر رہے اور دشمنوں کے ہر حملے کو ناکام بناتے رہے۔ اس روز انہوں نے ایک ہزار تیر چلائے تھے، ان کی جرات، بہادری، شجاعت دیکھ کر

Marfat.com

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اے سعد! میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، تیر چلاؤ۔'' (صحیح بخاری، 580:2)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ واحد صحابی ہیں جن کے بارے میں حضور انور نبی کریم ﷺ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے مشرک بھائی عتبہ کو قتل کرنے کی جس قدر خواہش ہوئی اتنی کسی اور کے قتل کی نہیں ہوئی۔ اس نے پتھر مار کر حضور ﷺ کو زخمی کیا تھا۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو ستر (70) زخم آئے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بیس (20) زخم لگے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے رخساروں سے خود کے حلقے کھینچ کر باہر نکالے تو ان کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ (سیرت ابن ہشام، 82:2)

حضرت سہیل بن حنیف اور حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہما کی جاں نثاری اور شجاعت بھی اپنی مثال آپ تھی۔ تیر بھی برسا رہے تھے اور تلوار بھی چلا رہے اور آپ ﷺ کی حفاظت کے لیے تیروں کے سامنے ڈھال بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی پشت پر اتنے تیر لگے کہ مؤرخین نے ان کی پشت کو سیہ جانور سے تشبیہ دی ہے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو زخمی کرنے والے کو قتل کر دیا تو حضور انور نبی کریم ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا:

''اللہ تجھ سے راضی ہو گیا۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد، 294:4)

ایک موقع پر ایک ایمان افروز منظر دیکھنے میں آیا محبوب ربّ العالمین تشریف فرما ہیں مشرکین نے چاروں طرف سے یلغار کر دی ہے۔ ایک جانب سے شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی شمشیر حیدری لہراتے ہوئے شیر کی طرح گرجتے ہوئے کفر کی صفوں کو الٹ رہے ہیں اور عکرمہ بن ابی جہل کے دستہ پر حملہ کر کے انہیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ دوسری طرف سے ابودجانہ، موت کا سرخ دوپٹہ (پٹکا) سر پر باندھے رسالت مآب کی عطا فرمودہ تلوار سے کفر و شرک کے سرغنوں کو خاک و خون میں تڑپاتے جا رہے ہیں۔ تیسری طرف سے عسکر رسالت کا بے مثل اور بے عدیل تیر افگن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ لشکر کفار پر بجلیاں گرا رہے ہیں۔ اور چوتھی سمت سے حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کفر و طاغوت کی فوجوں پر قہر الٰہی بن کر گر رہے ہیں۔ کفار نے ایک بار حضرت حباب رضی اللہ عنہ پر یکبارگی حملہ کر دیا افواہ اڑ گئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ لیکن تھوڑی دیر گزری ہوگی کہ آپ اپنی تلوار لہراتے ہوئے دشمن کا نرغہ توڑ کر باہر نکل آئے اور انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بڑے زبردست اور ماہر تیر افگن تھے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ ان کے ترکش میں جتنے تیر تھے سب نکال کر سامنے رکھ دیئے اور دشمن کو خوب تاک تاک کر اپنے تیروں کا نشانہ بناتے رہے۔ جب کوئی شخص ترکش میں تیر لیے ہوئے وہاں سے گزرتا تو سرکار دو عالم ﷺ اسے

Marfat.com

فرماتے کہ اپنے تیر طلحہ کے سامنے بکھیر دو۔ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ سر مبارک اٹھا کر جنگ کا نظارہ فرماتے تو آپ عرض کرتے۔

''اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان! سر مبارک اوپر نہ اٹھائیں۔ مبادا دشمن کا کوئی تیر آ لگے میری گردن حضور ﷺ کی گردن پر نثار ہو۔ آپ میری آڑ میں ہی رہیں۔''

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 301)

علمبردار شہید ہو گیا

لشکرِ اسلام کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ چٹان کی طرح اپنے مقام پر کھڑے دشمن کے حملوں کو روک رہے تھے اور عظیم شجاعت و جاں نثاری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اچانک دشمن نے آپ کو اپنے حملوں کا ہدف بنالیا۔ وہ جانتے تھے کہ جب کسی قوم کا علمبردار موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے تو جھنڈا سرنگوں ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی فوج کا جھنڈا سرنگوں ہو جائے تو پھر ان کا میدان جنگ میں ٹھہرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بھی انتہائی پا مردی و جانبازی سے جنگ کی۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے ابن قمۂ اور اس کے ساتھیوں کے پے در پے حملوں کا دفاع کر رہے تھے۔ آپ کے ساتھ، آپ کے قریب ہی حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا بھی دشمنوں سے برسر پیکار تھی۔ دشمن کی تعداد مقابلتاً کہیں زیادہ تھی۔ انہوں نے سارا زور لگا دیا۔ دشمن نے ان کے داہنے ہاتھ پر اس زور کی تلوار ماری کہ ہاتھ کٹ گیا۔ اس کے بعد انہوں نے بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا اور کفار کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ بالآخر ان کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے جھنڈے پر گھٹنے ٹیک کر اسے سینے اور گردن کے سہارے لہرائے رکھا۔ اور اسی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کا قاتل ابن قمۂ تھا۔ ابن قمۂ سمجھ رہا تھا کہ یہ محمد ﷺ ہیں کیونکہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہم شکل تھے۔ چنانچہ وہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے مشرکین کی طرف واپس چلا گیا اور چلا چلا کر اعلان کیا کہ محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 73 تا 83......زاد المعاد جلد 2 صفحہ 97
سیرت نبوی زینی بن دحلان جلد 2 صفحہ 44......سبل الھدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 323)

ابوسفیان حضور ﷺ کی شہادت کے بارے میں پورا اطمینان کرنا چاہتا تھا۔ وہ قریش سے پوچھتا کہ بتاؤ تم میں سے کس نے محمد (ﷺ) کو قتل کیا ہے۔ ابن قمۂ نے کہا! میں نے۔ ابوسفیان نے کہا: جس طرح عجم کے بادشاہ اپنے بہادروں کی عزت افزائی کے لیے سونے کے کڑے پہناتے ہیں تمہارے اس کارنامہ کے اعتراف کے لیے ہم بھی تمہیں سونے کے کڑے پہنائیں گے۔ (الامتاع جلد 1 صفحہ 137)

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی شہادت کی افواہ اور معرکہ پر اس کا اثر

ابن قمۂ نے اپنی دانست میں حضور انور نبی کریم ﷺ کو شہید کر دیا تھا۔ اس لیے اس نے فوری طور پر اس خبر سے زیادہ سے زیادہ مشرکین اور سالار لشکر مشرکین کو آگاہ کرنا چاہا۔ وہ بلند آواز سے پکارتے ہوئے کہ محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے ہیں، مشرق والے محاذ سے چل کر جنوب والے محاذ پر ابوسفیان کے پاس پہنچا۔ اس کے اس اعلان سے نبی کریم ﷺ کی شہادت کی خبر مسلمانوں اور مشرکین دونوں میں پھیل گئی۔ اور یہی وہ نازک ترین لمحہ تھا جس میں حضور انور رسول اللہ ﷺ سے الگ تھلگ نرغے کے اندر آئے ہوئے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوصلے ٹوٹ گئے، ان کے عزائم سرد پڑ گئے اور ان کی صفیں اتھل پتھل اور بد نظمی وابتری کا شکار ہو گئیں۔

مگر آپ ﷺ کی شہادت کی یہی خبر اس حیثیت سے مفید ثابت ہوئی کہ اس کے بعد مشرکین کے پرجوش حملوں میں کسی قدر کمی آ گئی کیونکہ وہ محسوس کر رہے تھے کہ ان کا آخری مقصد پورا ہو چکا ہے۔ چنانچہ اب بہت سے مشرکین نے حملہ بند کر کے مسلمان شہداء کی لاشوں کا مثلہ کرنا شروع کر دیا۔

حالات قابو میں آنے لگے

چالیس تیراندازوں کی لغزش کے سبب پچھلے آدھ گھنٹہ، گھنٹہ کے دوران مجاہدین اسلام پر لگاتار ابتلائیں آئیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقے اب مزید ابتلائیں روک لیں۔ لغزش معاف فرما دی اور اب لشکر اسلام کو اس قابل کر دیا کہ مجاہدین اسلام (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے گرد اکٹھا ہو سکیں اور دشمن کا گھیرا توڑ دیں اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیں اور پھر ایک دفعہ جنگ کا توازن ان کے حق میں ہو جائے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضور انور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ جھنڈا اٹھالو۔ جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نعرہ لگا رہے تھے۔ ''میں باطل کی پشت توڑنے والا ہوں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جم کر لڑائی کی۔ وہاں پر موجود باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بے مثال جانبازی و سرفروشی سے دفاع کیا۔ ابھی اس محاذ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد بیس کے لگ بھگ تھی پھر بھی انہوں نے دشمن پر حملہ کیا جس سے بالآخر اس بات کا امکان پیدا ہو گیا کہ حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ مشرکین کی صفیں چیر کر نرغے میں آئے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب راستہ بنائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے قدم آگے بڑھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب تشریف لائے۔

سب سے پہلے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے پہچانا۔ ہوا یوں کہ اسے دو چمکتی ہوئی آنکھیں نظر پڑیں جو سرمہ ''مازاغ'' سے سجی ہوئیں اور بہت منور تھیں۔ وہ آنکھیں جو نور

Marfat.com

الٰہی کی تجلی گاہ ہیں اور جن میں رحمت ایثار و ہمدردی کے سمندر سمٹے ہوئے ہیں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فوراً پہچان جاتے ہیں کہ یہ تو وہ چشم نیم باز ہے جس کے تیرِ نظر کا میں بھی صید زبوں ہوں۔ وہ مبارک ہستی ہیں جس کی پہلی نظر نے مجھے اپنا متوالا بنالیا تھا۔ فوراً بلند آواز سے اعلان کرتے ہیں۔ اے مشتاقان جمال احمدی! مبارک باد۔ یہ ہیں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔''

حضور انور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ان کا خود جو زرد رنگ کا تھا اپنے سر اقدس پر پہن لیا اور اپنا خود اتار کر کعب کے سر پر رکھ دیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب دشمن نے میرے سر پر حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود دیکھا تو مجھے ہی رسول اللہ سمجھ لیا اور مجھے اپنے حملوں کا ہدف بنالیا۔ مجھے بیس سے زیادہ ضربیں لگیں، جو بھی مجھے ضرب لگاتا تھا، یہی خیال کر کے لگاتا تھا کہ میں رسول اللہ ہوں۔

لیکن اہل ایمان نے جب میرا اعلان سنا تو پروانوں کی طرح اڑتے چلے آئے جب اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو بخیریت اور صحیح وسالم دیکھا تو ان کی خوشی کی حد نہ رہی۔ انہیں اپنے سارے دکھ اور درد بھول گئے جن مجاہدوں کے جسم زخموں سے چور تھے انہیں یوں محسوس ہونے لگا جیسے انہیں کوئی خراش تک نہیں آئی۔

چنانچہ مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آنا شروع ہوگئے اور رفتہ رفتہ تقریباً تیس (30) پینتیس (35) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے۔

جب اتنی تعداد جمع ہوگئی تو حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کی گھاٹی یعنی کیمپ کی طرف ہٹنا شروع کیا۔ مگر چونکہ اس واپسی کے معنی یہ تھے کہ مشرکین نے مسلمانوں کو نرغے میں لینے کی جو کارروائی کی تھی وہ بے نتیجہ رہ جائے اس لیے مشرکین نے اس واپسی کو ناکام بنانے کے لیے اپنے تابڑ توڑ حملے جاری رکھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حملہ آوروں کا ہجوم چیر کر راستہ بنا ہی لیا اور شیران اسلام کی شجاعت و شہ زوری کے سامنے ان کی ایک نہ چلی۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لے کر گھاٹی کی بلندی کی طرف تشریف لے گئے اس وقت حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ درج ذیل حضرات تھے۔ ابوبکر صدیق، عمر فاروق اعظم، سیّدنا علی مرتضیٰ، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن عوام، حارث بن الصمہ اور مسلمانوں کی ایک اور جماعت رضوان اللہ علیہم اجمعین

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 306، 307)

اسی اثناء میں مشرکین کا ایک اڑیل شہسوار عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ جو سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق اور ابلق گھوڑے پر سوار تھا یہ کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بڑھا کہ یا تو میں رہوں گا یا وہ رہے گا۔ ادھر حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دو دو ہاتھ کرنے کے لیے ٹھہر گئے مگر مقابلے کی نوبت نہ آئی کیونکہ مشرک عثمان بن عبداللہ کے گھوڑے کا اچانک پاؤں پھسلا اور وہ جھٹ زمین پر آ گرا۔ اور اس کا گھوڑا منہ اٹھا کر

Marfat.com

بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے اس کو جالیا۔ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ نے جب اسے اپنے آقا ﷺ کی طرف بڑھتے دیکھا تو آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا۔ وہ دونوں کچھ وقت ایک دوسرے پر اپنی تلوار سے وار کرتے رہے۔ اچانک حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ نے وار کر کے اس کی ٹانگ کاٹ کر پرے پھینک دی۔ وہ دھڑام سے زمین پر گرا۔ آپ اس کی چھاتی پر چڑھ گئے اور اسے واصل جہنم کر دیا۔ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ نے اس کا کام تمام کر دینے کے بعد اس کی زرہ اور خود اتار لیا۔ اُحد کی جنگ میں صرف اس مقتول کا لباس اور اسلحہ اس کے قاتل کو دیا گیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اس کی ہلاکت پر اپنے ربّ قدیر کی حمد و ثنا کی۔

حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ ابھی مشرک عثمان کو واصل جہنم کر کے پلٹے ہی تھے کہ اتنے میں مکی فوج کے ایک دوسرے سوار عبداللہ بن جابر نے پلٹ کر حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور ان کے کندھے پر تلوار مار کر زخمی کر دیا، مگر مسلمانوں نے لپک کر انہیں اٹھالیا۔ ادھر خطرات سے کھیلنے والے مرد مجاہد حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے آج سرخ پٹی باندھ رکھی تھی، عبداللہ بن جابر پر ٹوٹ پڑے اور اسے ایسی تلوار ماری کہ اس کا سر اڑ گیا۔

مذکورہ بالا مشرک عثمان، نخلہ کے مقام پر پہلے بھی ایک مرتبہ گرفتار ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اسے قیدی بنایا تھا۔ لیکن حضور ﷺ نے فدیہ لے کر اس کو رہا کر دیا تھا۔ آخر کار اس کی بدبختی کشاں کشاں اسے یہاں لے آئی اور اس انجام سے دوچار ہوا جس کا وہ مستحق تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 309)

نعمت اطمینان وسکون

یوم اُحد اہل اسلام کو جس خوف و دہشت کا سامنا کرنا پڑا وہ محتاج بیان نہیں۔ اس کے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کے مجاہدین کو اطمینان وسکون سے معمور کر دیا تھا۔ اس وقت بھی انہیں اونگھ آجاتی تھی۔ بسا اوقات بعض مجاہدین کے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرزندان اسلام پر یہ خصوصی انعام تھا ورنہ اس دہشت انگیز ماحول میں اگر دل بھی ہراساں اور خوفزدہ ہو جاتے تو معلوم نہیں اس معرکہ کا انجام کس قدر ہولناک ہوتا۔

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مجاہدین اسلام کے لیے امن وطمانیت تھی۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جن پر غزوۂ اُحد کے روز نیند چھارہی تھی۔ مجھے اس قدر نیند کا غلبہ ہوا کہ میرے ہاتھ سے کئی بار تلوار گر گئی۔ حالت یہ تھی کہ وہ گرتی تھی اور میں پکڑتا تھا۔ پھر گرتی تھی اور میں پھر پکڑ لیتا تھا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب جنگ کا پانسا پلٹا اور ہم بدحواسی اور ابتری میں تھے تو میں نے اپنے آپ کو حضور انور نبی کریم ﷺ کے قریب پایا۔ اسی وقت ہم پر نیند کا خمار پیدا کر دیا گیا جو کہ بے فکری کی علامت ہے اور ذہن سے خوف و پریشانی کو دور کر دیتی ہے اور جسمانی توانائی اور پھرتی عود کر آتی

Marfat.com

ہیں۔

چنانچہ ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو نیم بیداری کی حالت میں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے اس دوران ایسا لگ رہا تھا جیسے معتب بن قشیر کی آواز کہیں خواب میں سنائی دے رہی ہے جب وہ یہ کہہ رہا تھا کہ جو کچھ وہ دعویٰ کرتے ہیں اگر اس میں اصلیت ہوتی تو ہم یہاں آج اس طرح ہلاک نہ ہوتے۔ ایسی باتیں یہودیوں اور منافقین نے یومِ اُحد کہی تھیں۔ معتب بن قشیر کو ابن بشیر بھی کہا جاتا ہے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو عقبہ کی بیعت میں شریک تھے۔

حضرت کعب بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ اُحد کے دن ایک موقعہ پر میں اپنے قبیلہ کے چودہ آدمیوں کے ساتھ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب میں تھا۔ اس وقت ہم پر ایک بےفکری کی سی نیند کا خمار طاری تھا۔ کیونکہ ظاہر ہے خاص طور پر ایسے موقعہ پر اسی شخص کو نیند کا خمار محسوس ہوسکتا ہے جو ماحول سے بے پرواہ اور بے فکر ہو۔

ہم میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جس کا نیند کے سبب اس کا سر اس کے ہتھیاروں سے نہ ٹکرا رہا ہو۔ میں نے دیکھا کہ بشیر بن براء بن معرور کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر گئی اور انہیں اتنی سخت اونگھ اور نیند کا خمار تھا کہ تلوار کے گرنے کا احساس بھی نہیں ہوا حالانکہ مشرکین ہم پر چڑھ آرہے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی مجاہدین پر اس نعمت وسکون خاص کا قرآن حکیم کی سورۃ آلِ عمران کی آیت 154 میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ (آل عمران:154)

"ترجمہ: پھر اتاری اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر غم واندوہ کے بعد راحت (یعنی) غنودگی جو چھا رہی تھی ایک گروہ پر تم میں سے۔"

خلاصہ یہ کہ اس طرح کی جانبازی و جان سپاری کے ساتھ یہ دستہ منظم طور سے پیچھے ہٹتا ہوا پہاڑ کی گھاٹی میں واقع کیمپ تک جا پہنچا اور بقیہ لشکر کے لیے بھی اس محفوظ مقام تک پہنچنے کا راستہ بنادیا۔ چنانچہ باقی ماندہ لشکر بھی اب آپ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا اور خالد بن ولید کی فوجی چال اور داؤ حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی عبقریت کے سامنے ناکام ہوگئی۔

ابی بن خلف کی ہلاکت

یہ اس وقت کی بات ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف فرما تھے۔ ابی بن خلف حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت دشمنی رکھتا تھا۔ جب مکہ میں ابی کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتی تو وہ آپ سے کہتا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس عود نامی ایک گھوڑا ہے۔ میں اسے روزانہ تین صاع (7½ کلو) دانہ کھلاتا ہوں۔ اسی پر

Marfat.com

بیٹھ کر تمہیں قتل کروں گا۔ جواب میں رسول اللہ ﷺ فرماتے بلکہ انشاء اللہ میں تمہیں قتل کروں گا۔

جنگ بدر میں خلف کے دونوں بیٹے امیہ اور ابی بڑے کروفر سے شریک ہوئے تھے۔ امیہ کو حضرت بلال نے واصل جہنم کر دیا لیکن ابی جنگی قیدی بنا۔ اس نے فدیہ ادا کیا اور اسے رہا کر دیا گیا۔

اس احسان کا بدلہ اس نے یہ دیا کہ کسی کے سامنے اس نے پھر وہی کہہ دیا، وہی بڑائی مار دی جو وہ مکہ میں اپنے گھوڑے عود کے حوالے سے کہہ چکا تھا۔ مشرک ابی بن خلف کا یہ بڑا بول جب حضور انور، مخبر صادق، عالم خفا و غیوب ﷺ نے سنا تو فرمایا:

''وہ نہیں بلکہ میں اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا انشاء اللہ۔''

یوم غزوۂ اُحد وہ بھی اپنے اس گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ میں شرکت کے لیے آیا تھا۔ حضور انور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا خیال رکھنا مبادا ابی بن خلف مجھ پر پیچھے سے حملہ کر دے۔ جب تم اسے دیکھو تو مجھے اطلاع دے دینا۔ کیونکہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ لڑائی کے دوران عموماً پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ ویسے بھی جنگ کے دوران توجہ سامنے والے دشمن پر ہی مرکوز رہتی ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب حضور انور رسول اللہ ﷺ گھاٹی میں تشریف لا چکے تو ابی بن خلف یہ کہتا ہوا آیا کہ محمد ﷺ کہاں ہے؟ یا تو میں رہوں گا یا وہ رہے گا۔ اس نے سر پر خود اور اپنے چہرے پر آہنی نقاب ڈالا ہوا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے کو رقص کراتا ہوا آ رہا تھا۔ یعنی کہ وہ پوری تیاری اور کروفر غرور و نخوت سے میدان جنگ میں حضور انور نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی اس پر حملہ کرے؟ حضور انور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے آنے دو۔ جب قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے ایک چھوٹا سا نیزہ لیا اور لینے کے بعد جھٹکا دیا تو اس طرح لوگ اِدھر اُدھر اڑے گئے۔ جیسے اونٹ اپنے بدن کو جھٹکا دیتا ہے تو مکھیاں اڑ جاتی ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ اس کے سامنے آ پہنچے۔

پھر حضور ﷺ نے اکیلے اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس نیزے سے اس کی گردن کے اس حصہ میں ضرب لگائی (اسے چھو دیا) جو خود اور زرہ کے درمیان ننگا رہ گیا تھا۔ پھر کیا تھا اس کے حواس باختہ ہو گئے، سر چکرا گیا اور گھوڑے کی پشت سے غش کھا کر نیچے لڑھکنے لگا۔ جس طرح بیل ڈکارتا ہے اس طرح اس نے ڈکارنا شروع کر دیا۔ اس ضرب سے بظاہر اس کی گردن پر ایک معمولی سی خراش آئی۔ لیکن اس بظاہر معمولی چوٹ نے اس کے سینہ کی پسلیاں اور جسم کی ہڈیاں چور چور کر دیں۔ سر پیٹتا ہوا چلاتا ہوا واپس بھاگا۔ قوم کے پاس پہنچا تو وہ کہہ رہا تھا۔ ''بخدا! مجھے محمد (ﷺ) نے قتل کر دیا۔''

لوگوں نے کہا، خدا کی قسم! تم نے دل چھوڑ دیا ہے ورنہ تمہیں واللہ! کوئی خاص چوٹ نہیں ہے۔ اس نے کہا: وہ مکے میں مجھ سے کہہ چکا تھا کہ میں تمہیں قتل کروں گا، اس لیے خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر بس تھوک ہی

Marfat.com

دیتا تو تب بھی میری جان چلی جاتی۔

جب لوگوں نے اس کی خراش دیکھی تو کہنے لگے تمہاری بزدلی کی بھی کوئی حد ہے۔ کوئی زخم نہیں ہے معمولی سی یہ خراش ہے اور تم نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا ہے۔ اگر اس قسم کی خراش ہم میں سے کسی کی آنکھ میں بھی لگتی تو قطعاً تکلیف دہ نہ ہوتی۔

(ان نادانوں کو کیا خبر کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نبی کی چوٹ کا اثر کیا ہوتا ہے اور کہاں تک ہوتا ہے۔) یہ سن کر وہ کہنے لگا لات وعزیٰ کی قسم! جو چوٹ مجھے لگی ہے وہ چوٹ اگر ربیعہ اور مضر قبائل کو بھی لگتی تو سارے کے سارے ہلاک ہو جاتے۔

ابو الاسود نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ اس چوٹ کے بعد بیل کی طرح آواز نکالتا تھا اور کہتا تھا اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو تکلیف مجھے ہے اگر وہ ذی المجاز کے سارے باشندوں کو ہوتی تو وہ سب کے سب مر جاتے۔

بالآخر اللہ کا یہ دشمن مکہ واپس ہوتے ہوئے مقام سرف پہنچ کر مر گیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 83، 84......زاد المعاد جلد 2 صفحہ 97)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھاتے ہیں

پہاڑ کی طرف حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے دوران ایک اونچی جگہ یا چٹان آ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر چڑھنے کی کوشش کی مگر چڑھ نہ سکے کیونکہ ایک تو آپ کا بدن بھاری ہو چکا تھا دوسرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ چوٹیں بھی آئی ہوئیں تھیں۔ لہٰذا حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھوں پر اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹان پر پہنچ گئے۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلحہ رضی اللہ عنہ نے جنت واجب کر لی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 86)

غزوۂ اُحد میں معجزات

۱۔ یومِ اُحد جنگ کے دوران حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی ایک آنکھ کو تیر یا نیزہ سے چوٹ لگی اور وہ آنکھ اپنی جگہ سے نکل کر رخسار پر لٹک گئی۔ حضرت قتادہ بن نعمان اس حالت میں آنکھ کو ہاتھ کا سہارا دے کر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ حضور انور، حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آنکھ کو اپنے دستِ مبارک میں لے کر اس کو اس کی جگہ پر رکھ دیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے یہ دعا فرمائی:

اللھم اکسہ جمالا — اللہ اس کو خوبصورتی سے جما دے۔

Marfat.com

وہ آنکھ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں میں احسن تھی اور اس کی نگاہ بھی زیادہ قوی تھی۔

2- ابورہم غفاری مشرک نے حضرت کلثوم بن حصین رضی اللہ عنہ کے سینہ میں تیر مارا جس سے زخم ہوگیا اور خون جاری ہوگیا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن مبارک ڈال دیا، دستِ مبارک پھیر دیا اور وہ زخم بھر گیا اور وہ فوراً اچھے ہوگئے۔

3- حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی۔ وہ شاخ ان کے ہاتھ میں ایک آبدار تلوار بن گئی۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اس سے قتال کیا، لڑائی لڑی، تلوار بازی کی۔ اس تلوار کا نام عرجون تھا اور وہ ہمیشہ نسل در نسل میراث میں چلی آئی تھی۔ یہاں تک کہ ''بغا الترکی'' جو معتصم باللہ کے امراء سے بغداد میں حاکم مقرر تھا یہ تلوار دو سو دینار میں اس کے ہاتھ فروخت کر دی گئی۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار کی یہ حدیث مبارک حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مثل ہے جو غزوۂ بدر میں بیان کی جا چکی ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار کا نام عون تھا اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار کا نام عرجون تھا۔ (مواہب للدنیہ ترجمہ سیرتِ محمدیہ صفحہ 282)

مشرکین کا آخری حملہ

جب حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی کے اندر اپنی قیادت گاہ میں پہنچ گئے تو مشرکین نے مسلمانوں کو زک پہنچانے کی آخری کوشش کی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ اس اثناء میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی کے اندر تشریف فرما تھے۔ ابوسفیان اور خالد بن ولید کی قیادت میں مشرکین کا ایک دستہ حملے کی غرض سے نزدیک پہاڑ پر چڑھنے لگا اور کچھ اوپر چڑھ آیا۔ حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! یہ ہم سے اوپر نہ جانے پائیں۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور مہاجرین کی ایک جماعت نے لڑ کر انہیں پہاڑ سے نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 86)

اسی واقعہ (غزوۂ احد) سے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آیت 139 میں اس سے متعلق یوں ارشاد فرمایا ہے:

ترجمہ: ''اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ، تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔''

قارئین کرام! درج ذیل کے متعلق یہ واضح نہیں ہے کہ یہ مندرجہ بالا سے ہی متعلق ہے یا یہ کوئی اور ایسا واقعہ تھا جس میں مشرکین پھر دوبارہ پہاڑ پر چڑھ آئے تھے یا مجاہدین اسلام پر کسی وقت چڑھ آئے تھے اور یہ بھی واضح نہیں ہے کہ یہ وہی مشرکین کا ٹولہ، دستہ تھا یا کوئی اور۔ بہرحال یہ واقعہ بھی مستند ہے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی کچھ حصہ روایت ہے۔

Marfat.com

ایک اور روایت

ایک اور روایت میں ہے، مغازی اموی کا بیان ہے کہ جب مشرک پہاڑ پر چڑھتے نظر آئے تو آپ ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''ان کو پسپا کرو۔'' (انہیں پیچھے دھکیل دو، ان کے حوصلے پست کرو۔)

انہوں نے عرض کی، میں اکیلا ان کو کس طرح پسپا کروں گا۔

اس پر حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے تین بار یہی بات دہرائی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اب میں نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور نشانہ لے کر ایک مشرک پر چلایا۔ تیر اسی کو لگا اور وہ مشرک گر کر مر گیا۔ اس کے بعد میں نے چلانے کے لیے دوسرا تیر نکالا۔ اب تیر کو دیکھا تو میں حیران تھا کہ یہ تو وہی تیر ہے جو میں نے ابھی چلایا تھا۔ میں نشانہ لے کر وہ تیر پھر دوسرے مشرک پر چلایا اور وہ مشرک بھی تیر کے لگنے سے گرا اور مر گیا۔ پھر میں نے تیسری بار تیر نکالا تو میرے ہاتھ میں پھر وہی تیر تھا جسے میں دو مرتبہ ابھی چلا چکا تھا۔ میں نے تیسرے مشرک کا نشانہ لیا اور اس پر داغ دیا۔ تیر تیسرے مشرک کو صحیح نشانے پر جا لگا۔ وہ بھی گرا اور واصل جہنم ہو گیا۔ پھر چوتھے مشرک پر وہ تیر چلایا اور وہ بھی فوراً ہلاک کر دیا۔ اور اسی تیر سے پانچواں مشرک بھی موقع پر ہلاک کر دیا۔

قارئین کرام! آگے کچھ روایات میں ہے کہ یہ تیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مشرکین پر پانچ بار چلایا گیا اور ایک دوسری روایت میں ہے آٹھ نو مرتبہ تیر اندازی کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہاں ممکن ہے کہ پانچ مرتبہ تو ہر تیر سے ایک ایک مشرک فوری مرا ہو اور باقی تیروں سے دشمن کے آدمی زخمی ہوئے ہوں اور وہاں موقع پر پانچ سے زائد افراد کا جانی نقصان نہ ہوا ہو۔

لہٰذا پہلی روایت میں صرف ان ہی تیروں کا ذکر کیا گیا جو نشانے پر لگے اور ان سے دشمن کا فوجی ہلاک ہوا ہو۔

بہرحال میں نے اپنی تحقیق میں (جسے آپ اس کے آخر میں پڑھیں گے) ایک تیر سے ہلاک کیے جانے والے مشرکین کی تعداد کو پانچ ہی شمار کیا ہے۔ (غزوات النبی، لبرہان الدین حلبی، اردو صفحہ 244، 245)

اس کے ساتھ ہی مشرکین کی وہ جماعت جو پہاڑ پر چڑھ رہی تھی وہاں سے خوف زدہ ہو کر، گھبرا کر نیچے اتر گئی۔ اس کے بعد میں نے دیکھا تو وہی تیر میرے ترکش میں موجود تھا۔ میں اس تیر کو بہت اچھی طرح پہچانتا تھا۔ میں نے کہا یہ بڑا مبارک تیر ہے۔

اس کے بعد یہ تیر ہمیشہ میرے ترکش میں رہا اور کبھی ترکش سے غائب نہیں ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بعد یہ تیر ان کی اولاد کے پاس نسلوں تک باقی رہا، موجود رہا۔

Marfat.com

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت ہے کہ اُحد کے دن میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ میں ایک تیر چلاتا تھا جس کو فوراً ہی ایک گورے رنگ کا خوبصورت آدمی جو میرے لیے اجنبی تھا واپس لا دیتا تھا۔ وہ شخص جنگ کے بعد بھی میرے لیے انجان رہا۔ آخر میں نے سمجھ لیا کہ وہ کوئی فرشتہ تھا جو تیروں سے میری مدد کر رہا تھا۔ (غزوات النبی، غزوۂ اُحد از برہان الدین حلبی صفحہ 246)

شہداء کا مُثلہ

مندرجہ بالا لشکر کفار کی طرف سے کی جانے والی آخری کارروائی، حملہ تھا جو مشرکین نے لشکر اسلام کے خلاف کیا۔ ان کا سب سے بڑا یا سب سے اہم ہدف حضور انور نبی کریم ﷺ کی ذات پاک ہی تھی۔ انہیں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے انجام کا صحیح علم نہ تھا۔ اپنی دانست میں تو وہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو گھنٹوں پہلے شہید کر چکے تھے۔ اور ان سب کو یقین تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ شہادت پا چکے ہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنے کیمپ کی طرف پلٹ کر مکہ واپسی کی تیاری شروع کر دی۔

کچھ مشرک مرد اور عورتیں مسلمان شہداء کے مثلہ میں مشغول ہو گئیں، یعنی شہیدوں کی شرمگاہیں اور کان، ناک وغیرہ کاٹ لیے۔ پیٹ چیر دیئے۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ چاک کر دیا اور کلیجہ (جگر) باہر نکالا اور اسے منہ میں ڈال کر چبایا اور نگلنا چاہا لیکن نگل نہ سکی تو اسے تھوک دیا۔ اور کٹے ہوئے کانوں اور ناکوں کا پازیب اور ہار بنایا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 90)

ہند زوجہ ابوسفیان اور اس کے ساتھ آنے والی مکہ کی دوسری عورتوں کی آتش انتقام ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی۔ جب جنگ کی شدت کم ہوئی اور اس کے اختتام کے آثار نظر آنے لگے تو ہند اپنی ان سہیلیوں کو ہمراہ لے کر مسلمان شہداء کی نعشوں پر گئی۔ اور ان کا بڑی بے دردی سے مثلہ کیا۔ ان کی ناک اور کان کاٹ لیے ان کی آنکھیں نکال لیں۔ سیّد الشہداء شیر خدا اور شیر رسول اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو ان کے بغض و عناد نے انہیں مجبور کر دیا کہ ان کا شکم چاک کریں۔ ان کا دل اور جگر نکالیں۔ اسے ٹکڑے ٹکڑے کریں اور انہیں کچا چبالیں۔ انہوں نے فی الواقعہ آپ کے جگر کو کچا چبانے کی مذموم کوشش بھی کی لیکن اندر نگل نہ سکیں اور انہیں لاچار ہو کر باہر تھوکنا پڑا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے جن مقبول بندوں کے انہوں نے ناک اور کان کاٹے تھے انہیں زمین میں دفن نہیں کیا۔ انہیں کہیں پھینک نہیں دیا بلکہ ان اعضاء کے ہار پروئے ان کے گجرے بنائے۔ اور کلائیوں کو ان کے کنگنوں سے آراستہ کیا۔ یہ سب کچھ اس ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان نے کیا اور کرایا جس کو ابھی چند لمحے پیشتر حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کی زد میں لا کر معاف کر دیا تھا۔ کہ مبادا سرور دو عالم ﷺ کی تلوار ایک عورت کے خون سے رنگین ہو۔ قارئین کرام! اسلام اور کفر میں فرق دیکھ لیں۔ کفر انسان کو جو ہر انسانیت سے محروم کر دیتا ہے اور اس کی سوچ کو بانجھ بنا دیتا ہے۔ اور اسلام جو ہر انسانیت کو اور

Marfat.com

بخشتا ہے۔

مسلمانوں کی مستعدی

اب جنگ تقریباً ختم ہو چکی ہے، ایک دوسرے پر یلغار ختم ہو چکی ہے۔ اس وقت تو بس کوئی انفرادی اکا دکا واقعات ہو رہے ہیں۔ لیکن مسلمان ابھی تک اسی طرح چاق و چوبند ہیں اور مشرکین کی کارروائیوں، خباثتوں، شرارتوں کا جواب اسی طرح دے رہے ہیں بلکہ وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دے رہے ہیں۔ ان کی پھرتی اور مستعدی میں کہیں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ ہر کوئی اپنے اپنے مقام پر ہوشیار مستعد، چاق و چوبند ہے۔

مسلمان تو آخری آدمی تک میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے اور کافروں سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہمیشہ ہی تیار تھے۔ ان کی تو تعلیم و تربیت ہی ایسی تھی۔ مشرکین ابھی مزید دن بھر جنگ جاری رکھتے تو یقیناً وہ مسلمانوں کو اس کے لیے تیار پاتے۔

درج ذیل واقعات آخری وقت میں پیش آئے اس وقت جب مشرکین مکہ جانے کے لیے اپنے کیمپ کی طرف جانے لگے اور جا رہے تھے۔ ان دو واقعات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ مسلمان جانباز، سرفروش آخری لمحات تک جنگ لڑنے کے لیے کس قدر تیار و مستعد تھے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جان دینے کا کیا ولولہ خیز جذبہ رکھتے تھے اور انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جان دینے کا کتنا شوق تھا۔

1- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ان مسلمانوں میں تھا جو گھاٹی سے باہر آئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ مشرکین کے ہاتھوں مسلمان شہداء کا مثلہ کیا جا رہا ہے تو میں رک گیا۔ پھر آگے بڑھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مشرک جو بھاری بھرکم زرہ میں ملبوس تھا شہیدوں کے درمیان سے گزر رہا ہے۔ اور کہتا جا رہا ہے کہ کٹی ہوئی بکریوں کی طرح ڈھیر ہو گئے۔ اور ایک مسلمان اس کی راہ تک رہا ہے۔ وہ بھی زرہ پہنے ہوئے ہے۔ میں چند قدم اور بڑھ کر اس کے پیچھے ہو لیا۔ پھر کھڑے ہو کر آنکھوں ہی آنکھوں میں مسلم اور کافر کو تولنے لگا۔ محسوس ہوا کہ کافر اپنے ڈیل ڈول اور ساز و سامان دونوں لحاظ سے بہتر ہے اب میں دونوں کا انتظار کرنے لگا۔ بالآخر دونوں میں ٹکر ہو گئی اور مسلمان نے کافر کو ایسی تلوار ماری کہ وہ پاؤں تک کاٹتی چلی گئی۔ مشرک دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا۔ پھر مسلمان نے اپنا چہرہ کھولا اور کہا: او کعب رضی اللہ عنہ! کیسی رہی؟ میں ابو دجانہ (رضی اللہ عنہ) ہوں۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 69 - سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 286 - البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 17)

2- خاتمہ جنگ پر کچھ مومن عورتیں میدان جہاد میں پہنچیں۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اُم المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اور اُم سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ پنڈلی کی پازیب تک کپڑے

Marfat.com

چڑھائے پیٹھ پر پانی کے مشکیزے لا رہی تھیں اور زخمیوں کے منہ میں انڈیل رہی تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اُحد کے روز حضرت اُم سلیط رضی اللہ عنہا ہمارے لیے مشکیزے بھر بھر کر لا رہی تھیں۔ (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 403 اور جلد 2 صفحہ 581)

ان ہی عورتوں میں حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ انہوں نے جب شکست خوردہ مسلمانوں کو دیکھا کہ مدینے میں گھسنا چاہتے ہیں تو ان کے چہروں پر مٹی پھینکنے لگیں اور کہنے لگیں یہ سوت کاتنے کا تکلا لو اور ہمیں تلوار دو۔

اس کے بعد تیزی سے میدان جنگ پہنچیں اور زخمیوں کو پانی پلانے لگیں۔ ان پر ایک مشرک حبان بن عرقہ نے تیر چلایا۔ وہ گر پڑیں اور پردہ کھل گیا۔ اس پر اللہ کے اس دشمن نے بھرپور قہقہہ لگایا۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات گراں گزری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ایک بغیر انی کے تیر دے کر فرمایا، اسے چلاؤ۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے چلایا تو وہ تیر حبان کے حلق پر لگا اور وہ چت گرا اور اس کا پردہ کھل گیا۔ اس پر حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ہنسے کہ جڑ کے دانت دکھائی دینے لگے۔ فرمایا سعد (رضی اللہ عنہ) نے اُم ایمن (رضی اللہ عنہا) کا بدلہ چکا لیا، اللہ ان کی دعا قبول کرے۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 22)

اپنی خادمہ کی ہتک کا بدلہ چکا کر غیور نبی ہنس پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''سعد نے اُم ایمن رضی اللہ عنہا کا انتقام لے لیا۔ اللہ تیری دعا کو قبول کرے اور تیرا ہر تیر نشانہ پر بیٹھے۔''

اس دوران ایک اور مشرک مالک بن زہیر الجشمی بھی مسلمانوں پر تیر پھینک رہا تھا اور یہ مذکورہ بالا حبان بن عرقہ کا ساتھی تھا۔ اب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس مشرک کی آنکھ کا نشانہ لیا اور تیر داغ دیا۔ تیر ایک آنکھ کو پھوڑتا ہوا سر میں گھس گیا اور وہ مشرک وہیں واصل جہنم ہو گیا۔

اپنی قیام گاہ میں

جب حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں اپنی قیام گاہ میں تشریف لے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ''مہراس'' سے اپنی ڈھال میں پانی بھر لائے۔ ''مہراس'' پتھر یا چٹان میں قدرتی بنے ہوئے اس گڑھے کو کہتے ہیں جس میں مقابلتاً زیادہ پانی آ سکتا ہو۔ یعنی چٹان میں وہ گڑھا جس میں دو تین بالٹی پانی آ سکتا ہو۔ اور مہراس کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اُحد میں ایک چشمے کا نام تھا۔

بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ پانی حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پینے کے لیے پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی میں قدرے ناگوار بو محسوس کی اس لیے اسے پیا تو نہیں البتہ اس سے رخ انور پر جو خون لگا

Marfat.com

ہوا تھا۔ اس کو صاف کیا گیا اور سر مبارک پر پانی ڈالا گیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس لگی ہوئی ہے پانی کی تلاش میں پہلے ان مسلم خواتین کے پاس آئے۔ جو مشکیں بھر بھر کر اپنے کندھوں پر اٹھا کر زخمیوں کو پانی پلاتی رہی تھیں کہ شاید ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کے لیے پانی ہو۔ لیکن ان سب کے مشکیزے خالی ہو چکے تھے۔ پھر قناۃ کے نالے پر گئے وہ صاف پانی سے بھرا ہوا بہ رہا تھا۔ وہاں سے برتن بھرا یہ پانی بہت ٹھنڈا اور میٹھا تھا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمایا۔ اور اپنے خادم کے لیے دعا خیر فرمائی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 85......

سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 310......السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 30)

شیخین امام بخاری اور امام مسلم۔ نیز بیہقی اور طبرانی نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور جنگ اُحد میں زخمی ہو گیا تھا۔ سامنے والے دو دانتوں پر چوٹ آ گئی تھی وہ ہل گئے تھے اور خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں پیوست ہو گئے تھے۔ جب جنگ رکی۔ تو سیّدہ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جو پہلے مجاہدین کو پانی پلا رہی تھیں تشریف لے آئیں۔ اور حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے لپٹ گئیں اور زخم دھونے لگیں۔ سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پانی ڈالتے جا رہے تھے اور حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا زخم دھو رہی تھیں خون صاف کر رہی تھیں۔ لیکن خون رکنے میں نہیں آ رہا تھا بلکہ تیزی سے بہنے لگا تھا۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اس کو جلایا جب اس کی راکھ بن گئی تو وہ لی اور اپنے ہاتھ سے زخموں پر لگا دی۔ راکھ وہاں چپک گئی اور خون رسنا بند ہو گیا۔

اس روایت کو اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہے کہ رسول حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زخم کس نے دھویا؟ پانی کس نے بہایا؟ اور علاج کس چیز سے کیا گیا؟ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زخم دھو رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ڈھال سے پانی بہا رہے تھے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ پانی کے سبب خون بڑھتا ہی جا رہا ہے تو چٹائی کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے جلا کر چپکا دیا جس سے خون رک گیا۔ (صحیح مسلم، بیہقی، طبرانی......صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 584......السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 30)

نماز ظہر

اس کے بعد زخم کے اثر سے یا زخموں کے سبب حضور انور، رحمت دو عالم، نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز بیٹھ کر ادا فرمائی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (کی اقتدا میں) بیٹھ ہی کر نماز ادا کی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 87......سیرت حلبیہ جلد 2 صفحہ 236)

Marfat.com

ابوسفیان کی جانب سے سونے کے کنگن

جب میدان اُحد میں گھمسان کا رن پڑا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں تھے، تو حضور انور نبی کریم ﷺ کی شہادت کی افواہ جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ ابوسفیان اس خبر سے بہت خوش ہوا لیکن ابوسفیان کو یقین نہ آیا تو خود اس تلاش میں نکلا کہ دیکھے واقعی حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

اس نے اپنے سپاہیوں سے پوچھا ''محمد (ﷺ) کو کس نے قتل کیا ہے؟'' ابن قمئہ بولا ''محمد (ﷺ) کو میں نے قتل کیا ہے۔'' ابوسفیان نے کہا ''واقعی تو نے بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے ہم واپس مکہ جا کر تجھے سونے کے کنگن پہنائیں گے۔''

تاہم ابوسفیان کا تجسس قائم رہا اور عبداللہ بن قمئہ کے دعویٰ کی تصدیق کے لیے وہ ابوعامر راہب کو ساتھ لے کر مقتولین میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو تلاش کرتا رہا۔ لیکن آپ ﷺ اسے کہیں نظر نہ آئے تو اس نے کہا ''ابن قمئہ جھوٹ بولتا ہے۔'' اس دوران ابوسفیان کی ملاقات خالد بن ولید سے ہوئی۔ خالد بن ولیدؓ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ پہاڑ پر چڑھتے دیکھا گیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا ''خالد! تم ٹھیک کہتے ہو ابن قمئہ نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔''

(الامتاع، 137:1)

ابوسفیان، برائے تصدیق

جب جنگ مکمل بند ہوگئی اور دونوں لشکر الگ الگ اور ایک دوسرے سے قدرے دور ہو گئے اور ابوسفیان نے مکہ واپسی کی تیاری مکمل کر لی تو سالار لشکر کفار ابوسفیان اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس جگہ کے قریب آیا جہاں فرزندان اسلام مجاہدین، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وقت اکٹھے تھے۔ وہ جانے سے پہلے چند باتوں کی تصدیق کرنا چاہتا تھا اور مسلمانوں کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ اس نے بدلہ لے لیا ہے اور اب وہ مکہ واپس جا رہا ہے۔

اس نے پہلے اپنی خوش فہمیوں کے بارے میں (تصدیق کے لیے) مسلمانوں سے چند سوال با آواز بلند پوچھے۔

اس نے بلند آواز سے پکارا اور پوچھا: ''کیا تم میں محمد (ﷺ) ہیں؟'' یہ سوال اس نے تین بار دہرایا یا نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جواب دینے سے منع فرما دیا۔ دوسرا سوال اس نے یہ پوچھا: ''کیا تم میں ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر ہیں؟'' حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اس کا جواب دینے سے بھی روک دیا۔ تیسرا سوال اس نے یہ پوچھا: ''کیا قوم میں خطاب کے بیٹے عمر موجود ہیں؟'' اس کا جواب دینے کی اجازت بھی نہ ملی۔

ابوسفیان کے صرف ان حضرات کے بارے میں سوال کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کے

Marfat.com

اور اس کی قوم کے نزدیک بھی اسلام کی ترقی اور ملت اسلامیہ کی بقا کا تعلق ان تین حضرات کی بقا سے وابستہ تھا۔

ابوسفیان نے ان تین کے سوا کسی اور کے بارے میں نہ پوچھا کیونکہ اسے اور اس کی قوم کو معلوم تھا کہ اسلام کا قیام ان ہی تینوں کے ذریعے ہے۔ بہرحال جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے کہا: چلو ان تینوں سے فرصت ہوئی۔

مسلمانوں کی طرف سے جب ان تینوں سوالات کے جواب میں خاموشی اختیار کی گئی تو اس کی خوش فہمی یقین واثق میں بدل گئی اور اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ اس نے وہیں سے اپنے ساتھی لشکر کو ان کی طرف منہ کر کے بلند آواز سے یہ خوشخبری سنائی کہ یہ تینوں قتل ہوگئے ہیں۔ اس کی یہ بات سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یارائے ضبط نہ رہا۔ عرض کی ''یا رسول اللہ! کیا میں اس کا جواب نہ دوں۔'' ''فرمایا بیشک دو۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ گرج کر بولے۔ اے اللہ کے دشمن! تم جھوٹ بک رہے ہو۔

اور مزید کہا کہ او اللہ کے دشمن! جن کا تو نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں اور ابھی اللہ نے تیری رسوائی کا سامان باقی رکھا ہے۔

ابوسفیان نے اپنی خفت مٹاتے ہوئے نعرہ لگایا۔ ''اے ہبل تیری شان اونچی ہو۔ اپنے دین کو غالب کر۔'' حضور انور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا نعرہ کا جواب نعرہ سے دو۔ آپ اٹھے اور نعرہ لگایا۔ ''اللہ اعلیٰ واجل'' ''اللہ سب سے اعلیٰ اور بزرگ و برتر ہے۔''

پھر ابوسفیان نے نعرہ لگایا ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمہارے لیے عزیٰ نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جواب کیوں نہیں دیتے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: کیا جواب دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہو اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم'' اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔''

ابوسفیان پھر کہنے لگا یہ دن بدر کے دن کے بدلے میں ہے۔''

''یہ دن بدر کے دن کے بدلہ میں ہے۔ ایام پھرتے رہتے ہیں اور جنگ کنویں کے ڈول کی طرح کبھی اوپر کبھی نیچے یعنی ایک فریق غالب آتا ہے اور کبھی دوسرا۔ کسی روز ہمیں شکست ہوتی ہے اور کسی روز ہم فتح حاصل کرتے ہیں۔ کسی روز ہمیں دکھ پہنچایا جاتا ہے اور کبھی ہمیں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ حنظلہ کے بدلہ میں حنظلہ (ابوسفیان کے ایک بیٹے کا نام ہے جو بدر میں مارا گیا تھا) فلاں کے بدلے میں فلاں۔ معاملہ برابر۔''

حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو فرمایا کہو معاملہ برابر نہیں۔ ہمارے مقتول جنت میں ہیں اور تمہارے جہنم کا ایندھن ہیں، برابر کیسے ہوسکتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ابوسفیان کو جواب میں کہا "برابر نہیں، ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں۔"

ابوسفیان نے اس نوک جھونک کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ ذرا آئیے! میری ایک بات سنیئے حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ۔ دیکھو کیا کہتا ہے؟ وہ قریب آئے تو ابوسفیان نے کہا، عمر! میں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، واللہ! نہیں۔ بلکہ اس وقت وہ تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا، تم میرے نزدیک ابن قمہ سے زیادہ سچے اور راست باز ہو۔

آخر میں ابوسفیان نے کہا کہ تم ہم پر غصہ نہ کرنا کہ ہم نے تمہارے مقتولوں کا مثلہ کیا ہے۔ بخدا! نہ میں اس حرکت پر خوش ہوں اور نہ میں نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور نہ حکم دیا ہے۔ آئندہ ہمارا تمہارا مقابلہ پورے ایک سال بعد بدر صغریٰ کے مقام پر ہوگا۔ جو ینبع کے قریب ایک گاؤں ہے جہاں نخلستان اور کھیت بہت سرسبز و شاداب ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں تمہارا یہ چیلنج منظور ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 93، 94...... زاد المعاد جلد 2 صفحہ 94...... صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 579...... سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 324، 325...... البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 26)

مشرکین کا ارادہ کیا ہے؟

ابوسفیان نے واپس آ کر اپنے لشکر کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔

حضور پُرنور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خدشہ ہوا کہ کہیں ابوسفیان مدینہ پر چڑھائی نہ کر دے اس طرح بچوں اور خواتین کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لشکر کفار کی نقل و حرکت کی نگرانی کا حکم دیا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور فرمایا: "قوم (مشرکین) کے پیچھے پیچھے جاؤ اور دیکھو وہ کیا کر رہے ہیں اور ان کا ارادہ کیا ہے؟ اگر انہوں نے گھوڑے پہلو میں رکھے ہوں اور اونٹوں پر سوار ہوں تو ان کا ارادہ مکہ کا ہے اور اگر گھوڑوں پر سوار ہوں اور اونٹ ہانک کر لے جائیں تو مدینے کا ارادہ ہے۔"

اور اگر مشرکین نے مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا، تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عزم و لائحہ عمل کا یوں ارشاد فرمایا:

"اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر انہوں نے مدینے کا ارادہ کیا تو میں مدینے جا کر ان سے دو دو ہاتھ کروں گا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ مشرکین کی نقل و حرکت دیکھتے رہے اور وادی عقیق تک ان کو سوئے مکہ جاتے دیکھا۔ اور

Marfat.com

وادی عقیق سے واپس آکر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کی کہ مشرکین اپنے اونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑوں کو خالی (بغیر سوار کے) پہلو میں لے کر جا رہے ہیں اور ان کا رخ مکہ کا ہے۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 94......فتح الباری جلد 7 صفحہ 347......

سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 326......طبری جلد 3 صفحہ 24)

ان میں سے چند سرپھروں نے یہ مشورہ دیا تھا کہ مدینہ خالی ہے اسے لوٹتے چلیں۔ لیکن صفوان بن امیہ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اس نے کہا کہ اپنی بنی بنائی بات کیوں بگاڑتے ہو چپ کر کے نکل جاؤ اور جو ہم کر آئے ہیں اس کو غنیمت جانو۔

ابوسفیان، جب مکہ واپس پہنچا تو گھر جانے سے پہلے ہبل کے استھان پر گیا اور بڑے نیاز مندانہ لہجہ میں کہا:

''اے ہبل! تو نے ہم پر بڑا انعام کیا۔ میری مدد کی۔ اور میرے دل میں انتقام کا جو روگ تھا اسے شفا بخشی پھر اس نے اظہار عقیدت کے لیے اپنا سر منڈوا دیا۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 326)

حبِ رسول، شوقِ شہادت کے تابناک امر نقوش

پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادی انس و جاں، رہبر کائنات، پیغمبر بحر و بر، حاصل کائنات، اصل الموجودات، انسان کامل، سید المرسلین، خاتم النبیین حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اس کائنات رنگ و بو میں کوئی ایسی ہستی نہیں گزری جسے اتنا ٹوٹ کر چاہا گیا ہو اور جسے قیامت تک چاہا جاتا رہے گا۔ آپ ﷺ محبوبیت کی جس مسند پر رونق افروز ہیں اس میں آپ ﷺ یکتا و تنہا ہیں۔ نہ کوئی آپ ﷺ کا مماثل ہے اور نہ کوئی آپ ﷺ کی نظیر۔ عشاق مصطفیٰ تاجدارِ کائنات اپنے آقا ﷺ کے قدموں میں جان دینے کی تمنا کرتے ہیں، حضور ﷺ پر قربان ہو جانے کو اپنے لیے پروانہ نجات سمجھتے ہیں۔

عشق حق، عشق رسول ایک لازوال قوت ہے، یہ متاع عزیز اگر بچوں کی رگوں میں سرایت کر جائے تو لہو کی ایک ایک بوند جذبہ جہاد میں سرشار ہو کر وجد میں آجاتی ہے اور اگر یہ عشق بوڑھوں کے سرد جسموں کا عنوان بن جائے تو فضائیں آتش شوق کی تپش سے سلگ اٹھتی ہیں۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں بچوں کا بے مثال جذبہ شہادت اور بے مثال کردار ہمارے سامنے آیا ہے جس میں تاریخ دنیا حیران و ششدر ہے کہ چھوٹی سی عمر میں یہ شعور کی پختگی کہاں سے آگئی۔

غزوۂ اُحد میں حضرت عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو گئے۔ اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ مجھے گھسیٹ کر میرے آقا ﷺ کے قدموں میں لے چلو۔ انہیں جب والی کونین سید المرسلین، خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں لایا جاتا ہے تو چہرۂ اقدس پر نظر پڑتے ہی پکار اٹھتے ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ! میری خواہش تھی کہ موت

Marfat.com

آئے تو آپ کے قدموں میں آئے۔ یہ کہہ کر اپنا سر حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے قدموں میں رکھ دیتے ہیں اور روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔(تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 18)

آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں کہ جب تیر اندازوں کی لغزش و نافرمانی کی وجہ سے لشکر اسلام پر لگاتار ابتلائیں آئیں تو ان حالات میں کچھ لوگ حیران و ششدر تھے کہ وہ ان حالات میں کریں تو کیا کریں۔لیکن اکثر شیر دل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے بھی تھے جو لوگوں کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔حالت یاس میں بیٹھ جانے والوں سے کہہ رہے تھے۔اٹھو جس دین کی سربلندی کے لیے ہمارے آقا نے جان دی اس کے پرچم کو اونچا لہرانے کے لیے ہم بھی اپنے سر قربان کر دیں۔حضور پُر نور ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔

ان حیات آفریں جملوں نے جذبات میں ایک طوفان برپا کر دیا۔بکھرے ہوئے مجاہد اپنے طور پر باطل سے ٹکرا کر اسے پاش پاش کرنے لگے۔یا خود ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرنے لگے۔حضرت سعد بن ربیع۔ حضرت انس بن نضر۔حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہما اس سرفروش گروہ کے سربرآوردہ تھے۔ان کے علاوہ مخلص جانبازوں کا ایک گروہ تو ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے محبوب نبی سے جدا نہ ہوا تھا۔کوئی خود ڈھال بن کر جان عالم پر جھکا ہوا ہے۔کوئی قدموں میں بیٹھ کر اپنے ہادی کے دشمنوں پر تیروں کی موسلا دھار بارش کر رہا ہے اور اپنے آقا سے دعائیں لے رہا ہے کوئی دشمن کی صفوں میں گھس کر ان کے نرغے کو توڑ رہا ہے۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم، رہبر کائنات، ہادیٔ انس، رسول بحر و بر، سیّدالمرسلین، خاتم النبیین، اصل الموجودات، حاصل کائنات، عالم خفا و غیوب، مخبر صادق، حضور پُر نور، حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی آغوش لطف و عنایت میں پروردہ سرفروشوں نے اس قتل گاہ عشق و وفا میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر جان بازی اور سرفروشی کی جو تابندہ مثالیں قائم کیں قیامت تک آنے والے راہ روان جادہ منزل جاناں کی راہ کو منور کرتی رہیں گی۔اور کیف و مستی کے یہ چشمے تشنگان عشق رسول کی پیاس کو بجھاتے رہیں گے۔

انہیں کی یاد اس راہ کے مسافروں کا سب سے قیمتی زادراہ ہے۔ان کا تذکرہ اس منزل کے شائقین کے لیے گراں بہا متاع ہے۔اپنے لیے سرمایہ سعادت اور اپنے قارئین کے جذبہ عشق و محبت کی نشوونما کے لیے ان کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں۔تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ درس گاہ محمدی کے طلبہ کس قماش کے لوگ تھے۔ ان کا عقیدہ کتنا پختہ تھا اور عمل کے میدان میں وہ اپنے عقیدہ کی پختگی کی لاج کس طرح جان کی بازی لگا کر رکھا کرتے تھے۔

قارئین کرام! صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب ہی بہت بہت خوبیوں کے مالک ہیں۔ان مقدس ہستیوں پر تو ہر ایک کی خوبیوں، کارناموں، ان کی تعریف و توصیف میں موٹی موٹی کتابیں لکھی جانی چاہئیں۔

Marfat.com

غیر ضروری طوالت وضخامت کتاب سے بچنے اور مرکز موضوع سے چمٹے رہنے کے سبب ہر ایک کا بیان ممکن نہیں ہے۔ بس آپ اتنا سمجھ لیں کہ جن کا ذکر موقع کی مناسبت سے کر دیا جاتا ہے یہی سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں۔

موقع کی مناسبت سے ان میں سے درج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں پہلے ہی تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے اور اب ان کے بارے آگے مختصر بیان ہوگا اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر مبارک قدرے تفصیل سے ہوگا۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب

حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ

حضرت انس بن نضر

حضرت ثابت بن دحداح

حضرت عباس بن عبادہ

حضرت خارجہ بن زید

حضرت اوس بن ارقم رضی اللہ عنہم اجمعین

مشرکین مکہ میدان اُحد کو چھوڑ چکے ہیں اور وہ سوئے مکہ وادی عقیق کی طرف سے واپسی کے لیے اپنے راستے پر گامزن ہیں۔ اب کچھ ہی دیر میں حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین اسلام کے زخمیوں اور شہداء کی خبر گیری کے لیے میدان جنگ میں بنفس نفیس تشریف لے جانے والے ہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں وہاں میدان جنگ میں کون کون آ پہنچا اور اللہ اور اللہ کے دشمنوں سے نبرد آزما ہوا۔ میدان جنگ میں کیسے کیسے بہادر، شجاع، نڈر جنگجو، شمع رسالت کے جان نثار دین اور بانی دین کے متوالے، شہادت کے طلبگار و دیگر نے کیسے کیسے کارنامے زمین اُحد پر نقش کر دیئے ہیں۔ انہوں نے اپنے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کر دیا ہے اور خالق و مالک کائنات کے ہاں بلند درجات و اعلیٰ مقام پا گئے ہیں۔

پھر ان میں ایک ایسے بہادر، لڑاکا، دلیر جنگجو کو بھی دیکھئے کہ جس نے اپنی بہادری اور فن حرب کا لوہا منوالیا۔ (قزمان یہودی) اس نے مجاہدین اسلام کے ساتھ مل کر چھ سات مشرکین کو واصل جہنم کیا۔ لیکن وائے رے قسمت! وہ خود بہت ہی بدنصیب نکلا۔ اتنا بدنصیب کہ جنت معلّٰی کے دروازے تک پہنچ کر بھی جہنم میں چلا گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمتیں اللہ ہی جانے۔ یہ قدرت کے راز ہیں ان کو سمجھنا ہمارے بس کا روگ نہیں۔

نہ جانے کیوں مجھے اس کی بدنصیبی پر بہت زیادہ افسوس آتا ہے اور اس کے لیے یہ دعا لبوں پر آجاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس کے عذاب میں تخفیف کرے۔ آمین۔

Marfat.com

حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ

آپ مشہور صحابی، خادم بارگاہ رسالت، حضرت انس کے چچا ہیں۔ انہیں کے نام پر ان کے اس بھتیجے کا نام انس رکھا گیا۔ یہ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اس غیر حاضری کا انہیں بہت دکھ تھا۔ کہا کرتے حق و باطل کے درمیان یہ پہلا معرکہ تھا جس میں نبی کریم ﷺ نے شرکت فرمائی اور میں اس سعادت سے محروم رہا۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر ایسا موقع نصیب فرمایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ دیکھے گا کہ دین حق کو سر بلند کرنے کے لیے میں کیا کارنامے انجام دیتا ہوں۔

غزوۂ اُحد میں جب آسمانوں سے آزمائش کے لمحے اترے اور کفار کو غلبہ حاصل ہونے لگا تو مسلمانوں کی صفوں میں اضطراب کے آثار دکھائی دینے لگے۔ جذبہ جہاد سے سرشار اصحاب رسول ﷺ نے جاں نثاری اور وفاداری کی نادر مثال قائم کی۔ حضرت انسؓ بن نضر رضی اللہ عنہ جنہیں غزوۂ بدر میں نہ شریک ہونے کا رنج تھا۔ غزوۂ اُحد میں جب ابتلائیں آئیں اور لشکر اسلام ابتری کا شکار ہوا تو انہوں نے اللہ سے عرض کی ''جو مسلمانوں سے ہوا میں اس پر معذرت خواہ ہوں اور مشرکین کی کارروائی سے لاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں۔''

کچھ دیر بعد حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ داد شجاعت دیتے ہوئے مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کے جسم پر اسی (۸۰) زخم آئے تھے اور ان کی لاش کا بڑی بے دردی سے مُثلہ کیا گیا تھا۔ لاش اتنی مسخ کر دی گئی تھی کہ پہچانی نہ جاتی تھی۔ انہیں انگلی پر ایک تل کے نشان سے پہچانا گیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، 4:317، 318)

حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ

آپ چار بیٹوں کے باپ تھے اور آپ کے چاروں فرزند شیر کی طرح بہادر، ہر جنگ میں حضور انور ﷺ کے ہمرکاب رہا کرتے۔ ان کے نام یہ تھے۔ خلاد، معوذ، معاذ اور ابوایمن۔

خود عمرو بہت زیادہ لنگڑے تھے۔ جب غزوۂ اُحد کا موقع آیا تو انہوں نے جہاد میں شرکت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ان کے بیٹوں نے کہا آپ معذور ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو معذور قرار دیا ہے۔ اس لیے آپ جہاد میں شرکت نہ کریں۔ بیٹوں کی یہ رائے سن کر حضرت عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ یہ حضور انور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میرے آقا! میرے بیٹے اس جہاد میں مجھے حضور انور پُرنور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جانے سے روک رہے ہیں۔ اور میری تمنا یہ ہے کہ میں جنت کی سرزمین کو اپنے اس لنگڑے پاؤں سے روندوں۔ (لنگڑاتا ہوا جنت میں جاؤں) حضور انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے معذور قرار دیا ہے جہاد میں شمولیت تم پر لازمی نہیں۔ اس نے اپنے بیٹوں کو کہا اگر تم مجھے نہ روکو تو تمہیں کیا تکلیف ہے ممکن ہے اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے شہادت کی نعمت سے نواز دے۔ چنانچہ اجازت مل گئی جب وہ اس سفر جہاد پر روانہ ہونے لگے تو قبلہ رو ہو کر یہ التجا کی۔ ''اے اللہ! مجھے نامراد کر کے اپنے گھر والوں

Marfat.com

کی طرف نہ لوٹانا۔'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور وہ اس جنگ میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے (رضی اللہ عنہ)۔ اس جنگ میں ان کے علاوہ ان کے فرزند حضرت خلاد رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کو بھی شرف شہادت بخشا گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان میں سب سے پہلے راہ حق میں سر کٹانے کی سعادت میرے والد کو نصیب ہوئی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، 315:4)

حضرت خیثمہ بن ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ

حضرت خیثمہ اُحد کے روز اپنے آقا حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرواز ہوئے۔ یا رسول اللہ! میں غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا۔ بخدا! مجھے حاضر ہونے کا از حد شوق تھا میں نے اور میرے بیٹے نے قرعہ اندازی کی۔اس کے نام کا قرعہ نکلا۔ اس لیے وہ شریک ہوا اور نعمت شہادت سے سرفراز کیا گیا۔ کل رات میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا اس کی حالت بہت عمدہ تھی وہ جنت کے باغات اور نہروں میں سیر کر رہا ہے۔ اس نے مجھے کہا ''ابا جان آجاؤ! جنت میں ایک ساتھ رہیں گے۔ میں نے اپنے ربّ کے وعدے کو سچا پایا ہے۔'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب میں سخت بے چین ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ جلدی سے جلدی اس کے پاس جاؤں۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایئے اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے شرف شہادت سے نوازے۔ اور جنت میں اس کی معیت نصیب فرمائے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام کے لیے دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور اُحد کی جنگ میں اسے خلعت شہادت نصیب ہوئی۔ (سبل الہدیٰ، جلد 4 صفحہ 323)

حضرت حُسیل اور ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ

حضرت حُسیل اور حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہما عمر رسیدہ صحابی تھے۔ جب اسلامی لشکر اُحد کی طرف روانہ ہوا تو انہیں عورتوں اور بچوں کی دیکھ بھال کے لیے مدینہ منورہ ہی میں رہنے دیا گیا۔

جب اسلامی لشکر اُحد کی طرف روانہ ہو گیا تو ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمیں بھی غزوۂ اُحد میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کرنا چاہئے۔ کیا عجب ہمیں بھی شہادت کی نعمت سے سرفراز کیا جائے۔ کیا عجب ہمارے مقدر کا ستارا بھی چمک اٹھے، کیا عجب کہ یہ حیات چند روزہ اللہ کی راہ میں اس کے دین کی سربلندی کے لیے کام آجائے اور کیا عجب یہ بے مقصد زندگی اپنے آقا حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کرنے کا موقع مل جائے۔ ان کے جھریوں بھرے چہروں پر جذبہ، جہاد مچل رہا تھا۔ ان کے حوصلے جوان ہو رہے تھے۔ اور انہوں نے زندگی پر موت کو ترجیح دی۔

وہ دونوں ایک نئے عزم کے ساتھ میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ گویا موت کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے، وہ موت جس پر ہزاروں زندگیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔ وہ موت جو حیات ابدی بن کر ایمان وایقان کے آسمانوں پر طلوع ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں صحابیوں رضی اللہ عنہما کی تمنائے شہادت کو

Marfat.com

پورا کیا۔

جب لشکر اسلام پر ابتلائیں اور ابتری پھیلی اور اگلی صف ایک پکار (آواز) کے نتیجے میں پلٹی تو جنگ کے ان لمحات کے دوران حضرت حُسیل رضی اللہ عنہ کو مسلمان پہچان نہ سکے اور وہ اپنوں کی تلواروں کی زد میں آگئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پکار رہے تھے کہ یہ تو میرے والد ہیں لیکن اس وقت گھمسان کا رن پڑا تھا اور کانوں پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مسلمانو! اللہ تمہاری غلطی معاف کرے جو سب سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد مکرم کی دیت بھی قبول نہیں کی۔ حضرت حسیل رضی اللہ عنہ کے دوسرے عمر رسیدہ ساتھی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ (تاریخ طبری، جلد 3 صفحہ 25، 26...... السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 3 صفحہ 36)

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

عشق کے اظہار کی کوئی زبان نہیں ہوتی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو غزوۂ اُحد میں شریک تھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی محبت کا اظہار مختلف انداز سے ہو رہا تھا۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار سپاہی اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دینے میں ہمہ وقت تیار رہتے تھے اور ان کے جذبہ جہاد کا اظہار مختلف خواہشات کے روپ میں جلوہ گر ہوا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن مجھ سے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آؤ ایک طرف ہو کر اپنے پروردگار سے خصوصی دعائیں مانگیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے دعا مانگی "اے اللہ! میرا دشمن سے مقابلہ ہو تو میں اپنے مدمقابل طاقتور اور جنگجو بہادر دشمن کو زیر کر کے قتل کر دوں۔" حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے میری دعا پر آمین کہا۔

پھر انہوں نے دعا مانگی "اے اللہ! میرا بھی کسی سورما، سے مقابلہ ہو اور میں تیری راہ میں دشمن سے لڑائی کرتے ہوئے مارا جاؤں۔ اور دشمن میرے کان اور میری ناک کاٹ ڈالے۔ جب قیامت کے دن میں تیرے سامنے پیش ہوں تو تو مجھ سے پوچھے، اے میرے بندے! تیری ناک اور کان کس جرم کی پاداش میں کاٹے گئے تھے۔ تو میں عرض کروں تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے باعث۔" حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا آمین! اور بارگاہ خداوندی میں کی جانے والی یہ دونوں دعائیں من وعن پوری ہوئیں۔ حضرت عبداللہ بن جحش کی دعا کے مطابق ان کی لاش کے ساتھ وہی مطلوبہ سلوک کیا گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 4 صفحہ 322...... الاکتفاء جلد 2 صفحہ 109)

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جب مصروف پیکار تھے تو ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ مسلمانوں کے پاس اسلحہ کے ذخائر تو تھے نہیں کہ وہاں سے ایک اور تلوار اٹھا لیتے۔ بڑی پریشانی لاحق ہوئی کہ اب کیا کروں؟ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی۔ رحمت دو عالم ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ پکڑا دی۔ مومن صادق نے ذرا تامل نہ کیا۔ بے جھجک پکڑ لی۔ اسے لہرایا تو وہ شمشیر جوہر دار تھی۔ اس سے ہی آخر دم تک وہ دشمنان اسلام کو واصل جہنم کرتے رہے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کی یہ تلوار بطور تبرک نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی آئی۔ یہاں تک خلیفہ معتصم بن ہارون الرشید کے ایک امیر سلطنت جن کا نام بغاء الترکی تھا اس نے دوسو (200) دینار میں خرید لی۔ جنگ بدر میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آیا تھا۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تھی سرکار دو عالم ﷺ نے انہیں بھی کھجور کی ایک شاخ پکڑا دی تھی جو تلوار بن گئی اور پھر یہ تلوار آبدار دشمنوں کے سر کاٹتی رہی۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ''العون'' کے نام سے مشہور ہوئی اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ''العرجون'' کے نام سے مشہور ہوئی۔

(السیرت النبویہ، لاحمد بن زینی دحلان جلد 2 صفحہ 59)

حضرت اصیرم عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ

یہ انصار کے ایک قبیلہ کا فرد تھا۔ اور اسلام کا سخت مخالف تھا اس کے قبیلہ کے دوسرے لوگوں نے تو اسلام قبول کر لیا تھا لیکن یہ بدستور کفر پر اڑا ہوا تھا۔

تمام انصار ابھی تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ ابھی ایسے لوگ باقی تھے جو اسلام دشمنی میں پیش پیش رہتے تھے ان میں اصیرم عمرو بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کا نام بھی شامل تھا۔ غزوۂ اُحد سے پہلے یہ کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ واپس مدینہ آیا تو اپنی قوم کے لوگوں کو موجود نہ پا کر دریافت کیا کہ سب لوگ کہاں گئے ہیں؟

پھر اس نے پوچھا: سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) کہاں ہے؟ اسے بتایا گیا میدان اُحد میں۔ پھر پوچھا: میرے بھتیجے کہاں ہیں؟ بتایا گیا میدان اُحد میں۔ اپنی قوم کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ چلا سب میدان اُحد میں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے دل کو اسلام قبول کرنے کے لیے کشادہ کر دیا اس کی آنکھوں سے تعصب کی پٹیاں اتر گئیں اور اس نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

پھر جلد ہی اس نے اپنی تلوار لی، نیزہ پکڑا زرہ پہنی، خود اپنے سر پر سجایا، پوری طرح مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے سرپٹ دوڑا کر میدان اُحد کی طرف گیا۔ وہاں پہنچ کر جہاں دوسرے مجاہدین کھڑے تھے ان میں وہ بھی کھڑا ہو گیا۔ مسلمانوں نے جب اسے دیکھا تو اسے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ تم یہاں ہمارے ساتھ نہیں ٹھہر سکتے۔ اس نے کہا بھائیو! تم مجھ پر برہم نہ ہو میں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اور تمہاری طرح اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے آیا ہوں۔

چنانچہ جب کفار سے جنگ شروع ہوئی اس نے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑا۔ بنی عبدالاشہل کے چند آدمی میدان جنگ میں جب اپنے مقتولوں کی تلاش میں

Marfat.com

آئے تو انہوں نے اصیرم (رضی اللہ عنہ) کو ایک جگہ گرا ہوا پایا۔ وہ کہنے لگے بخدا! یہ تو اصیرم (رضی اللہ عنہ) ہے۔ یہ یہاں کیسے آیا، یہ تو منکر اسلام تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے آئے۔ کیا اپنی قومی غیرت تمہیں یہاں لے آئی ہے یا اسلام کی محبت کے باعث تم یہاں آئے ہو؟ اس نے کہا محض اسلام کی محبت کے باعث یہاں آیا ہوں۔ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں۔ یہی جذبہ ایمان مجھے میدان جنگ میں لے آیا ہے۔ میری زخموں سے یہ حالت ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ میں مر جاؤں تو میرے سارے اموال واملاک حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح چاہیں انہیں خرچ فرمالیں۔

اتنے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے ان کے بھائی کو کہا کہ ان سے پوچھے کہ:

”کیا تم اپنی قوم کی حمیت کے جذبہ سے یہاں آئے ہو یا اللہ اور اس کے رسول کی ناموس کے لیے غضبناک ہو کر آئے ہو؟ کہا حضرت اصیرم رضی اللہ عنہ نے۔ میں تو اللہ اور اس کے رسول کی عزت وناموس کے لیے آیا ہوں۔“

کچھ دیر بعد انہوں نے انتقال فرمایا۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع دی گئی تو فرمایا ”کہ اصیرم اہل جنت سے ہے۔“ (رضی اللہ عنہ)

(زادالمعاد، 3:201، بیروت.....سبل الہدیٰ، جلد 4، صفحہ 213.....سیرت ابن ہشام، جلد 3، صفحہ 39)

ایک دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا ایسے جنتی کا نام بتاؤ جس نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور پھر بھی وہ جنت میں ہے؟ لوگوں نے کہا آپ ہی فرمایئے۔ کہا ”وہ حضرت اصیرم رضی اللہ عنہ ہے جو بنی عبدالاشہل کا فرد ہے۔“ (کیونکہ اس کے اسلام لانے اور شہید ہو جانے کے درمیان نماز کا وقت نہیں ہوا تھا اس لئے اس نے ایک بھی نماز ادا نہ کی تھی)

مخریق نضری یہودی

یہ یہود کے بنونضیر قبیلہ کا فرد تھا اور ان کا بہت بڑا عالم تھا۔ یہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نشانیوں کے باعث خوب پہچانتا تھا جو تورات میں مذکور تھیں۔ لیکن اپنے آبائی دین سے اس کی دلی محبت نے اس کو اجازت نہ دی کہ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھل کر ایمان لائے۔ یہاں تک کہ ہفتہ کا وہ دن طلوع ہوا جس روز معرکہ اُحد وقوع پذیر ہوا۔ اچانک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس پر اپنی خصوصی رحمت فرمائی تعصب اور اندھی تقلید کے قفس کو اس نے توڑ دیا اور اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

اے گروہ یہود! بخدا! تم جانتے ہو کہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امداد تم پر فرض ہے۔ چلو اس فرض کو ادا

Marfat.com

کریں۔ وہ کہنے لگے آج تو یوم السبت ہے یعنی ہفتہ کا دن ہے ہمارے لیے آج جنگ ممنوع ہے۔ اس نے کہا یہ سب تمہاری من گھڑت باتیں ہیں، میں تو یہ جا رہا ہوں۔ اس نے اپنے وارثوں کو بلایا اور وصیت کی۔ کہ اگر میں اس لڑائی میں مارا جاؤں تو میرے سارے اموال حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دینا حضور ﷺ جیسے چاہیں انہیں خرچ کریں۔

پھر ہتھیار سجا کر میدان جنگ کا رخ کیا اور جہاں گھسان کا رن پڑ رہا تھا وہاں گھس گیا۔ آخر دم تک لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جان دے دی۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا: ''کہ تمام یہودیوں سے بہتر مخریق ہے۔''

(سبل الہدیٰ جلد 4، صفحہ 317......سیرت ابن ہشام، جلد 3 صفحہ 38)

قزمان

قزمان نام ہے ایک بہت ہی غیور، بہادر، شجاع، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے والے اور فنِ حرب کے ماہر آدمی کا، جو نصیبوں کا برا نکلا۔

میدان احد میں جب اسلام کے نامور سپوت، کفر کے لشکر پر بجلی بن کر ٹوٹ رہے تھے اور ان کے چوٹی کے سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے اور خود بھی جام شہادت نوش کر رہے تھے تو اس دوران وہاں ایک اور شخص بھی سب کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس کی شجاعت اور جنگی کارناموں کو دیکھ دیکھ کر سب عش عش کر رہے تھے اس شخص کا نام قزمان تھا۔ یہ مدینہ طیبہ کے ایک انصار قبیلہ بنی ظفر کا حلیف تھا۔ اس کی اصلیت کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہ تھا کہ وہ کون ہے اور کس قبیلہ کا فرد ہے۔ وہ اپنی بہادری اور فنون حرب میں مہارت کی وجہ سے پہلے سے مشہور و معروف تھا۔ اس کی بہادری کا تذکرہ جب بارگاہ رسالت میں کیا گیا تو حضور انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو جہنمی ہے۔'' (السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد 3 صفحہ 71)

جب لشکر اسلام مدینہ طیبہ سے روانہ ہوا تو اس وقت قزمان اس میں شریک نہ تھا۔ بنی ظفر کی عورتوں نے اسے عار دلائی کہ قزمان تمہیں اپنی قوت اور جنگی مہارت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ آج موقع آیا تو تم بزدلوں کی طرح گھر بیٹھ گئے۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ چنانچہ عورتوں کے عار دلانے پر وہ میدان اُحد کی طرف روانہ ہوا۔ جب سرکار دو عالم ﷺ لشکر اسلام کی صف بندی کر رہے تھے تو یہ بھی وہاں پہنچا۔ اور پہلی صف میں جا کر کھڑا ہو گیا۔

جنگ شروع ہوئی تو مسلمانوں کی طرف سے پہلا تیر اس نے چلایا۔ جو تیر یہ اپنی کمان کے چلہ پر رکھ کر چلاتا وہ اتنے بڑے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ تیر نہیں بلکہ چھوٹا نیزہ ہیں۔ جب وہ تیر چلاتا تو اس کے سینے سے ایسی آواز نکلتی جیسے ہانڈی ابل رہی ہو۔ تیر اندازی کے بعد اس نے اپنی شمشیر زنی کے جوہر دکھا کر لوگوں کو حیران و ششدر کر دیا۔ اس نے اپنی ماہرانہ تیر زنی، تیر اندازی اور شمشیر زنی سے غزوۂ اُحد میں چھ، سات

Marfat.com

مشرکین مکہ کو موت کے گھاٹ اتارا۔

میدان جنگ میں اس نے شجاعت اور بہادری کے نمایاں جوہر دکھائے تو اپنے پرائے سب عش عش کر اٹھے کہ یہ شخص کیا مردِ میدان ہے۔ وہ اپنی تیراندازی اور شمشیر زنی کے باعث توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اور اس کی حربی مہارت پر سب ہی نازاں تھے۔ کفار کے ساتھ جنگ کرتے کرتے وہ شدید زخمی ہو گیا۔

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ اس کی جان بازی پر اس کو آفرین کہنے کے لیے آگے بڑھے اور اسے کہا ''اے ابویغداق (اس کی کنیت) تمہیں شرفِ شہادت مبارک ہو۔'' اس نے کہا اے ابا عمر! میں دین اسلام کے لیے جان نہیں دے رہا بلکہ میں نے تو قومی غیرت وحمیت کے باعث یہ جنگ لڑی ہے اور جان دے رہا ہوں۔

''یعنی میں نے تو اس غیرت قومی کے جذبہ سے جنگ کی ہے کہ قریش اتنی دور سے آئیں اور ہمارے کھیتوں اور باغات کو روندتے ہوئے چلے جائیں میں یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔''

جیسا کہ اس کے شروع میں بیان کر دیا گیا ہے اس کی بہادری اور شجاعت کا تذکرہ بارگاہ رسالت میں کیا گیا تو اسرارِ باطن کو جاننے والے نبی عالمِ خفا وغیوب مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا ''یہ تو دوزخی ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی بہادری کے کارناموں کو دیکھتے، پھر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو سنتے تو حیران رہ جاتے۔

شدید زخمی حالت میں اسے بنی ظفر قبیلہ میں واپس لے جایا گیا۔ جب درد کی تکلیف اس کے لیے ناقابل برداشت ہوگئی تو اس نے اپنی تلوار کو زمین میں گاڑا یا نکایا اور اس کا پھل جو اوپر اٹھا ہوا تھا اس کے اوپر اپنا سینہ رکھا اور پورے زور سے دبایا۔ حتیٰ کہ تلوار کا پھل اس کے سینے سے پار نکل گیا اور وہ بے جان ہو کر گر پڑا۔ تب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے نبی مکرم کے اس ارشاد کی حقیقت کا علم ہوا۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خودکشی کے بارے میں سنا تو فرمایا:

''یہ اہل دوزخ میں سے ہے اللہ تبارک وتعالیٰ بسا اوقات دین کی امداد کسی فاسق آدمی سے بھی کرا دیتا ہے۔''

(البدایہ والنہایہ، جلد 4، صفحہ 36، المغازی للواقدی، جلد 1 صفحہ 224......
السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 3 صفحہ 38......الامتاع الاسماع جلد 1، صفحہ 115، 116)

شہیدوں اور زخمیوں کی خبر گیری

جب لشکر کفار میدان اُحد سے کوچ کر گیا۔ تو اب مسلمان اپنے شہداء وزخمیوں کی خبر گیری کے لیے ان کی تلاش میں نکلے۔ جس شہید کی نعش ملی وہ مُثلہ شدہ تھی۔ اس کی ناک اور کان کٹے ہوئے تھے۔ حلیہ بگڑا ہوا تھا۔ البتہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی لاش صحیح وسلامت تھی۔ شاید اس لیے کہ ان کا باپ ابوعامر فاسق تھا۔ جو لشکر کفار میں مسلمانوں سے لڑنے کے لیے یثرب سے چل کر آیا تھا۔

Marfat.com

حاکم اور بیہقی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون سعد بن ربیع (رضی اللہ عنہ) کی خبر لے آئے گا وہ زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں کیونکہ میں نے دیکھا کہ بیک وقت بارہ نیزے ان میں گھونپے جا رہے تھے حضرت محمد بن مسلمہ یا ابی بن کعب رضی اللہ عنہما نے کہا میں حاضر ہوں۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مقتولین کے درمیان چکر لگاتے ہوئے ان کے پاس پہنچا تو وہ آخری سانس لے رہے تھے۔ انہیں نیزے، تلوار اور تیر کے ستر سے زیادہ زخم آئے تھے۔ میں نے کہا: ''اے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ! اللہ کے رسول ﷺ آپ کو سلام کہتے ہیں اور دریافت فرما رہے ہیں کہ مجھے بتاؤ اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو۔''

انہوں نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ کو سلام۔ آپ ﷺ سے عرض کرو کہ یا رسول اللہ ﷺ! جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ اور میری قوم انصار سے کہو کہ اگر تم میں سے ایک آنکھ بھی ہلتی رہی اور دشمن رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گیا تو تمہارے لیے اللہ کے نزدیک کوئی عذر نہ ہوگا اور اسی وقت ان کی روح پرواز کر گئی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 326......زاد المعاد جلد 2 صفحہ 96......دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد 3 صفحہ 285)

لوگوں نے زخمیوں میں حضرت اصیرم رضی اللہ عنہ کو بھی پایا جن کا نام عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ تھا۔ ان میں تھوڑی سی رمق باقی تھی۔ اس سے قبل انہیں اسلام کی دعوت دی جاتی تھی مگر وہ قبول نہیں کرتے تھے اس لیے لوگوں نے (حیرت سے) کہا کہ یہ اصیرم کیسے آیا ہے؟ اسے تو ہم نے اس حالت میں چھوڑا تھا کہ وہ اس دین کا انکاری تھا۔ چنانچہ ان سے پوچھا گیا کہ تمہیں یہاں کیا چیز لے آئی۔ قوم کی حمایت کا جوش یا اسلام کی رغبت؟

انہوں نے کہا: ''اسلام کی رغبت، درحقیقت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آیا اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی حمایت میں شریک جنگ ہوا یہاں تک کہ اب اس حالت سے دوچار ہوں جو آپ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہے۔'' اور اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے نبی کریم رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جنتیوں میں سے ہے۔'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ...... حالانکہ اس نے اللہ کے لیے ایک وقت کی بھی نماز نہیں پڑھی تھی۔

(کیونکہ اسلام لانے کے بعد ابھی کسی نماز کا وقت آیا ہی نہ تھا کہ شہید ہو گئے۔)

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 90......زاد المعاد جلد 2 صفحہ 96)

ان ہی زخمیوں میں قزمان بھی ملا۔ اس نے اس جنگ میں خوب خوب داد شجاعت دی تھی اور تنہا سات یا آٹھ مشرکین کو تہ تیغ کیا تھا۔ وہ جب ملا تو زخموں سے چور تھا۔ لوگ اسے اٹھا کر بنو ظفر کے محلے میں لے گئے اور مسلمانوں نے اسے خوشخبری سنائی۔

کہنے لگا: واللہ میری جنگ تو محض اپنی قوم کے ناموس کے لیے تھی اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں لڑائی ہی نہ کرتا۔ اس کے بعد جب اس کے زخموں نے شدت اختیار کی تو اس نے درد و تکلیف سے تنگ آ کر خودکشی

Marfat.com

کر لی۔ اُدھر نبی کریم رسول اللہ ﷺ سے اس کا جب ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ فرماتے کہ وہ جہنمی ہے۔
(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 88......زاد المعاد جلد 2 صفحہ 97)

اور اس واقعے نے حضور انور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ حقیقت یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے بجائے وطنیت یا کسی بھی دوسری راہ میں لڑنے والوں کا انجام یہی ہے۔ چاہے وہ اسلام کے جھنڈے تلے بلکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لشکر ہی میں شریک ہو کر کیوں نہ لڑ رہے ہوں۔

اس (قزمان) کے بالکل برعکس مقتولین میں بنو ثعلبہ کا ایک یہودی مخریق تھا۔ اس نے اس وقت جبکہ جنگ کے بادل منڈلا رہے تھے، اپنی قوم سے کہا: ''اے جماعت یہود! خدا کی قسم! تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) کی مدد تم پر فرض ہے۔'' یہودیوں نے کہا، مگر آج سبت (سنیچر) کا دن ہے۔ اس نے کہا، تمہارے لیے کوئی سبت نہیں۔ پھر اس نے اپنی تلوار لی، ساز و سامان اٹھایا اور بولا اگر میں مارا جاؤں تو میرا مال محمد (ﷺ) کے لیے ہے وہ اس میں جو چاہیں گے کریں گے۔ اس کے بعد میدان جنگ میں گیا اور لڑتے لڑتے مارا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مخریق بہترین یہودی تھا۔'' (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 88)

اس موقعے پر حضور انور نبی کریم ﷺ نے خود بھی شہداء کا معائنہ فرمایا اور فرمایا کہ میں ان لوگوں کے حق میں گواہ رہوں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی کیا جاتا ہے اسے اللہ قیامت کے روز اس حالت میں اٹھائے گا کہ اس کے زخم سے خون بہ رہا ہوگا، رنگ تو خون ہی کا ہوگا لیکن خوشبو مشک کی ہوگی۔
(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 89)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی لاش غائب تھی۔ تلاش کے بعد ایک جگہ اس حالت میں ملی کہ زمین پر پڑی تھی اور اس سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپ حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتلایا کہ فرشتے انہیں غسل دے رہے ہیں۔ پھر فرمایا ان کی بیوی سے پوچھو کیا معاملہ ہے؟ ان کی بیوی سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے واقعہ بتلایا۔ یہیں سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کا نام غسیل الملائکہ (فرشتوں کے غسل دیئے ہوئے) پڑ گیا۔
(زاد المعاد جلد 2 صفحہ 94)

حضرت حمزہ کی لاش کی تلاش

حضور انور نبی کریم، سرورِ دو عالم ﷺ بار بار پوچھتے۔ مافعل عمی۔ میرے چچا کا کیا بنا؟ یعنی ان کی کیا خبر ہے۔ حضرت حارث بن الصمہ رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں نکلے دیر تک ڈھونڈتے رہے۔ کوئی سراغ نہ ملا۔ پھر سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تلاش کے لیے تشریف لے گئے۔ تلاش بسیار کے بعد وادی کے وسط میں آپ کا جسد اطہر خون میں نہایا ہوا دیکھا۔ واپس آ کر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اطلاع دی۔ حضور انور نبی کریم ﷺ وہاں خود تشریف لے گئے اور سرفروشی اور جانبازی کی اقلیم کا سلطان جس تخت خاک پر جلوہ فرما تھا وہاں پہنچے۔ عاشق صادق کی قابل رشک حالت دیکھ کر حضور ﷺ دم بخود کھڑے ہو گئے۔

Marfat.com

پیٹ چاک ہے۔ وہ دل جو اللہ اور اس کے محبوب رسول اللہ ﷺ کی محبت کی جلوہ گاہ تھا کاٹ کر نکال لیا گیا ہے اور اسے پرزہ پرزہ کر دیا گیا ہے۔ روئے تاباں کی ساری آرائشیں ناک، آنکھیں، کان، سب توڑ پھوڑ دی (کاٹ لی) گئی ہیں۔ اتنا غم انگیز منظر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

آپ کی مُثلہ شدہ لاش دیکھ کر آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ چشمانِ مبارک سے آنسوؤں کے گوہر ہائے تابدار ٹپ ٹپ گرنے لگے یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی پھر آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''آپ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔ آپ جس طرح کہ میں جانتا تھا بھلائیاں کرنے والے تھے صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ اور اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ آپ کی بہن یا ہمارے خاندان کی عورتیں غمزدہ ہوں گی تو میں ان کی لاش کو یوں ہی چھوڑ دیتا تا کہ قیامت کے دن ان کا حشر (اٹھایا جانا) درندوں کے پیٹوں (شکموں) اور پرندوں کے پوٹوں سے ہوتا۔''

پھر فرمایا مبارکباد۔ ابھی جبرائیل آئے ہیں انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ساتوں آسمانوں میں یہ شہید راہ حق درج ذیل خطاب یا نام سے مشہور ہے۔

''یعنی حمزہ بن عبدالمطلب اللہ کا شیر ہے اور اس کے رسول کا شیر ہے۔''

پھر فرمایا اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے مشرکین پر غلبہ دیا تو میں ان میں سے ستر مقتولوں کا اس سے بھی بدتر مثلہ کروں گا۔ فوراً جبرائیل امین بارگاہ ربّ العزت سے یہ پیغام (سورہ نحل آیت 126) لے کر نازل ہوئے۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○

(سورۃ نحل آیت 126)

ترجمہ: ''اور اگر تم انہیں سزا دینا چاہو تو انہیں سزا دو لیکن اس قدر جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے اور اگر تم ان کی ستم رانیوں پر صبر کرو تو یہ صبر ہی بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لیے۔''

چنانچہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے صبر کو اختیار فرمایا اور کسی لاش کو مثلہ کرنے سے اپنے سارے امتیوں کو روک دیا۔

آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، وہ بھی اپنے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کے صاحبزادے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ انہیں واپس لے جائیں۔ وہ اپنے بھائی کا یہ برا حال دیکھ نہ لیں۔ مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آخر ایسا کیوں؟ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کا مُثلہ کیا گیا ہے۔ لیکن یہ اللہ کی راہ میں ہے اس لیے جو کچھ ہوا ہم اس پر پوری طرح راضی ہیں۔ میں ثواب سمجھتے ہوئے انشاء اللہ ضرور صبر کروں گی۔ اس کے بعد وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس

Marfat.com

آئیں۔ انہیں دیکھا، ان کے لیے دعا کی انا للہ پڑھی اور اللہ سے مغفرت مانگی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا یہ بے مثال صبر دیکھ کر حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کے دماغ پر اثر نہ پڑ جائے اس لیے اپنا دست مبارک ان کے سینہ پر رکھا چنانچہ ان کے آنسو ٹپکنے لگے اور غم کا بوجھ ہلکا ہوگیا۔

شہداء اُحد کی تدفین

کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے شہداء کو مدینہ منتقل کرلیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ اپنے شہیدوں کو واپس لا کر ان کی شہادت گاہوں میں دفن کریں نیز شہداء کے ہتھیار اور پوستین کے لباس اتار لیے جائیں پھر انہیں غسل دیئے بغیر جس حالت میں ہوں اسی حالت میں دفن کر دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو دو تین تین شہیدوں کو ایک ہی قبر میں دفن فرما رہے تھے۔ اور دو دو آدمیوں کو ایک ہی کپڑے میں اکٹھا لپیٹ دیتے تھے۔ اور دریافت فرماتے تھے کہ ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد ہے۔ لوگ جس کی طرف اشارہ کرتے اسے لحد میں آگے کرتے اور فرماتے کہ میں قیامت کے روز ان لوگوں کے بارے میں گواہی دوں گا۔

حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسد خاکی کے بارے میں فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کر دیا جائے۔ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی۔

اسی طرح حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزام رضی اللہ عنہ کو بھی ایک ہی قبر میں دفن کرنے کا خصوصی حکم دیا گیا کیونکہ وہ دونوں زندگی میں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے اب دونوں دوست ایک ہی قبر میں آرام فرما تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب پر جس طرح روئے اس سے بڑھ کر روتے ہوئے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قبلے کی طرف رکھا پھر ان کے جنازے پر کھڑے ہوئے اور اس طرح روئے کہ آواز بلند ہوگئی۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 98......صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 584......
مختصر سیرت شیخ عبداللہ صفحہ 255......سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 237)

درحقیقت تدفین شہداء کا منظر تھا ہی بڑا غم زدہ کر دینے والا، اندوہناک اور صبر آزما۔ چنانچہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک سیاہ دھاریوں والی چادر کے سوا کوئی کفن نہ مل سکا۔ یہ چادر سر پر ڈالی جاتی تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں پر ڈالی جاتی تو سر کھل جاتا۔ بالآخر چادر سے سر ڈھک دیا گیا اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔

Marfat.com

اذخر گھاس ایک خوشبودار گھاس ہوتی ہے۔ بہت سے مقامات پر چائے میں ڈال کر پکائی بھی جاتی ہے۔ عرب میں اس کا پودا ہاتھ ڈیڑھ ہاتھ سے لمبا نہیں ہوتا۔ جبکہ ہندوستان میں ایک میٹر سے بھی لمبا ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی، اور وہ مجھ سے بہتر تھے، تو انہیں ایک چادر کے اندر کفنایا گیا۔ حالت یہ تھی کہ اگر ان کا سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا تھا۔ ان کی یہی کیفیت حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کی ہے اور اتنا مزید اضافہ فرمایا ہے کہ...... (اس کیفیت کو دیکھ کر) حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ چادر سے ان کا سر ڈھانک دو اور پاؤں پر اذخر ڈال دو۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 579 اور 584)

تدفین شہداء کے بعد دعائے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم

امام احمد، امام نسائی اور حاکم نے اپنی اپنی کتب میں روایت نقل کی ہے اور امام ذہبی اور محمد بن عمرو الاسلمی نے اس کی توثیق کی ہے۔

رفاعہ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شہید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور مسلمان حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد حلقہ بنائے ہوئے نکلے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کئی ایک زخمی بھی تھے۔ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت چودہ خواتین بھی تھیں جو جنگ کے دوران ہی میدان جنگ میں زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کے لیے حاضر ہو گئیں تھیں۔

مقام تدفین شہداء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بمع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قریب ہی، ساتھ ہی دامن اُحد میں تشریف لے گئے۔ وہاں حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، فرمایا کہ سب صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں خالق و مالک کائنات، ربّ العالمین بزرگ و برتر پروردگار کی حمد و ثناء کرلوں۔

چنانچہ سارے مرد حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے مردوں کے پیچھے خواتین کھڑی ہو گئیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کی یوں حمد و ثناء کی۔

"اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے لیے ہیں۔ اے اللہ! جس کو تو کشادہ کر دے اس کو کوئی قبض (تنگ) کرنے والا نہیں۔ اور جس کو تو تنگ کر دے اسے کشادہ کرنے والا کوئی نہیں۔ جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ جسے تو روک لے وہ کوئی دے نہیں سکتا۔ اور جو تو عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جسے تو دور کر دے اسے کوئی قریب کرنے والا نہیں۔ اور جسے تو قریب کر دے اسے کوئی دور کرنے والا نہیں۔

Marfat.com

یا اللہ! اپنی رحمتیں، اپنی برکتیں اپنا فضل اور اپنا رزق ہم پر کشادہ فرمادے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں ایسی نعمت کا جو ہمیشہ رہنے والی ہو۔ اور جو پھرے نہیں اور زائل نہ ہو۔ اے اللہ! ہم تیری نعمت کا سوال کرتے ہیں فقر کے دن۔ اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں امن کا خوف کے دن اور غنا کا فاقہ کے دن۔ اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اس چیز کے شر سے جو تو نے ہمیں عطا کی ہے اور اس چیز کے شر سے جو تو نے ہم سے روک لی ہے۔ اے اللہ! ایمان کو ہمارے نزدیک محبوب بنادے اور اس کو ہمارے دلوں میں مزین کردے۔ اور کفر، فسوق اور نافرمانی کو ہمارے لیے مکروہ بنادے۔ اور ہم کو ہدایت یافتہ لوگوں سے کردے۔

اے اللہ! ہمیں موت دے جبکہ ہم مسلمان ہوں۔ اور ہمیں زندہ رکھ مسلمان بنا کر۔ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے رسوا کئے بغیر اور فتنہ میں مبتلا کئے بغیر۔ اے اللہ! ان کافروں کے ساتھ جنگ کر۔ جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور تیرے راستے سے روکتے ہیں۔ اور ان پر اپنا غضب اور عذاب بھیج۔ اے اللہ! ان کافروں سے قتال کر جنہیں کتاب دی گئی۔ اے سچے خدا! ہماری اس دعا کو قبول فرما۔"

(مسند احمد جلد 3 صفحہ 324......سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 333......الامتاع جلد 1 صفحہ 140)

مدینے کو واپسی اور محبت و جان نثاری کے نادر تابناک امر نقوش

شہداء کی تدفین اور اختتامی دعا کے بعد حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے مجاہدین کو واپسی کا حکم دیا۔ زخمیوں کو اٹھالیا گیا۔

جس طرح دوران کارزار اہل ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت و جاں سپاری کے نادر واقعات کا ظہور ہوا تھا اسی طرح اثناء راہ میں اہل ایمان صحابیات رضی اللہ عنہن سے صدق و جاں سپاری کے نادر، ناقابل یقین اور عجیب عجیب واقعات ظہور میں آئے۔

میدان اُحد میں چند حضرات کی غلطی کی وجہ سے جنگ کا سارا نقشہ بدل گیا ہے۔ وہ مسلمان جو تند موجوں کی طرح کفار کو خس و خاشاک کی مانند بہا کر لے جارہے تھے اب خود اہل مکہ کی تلواروں کی زد میں تھے اور نہتوں (غیر مسلح) کی طرح شہید ہورہے تھے۔ بہت جانی اور شہرت کا نقصان ہوگیا ہے۔ گھروں کے گھر موت کے عفریت نے نگل لیے ہیں۔ کمینہ فطرت دشمن نے ان شہداء کی لاشوں کی ایسی قطع و برید کی ہے کہ خود اہل خانہ کے لیے ان کی پہچان مشکل ہوگئی ہے۔

اس غیر متوقع افتاد کے باوجود مدینہ طیبہ کے اسلامی معاشرہ میں اسلام سے بیزاری یا مایوسی کی کوئی لہر نہیں اٹھی۔ بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب پاک ﷺ اور اس کے دین حنیف سے ان کی قلبی عقیدت

Marfat.com

میں کئی گنا اضافہ ہوگیا ہے۔ ان حالات سے راہ حق میں جان سپاری، سرفروشی کے جذبات میں مزید تلاطم رونما ہوگیا ہے۔ کسی دین، کسی نظریہ حیات سے لوگوں کی دل بستگی کا اندازہ لگانا ہو تو ان تاثرات اور اس ردعمل کا جائزہ لیجئے جو رنج و غم و مصیبت کے لمحات میں بے ساختہ لوگوں کی زبان پر آ جاتے ہیں۔

لشکر اسلام اپنے آقا حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی معیت میں میدان اُحد سے مدینہ منورہ لوٹ رہا ہے۔ اسلام کے ایسے ستر (70) سپوتوں کو سپرد خاک کیا ہے جن کے حسن و جمال جوانی، شجاعت، مردانگی، عزیمت واستقامت کی مثال نہیں ملتی۔ مجاہدین جو واپس آ رہے ہیں ان میں کچھ کے جسم بھی گہرے زخموں سے چور چور ہیں۔

ان کی واپسی پر مدینہ طیبہ کی خواتین، بوڑھوں، بچوں نے اپنے جن تاثرات کا اظہار کیا وہ تعلیمات پیغمبر اوّل و آخر واعظم ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات، رسول بحر و بر، سرکار دو عالم، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اعجاز آفرینیوں کی ایسی دلکش مثالیں ہیں جن کی نظیر انسانیت کی ساری تاریخ میں جستجوئے بسیار کے باوجود نایاب ہے۔

اس سلسلہ کی چند روح پرور، ایمان افروز جھلکیاں مطالعہ کے لیے پیش خدمت ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور انور نبی کریم ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیل گئی۔ تلاش حقیقت کے لیے انصار کی ایک خاتون کمر باندھ کر مدینہ طیبہ سے نکلی۔ راستہ میں اس کی ملاقات اپنے باپ، اپنے خاوند، اپنے بھائی اور اپنے بیٹے سے ہوئی لیکن اس نے کسی کی طرف توجہ نہ کی۔ جب چاروں کے پاس سے گزر گئی تو لوگوں نے اسے متوجہ کرنے کے لیے کہا کہ یہ تیرا باپ ہے یہ تیرا خاوند ہے یہ تیرا بیٹا ہے یہ تیرا بھائی ہے۔ اس نے ادھر ذرا دھیان التفات نہ کیا توجہ نہ دی اور کہتی رہی، انہیں رہنے دو۔ مجھے یہ بتاؤ میرے آقا ﷺ کا کیا حال ہے؟ بتایا گیا حضور پُرنور نبی کریم ﷺ وہ سامنے تشریف فرما ہیں۔ وہ خاتون جب حضور ﷺ کے پاس پہنچی تو اس نے حضور ﷺ کے کپڑے کا دامن پکڑ لیا اور عرض کرنے لگی۔

"اے اللہ کے پیارے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ جب آپ سلامت ہیں تو مجھے ذرا پروا نہیں کہ کون مارا گیا۔"

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 99......سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 355)

حُبِ رسول ﷺ خون کے رشتوں پر غالب آ رہی تھی، ایمان کی تکمیل کا مرحلہ طے ہو رہا تھا۔ عشق حضور پُرنور حضور انور ﷺ کو دوام حاصل ہو رہا تھا اور آنے والوں کے لیے عملی طور پر یہ مثال چھوڑی جا رہی تھی کہ اس وقت تک تمہارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس تمہیں اپنی جان، مال اور اولاد سے عزیز تر نہ ہو جائے۔ اس واقعہ سے یہ بھی اندازہ ہوا ہے کہ جب مدینے کی عورتوں کے حوصلے اس قدر بلند تھے تو مردوں کی استقامت کا کیا عالم ہوگا۔

Marfat.com

مدینہ منورہ واپسی کے دوران سب سے پہلے پیغمبر اول و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی ملاقات حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ انہیں ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی۔ انہوں نے انا للہ پڑھی اور دعائے مغفرت کی۔ پھر ان کے ماموں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی۔ انہوں نے پھر انا للہ پڑھی اور دعائے مغفرت کی۔ اس کے بعد ان کے شوہر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی گئی تو وہ تڑپ کر چیخ اٹھیں اور دھاڑ مار کر رونے لگیں۔ حضور انور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورت کا شوہر اس کے یہاں ایک خصوصی درجہ رکھتا ہے۔''

حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے انہیں تسلی دی اور ان کے حق میں دعا کی، حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا نے ان شہادتوں پر کمال صبر کا مظاہرہ کیا اس لیے وہ جانتی تھی کہ اللہ کی راہ میں جان دینے والے مردہ نہیں ہوتے البتہ ہمیں ان کی زندگی کا ادراک وشعور نہیں ہوتا۔

(سیرت ابن ہشام، جلد 2 صفحہ 98..... سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 334)

حضور انور نبی کریم ﷺ مع اپنے لشکر کے آگے بڑھے اور یہ لشکر بنی عبدالاشہل کی بستی تک پہنچا۔ اس قبیلہ کے بہت سے بہادر شہید ہوئے تھے لوگ اپنے اپنے شہیدوں پر رو رہے تھے حضور پُرنور سرکار دو عالم ﷺ کی چشمانِ مبارک سے آنسو بہنے لگے۔ اس قبیلہ کی مستورات کو حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی آمد کا علم ہوا تو سلام عرض کرنے کے لیے سب باہر نکل آئیں۔ حضور انور ﷺ کو بخیر وعافیت دیکھ کر انہیں اپنے سارے دکھ بھول گئے اور بیساختہ حضرت اُم عامر اشہلیہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے نکلا۔

''حضور پُرنور ﷺ سلامت ہیں تو پھر ہر مصیبت ہیچ ہے۔ (کم ہے قلیل ہے نہ ہونے کے برابر ہے)''۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 334)

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ قافلہ بنی دینار قبیلہ کی اس خاتون کے پاس سے گزرا جس کے باپ، خاوند اور بھائی تینوں نے جنگ اُحد میں جام شہادت نوش کیا تھا۔ جب اس اللہ کی بندی کو ان کی شہادت کے بارے میں بتایا گیا تو اس نے کہا انہیں رہنے دو۔ مجھے بتاؤ کہ میرے آقا میرے حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ کا کیا حال ہے۔ کسی نے اسے پھر اطلاع دی کہ تمہارے خاوند شہید ہوگئے ہیں لیکن وہ پوچھ رہی تھی، حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ تو خیریت سے ہیں۔ پھر کسی نے اسے بتایا کہ تمہارے بیٹے نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔ وہ پھر بھی پوچھ رہی تھی، حضور ﷺ کیسے ہیں، وہ تو زندہ و سلامت ہیں نا؟ وہ آگے بڑھی تو کسی نے اسے بتایا کہ تمہارے والد گرامی بھی راہ حق میں کام آگئے ہیں وہ پھر بھی برابر پوچھ رہی تھی لیکن میرے آقا ﷺ کیسے ہیں؟ جب اس عورت (مومنہ صادقہ) کی نظر حضور انور نبی کریم ﷺ پر پڑی تو حضور پُرنور ﷺ کو زندہ وسلامت دیکھ کر پکار اٹھی:

Marfat.com

''(یارسول اللہ) آپ کے بعد ہر مصیبت ہیچ (کم ہے قلیل ہے نہ ہونے کے برابر) ہے۔''

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 99..... سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 335)

ہندہ کا صبر اور عشق رسول

ہندہ کے شوہر، بھائی اور بیٹے نے غزوۂ اُحد میں شہادت پائی۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ خود بھی شہید ہوئے اور ان کے ایک بیٹے حضرت خلاد رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے اور ان کے ایک سالے یعنی کہ ان کی بیوی ہندہ بنت حزام کے بھائی حضرت عبداللہ بن حزام (حضرت جابر بن عبداللہ کے والد) رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔

حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا ان تینوں یعنی اپنے شوہر، بیٹے اور بھائی کی لاشیں اونٹ پر رکھوا کر لے چلیں تاکہ ان کو مدینے میں دفن کرائیں۔

راہ میں ان کی ملاقات اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی جو کچھ عورتوں کے ساتھ حالات معلوم کرنے کے لیے مدینے سے آرہی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ لشکر کی کیا خبر ہے؟

حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''جہاں تک حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد للہ بالکل باخیریت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد اب ہر مصیبت ہیچ ہے، کم ہے، نہ ہونے کے برابر ہے اور بے حقیقت ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔''

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے اونٹ پر لاشیں دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا:

''میرا بھائی عبداللہ، میرا بیٹا خلاد اور میرے شوہر عمرو بن جموح (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

مندرجہ بالا کو یوں بھی بیان کیا گیا ہے۔

ابن ابی حاتم، عکرمہ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کی خبر پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو مدینہ کی خواتین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کرنے کے لیے مدینہ سے باہر نکل آئیں۔ سامنے سے ایک اونٹ آرہا تھا جس پر تین شہیدوں کی لاشیں تھیں۔ انصار کی ایک خاتون نے پوچھا کہ تین لاشیں کن کی ہیں؟ انہیں بتایا گیا فلاں فلاں کی ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک اس کا بھائی تھا، ایک خاوند تھا اور ایک اس کا بیٹا۔ اس مومنہ صادقہ رضی اللہ عنہا نے کہا، انہیں چھوڑ و اور مجھے یہ بتاؤ کہ میرے آقا حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ اسے جب یہ بتایا گیا کہ حضور پُرنور، سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں تو کہنے لگی۔

''مجھے کسی کی پروا نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں سے بعض کو شہادت کے مرتبہ پر فائز فرمایا کرتا ہے۔''

Marfat.com

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

''اور یہ اس لیے کہ دیکھ لے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو جو ایمان لائے اور بنا لے تم میں سے کچھ شہید۔'' (سورۃ آل عمران، آیت 140)

حضور انور، سرور دو عالم ﷺ اپنے گھوڑے پر سوار ہیں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ لگام پکڑے ہوئے اسی اثناء میں حضرت حبشہ بنت رافع رضی اللہ عنہا حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حاضر خدمت ہوتی حضرت سعد رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں میرے آقا ﷺ یہ میری ماں ہے۔ فرمایا مرحبا خوش آمدید۔ وہ قریب ہیں اور حضور انور نبی کریم ﷺ کو بڑے غور سے دیکھنے لگیں، پھر عرض پیرا ہوئیں۔ حضور ﷺ کی زیارت بعد ہر مصیبت ہیچ نظر آنے لگی ہے۔ ان کے بیٹے حضرت عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ حق و باطل میں دت پائی تھی۔ حضور انور ﷺ نے ان کی والدہ سے تعزیت کی۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے پھر فرمایا: اے سعد کی ماں! تمہیں خوشخبری ہو اور اپنے گھر ں کو بھی خوشخبری سنادو کہ جنگ میں تمہارے شہید جنت میں سب اکٹھے ہو گئے ہیں انہوں نے اپنے اہل و ل کے بارے میں شفاعت کی ہے، جو قبول کر لی گئی ہے۔ اس خاتون نے عرض کی:

''اے اللہ کے رسول! ہم اپنے ربّ کی اس مہربانی پر بہت خوش ہیں اور (اس خوشخبری کے بعد) اب ان مقتولوں پر کوئی کیوں روئے گا۔''

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت حبشہ بنت رافع رضی اللہ عنہا کو پھر خیال آیا دریائے رحمت ج جوش پر ہے۔'' ہے آج وہ مائل بعطا اور بھی کچھ مانگ'' کے مصداق سے عرض پیرا ہوئیں اے اللہ کے رے رسول ﷺ ''پسماندگان کے لیے دعا فرمائیے۔''

اللہ کریم کے رؤف و رحیم و کریم محبوب ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی۔

''اے اللہ! ان کے دلوں کے غم کو دور کردے۔ ان کی مصیبت کی تلافی کردے اور پیچھے آنے والوں کو اپنے پیشروؤں کے لیے بہتر فرمادے۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 335......السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 47)

69 جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا تاہم اہل مدینہ نے اس المناک خبر و بڑے حوصلے اور تحمل سے سنا، مرد تو مرد خواتین نے بھی کمال صبر کا مظاہرہ کیا اور اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ضا جانا۔ اسی قادر مطلق کی رضا جس کے قبضہ قدرت میں ہر ذی روح کی جان ہے۔ جو تمام مخلوقات کا پالنے الا ہے جو ہماری ہر سانس کا مالک ہے اور ایک دن جس کی طرف ہم سب کو لوٹ جانا ہے۔ وہی خالق و ئنات جس کا ذکر جمیل زخموں پر مرہم رکھتا ہے اور لمحات غم میں شکستہ دلوں کا سہارا بنتا ہے۔

اہل مدینہ نے اس درد، رنج اور کرب کا بڑی خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا، نہ کوئی کمزوری دکھائی اور نہ کسی

Marfat.com

اضطراب کا مظاہرہ کیا اس لیے کہ اہل حق ہر حال میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا پر شاکر رہتے ہیں۔

حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے پھر فرمایا سعد (رضی اللہ عنہ)، میرے گھوڑے کی باگ چھوڑ دو۔ انہوں نے باگ چھوڑ دی سارے لوگ ابھی تک ساتھ ساتھ تھے۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا اے سعد (رضی اللہ عنہ)! تمہارے قبیلے کے بہت سے لوگ زخمی ہیں۔ قیامت کے روز جب یہ لوگ حاضر ہوں گے تو ان کے زخموں سے خون جوش کر بہ رہا ہوگا۔ اس کی رنگت خون کی سی ہوگی لیکن خوشبو کستوری کی ہوگی۔ میرا یہ حکم سب کو سنا دو کہ یہیں سارے زخمی اپنے اپنے گھروں کو جائیں۔ کوئی بھی میرے ساتھ نہ آئے۔

اسی روز 8 شوال سن 3 ہجری مطابق 23 مارچ سن 625 عیسوی بروز ہفتہ حضور پُر نور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ سر شام مدینہ منورہ پہنچ گئے، اپنے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔

حسب حکم سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہیں رک گئے اور پھر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ روشنی کی خاطر رات بھر کئی گھروں میں آگ جلتی رہی۔ زخمیوں کی مرہم پٹی ہوتی رہی۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ خود حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ کاشانہ اقدس تک گئے۔ زخموں کے باعث حضور انور ﷺ کو اٹھا کر گھوڑے سے اتارا گیا۔ اور حضرت سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر ٹیک لگا کر حضور انور نبی کریم ﷺ اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔

کاشانہ اقدس میں پہنچ کر حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی تلوار سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دی کہ اس پر خون لگا ہے اسے دھو ڈالیں۔ پھر فرمایا: ''بخدا! آج اس نے اپنا حق ادا کر دیا ہے''

اس کے بعد پھر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو صاف کرنے کے لیے دی۔ آپ نے بھی اپنی شمشیر خارا شگاف کے بارے میں اظہار رائے کرتے ہوئے فرمایا:

بخدا! آج اس نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔

حضور انور، رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''اے علی! اگر آج آپ نے دشمن سے جنگ کرنے کا حق ادا کیا ہے تو آپ کے ساتھ سہل بن حنیف اور ابو دجانہ (رضی اللہ عنہما) نے بھی دشمن سے لڑنے کا حق ادا کر دیا ہے۔''

دوسری روایت میں ہے کہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اگر آپ نے اپنی تلوار کے ساتھ دشمن پر وار کرنے میں اپنی کمال مہارت کا ثبوت دیا ہے تو سہل بن حنیف، ابو دجانہ، عاصم بن ثابت، حارث بن صمہ (رضی اللہ عنہم) نے بھی اپنی تلواروں کے ساتھ اپنی شجاعت کے خوب جوہر دکھائے ہیں۔''

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 100......سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 336......السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 7

Marfat.com

نماز مغرب کے لیے حضور انور نبی کریم ﷺ حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف لائے اور نماز کے بعد حجرہ شریف میں واپسی ہوئی پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ میں گئے اور قبیلہ کی عورتوں کو ہمراہ لے آئے تا کہ حضور انور ﷺ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اظہار تعزیت کریں۔ مغرب سے عشاء تک یہ مستورات روتی رہیں۔ نماز عشاء تک حضور ﷺ نے آرام فرمایا۔ طبیعت میں کافی افاقہ محسوس ہونے لگا بغیر سہارے کے چل کر حضور انور ﷺ نماز کے لیے تشریف لے آئے اور انصار کی عورتوں کو دعاؤں سے رخصت فرمایا۔ ایک روایت میں ان کے لیے یہ دعا مرقوم ہے:

"اللہ تبارک وتعالیٰ تم پر بھی راضی ہو اور تمہاری اولاد پر بھی راضی ہو۔"

حضور انور نبی کریم ﷺ نے ان کے مردوں کو فرمایا۔

"انہیں حکم دو کہ اپنے گھروں کو واپس چلی جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر بلند آواز سے نہ روئیں۔"

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نماز عشاء کے بعد جب اپنے حجرہ مبارکہ کی طرف جانے لگے تو مردوں نے باب مبارک سے حجرہ مقدسہ تک دورویہ صفیں بنالیں۔ حضور انور ﷺ خود چلتے ہوئے ان کے درمیان سے ہوتے اور گھر تشریف لے گئے۔ مسجد کے دروازہ پر اوس وخزرج کے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رات بھر اس خیال سے پہرہ دیا کہ کفار مکہ کہیں مدینہ طیبہ پر اچانک حملہ نہ کر دیں۔

نوحہ اور آہ و بکا کی ممانعت

اہل عرب کے دستور کے مطابق غزوۂ اُحد کے بعد جب مجاہدین اسلام واپس پہنچے تو شہداء کے گھروں سے آہ و بکا کی آوازیں آنے لگیں اور عورتوں نے بلند آواز سے رونا دھونا اور نوحہ گری شروع کر دی۔ گریہ و بکا کی آواز سن کر حضور انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر رونے والا کوئی نہیں؟ یہ سن کر انصار کی عورتیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے گھر جمع ہو کر نوحہ گری کرنے لگیں۔ آپ ﷺ نے انہیں نوحہ گری کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا میرا یہ مقصد نہ تھا۔ (البدایہ والنہایہ، جلد 4 صفحہ 48)

قارئین کرام! یہ خیال رہے کہ ان تمام روایات میں سیّد الشہداء حضرت حمزہ اور دیگر شہداء رضوان اللہ علیہم پر رونے کا ذکر ہو رہا ہے۔ سینہ کوبی۔ بال نوچنے، پیٹنے، نوحہ کرنے وغیرہ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ شریعت مطہرہ میں یہی چیزیں ممنوع اور حرام ہیں۔ رہا 'رونا' آنسو بہانا' اس کی ممانعت نہیں ہے۔ یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ دل کی نرمی اور رحمت الٰہی کے نزول کی علامتیں ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حق اور باطل میں امتیاز کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور شیطانی وسوسوں سے بچا کر راہِ مستقیم پر چلنے کی ہمیں ہمت عطا فرمائے۔

Marfat.com

آمین ثم آمین۔

مسلمانوں نے معرکہ اُحد سے واپس آ کر 8 شوال بروز ہفتہ اور 9 شوال سن 3 ہجری اتوار، ان دونوں کی درمیانی شب (رات) ہنگامی حالت میں گزاری۔ جنگ نے انہیں چور چور کر رکھا تھا وہ تھکے ماندے لیکن اس کے باوجود وہ رات بھر مدینے کے مختلف راستوں اور گزرگاہوں پر پہرہ دیتے رہے۔ صحابہ کرام نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی حفاظت کے لیے خصوصی انتظامات کئے۔ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم برائے حفاظت آپ ﷺ کے حجرہ مبارکہ کے باہر تعینات رہے کیونکہ انہیں ہر طرف سے خدشات لاحق تھے۔

بیشتر روایتیں متفق ہیں کہ مسلمان شہداء کی تعداد انہتر (69) تھی جن میں بھاری اکثریت انصار کی تھی یعنی ان کے پینسٹھ (65) آدمی شہید ہوئے تھے، 41 خزرج سے اور 24 اوس سے ایک آدمی یہود سے قتل ہوا تھا اور مہاجرین شہداء کی تعداد صرف چار تھی۔

باقی رہے قریش کے مقتولین تو ابن اسحاق کے بیان کے مطابق ان کی تعداد 22 تھی لیکن اصحاب مغازی اور اہل سیر نے اس معرکے کی جو تفصیلات ذکر کی ہیں اور جن میں ضمناً جنگ کے مختلف مرحلوں میں ہونے والے مشرکین کا تذکرہ آیا ہے ان پر گہری نظر رکھتے ہوئے حقیقت پسندی کے ساتھ حساب لگایا جائے تو یہ تعداد 22 نہیں بلکہ 37 ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

(دیکھئے ابن ہشام 2:122 تا 129 ...... فتح الباری 7:351 ...... غزوۂ اُحد تصنیف محمد احمد باشمیل: 278، 279، 280)

قارئین کرام! راقم الحروف یا اس کتاب کے مصنف نے علامہ محمد احمد باشمیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اشاروں سے متاثر ہو کر مشرکین کے مقتولین کی تعداد کے بارے میں بہت دلجمعی سے مصدقہ تحقیق کی ہے اور اس تحقیق میں، میں نے قتل ہونے والے مشرکین کے تمام واقعات تفصیل سے لکھے ہیں۔ ان میں اکثر مختصر واقعات ہیں لیکن میں نے جہاں تک ہو سکا ہے وقوع کے لحاظ سے ترتیب سے مفصل بمع حوالہ کے لکھا ہے تاکہ اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔

میری اس تحقیق کو آپ اس کے آخر میں پڑھ سکیں گے۔ میری اس تحقیق سے مشرکین کے مقتولین کی تعداد کم از کم اکسٹھ (61) سے زائد ہوگئی ہے۔ قرآن حکیم کی سورۃ نساء آیت 104 سے یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ مسلمانوں کے شہداء اور مشرکین کے مقتولین کی تعداد میں زیادہ فرق نہیں ہے۔

ہمیں اس پر مزید تحقیق کرنی چاہئے کیونکہ شہداء اور مشرکین کے مقتولین کی تعداد کا نمایاں فرق ہر کسی کو بہت برا تاثر دیتا ہے اور شکست وفتح کے الفاظ اسی تاثر سے جنم لیتے ہیں۔

Marfat.com

شہداء اُحد کے اسمائے گرامی اور جدید تحقیق

امام بخاری رحمۃ اللہ کے مطابق اس غزوہ میں ستر (70) مسلمان شہید ہوئے جن میں غالب اکثریت انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی۔ ان کے چونسٹھ (64) آدمی شہید ہوئے۔ جن کی اکثریت خزرجیوں کی تھی جو ہمیشہ اکثریت میں ہوتے تھے۔

اور اس غزوہ میں مہاجرین کے شہداء کی تعداد چار (4) تھی۔ (قارئین کرام! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے دی گئی لسٹ میں شہدا کی تعداد کا شمار کریں۔ اس لسٹ میں دیئے گئے شہداء کی تعداد انہتر (69) ہی بنتی ہے۔ اس لئے میں شہداء کی تعداد اپنی کتاب میں انہتر (69) ہی لکھوں گا۔

جنگِ اُحد میں کتنے شہید اور ہلاک ہوئے؟ ان سے متعلق مختلف روایتیں ہیں۔

1- ایک روایت میں ہے کہ ستر (70) آدمی شہید ہوئے۔

2- ایک روایت میں ہے کہ پینسٹھ (65) شہید ہوئے۔ چار مہاجرین سے اور اکسٹھ انصار سے۔

3- ایک اور روایت میں ہے کہ ستر (70) شہید ہوئے۔

(ابن ابی کعب سے روایت)

ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور مزید کہا ہے کہ مشرکین سے تئیس (23) مشرک مرد قتل کئے گئے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کل مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے وہ کل پینسٹھ (65) اشخاص تھے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ کل شہدا ستر (70) تھے اور آپ نے مزید پانچ صحابہ کرام کے نام دیئے ہیں جن کا ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں کیا۔ (سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 17 مواہب لدنیہ ترجمہ سیرت محمدیہ صفحہ 288)

قارئین کرام! محمد بن اسحاق کی سن وفات 151 ہجری ہے اور علامہ ابن ہشام کی سن وفات 213 ہجری ہے۔

Marfat.com

مہاجرین کے شہداء

بنو ہاشم بن عبد مناف سے

1- حضرت حمزہ بن عبدالمطلب،
جنہیں جبیر بن مطعم کے غلام وحشی حبشی نے قتل کیا۔

بنو عبد شمس بن عبد مناف سے

2- حضرت عبداللہ بن جحش (ان کے حلیف)
آپ بنی اسد بن خزیمہ میں سے تھے۔

بنو عبدالدار بن قصیٰ سے

3- حضرت مصعب بن عمیر
آپ کو ابن قمہ لیثی نے قتل کیا۔

بنو مخزوم بن یقظہ سے

4- حضرت شماس بن عثمان۔

انصار کے شہداء

بنو عبدالاشہل سے (یہ اوس کا ایک بطن ہیں) چودہ آدمی شہید ہوئے۔

5- حضرت عمرو بن معاذ بن نعمان
6- حضرت حرث بن انس بن رافع
7- حضرت عمارہ بن زیاد بن سکن
8- حضرت سلمہ بن ثابت بن وقش
9- حضرت عمرو بن ثابت بن وقش
10- ان دونوں کے باپ حضرت ثابت وقش
11- حضرت حسیل بن جابر
12- حضرت صیفی بن قیبطی
13- حضرت حباب بن قیبطی
14- حضرت عباد بن سہل
15- حضرت حارث بن اوس بن معاذ
16- حضرت رفاعہ بن وقش

Marfat.com

17- حضرت ایاس بن اوس بن عتیک

18- حضرت عبید بن تیہان

بنوظفر سے (یہ اوس کا ایک بطن ہیں) صرف ایک شخص شہید ہوا۔

19- حضرت یزید بن حاطب بن امیہ

بنوضبیعہ سے (یہ اوس کا ایک بطن ہیں) دو آدمی شہید ہوئے۔

20- حضرت ابوسفیان بن حارث بن قیس بن زید

21- حضرت حنظلہ بن ابی عامر (غسیل الملائکہ)

بنوعبید بن زید سے (یہ اوس کا ایک بطن ہیں)

صرف ایک آدمی شہید ہوا۔

22- حضرت انیس بن قتادہ

بنوثعلبہ بن عمرو بن عوف سے (یہ اوس کا ایک بطن ہیں)

صرف دو آدمی شہید ہوئے۔

23- حضرت ابوحیہ بن عمرو بن ثابت

24- حضرت عبداللہ بن جبیر بن نعمان، آپ تیر اندازوں کے اس دستے کے امیر تھے جسے رسول کریم ﷺ نے مسلمانوں کے پچھلے حصے کی حفاظت کے لیے پہاڑ میں مقرر کیا تھا۔

بنوسلم بن امری القیس سے (یہ اوس کا ایک بطن ہیں) صرف ایک شہید ہوا۔

25- حضرت خیثمہ بن خیثمہ

بنوعجلان سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) صرف ایک شخص شہید ہوا۔

26- حضرت عبداللہ بن سلمہ البلوی

بنومعاویہ بن مالک بن عوف سے (یہ اوس کا بطن ہیں) صرف ایک شہید ہوا۔

27- حضرت سبیع بن حاطب

بنونجار بن ثعلبہ سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) بارہ شخص شہید ہوئے۔

28- حضرت عمرو بن قیس

29- آپ کے بیٹے حضرت قیس بن عمرو

30- حضرت ثابت بن عمرو بن زید

31- حضرت عامر بن مخلد

32- حضرت ابوہریرہ بن الحارث بن علقمہ

Marfat.com

33- حضرت عمرو بن مطرف بن علقمہ بن عمرو

34- حضرت اوس بن ثابت بن منذر (حضرت حسان بن ثابتؓ کے بھائی)

35- حضرت انس بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام (خادم رسول حضرت انس کے چچا)

36- حضرت قیس بن مخلد

37- حضرت کیسان (ان کے غلام)

38- حضرت سلیم بن حارث

39- حضرت نعمان بن عبد عمرو

بنوالحارث سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) تین آدمی شہید ہوئے۔

40- حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر

41- حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زہیر (ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔)

42- حضرت اوس بن الارقم بن زید

بنوالابجر (بنی حذرہ) سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) تین آدمی شہید ہوئے۔

43- حضرت مالک بن سنان بن عبید

44- حضرت سعید بن سوید بن قیس

45- حضرت عتبہ بن ربیع بن رافع

بنوساعدہ سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) دو آدمی شہید ہوئے۔

46- حضرت ثعلبہ بن سعد بن مالک

47- حضرت ثقف بن فروہ بن عدی

بنوطریف سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) دو آدمی شہید ہوئے۔

48- حضرت عبداللہ بن عمرو بن وھب

49- حضرت ضمرہ (ان کے حلیف) بنو جہینہ سے

عوف بن الخزرج سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) پانچ آدمی شہید ہوئے۔

50- حضرت نوفل بن عبداللہ

51- حضرت عباس بن عبادہ بن نضلہ

52- حضرت نعمان بن مالک بن ثعلبہ

53- حضرت مجذر بن زیاد البلوی الانصاری الخزرجی (بالحلف)

54- حضرت عبادہ بن خشخاش

Marfat.com

بنوحبلی سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) صرف ایک شخص شہید ہوا۔

55- حضرت رفاعہ بن عمرو

بنوسلمہ سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) چار اشخاص شہید ہوئے۔

56- حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام

57- حضرت عمرو بن جموح بن زید بن حرام

58- حضرت خلاد بن عمرو بن جموح

59- حضرت ابوایمن (عمرو بن جموح کے آزاد غلام)

بنوسواد بن غنم سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) تین آدمی شہید ہوئے۔

60- حضرت سلیم بن عمرو بن جدیدۃ

61- حضرت عنترہ (سلیم بن عمرو کا غلام)

62- حضرت اسہل بن قیس بن کعب

بنوزریق بن عامر سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) دو آدمی شہید ہوئے۔

63- حضرت ذکوان بن عبد قیس

64- حضرت عبید بن معلّیٰ

بنومعاویہ بن مالک سے (یہ اوس کا بطن ہیں) ایک شہید ہوا۔

65- حضرت مالک بن نمیلہ مزنی (ان کا حلیف)

بنوخطیمہ سے (یہ اوس کا بطن ہیں) ایک شہید ہوا۔

66- حضرت حرث بن عدی بن خرشہ

بنوسواد بن مالک سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) ایک آدمی شہید ہوا۔

67- حضرت مالک بن ایاس

بنوعمرو بن مالک سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) ایک آدمی شہید ہوا۔

68- حضرت ایاس بن عدی

بنوسالم بن عوف سے (یہ خزرج کا بطن ہیں) ایک شخص شہید ہوا۔

69- حضرت عمرو بن ایاس

(رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) (سیرت ابن ہشام، 2:122، 127)

اوس سے کل چوبیس (24) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور خزرج کے اکتالیس (41) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین شہید ہوئے۔ اور مہاجرین سے صرف چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور یہ کل تعداد انہتر

Marfat.com

(69) ہوئی جو سیرت ابن ہشام سے بہت چھان بین کے بعد لی گئی ہے۔

زخمی مسلمان

مسلمانوں کے زخمیوں کے متعلق کسی مورخ نے پورے اعداد وشمار نہیں دیئے۔ جیسا کہ مقتولین کی تعداد کو شمار کیا گیا ہے۔ لیکن باریک بینی سے معرکے کے حالات کی جستجو کرنے والے پر واضح ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے زخمی بہت سے تھے اور وہ ایک سو پچاس زخمیوں سے کم نہ تھے۔

سیرت حلبیہ میں بیان ہوا ہے کہ صرف قبیلہ بنی سلمہ کے زخمیوں کی تعداد چالیس تک پہنچی ہوئی تھی۔ اور مشرکین کے ہاتھوں میں ایک مسلمان بھی قیدی نہیں ہوا۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 50)

کبار زخمی صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو 20، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو 70، حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو دس دس اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو نو نو زخم آئے۔

بنی سلمہ کے چالیس جوان زخمی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صحت یابی کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 50)

مشرکین کے مقتولین

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق غزوۂ اُحد میں مشرکین کے درج ذیل (22) بائیس جنگجو مارے گئے۔

ابن کثیر، واقدی، حلبی، صالحی اور دیگر مورخین و سیرت نگاروں نے مشرکین کے مقتولین کی تعداد چوبیس (24) بتائی ہے۔ اور ابن حبان نے حضرت ابی بن کعب والی روایت کو صحیح کہا ہے اور مزید وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ غزوۂ اُحد میں مشرکین سے تیئیس (23) مشرک مرد قتل کئے گئے۔

(ابی بن کعب سے روایت)

قارئین کرام! اب میں اس کتاب کا مصنف جنگِ اُحد میں شہداء کی تعداد 69 اور مشرکین مقتولین کی تعداد تیئیس (23) کو صحیح مان کر جان کر آگے اس باب میں اعداد وشمار بیان کروں گا۔

ابن اسحاق، ابن کثیر، ابن قیم وغیرھم کا مشرکین کے مقتولین کے 22 یا 24 نام لکھ دینے کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہے کہ ان مذکورہ کے علاوہ لشکر کفار میں سے روز اُحد اور مشرکین نہیں مارے گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں لکھا ہے بلکہ انہوں نے اپنی دیگر متعلقہ تصانیف میں ان مذکورہ کے علاوہ کتنے ہی اور مقتولین مشرکین کا ذکر کیا ہے۔ اصل میں تو مقتولین مشرکین کی مصدقہ تعداد اس بتائی گئی تعداد سے تگنی کے قریب ہے۔

Marfat.com

چلیں آپ پہلے یہ بائیس نام اپنی نظر سے گزار لیں جو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق درج ذیل ہیں: پھر اس کے فوراً بعد ایک مدلل و مفصل اس سے متعلقہ تحقیق پڑھیں اور یقین کرلیں کہ میدان اُحد میں مارے گئے کفار و مشرکین کی تعداد اکسٹھ (61) کے قریب ہے تو میری تحقیق سے ثابت شدہ ہے۔

بنو عبدالدار بن قصیٰ بن کلاب بن مرۃ بن کعب سے
گیارہ اشخاص قتل ہوئے اور یہ سب علم بردار تھے۔

1- طلحہ بن ابی طلحہ......اسے حضرت زبیر بن العوام نے قتل کیا۔
2- ابوسعید بن ابی طلحہ......اسے حضرت سعد بن ابیٰ وقاص نے قتل کیا۔
3- عثمان بن ابی طلحہ......اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے قتل کیا۔
4- مسافع بن ابی طلحہ......اسے حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح نے تیر مار کر قتل کیا۔
5- جلاس بن طلحہ بن ابی طلحہ......اسے بھی حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح نے تیر مار کر قتل کیا۔
6- حارث بن طلحہ بن ابی طلحہ......اسے قزمان نے قتل کیا۔
7- کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ...... اسے بھی قزمان نے قتل کیا اور ابن ہشام کا قول ہے کہ اسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے قتل کیا ہے۔
8- ارطاۃ بن شرحبیل بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار......اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے قتل کیا۔
9- ابو یزید بن عمیر (حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی) بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار......اسے قزمان نے قتل کیا۔
10- قاسط بن شریح بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار......اسے قزمان نے قتل کیا۔
11- صواب (ان کا حبشی غلام)......اسے قزمان نے قتل کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے حضرت سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا ہے۔

بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ سے صرف ایک شخص قتل ہوا۔

12- عبداللہ بن حمید بن زبیر بن حرث بن اسد- اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور بنی زہرہ بن کلاب سے ان کے حلیف۔
13- ابوالحکم بن الاخنس بن شریق بن عمرو الثقفی (جو بالحلف زہری تھا) اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔
14- سباع بن عبدالعزیٰ غبشانی خزاعی (جو بالحلف زہری تھا) اسے حضرت حمزہ بن عبدالمطلب نے قتل کیا۔

بنو مخزوم بن یقظہ سے چار شخص قتل ہوئے۔

Marfat.com

15- ہشام بن امیہ بن مغیرہ (حضرت خالد بن ولید کے عمزاد) اسے قزمان نے قتل کیا۔

16- ولید بن عاص بن ہشام بن مغیرہ۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا۔

17- ابوامیہ بن ابی حذیفہ بن مغیرہ۔ اسے حضرت علی بن ابی طالب نے قتل کیا۔

18- خالد بن اعلم (بنی مخزوم کا حلیف) اسے قزمان نے قتل کیا۔

بنوجمح سے دو شخص قتل ہوئے۔

19- ابوعزہ، (عمرو بن عبداللہ بن عمیر بن وہب)۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے قید ہو جانے کے بعد اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

20- ابی بن خلف بن وہب۔ اسے حضور پُرنور رسول کریم ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے گلے پر ہلکا سا زخم لگایا۔ یہ واحد مشرک شخص ہے جسے حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے گلے پر زخم لگایا اور اسی زخم کے سبب وہ چند دن بعد واپسی کے سفر کے دوران مقام سرف پر مر گیا۔ ایک قول ہے کہ یہ جگہ رابغ کے عین درمیان میں واقع تھی۔

بنوعامر بن لوی سے دو اشخاص قتل ہوئے۔

21- عبیدہ بن جابر۔ اسے قزمان نے قتل کیا۔

22- شیبہ بن مالک بن مضرب۔ اسے بھی قزمان نے قتل کیا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اسے حضرت عبداللہ بن مسعود نے قتل کیا ہے۔

تحقیق

مقتولین مشرکین کی مصدقہ تعداد کم از کم باون (52) ہے

مذکورہ بالا لسٹ محمد ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے "السیرۃ النبویہ لابن ہشام" میں دی ہے۔ عام قاری اس لسٹ سے عام طور پر یہ تاثر لیتا ہے کہ ان کے علاوہ مشرکین میں سے میدان اُحد میں کوئی اور قتل نہیں ہوا، کوئی اور مارا نہیں گیا۔ یہ ایک غلط تاثر ہے جس کا زائل کرنا ضروری ہے اور یہ اسی وقت، اسی صورت دور ہوسکتا ہے جب مقتولین مشرکین کی اصل تعداد تمام موثر دلائل، ثبوت وحوالہ جات کے ساتھ بیان کردی جائے، بتادی جائے۔ اور ایسی تحقیق کے مجموعی طور پر امت مسلمہ کے لیے بہت اچھے اور دوررس نتائج برآمد ہوں گے۔

قارئین کرام! یہ بات تو اس لسٹ کی ہورہی ہے جو ابن اسحاق یا دیگر سیرت نگاروں، تاریخ دانوں یا مورخین نے اپنی تصانیف میں لکھی ہیں۔ اصل میں یہ کسی بھی لحاظ سے حتمی لسٹ نہیں ہیں۔ ان ہی مورخین نے، تاریخ دانوں نے، سیرت نگاروں نے اس سے متعلق اپنی تصانیف میں اس لسٹ کے علاوہ بھی بیسیوں ایسے مشرکین کے مارے جانے، قتل کئے جانے کے بارے میں لکھا ہے جن کے نام مذکورہ بالا لسٹ میں نہیں ہیں۔

Marfat.com

میری اس تحقیق میں

ان مقتولین مشرکین میں سے کچھ کے تو نام قبیلہ سمیت لکھے ہیں اور کچھ گمنام ہیں لیکن ان کے متعلق بیان کردہ واقعہ یا واقعات مصدقہ ہیں۔ ہر کسی کا نام معلوم نہ ہونے کی ایک بہت ہی معقول وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اکثر یعنی کہ ننانوے فیصد (99%) مشرکین مکہ انصار مدینہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے لیے اجنبی تھے، انجان تھے اور پھر زرہ اور خود کے پہنے ہوئے کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے بلکہ ناممکن ہو جاتی ہے الا یہ کہ وہ خود ہی خاندانی جوش وفخر میں اپنا نام بتا دے جیسا کہ نامور جنگجوؤں کا یہ معمول تھا۔

اسماعیل ابن کثیر (البدایہ والنہایہ)، ابن قیم (زادالمعاد)، امام بخاری (الادب المفرد، صحیح بخاری)، امام مسلم (صحیح مسلم)، امام یوسف صالحی (سبل الہدیٰ والرشاد)، ابن سعد (طبقات ابن سعد)، ابن اثیر (الکامل فی التاریخ)، واقدی (مغازی الصادقہ)، برہان الدین حلبی (السیرۃ النبویہ، غزوات النبی)، اور ابن اسحاق (السیرۃ النبویہ لابن ہشام) وغیرھم یہ سب ہی اعلیٰ پائے کے مورخین و مصنفین ہیں۔ یہی ہماری مصدر و ماخذ کتابیں ہیں جن سے حاصل کیا گیا مواد بذات خود مستند و باوثوق ہوتا ہے۔

ان تصانیف میں غزوۂ اُحد سے متعلق کتنے ہی واقعات موجود ہیں۔ ان کو منظر عام پر لانے کے لیے عرق ریزی، باریک بینی اور کمال محنت کی ضرورت ہے۔ بلامبالغہ سیرت ابن ہشام میں بھی بیسیوں ایسے مشرکین کے مارے جانے کے مصدقہ واقعات لکھے ہوئے ہیں جن کے نام اس لسٹ میں شامل نہیں ہیں۔

میں ان میں سے اکثر کا ذکر اس غزوہ کے بیان کے دوران بھی کر چکا ہوں۔ اب قارئین کرام کے اطمینان کی خاطر ایک دفعہ پھر ان کا ذکر کیا جا رہا ہے لیکن اب ہر ممکن حد تک وہ ذکر مختصر ہوگا۔ میری کوشش ہوگی کہ ان واقعات کا ذکر میں اس ترتیب سے کروں جس سے وہ وقوع پذیر ہوئے ہیں اور یہ میرے تصور یا میری دماغی پکچر کے مطابق ہوگا اس لیے ضروری نہیں ہے کہ آپ میری اس ترتیب سے اتفاق کریں۔

جب جنگ شروع ہوئی تو مشرکین کی طرف سے جو پہلا شخص میدان میں آ کر مبارزت طلب ہوا وہ مشرکین کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ عبدری تھا اور اسے لشکر کا مینڈھا بھی کہا جاتا ہے۔ اسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے واصل جہنم کیا۔ یہ غزوۂ اُحد کا پہلا قتل تھا۔

اب میں اس موضوع پر تحقیق کرنے والا اس کتاب کا مصنف ان مقتولین مشرکین کا ذکر کر رہا ہوں جن مقتولین مشرکین کے نام علامہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی ابن ہشام میں دی ہوئی لسٹ میں شامل نہیں ہیں۔ اور میں نے ان مقتولین مشرکین کی تعداد کے لحاظ سے سیریل نمبر لگائے ہیں تاکہ یہ تحقیق روز روشن کی طرح واضح ہو اور قارئین کرام کے دل و دماغ میں ابہام نہ رہے۔ اس بارے میں آپ سے گزارش ہے کہ اگر کوئی واقعہ یا نکتہ آپ کو پہلی بار پڑھنے سے سمجھ نہ آئے تو اسے ایک دو بار پھر توجہ سے پڑھیے۔ انشاء اللہ واقعہ یا نکتہ

Marfat.com

آپ پر واضح ہو جائے گا۔ مجھے اس سے زیادہ ان واقعات و نکات کی تفصیل نہیں مل سکی اور یہ جو ملی ہے یہ بھی تلاش بسیار کے بعد ملی ہے۔ اس لئے فی الحال اسی پر اکتفا کیجئے۔

1۔ اس کے علاوہ سیرت کی اکثر کتابوں میں ایک اور طلحہ کا ذکر ملتا ہے اور وقت رفتہ کے ساتھ اس طلحہ کا نام سیرت نگاروں نے مشرکین کی علمبردار طلحہ فیملی سے گڈمڈ کر دیا ہے بلکہ ان ہی میں شامل کر دیا ہے۔

میں نے اس طلحہ کے واقعہ کا بیان کرنے سے پہلے اس کے نام کی وضاحت کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ضروری نہیں اس طلحہ کا بھی تعلق علمبردار طلحہ فیملی سے ہو یہ کوئی اور نام ہوسکتا ہے یا طلحہ نام کا اس فیملی کے علاوہ کوئی اور شخص ہوسکتا ہے۔

اس طلحہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے مبارزت طلبی کے دوران لاف زنی بھی کی اور تذلیل آمیز فقرے بھی کہے۔ (اے محمد (ﷺ)! کے صحابہ تمہارا تو یہ خیال ہے کہ تمہارے تو مقتول جنت میں ہیں اور ہمارے مقتول دوزخ میں۔ لات و عزیٰ کی قسم تم جھوٹ کہتے ہو۔ اگر تم اسے سچ یقین کرتے تو تم میں سے کوئی میرے مقابلے کے لیے نکلتا۔)

اس سے مقابلہ کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور اسے ایک ہی وار میں زمین بوس کر دیا (زمین پر گرا دیا)۔ اس دوران اس کی شرمگاہ ننگی ہوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس وجہ سے دوسرا وار نہیں کیا۔ لیکن وہ پہلے وار کی تاب بھی نہ لا سکا اور کچھ ہی دیر بعد دم توڑ گیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 3 صفحہ 19......سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 287......و دیگر کتب سیرت)

میں نے بھی نام کی وضاحت کر دینے کے بعد اس کو طلحہ بن طلحہ ہی لکھا ہے اور اسے اسی علمبردار طلحہ فیملی کا ایک اور فرد بنایا ہے لیکن میں نے یہ مجبوری میں وضاحت کے بعد کیا ہے کہ شاید اس طلحہ کی اصل یا اصلی نام بھی معلوم ہو سکے۔ بہر حال اس کا نام اس لسٹ میں نہیں ہے۔

قارئین کرام! میں مندرجہ بالا کے لکھ دینے کے بعد اس معاملہ کے حل کی تلاش میں رہا۔ الحمد للہ! میرا یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ اب آپ بھی اس حل کو سمجھ لیں۔

علامہ علی بن برہان الدین حلبی علیہ الرحمۃ اپنی تصنیف غزوات النبی، باب غزوۂ احد، صفحہ 214 پر رقم طراز ہیں۔

زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا شخصی مقابلہ

سب سے پہلے (یعنی کہ علمبرداروں سے بھی پہلے) مشرکوں کے لشکر سے ایک شخص جو اونٹ پر سوار تھا میدان میں نکل کر آیا اور مبارزت طلب ہوا۔ صاحب کتاب نے یہ نہیں لکھا ہے کہ یہ شخص کون تھا اور اس کا کیا نام تھا۔ اسے حضرت زبیرؓ نے واصل جہنم کیا۔ بہر حال اس سے میرا مقصد میرا مسئلہ حل ہو گیا۔ اور میرا یہ کہنا کہ علمبرداروں کے قتل کے دوران بلکہ شروع میں ہی ایک گمنام۔۔۔

Marfat.com

جنگجو مارا گیا تھا ثبوت کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

مشرکین کے علمبردار یکے بعد دیگرے بڑی سرعت سے مارے جا رہے تھے۔ مسلمانوں کے تند و تیز و موثر حملوں کے سامنے وہ ٹھہر نہیں پا رہے تھے۔ لیکن مشرکین علمبردار بھی بڑی ہمت و حوصلے والے نکلے وہ بھی موت کا سامنا کرنے برابر آتے رہے اور اپنا جھنڈا اٹھاتے رہے۔

آخری سے پہلے والا مشرک علمبردار ابو زید بن عمیر (حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا مشرک بھائی) تھا۔ اسے قزمان نے جلد ہی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

2- سب سے آخر میں جھنڈا اٹھانے والا ارطاۃ بن شرحبیل کا لڑکا تھا۔ یہ غالباً زیادہ بڑی عمر کا نہ تھا یا کسی بھی اور وجہ سے یہ لڑکا گمنام ہی رہا۔ مورخین کے علم میں اس کا نام نہیں آیا۔ اس کا باپ ارطاۃ بن شرحبیل علمبردار تو پہلے ہی مارا جا چکا تھا۔ ارطاۃ بن شرحبیل کے اس گمنام لڑکے کو بھی قزمان نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ بھی قزمان کے ہاتھوں مارا گیا۔

یہ بنو عبدالدار کا دسواں فرد ہوا جس نے مشرکین کا جھنڈا اٹھایا اور مارا گیا۔ اس کے بعد اس قبیلے کا کوئی آدمی باقی نہ بچا جو جھنڈا اٹھاتا۔ (اگر مذکورہ بالا طلحہ کو بھی شامل کر لیا جائے تو اب تک مشرکین کے گیارہ افراد یا علمبردار مارے جا چکے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ مذکورہ طلحہ اس فیملی سے نہ تھا اور شاید اس کا نام بھی طلحہ نہ ہو۔)

بہرحال یہ مارا جانے والا تو ویسے ہی گمنام، بے نام تھا اس لیے اس کا ابن ہشام والی لسٹ میں شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 288...... الامتاع جلد 1 صفحہ 116)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں نے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تلوار مانگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہ دی تو میرے دل پر اس کا اثر ہوا۔ اور میں نے اپنے جی میں سوچا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) کا بیٹا ہوں، قریشی ہوں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ سے پہلے تلوار مانگی تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہ دی اور انہیں دے دی۔ اس لیے واللہ! میں دیکھوں گا کہ ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اس سے کیا کام لیتے ہیں۔ چنانچہ میں ان کے پیچھے لگ گیا۔

3- ادھر مشرکین میں ایک شخص تھا جو ہمارے کسی زخمی کو پاتا تو اس کا خاتمہ کر دیتا۔ یہ دونوں رفتہ رفتہ قریب ہو رہے تھے۔ میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی کہ دونوں میں ٹکر ہو جائے اور واقعتہً ٹکر ہو گئی۔ دونوں نے ایک دوسرے پر ایک ایک وار کیا۔ پہلے مشرک نے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ پر تلوار چلائی۔ پھر حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ نے تلوار کا وار کیا اور مشرک کو وہیں ڈھیر کر دیا۔

Marfat.com

بہر حال یہ مارے جانے والا مشرک بھی گمنام ہے اس لیے اس کا شامل لسٹ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 69......

سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 286......البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 17)

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''مغازی الصادقہ'' ترجمہ: مغازی الرسول میں ''اسمائے مقتولان مشرکین'' کے تحت صفحہ 228 اور 229 پر رقم طراز ہیں۔

مجھے خبر دی بکیر بن سماء نے کہ روز اُحد جنگ میں بنی عبد مناۃ بن کنانہ سے

4- خالد بن سفیان بن عویف اور

5- ابو الشعثا بن سفیان بن عویف اور

6- ابو حمزہ بن سفیان بن عویف اور

7- عزاب بن سفیان بن عویف، یہ سب قتل ہوئے۔

(مغازی الصادقہ، واقدی صفحہ 228، 229)

اس کی صداقت کے لیے علامہ علی بن برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''غزوات النبی'' مترجم اردو، غزوۂ اُحد کے باب میں صفحہ 252 اور 253 سے اقتباس حاضر خدمت ہے۔

جنگ کے دوران ایک مشرک صفوں میں سے نکل کر سامنے آیا۔ وہ سر سے پیر تک لوہے میں غرق تھا۔ اس نے گویا مقابلہ کے لیے للکار کر کہا کہ میں ابن عویف ہوں۔ یہ سن کر مسلمانوں میں سے ایک شخص آگے بڑھے جن کا نام رشید انصاری فارسی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ابن عویف کی گردن پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی زرہ کٹ گئی۔ ساتھ ہی انہوں نے کہا۔ لے میرا وار سنبھال میں ایک فارسی غلام ہوں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے جملے بھی سنے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رشید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ لے میرا وار سنبھال میں ایک انصاری غلام ہوں۔

اس کے بعد ابن عویف کا بھائی حضرت رشید انصاری رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لیے آ گیا۔ وہ بھی یہی کہتا ہوا آیا کہ میں ابنِ عویف ہوں اور یہ بھی اپنے سر پر لوہے کا خود پہنے ہوئے تھے۔ حضرت رشید انصاری فارسی رضی اللہ عنہ نے تلوار سے اس کے سر پر وار کیا جو خود کو کاٹتا ہوا اس کے سر کو اڑا گیا۔ ساتھ ہی حضرت رشید انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: لے میرا وار سنبھال میں ایک انصاری غلام ہوں۔

(غزوات النبی، لبرہان الدین حلبی باب غزوۂ اُحد صفحہ 252، 253)

Marfat.com

قارئین کرام! اس سے کم از کم ان چار مذکورہ مشرکین کا غزوۂ اُحد میں مارے جانا ثابت ہوگیا ہے اور ان چاروں کے نام بھی مذکورہ لسٹ میں نہیں ہیں۔

8- حضرت اُم عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا جو معرکوں اور محفلوں میں شیر دل، بہادر اور شجاع عورت تھیں جنہوں نے اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم اور اپنے دونوں لڑکوں حضرت عمارہ اور عبداللہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ حضرت اُم عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں روز اُحد مشکیزہ اٹھا کر مسلمانوں کو پانی فراہم کرتی تھی جب میں نے دیکھا کہ دشمنان اسلام کی چیرہ دستیاں بڑھ گئی ہیں اور انہوں نے مسلمانوں پر دراز دستی شروع کردی ہے تو میں پانی دینے سے رک گئی اور کافروں کے ساتھ قتال میں مشغول ہوگئی۔ چنانچہ مجھے تیرہ زخم پہنچے ان میں سے ایک زخم تو سال بھر تک رستا رہا اور اس کا علاج کیا جاتا رہا۔

لوگوں نے ان سے پوچھا یہ زخم کس نے لگائے تھے؟ انہوں نے کہا ابن قمئہ ملعون نے، میں نے بھی اس پر متعدد وار کئے تھے لیکن وہ دوزرہ پہنے ہوئے تھا جس پر میری ضرب کارگر نہ ہوتی تھی۔ جس وقت مجھے زخم پہنچا تو حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے فرزند عمارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو آواز دی کہ جلدی اپنی ماں کے پاس پہنچو اور ان کے زخموں کی مرہم پٹی کرو۔ حضرت اُم عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ڈھال نہ تھی۔ اس وقت حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک ایک شخص پر پڑی جس کے پاس ڈھال تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ڈھال والے! اپنی ڈھال کسی ایسے شخص کو دیدے جو مشغول قتال ہے تو اس نے اپنی ڈھال ہاتھ سے پھینک دی۔

میں نے اس ڈھال کو اٹھالیا اور حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد مشرکوں کے حملوں کو روکتی رہی۔ یہاں تک کہ ایک کافر سوار نے مجھ پر تلوار کا وار کیا لیکن وہ کارگر نہ ہوا میں نے اپنی تلوار کا وار اس کے گھوڑے پر کیا اس کا گھوڑا گر پڑا اور سوار گھوڑے سے جدا ہوگیا۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچشم خود یہ حال ملاحظہ فرمارہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لڑکے کو آواز دی کہ اے عمارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جلد ہی اپنی ماں کے پاس آ۔ اس کے بعد میں نے اور میرے لڑکے نے حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کیا اور دونوں نے مل کر اس مشرک کو قتل کردیا۔

9- حضرت عبداللہ بن نسیبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دن مشرکوں نے ایک زخم مجھے ایسا لگایا تھا جس سے خون نہ رکتا تھا۔ میری ماں نے میرے زخموں کو باندھا اور کہا اٹھ اور قتال میں مشغول ہو۔ اس وقت حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمارہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ماں! جو طاقت و ہمت تم رکھتی ہو کس میں ہے؟ اس اثناء میں وہ شخص جس نے مجھے زخمی کیا تھا ہمارے آگے سے گزرا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشرک کو دیکھتے ہی فرمایا: یہی تیرے بیٹے کو زخمی کرنے

Marfat.com

والا ہے۔ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا یہ سنتے ہی اس مشرک دشمن پر جھپٹی اور تلوار سے ایسا کاری وار کیا جس سے اس کی ٹانگ کٹ گئی اور وہ منہ کے بل زمین پر گرا اور پھر اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اس کامیابی کارروائی پر حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا تبسم فرمایا کہ آپ کے نو دندان شریف نمودار ہو گئے۔ اور فرمایا اے اُم عمارہ (رضی اللہ عنہا) تم نے اپنے بیٹے کا قصاص اور بدلہ خوب لیا۔ خدا کا شکر ہے جس نے تم کو اپنے دشمن پر ظفر مند کیا اور تمہاری آنکھوں کو تمہارے سامنے اس کو ہلاک کر کے روشن کیا۔ (غزوۂ اُحد کی فتح از کرنل محمد انور مدنی صفحہ 89، 90)

10 - حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوۂ اُحد میں شریک ہوا۔ جب دشمن کی طرف سے زوردار حملہ ہوا تو میں اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ اس وقت حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس طرف سے بھی کوئی وار ہوتا' ہم اسے روکتے۔ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی۔ میں نے فوراً لبیک کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دشمن پر وار کرو۔

میں نے سامنے گھوڑے پر سوار ایک مشرک پر پتھر پھینکا جو سیدھا اس گھوڑے کی آنکھ پر لگا جس سے گھوڑا اپنے سوار سمیت قلا بازیاں کھاتا ہوا زمین پر گر پڑا۔ میں نے آگے بڑھ کر ایک بھاری پتھر مشرک کے سر پر دے مارا جس سے دیکھتے ہی دیکھتے وہ واصل جہنم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر خوشگوار تاثرات نمایاں ہوئے اور ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے خاندان کو دعا دی۔

جہاں میں نے اس کتاب میں چیدہ چیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے وہاں حضرت اُم عمارہ نسیبہ بنت کعب رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی بھی بڑی تفصیل سے لکھے ہیں اور مذکورہ بالا واقعات کے جامع حوالہ جات دیئے ہیں۔ ان میں سے کچھ یہاں درج کیے دیتا ہوں۔

(مسند احمد جلد 6 صفحہ 349 - طبقات ابن سعد جلد 8 صفحہ 410 - کنز العمال جلد 13 صفحہ 625 - البدایہ والنہایہ جلد 3 صفحہ 166 - السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 175 - الانساب الاشراف جلد 1 صفحہ 250 - غزوۂ اُحد محمد انور مدنی صفحہ 89`90 - الاصابۃ جلد 4 صفحہ 457)

11 - ایک مشرک عتبہ بن ابی وقاص (حضرت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مشرک بھائی) نے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے و دندان مبارک پر چوٹ آئی اور ہونٹ مبارک بھی زخمی ہو گیا۔

حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن ابی وقاص کا پیچھا کیا۔ اسے جا لیا اور تلوار سے حملہ کیا اور ایک ہی وار میں اس کا سر کاٹ کر پرے پھینک دیا۔ پھر اس کا سر اٹھایا۔ اس کے گھوڑے کو پکڑا

Marfat.com

اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ یہ دیکھ کر حضور انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے دعا دیتے ہوئے دوبار فرمایا:

''اللہ آپ سے راضی ہو۔ اللہ آپ سے راضی ہو۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 294...... سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 27)

اس مشرک مقتول کا نام بھی اس لسٹ میں نہیں ہے۔

12- لشکر قریش کے دو مشہور نشانہ باز حبان بن عرقہ اور ابی سلمہ جشمی مسلمانوں پر تیر چلا رہے تھے۔ ان کے ساتھ اس وقت ایک اور مشرک مالک بن زہیر الجشمی بھی تھا اور وہ بھی مسلمانوں پر برابر تیر پھینک رہا تھا۔

حبان بن عرقہ کا ایک تیر حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کے دامن میں آ کر لگا جس سے آپ بے پردہ ہوگئیں۔ یہ دیکھ کر مشرکین تیر اندازوں نے قہقہے لگائے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو اپنی خادمہ کی یہ توہین شاق گزری۔

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے ایک بغیرانی کا تیر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیا اور اسے حبان بن عرقہ پر داغ دینے کے لیے فرمایا۔ وہ تیر سیدھا حبان بن عرقہ کے گلے پر لگا جس سے وہ زمین پر گرا اور بے پردہ ہوگیا۔

یوں اپنی خادمہ کی ہتک کا بدلہ چکا کر آپ ﷺ ہنس دیئے اور فرمایا۔

''سعد نے اُم ایمن کا بدلہ لے لیا۔ اللہ تیری دعا قبول کرے اور تیرا ہر تیر نشانے پر بیٹھے۔''

اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ایک تیر حبان بن عرقہ کے تیسرے ساتھی مالک بن زہیر جشمی پر اس کی آنکھ کا نشانہ لے کر داغ دیا۔ وہ تیر اس کی آنکھ میں لگا اور آنکھ کو پھوڑتا ہوا سر کے پار ہوگیا جس کی وجہ سے مالک زہیر الجشمی موقعہ پر ہی واصل جہنم ہوگیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد صفحہ 303)

اس مشرک مقتول کا نام بھی اس لسٹ میں شامل نہیں ہے۔

13- ایک مشرک جنگجو عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ مخزومی اپنی قوت وسپاہ گری کے زعم میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ پر حملہ آور ہونے کی غرض سے آپ ﷺ کی طرف بڑھا۔ حضرت حارث بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا راستہ روک لیا۔ اور آگے بڑھ کر تلوار کا ایک زوردار وار کیا جس کے سبب عثمان بن عبداللہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ آپ فوراً اس کی چھاتی پر چڑھ گئے اور تلوار مار کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کی زرہ اور خود اتار لیا۔ (احد کی جنگ میں صرف اس مقتول کا لباس اور اسلحہ اس کے قاتل کو دیا گیا۔) حضور انور نبی کریم ﷺ نے اس کی ہلاکت پر ربّ العالمین کی حمد وثناء کی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 309...... سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 30)

Marfat.com

اس مقتول کا نام بھی اس لسٹ میں شامل نہیں ہے۔

14- یہ مندرجہ بالا کا ہی تسلسل ہے۔ یعنی کہ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ، مشرک عثمان بن عبداللہ کا کام تمام کر کے پلٹے ہی تھے اور وہ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس، بارگاہ مبارک میں پہنچے ہی تھے کہ اتنے میں مشرکین کی فوج کے ایک دوسرے سوار (گھڑسوار) عبداللہ بن جابر نے پلٹ کر ان پر حملہ کر دیا۔ اور ان کے کندھے پر تلوار مار کر زخمی کر دیا مگر مسلمانوں نے لپک کر انہیں اٹھالیا۔ ادھر خطرات سے کھیلنے والے مرد مجاہد حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے آج سرخ پٹی باندھ رکھی تھی وہ شیر کی مانند عبداللہ بن جابر پر ٹوٹ پڑے اور ایسی تلوار ماری کہ اس کا سر اڑ کر دور جا گرا۔

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 582......سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 309......سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 30)

ان دونوں کا نام بھی مذکورہ لسٹ میں نہیں ہے۔

یہ غزوۂ اُحد کے آخری آدھے گھنٹے کا واقعہ ہے جب جنگ میں وہ شدت نہیں رہی تھی۔ حضرت حاث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ جس وقت حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم، مدبرانہ، پرازحکمت فوجی چال کے تحت گھاٹی کی طرف پلٹے تو اس وقت حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا:

میں نے عرض کیا کہ میں نے ان کو پہاڑ کے بازو میں دیکھا تھا وہ دشمن سے برسرپیکار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے ان کے ساتھ مشرکین سے لڑ رہے تھے۔ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے فوراً حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرف آیا۔

22- میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے مشرکین کی سات لاشیں پڑی ہیں۔ میں نے ان سے کہا آپ نے تو کمال کر دیا ہے۔ اور پھر پوچھا: کیا ان سب کو آپ ہی نے قتل کیا ہے؟

اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان لاشوں میں سے دو کی طرف اشارہ کر کے کہا:

''جہاں تک اس کا اور اس کا تعلق ہے تو ان دونوں کو تو میں نے ہی قتل کیا ہے۔ مگر یہ باقی جو پانچ لاشیں ہیں ان کو کس کس نے قتل کیا ہے ان کو میں نہیں جانتا یا ان کو میں بھی نہیں پہچانتا' یا میں نے بھی نہیں دیکھا۔''

یہ سُن کر حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا تھا۔ (غزوات النبی، لبرہان الدین حلبی، غزوۂ اُحد صفحہ 275...... سیرت حلبیہ جلد 2 صفحہ 75)

مذکورہ بالا مشرکین کے سات (7) مقتولین کے تو نام ہی معلوم نہیں ہیں۔ اس لیے مشرکین کے مقتولین کی لسٹ جو ابن اسحاق نے لکھی ہے بنائی ہے اس لسٹ میں ان کے نام شامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے قدرے دور ہو گئے تھے اور جنگ کی آگ

Marfat.com

ڈھیلی پڑ چکی تھی اور مشرکین شہداء کا مثلہ کر رہے تھے۔

23- حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ان مسلمانوں میں تھا جو گھاٹی سے باہر آئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ مشرکین کے ہاتھوں شہداء کا مثلہ کیا جا رہا ہے تو میں رک گیا۔ پھر آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مشرک جو بھاری بھرکم زرہ میں ملبوس تھا وہ شہیدوں کے درمیان سے گزر رہا تھا، اور کہتا جا رہا ہے کہ کٹی ہوئی بکریوں کی طرح ڈھیر ہوگئے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ ایک مسلمان مجاہد اس کا انتظار کر رہا ہے اس کے سر پر خود ہے اور وہ زرہ بھی پہنے ہوئے ہے۔ میں آگے بڑھ اس کے پیچھے کھڑا ہوگیا اور ان دونوں کا جائزہ لینے لگا۔

جسمانی ڈھیل ڈول اور اسلحہ کے اعتبار سے وہ کافر اس مسلمان مجاہد سے کہیں برتر تھا۔ میں انتظار کرنے لگا کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے یہاں تک کہ وہ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔

مسلمان مجاہد نے اللہ کا نام لے کر تلوار اس کی گردن پر ماری جو اس کی پشت کو کاٹتی ہوئی اس کی ٹانگوں سے نکل گئی۔ اس مشرک کا آدھا جسم ایک طرف اور دوسرا حصہ دوسری طرف دھڑام سے زمین پر جا گرا۔

پھر مسلمان مجاہد نے اپنا چہرہ کھولا (چہرے سے نقاب اٹھایا) اور مجھے مخاطب ہو کر کہا: اے کعب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیسی رہی؟ میں حضرت ابودجانہ (رضی اللہ عنہ) ہوں۔

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 17......ابن ہشام جلد 2 صفحہ 68-69......سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 286)

اس مشرک مقتول کا نام بھی مذکورہ لسٹ میں نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ یہ مشرک بھی گمنام تھا۔

جب حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی میں اپنی قیادت گاہ میں پہنچ گئے۔ تو مشرکین نے مسلمانوں کو زک پہنچانے کی آخری کوششیں کیں۔ (غالباً یہ دو کوششیں یکے بعد دیگرے ہوئیں)

پہلی کوشش میں مشرکین کے جنگجوؤں کا ایک دستہ ابوسفیان اور خالد بن ولید کی قیادت میں پہاڑی کے نزدیک آیا اور اس پر چڑھنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے رب العالمین! اے اللہ! یہ ہم سے اوپر نہ جانے پائیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ایک جماعت نے لڑ کر انہیں پہاڑ سے نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔

28- کچھ دیر بعد مشرکین پھر پہاڑ پر چڑھنے لگے تو حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان کے حوصلے پشت کرو اور ان کو بھگا دو۔ انہوں نے کہا میں تنہا ان کے حوصلے کیسے پست کروں؟

اس پر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہی فرمان دوہرایا کہ ان کے

Marfat.com

حوصلے پست کرو اور ان کو بھگا دو۔

بالآخر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور ان میں سے ایک مشرک کو مارا۔ وہ مشرک تیر لگتے ہی ڈھیر ہوگیا۔ آپ نے پھر ترکش سے تیر نکالا اور کمان میں چڑھایا۔ آپ نے دیکھا کہ یہ تو وہی تیر تھا جسے ابھی دشمن پر داغا تھا۔ اب ایک دوسرے مشرک کا نشانہ لیا اور اسے مارا۔ تیر نے اس کا بھی کام تمام کردیا۔ آپ نے پھر تیر کے لیے اپنے ترکش میں ہاتھ ڈالا تو پھر وہی پہلے والا تیر آپ کے ہاتھ میں آ گیا۔ آپ نے اسے کمان میں چڑھایا اور مشرکین میں سے ایک کا نشانہ لے کر اسے داغ دیا۔ وہ تیر نشانہ زدہ مشرک کو لگا اور وہ مشرک بھی وہیں فوراً دم توڑ گیا۔

کچھ روایات میں ہے کہ یہ تیر آٹھ نو دفعہ دشمن پر چلا گیا۔ پانچ مشرک وہیں مر گئے اور چار زخم کھا کر بھاگ گئے۔ اس کے بعد مشرکین خوفزدہ ہو کر نیچے اتر گئے اور وہاں سے واپس اپنے لشکر و کیمپ کی طرف چلے گئے۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 86..... زاد المعاد جلد 2 صفحہ 240)

کچھ روایات میں ہے کہ اس موقع پر یہی تیر مختلف مشرکین پر پانچ دفعہ داغا گیا اور ہر دفعہ اس سے ایک مشرک ہلاک ہوا۔ یعنی کہ کل پانچ مشرکین اس واقعہ میں ہلاک ہوئے۔ (اور مجھے یہی صحیح لگتا ہے کہ ان پانچ تیروں سے 'پانچ دفعہ کے تیر مارنے سے) پانچ مشرک چند منٹوں میں ہلاک ہوگئے جس سے ان کے حوصلے فوری طور پر اتنے پست ہوئے کہ وہ جان بچانے کے لیے وہاں سے دم دبا کر بھاگ گئے اور پھر مسلمانوں کی طرف آنے کی ہمت نہ ہوئی۔)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے وہ مبارک تیر سنبھال کر اپنے پاس رکھ لیا۔ زندگی بھر پاس رہا اور ان کے بعد ان کی اولاد کے پاس رہا۔ (زاد المعاد جلد 2 صفحہ 95، 240..... غزوات النبی باب غزوۂ اُحد صفحہ 245)

یہ پانچ مشرک بھی جو ہلاک ہوئے گمنام ہیں۔ اس لیے ان کے نام بھی لسٹ میں نہیں ہو سکتے۔

مشرک جاسوس مارا گیا

29- معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص، لشکر مشرکین کا ایک جنگجو تھا۔ جب مشرکین جنگ کے بعد واپس برائے مکہ چلے تو یہ ان کے ساتھ تھا۔ لیکن یہ شخص جلد ہی ان سے علیحدہ ہوگیا اور مدینہ میں آ گھسا۔ اور پھر اپنے چچا زاد بھائی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو سخت پریشان ہوئے اور کہا کہ معاویہ تو نے مجھے بھی اور اپنے آپ کو بھی ہلاک کردیا ہے۔ معاویہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رشتہ داری اور قربت کا واسطہ دیا اور آپ سے اس نے پناہ مانگی۔

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے گھر چھوڑا اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر معاویہ کا بتایا اور اس کے لیے امان طلب کی۔ آپ ﷺ نے اسے امان دے دی اور اس کے لیے تین دن کی میعاد مقرر فرما دی اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص تین دنوں کے بعد مدینہ میں دیکھا گیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

آپ ﷺ جب لشکر مشرکین کا پیچھا کرنے حمراء الاسد تک چلے گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ (لشکر) کے ساتھ تھے۔ معاویہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور قریش مکہ کے لیے مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے لگا۔ جب حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ حمراء الاسد سے واپس مدینہ تشریف لائے تو معاویہ کو جو مہلت دی گئی تھی وہ گزر چکی تھی اور یہ اس کا چوتھا دن تھا۔

اب معاویہ بن مغیرہ مدینہ سے بھاگ گیا اور مکہ پہنچنے کے لیے عام راستے سے ہٹ کر چھپتا چھوپاتا چلتا رہا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ اس کا تعاقب کریں اور اسے قتل کر دیں۔ پس ان دونوں نے اسے مدینہ سے آٹھ میل (13 کلومیٹر) کے فاصلے پر پایا اور اسے تیر مار کر قتل کر دیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 129 ...... زاد المعاد جلد 2 صفحہ 108 ...... صحیح بخاری جلد 7 صفحہ 377)

نہ جانے کیوں اس مشرک مقتول کا نام مذکورہ لسٹ سے باہر رہا جب کہ اس لسٹ میں ابی بن خاف کا نام موجود ہے جو جنگ کے چار پانچ روز بعد مقام سرف (رابغ) میں ایک ہلکے سے زخم کی تاب نہ لا کر مر گیا۔

قارئین کرام! مشرکین کے مقتولین کی تیئس (23) کی لسٹ تو ابن ہشام نے دی ہوئی ہے۔ مزید انتیس (29) مشرک مقتولین کی مصدقہ نشاندہی میں نے کر دی ہے۔ اور اب مشرکین کے مقتولین کی مصدقہ کم از کم تعداد باون (52) ہو گئی ہے۔ کم از کم اس لیے کہ نہ جانے ابھی کتنے مشرکین کے بارے میں اور مصدقہ واقعات موجود ہیں جو میری نظر سے اوجھل رہے اور شاید کسی اور محقق کی نظر میں آ جائیں۔

میرے یا کسی اور کے، مشرکین کے مقتولین کی تعداد کو کم از کم باون (52) ثابت کر دینے سے آپ اپنے اسلاف (قدیم سیرت نگاروں) کے بارے میں کوئی غلط تاثر نہ بنائیں۔ ان کا تو امت مسلمہ پر احسان ہے کہ انہوں نے دن رات کمال محنت کر کے ہمارے لیے بہت کچھ لکھ چھوڑا ہے۔

اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم نہایت باریک بینی سے، دیانتداری سے بے لوث تحقیق کریں اور گتھیوں کو سلجھائیں، حقائق سامنے لائیں اور اپنے دین، بانیان دین و اسلاف کے لیے لوگوں کے دلوں میں محبت و احترام پیدا کریں۔

یہ مفروضہ نہیں ہے

میں جواب بیان کرنے لگا ہوں وہ فرضی نہیں ہے بلکہ یہ وہ حقائق ہیں وہ سچ ہے جو کسی سبب تاریخ کی

Marfat.com

نظر سے اوجھل رہے۔ اور خاص طور پر یہ ایسے مسلمانوں کو بتانے، سمجھانے کے لیے ہے جو غزوۂ اُحد کے بارے میں لشکر اسلام کے لیے شکست و ہزیمت جیسے الفاظ استعمال کر جاتے ہیں۔

انہیں یہ بتانے کے لیے ہے کہ

(1) مشرکین کے مقتولین کی کم از کم تعداد باون (52) تو ثابت کر دی گئی ہے۔

(2) ان کے علاوہ اور بھی مشرکین مارے گئے تھے لیکن وہ تاریخ کی نظر سے اوجھل رہے۔

(3) دونوں طرف کے مقتولین کی تعداد میں پانچ، دس سے زیادہ کا فرق نہیں ہے۔

(4) تیر اندازوں کی لغزش، غلطی، ناسمجھی، نافرمانی کی سزا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہیں میدان اُحد میں دے دی تھی اور پھر وہیں کچھ ہی دیر بعد معاف بھی فرما دی تھی۔ لیکن ہم اپنی ناسمجھی، نادانی کے سبب اب تک انہیں اپنے نازیبا، غیر معیاری الفاظ و خیالات سے اذیت، تکلیف دے رہے ہیں۔

قارئین کرام! جنگ کا پانسہ پلٹنے سے پہلے یا لشکر اسلام میں تیر اندازوں کی لغزش، یا حکم رسول اللہ ﷺ کے بھول جانے کے سبب جو ابتلائیں آئیں، جو افتاد پڑیں اس سے پہلے پہلے یعنی کہ جنگ شروع ہونے سے مشرکین جنگجوؤں کا میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہونے تک

مشرکین کے درج ذیل پندرہ جنگجو اور علمبردار تو مارے جا چکے تھے اور یہ وہ ہیں جو سب پر ظاہر تھے:

1- طلحہ بن ابی طلحہ جسے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

2- گمنام مبارزت طلب جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

3- عثمان بن ابی طلحہ

4- ابوسعید بن ابی طلحہ

5- مسافع بن طلحہ

6- حارث بن طلحہ

7- کلاب بن طلحہ

8- جلاس بن طلحہ

9- ارطاۃ بن شرحبیل

10- شریح بن قارظ

11- ابوزید بن عمیر

12- شرحبیل بن ہاشم

13- گمنام اسی شرحبیل کا بیٹا

Marfat.com

14- صواب (غلام)

15- سباع بن عبد العزیٰ، انمار کا بیٹا

یعنی کہ میدانِ جنگ میں مندرجہ بالا پندرہ (15) مشرکین تو سب کے سامنے یعنی واضح طور پر مارے جا چکے تھے۔ جب کہ ابھی تک مسلمان لشکر کا پہلا علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں اپنا جھنڈا بلند کیے ہوئے تھا اور خوب مصروف جنگ تھا۔ اور مسلمانوں میں سے ظاہراً ابھی تک کوئی ایک مجاہد بھی شہید نہیں ہوا۔ حضرت حمزہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما دونوں شوق شہادت میں دشمن کا پیچھا کرتے ہوئے ان کے کافی اندر تک چلے گئے، تنہا تنہا ہو گئے اور اپنی فرنٹ لائن سے کافی آگے نکل کر دشمن کو تہ تیغ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ لیکن اس دوران ان دونوں کا شہید ہو جانا مسلمانوں پر ظاہر نہ تھا۔

اب کچھ ذکر جنگ کا پانسہ پلٹ جانے کے بعد کا

جنگ کا پانسہ چالیس تیراندازوں کا اپنی پوزیشن چھوڑتے ہی پلٹ گیا تھا۔ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل اپنے گھڑسوار دستوں کے ساتھ لشکر اسلام کے عقب میں پہنچ گیا اور مرکز قیادت پر حملہ کر دیا۔

قارئین کرام! آپ اسے نیا محاذ کہہ سکتے ہیں یا نمبر دو (2) محاذ کہہ سکتے۔ اس نئے محاذ کے کھل جانے سے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں علمبردار حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے فوجی حکمت عملی اور وقت کی ضرورت کے تحت جلد ہی اس نئے محاذ پر آ گئے اور یہاں اور بھی گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔

قارئین کرام! میں نے جن انتیس (29) مشرک مقتولین کا ذکر تحقیق کے زمرے میں کیا ہے تقریباً ان سب کا تعلق اس نئے محاذ سے ہے یعنی کہ وہ اس نئے محاذ پر مارے گئے یا زخمی ہوئے اور پھر مر گئے۔

اور اس محاذ پر مسلمانوں میں سے صرف ایک مجاہد جو مسلمان لشکر کے علمبردار تھے (حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ) شہید ہوئے۔ جنگ ختم ہو گئی لیکن اس محاذ پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سوا، کے علاوہ، کوئی اور مسلمان مجاہد شہید نہیں ہوا۔

قارئین کرام! اب ایک توجہ طلب نکتہ ہے جو میں بیان کرنے لگا ہوں اور یہ نکتہ ایک لحاظ سے بہت اہم بھی ہے اس لیے اگر یہ پہلی بار پڑھنے سے سمجھ نہ آئے تو اسے توجہ سے پھر پڑھیں حتیٰ کہ سمجھ آ جائے۔

اس نئے محاذ پر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور آپ سے پہلے سات انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوا جنگ کے خاتمہ تک کوئی اور مجاہد اسلام شہید نہیں ہوا اور پہلے والے محاذ پر جنگ کا پانسہ پلٹنے سے پہلے صرف دو مجاہد حضرت حمزہ اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما شہید ہوئے۔ اور نئے محاذ پر پانسہ پلٹ جانے کے بعد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ یعنی اس پوری گھمسان کی جنگ میں صرف تین مجاہدین اسلام شہید ہوئے۔ ان کے علاوہ جو چھیاسٹھ (66) مسلمان اور شہید ہو گئے وہ صرف پہلے والے محاذ پر ہی شہید ہوئے اور وہ بھی

Marfat.com

تیر اندازوں کے غلطی کر دینے کے بعد۔

سیرت ابن ہشام یا ابن ہشام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق اس غزوہ میں کل ستر (70) مسلمان شہید ہوئے اور جوان کے ناموں کی لسٹ دی گئی ہے' گزشتہ اوراق میں آپ اسے پڑھ چکے ہیں کہ اس میں انہتر (69) شہداء گرامی کے اسمائے مبارکہ ہیں:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جنگ کا پانسہ پلٹ جانے کے بعد، لشکر اسلام میں وقتی ابتری آجانے کے بعد پہلے والے محاذ پر چھیاٹھ (66) مسلمان، مجاہدین اسلام مارے گئے، شہید کر دیئے گئے۔

اب یہ کیسے مان لیا جائے کہ پہلے والے محاذ پر جنگ کا پانسہ پلٹ جانے کے بعد مسلمان تو چھیاسٹھ (66) شہید ہوں اور مشرکین میں سے ایک شخص بھی نہ مارا جائے؟؟؟

میں یہ بھی جانتا ہوں کہ پہلے والے محاذ پر خاص طور پر جبل عینین سے اتر آنے والے تیر انداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میدان میں آ کے فتح کی خوش فہمی میں اپنے دفاع سے غافل ہو گئے تھے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ان کے ساتھ کچھ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل ہو گئے ہوں گے اور اس لاپرواہی یا غفلت میں ہی ان میں سے کچھ دشمن کی تلواروں کی زد میں آ گئے اور دشمن کو جانی نقصان پہنچائے بغیر شہید ہو گئے۔ لیکن ان درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ کیسے مان لیا جائے کہ انہوں نے پندرہ بیس دشمنوں کو موت کے گھاٹ نہ اُتارا ہو گا جب کہ یہ سب تو دشمن پر اسی ارادے سے حملہ آور ہوئے تھے کہ آخری سانس تک دشمن کو کاٹتے رہیں گے' اس پر تلوار چلاتے رہیں گے۔

قارئین کرام! یہ ذہن میں رہے کہ یہ سب کے سب چھیاسٹھ (66) مسلمان پہلے والے محاذ پر شہید ہوئے ہیں جب کہ اسی دوران کی یعنی کہ جبل عینین سے پچاس میں سے چالیس تیر اندازوں کے اتر آنے کے بعد کی پہلے محاذ پر جنگ میں ایک بھی مشرک کے مارے جانے کی اطلاع یا خبر نہیں ہے۔ یہ تو ہر کسی کے لئے' ہر عقلی معیار کے شخص کے لئے ناقابل فہم ناقابل یقین بات ہے۔

اس کی صرف یہی توضیح پیش کی جاسکتی ہے کہ اس محاذ پر اس دوران پندرہ بیس مشرکین تو ضرور مارے گئے لیکن چونکہ مسلمان لڑتے لڑتے منظم با مقصد فوجی چال کے تحت اس محاذ سے نکل کر نئے محاذ پر اپنی قیادت کے گرد نزدیک آ گئے تھے اور مشرکین اب پہلے محاذ میں آزادی سے گھوم پھر سکتے تھے۔ اس دوران انہیں چیک کرنے والا' ان پر نظر رکھنے والا کوئی بھی مسلمان اس ایریا میں موجود نہ تھا اس لئے مشرکین کے سالار اعظم ابوسفیان نے اپنے مقتولین کو اس میدان سے خود ہی اٹھوا کر پیچھے کیمپ میں بھیج دیا اور یوں مسلمانوں کو ان کا پتہ نہ چل سکا۔ ویسے بھی اپنے مقتولوں کو اٹھا لے جانے کا حق ہر فریق کو تھا' ہر فوج کو ہوتا ہے۔ اگر ابوسفیان نے ایسا کیا تو اس نے کوئی غیر قانونی حرکت نہ کی بلکہ ایسا کرنے سے اس نے اپنی شہرت کو سنبھالا اور فوج کا مورال' حوصلہ بھی گرنے سے بچا لیا۔

Marfat.com

جب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ دشمن سے اتنے لڑے کہ ان کے جسم پر اسی (80) سے زیادہ زخم آئے۔
حضرت عباس بن عبادہ، حضرت خارجہ بن زید، حضرت اوس بن ارقم رضی اللہ عنہم دشمن پر بے خطر حملہ آور ہوئے اور اسی طرح حضرت ثابت بن دحداح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت لے کر خالد بن ولید کے رسالے پر حملہ آور ہوا۔

اور ان کے علاوہ بھی اس وقت اس محاذ پر کئی اور آزمودہ جنگجو مسلمان میدان کارزار میں مصروف قتال تھے۔

مانا کہ ان مجاہدین میں سے کچھ کو بے خبری میں دشمن نے آلیا لیکن پر بھی یہ کیسے ممکن ہے کہ 66 کے 66 مسلمان بغیر دشمن کو مارے مر جائیں۔ کم از کم میں اس پر یقین نہیں کر سکتا، اس کو نہیں مان سکتا۔

ان حالات میں، میں یہ محسوس کرتا ہوں اور لکھتا ہوں کہ پہلے والے محاذ پر جہاں لشکر اسلام میں وقتی ابتری کے بعد بھی گھمسان کی جنگ جاری رہی اور جس دوران کوئی 66 مسلمان شہید کیے گئے تو اس دوران لشکر مشرکین کے بھی کم از کم پندرہ بیس جنگجو ضرور مارے گئے ہوں گے۔

لیکن اس مرحلہ، سٹیج یا دور میں مشرکین کا پلہ بھاری تھا اور جنگجو مسلمان جنگی حکمت عملی کے تحت اپنی قیادت کے گرد اکٹھا ہو رہے تھے اس لیے مشرکین نے اپنے مقتولین' مسلمانوں کے علم میں آنے سے پہلے پہلے ہی اٹھا لیے اور انہیں اپنے کیمپ میں لے گئے ابوسفیان پانی فوج کا سالارِ اعلیٰ تھا اور ایسا کرنا اس کا حق تھا اور ایسا کرنے سے اُسے کئی فوائد حاصل ہوتے تھے۔ ویسے بھی فوجوں کا معمول تھا کہ اپنے زیادہ زخمی، یا مردہ اشخاص کو اٹھا لے جاتے تھے۔ جو ناکارہ ہو جائے اسے اٹھا کر محفوظ جگہ پر پہنچا دیا جائے۔ حوصلہ بلند رکھنے کے لیے یہ فوج کی ایک ضروری کارروائی ہوتی ہے۔

مشرکین کے مقتولین کے تئیس (23) کے نام تو ابن اسحاق نے سیرت ابن ہشام میں دیئے ہوئے ہیں۔

اب مزید انتیس (29) کے مصدقہ نام، واقعات میں نے دے دیئے ہیں۔ یہ کل ہو گئے باون (52) مقتولین مشرکین۔

ان میں اب اگر ان پندرہ مقتول مشرکین کو بھی لگا لیں جنہیں مشرکین مسلمانوں کے علم میں آنے سے پہلے آسانی سے اٹھا لے گئے اور وہ تاریخ کی نظر سے اوجھل رہے تو مشرکین کے مقتولین کی تعداد بھی سڑسٹھ (67) بنتی ہے۔

ابوسفیان کا عجلت میں میدان جنگ کو چھوڑ جانا اور ایسے وقت میں چھوڑ جانا جب کہ اس دوسرے مرحلہ میں اس کا پلہ اسی طرح نمایاں بھاری تھا جیسے پہلے مرحلہ میں مسلمانوں کا پلہ نمایاں بھاری تھا، دیگر اور عوامل کے ساتھ اس عنصر، اس جز، اس امر کی بھی غمازی کرتا ہے کہ اب تک اسے بھی خاطر خواہ جانی نقصان پہنچ چکا تھا۔

Marfat.com

اور جو کمی رہ گئی تھی وہ اس نے پہاڑی پر چڑھنے کے دوران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے تیروں سے اپنے پانچ آدمی ہلاک کرا کے پوری کردی۔ یعنی کہ مشرکین اور مسلمانوں کے مقتولین کی تعداد میں پانچ، دس سے زیادہ کا فرق نہیں رہا۔

اپنے موقف کی تائید میں، میں سورۃ نساء کی آیت 104 کا حوالہ دیتا ہوں جس میں علیم وخبیر، مالک و خالق کائنات کا ارشاد یوں ہے:

وَ لَاتَهِنُوْا فِی ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ یَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا یَرْجُوْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۟

ترجمہ: ''قوم (مشرکین) کے تعاقب میں ڈھیلے نہ پڑو۔ اگر تم الم محسوس کر رہے ہو تو تمہاری ہی طرح وہ بھی الم محسوس کر رہے ہیں۔ اور تم لوگ اللہ سے اس چیز کی امید رکھتے ہو جس کی وہ امید نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ جاننے والا' حکمت والا ہے۔''

میں اپنے نکتہ کو واضح کرنے کے لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ اس آیت مبارکہ کا ایک اور ترجمہ بھی پیش کردیا جائے۔

''اور کافروں کی تلاش (پیچھا کرنے) میں سستی نہ کرو' اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے' جیسا تمہیں پہنچتا ہے' اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے''۔ (سورہ نساء: 104)

ان دونوں ترجموں سے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ اس آیت مبارکہ کا تعلق صرف اور صرف غزوۂ اُحد سے ہے اور کافروں کا تعقب' مشرکین کی تلاش یا ان کا پیچھا کرنے کی ہدایت بھی غزوۂ اُحد میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دی جا رہی کہ وہ اس لشکر کفار کا پیچھا کریں جو ابھی ان سے اُحد میں جنگ کر کے مکہ کے لئے واپس جا رہا ہے۔

کچھ لوگ اپنی ناسمجھی میں اس آیت مبارکہ کے چند الفاظ کے مفہوم کو غزوۂ بدر سے جوڑ دیتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے۔ اس آیت کو ماضی یا مستقبل کے واقعات سے جوڑنا سراسر غلط فہمی ہے۔ اس کا مخاطب یا تعلق صرف اور صرف غزوۂ اُحد اور اس میں لڑنے والی فوجیں ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں ''تمہاری ہی طرح'' ''جیسا تمہیں پہنچتا ہے'' کے الفاظ بہت معنی خیز ہیں۔ یعنی کہ تمہارے ہی جتنا، تمہاری ہی طرح کا، تمہارے ہی جیسا وہ بھی دکھ و الم محسوس کر رہے ہیں۔

اس آیت مبارکہ کا مطلب و تشریح میں تو اسی طرح سمجھتا ہوں کہ اس غزوہ میں تم دونوں فریق ہر طرح سے تقریباً برابر رہے ہو۔ پہلے مرحلہ میں تمہارا (مسلمانوں کا) پلہ نمایاں بھاری رہا اور تم بالکل فتح کے قریب پہنچ گئے لیکن اسے حاصل نہ کر سکے۔ دوسرے مرحلہ میں مشرکین کا پلہ نمایاں طور پر بھاری رہا۔ وہ بھی فتح کے قریب پہنچ گئے لیکن اسے حاصل نہ کر سکے۔

Marfat.com

تمہارے آدمی (مجاہدین) جتنے زخمی ہوئے ہیں تو ان کے زخمیوں کی تعداد و شدت بھی تم سے کم نہیں ہے اور جتنے تمہارے مجاہدین شہید ہوگئے ان کے بھی کم نہیں مرے۔

تمہارے اگر کچھ گھر کے گھر ختم ہوگئے ہیں تو ان کے بھی کئی گھر کے گھر اجڑ گئے ہیں۔ تمہارا، دونوں کا الم، دکھ، رنج و غم و خسارہ برابر برابر ہی ہیں۔

قارئین کرام! آپ دوسرے ترجمے کے ان الفاظ پر غور کریں "اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے، جیسا تمہیں پہنچتا ہے۔" یہ ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ ظاہر ہے اعلیٰ ترین ترجمہ یہی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ فرما کر کہ "اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انہیں بھی دکھ پہنچتا ہے۔" ایک عام انداز سے تو دونوں لشکروں کی برابری ظاہر فرما دی ہے۔ اور آگے یہ فرما کر "جیسا تمہیں پہنچتا ہے" مزید اس حقیقت کی توثیق کر دی ہے کہ اس جنگ میں فریقین کے جانی، مالی عزت و شہرت اور دیگر نقصان تقریباً ایک ہی جیسے ہیں۔

اور آیت مبارکہ میں آگے دونوں فریق میں جو فرق ہے وہ بہت ہی وضاحت سے بتلا دیا گیا ہے۔

مسلمانو! تمہیں یہ اطمینان ہے کہ تمہاری فتح ہوتے ہوتے کیوں رہ گئی۔ تمہیں یہ بھی پتہ ہے کہ لغزش کی سزا دے دی گئی اور پھر معاف بھی فرما دی گئی اور ان کے درجات بلند کرنے کے لیے انہیں شہادت سے نواز دیا گیا۔

تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان زخموں کا، اس محنت کا صلہ تمہیں تمہارے ربِّ جلیل کے ہاں بہت زیادہ ملے گا۔ تمہارا مثلہ کیے جانے کا بھی اجر خاص اللہ تبارک و تعالیٰ سے ضرور ملے گا۔

تمہارے ہر خون و پسینہ کے قطرے کا اجر ملے گا اور جن کے نصیب میں شہادت رقم کر دی ہے ان کے خون کا تو پہلا قطرہ گرنے کے ساتھ ہی انہیں ان جنتوں میں لے جایا جاتا ہے جو ان کا مقام ابدی ہے اور وہاں وہ ہر طرح کے امن، عیش و آرام میں ہوں گے۔

جب کہ مشرکین کو مندرجہ بالا میں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہے۔ ان کے زخم بھی عذاب بنے ان کا خون بھی رائیگاں بہا اور وہ بے مقصد مارے گئے اور ان کا مستقل مقام جہنم ہے۔

میرے خیال میں باون (52) افراد کے مارے جانے کا دکھ و الم اور 69 افراد کے مارے جانے دکھ و الم برابر نہیں ہوسکتا اور قرآن حکیم اس بارے میں بہت ہی وضاحت کے ساتھ یہ فرما رہا ہے کہ جتنا دکھ تم محسوس کر رہے ہو اتنا ہی دکھ و الم وہ بھی محسوس کر رہے ہیں۔

اس لیے میں یہ کہنے میں کہ مشرکین اور مسلمانوں کے مقتولین کی تعداد میں پانچ، سات سے زیادہ کا فرق ہرگز نہیں تھا، اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتا ہوں۔

Marfat.com

یہودیوں اور منافقین کو خوشی اور یاوہ گوئی

لشکرِ اسلام کی اس پریشانی کو دیکھ کر منافقوں اور یہودیوں کی مسرت کی حد نہ رہی۔ اس افسوسناک سانحہ کا سہارا لے کر وہ دین اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی صداقت کو چیلنج کرنا چاہتے تھے۔ لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کے لیے انہوں نے بھانت بھانت کی بولیاں بولنی شروع کر دی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ رئیس المنافقین کا بیٹا (اس کا نام بھی عبداللہ تھا۔) وہ اس جنگ میں شدید زخمی ہا۔ رات بھر اس کے گھر والے آگ جلا کر اس کے زخموں کو سینکتے رہتے تھے۔

منافقین کا کردار انتہائی گھناؤنا اور تباہ کن تھا۔ منافقین غزوۂ اُحد کے بعد بھی مسلمانوں سے تعزیت کے بہانے نہ صرف ان کے حوصلوں کو پست کرنے کی ناپاک جسارت کرتے رہے بلکہ وسوسہ انگیزی سے ان کے ذہنوں کو پراگندہ کرنے کی سازشیں بھی کرتے رہے۔ بظاہر مسلمانوں کے ہمدرد بن کر کہتے اگر فتح و نصرت ہماری ہوتی تو ہم کیوں مارے جاتے اور یہ کہ اگر (شہید ہونے والے) مسلمان مدینہ ہی میں رہ جاتے تو اپنی جان سے ہاتھ نہ دھوتے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جب بھی ان کے پاس آتا تو انہیں کچوکے دیتا۔ کہتا بیٹے! تم نے ان کے ساتھ جنگ میں شرکت کر کے عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا۔ مجھے تو اس لڑائی کا یہ انجام پہلے ہی نظر آنے لگا تھا۔ انہوں نے نادان بچوں کی بات مان لی اور میرے مشورہ کو مسترد کر دیا۔ مومن صادق حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ کی اس ہرزہ سرائی سے قطعاً متاثر نہ ہوئے اور فرمایا:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کے لیے جو کیا ہے اس میں بہتری ہے۔''

یہود کہا کرتے یہ نبی نہیں ہیں۔ یہ تو تاج و تخت کے طلب گار ہیں۔ کبھی کسی نبی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا گیا۔ خود زخمی ہوئے۔ ان کے صحابہ قتل ہوئے۔ اگر یہ اللہ کے رسول ہوتے تو کیا اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا؟ منافقوں کی سب سے بڑی کوشش یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا کریں۔ انہیں اسلام سے اور اسلام کے مستقبل سے بدظن کریں۔ وہ کہتے یہ ناداں جو اندھے جوش میں بہ گئے اور بے دردی سے قتل کر دیئے گئے اگر ہمارے پاس ہوتے تو انہیں خراش تک نہ آتی ہم انہیں اپنی قوت سے بچا لیتے۔

منافقین کے اس منافقانہ کردار نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں کہ دشمنان اسلام پروپیگنڈے کا ہتھیار استعمال کر کے کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ منافقین کے منفی پروپیگنڈے کا مثبت اثر یہ ہوا کہ قلوب کی صفائی اور ذہنوں کی تطہیر سے قصرِ ایمان کی دیواریں مزید مضبوط ہوئیں اور منافقین کو اس محاذ پر منہ کی کھانا پڑی۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ خرافات سنیں تو بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ان بدکاروں کو تہ تیغ کرنے کی انہیں اجازت دی جائے۔ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پر از حکمت ارشاد سے اپنے فاروق رضی اللہ عنہ کو بہرہ مند فرمایا اور فرمایا اے عمر!

''اللہ تبارک وتعالیٰ یقیناً اپنے دین کو غلبہ عطا فرمائے گا اور اپنے نبی کو عزت بخشے گا۔ یہود کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہے۔ پس میں ان کو قتل نہیں کروں گا۔''

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی مگر ان منافقین کے ساتھ تو کوئی معاہدہ نہیں انہیں قتل کرنے کا اذن تو مرحمت فرمائیں۔ حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ زبان سے کلمہ شہادت نہیں پڑھتے؟ عرض کی یہ کلمہ شہادت تو پڑھتے ہیں لیکن دل سے نہیں تلوار کے خوف سے پڑھتے ہیں اب ان کی حقیقت کھل گئی ہے اور ان کے دلوں میں چھپا ہوا بغض ظاہر ہو گیا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر! مجھے ایسے لوگوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے جو لا الـہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتے ہیں۔ اے فرزند خطاب! آج کے بعد یہ کفار ہمیں اس قسم کا نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 338)

Marfat.com

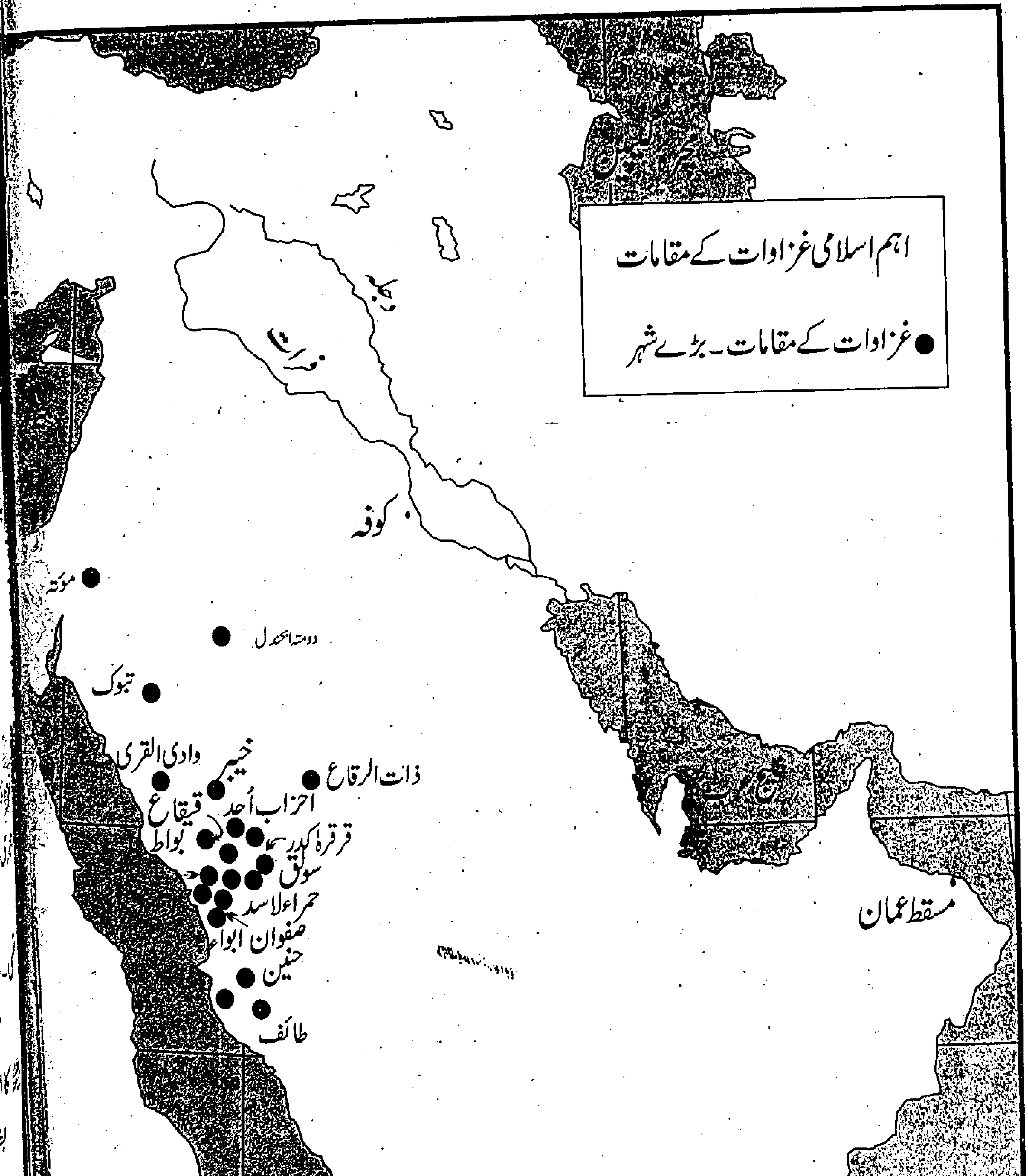
اہم اسلامی غزوات کے مقامات
● غزوات کے مقامات۔ بڑے شہر
دجلہ
فرات
کوفہ
موتہ
دومۃ الجندل
تبوک
وادی القری
خیبر
ذات الرقاع
احزاب
اُحد
قینقاع
قرقرۃ الکدر
بواط
سویق
حمراء الاسد
صفوان
ابواء
حنین
طائف
خلیج فارس
مسقط عمان
صنعاء
بحیرہ عرب
پیمانہ
۲۰۰

Marfat.com

غزوۂ حمراء الاسد

غزوۂ حمراء الاسد کا ذکر اگرچہ ایک مستقل نام سے کیا جاتا ہے مگر حقیقت میں یہ کوئی مستقل غزوہ نہ تھا بلکہ غزوۂ اُحد کا ہی آخری حصہ تھا، جزو تھا یا توسیعی عمل تھا۔

قدیم مورخین نے غالباً غزوات کی صحیح تعداد دکھانے کی غرض سے اس کا بھی ذکر ایک الگ، علیحدہ مہم کے طور پر کیا ہے اس لیے ابہام یا مغالطہ سے بچنے اور بچانے کے لیے ہم نے میں نے بھی اس مہم کے اسی عنوان کو برقرار رکھا ہے اور اسے غزوۂ اُحد سے علیحدہ بیان کیا ہے۔

اس غزوہ کا زمانہ وقوع 9 شوال سن 3 ہجری بروز اتوار کا ہے۔ یعنی کہ غزوۂ اُحد سے ایک دن بعد کا ہے۔ غزوۂ اُحد 8 شوال سن 3 ہجری بروز ہفتہ مطابق 23 مارچ 625ء کا ہے۔ اور غزوۂ حمراء الاسد 9 شوال سن 3 ہجری بمطابق 24 مارچ 625ء بروز اتوار بمطابق 9 شوال سن 3 ہجری کا ہے۔

اس غزوہ میں مجاہدین کی تعداد اندازاً 631 تھی (69 احد میں شہید ہو گئے) اور دشمن کی تعداد 2963 تھی۔ (باون 52 سے زائد اُحد میں مارے گئے۔)

مجاہدین کا لشکر بھی وہی تھا، جو ایک دن پہلے غزوۂ اُحد میں جنگ کر چکا تھا اور اس میں صرف ایک صحابہ رضی اللہ عنہ کا اضافہ ہوا۔ تمام زخمیوں نے بھی شوق و ذوق سے شرکت کی اور کوئی ایک بھی پیچھے نہ رہا۔

بطور دشمن بھی مشرکین مکہ کا وہی لشکر تھا جو ایک دن پہلے میدان اُحد میں مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا اور اس کے بعد مکہ کے لیے روانہ ہو چکا تھا اور مدینہ سے مکہ کی راہ پر 56 کلومیٹر (35 میل) دور جا کر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا انہیں اپنی جلد بازی میں کام کو ادھورا چھوڑ جانے کا احساس ہو گیا تھا اور اب وہ اس کو مکمل کرنے کی غرض سے مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے پلٹنا چاہتے تھے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور، حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم، عالم خفا و غیوب، مخبر صادق ﷺ نے مشرکین مکہ کے ان حالات و خیالات و ارادوں کو پہلے ہی بھانپ لیا تھا اس لیے حضور پُر نور ﷺ نے دشمن کو وہیں جا لینے کا ارادہ فرمایا۔

Marfat.com

لیجئے اب اس غزوہ کو تسلسل سے پڑھئے۔

حضور انور نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے پوری رات (احد سے واپسی کے بعد والی) جنگ سے پیدا شدہ صورت حال پر غور کرتے ہوئے گزاری۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم عالم خفا و غیوب ﷺ کو اندیشہ تھا کہ اگر مشرکین نے سوچا کہ میدان جنگ میں آخری دور میں اپنا پلہ بھاری رہتے ہوئے بھی ہم نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا تو انہیں یقیناً ندامت ہوگی اور وہ راستے سے پلٹ کر مدینے پر دوبارہ حملہ کریں گے۔ اس لیے حضور انور ﷺ نے فیصلہ کیا کہ بہر حال مکی لشکر کا تعاقب کیا جانا چاہئے۔

چنانچہ اہل سیر کا بیان ہے کہ حضور پُر نور نبی کریم رسول اللہ ﷺ نے معرکہ اُحد کے دوسرے دن یعنی بروز اتوار 9 شوال سن 3 ہجری کو علی الصبح اعلان فرمایا کہ دشمن کے مقابلے کے لیے چلنا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی اعلان فرمایا کہ ہمارے ساتھ صرف وہی آدمی چل سکتا ہے جو معرکہ اُحد میں موجود تھا۔

اگرچہ اعلان بڑا واضح تھا کہ مکی لشکر کے تعاقب میں وہ نکلے جسے معرکہ اُحد میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ تاہم رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بھی خدمت اقدس میں آ حاضر ہوا۔

اصل میں اپنی فطرت و سوچ کے مطابق عبداللہ بن ابی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اس نے خیال کیا کہ مسلمانوں کو اب میری اور میرے ساتھیوں کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے' میں پیشکش کروں گا تو فوراً منظور کرلی جائے گی اور اس صورت حال میں اس پیشکش کے رد ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

وہ اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہتا تھا' وہ غزوۂ اُحد میں عدم شرکت کا داغ دھو کر اپنی درپردہ سازشوں کو جاری رکھ کر اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کہنے لگا حضور ﷺ اگر اس ناچیز کو بھی ہمرکابی کا شرف عطا کیا جائے تو عین نوازش ہوگی تاکہ ہمیں بھی اپنی وفاداری اور جاں نثاری ثابت کرنے کا موقع ملے۔ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے اسے سختی سے روک دیا کہ ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت نہیں تم جا کر عورتوں کے ساتھ آرام کرو۔

اعلان کے مطابق ایک شخص کے سوا کسی نئے مجاہد کو ساتھ جانے کی اجازت نہ دی گئی اور وہ نئے شامل ہونے والے مجاہد حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے، حضرت جابر حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد زبردستی مجھے گھر کی نگرانی (خواتین کی حفاظت و نگہداشت) کے لیے چھوڑ گئے تھے (آپ کی 7 یا 9 بہنیں تھیں) اس لیے خواہش کے باوجود غزوۂ اُحد میں شرکت نہ کر سکا۔ والد گرامی کو شہادت کا رتبہ مل گیا۔ حضور انور ﷺ! مجھے بھی جہاد میں شرکت کا موقع فراہم کیجئے۔ ان کا عذر معقول تصور فرماتے ہوئے آقا حضور ﷺ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شرکت کی اجازت مرحمت فرما دی۔

ادھر مدینہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوصلے بہت بلند تھے، بھاری جانی نقصان سے دل افسردہ ضرور تھے

Marfat.com

ان چہروں پر کسی قسم کے خوف وغم کے آثار نہ تھے معرکہ اُحد سے فراغت کے ابھی پندرہ گھنٹے بھی نہ گزرے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ابھی اپنے زخم صاف کرنے کا موقع بھی نہیں ملا تھا۔ ابھی وہ زخموں سے چور چور تھے اور اپنی تھکن بھی اتار نہ پائے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تقریباً دو سو اڑھائی سو کو مختلف قسم کے زخم آئے ہوئے تھے۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ۔ کسی کا بازو زخمی ہے تو کسی کی ٹانگ، کسی کا سر پھٹا ہوا ہے تو کسی کا سینہ زخموں سے بھرا ہوا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کئی کی پشت پر تیروں اور تلواروں کے کئی کئی زخم تھے۔

لیکن جیسے ہی حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کا پیچھا کرنے کا اعلان فرمایا سب کے سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین لبیک کہتے ہوئے اپنے آقا حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے۔

کوئی ایک بھی پیچھے نہ رہا اور کسی ایک نے بھی کسی ہچکچاہٹ، تساہل، تامل کا اظہار نہ کیا بلکہ اس موقع کو سعادت جانا اور خوشی خوشی بہ شوق و رغبت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جوق در جوق حاضر ہو گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کسی نے بھی اپنے زخموں کے علاج اور دوا دارو کی طرف توجہ نہیں کی سوائے اس کے کہ انہوں نے کپڑا جلا کر زخم پر رکھا اور باندھ دیا۔ انہیں آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دعائیں حاصل تھیں۔ وہ رضائے الٰہی میں مست رہنے والے لوگ تھے اس لیے اس سے زائد انہوں نے کچھ نہیں کیا اور اللہ توکل حاضر خدمت اقدس ہو گئے۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسموں پر نو نو زخم تھے جیسے حضرت اسید بن حضیر اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما۔ بعض کے دس دس زخم تھے جیسے حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ اور بعض کے ان سے زائد زخم تھے جیسے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ایک صحابی ایسے تھے جس کے بدن پر ستر سے بھی زیادہ زخم تھے اور وہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی ایک انگلی بھی کٹ گئی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت، حب رسول، فرمانبرداری، ذوق جہاد اور شوق شہادت ان حالات میں ان کے اس فوری حاضری کے عمل سے کس طرح عیاں اور کتنی خوبصورتی سے عیاں ہے میں اس کو الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ میرے قلم میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ میں اسے بیان کرسکوں۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی مثال، عظیم لاجواب قیادت، تعلیم و تربیت و محبت نے انہیں اتنا سخت جان بنا دیا تھا۔ کئی کئی زخم، گہرے زخم، تھکان، درد، ٹیس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم برادری کے مقابلے میں انہیں یہ معلوم ہی نہ دیتے تھے۔ ان کی ہمت ہمیشہ جوان اور ارادے بڑے مضبوط تھے۔

ان کی ہمت، قوت ارادی، اطاعت، فرمانبرداری ذوق جہاد و شوق شہادت کی ایک ہلکی سی جھلک درج

Marfat.com

ذیل میں دیکھیں۔

حضرت عبداللہ بن سہیل اور حضرت رافع بن سہیل رضی اللہ عنہما، یہ دونوں انصاری صحابہ سگے بھائی تھے۔ ان میں سے حضرت رافع رضی اللہ عنہ زیادہ زخمی تھے کہ چلنا بہت دشوار تھا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی کافی زخمی تھے مگر چل پھر سکتے تھے۔

ایک انصاری بھائی (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ غزوۂ اُحد میں میرا بھائی اور میں دونوں ہی شریک ہوئے تھے جہاں سے ہم زخمی حالت میں واپس آئے۔ جب حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے تعاقب میں روانہ ہونے کا اعلان کرایا تو میرے بھائی نے مجھ سے کہا۔

''کیا ہم حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے کی سعادت سے محروم رہ جائیں گے۔ خدا کی قسم! ہمارے پاس تو سواری کے لیے کوئی جانور بھی نہیں ہے۔''

ذوق جہاد اور شوق شہادت میں دونوں بھائی پیدل ہی چل پڑے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اپنے بھائی کے مقابلے میں میرے زخم کچھ کم تھے اس لیے جب بھائی چلتے چلتے تھک جاتا تو میں اسے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر چلتا اور پھر خود تھک جاتا تو اتار دیتا اور پھر دونوں ساتھ ساتھ پیدل چلنا شروع کر دیتے۔ آخر اس طرح چلتے چلتے مقام حمراء الاسد تک پہنچ گئے جہاں پہنچ کر مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔

یہ عشاء کا وقت تھا اور مسلمان آگ جلا رہے تھے۔ جب یہ دونوں بھائی لشکر کے قریب پہنچے تو پہرہ دینے والے دستے نے ان کو ٹوکا۔ اس رات پہرے پر حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ایک دستے کے سربراہ تھے۔ حضرت عباد رضی اللہ عنہ ان دونوں کو لے کر حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''تم لوگ کوچ کے وقت کس لیے رک گئے تھے؟''

ان دونوں نے اپنی مجبوری بتلائی کہ زخموں کے سبب چلنا دوبھر ہو رہا تھا اور سواری بھی نہیں تھی۔ اس لیے گرتے پڑتے اس وقت یہاں پہنچے ہیں۔

یہ سن کر نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور فرمایا:

''اگرچہ آنے میں دیر لگی ہے مگر تم دونوں کو گھوڑے خچر اور اونٹ ملیں گے اگرچہ وہ تمہارے لیے اس سے بہتر چیز نہیں ہیں۔'' (یعنی کہ تمہارے اس حالت میں اس طرح پیدل آجانے کا بہت بہت اجر ہے۔)

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ ان دو بھائیوں نے 13 کلو میٹر (8 میل) کا فاصلہ کس ہمت جوانمردی سے طے کر لیا اور حاضر خدمت اقدس ہو گئے۔

Marfat.com

ایک پیشن گوئی

اس دوران پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم عالم خفا و غیوب ﷺ کو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ملے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تمہارے ہتھیار کہاں ہیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ قریب ہی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ جلدی سے گئے اور اپنے ہتھیار اٹھا لائے حالانکہ اس وقت حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے صرف سینے پر ہی نو زخم تھے اور ان کے جسم پر کل ملا کر ستر سے اوپر زخم تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک حضرت پُرنور نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں اپنے زخموں کی کوئی حیثیت نہیں تھی اور خود زخم کھا کر آپ ﷺ کا بچاؤ کر رہا تھا۔

جب حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اپنے ہتھیاروں کے ساتھ حاضر خدمت اقدس ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا "جہاں تک قریش کا تعلق ہے تو ان کو ہمارے ساتھ آئندہ کبھی اس طرح کا معاملہ کرنے کا موقعہ نہیں مل سکتا یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مکہ کو ہمارے ہاتھوں فتح کر دے گا۔"

اسی طرح حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"اے ابن خطاب! آئندہ کبھی قریش ہمارے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کر پائیں گے یہاں تک کہ ہم (فاتح کی حیثیت سے ملیں اور حرم میں داخل ہو کر) رکن یعنی حجر اسود کو بوسہ دیں گے۔"

بنی سلمہ میں سے چالیس آدمی زخمی ہوئے تھے۔ جب حضور پُرنور ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا: "اے اللہ! بنی سلمہ پر اپنی رحمت نازل فرما۔" غرض اس موقعہ پر جب یہ زخمی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُحد سے واپسی کے اگلے ہی دن پیغمبر اوّل و آخر و اعظم تاجدارِ کائنات حضور انور نبی کریم ﷺ کے حکم مبارک کی تعمیل میں پھر جنگ کے لیے آ حاضر ہوئے تو اس وقت خود نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بھی زخمی تھے اور اسی حالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر روانہ ہوئے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکٹھا ہو گئے اور کوچ کی تیاری ہو گئی تو آپ ﷺ نے اپنا جھنڈا منگایا۔ آپ ﷺ نے یہ پرچم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا اور ایک قول یہ ہے کہ جھنڈا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا اور مدینے میں حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔ پھر آپ ﷺ نماز فجر کی ادائیگی کے بعد اپنے مسکب نامی گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور آپ ﷺ زرہ بکتر زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔

اور رضائے الٰہی میں مر مٹنے والوں کا یہ عدیم المثال لشکر اپنے آقا ﷺ کی قیادت میں کفر و باطل کے سر غرور کو پامال کرنے کے لیے شیروں کی سی جرأت و ہمت کے ساتھ ابو سفیان کے لشکر جرار کے تعاقب میں مدینہ طیبہ سے روانہ ہوا۔ جب حضور پُرنور سرور دو عالم ﷺ "حمراء الاسد" جو مدینہ طیبہ سے 13 کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے وہاں پہنچے تو قیام فرمایا (وہاں پڑاؤ ڈالا)

Marfat.com

جب حضور انور نبی کریم ﷺ حمراء الاسد کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تو اسی جگہ بنی خزاعہ قبیلہ کا ایک شخص معبد بن ابی معبد حاضر خدمت ہوکر مشرف بہ اسلام ہوا۔ بنی خزاعہ کے لوگوں میں مسلمان بھی تھے اور کافر بھی مگر سب کے سب حضور انور نبی کریم ﷺ سے محبت رکھتے تھے۔

معبد بن ابی معبد رضی اللہ عنہ نے اُحد میں مسلمانوں کے نقصان پر اپنے غم و دکھ کا اظہار کیا۔ وہ ایک پرخلوص انسان اور اچھا مسلمان تھا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ واپس ابوسفیان کے پاس مقام روحاء جائے اس سے ملاقات کرے اور اسے اتنا خوف زدہ کرے کہ وہ فوری اپنے لشکر سمیت دم دبا کر مکہ بھاگ جانے پر مجبور ہو جائے۔

ادھر حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ نے جو اندیشہ محسوس کیا تھا کہ مشرکین مدینے کی طرف پلٹنے کی بات سوچیں گے وہ بالکل برحق تھا۔ چنانچہ مشرکین نے مدینے سے (56 کلومیٹر) دور مقام روحاء پر پہنچ کر جب پڑاؤ ڈالا تو آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کی۔ کہنے لگے: ”تم لوگوں نے کچھ نہیں کیا۔ ان کی شوکت وقوت توڑ کر انہیں یوں ہی چھوڑ دیا حالانکہ ابھی ان کے اتنے سر باقی ہیں کہ وہ تمہارے لیے پھر دردسر بن سکتے ہیں لہٰذا واپس چلو اور انہیں جڑ سے صاف کردو۔“ انہیں یہ شدت سے احساس ہوا کہ وہ کام ادھورا چھوڑ گئے ہیں اور وہ ندامت میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور فیصلہ کیا کہ پلٹ کر مدینہ پر حملہ کیا جائے۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ میدان اُحد سے واپسی پر ابوسفیان نے اگلے سال پھر جنگ کا مسلمانوں کو چیلنج تھا اور حضور انور نبی کریم ﷺ نے اس چیلنج کو قبول بھی کرلیا تھا۔ اور اس کے بعد مشرکین مکہ ابوسفیان کے ساتھ فوری مکہ کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔

راستے میں لشکر کفار نے محسوس کیا کہ ہم تو اپنے پروگرام کو ادھورا چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کی اہم شخصیات تو ابھی زندہ وسلامت ہیں، جنگ میں ہار جیت کا قطعی فیصلہ بھی نہ ہوسکا۔ آغاز میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا آخر میں ہمیں غلبہ حاصل ہوا۔ دونوں طرف سے لوگ قتل ہوئے، یہ تاثر پورے کے لشکر میں پھیل گیا اور وہ کف افسوس ملنے لگے کہ لشکر کی واپسی میں عجلت کا مظاہرہ کرکے ہم نے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ ہمیں جنگ کو اپنے انجام تک پہنچانا چاہیے تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو طعنے دینا شروع کردیئے۔ یہ خطرہ بھی محسوس کیا جانے لگا کہ مسلمان اپنی جمعیت کو جمع کرکے کسی وقت بھی جوابی حملہ کرسکتے ہیں۔

ہماری جنگی حکمت عملی یہ ہونی چاہئے تھی کہ جب ہمیں مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہو گیا تھا تو ان کی اہم شخصیات کو تہ تیغ کردیتے تاکہ پھر کسی کو ہمارے خلاف صف آراء ہونے، ہمارے بتوں کو جھٹلانے اور ہمارے صدیوں پرانے نظام حیات کو چیلنج کرنے کی جراٴت نہ ہوتی۔ ایک دوسرے کو ملامت کرنے کے بعد مشرکین مکہ سنجیدگی سے اس مسئلہ کو زیر بحث لائے کہ مسلمانوں پر حملہ کیا جائے یا مکے کی جانب واپسی کا سفر جاری رکھا جائے۔ بحث وتمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ ہمیں پھر میدان جنگ کی طرف لوٹ جانا چاہئے اور مسلمانوں کو

Marfat.com

سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر انہیں ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔ ایک تو اکثر مسلمان زخمی حالت میں ہوں گے دوسرے جانی نقصان نے ان کے حوصلے پست کر رکھے ہوں گے۔ اپنا دفاع نہیں کر سکیں گے اس لیے ہم آسانی سے ان پر غلبہ پا کر اپنے مقاصد حاصل کر سکتے ہیں۔

لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سطحی رائے تھی جو ان لوگوں کی طرف سے پیش کی گئی تھی جنہیں فریقین کی قوت اور ان کے حوصلوں کا صحیح اندازہ نہ تھا۔ اسی لیے ایک ذمہ دار افسر صفوان بن امیہ نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا: ''لوگو! ایسا نہ کرو۔ مجھے خطرہ ہے کہ جو مسلمان غزوۂ اُحد میں نہیں آئے تھے وہ بھی اب تمہارے خلاف جمع ہو جائیں گے۔ لہٰذا اس حالت میں واپس چلے چلو کہ بالادستی تمہاری ہے، ورنہ مجھے خطرہ ہے کہ مدینے پر پھر چڑھائی کرو گے تو گردش میں پڑ جاؤ گے۔'' لیکن بھاری اکثریت نے یہ رائے قبول نہ کی اور فیصلہ کیا کہ مدینے واپس چلیں گے اور مسلمانوں کو ختم کر کے آئیں گے۔

ابوسفیان، خالد بن ولید اور دیگر فوجی زعماء (لیڈر، سردار، کمانڈر) ابھی صفوان بن امیہ کی رائے پر غور و خوض کرنے کے بعد اس نتیجے، فیصلے پر پہنچے ہی تھے کہ مدینہ پر پلٹ کر حملہ کیا جائے اور ابھی پڑاؤ چھوڑ کر ابوسفیان اور اس کے فوجی ہلے بھی تھے کہ معبد بن ابی معبد خزاعی ان کے پاس پہنچ گیا۔ ابوسفیان کو معلوم نہ تھا کہ یہ مسلمان ہو گیا ہے۔ اس نے پوچھا: معبد! پیچھے کی کیا خبر ہے؟ معبد نے پروپیگنڈے کا سخت اعصابی حملہ کرتے ہوئے کہا: ''محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو لے کر تمہارے تعاقب میں نکل چکے ہیں۔ ان کی فوج (لشکر) اتنی بڑی ہے کہ میں نے اتنی بڑی فوج (اتنا بڑا لشکر) کبھی دیکھی ہی نہیں۔ سارے لوگ تمہارے خلاف غصے سے کباب ہوئے جا رہے ہیں۔ اُحد میں پیچھے رہ جانے والے بھی آ گئے ہیں۔ وہ جو کچھ ضائع کر چکے اس پر سخت نادم ہیں اور تمہارے خلاف اس قدر بھڑکے ہوئے ہیں کہ میں نے اس کی مثال دیکھی ہی نہیں۔'' وہ تو تمہیں اب کچا چبا جانے کے موڈ میں ہیں۔

ابوسفیان نے کہا: ''ارے بھائی یہ کیا کہہ رہے ہو؟''

معبد نے کہا: ''میں سچ کہہ رہا ہوں واللہ! میرا خیال ہے کہ تم کوچ کرنے سے پہلے پہلے گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھ لو گے یا ان کے لشکر کا ہراول دستہ اس ٹیلے کے پیچھے نمودار ہو جائے گا۔

ابوسفیان نے کہا: ''واللہ! ہم نے تو فیصلہ کیا ہے کہ ان پر پلٹ کر پھر حملہ کریں اور ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دیں۔''

معبد نے کہا: ''ایسا نہ کرنا۔ میں تمہاری خیر خواہی کی بات کر رہا ہوں۔''

حضرت معبد بن ابی معبد رضی اللہ عنہ نے حسب ہدایت ابوسفیان کے پاؤں تلے سے زمین نکال دی۔

یہ ایک نفسیاتی حربہ تھا جو کارگر ثابت ہوا۔ ابوسفیان حضرت معبد بن ابی معبد رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر کچھ پریشان بھی ہوا اور خوفزدہ بھی۔ ابوسفیان نے یہ بات اپنے کمانڈروں کو بتلائی۔ نئی صورتحال جان کر اور حضرت

Marfat.com

معبد بن ابی معبد کی باتیں سن کر مکی لشکر کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ ان پر گھبراہٹ اور رعب طاری ہوگیا اور انہیں اسی میں عافیت نظر آئی کہ مکہ کی جانب اپنی واپسی جاری رکھیں۔ چنانچہ مدینہ پر حملہ کا ارادہ ترک کر کے وہ اپنے ساتھیوں سمیت مکہ کی سمت روانہ ہوگیا۔

ابوسفیان اپنے لشکر کو لے کر فوری مکہ کے لیے چل پڑا۔ اسے مسلمانوں کی برق رفتاری اور خود اعتمادی اور قوت بازو کا پتہ تھا۔ اب وہ تصادم سے بچنا چاہتا تھا۔ ابوسفیان ایک چالاک، دوراندیش اور سمجھ دار سردار تھا۔ اسے حضرت معبد بن ابی معبد رضی اللہ عنہ کی باتوں کا پورا پورا یقین تھا اور وہ اپنے تصور میں بھی مسلمانوں کو اپنے تعاقب میں آتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

ابوسفیان نے اسلامی لشکر کو تعاقب سے باز رکھنے اور اس طرح دوبارہ مسلح ٹکراؤ سے بچنے کے لیے ایک چال چلی اور اپنے پروپیگنڈے کا ایک جوابی اعصابی حملہ کیا۔ ہوا یوں کہ جب وہ مکہ کے لیے شاہ راہ پر چلے جارہے تھے تو اس وقت ان کے پاس سے قبیلہ عبدالقیس کا ایک قافلہ گزرا جو سوئے مدینہ جارہا تھا۔

ان میں سے ابوسفیان نے ایک معتبر مشرک کو کہا۔ کیا آپ لوگ میرا ایک پیغام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچا دیں گے؟ میرا وعدہ ہے کہ اس کے بدلے جب آپ لوگ مکہ آئیں گے تو عکاظ کے بازار میں آپ لوگوں کو اتنی کشمش دوں گا جتنی آپ کی یہ اونٹنی اٹھا سکے گی۔''

ان لوگوں نے کہا: ''جی ہاں!''

ابوسفیان نے کہا'' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ خبر پہنچا دیں کہ ہم نے ان کی اور ان کے رفقاء کی جڑ کاٹ دینے کے لیے دوبارہ پلٹ کر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔''

اس کے بعد جب یہ قافلہ حمراء الاسد میں حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سے گزرا تو ان سے ابوسفیان کا پیغام کہہ سنایا اور کہا کہ لوگ تمہارے خلاف جمع ہیں، ان سے ڈرو۔

اس نے ابوسفیان کے ارادوں اور اس کی فوجی قوت کو بتاتے ہوئے بڑی مبالغہ آرائی سے کام لیا اور مسلمانوں کو خوب ہراساں کرنے کی کوشش کی۔ لیکن غلامان حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سبق پڑھا تھا اس میں کسی طاغوتی قوت سے ہراساں ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

اس کی یہ باتیں سن کر مسلمانوں کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا۔

جب اس کی لاف زنی' مبالغہ آرائیاں بندگان خدا نے سنیں تو انہوں نے بڑے پُر یقین لہجہ میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ''ہم تمہاری گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔'' اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے''۔ اس ایمانی قوت کی بدولت وہ لوگ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ پلٹے۔ انہیں کسی برائی نے نہ چھوا اور انہوں نے اللہ کی رضا مندی کی، اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔'' (المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 340)

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمانوں نے اس غزوہ میں جس صبر و ہمت اور توکل پر اللہ کا مظاہرہ کیا اسے ربّ العزت نے سورۃ آل عمران کی آیات 172، 173، 174 میں یوں بیان فرمایا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝

(سورۃ آل عمران آیات 172 تا 174)

ترجمہ: ''جنہوں نے لبیک کہا اللہ اور رسول کی دعوت پر' اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انہیں گہرا زخم ان کے لیے جنہوں نے نیکی کی' ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا اجر عظیم ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انہیں لوگوں نے بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا ہے تمہارے لیے (بڑا سامان اور لشکر) سو ڈرو ان سے' (تو اس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے جوش ایمان کو اور انہوں نے کہا' کافی ہے ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ اور وہ بہتر کارساز ہے۔

(ان کے عزم وتوکل کا نتیجہ یہ نکلا) واپس آئے یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ' نہ چھوا ان کو کسی برائی نے اور پیروی کرتے رہے رضائے الٰہی کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔''

جب حضور پُرنور، عالم خفا وغیوب، سرور دو عالم ﷺ کو عرض کی گئی کہ لشکر کفار نے لوٹ کر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا ہے تو پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور ﷺ نے پرجلال انداز میں فرمایا:

''اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے ان کے لیے پتھروں کو نشان زدہ کر دیا ہے اگر انہوں نے لوٹ کر ہم پر حملہ کا قصد کیا تو وہ پتھر ان پر برسائے جائیں گے اور صفحہ ہستی سے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا جائے گا۔''

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ 9 شوال سن 3 ہجری بروز اتوار حمراء الاسد تشریف لے گئے تھے۔ حسب معمول آپ ﷺ وہاں تین دن تک مقیم رہے۔ اس مقام پر مسلمانوں نے تین رات تک قیام کیا۔ لیکن ابوسفیان اور اس کے حواریوں کو لشکر جرار کے باوجود ہمت نہ ہوئی۔ کہ اسلام کے شیروں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکیں۔ وہاں سے دوڑتے بھاگتے مکہ جا پہنچے۔

حسب ہدایت ہر رات اپنے پڑاؤ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پانچ سو جگہ آگ روشن کرتے تاکہ میلوں دور سے بھی روشنی نظر آتی رہے۔ مسلمانوں کے پڑاؤ سے مختلف آوازیں اور آگ کی روشنی دور دور تک پہنچتی تھی اور اس کے نتیجے میں دشمنوں کے دلوں میں خوف اور رعب بیٹھ گیا تھا کیونکہ دشمن کے جاسوس تو متحرک تھے وہ ہر قسم کی خبریں اپنے آقاؤں تک پہنچاتے تھے۔

Marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس غزوہ میں عام طور پر مسلمانوں کے ساتھ جو زادِ راہ اور کھانا تھا وہ کھجوریں تھیں۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ تیس (30) اونٹ لے کر چلے تھے۔ اس دوران لشکر کے لیے کسی دن دو اور کسی دن تین اونٹ ذبح کیے جاتے تھے۔

تین روز ان کا انتظار کرنے کے بعد اسلام کی فتح وظفر کے پرچم لہراتے ہوئے بندگان خدا کا سپہ سالار تاجدارِ کائنات سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بخیر وعافیت مدینہ طیبہ مراجعت فرما ہوا۔

مدینہ واپسی سے پہلے ابوعزہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفت میں آ گیا۔ یہ وہی شخص ہے جسے بدر میں گرفتار کیے جانے کے بعد اس کے فقر (اس کی غربت) اور لڑکیوں کی کثرت کے سبب اس شرط پر بلاعوض (بلا فدیہ) چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی سے تعاون نہیں کرے گا۔ لیکن اس شخص نے وعدہ خلافی اور عہد شکنی کی اور اپنے اشعار کے ذریعہ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کیا۔ جس کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے پھر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے خود بھی جنگ اُحد میں شامل ہوا۔

جب یہ گرفتار کر کے حضور انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو کہنے لگا: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میری لغزش سے درگزر کردو۔ مجھ پر احسان کر دو اور میری بچیوں کی خاطر مجھے چھوڑ دو۔ میں عہد کرتا ہوں کہ اب دوبارہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب یہ نہیں ہوسکتا کہ تم مکہ جا کر اپنے رخسار پر ہاتھ پھیرو اور کہو کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دو مرتبہ دھوکہ دیا۔ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاسکتا۔ اس کے بعد حضرت زبیر یا حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہما کو حکم دیا اور انہوں نے اس کی گردن ماردی۔

اسی طرح مکہ کا ایک جاسوس بھی مارا گیا۔ اس کا نام معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص تھا (اور یہ شخص عبدالملک بن مروان کا نانا تھا)۔ یہ شخص اس طرح زد میں آیا کہ جب اُحد کے روز مشرکین واپس چلے گئے تو یہ اپنے چچیرے بھائی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملنے آیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امان طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر امان دے دی کہ اگر وہ تین روز کے بعد پایا گیا تو قتل کردیا جائے گا۔ لیکن جب مدینہ اسلامی لشکر سے خالی ہوگیا تو یہ شخص قریش کی جاسوسی کے لیے تین دن سے زیادہ ٹھہر گیا۔ اور جب لشکر اسلام واپس آیا تو بھاگنے کی کوشش کی۔ حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا اور انہوں نے اس شخص کا تعاقب کر کے اسے تہ تیغ کردیا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد 2 صفحہ 129...... زاد المعاد جلد 2 صفحہ 108)

قارئین کرام! غزوۂ اُحد اور غزوۂ حمراء الاسد کی مندرجہ بالا مذکور تفصیلات السیرۃ النبویہ از ابن ہشام جلد 2 کے صفحات 60 تا 129، زاد المعاد جلد 2 کے صفحات 91 تا 108، فتح الباری جلد 7 کے صفحات 345 تا 377 سے لی گئی ہیں اور دوسری مصادر کتب کے حوالے متعلقہ مقامات پر ہی دے دیئے گئے ہیں۔ کسی

Marfat.com

شک وابہام یا وضاحت کے لیے آپ مندرجہ بالا مصادر سے مذکورہ صفحات میں دیکھ سکتے ہیں۔

تدبر و بصیرت کا کمال

اگر چہ غزوہ حمراء الاسد میں کفار کے ساتھ کسی قسم کا تصادم نہیں ہوا۔ لیکن نفسیاتی محاذ پر اس سے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فتح حاصل ہوئی۔ غزوہ اُحد میں بہت شدید لڑائی لڑنے، زخمی ہونے اور پیاروں کے جانی نقصان کے باوجود اسلامی لشکر کا دشمن کے تعاقب میں فوراً ہی نکلنا، عزیمت کی ایک درخشندہ مثال ہے۔ ایک عظیم اور بے مثال عسکری قائد کی حیثیت سے بھی آپ ﷺ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضور پُرنور ﷺ کو انسانی نفسیات کے علم پر کس حد تک عبور حاصل تھا۔ آپ ﷺ کے اس اقدام نے زخموں سے چور چور، تھکان اور غموں سے دوچار اپنے ساتھیوں کے حوصلے بھی بلند رکھے۔ دشمن کا تعاقب کر کے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو ایک اعتبار بھی بخشا اور دشمن کو اس کے ناپاک ارادوں سے باز بھی رکھا۔ دشمن کو اپنی کسی کمزوری سے فائدہ نہ اٹھانے دینا حضور ﷺ کی بصیرت اور بصارت کا کمال تھا۔

دشمن بے انتہا خوفزدہ ہو گیا کہ گوشت پوست کے یہ انسان کس فولادی عزم کے مالک ہیں کہ تمام زخموں دکھوں غموں کے باوجود اپنے آقا ﷺ کے حکم پر ہمارے تعاقب کو نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا کسی تامل کے بغیر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے حکم پر سر تسلیم خم کر دینا اطاعت و فرمانبرداری کی ایک اعلیٰ ترین مثال ہے۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ گھاٹی پر متعین تیر اندازوں نے نبی کریم ﷺ کے حکم پر اپنی خواہش کو ترجیح دے کر کس طرح جیتی ہوئی بازی کھو دی تھی۔ اب انہوں نے بلا تامل حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل میں دشمن کا تعاقب کر کے کتاب شجاعت میں نئے باب کا اضافہ کیا۔

یہ بھی ایک امتحان تھا ایک آزمائش تھی اور مسلمان اس آزمائش میں کامیاب رہے۔ کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی نہیں کہا کہ یا رسول اللہ! آخر اتنی جلدی بھی کیا ہے ابھی ابھی تو ہم میدان جنگ سے واپس لوٹے ہیں ذرا دم لے لیں تو دشمن کے تعاقب میں نکلیں گے۔ لیکن نہیں اطاعت امیر کا تقاضا تھا کہ مصلحت کی تمام زنجیروں کو توڑ کر اپنے محبوب رسول کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ حضور انور نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل کر کے مجاہدین اسلام نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو راضی کر لیا اور لبیک لبیک کہتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔

غزوہ اُحد کے منفی اثرات کو زائل کرنے کے لیے سپہ سالار مدینہ حضور پُرنور رحمت عالم ﷺ نے جو جرأت مندانہ اقدامات کئے وہ عسکری تاریخ کا ایک سنہری باب ہیں۔ اور ان اقدامات میں سرفہرست غزوہ حمراء الاسد ہے جس سے سب سے زیادہ اور فوری مثبت اثرات پڑے۔

ان اقدامات سے نہ صرف مجاہدین اسلام کے حوصلے بلند ہوئے اور ان کا اعتماد بحال ہوا بلکہ عرب قبائل

Marfat.com

میں بھی ان دلیرانہ اقدامات کا خوشگوار اور مثبت ردعمل ہوا۔ اور مسلمانوں کی فروغ پذیر عسکری، سیاسی، ثقافتی اور معاشی پوزیشن سنبھل گئی۔ خصوصاً مشرکین مکہ کے نقطہ نظر سے ان حالات میں دوسرے ہی دن مسلمانوں سے ان اقدامات کی قطعاً توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے تعاقب کا سن کر ورطہ حیرت میں ڈوب ڈوب گئے، اور مسلمانوں کی ہمت و عزم سے بہت خوف زدہ ہوئے۔ اسلام کی حقانیت اور اس کے پیروکاروں کی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے غیر مشروط اور غیر متزلزل پرخلوص وابستگی نے انہیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ محبوب خدا اور خاتم النبییّن ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو دین اسلام پسند ہے اور اس نے اس دین کا تمام بنی نوع انسان و جن کے لیے قیامت تک کے لیے انتخاب فرمایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا اور اپنے محبوب نبی ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔

اللہ اور اللہ کے رسول مقبول ﷺ کے حکم کی بے چون و چرا تعمیل ہی ایک مومن کا مقصد حیات ہونا چاہئے۔ اس میں دنیا اور آخرت میں سرخروئی کا راز مضمر ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں مجاہدین کے جذبہ اطاعت کو بے حد سراہا ہے اور انہیں اپنے فضل اور انعام کا سزاوار قرار دیا ہے۔ مومنین کی جرأت، دلیری، بہادری اور شجاعت کو بھی حرف تحسین سے نوازا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں اپنی رضا کی بشارت دیتا ہے۔

رہتی دنیا تک لوگوں کے لیے ایک درخشاں مثال ظاہر کر دی کہ باوجود اس کے کہ انہیں لشکر کفار کی کثرت اور قوت سے ڈرایا گیا یہ لوگ خوفزدہ نہیں ہوئے۔ دشمن کی عسکری قوت انہیں مرعوب نہ کر سکی۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر زخمی حالت میں لبیک لبیک پکارتے ہوئے فوری نکل کھڑے ہوئے اور دشمن کی طاقت سے ڈرانے والوں کو جواب دیا کہ ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے۔ اور وہی بہترین کارساز ہے۔ ان کی یہ سوچ ان کا یہ طرز عمل ان کے ایمان کی پختگی کی دلیل ہے اور ان کی عظمت کی نشانی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے ہی باہمت اور بلند حوصلہ لوگوں کو پسند کرتا ہے اور انہیں اپنے انعامات سے نوازتا ہے اور ان پر اپنے بے پایاں فضل و کرم کی بارش کرتا ہے۔

Marfat.com

نہ کسی کی فتح اور نہ کسی کی شکست

غزوۂ اُحد فریقین کے درمیان ایک غیر فیصلہ کن جنگ تھی جس میں نہ کسی فریق کو فتح حاصل ہوئی اور نہ کسی فریق کو شکست ہوئی۔

غزوۂ اُحد کو اس کے تمام جزیات، مراحل، حالات و واقعات کے ساتھ مکمل ترین تفصیلات کے بیان کیا گیا ہے۔

اس غزوے کے انجام کے بارے میں بڑی طویل طویل بحثیں کی گئیں ہیں اور ان بحثوں میں زور اس پر رہا ہے کہ آیا اس غزوہ کو مسلمانوں کی شکست سے تعبیر کیا جائے یا نہیں؟

میرے خیال میں تو یہ بحث مباحثہ سیاسی ذہنوں کا پیدا کردہ ہے اور خاص طور پر وہ ناپختہ سیاسی ذہن اس میں ملوث ہیں جنہوں نے اس غزوہ کو تفصیل سے نہیں پڑھا اور وہ اس زمانے کے معیار فتح وشکست سے نابلد ہیں۔ ورنہ تو اس غزوہ میں اس بحث کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

اس بحث مباحثہ کی ایک اور وجہ بھی سمجھ آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے ہی بڑے بڑے سیرت نگاروں نے اپنی تصانیف میں اس غزوے سے متعلق کہیں کہیں عارضی شکست اور شکست' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس دوران میری نظر سے اس موضوع پر بڑے بڑے سیرت نگاروں کی، مفکر حضرات کی اور تاریخ دانوں کی تصانیف گزری ہیں۔

میں ان کی کتابیں پڑھ کر یہ محسوس کرتا ہوں کہ انہیں اپنے خیالات بیان کرنے کے لیے خاص طور پر ''ٹیکٹیکل ود ڈرال'' یا ''منظم پراز حکمت فوجی چال'' یا ''منظم بامقصد واپسی'' کے بیان کرنے کے لیے مناسب الفاظ نہ مل سکے اس لیے انہوں نے بے علمی میں نہ چاہتے ہوئے عارضی شکست اور شکست کے الفاظ استعمال کر لیے جن کا کہنا اور لکھنا نامناسب ہی نہیں ہیں بلکہ اس غزوہ پر رائے زنی کے لیے یہ نامناسب الفاظ غلط بیانی کے زمرے میں بھی آتے ہیں۔

اور عارضی شکست کی اصطلاح خدا جانے انہوں نے کہاں سے گھڑی ہے لی ہے۔ شکست تو عارضی نہیں

Marfat.com

ہوسکتی۔ فتح اور شکست تو فیصلہ کن الفاظ ہیں۔ ہمیں شکست و فتح کے الفاظ استعمال کرنے سے پہلے اس زمانے کے شکست و فتح کے عوامل یا معیار کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ آیا جو ہم کہہ رہے ہیں لکھ رہے ہیں وہ اس معیار سے مطابقت کھاتا بھی ہے یا نہیں۔ اگر جواب نہیں میں ہے تو ہمیں یہ الفاظ شوقیہ استعمال نہیں کرنے چاہیں کیونکہ یہ دونوں الفاظ حتمی فیصلہ کے الفاظ ہیں، فیصلہ کو ظاہر کرتے ہیں۔

یہ معاملہ فوجی ہے اور اس کو سمجھانے کے لیے مندرجہ بالا فوجی اصطلاح کی تشریح کردوں تو یہ معاملہ آسانی سے سمجھ آجائے گا اور یوں اس غزوہ کے بارے میں غیر ضروری، بے مقصد شکست و فتح کے الفاظ استعمال کرنے سے بچا جاسکے گا۔

ٹیکٹیکل ودڈرال' کا میں غزوات کے سلسلہ میں ترجمہ کروں گا، ''منظّم پُر از حکمت فوجی چال'' کیونکہ غزوات میں پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادی دو جہاں، رہبر کائنات، اصل الموجودات، حاصل تخلیق کائنات سیّد المرسلین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، ﷺ نے شرکت فرمائی ہے، آپ ﷺ اس کائنات کے اعلیٰ ترین مدبر و کمانڈر ہیں۔ آپ ﷺ کی فوجی چال کے لیے تو اس سے بھی بہت ہی زیادہ بلیغ و خوبصورت اصطلاح کی ضرورت تھی لیکن فی الحال میرے دماغ میں یہی آئی ہے اور میں اسی کو استعمال کروں گا۔

عام جنگوں یا لڑائیوں کو بیان کرنے کے لیے، ٹیکٹیکل ودڈرال کا ترجمہ ''منظّم با مقصد واپسی'' بھی کیا جاسکتا ہے۔

منظّم با مقصد واپسی ہر جنگ ہر لڑائی میں کی جاتی ہے اور دنیا کی تمام افواج اسے حسب ضرورت کرتی ہیں۔ کہیں اس کا مقصد دشمن کو دھوکا میں ڈالنے کا ہوتا ہے۔ کہیں اس کا مقصد دشمن کو اپنے مورچوں سے باہر لانا ہوتا ہے کہ ان کا ٹارگٹ پیچھے ہٹ گیا ہے اور ہتھیار کی موثر رینج سے باہر ہوگیا ہے۔ اور کہیں اس کا مقصد دشمن کو اپنی فوج کے گھیرے میں لانے کا ہوتا ہے کہ دشمن کے سامنے سے جان بوجھ کر ہٹتے گئے جبکہ اطراف میں اپنی مضبوط پوزیشن میں خاموش بیٹھے رہے اور جب دشمن گھیرے میں آ گیا تو ہر طرف سے اس پر حملہ آور ہوگئے۔ اور کہیں کہیں ایسے ہوتا ہے کہ شروع میں ہی اپنے اصلی مورچوں، بنکرز سے آگے جا کر لڑا جاتا ہے اور وقت پڑنے پر اپنی دفاعی پوزیشن یا بنکرز میں آیا جاتا ہے۔

میں نے منظّم با مقصد واپسی کو سمجھانے کے لیے موجودہ دور کی باتیں اس لیے کردی ہیں کہ یہ بتادوں، یہ عیاں کردوں کہ منظّم با مقصد واپسی ہر فوج کی حکومت عملی کا ایک حصہ ہے اور باوقت ضرورت اس فوجی چال کو ہر جنگ میں استعمال کیا جاچکا ہے اور اس فوجی چال کو اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ یہ پسپائی نہیں ہوتی یہ شکست یا عارضی شکست نہیں ہوتی اور غزوۂ اُحد میں بھی یہی ''منظّم پر از حکمت فوجی چال'' چلی گئی تھی جس کو نادان لوگ عارضی شکست اور شکست جیسے الفاظ سے ظاہر کر رہے ہیں۔

Marfat.com

اور اس غزوہ کے متعلق لوگوں کے دماغوں میں عارضی شکست، شکست جیسے نامناسب، نازیبا الفاظ کے آجانے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس غزوہ پر لکھی گئی ہر کتاب میں مسلمان مجاہدین شہداء کی تعداد 70 لکھی ہوئی ہے اور مشرکین کے مقتولین کی تعداد 22 لکھی ہوئی ہے۔ مقتولین کی تعداد میں اس نمایاں فرق کو دیکھ کر ہر پڑھنے والے کے دماغ میں یہ آجاتا ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کی خوب پٹائی ہوئی ہے اور یہی تاثر آگے بڑھ کر ان کے خیالوں میں شکست کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

کاش کہ ہم نے تحقیق کی ہوتی۔ کاش کہ بڑی بڑی لائبریریوں کے مالک، مختلف وسائل و ذرائع مالک اور اپنے لیے بڑے بڑے خطابات و نام استعمال کرنے والے علماء کرام سورۃ نساء کی آیت 104 کی روشنی میں مشرکین کے مقتولین کی صحیح تعداد جاننے کے لیے تحقیق کرتے اور اب بھی کریں اور اپنی تحقیق کی روشنی میں ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی بتائی ہوئی تعداد کی تصحیح کر دیں اور پھر اسے (مقتولین مشرکین کی تعداد 65 کو) عام کر دیں تو اس سب سے بڑے سبب یا عنصر کا سدباب کیا جا سکتا ہے۔

آپ نے پچھلے اوراق میں اس سے متعلق میری مصدقہ تحقیق تعداد پڑھ لی ہے۔ الحمد للہ مشرکین کے مقتولین کی مصدقہ تعداد کم از کم باون (52) ہوگئی ہے۔ آپ نے یہ محاورہ تو سنا ہے ناں کہ ''ایک اکیلا دو گیارہ''۔ آپ بھی اس کارِ خیر میں میرے ساتھ شامل ہو جائیں۔ آپ بھی اس بارے میں تحقیق کریں کمال محنت و باریک بینی سے اور اسے اچھے طریقے سے عوام میں پھیلائیں، اس کی دینی حلقوں میں تشہیر کریں یا پھر مکمل حوالہ جات کے ساتھ لکھ کر مجھے بھیج دیں اگر آپ کی تحقیق میرے معیار پر پوری اترے گی تو میں اسے آپ کے نام کے ساتھ اس کتاب کے اگلے ایڈیشن میں شامل کردوں گا اور امت مسلمہ پر آپ کا یہ احسان آپ کی نجات کا باعث بن سکتا ہے۔

عصر جدید کی پیداوار

آیئے اب ہم اپنے اس موضوع ''نہ کسی کی فتح اور نہ کسی کی شکست'' کو آگے بڑھاتے ہیں۔

جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں اس غزوہ میں فتح اور شکست کا کہنا، سوچنا یا اس کو موضوع بحث بنانا بعد کے سیاسی، ناپختہ اور کم علم ذہنوں کی پیداوار ہے۔

یہ تو مکہ سے چلنے سے پہلے یا میدان اُحد میں ابوسفیان یا اس کی قوم نے بھی نہیں کہا تھا اور نہ ہی مسلمانوں نے اس طرح کا کچھ کہا تھا۔

مشرکین کا تو صرف ایک ہی کہنا تھا۔ مسلمانوں سے انتقام لینا ہے، مسلمانوں سے بدلہ لینا ہے۔ اور میدان اُحد میں جنگ کے خاتمہ کے بعد مشرکین کے کمانڈر ابوسفیان نے جو الفاظ کہے وہ یہ ہیں:

''کتنا اچھا کارنامہ رہا۔ آج کا دن جنگ بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی ڈول ہے۔ (یعنی کہ کبھی

Marfat.com

ایک فریق غالب ہو جاتا ہے تو کبھی دوسرا)''

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد صفحہ 94......زاد المعاد جلد 2 صفحہ 94......صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 579)

ابوسفیان نے یہاں شکست و فتح کے الفاظ استعمال نہیں کیے ہیں۔ اس نے اسے بدلہ کہا ہے جنگ بدر کا بدلہ۔ قارئین کرام! یہ ابوسفیان کے لیے، ابوسفیان کے معیار سے غزوہ کا بدلہ تو ہوسکتا ہے لیکن تجزیہ نگاروں کے لیے، اہل نظر کے لیے، اہل علم کے لیے یہ اس کا بہت بہت کم بدلہ ہے۔ میں جب یہ لکھوں گا کہ فتح کیا ہوتی اور شکست کسے کہتے ہیں تو وہاں اس نکتہ کی بھی وضاحت کروں گا۔

اگر ابوسفیان نے مکہ واپسی کے دوران راستے میں ملنے والے قبائلی عربوں سے کہہ دیا ہو کہ ہم مسلمانوں کو بری شکست دے کر آرہے ہیں تو یہ اس کا بطور لیڈر قوم کفار حق بنتا تھا۔ وہ ایک لیڈر تھا اور دوسرے قبائل کو اپنی طاقت سے خوف زدہ کرنا چاہتا تھا تا کہ وہ مسلمانوں کے زیر اثر نہ آجائیں اور مسلمانوں کی قوت میں اضافے کا باعث نہ بنیں بلکہ ان کے لیے رکاوٹوں، دشواریوں کا باعث بن جائیں۔ اور اس نے اتنی دور لڑائی کے لیے آنے کو بھی صحیح اقدام و فیصلہ کہلوانا تھا۔ اس لیے بھی اس نے اپنی کامیابی کا ڈھنڈورا پیٹنا تھا۔

اور اس کے اس پروپیگنڈہ کا کچھ قبائل پر خاطر خواہ اثر ہوا بھی جس کا ذکر انشاء اللہ ہم بعد میں کریں گے۔ میں جو بات کہہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ شکست و فتح کے الفاظ تو فریقین میں سے کسی نے بھی نہیں کہے تھے۔ یہ تو بعد کے سیاسی، کم علم، سطحی ذہنوں کی سوچ ہے۔

فتح کسے کہتے ہیں اور شکست کیا ہوتی ہے؟

فتح کیا ہے؟ شکست کیا ہے؟

ان کا جواب تلاش کرنے کے لیے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی بہترین مثال غزوۂ بدر موجود ہے۔ یہ اس سے ایک سال ایک ماہ پہلے لڑی گئی تھی اور یہ ان دونوں فریقوں سے ہی متعلق ہے۔ اس لیے یہ مثال تو سمجھی، سمجھائی اور جانی پہنچانی مثال ہے۔ اور سیرت و تاریخ اسلام کے طالب علموں نے غزوۂ اُحد تک پہنچنے سے پہلے اسے ضرور پڑھا ہوگا اور انہیں یاد ہوگا کہ

1- مشرکین مکہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔
2- وہ میدان جنگ سے ہی نہیں بھاگے بلکہ اپنے کیمپ کو بھی چھوڑ کر بھاگ گئے۔
3- مسلمانوں کے درمیان جنگ میں کل تیرہ آدمی شہید ہوئے اور مشرکین کے میدان جنگ میں ستر (70) جنگجو اور سردار مارے گئے۔
4- مشرکین کے ستر (70) فوجی قیدی بنا لیے گئے۔
5- مسلمانوں کو خوب مال غنیمت حاصل ہوا۔

Marfat.com

6- حضور پُرنور نبی کریم ﷺ بمع اپنے لشکر کے بطور فاتح تین دن میدان بدر میں قیام پذیر رہے۔
7- اور پھر لشکر اسلام قیدیوں اور مال غنیمت سمیت مدینہ آیا۔
یہ لشکر اسلام کی فتح مبین تھی اور لشکر کفار کے لیے شکست فاش تھی۔

آیئے اب غزوۂ اُحد کو مختصر ترین الفاظ میں دوبارہ بیان کر کے اس کا تجزیہ کرتے ہیں۔ یہ مختصر بیان صحیح تجزیہ کرنے میں بہت معاون ثابت ہوگا۔

اس جنگ کے دو واضح دور، مرحلے، یا سٹیجز ہیں۔

پہلا دور

جو صبح سات بجے کے قریب شروع ہوا اور اندازاً ساڑھے دس گیارہ بجے تک جاری رہا۔ اور اس دوران شروع سے ہی مسلمانوں کا پلہ نمایاں طور پر بھاری رہا۔

1- انہوں نے ہر مبارزت طلب مشرک کا سر اتارا۔
2- یکے بعد دیگرے مشرکین کے علمبرداروں کو تہ تیغ کیا حتیٰ کہ کوئی جھنڈا اٹھانے والا نہ بچا۔
3- سولہ (16) مشرک صرف جھنڈے کے اردگرد ہی مارے جاچکے تھے۔
4- ان کے علاوہ اس دوران کم از کم اتنے ہی اور مشرک محاذ کے دوسرے حصوں میں مارے جاچکے تھے۔
5- لشکر اسلام سے اب تک صرف دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے تھے۔
6- میدان مکمل طور پر مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا۔ کم تعداد کے باوجود مسلمان میدان جنگ پر چھائے رہے۔
7- مسلمانوں نے اس جذبہ، جوش وخروش وشدت سے جنگ کی کہ دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بمع خواتین میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔
8- دشمن نے ابھی میدان جنگ مکمل طور پر چھوڑا نہ تھا کہ جبل عینین پر متعین 50 میں سے 40 تیر اندازوں نے حکم رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کردی اور وہ مورچہ چھوڑ کر نیچے اتر آئے۔
9- بس مسلمانوں کی میدان جنگ میں عروج وفوقیت اسی وقت تک رہی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ فتح جو بالکل قریب تھی ایک دم مسلمانوں کی پہنچ سے بہت دور کردی اور شاندار فتح ہوتے ہوتے رہ گئی۔

دوسرا دور

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے حکم کی نافرمانی ہوتے ہی جنگ کا دوسرا دور شروع ہوگیا۔ اب مشرکین کا پلہ نمایاں طور پر بھاری ہوگیا اور وہ کوئی گھنٹہ، پون گھنٹہ یعنی کہ جنگ کے ختم ہونے تک وہی میدان جنگ پر حاوی

Marfat.com

1- وہ مسلمانوں کے مرکز قیادت پر حملہ آور ہو گئے۔
2- گرا ہوا جھنڈا اٹھا لیا اور بلند کر دیا۔
3- نئے محاذ پر پہنچ کر مسلمانوں کے مرکز قیادت کو گھیر لیا اور اس پر پوری شدت سے حملہ آور ہو گئے۔
4- پرانے والے محاذ پر، یا پہلے والے محاذ پر بھی مسلمان ان کے شکنجے میں آ گئے اور ان کا قتل عام ہونے لگا۔
5- نئے محاذ پر نبی کریم ﷺ بھی دشمنوں کی زد میں آ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی جان پر کھیل کر آپ ﷺ کی خوب حفاظت کی۔
6- نئے محاذ پر حضور انور نبی کریم ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے آٹھ (8) مجاہدین اسلام شہید ہو گئے۔
7- فوراً ہی پہلے والے محاذ سے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آ کر آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ اٹھارہ، بیس کی قلیل تعداد کے باوجود وہ اللہ کے شیر دشمن کا گھیرا توڑنے اور اسے پسپا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔
8- اور ایک ''منظّم پر از حکمت فوجی چال'' کے تحت ایک محفوظ دفاعی پوزیشن اختیار کر لی۔
9- اس دوران پہلے والے محاذ پر ساٹھ (60) کے قریب مجاہدین اسلام شہید کر دیئے گئے۔
10- آپ ﷺ کی شہادت کی افواہ کے بعد جنگ کی شدت میں کمی آ گئی اور اس کے تقریباً آدھ گھنٹہ بعد جنگ تقریباً ختم ہو گئی۔
11- مشرکین کے ایک دستہ نے گھاٹی کے پہاڑ پر چڑھ کر مسلمانوں کو مزید نقصان پہنچانا چاہا لیکن انہیں پسپا کر دیا گیا۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پانچ تیروں نے مشرکین کے پانچ فوجی چند منٹوں میں مار دیئے۔
12- غالباً مشرکین کا بھی اب تک کافی جانی نقصان ہو چکا تھا اور انہیں اب دوبارہ مسلمانوں کا پلہ بھاری ہو جانے کا خدشہ تھا کہ جس کے پیش نظر ابوسفیان نے فوری واپسی کا سفر اختیار کر لیا۔
13- آخر میں ابوسفیان صرف آپ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے بارے میں اپنی بدگمانی کی تصدیق کرنے آیا اور مسلمانوں کی طرف سے صحیح جواب پانے کے بعد اپنے لشکر کو لے کر مکہ کے لیے واپس چل پڑا۔ اور اسی کے ساتھ جنگ اُحد اختتام پذیر ہوئی۔

فتح و شکست کے بارے میں غزوۂ بدر کی مثال دے کر پہلے ہی وضاحت کی جا چکی ہے کہ جیتنے والے فریق کو کیا کیا حاصل ہوتا ہے اور ہارنے والا فریق کیا کیا کھو دیتا ہے۔

قارئین کرام! آپ نے غزوۂ اُحد کو بہت تفصیل سے بھی پڑھ لیا ہے اور اب دوبارہ اس پر مختصراً نظر ڈال لی ہے۔ اب آپ میرے اس سوال کا جواب دیں۔

کیا غزوۂ اُحد میں فریقین میں سے کسی فریق نے بھی وہ حاصل کیا جو جیتنے والے فریق نے غزوۂ بدر میں

Marfat.com

حاصل کیا؟

یہی سوال اب دوسرے انداز سے کر رہا ہوں۔

کیا غزوۂ اُحد میں فریقین میں سے کسی بھی فریق نے وہ کچھ کھویا جو ہارنے والے فریق نے غزوۂ بدر میں کھو دیا تھا؟

ان دونوں سوالوں کے جواب ''نہیں'' میں ہیں۔ اور جب ان دونوں سوالوں کے جواب نہیں میں ہیں تو پھر کسی کی شکست اور کسی کی فتح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ مذکورہ بالا کو مدنظر رکھتے کہ کیا فریقین میں سے کسی کو فاتح اور کسی کو شکست خوردہ کہا جاسکتا ہے۔ جب کہ فتح اور شکست دونوں کے عوامل وعلامات کسی بھی فریق میں موجود نہیں ہیں۔

میرے نزدیک بہت حد تک یہ ایک برابر کی جنگ تھی جس میں پہلے مسلمانوں کا پلہ نمایاں طور پر بھاری رہا اور وہ فتح کے قریب پہنچ گئے، مگر فتح نہ پاسکے۔

اور دوسرے دور میں مشرکین کا پلہ نمایاں طور پر آخر تک بھاری رہا۔ مگر نہ جانے کیوں وہ اپنی اس برتری سے فائدہ نہ اٹھاسکے اور جنگ کو فیصلہ کن بنائے بغیر میدان جنگ سے عجلت میں چلے گئے۔

روایتی انداز میں اسے یوں سمجھ لیں

گو کہ دوسرے مرحلہ میں جنگ کی رفتار مکی لشکر کے حق میں رہی، لیکن اس کے باوجود بعض امور ایسے ہیں جن کی بناء پر کوئی بھی ذی شعور انسان اسے مشرکین کی فتح سے تعبیر نہیں کرسکتا۔

ایک تو یہی بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ مکی لشکر مسلمانوں کے کیمپ پر قابض نہیں ہوسکا تھا اور مدنی لشکر کے بڑے حصے نے سخت اتھل پتھل اور بدنظمی کے باوجود فرار نہیں اختیار کیا تھا، بلکہ انتہائی دلیری سے لڑتے ہوئے اپنے سپہ سالار کے پاس جمع ہوگیا تھا۔ نیز مسلمانوں کا پلہ اس حد تک ہلکا نہیں ہوا تھا کہ مکی لشکر ان کا تعاقب کرتا۔

علاوہ ازیں کوئی ایک بھی مسلمان کافروں کی قید میں نہیں گیا۔ نہ کفار نے کوئی مال غنیمت حاصل کیا۔ پھر کفار جنگ کے تیسرے راؤنڈ کے لیے تیار نہیں ہوئے حالانکہ اسلامی لشکر ابھی اپنے کیمپ ہی میں تھا۔ علاوہ ازیں کفار نے میدان جنگ میں ایک یا دو دن یا تین دن قیام نہیں کیا حالانکہ اس زمانے میں فاتحین کا یہی دستور تھا اور فتح کی یہ ایک نہایت ضروری علامت تھی۔ مگر کفار نے فوراً واپسی کی راہ اختیار کی اور مسلمانوں سے پہلے ہی میدان جنگ خالی کردیا۔ نیز انہیں بچے قید کرنے اور مال لوٹنے کے لیے مدینے میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ حالانکہ یہ شہر چند ہی قدم کے فاصلے پر تھا اور فوج سے مکمل طور پر خالی اور ایک دم کھلا پڑا تھا اور راستے میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔

Marfat.com

ان ساری باتوں کا حاصل یہ ہے کہ قریش کو زیادہ سے زیادہ فائدہ یہ حاصل ہوا کہ انہوں نے ایک وقتی موقعے سے فائدہ اٹھا کر اپنے جانی نقصان کی تلافی کر لی ورنہ اسلامی لشکر کو نرغے میں لینے کے بعد اسے کلی طور پر قتل یا قید کر لینے کا جو فائدہ انہیں جنگی نقطہ نظر سے لازماً حاصل ہونا چاہئے تھا اس میں وہ ناکام رہے۔ اور اسلامی لشکر نمایاں تعداد کے فرق کے باوجود نرغہ توڑ کر نکل گیا، اور اس طرح مشکل کا سامنا تو بہت سی دفعہ خود فاتحین کو برداشت کرنا پڑتا ہے اس لیے اس معاملے کو مشرکین کی فتح سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

بلکہ واپسی کے لیے ابوسفیان کی عجلت اس بات کی غماز ہے کہ اسے خطرہ تھا کہ اگر جنگ کا تیسرا دور شروع ہو گیا تو اس کا لشکر سخت تباہی اور شکست سے دوچار ہو جائے گا۔ اس بات کی مزید تائید ابوسفیان کے اس موقف سے ہوتی ہے جو اس نے غزوۂ حمراء الاسد کے دوران اختیار کیا تھا۔

ایسی صورت میں ہم اس غزوے کو کسی ایک فریق کی فتح اور دوسرے کی شکست سے تعبیر کرنے کے بجائے غیر فیصلہ کن جنگ کہہ سکتے ہیں جس میں ہر فریق نے کامیابی اور خسارے سے اپنا اپنا حصہ حاصل کیا۔ پھر میدان جنگ سے بھاگے بغیر اور اپنے کیمپ کو دشمن کے قبضہ کے لیے چھوڑے بغیر لڑائی سے دامن کشی اختیار کر لی اور غیر فیصلہ کن جنگ کہتے ہی اسی کو ہیں۔

اسی جانب اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ارشاہ نکلتا ہے:

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّھُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ (سورۃ نساء آیت 104)

ترجمہ: قوم (مشرکین) کے تعاقب میں ڈھیلے نہ پڑو۔ اگر تم الم محسوس کر رہے ہو تو تمہاری ہی طرح وہ بھی الم محسوس کر رہے ہیں اور تم لوگ اللہ سے اس چیز کی امید رکھتے ہو جس کی وہ امید نہیں رکھتے۔''

میں اس آیت مبارکہ کی وضاحت وتشریح پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اگر تفصیل درکار ہو تو اسے پڑھ لیں۔ اس آیت مبارکہ کے یہ الفاظ ''تمہاری ہی طرح وہ بھی'' بڑے واشگاف انداز میں یہ بتلا رہے ہیں کہ دونوں لشکروں کے، دونوں فوجوں کے دکھ، درد والم ایک جیسے ہیں۔

ان کے محسوس کرنے کو ایک لشکر سے دوسرے لشکر کی مشابہت دی ہے، تشبیہ دی ہے۔ یہاں تو صراحت کے ساتھ یہ فرما دیا ہے کہ دونوں لشکر کے زخم بھی ایک ہی طرح اور ایک ہی شدت کے ہیں۔ دونوں کے زخمیوں کی تعداد بھی ایک جیسی ہی اور مقتولین کی تعداد میں بھی کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہے۔

میں نے اپنی تحقیق سے مشرک مقتولین کی تعداد کم از کم باون (52) ثابت کر دی ہے دیکھئے اب کب اور کون اللہ کا بندہ اس کار خیر کو اپنی تحقیق سے پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ اور کوئی نہ کوئی اس کار خیر کو ضرور انجام

Marfat.com

دے گا کیونکہ فرمان ربّ العالمین، فرمان قرآن حکیم کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔

غزوے میں کارفرما خدائی مقاصد اور حکمتیں

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قادر مطلق ہے۔ وہی ہمہ وقت ہر کچھ کرنے پر قادر ہے۔ وہ علیم ہے اس کا علم ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ اس کے ہر فیصلہ میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔ اور یہ حکمتیں انسان کی انفرادی و اجتماعی دنیاوی و آخروی بھلائی کے لیے ہوتی ہیں۔

آیئے غور کریں کہ فرزند اسلام کو میدان اُحد میں جن صبر آزما حالات سے دوچار ہونا پڑا اس میں اس قادر مطلق، علیم و خبیر ورحمٰن ورحیم ربّ کائنات کی کون کون سی حکمتیں پنہاں تھیں تاکہ ہم ان پر آگاہی حاصل کر کے اپنے سفر حیات میں ان سے استفادہ کر سکیں اور ان کی روشنی میں زندگی کی پُرخار اور کٹھن راہ کو طے کر کے اپنی منزل پر کامیابی سے ہمکنار ہو سکیں۔

درحقیقت ان حکمتوں کو سمجھنے کے لیے ہمیں قرآنِ حکیم کے علاوہ اور کسی کتاب کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں ہے۔ سورۃ آل عمران کی ساٹھ آیتیں جو اس سورت کی آیت نمبر 121 سے شروع ہو کر آیت نمبر 180 پر ختم ہوتی ہیں اگر ان کا غور سے مطالعہ کریں تو گوہر مقصود مل جائے گا۔ اور آپ ان کارفرما خدائی مقاصد و پنہاں حکمتوں کو سمجھ سکیں گے۔

فاتحانہ پیش قدمی کیوں رُک گئی وہ کیوں آزمائش میں بدل گئی اس کا جواب آیت نمبر 152 میں بڑے حقیقت پسندانہ اور دلنشین انداز سے دے دیا گیا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰٮكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ○ (آل عمران: 152)

ترجمہ: ''اور بیشک سچ کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ۔ جب تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے۔ یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے اور جھگڑنے لگے (رسول کے) حکم کے بارے میں۔ اور نافرمانی کی تم نے اس کے بعد کہ اللہ نے دکھا دیا تھا تمہیں جو تم پسند کرتے تھے بعض تم میں سے طلب گار ہیں دنیا کے۔ اور بعض تم میں سے طلب گار ہیں آخرت کے۔ پھر پیچھے ہٹا دیا تمہیں ان کے تعاقب سے تاکہ آزمائے تمہیں اور بیشک اس نے معاف فرما دیا تم کو۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر۔''

Marfat.com

دراصل یہ فرمان مبارک امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے ہے۔

اس آیت سے اور اس واقعہ نے اس حقیقت کو امت محمدی کے لیے قیامت تک کے لیے آشکارا کردیا کہ جو آگے بڑھ کر دامن مصطفیٰ پکڑے گا فرمان رسول وقرآن پر گامزن ہوگا وہی رحمت الٰہی کا حق دار ہوگا۔ رحمت الٰہی کے دامن تک اسی کا ہاتھ پہنچے گا جو اس کی غلامی کو مقصد حیات بنائے گا اور نصرت خداوندی کا سحاب رحمت بھی اسی سر سایہ فگن ہوگا۔ امت مسلمہ کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت، عنایت، مدد، حفاظت و نصرت پُرخلوص اتباع رسول کریم ﷺ میں چھپی ہیں۔

ہمیں اس پر شدت سے غور وفکر کرنا چاہیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند افراد سے ایک انفرادی حکم عدولی ہوئی تو اس کا انہیں یہ خمیازہ بھگتنا پڑا پھر ہم کس باغ کی مولی ہیں کہ نافرمانیوں پر نافرمانیاں کرتے چلے جائیں انفرادی بھی اور اجتماعی بھی اور ہم سے کوئی باز پرس نہ ہو۔ قدرت بڑی کریم اور فیاض ہے لیکن اس کے باوجود اس معاملہ میں بہت حساس بھی ہے۔ ہمیں فرمان رسول کریم ﷺ، فرمان الٰہی، فرمان قرآن حکیم کا ہر وقت ہر صورت ہر حال میں احترام ہونا چاہیے اور یہی مسلمان کی معراج ہے۔

اس میں ایک حکمت پیغمبروں کی اس سنت کا اظہار تھا کہ پہلے وہ ابتلاء میں ڈالے جاتے ہیں پھر انجام کار انہیں کو کامیابی ملتی ہے اور اس میں مزید یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اگر انہیں ہمیشہ کامیابی ہی کامیابی حاصل ہوتو اہل ایمان کی صفوں میں وہ لوگ بھی گھس آئیں گے جو صاحب ایمان نہیں ہیں۔ اور پھر صادق وکاذب میں تمیز نہ ہو سکے گی۔ اور اگر ہمیشہ شکست ہی شکست سے دوچار ہوں تو ان کی بعثت کا مقصد ہی پورا نہ ہو سکے گا۔ اس لیے حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ دونوں صورتیں پیش آئیں تاکہ صادق وکاذب میں تمیز ہو جائے۔ کیونکہ اس سے پہلے منافقین کا نفاق مسلمانوں سے پوشیدہ تھا۔ جب یہ واقعہ پیش آیا اور اہل نفاق نے اپنے قول وفعل کا اظہار کیا تو اشارہ صراحت میں بدل گیا اور مسلمانوں کو واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ خود ان کے اپنے گھروں کے اندر بھی ان کے دشمن موجود ہیں، اس لیے مسلمان ان سے نمٹنے کے لیے مستعد اور ان کی طرف سے محتاط ہوگئے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اس عمل سے کندن سے کھوٹ کو علیحدہ کرنا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سونے کو کندن بنانے کے لیے اُحد کی کٹھالی میں ڈالا اور کھوٹ کو اس سے علیحدہ فرما دیا۔

اس بارے میں رب کائنات، قادر مطلق سورۃ آل عمران کی آیت 179 میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط

ترجمہ: ”نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو جب تک الگ الگ نہ کردے پلید کو پاک سے۔“ (سورۃ آل عمران آیت 179)

ایک حکمت یہ بھی تھی کہ بعض مقامات پر مدد کی آمد میں تاخیر سے خاکساری پیدا ہوتی ہے اور نفس کا غرور ٹوٹتا ہے۔ چنانچہ جب اہل ایمان ابتلاء سے دوچار ہوئے تو انہوں نے صبر سے کام لیا، البتہ منافقین میں آہ وزاری مچ گئی۔

Marfat.com

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نیک بندوں کو راحت وغم سے بھی آزماتا ہے۔ کہ کیا وہ خوشی اور غم، فتح اور شکست دونوں حالتوں میں اپنے جذبہ بندگی کا یکساں مظاہرہ کرتے ہیں یا خوشی اور فتح مندی کے وقت ان کی حالت کچھ اور ہوتی ہے اور غم و شکست کے وقت کچھ اور یعنی کہ دل برداشتہ اور مایوس ہو جاتے ہیں۔ اگر دونوں حالتوں میں وہ اپنے بندگی کے جذبہ میں پختہ اور ثابت قدم رہتے ہیں اور بدلے ہوئے حالات میں بھی ان کا تعلق اپنے پروردگار سے مزید پختہ ہو جاتا ہے تو پھر گویا انہوں نے بندگی کا حق ادا کر دیا اور اگر وہ ایسا یکساں مظاہرہ نہیں کر سکے تو پھر انہیں اپنی بندگی اور عشق الٰہی کے دعویٰ پر نظر ثانی کرنی پڑے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے مومن بندوں کا حال تو یہ ہے کہ خوشی کے وقت شکر رب العالمین اور غم کے وقت صبر جمیل اختیار کرتے ہیں۔ وہ قرآن حکیم کے اس فرمان پر ہر حال میں صدق دل سے عمل پیرا ہوتے ہیں۔

ترجمہ: ”غم نہ کرو اس کا جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تمہیں دے دیا جائے۔“

(سورۃ حدید آیت 23)

ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے اپنے اعزاز کے گھر (یعنی جنت) میں کچھ ایسے درجات تیار کر رکھے ہیں جہاں تک ان کے صرف اعمال کے سبب رسائی نہیں ہوتی۔ لہٰذا ابتلاء و رنج و غم کے بھی کچھ اسباب مقرر فرما رکھے ہیں تاکہ ان کی وجہ سے ان درجات تک اہل ایمان کی رسائی ہو جائے۔

یعنی کہ بالفاظ دیگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے دار کرامت (جنت معلیٰ) میں اپنے بندوں کے لیے اعلیٰ منازل اور ارفع درجات مقرر کر رکھے ہیں۔ وہ منزلیں اور درجے اتنے اونچے ہیں کہ کوئی شخص محض اپنے اعمال کے ذریعہ ان کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو ایسے آلام و مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے ایسے امتحانوں اور آزمائشوں سے انہیں گزارتا ہے جن کے باعث (صبر، شکر اور توکل اللہ سے انہیں برداشت کر کے) وہ ان درجات رفیعہ اور منازل عالیہ کے حقدار بن جاتے ہیں۔

صحابہ کرام کو ابتلاء و آزمائش کی اس پرخار اور کٹھن وادی سے گزارنے میں یہ حکمت بھی کارفرما ہو سکتی ہے انہتر (69) کے قریب وہ بلند اقبال صحابہ جنہیں اس میدان جہاد میں شہادت کی خلعت فاخرہ سے نوازا گیا۔ اگر یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی تو شاید اتنی بڑی تعداد کے سر پر شہادت فی سبیل اللہ کا مرصع تاج نہ سجایا جاتا اور اگر شہادت کا شرف انہیں مل بھی جاتا تو شکم چاک کرنے کا، قلب و جگر پارہ کر دینے کا، ان کی آنکھیں ان کی ناکیں اور ان کے کان کاٹنے اور ان کے ہار بنا کر گلے میں پہنے جانے سے جو عالی مرتبہ رفعتیں انہیں نصیب ہوئیں وہ انہیں کیسے میسر آتیں؟ اور حق کے عشق میں جانبازی، سرفروشی کے جو جذبات حضرت حمزہ، عبداللہ بن جحش، سعد بن ربیع، عمرو بن جموح وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دلوں میں طوفان بن کر موجزن تھے انہیں اپنے ظہور کا موقع کیسے ملتا۔ حضرت صفیہ خواہر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو زبان رسالت سے اپنے بھائی کے بارے میں یہ مژدہ کیسے سنایا جاتا کہ ساتوں آسمانوں میں تیرا بھائی اسد اللہ و اسد رسول اللہ کے طور

Marfat.com

پر معروف و مشہور ہے۔

حصول جنت تو ویسے ہی بہت بہت بہت زیادہ مشکل ہے پھر کجا یہ کہ وہاں بلند درجات کا مل جانا۔ یہ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم ہے عطا ہے۔ وہ صابر و شاکر تھے اور ان کے درجات بلند کرنے کے لیے انہیں ان حالات سے گزارا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آیت 142 میں ارشاد فرمایا ہے:

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جٰهَدُوۡا مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصّٰبِرِيۡنَ ○

ترجمہ: کیا تم اس گمان میں ہو کہ (یونہی) داخل ہو جاؤ گے جنت میں حالانکہ ابھی (پرکھا) دیکھا ہی نہیں اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں آزمائش میں صبر کرنے والوں کو۔'' (سورۃ آل عمران آیت 142)

یہ تعلیم قرآن حکیم ہے یہ سنت رسول کریم ﷺ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آزمائش کو اپنے محبوب کی امت کے گناہوں، قصوروں اور خطاؤں کی بخشش کا سبب بنادیا۔ اگر امت کو بدنی آلام کے عوض اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور اپنے گناہوں کی عفو کی خوشخبری مل جائے تو اس سے زیادہ نفع بخش سودا اور کیا ہو سکتا ہے؟

اور ایک حکمت یہ بھی تھی کہ شہادت اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیاروں کے لیے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے اولیاء کرام کے لیۓ دنیا پر اور اگلے جہاں میں جنت اعلیٰ درجات پانے کے لیے اعلیٰ ترین عمل و جواز ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ حالات پیدا کر کے ان کو یہ مرتبہ مہیا فرما دیا گیا۔

اور ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ! اپنے دشمنوں کو ان کی سرکشی اور کفر کی حالت میں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ لہٰذا ان کے لیے اس کے اسباب بھی فراہم کر دیئے یعنی کہ وہ کفر و ظلم اور اولیاء اللہ کی ایذاء رسانی میں حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کے مرتکب ہوئے اور پھر ان کے اسی عمل کے نتیجے میں اہل ایمان کو گناہوں سے پاک و صاف کر دیا اور کافروں کو ہلاک و برباد کر دیا یعنی کہ انہیں جہنم کا ایندھن بنادیا۔

ابوسفیان نے واپسی میں عجلت کیوں کی؟

ابوسفیان جنگ بدر کے بعد سے مشرکین مکہ کا بلا شرکت غیرے سردار اعلیٰ تھے۔ اسی کے زیر نگرانی مکی فوج جنگ بدر کا بدلہ یا انتقام لینے کے لئے بنائی گئی۔ وہ اس مہم کے لیے فوج کا کمانڈر تھا اور سارے حتمی فیصلے اس کے تھے۔ وہ بطور کمانڈر ہر طرح سے اپنی فوج کے لیے ذمہ دار تھا۔

وہ میدان جنگ میں اپنے گھوڑے پر سوار فرنٹ لائن سے قدرے ہٹ کر موجود تھا اور جنگ کو اور اپنے جنگجوؤں کی کارکردگی کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس دوران دیکھا۔

Marfat.com

1- صبح 7 بجے جنگ شروع ہونے سے ساڑھے دس، گیارہ بجے تک، کم از کم ساڑھے تین گھنٹے میدان جنگ مسلسل مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔

2- اس کے سارے علمبردار اور مبارزت طلب جنگجو اس دوران ایک ایک کر کے مارے گئے۔

3- مسلمانوں کی فرنٹ لائن کے مجاہدین کے مقابلے میں کوئی ٹک نہیں رہا تھا۔

4- گزشتہ تین گھنٹے میں اس کے کوئی دو درجن جنگجو مارے جا چکے تھے۔

5- مسلمانوں کی فرنٹ لائن ابھی تک بدستور قائم تھی اور لشکر اسلام کو ابھی تک ایک جان کا بھی نقصان نہیں ہوا تھا۔

6- مجاہدین اسلام میدان جنگ میں اپنے شکار کے پیچھے دور دور تک پہنچ رہے تھے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ ابوسفیان کی بیوی ہند تک پہنچے اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ مکی لشکر کے قلب میں پہنچ کر ابوسفیان پر حملہ آور ہوئے۔

اب تک ابوسفیان کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ مسلمانوں سے بدلہ لینا اس کی فوج کے بس کی بات نہیں ہے اب تو کسی طرح سے باعزت واپسی ہی ہو جائے تو وہی غنیمت ہے۔ اسے ان حالات میں یہ یقین ہو گیا تھا کہ اگر جنگ کی صورت حال یہی رہی تو شکست یقینی ہے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں مکی فوج رک نہ پائے گی۔ اور پھر ساڑھے دس بجے کے قریب ہوا بھی یہی کہ مسلمانوں کے حملوں کی تاب نہ لا کر اس کی فوج نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا۔

پھر تیر انداز مجاہدین کی نافرمانی سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنگ کے حالات یکسر بدل دیئے۔ ایک مشرک خاتون نے اپنا گرا ہوا جھنڈا اٹھایا اور بلند کر دیا۔ گھڑ سوار دستے لشکر اسلام کے عقب میں پہنچ گئے اور مرکز قیادت پر حملہ آور ہو گئے اور پہلے والے محاذ پر جہاں ابوسفیان موجود تھا کئی مجاہدین اسلام شہید کر دیئے گئے۔ ابوسفیان کی فوج اب باقی گھنٹہ پون گھنٹہ کے لیے میدان جنگ پر حاوی ہو گئی۔

اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ میدان جنگ میں اڑ گئی۔ ابوسفیان نے اس اطلاع خاص کو صحیح مان لیا اور ابوسفیان نے اس پر محسوس کیا کہ انہوں نے مسلمانوں سے بدر کا بدلہ لے لیا۔ اس نے سکھ کا سانس لیا اور اسی افواہ کے سبب جنگ کی شدت میں فوراً نمایاں کمی آ گئی۔

اس وقت مجاہدین اسلام ایک منظم حکمت عملی کے تحت اپنے مرکز قیادت کی طرف سمٹ رہے تھے اس لیے ابوسفیان کو پہلے محاذ والے میدان جنگ میں شہیدوں اور مقتولوں کے درمیان گھومنے کا آزادانہ ماحول مل گیا۔ اس دوران اسے اپنے مقتولین کی تعداد بھی مسلمانوں سے نمایاں کم نہ لگی۔ اس نے مصلحتاً فوراً اپنے مقتولین کو اٹھوا کر پیچھے کیمپ میں بھیج دیا۔

اور اب شہداء میں کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے لگا۔ اسے یہ بدگمانی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ صحابہ

Marfat.com

کبار رضی اللہ عنہم بھی شہید کر دیئے گئے ہیں لیکن تلاش بسیار کے بعد صرف اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ملے۔

اب اس کی خوش فہمی پریشانی میں بدل گئی۔ اس کی فوج کا ایک دستہ آخری وقت میں مسلمانوں کو زک پہنچانے کے ارادے سے پہاڑ پر چڑھنے لگا جس کو آسانی سے پسپا کر دیا گیا۔ دستہ پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے پانچ تیر مار کر پانچ منٹوں میں پانچ جنگجو ہلاک کر دیئے۔

ابوسفیان دور اندیش اور زود فہم کمانڈر تھا۔ اس نے ان حالات اور آخری لمحات میں اپنے پانچ جنگجوؤں کے نقصان سے فوراً یہ اندازہ لگایا کہ اب ایک دفعہ پھر میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں جا رہا ہے۔

اب اس کی آخری امید اپنی بدگمانی کی تصدیق تھی کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور چند کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو چکے ہیں۔ اس کی تصدیق کے لیے وہ لشکر اسلام کے کچھ قریب گیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی بدگمانی دور کر دی۔

بس انہی لمحات میں اسے یقین ہو گیا کہ اب پھر میدان مسلمانوں کے ہاتھ میں تیزی سے جا رہا ہے اور وہ اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ اگر یہ جنگ کسی بھی شکل میں آگے بڑھی تو اس کی فوج کے لیے خسارہ ہی خسارہ ہے اور اس سے بچنے کے لیے جتنا جلد ہو سکے مدینہ سے اتنا دور چلا جایا جائے کہ تصادم کا امکان نہ رہے۔

اس لیے وہ اپنی فوج کو لے کر فوراً مکہ کے لیے واپس ہوا اور حمراء الاسد میں تازہ دم ہونے کے لیے کچھ دیر رکا اور وقت مغرب کے کچھ دیر بعد ہی اپنے شاعر ابوعزہ جمحی کو وہیں سوتا چھوڑ کر مکہ کے لیے چل پڑا۔ (مغازی الصادقہ، لواقدی اردو صفحہ 228) اور مدینہ سے کوئی چھپن (56) کلومیٹر دور مقام روحاء پر جا کر رکا۔

وہاں بھی جب اس نے یہ سنا کہ لشکر اسلام اس کے پیچھے مقام حمراء الاسد تک آ چکا ہے تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور مدینہ کی طرف پلٹنے کے ارادے کافور ہو گئے اور وہ فوری مکہ کے لیے روانہ ہو گیا۔

میرے خیال میں ابوسفیان نے یہ جو فیصلے کیے، جو اقدام اٹھائے وہ بڑی دانشمندی کے تھے۔ تصادم کی صورت میں اسے مکمل تباہی کا سامنا کرنا پڑتا۔

دو نئے قوانین کا اجراء

سن 3 ہجری میں شریعت کے جن احکام کا نفاذ ہوا ان کے بارے میں علامہ شبلی رقمطراز ہیں۔

وارثت کا قانون بھی اسی سال نازل ہوا۔ اب تک وراثت میں ذوی الارحام (وہ رشتہ دار جو ماں، بہن، بیوی یا لڑکیوں کی طرف سے منسوب ہوں) کا کوئی حصہ نہ تھا ان کے حقوق کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔

نیز اب تک مسلمان مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح کر لیا کرتے تھے۔ اس کی ممانعت نہیں تھی۔ اس سال اس کی بھی تحریم نازل ہوئی اور ایک مسلمان کو کسی مشرک عورت کے ساتھ شادی کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔

(سیرت نبوی علامہ شبلی، جلد 1، صفحہ 356)

Marfat.com

مدینے کی معاشرتی زندگی میں ایک ٹھہراؤ پیدا ہورہا تھا۔ اخلاقی معاشرتی قدریں عروج پا رہی تھیں۔ امورِ مملکت احسن طریقے سے نمٹائے جارہے تھے۔ نئے ضابطے اور اصول بنائے جارہے تھے تا کہ سماجی زندگی کی حدود کا تعین کر کے عوام کی مجلسی اور ثقافتی زندگی کو بھی اخلاقی ضابطوں کا پابند بنا کر ایک فلاحی اسلامی ریاست کے نقوش کو مزید اجاگر کیا جائے۔

ان قوانین کے نفاذ سے فرد کی عائلی زندگی میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور بڑی حد تک سماجی بگاڑ کا سد باب ہوگیا۔ قانونِ وراثت کے نفاذ سے کئی نفسیاتی الجھنوں کا ازالہ ہوا اور خاندانی رقابتوں کا قلع قمع ہوا اور عدل وانصاف کی حکمرانی کا آغاز معاشرے کی سب سے چھوٹی اکائی یعنی گھر کی اصلاح سے شروع ہوا۔

مشرک خواتین سے نکاح کی اجازت سے اسلام کے وقار کو ٹھیس پہنچنے کا اندیشہ تھا اور پھر مومن خواتین کی حق تلفی کا پہلو بھی نکلتا تھا۔ اسلام کسی مرحلہ پر بھی شرک کی آمیزش گوارا نہیں کرتا۔ اور ویسے بھی یہ اسلام کے مزاج کے مطابق تھا کہ مسلمانوں کو مشرک خواتین سے نکاح سے منع کر کے اسلامی نظامِ حیات کو ہر قسم کی آلائش سے پاک کردیا جائے۔ ان دونوں قوانین کے نفاذ سے معاشرتی زندگی پر مسلمانوں کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔

بعض واقعات وشانِ نزولِ آیاتِ مبارکہ سے ایسا لگتا ہے کہ یہ شرعی احکام سن 6 ہجری میں غزوۂ حدیبیہ یا صلح حدیبیہ کے بعد نازل ونافذ ہوئے۔ جیسا کہ درج ذیل سے ظاہر ہے۔

صلح حدیبیہ سے پہلے مسلم مرد، مشرک عورتوں سے اور مشرک مرد، مسلم عورتوں سے شادیاں کیا کرتے تھے۔ جب حدیبیہ کے مقام پر صلح نامہ لکھا گیا تو اس کی ایک شرط یہ تھی کہ اگر کوئی شخص مکہ سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ طیبہ آجائے گا تو مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ وہ اسے واپس کردیں۔ حضرت ابوجندل اور حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہما کا واقعہ آپ صلح حدیبیہ کے بعد کے واقعات میں پڑھیں گے۔ اور ان واقعات کے بعد اسی اثناء میں عقبہ بن ابی معیط جو مغرور، شرپسند کافر اور اسلام کا کٹر دشمن تھا، اس کی بیٹی اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا جو مسلمان ہوچکی تھی اور مکہ میں اپنے اہلِ خانہ کے پاس مقہوریت اور مظلومیت کے دن گزار رہی تھی، وہ موقع پا کر مدینہ طیبہ پہنچ گئی۔ اسے واپس لانے کے لیے اس کے دو بھائی عمارہ اور ولید اس کے تعاقب میں مدینہ پہنچے اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اس معاہدہ کے حوالے سے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ سرکارِ دو عالم نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو مسترد کردیا۔ فرمایا، یہ معاہدہ صرف مردوں کی واپسی کے لیے ہوا ہے، عورتیں اس میں داخل نہیں۔ اسی سلسلہ میں سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت نازل ہوئی:

سورۂ ممتحنہ کی آیت 10 میں حاکم الحاکمین کا ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا جَآءَكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامۡتَحِنُوۡهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاِيۡمَانِهِنَّ

Marfat.com

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۖ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جب آ جائیں تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے تو ان کی جانچ پڑتال کرلو۔ اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو۔ پس اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف مت واپس کرو۔ نہ وہ حلال ہیں کفار کے لیے اور نہ وہ کفار حلال ہیں مومنات کے لیے۔'' (ممتحنہ:10)

اسی آیت میں دوسرا حکم بھی بیان کردیا کہ جس طرح مومن عورت کسی کافر کی بیوی نہیں بن سکتی اسی طرح مومن مرد کسی مشرک عورت سے شادی نہیں کرسکتا۔ اللہ تبارک تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اسی طرح تم بھی نہ روکے رکھو اپنے نکاح میں کافر عورتوں کو۔'' (ممتحنہ :10)

سیدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح

حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ وہ غزوہ بدر کے موقع پر قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نکاحِ ثانی کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ اسی دوران انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی پیش کش بھی ہوئی جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ممکن ہے انہوں نے یہ پیش کش قبول کرنے سے اس لیے بھی معذوری کا اظہار کیا ہو کہ وہ درِ عالی سے خیرات کے طلب گار ہوں۔

خود سرکارِ دوعالم آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حسنِ سلوک سے بہت خوش تھے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے ان کے ساتھ خوشگوار ازدواجی زندگی گزاری تھی۔ حضور پُرنور نبی کریم رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی مالی قربانیوں کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارۃً ارشاد فرمایا تھا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس سے شادی کرے گا جو حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہتر اور افضل ہے۔ چنانچہ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا ربیع الاول سن 3 ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔ کتبِ سیر میں مذکور ہے کہ سیّدہ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کی رخصتی اسی سال جمادی الثانی میں ہوئی۔

(تاریخ الخمیس، جلد 1 صفحہ 414۔ سیرت ابنِ کثیر، جلد 3، صفحہ 120 تراجمِ سیدات بیتِ نبوت، صفحہ 418۔ طبقاتِ ابنِ سعد، جلد 8، صفحہ 38)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت

سن 3 ہجری میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ یہ رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ تھی۔ آپ حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ اور خاتونِ جنت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی پہلی اولاد تھے۔

Marfat.com

آپ کی تاریخِ ولادت کے بارے میں اور اقوال بھی ہیں لیکن علامہ ابنِ حجر نے مندرجہ بالا قول کی توثیق کی ہے فرماتے ہیں کہ پہلا قول یعنی کہ مندرجہ بالا ہی صحیح ہے۔(الاصابہ جلد 1، صفحہ 328)

جب آپ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے اسماء بنتِ عمیس اور اُمِ ایمن رضی اللہ عنہما کو حضرت خاتونِ جنت کی خدمت گزاری کے لیے بھیجا۔ ان دونوں نے آیۃ الکرسی اور معوذتین پڑھ کر آپ کو دم کیا بچے کی ولادت ہوئی۔

آپ کی ولادتِ باسعادت امت کے لیے بھی گوناگوں برکتوں کا باعث بنی۔ اسلام میں بچے کی پیدائش پر جو تقریبات منائی جاتی ہیں یا جو اعمال بجالائے جاتے ہیں ان سب کا آغاز آپ ہی کی پیدائش کا مرہونِ منت ہے۔ آپ کی برکت سے ساری امت کو یہ طریقے نصیب ہوئے۔

حضورِ انور، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو جہاں ﷺ نے ساتویں دن دو دنبے آپ کے لیے بطورِ عقیقہ ذبح کیے۔ اور اپنی لختِ جگر کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے کے سر کے بال منڈوائیں اور انہیں چاندی کے ساتھ تول کر صدقہ کر دیں۔ آپ کا سر منڈایا گیا۔ بال تولے گئے تو ان کا وزن ایک درہم کے برابر تھا۔ اسی قدر چاندی صدقہ کی گئی۔ دائی کو حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا نے دنبے کی ایک ران اور ایک دینار عطا فرمایا۔ سر منڈانے کے بعد پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے نورِ نظر کے سر پر دستِ پاک سے خوشبو ملی۔

ساتویں روز ہی حضورِ انور ﷺ کے حکم سے حضرت حسن کا ختنہ کیا گیا۔ ساتویں روز ہی نام مبارک بھی تجویز فرمایا۔ اس روز پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، سرکارِ دو عالم ﷺ حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کے کاشانہ میں تشریف لے آئے اور فرمایا: (اُرونی ابنی ما سمیتموہ) ''مجھے میرا بیٹا دکھاؤ اور بتاؤ کہ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے تو اس کا نام حرب تجویز کیا ہے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا، حرب، نہیں اس کا نام حسن ہے۔ اسد الغابہ میں علامہ ابنِ اثیر روایت کرتے ہیں کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے آپ کا نام حسن رکھا اور ''ابو محمد'' کنیت تجویز فرمائی۔

زمانۂ جاہلیت میں یہ نام معروف اور مروج نہ تھا۔ گویا اللہ تبارک تعالیٰ نے ان ناموں کو لوگوں کی نگاہوں سے پنہاں رکھا تھا یہاں تک کہ اس کے محبوب نے اپنے ان فرزندوں کو ان اسمائے مبارکہ سے موسوم فرمایا۔

حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جب یہ فرزندِ ارجمند پیدا ہوا تو امام الانبیاء سید المرسلین ﷺ تشریف لائے اور فرمایا اے اسماء! میرا بیٹا میرے پاس لے آؤ۔

میں نے نومولود کو سفید چادر میں لپیٹ کر بارگاہِ اقدس میں پیش کیا۔ حضور پُرنور ﷺ نے مجھ سے لے لیا، پھر ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر فرمائی۔

Marfat.com

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا، میرے بیٹے کا تم نے کیا نام رکھا ہے؟ آپ نے عرض کیا۔ میری کیا مجال تھی کہ میں حضورِ انور ﷺ سے پہلے اس کا نام رکھنے کی جرأت کرتا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری طاقت بھی نہیں کہ اس بچے کا نام رکھنے میں میں اپنے رب سے سبقت کروں۔

اس وقت جبرائیل حاضر ہوئے عرض کی۔

''یا رسول اللہ! اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو سلام فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں علی کا تعلق آپ سے ایسے ہے جیسے ہارون کا تعلق موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے آپ اپنے بیٹے کا نام وہ رکھیں جو حضرت ہارون کے بیٹے کا نام تھا۔ حضور نے پوچھا، ان کے بیٹے کا نام کیا تھا؟ جبرائیل نے عرض کیا شبر'' حضور نے فرمایا میری زبان تو عربی ہے تو جبرائیل نے عرض کی ان کا نام حسن رکھیے۔ چنانچہ حضور پُرنور ﷺ نے اس صاحبزادے کا نام حسن تجویز فرمایا۔'' (تاریخ الخمیس، جلد 1 صفحہ 418)

آپ کی ولادت سے پہلے حضرت اُم الفضل رضی اللہ عنہا، حضرت عباس کی زوجہ محترمہ، حضورِ انور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضورِ انور ﷺ کے اعضاء میں سے ایک عضو میرے گھر میں ہے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا' تم نے ٹھیک دیکھا ہے فاطمہ بچہ جنے گی اور تم اس کو اپنے بیٹے کے ساتھ دودھ پلاؤ گی۔

چنانچہ حضرت حسن پیدا ہوئے اور آپ نے انہیں دودھ پلایا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ میں اس سے ملاقات کروں اور میں چل کر اس کے گھر کی زیارت کے لیے نہ گیا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد آپ نے بیس مرتبہ مدینہ طیبہ سے پیدل چل کر کعبۂ مقدسہ کی زیارت کی اور پندرہ حج آپ نے پاپیادہ کیے اس حالت میں کہ بہترین اونٹنیاں آپ کے ہمراہ ہوتی تھیں اور دو مرتبہ اپنا تمام مال اللہ تبارک تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

آپ کے حلیہ مبارکہ کے بارے میں علماء لکھتے ہیں۔

آپ کی رنگت سفید سرخی مائل تھی۔ آپ کی آنکھیں بڑی بڑی اور سرگیں تھیں، آپ کے رخسار پھول کی طرح شگفتہ تھے، داڑھی گھنی تھی، سر کے بال کانوں تک تھے، گردن ایسے چمکتی تھی جیسے چاندی سے ڈھالی گئی ہو، ہڈیوں کے جوڑ بڑے مضبوط تھے، سینہ کشادہ تھا، قد درمیانہ تھا، چہرۂ مبارک از حد دلکش تھا، سر کے بال گھنگھریالے تھے۔

سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ صورت اور سیرت میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے بہت مشابہ تھے۔ (تاریخ الخمیس، جلد 1، صفحہ 419)

Marfat.com

حرث اور مجذر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حمرا الاسد سے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی واپسی کے بعد جب کہ آپ ﷺ مدینہ آ چکے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس جبرائیل امین آئے اور انہوں نے بتلایا کہ حرث ابنِ سوید نامی شخص اس وقت قباء میں موجود ہے۔ لہٰذا وہاں پہنچ کر اس سے اس مسلمان کا قصاص اور بدلہ لیجئے، جسے اس نے غداری کر کے اُحد کے دن قتل کیا تھا۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ جاہلیت کے زمانے میں حرث کے باپ سوید نے مجذر کے باپ زیاد کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے بعد ایک دن مقتول زیاد کے بیٹے مجذر کو باپ کے قاتل سوید پر قابو حاصل ہو گیا اور اس نے اپنے باپ کے قاتل کو مار ڈالا۔

یہ دونوں واقعے اسلام سے پہلے کے ہیں اور یہی واقعہ جنگِ بعاث کا سبب بنا تھا۔ اس کے بعد جب حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ مدینہ میں تشریف لے آئے تو دونوں مقتولوں کے بیٹے یعنی ((حرث ابنِ سوید'' اور ''مجذر ابنِ زیاد'' مسلمان ہو گئے۔ یہ دونوں غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے۔

مگر ان لوگوں کے دلوں میں اس واقعہ کا زخم موجود تھا اسے بھلا نہ پائے تھے۔ اسلام لانے کے باوجود ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے کدورت رہی۔ خاص طور پر حرث ابنِ سوید اپنے باپ سوید کے قاتل مجذر ابنِ زیاد کے خلاف بہت عداوت و کینہ رکھتا تھا۔ وہ اب بھی اپنے مسلمان بھائی سے بدلہ لینے کی تاک میں رہتا تھا۔ موقع کی تلاش میں رہتا تھا۔

یہ دونوں غزوۂ بدر میں شامل تھے۔ حضرت مجذر ابنِ زیاد رضی اللہ عنہ غالباً اسلام لا کر اپنے ماضی کو برا سمجھ کر بھلا چکا تھا اور دینِ اسلام کا تقاضہ بھی یہی تھا لیکن حضرت حرث ابنِ سوید رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہوتے ہوئے بھی اپنا دل صاف نہ کیا۔

وہ غزوۂ بدر کے دوران بھی اپنے باپ کے قاتل حضرت مجذر ابنِ زیاد رضی اللہ عنہ کی تلاش میں رہا کہ کہیں موقع ملے تو اس کو اپنے باپ کے بدلے میں قتل کر دے۔ جنگ میں وہ یہ بھی بہانہ کر سکتا تھا کہ میں تو اسے دشمن سمجھا اس لیے اسے قتل کر دیا اگر مجھے علم ہوتا کہ یہ تو ہمارا مسلمان ساتھی ہی ہے، مسلمان مجاہد ہی ہے تو میں اسے قتل نہ کرتا۔ پھر اسے یہ بھی یقین تھا کہ جنگ میں کب کسی کو دوسرے کا خیال ہوتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اس لیے اس نے اس موقع کو غنیمت جانا مگر غزوۂ بدر میں اسے اپنے مذموم مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی۔

اس کے بعد غزوۂ اُحد کا موقع آیا۔ حضرت مجذر ابنِ زیاد رضی اللہ عنہ حرث کے ارادوں سے بے خبر سب ہی مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے۔ اس دفعہ حرث ابنِ سوید نے حضرت مجذر رضی اللہ عنہ کو اپنی نگاہوں میں رکھا ہوا تھا۔ حرث نے جب موقع مناسب سمجھا وہ اچانک حضرت مجذر ابنِ زیاد رضی اللہ عنہ کے پیچھے آ گیا اور

Marfat.com

تلوار کے ایک وار سے اس کی گردن کاٹ دی۔

ایک اور قول ہے کہ اسی طرح سے حرث ابنِ سوید نے ایک اور مسلمان حضرت مجاہد قیس ابنِ زید رضی اللہ عنہ کو بھی جان بوجھ کر قتل کر دیا تھا۔ یہ فعل کسی پر ظاہر کرنے کا تھا بھی نہیں اس لیے حرث ابنِ سوید یہ کرنے کے بعد (حضرت مجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے بعد) بڑی خاموشی سے باقی سب مجاہدینِ اسلام کے ساتھ اسی طرح سے رہا جیسے اس نے اس جنگ کے دوران کوئی مجرمانہ حرکت کی ہی نہیں ہے۔ اسے مکمل یقین تھا کہ اس کی اس مجرمانہ حرکت کو کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔ اس لیے اسے کوئی غم و خوف بھی نہ تھا۔

یہ معمولی بات نہ تھی۔ یہ چھپی رہتی تو نہ جانے کتنے اور فتنوں کو جنم دیتی اور مسلمانوں کی جنگی صلاحیت کو کس قدر متاثر کرتی۔ اللہ تبارک تعالیٰ علیم، بصیر و خبیر نے بذریعہ جبرائیل آمین اپنے محبوب پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تمام واقعہ سے آگاہ فرما دیا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ وہ کس جگہ ملے گا اور اس کی سزا کیا ہے۔

اس خبر کے بعد حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً قباء تشریف لے گئے اور اس روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت قباء پہنچے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نہ تھا۔ سخت گرمی تھی دوپہر کا وقت تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت کبھی وہاں نہیں جایا کرتے تھے۔

حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر جمع ہو گئے ان میں حرث ابنِ سوید بھی تھا جو ایک نرم کپڑا پہنے ہوئے تھا۔ ایک روایت کے مطابق ایک نرم چادر کندھوں پر ڈالے ہوئے تھا۔

اسی وقت حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر ابنِ ساعدہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ حرث کی گردن مار دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"حرث ابنِ سوید کو مسجد کے دروازے پر جا کر پکڑو اور اس کی گردن مار دو۔"

چنانچہ وہ حرث کو ان کی گردن مارنے کے لیے مسجد کے دروازے کے پاس لائے۔ اس وقت حرث ابن سوید نے حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

یا رسول اللہ! میری گردن کیوں ماری جا رہی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

تمہارے مجذر ابنِ زیاد اور قیس ابنِ زید کو قتل کرنے کی وجہ سے۔

یہ سننے کے بعد حرث بن سوید نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا۔

اس کے بعد اس کی گردن مار دی گئی۔

Marfat.com

قارئینِ کرام! مذکورہ بالا واقعہ حیاتِ طیبہ کا حصہ ہے اور اس کو بیان ہونا چاہئے تھا۔ لیکن میں نے اسے اس لیے بھی بیان کر دیا ہے کہ کمزور ایمان والوں پر یہ واضح ہو کہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات' انسانِ کامل' اصل الموجودات' حاصل کائنات' حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سورہ نجم کی آیات 3`4 کے مطابق جو بھی کلام فرماتے ہیں وہ کلام اپنے نفس سے نہیں فرماتے بلکہ آپ ﷺ صرف اور صرف وہ فرماتے ہیں جو وحی اللہ تبارک تعالیٰ ہے۔ یا آپ ﷺ کی زبانِ مبارک پر اللہ تبارک تعالیٰ بولتا ہے۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (نجم:3`4)

ترجمہ: ''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، اور تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔''

یعنی کہ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ تو صرف وہی فرماتے ہیں، جس کے فرما دینے کے لیے آپ ﷺ کو وحی کر دی جاتی ہے۔

اور وہ جو غیر مسلم ہیں اور کعب بن اشرف نبھانی یہودی کے قتل کو حیلوں بہانوں سے اچھالتے ہیں اور دینِ اسلام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کرتے ہیں، ان کے لیے بھی اس واقع میں جواب ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دینِ اسلام اللہ تبارک تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے جو سراسر حق اور انصاف ہے اور یہ کہ اللہ اور اللہ کے رسولِ مقبول حبیبِ کریم ﷺ کے دشمنوں کے قتل میں، جنگی مجرموں کے قتل میں پسند یا ناپسند کو دخل نہیں ہے یہ سب کچھ تو احکامِ الٰہی کے مطابق ہے۔

شراب کی حرمت

سن 3 ہجری میں غزوۂ اُحد کے بعد شراب کی حرمت نازل ہوئی یعنی کہ مسلمانوں کے لیے شراب نوشی حرام فرما دی گئی۔

اہلِ عرب کی اکثریت شراب نوشی کی شوقین تھی اور یہ نشہ ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا۔ انہیں اس کے نتیجے میں افراد کا' معاشرے کا' اخلاق باختہ ہو جانے سے کوئی غرض نہ تھی بلکہ شراب نوشی ان کے نزدیک انہیں فیاض و دلیر بھی بناتی تھی۔

شراب عام تھی، معیوب نہ تھی، انہیں بچپن سے ہی خوب ملتی تھی اس لیے اس کو چھوڑنا ان کے لیے بے حد مشکل تھا۔

زمانہ جاہلیت میں بھی خال خال ایسے لوگ پائے جاتے تھے جو اس کے نزدیک بھی نہ جاتے تھے اور اسے بہت سی برائیوں کی جڑ گردانتے تھے۔ اور سابقون الاوّلون میں اکثریت ایسے ہی محترم حضرات کی تھی۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے بھی اسے ایک دم حرام قرار نہیں دے دیا۔ وہ تو سب کا پیدا کرنے والا ہے حکیم و دانا ہے۔ انسان کی فطرت کو کیا وہی نہ جانے گا جس نے اسے پیدا کیا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ حکیم و عظیم نے ایسا

Marfat.com

حکیمانہ انداز اختیار فرمایا کہ شراب چھوڑنے کا یہ مشکل کام ان کے لیے سہل و آسان ہو گیا۔

چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کو اس سے بتدریج، آہستہ آہستہ متنفر کرنا شروع کیا۔ سورۂ نحل کی آیت 67 میں کھجور اور انگور کے پھلوں کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○

ترجمہ ''اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں سے کہ اس سے نبیذ بناتے ہو اور اچھا رزق، بے شک اس میں نشانی ہے عقل والوں کے لیے۔'' (نحل:67)

اس آیت مبارکہ میں اگرچہ نشے کی ممانعت نہیں کی ہے لیکن نشہ کا ذکر رزقِ حسن (اچھے رزق) کے مقابلے میں کر کے اشارۃً سمجھنے والوں کو سمجھا دیا ہے کہ نشہ کرنا رزقِ حسن کھانا نہیں ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے اس مفہوم کو پالیا انہوں نے نشہ سے اسی وقت کنارہ کشی اختیار کرلی۔ چونکہ صریح ممانعت نہ تھی اس لیے پینے پلانے کا سلسلہ چلتا رہا۔

پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کو ایک قدم اور آگے بڑھایا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ بقرۃ کی آیت 219 میں اس سے متعلق یوں ارشاد فرمایا ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (بقرۃ:219)

ترجمہ: ''تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ دنیاوی نفع بھی۔ اور ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ (بڑا) ہے۔''

حرام کرنے سے پہلے یہ بتایا گیا تھا کہ شراب اور جوئے کا گناہ اور برائیاں ان کے نفع سے زیادہ ہیں۔ نفع تو یہی ہے کہ شراب سے کچھ سرور پیدا ہوتا ہے یا اس کی خرید و فروخت سے تجارتی فائدہ ہوتا ہے۔

اور گناہوں اور دیگر خرابیوں کا کیا شمار، عقل ماری جاتی ہے، غیرت و حمیت دب جاتی ہیں، عبادات سے محرومی اور لوگوں سے جھگڑے فساد اور دشمنی، مال و دولت کا ضیاع اور سب کی نظر میں ذلیل و خوار ہونا۔

اس آیت کے نزول کے بعد بعض لوگوں نے شراب پینا چھوڑ دی اور دوسرے لوگ بدستور پیتے رہے۔ اسی اثناء میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مدعو کیا۔ کھانے کے بعد شراب کا دور چلا۔ شراب پی کر وہ مخمور ہو گئے۔ اسی اثناء میں نمازِ مغرب کا وقت ہو گیا، ایک صاحب امامت کے لیے مصلیٰ پر کھڑے ہوئے، انہوں نے پہلی رکعت میں سورۂ کافرون کی تلاوت کچھ اس طرح شروع کی کہ جس سے سورت کے معنی ہی بدل کر رہ گئے۔ اس وقت نساء کی آیتِ کریمہ 43 نازل فرمائی گئی۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

ترجمہ: ''اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ، جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو بھی۔'' (نساء:43)

اس کے ساتھ نشہ کی حالت میں نماز پڑھنا تو ختم ہو گیا، رک گیا، مگر عام معمول میں پھر بھی شراب پی جاتی رہی۔

اس آیت کے نزول سے اوقاتِ نماز میں شراب نوشی ممنوع قرار دے دی گئی۔ لوگ ایسے اوقات میں اب یہ شوق پورا کرتے جن میں کوئی نماز نہ ادا کی جاتی۔ اکثر عشاء کی نماز کے بعد تاکہ نمازِ فجر تک نشہ ختم ہو جائے یا نمازِ صبح کے بعد تاکہ نمازِ ظہر تک انسان ہوش میں آجائے۔

پھر ایک مرتبہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے احباب کی دعوت کی۔ ان مدعوین میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ میزبان نے اونٹ کا بھونا ہوا سر پیش کیا اور اس کے بعد شراب سے مہمانوں کی تواضع کی یہاں تک کہ وہ اس کے نشہ میں مخمور ہو گئے۔ مدہوشی کے عالم میں انہوں نے اپنی مدح اور اپنے خاندان اور قبیلہ کی مدح وستائش میں زمین وآسمان کے قلابے ملانے شروع کر دیئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدہوشی کی حالت میں ایسے شعر پڑھے جن میں انصار کی ہجو تھی۔ ایک انصاری غصہ سے بے قابو ہو گیا۔ اس نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اٹھائی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سر پر دے ماری، وہ شدید زخمی ہو گئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب میں شکایت کی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے سنا تو کہا اللھم بین لنا رایك فی الخمر بیانا شافیا اے اللہ! شراب کے بارے میں کوئی واضح حکم نازل فرما۔ اس وقت سورۃ المائدہ کی آیات 90 اور 91 نازل فرمائی گئیں۔

اور پھر اللہ تبارک تعالیٰ نے سن 3 ہجری غزوۂ اُحد کے بعد شراب کی حرمت نازل فرما دی۔ اس سے متعلق قرآنِ حکیم کی سورۂ مائدہ کی آیات 90 اور 91 میں احکامِ الٰہی نازل ہوئے ارشادِ خالق و مالکِ کائنات یوں ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ (سورہ مائدہ آیات 90`91)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! یہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں، شیطان کی کارستانیاں ہیں۔ سو بچو ان سے تاکہ تم فلاح پا جاؤ'' یہی تو چاہتا ہے شیطان کہ ڈال دے تمہارے

Marfat.com

درمیان عداوت اور بغض شراب اور جوئے کے ذریعے اور روک دے تمہیں یادِ الٰہی سے اور نماز سے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکمِ الٰہی سن کر عرض کی ''اے ہمارے پروردگار ہم باز آ گئے۔''

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ایک منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ تمام مدینے میں فوری حرمتِ شراب کا اعلان کر دو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس میں بھی کمالِ فرمانبرداری دکھائی اور اسی دم اس سے دست کش ہو گئے اور جہاں جہاں کسی کے پاس شراب تھی وہ زمین پر گرادی، نالیوں میں بہادی اور اسے رکھنے والے گھڑے، مٹکے، برتن توڑ دیئے، الٹا دیئے۔

حرمتِ شراب کے بارے میں یہ قطعی حکم تھا۔ مسلمانوں نے اپنے رب حکیم کا جب یہ فرمان سنا تو سرِ تسلیم خم کر دیا۔ شراب کے بھرے ہوئے مٹکے انڈیل دیئے گئے۔ جہاں ناؤ نوش کی محفلیں سجی تھیں اور مینا و جام گردش میں تھے، یہ حکم سنتے ہی سارے مینا و جام اوندھے کر دیئے گئے۔ اس روز مدینہ طیبہ کی گلیوں میں شراب یوں بہ رہی تھی جیسے بارش کا پانی۔ اس کے بعد کسی مسلمان نے شراب پینے کی جرأت تو کیا خواہش تک نہ کی۔ اطاعتِ خدا اور اطاعتِ رسول ان کی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت ایک جگہ چند احباب کی محفل جمی ہوئی تھی اور میں ساقی کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ لوگوں کے ہاتھ میں لبالب بھرے جام تھے جنہیں وہ چسکیاں لے لے کر پی رہے تھے اور میں ان کے جام بھر رہا تھا کہ اچانک ایک شخص آیا اور ہم سے پوچھنے لگا کہ کیا تمہیں پتہ چلا ہے؟ ہم نے پوچھا، کس بات کا پتہ؟ اس نے جواباً کہا، یہ کہ شراب حرام کر دی گئی ہے۔

یہ سنتے ہی احبابِ محفل نے مجھ سے کہا کہ اٹھو اور شراب کے تمام مٹکے توڑ ڈالو۔ میں نے اسی وقت تمام مٹکے توڑ دیئے اور سب مسلمانوں نے احبابِ محفل نے اسی وقت شراب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا۔ الحمد للہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جذبۂ اطاعت فرمانبرداری اور تعمیلِ حکم کس قدر بے مثال تھا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، لفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب آپ کے دادا تھے۔ (الاستیعاب علی الاصابہ، جلد 2 صفحہ 450)

زینب بنتِ مظعون رضی اللہ عنہا آپ کی والدہ محترمہ تھیں۔ (الاستیعاب علی الاصابہ، جلد 2 صفحہ 260)

آپ نبوت سے پانچ سال قبل جب کہ قریشِ مکہ تعمیر کعبہ میں مصروف تھے، پیدا ہوئیں۔

(طبقاتِ ابنِ سعد جلد 8 صفحہ 81)

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ کا سارا گھرانہ بھی اسلام کی آغوشِ رحمت میں آ گیا۔ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے گھرانے کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔

آپ کی پہلی شادی حضرت خنیس بن حذافہ القرشی السہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ یہ ان خوش بختوں میں سے تھے جنہوں نے بالکل ابتدائی زمانہ میں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرنے کا شرف حاصل کیا تھا۔ اس سلسلہ میں آپ کو دوبار ہجرت کرنا پڑی۔ پہلے آپ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے وہاں سے واپس آئے تو پھر اپنے وطن مکہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں اپنے ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں جا کر سکونت اختیار کی۔ حق اور باطل کی پہلی جنگِ بدر میں شریک ہوئے اور دادِ شجاعت دی۔

غزوۂ اُحد کے دن میدانِ اُحد میں بھی خوب اپنی جاں نثاری کے جوہر دکھائے۔ زخمی ہو کر مدینہ واپس آئے۔ زخم اتنے گہرے تھے کہ ان سے جانبر نہ ہو سکے اور انہی زخموں کی وجہ سے کچھ عرصہ بعد وفات پا گئے۔

ان کی وفات سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ ابھی تو ان کا عنفوانِ شباب تھا۔ عمرِ مبارک صرف اٹھارہ سال تھی۔ والدین کے لیے اس عمر میں بچی کا بیوہ ہو جانا بڑا المناک سانحہ تھا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بڑے صبر سے اس صدمہ کو برداشت کیا۔ کچھ عرصہ گزر گیا تو آپ کو خیال ہوا کہ کسی موزوں شخص کے ساتھ ان کا نکاح کر دینا ضروری ہے۔ آپ فطری طور پر متفکر تھے اس لیے آپ نے اس مسئلہ پر بڑا غور و خوض کیا۔

آخر یہ سوچ کر قدرے سکون محسوس کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو میں یہ رشتہ پیش کرتا ہوں اور وہ یہ پیشکش قبول کر لیں تو ان سے بہتر ان کی لختِ جگر کے لیے وجہ تسکین اور کون ہو سکتا ہے؟ یہ سوچ کر آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اپنی جواں سال بیٹی کے بیوہ ہونے کا تذکرہ کیا۔ آپ نے ان کی بات کو بڑی توجہ سے سنا۔ پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ اس کو اپنی زوجیت میں قبول کر لیں تو ہم سب کے لیے باعثِ تسکین ہوگا۔ انہیں یقین تھا کہ ایسی پاک نہاد اور عبادت گزار بچی کا رشتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً قبول کر لیں گے۔ لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مکمل سکوت اختیار کر لیا۔ آپ کو اس سکوت سے بہت دکھ ہوا۔

بچوں کی بہتر زندگی اور خوشیوں کے لیے ماں باپ کا فکر مند ہونا ایک فطری عمل ہے۔ اس سوچ و بچار کے دوران آپ کو معاً خیال آیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو چکا ہے۔ کیوں نہ انہیں یہ رشتہ پیش کیا جائے۔ یہ سوچ کر آپ سیدھے ان کے گھر گئے۔ اپنی آمد کا مدعا بیان کیا۔ آپ نے سوچنے کے لیے کچھ روز کی مہلت طلب کی۔ اس مہلت کے اختتام پر آپ پھر گئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صاف الفاظ میں معذرت کر لی اور کہا میں ابھی شادی کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

آپ نے اپنے ان پرانے اور قریبی دوستوں سے بہت اچھی امیدیں وابستہ کی ہوئیں تھیں۔ اپنے

Marfat.com

قریبی دوستوں کا جواب سن کر آپ کو بہت رنج ہوا۔ اور آپ دونوں کی شکایت کرنے کے لیے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے۔ سارا ماجرا عرض کیا۔ آخر میں کہا یارسول اللہ ﷺ! کیا حفصہ جیسی جواں سال، متقی، عبادت گزار کے رشتہ کی پیشکش کو یوں مسترد کرنا مناسب ہے؟ پیغمبرِ اوّل و آخر و عظم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق، حضور پُرنور، نبی کریم، رحمتِ دو عالم ﷺ اپنے عزیز دوست کی پریشانی میں مسکرا دیئے پھر فرمایا کہ

''حفصہ کے ساتھ وہ شادی کرے گا جو عثمان سے بہتر اور اعلیٰ ہے اور عثمان اس سے شادی کرے گا جو حفصہ سے برتر اور افضل ہے۔''

ہادی دو جہاں، رحمتہ للعالمین ﷺ سے یہ خوشخبری سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سکون مل گیا اور خوشیاں دوبالا ہوگئیں۔ گفتگو تمام کرنے کے بعد آپ وہاں سے اٹھے اور تیز تیز قدموں سے گھر کی طرف چل دیئے تاکہ اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور اپنے دونوں دوستوں، ساتھیوں حضرت ابوبکر اور عثمان رضی اللہ عنہما کو یہ پُرمسرت خبر سنائیں۔ سب سے پہلے آپ کی ملاقات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ فرطِ مسرت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے کو چمکتے ہوئے دیکھ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور مبارک دی اور فرمایا۔

''اے عمر! مجھ پر ناراض نہ ہو۔ رحضور ﷺ نے آپ کی بچی کا ذکر کیا تھا۔ میں حضور انور نبی کریم ﷺ کے راز کو افشا نہیں کرسکتا تھا۔ اگر حضور ﷺ اس کے ساتھ شادی نہ کرتے تو میں ضرور شادی کرتا۔'' (الاصابہ، جلد 4 صفحہ 263)

روایات میں ہے کہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بڑی متقی، پرہیز گار اور شب بیدار خاتون تھیں۔ روزہ رکھنا اور عباداتِ الٰہی میں مصروف رہنا آپ کے معمولات میں شامل تھا اور آپ نے آخر وقت تک روزہ نہ چھوڑا۔

(طبقاتِ ابن سعد، جلد 8 صفحہ 86)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

''وہ آپ اپنے باپ کی تصویر ہیں۔'' (زرقانی علی المواہب، جلد 3 صفحہ 237)

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا عرب کی ایک پڑھی لکھی خاتون تھیں، ان کا قبیلہ باریک بینی اور زود فہمی میں اپنا جواب آپ تھا اور اپنے زورِ بیاں، زورِ خطابت کے حوالے سے مشہور تھا۔ فصاحت اوز بلاغت تو عربوں کی گھٹی میں پڑی تھیں، یہ خصوصیات و اوصاف اُمُ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ورثے میں ملے تھے۔ روایات میں ہے کہ مردوں میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت حمزہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہما، حضرت حارثہ بن وہب اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہما اور عورتوں میں سے اُمِ مبشرہ انصاریہ اور صفیہ بنت ابی عبیدہ رضی اللہ عنہا اُمُ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے دائرہ تلامذہ میں داخل تھیں۔ آپ کی شاگرد تھیں۔ آپ کے فضائل و کمالات کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اُمُ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ساٹھ (60) احادیث منقول ہیں جو انہوں

Marfat.com

نے خود پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ اور اپنے والدِ مکرم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سنی تھیں۔ (زرقانی، جلد 2 صفحہ 237)

قرآنِ حکیم کی حفاظت کا ذمہ اللہ رب العزت نے لے رکھا ہے، لیکن وہ یہ کام اپنے مقبول بندوں سے لیتا ہے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے وصال کے بعد منکرینِ زکوٰۃ اور نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے خلاف جنگوں میں بہت سے حفاظ کرام شہید ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس موجود کتابت شدہ قرآنی اجزاء کو جمع کیا۔ ان میں سے اہم نسخہ وہ تھا جو سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھا۔ خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے زیرِ اہتمام تمام کتابت شدہ قرآنی اجزاء کو کتابی صورت میں مدون کیا۔ یہ مکمل اور مستند نسخہ تاریخ میں مصحف صدیقی کے نام سے معروف ہے۔

روایات میں ہے کہ یہ مکمل اور مستند نسخہ سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں رہا۔ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں عجمی کثیر تعداد میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ عرب معاشرہ میں عجمیوں کے اختلاط سے قرآنِ حکیم فرقانِ مجید کی کتابت، اس کی املا' تلفظ اور قرأت میں اختلافات کی صورتیں پیدا ہوئیں اور یہ بالکل ایک فطری عمل تھا۔ دانشمندی کا تقاضا یہ تھا کہ علمی لغزشوں اور فکری مغالطوں سے بچنے کے لیے عملی سطح پر احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں۔ چنانچہ قرآنِ پاک کو ترجیحی بنیادوں پر مدون کیا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں آپ نے اُم المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود نسخے کی نقول کرا کر اپنی مہر کے ساتھ اسلامی سلطنت کے مختلف علاقوں میں بھجوائیں تاکہ مفسدین کو کوئی نیا فتنہ کھڑا کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف متوقع فتنوں کا ہی سدِ باب ہوا بلکہ قرآنِ مجید کی کتابت اور قرأت میں بھی یکسانیت پیدا ہوئی اور یوں ملی یکجہتی کے جذبے کو فروغ ملا۔ قرآنِ پاک کی ترتیب و تدوین اور حفاظت کا سہرا اُم المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے سر پر بھی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو نصیحت

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں ایک منفرد مقام حاصل تھا۔ ادب و احترام رسول ﷺ انہیں عظیم باپ سے ورثے میں ملا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ذاتِ رسول ﷺ کے بارے میں کتنے محتاط اور حساس تھے اس کا اندازہ درج ذیل روایت سے لگایا جاسکتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے۔

''ہمارے قریش کی جماعت عورتوں پر غالب رہتی تھی لیکن جب ہم یہاں انصار کے پاس آئے تو انصاری حضرات پر عورتوں کو غالب پایا چنانچہ ہماری عورتیں بھی انصاری عورتوں کا اثر قبول کرنے

Marfat.com

لگیں۔ میں نے ایک دفعہ اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اس نے مجھے پلٹ کر جواب دیا، مجھے اس کا جواب ناگوار گزرا۔ اس نے کہا آپ میرے جواب دینے کو ناپسند کیوں ٹھہراتے ہیں جب کہ خدا کی قسم نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کو پلٹ کر جواب دیتی ہیں۔ اور ایک تو ان میں سے سارا دن شام تک آپ کو چھوڑ رکھتی ہے۔ میں اس بات سے ڈر گیا اور میں نے کہا کہ ان میں سے ایسا کرنے والی تو خسارے میں ہے۔

پھر میں نے اپنے کپڑے پہنے اور بارگاہِ عالی کی جانب روانہ ہو گیا چنانچہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا اور اس سے کہا، اے حفصہ! کیا تم میں سے کوئی نبی کریم ﷺ کو سارا دن شام تک ناراض رکھتی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں، بس میں نے کہا کہ تم نامراد ہوئیں اور خسارے میں ہو۔ کیا تمہیں اس بات کا خیال نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے۔ پس تم ہلاک ہو جاؤ گی، لہٰذا نبی کریم ﷺ سے زیادہ نہ مانگا کرو، پلٹ کر جواب نہ دو اور آپ سے کنارہ کشی نہ کرنا۔ اور اپنی پڑوسن کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا کیونکہ وہ تم سے خوبصورت اور نبی کریم ﷺ کو زیادہ پیاری ہے ان کی مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔'' (صحیح بخاری جلد 2، صفحہ 781)

آپ آٹھ سال تک حضور کی زوجیت میں رہ کر شرفِ خدمت حاصل کرتی رہیں۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، سرکارِ دو عالم ﷺ کے وصال پر ملال کے بعد اسی حجرۂ مبارکہ میں اپنی ساری عمر درویشانہ طریقہ پر عبادتِ الٰہی کرنے اور کتابِ الٰہی کی تلاوت میں گزار دی۔

ابنِ سعد کے مطابق اُمُ المؤمنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا سنِ وفات شعبان 45 ہجری ہے۔ اکثر اہلِ سیر نے اس سے اتفاق کیا ہے۔ روایات میں ہے کہ مدینہ منورہ کے عامل (حاکم) مروان نے تاجدارِ کائنات ﷺ کی اہلیہ محترمہ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کا جنازہ مغیرہ کے گھر سے مدفن تک لے گئے۔ عبد اللہ بن عمر، عاصم بن عمر، سالم بن عبد اللہ اور حمزہ رضی اللہ عنہم قبر میں اترے اور جنت البقیع میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ (تاریخ الخمیس، جلد 1، صفحہ 416۔ تراجم سیدات بیت نبوت، صفحہ 300 تا 303 طبقات ابنِ سعد، جلد 8، صفحہ 86)

حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا کا شرفِ زوجیت

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور، رحمتِ دو عالم ﷺ نے ہجرت کے تیسرے سال میں حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا کو شرفِ زوجیت سے نوازا۔ یہ بھی بیوہ تھیں یہ پہلے کس کے عقد میں تھیں؟ اس میں دو مشہور قول ہیں۔

ایک قول تو یہ ہے کہ ان کا پہلا نکاح طفیل بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم سے ہوا تھا۔ انہوں نے طلاق دے دی۔ اس کے بعد ان کے بھائی حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا۔ حضرت عبیدہ

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے غزوۂ بدر میں شرفِ شہادت حاصل کیا۔ یہ بیوگی کی زندگی بسر کر رہی تھیں شکل وصورت بھی اتنی دلکش نہ تھی۔ اس بندہ نواز آقا حضور پُرنور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم فرماتے ہوئے انہیں اپنی زوجیت کی سعادت سے بہرہ اندوز کر کے ان کے غمزدہ دل کو شاداں وفرحاں کر دیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آپ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی رفیقۂ حیات تھیں۔ وہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جنہوں نے مقبولیت کی گھڑی میں اپنے لیے شہادت کی دعا مانگی تھی۔ اور ساتھ ہی یہ التجا بھی کی تھی کہ نہ صرف یہ کہ کفار انؓ کو قتل کر دیں بلکہ ان کی ناک، ان کے کان کاٹ دیئے جائیں ان کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں پھر روزِ محشر اسی حالت میں وہ اپنے پروردگار کی جناب میں پیش ہوں تو وہ پوچھے کہ اے عبداللہ! تیرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا گیا تو وہ کہے۔ ''تیری محبت اور تیرے رسول کے عشق کے جرم میں مجھے یہ سزا دی گئی'' یہ اس عبداللہ رضی اللہ عنہ کی منکوحہ تھیں اور ان کی شہادت کے بعد بیوہ ہوئیں۔

حضور کے بیتِ زوجیت میں یہ صرف آٹھ ماہ گزار سکیں پھر راہیٔ ملکِ بقا ہو گئیں۔ پیغمبرِ اوّل وآخر و اعظم، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نمازِ جنازہ ادا کی، جنت البقیع میں سپردِ خاک کیا۔ آپ بڑی فیاض اور کریم النفس خاتون تھیں۔ غریبوں مسکینوں، یتیموں اور بے سہاروں کے ساتھ حد درجہ محبت کرتی تھیں، یہاں تک اُمُ المساکین کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ (تاریخ الخمیس، جلد 1، صفحہ 417۔ سیدات بیت نبوت نمبر 314)

آپ کا شجرۂ نسب حضور پُرنور رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ معد بن عدنان سے اکیسویں پشت میں جا کر مل جاتا ہے۔ آپ نے کب اسلام قبول کیا اس کے بارے میں تاریخ خاموش ہے۔ لیکن اندازہ یہی ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور ہی میں انہیں ایمان کی دولت نصیب ہو گئی تھی۔ انہیں یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ آپ یکے بعد دیگرے دو شہدا کی زوجیت میں رہیں اور ان کے ساتھ تبلیغِ دین کے سفر میں شریک رہیں۔ تمام امہات المؤمنین میں وہ خوش قسمت خاتون ہیں جن کی نمازِ جنازہ خود حضورِ انور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی۔ انہیں یہ امتیاز بھی حاصل تھا کہ ان کی ایک ماں جائی بہن سیّدہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو بھی اُمُ المؤمنین ہونے کا اعزاز نصیب ہوا۔ (الاصابہ، جلد 4 صفحہ 309)

اُحد کے بعد

غزوۂ اُحد میں مجموعی طور پر مسلمانوں کو فوقیت حاصل رہی۔ مشرکینِ مکہ کا پلا تو صرف آخری گھنٹے پون گھنٹے کے لیے بھاری ہوا تھا۔ لیکن اس آخری وقت میں انہیں میدانِ جنگ میں فوقیت حاصل ہو جانے کی وجہ سے انہوں نے ایک بہت بڑا سیاسی فائدہ اٹھایا۔

وہ یہ کہ انہوں نے اپنے مقتولین کو مسلمانوں کے علم میں آنے سے پہلے پہلے میدانِ جنگ سے اٹھالیا انہیں کیمپ میں پہنچا کر ان کے بارے میں خود بھی زبان مکمل بند کر لی اور یوں انہیں تاریخ سے بھی اوجھل

Marfat.com

کر دیا۔ اور اپنے مقتولین کی صحیح تعداد کو راز بنا کر فوری مکہ چلے گئے۔

انہوں نے راستے میں ملنے والے عرب بدوؤں، قبائل کے زعماء کے سامنے مسلمانوں کے نقصانات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا اور اپنے نقصانات کو چھپا گئے تا کہ انتقام کے لیے مکہ سے مدینہ آنے کو صحیح ثابت کر سکیں اور اپنی کامیابی کا ڈھنڈورا پیٹ سکیں۔ فرض کریں کہ انہوں نے اپنے مقتولین کی تعداد بیس (20) بھی بتائی ہو اور مسلمانوں کے ستر (70) شہید میدانِ اُحد میں چھوڑے ہوں تو انہیں کامیاب گردانے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

قارئینِ کرام! میری تحقیق آپ پڑھ آئے ہیں۔ مشرکین کے مقتولین کی کم از کم تعداد باون (52) تو ثابت ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے اس پہلو پر غور نہیں کیا، بروقت تحقیق نہیں کی۔ اس کمزور نکتے کا، پہلو کا سدِ باب کر دیا جاتا تو کم از کم مسلمانوں کے دماغ میں آسانی سے یہ بدگمانی نہ آتی کہ غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کو مار پڑ گئی تھی اور نہ پھر بیان کرنے والے تاریخ دان' اور اہلِ سیر شکست و حزیمت کے الفاظ استعمال کرتے اور حقیقت پر پردہ نہ پڑا رہتا۔

قطع نظر اس تحقیق کے، غزوۂ اُحد کا مسلمانوں کی شہرت و ساکھ پر بہت برا اثر پڑا۔ ان کی ہوا اکھڑ گئی اور مخالفین کے دلوں سے ان کا رعب، دبدبہ و ہیبت جاتی رہی۔ اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی داخلی اور خارجی مشکلات میں اضافہ ہو گیا اور مملکتِ مدینہ پر ہر طرف سے خطرات منڈلانے لگے۔ یہودیوں، منافقین اور بدوؤں نے کھل کر عداوت کا مظاہرہ کیا۔ اور ہر گروہ نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کیں بلکہ یہودیوں اور بدوؤں کے بڑے بڑے قبیلوں نے تو یہ توقع باندھ لی کہ وہ مسلمانوں کا کام تمام کر سکتے ہیں اور ان کا مکمل خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ غزوۂ اُحد کو ابھی دو ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ بنو اسد نے مدینہ پر چھاپہ مارنے کی تیاری کی اور پھر اس کے ایک ماہ بعد صفر سن 4 ہجری میں عضل اور قارہ کے قبائل نے ایک ایسی مکارانہ چال چلی کہ دس (10) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔

اور اس سانحہ کے پندرہ بیس دن بعد اسی طرح دغا بازی اور مکاری سے بنو عامر کے رئیس نے ستر (70) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنے پاس برائے تبلیغِ دین بلا کر شہادت سے ہمکنار کرا دیا۔

اس دوران یہودی بھی دشمنی پر اتر آئے اور کھلی عداوت کا مظاہرہ کرنے لگے یہاں تک کہ انہوں نے ماہِ ربیع الاول سن 4 ہجری میں حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی کوشش کی۔

اور ادھر بنو غطفان کی جرأت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ انہوں نے ماہِ جمادی الاوّل سن 4 ہجری میں مدینہ پر حملے کا پروگرام بنایا۔

Marfat.com

غرض مسلمانوں کی جو ساکھ غزوۂ اُحد میں اکھڑ گئی تھی اس کے سبب مسلمان ایک عرصہ تک لگا تار خطرات سے دو چار رہے۔ لیکن یہ تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کی عظیم حکمت تھی جس نے سارے خطرات رفع دفع کر کے مسلمانوں کے رعب، دبدبہ و ہیبتِ رفتہ واپس دلا دی اور انہیں جلد ہی دوبارہ عظمت، شہرت و عزت کے مقامِ بلند تک پہنچا دیا اور جاہ و سطوتِ رفتہ ان کے قدموں میں ڈال دی۔

اس سلسلے میں آپ ﷺ کا سب سے پہلا اور فوری انتہا کا متاثر کن قدم حمرا ٔ الاسد تک مشرکینِ مکہ کا تعاقب تھا۔ اس بروقت کارروائی سے آپ ﷺ کے لشکرِ مبارک کا رعب و دبدبہ، عزت و آبرو بڑی حد تک برقرار ہوگئی کیونکہ یہ ایک ایسا پر شجاع، پر وقار اور حد کی ہمت و شجاعت پر مبنی جنگی قدم تھا کہ مخالفین، یہود، منافقین، مشرکینِ مکہ اور قرب و جوار کے بدوؤں کا منہ حیرت سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔ وہ اپنے من ہی من میں مسلمانوں کی ہمت و شجاعت کو داد دینے لگے اور انہیں یہ یقین ہوگیا کہ مسلمان قوم ایک ناقابلِ تسخیر قوم ہے اس سے دور رہنے میں ہی فائدہ ہے۔

پھر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مسلسل ایسی جنگی کارروائیاں کیں کہ ان سے مسلمانوں کی صرف سابقہ ہیبت، رعب و دبدبہ ہی بحال نہ ہوا بلکہ اس میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔ اب اگلے صفحات میں انہیں جنگی اقدامات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

سن 4 ہجری

Marfat.com

سریہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ

سریہ ابوسلمہ کا زمانۂ وقوع ماہِ محرم سن 4 ہجری کا ہے اور یہ غزوۂ اُحد کے بعد کا پہلا سریہ ہے۔ اس سریہ کا دوسرا نام سریہ قطن بھی ہے۔ قطن ایک پہاڑ یا وہاں پر ایک چشمے کا نام تھا جہاں بنو اسد کا پڑاؤ یا آبادی تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

رمضان 2 ہجری میں میدانِ بدر میں اسلام کو عظیم الشان فتح نصیب ہوئی تھی۔ اور مشرکینِ مکہ کو شرمناک شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اسلام کی اس فتحِ مبین کا نتیجہ یہ ہوا کہ جزیرۂ عرب میں دور و نزدیک بسنے والے مشرک قبائل پر مرعوبیت اور خوف کی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ مسلمانوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے کوشاں نظر آنے لگے۔ لیکن اُحد میں مسلمانوں کے ستر (70) جانباز، مجاہدین کے شہید ہو جانے سے اور مشرکینِ مکہ کا اپنے مقتولین کی صحیح تعداد چھپا لینے سے اہلِ مکہ کو اپنی کھلی کامیابی کا ڈھنڈورا پیٹنے کا موقع مل گیا۔ جس کے سبب آس پاس کے قبائل میں بھی یہ حوصلہ پیدا ہونے لگا کہ وہ مسلمانوں کو جب موقع ملے زک پہنچانے سے باز نہ آئیں۔

ماہِ شوال میں جنگِ اُحد ہوئی تھی۔ ذی قعد اور ذی الحجہ دو ماہ گزرے محرم کا مہینہ آیا تو یہ اطلاعات ملنی شروع ہوئیں کہ بنی اسد کے سردار خویلد کے دونوں بیٹے طلحہ اور سلمہ اپنی قوم بنو اسد کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے مشتعل کر رہے ہیں۔ وہاں سے قبیلہ بنی طے کا ایک آدمی مدینہ منورہ آیا اور ان کے ارادوں اور تیاریوں کے بارے میں بارگاہِ رسالت مآب میں تفصیلی رپورٹ پیش کی۔ حضور پُرنور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مہلت نہ دی کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کریں بلکہ اپنے ایک جاں نثار صحابی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو ایک سو پچاس مجاہدین کا سالار بنا کر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا۔

یہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی برہ بنتِ عبدالمطلب کے بیٹے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی یعنی دودھ شریک بھائی تھے۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ، دونوں کو دودھ پلایا تھا۔

حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"تم آگے بڑھتے رہو یہاں تک کہ بنی اسد کے علاقہ میں جا کر پڑاؤ ڈالو۔ اور اس سے پہلے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ تمہارا سامنا کریں تم ان پر جا پڑو۔"

چنانچہ اس حکم پر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نہایت تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے اور شروع میں عام راستے سے

Marfat.com

ہٹ کر چلے۔ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے بنی طے کے اس آدمی کو جس نے اطلاع دی تھی بطورِ رہبر ساتھ دے دیا۔

آپ رات دن تیزی سے سفر کرتے رہے تاکہ بنی اسد کو ان کی پیش قدمی کی خبر ہونے سے پہلے پہلے مجاہدینِ اسلام کا دستہ ان کے سر پر پہنچ جائے۔ اور ہوا بھی ایسے ہی۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بنی اسد کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی اچانک وہاں پہنچ گئے۔

اسلام کے یہ بہادر جوان جب ان کے قرب و جوار میں پہنچے تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور انہوں نے بھاگ کر اپنی جانیں بچانے میں ہی خیریت سمجھی۔ حضرت ابوسلمہ وہاں پہنچے تو ان کی آبادیاں خالی پڑی تھیں۔

بنی اسد خود تو ادھر ادھر بھاگ گئے مگر مویشیوں کے ایک باڑے سے ان کے تین چرواہوں کو پکڑ لیا۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دستے کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور ایک حصہ اپنے ساتھ رکھ کر باقی دو کو ادھر ادھر روانہ کر دیا تاکہ دشمن اگر نزدیک ہو تو اسے پکڑا جائے ورنہ وہ خوف زدہ تو ہو ہی جائے گا۔

وہ بنی اسد کے مزید اور لوگوں کو تو گرفتار نہ کر سکے مگر انہیں کچھ اور اونٹ، بھیڑ، بکریاں مل گئیں انہیں وہ ہانک لائے۔

اس کے بعد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کے ساتھ واپس مدینہ کے لیے کوچ کر دیا۔

ان کے کثیر التعداد اونٹ اور بے شمار بھیڑ بکریاں ادھر ادھر گھوم پھر رہی تھیں۔ آپ نے ان پر قبضہ کر لیا اور انہیں ہانک کر بارگاہِ رسالت مآب میں لے آئے۔ جس شخص نے بنو اسد کے منصوبوں سے حضور کو مطلع کیا تھا اور پھر لشکرِ اسلام کی رہنمائی کی تھی اس کو حضور نے انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا اور بقیہ مالِ غنیمت احکامِ الٰہی کے مطابق تقسیم کیا گیا۔ (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 144)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جنگِ اُحد میں زخمی ہوئے تھے مرہم پٹی کرنے سے ان کے وہ زخم مندمل ہو گئے۔ اس مہم کو سر کرنے کے لیے دور دراز کا سفر طے کرنا پڑا۔ پندرہ بیس روز انہی جدوجہد میں گزر گئے جب واپس آئے تو پہلے زخم پھر ہرے ہو گئے اور از سرِ نو تکلیف شروع ہو گئی۔ اس تکلیف سے ماہِ جمادی الاول کی 26 تاریخ کو وہ راہیٔ ملکِ بقا ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔

(زاد المعاد جلد 2 صفحہ 108- السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 619- زرقانی جلد 2 صفحہ 62)

بعث عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ

یہ بعث یا سریہ بھی ماہِ محرم سن 4 ہجری میں پیش آیا۔ ماہِ محرم سن 4 ہجری ماہِ محرم کی 5 تاریخ کو یہ اطلاع ملی کہ خالد بن سفیان ہذلی لحیانی مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہے۔

چنانچہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے اس فتنہ گر کے خاتمہ کے لیے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

Marfat.com

آپ 5 محرم کو ہی اس مہم پر روانہ ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہؐ مجھے اس کا حلیہ بتلایئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم اسے دیکھو گے تو تم پر ہیبت چھا جائے گی اور خوف زدہ ہو کر تم کو شیطان یاد آ جائے گا۔''

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں تو کبھی کسی چیز سے نہیں ڈرا۔

آپ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا:

''نہیں۔ اسے دیکھ کر تمہارے بدن میں یقیناً کپکپی لگ جائے گی۔''

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر میں نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے موقعہ کے مطابق حیلہ کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور فرمایا کہ جو دل چاہے کہہ سکتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں اپنے آپ کو بنی خزاعہ میں سے ظاہر کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس کے بعد اسی دن روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں جب عرفہ کے مقام پر پہنچا جو عرفہ کے قریب ایک وادی کا نام ہے تو میں نے اسے لاٹھی کے سہارے چلتا ہوا دیکھا اور اس کے چلنے سے زمین پر دھمک ہو رہی تھی۔ اس کے پیچھے پیچھے مختلف قبیلوں کے وہ لوگ تھے جو اس سے وابستہ ہو گئے تھے' اس کے ہم خیال اور پیروکار بن گئے تھے۔

فرمانِ رسولِ کریم رؤف ورحیم ﷺ کے مطابق اسے دیکھتے ہی مجھ پر ہیبت چھا گئی اور اس سے میں اسے فوراً پہچان گیا کیونکہ میں کبھی کسی سے بھی نہیں ڈرتا تھا اسے دیکھ کر مجھے خوف آیا جو کہ میرے لیے خلافِ معمول تھا۔

عصر کی نماز کا وقت تھا۔ پہلے میں نے ایک طرف ہو کر نماز ادا کی اور کچھ دیر بعد اس کے پاس پہنچا تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ میں بنی خزاعہ میں سے ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم محمد (ﷺ) کے مقابلے کے لیے لشکر اکٹھا کر رہے ہو اس لیے میں بھی تمہارے ساتھ شامل ہونے کے واسطے آیا ہوں۔

اس نے کہا تم نے سچ سنا ہے میں محمد (ﷺ) کے مقابلے کے لیے لشکر جمع کر رہا ہوں۔ محمد (ﷺ) کو اب تک مجھ جیسا نہیں ملا ہے۔ اب تک اسے ایسے ہی لوگ ملے جو جنگ و تیر و تلوار کے ماہر نہیں تھے۔

باتیں کرتے کرتے وہ اپنے خیمہ پر پہنچ گیا اور اس کے ساتھی اور جمعیت والے ادھر ادھر چلے گئے تو وہ مجھ سے کہنے لگا۔

Marfat.com

اے خزاعی بھائی۔ ذرا یہاں آؤ۔

میں اس کے قریب آیا تو وہ بولا بیٹھ جاؤ۔ میں اس کے پاس ہی بیٹھ گیا اور وہ باتیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب ہر طرف رات کا سناٹا چھا گیا اور لوگ سو گئے تو میں نے اچانک اٹھ کر اس کی گردن پر تلوار کا وار کیا اور اس کا سر اتار کر وہاں سے نکل بھاگا۔

تھوڑی دیر بعد اس کے قتل کا پتہ چل گیا اور اس کے پیروکار میری تلاش میں چاروں طرف پھیل گئے۔ اور میں نے بہت دور جا کر ایک غار میں چھپ کر باقی رات گزاری۔ اس کے بعد زیادہ سفر میں نے راتوں میں کیا اور یوں میں 18 دن بعد 23 محرم سن 4 ہجری کو بمع خالد بن سفیان ہذلی کے سر کے بارگاہِ رسالت مآب میں پہنچ گیا۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، رسول بحر و بر، تاجدارِ کائنات، اصل الموجودات، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ مجھے مسجدِ نبوی میں ملے۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ چہرہ روشن ہو گیا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا چہرہ انور ہی روشن و تابناک ہے۔ پھر میں نے خالد بن سفیان ہذلی کا سر آپ ﷺ کے سامنے ڈال دیا اور ساری تفصیل بھی سنائی۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک عصا مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان قیامت کے روز نشانی رہے گا۔ چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت کی کہ یہ عصا بھی ان کے ساتھ ان کے کفن میں لپیٹ دیا جائے۔

(زرقانی جلد 2 صفحہ 62- زاد المعاد جلد 2 صفحہ 109 السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 619،620)

Marfat.com

رجیع کا المیہ

رجیع کا المناک واقعہ ماہِ صفر سن 4 ہجری میں وقوع پذیر ہوا اور اس کے ساتھ ہی یا فوراً بعد ماہِ صفر سن 4 ہجری میں ہی اس سے بھی زیادہ المناک اور سفاکانہ ایک اور المیہ ہوا جسے مؤرخین اور سیرت نگاروں نے المیہ بئرِ معونہ کے نام سے بیان کیا ہے۔ اس کا ذکر بعد میں علیحدہ عنوان کے تحت ہوگا اب المیہ رجیع کا بیان پیشِ خدمت ہے۔

غزوۂ اُحد کے بعد ایک اور دردناک سانحہ پیش آیا جس سے اگر ایک طرف مشرکین کی سفاکی، غداری، دھوکا بازی اور سنگدلی کا پردہ چاک ہوتا ہے تو دوسری طرف حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جرأت واستقامت اور جذبہ جانفروشی پر روشنی پڑتی ہے۔

عضل اور قارہ، جو بنی ھون بن خزیمہ بن مدرکہ قبیلہ کی دو شاخیں ہیں ان کے چند آدمی مدینہ منورہ میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے قبیلوں میں اسلام کو رفتہ رفتہ پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔ لوگ بت پرستی سے دل برداشتہ ہو کر دینِ توحید کو قبول کرنے میں دلچسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند مبلغ ہمارے ساتھ بھیجیں تو ہم ان کو اپنے ہمراہ لے جائیں گے۔ وہ لوگوں کو دینِ اسلام کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں گے۔ اور آیاتِ قرآنی پڑھ کر انہیں سنائیں گے اور ہمیں امید ہے کہ یوں ہمارے قبائل کے بیشتر لوگ اس دینِ حق کو قبول کر لیں گے۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم داعی دینِ حق نے مندرجہ ذیل افراد کو تبلیغِ اسلام کے لیے ان کے ساتھ روانہ کیا۔ حضرت مرثد بن ابی مرثد الغنوی۔ حضرت خالد بن البکیر۔ حضرت عاصم بن ثابت بن ابی افلح، حضرت خبیب بن عدی، حضرت زید بن دثنہ اور حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم، حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول ابنِ اسحاق چھ (6) افراد کو اس کارِ خیر کے لئے روانہ فرمایا اور حضرت مرثد ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔ اور صحیح بخاری کے مطابق دس (10) افراد کو اس کارِ خیر کے لیے روانہ فرمایا اور حضرت عاصم بن ثابت بن ابی افلح رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔

اسلام کے مبلغین کی یہ جماعت ان لوگوں کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئی۔ حجاز کے اطراف میں

Marfat.com

ہذیل قبیلہ آباد تھا۔ رابغ اور جدہ کے درمیان ان کا ایک چشمہ تھا جو رجیع کے نام سے مشہور تھا۔ جب وہاں پہنچے تو عضل اور قارہ کے جو افراد ان حضرات کو تبلیغِ اسلام کے بہانہ سے اپنے علاقہ میں لے جا رہے تھے۔ انہوں نے بنی ہذیل سے خفیہ بات چیت کی کہ اگر تم ہماری مدد کرو تو ہم ان چند مسلمانوں کو گرفتار کر کے مکہ لے جائیں گے۔ اور وہاں ان کو منہ مانگی قیمت پر فروخت کر دیں گے۔ اس طرح جو دولت ہاتھ آئے گی اس میں تمہارا بھی حصہ ہوگا چنانچہ وہ لوگ (بنی ہذیل) اس پر آمادہ ہو گئے۔

مسلمان اپنے خیموں میں بے فکر بیٹھے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے بارے میں غور و فکر کر رہے تھے اور پروگرام بنا رہے تھے۔ اچانک سینکڑوں آدمی تلواریں ہاتھ میں لیے ہوئے ان پر حملہ کرنے کے لیے ان کی طرف بڑھنے لگے۔ انہوں نے بھی تلواروں کو بے نیام کر لیا اور ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

جب انہوں نے اللہ کے شیروں' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یوں شمشیر بکف دیکھا تو سہم گئے۔ کہنے لگے بخدا ہم تم کو قتل کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے۔ ہم تو بس یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں اہلِ مکہ کے حوالے کر کے ان سے کچھ رقم بٹوریں۔ ہم تمہیں اللہ تبارک تعالیٰ کو ضامن دیتے ہیں کہ ہم تمہیں ہرگز قتل نہیں کریں گے۔

حضرت مرثد، حضرت خالد اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہم نے تو انہیں دوٹوک جواب دیا۔ بخدا ہم تو کسی مشرک کے عہد و پیمان کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ یہ شعر کہے۔

1- ''میرے لیے کیا عذر ہے جب میں طاقتور ہوں اور میرا ترکش تیروں سے پر ہے کمان مضبوط اور اس کا چلہ صحیح و سلامت ہے۔

2- اللہ تبارک تعالیٰ نے جو فیصلہ کر دیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ ہر ایک کو اس کی طرف لوٹنا ہے۔

3- اے مشرکو! اگر میں تم سے جنگ نہ کروں تو میری ماں کا بیٹا مرے۔''

چنانچہ ان تینوں نے ان کثیر التعداد مشرکوں کا مقابلہ کیا اور راہِ حق میں جان کا نذرانہ پیش کر کے شرفِ شہادت سے مشرف ہو گئے۔

یہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ، اسلام کا وہ بہادر سپوت ہے جس نے میدانِ اُحد میں سلافہ بنتِ سعد کے دو بیٹوں کو یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ جب انہوں نے باری باری اپنے قوم کے پرچم کو اٹھایا تھا تو وہ دونوں آپ کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ اور اس وقت ان کی ماں سلافہ نے قسم کھائی تھی کہ عاصم کی کھوپڑی میں شراب پیئے گی۔ جب یہ شیر دل مجاہد شہید ہو گیا تو بنی ہذیل نے چاہا کہ اس کا سر کاٹ کر لے جائیں اور گراں قیمت پر سلافہ کے ہاتھ فروخت کر دیں تا کہ وہ اپنی قسم پوری کرے۔

جب ہذیل کے لوگ بری نیت سے ان کی نعش کی طرف بڑھے تو دیکھا کہ شہد کی مکھیوں نے اس مجاہد

Marfat.com

سلام کی لاش کا محاصرہ کر رکھا ہے تاکہ کوئی ناپاک ہاتھ ان کی طرف بڑھنے نہ پائے۔ اور جو آگے آنے کی کوشش کرتا تو وہ سارا خدائی لشکر اس پر ہلہ بول دیتا اور اسے اپنی جان کے لالے پڑ جاتے۔ انہوں نے سوچا شام کے وقت یہ مکھیاں اپنے چھتوں کو چلی جائیں گی اس وقت ہم یہ خواہش و حسرت پوری کر لیں گے۔ کم از کم اس کا سر کاٹ کر ساتھ لے جائیں گے اور مکہ میں منہ مانگے دام فروخت کر دیں گے۔

لیکن شام کے وقت بارش ہوئی اور وادی میں سیلاب کا ایک تند و تیز ریلا آیا جو آپ کے جسدِ اطہر کو بہا کر لے گیا انہوں نے بڑی تلاش کی مگر ان کا سراغ نہ مل سکا۔ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اللہ تبارک تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کسی کافر کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ اور ساتھ ہی یہ التجا کی تھی کہ الٰہی! کوئی کافر میرے جسم کو بھی اپنا ناپاک ہاتھ نہ لگانے پائے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس جانباز کی التجا کو قبول فرمایا۔

اس کے بعد جب قریش مکہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے بھی لاش یا جسم مبارک کا کوئی ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے بہت جستجو کی لیکن تلاشِ بسیار کے باوجود انہیں کچھ نہ ملا اور وہ نامراد واپس چلے گئے۔ غالباً قریش اپنے ایک سردار (دشمن اللہ اور رسول) عقبہ ابنِ معیط کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔

(زرقانی جلد 2 صفحہ 73- صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 569)

باقی تین حضرات زید بن دثنہ۔ خبیب بن عدی اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم کو انہوں نے گرفتار کرلیا اور لے کر مکہ چلے تاکہ انہیں فروخت کریں۔ جب مرا ظہران کے مقام پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے اس رسی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا جس کے ساتھ وہ بندھے ہوئے تھے اور تلوار بے نیام کر کے للکارا۔

آؤ بزدلو! اللہ کے شیر کا مقابلہ کرو۔ سینکڑوں لومڑیوں میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ ان کے اس چیلنج کو قبول کر سکے اور تلوار بازی کرے البتہ پیچھے ہٹ کر انہوں نے آپ پر پتھروں کی بارش شروع کر دی۔ یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ آپ کا مزارِ پر انوار مرا ظہران میں ہے اور آج بھی منزل عشق و وفا کے مسافروں کی راہنمائی اور حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 568- زرقانی جلد 2 صفحہ 67)

وہ لوگ حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو مکہ لے آئے۔ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر میں حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا۔ اس کے بیٹے عقبہ نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو خرید لیا کہ انہیں قتل کر کے اپنے مقتول باپ کا انتقام لے۔ اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو صفوان بن امیہ نے خریدا تاکہ ان کو شہید کر کے اپنے باپ امیہ کا بدلہ چکا سکے۔

حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کچھ عرصہ اہلِ مکہ کی قید میں علیحدہ علیحدہ مختلف مقامات میں رہے۔ پھر جب اہلِ مکہ نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ انہیں حدودِ حرم سے باہر تنعیم کے مقام پر لے گئے تاکہ انہیں قتل کریں۔ وہاں بہت سے مشرکین دو مسلمانوں کے قتل کا تماشہ دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے

Marfat.com

تھے ان تماش بینوں میں ابوسفیان بھی تھا۔

جب حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو تہ تیغ کرنے کے لیے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے اس سے ایک سوال کیا۔ یہ سوال اس نے تو بطورِ مذاق کیا تھا۔ لیکن تاقیامت عاشقانِ جمالِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس میں ایک عظیم درس ہے۔ اور دولت وثروت اور جاہ وحشمت کے پرستاروں' طلبگاروں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ اگر ابوسفیان یہ سوال نہ کرتا تو عاشقِ جگر سوختہ کے دل میں اپنے محبوب کے لیے محبت وجاں نثاری کے جو جذبات طوفان کی مانند ٹھاٹھیں مار رہے ہوتے ہیں شاید دنیا والوں کو اس کی خبر تک نہ ہوتی۔

ابوسفیان نے حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

''اے زید! اللہ کے واسطے مجھے صحیح صحیح بتاؤ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اس وقت تیری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے ان کی گردن ماری جاتی اور تم بعافیت اپنے اہل وعیال میں ہوتے؟''

اے عشق ومحبت کا دم بھرنے والو! اللہ کے محبوب کے عاشقِ دلفگار کا جواب سنو۔ کائنات کی اس عظیم ترین ہستی جس نے عقل وخرد کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کردیا، جس کے حسن وجمال کو خالقِ حسن وجمال نے بے مثل رعنائیوں' بے مثال دلربائیوں سے آراستہ فرما کر نوعِ انسان کے بختِ خفتہ کو بیدار کرنے کے لیے مبعوث فرمایا۔ اس کے عاشقِ دلفگار کا جواب، کان کھول کر سنو، اس نے جواب میں فرمایا۔

''اے ابوسفیان! بخدا میرے لیے تو یہ امر بھی ناقابلِ برداشت ہے کہ میرا آقا عزت وآرام سے جہاں اس وقت تشریف فرما ہیں میرے آقا کے پاؤں کے تلوؤں میں کانٹا چبھے اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا ہوں۔''

ایک عاشقِ صادق کا ان کربناک حالات میں یہ جواب سن کر ابوسفیان پر سناٹا طاری ہوگیا اور طوعاً وکرہاً اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ۔

''بخدا میں نے آج تک کسی آدمی کو اپنے آقا سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے دیکھا ہے۔''

پھر صفوان کے غلام نسطاس نے آگے بڑھ کر آپ کو شہید کردیا۔

(الاکتفاء جلد 2 صفحہ 135، 136...... دیگر کتبِ سیرت...... زرقانی جلد 2 صفحہ 73)

ابنِ عقبہ مشہور سیرت نگار لکھتے ہیں کہ آپ کو تلوار کے وار سے شہید نہیں کیا گیا بلکہ ان پر مسلسل تیروں کی بارش کی گئی تاکہ وہ درد سے بے تاب ہو کر اسلام کو ترک کرنے کا اعلان کریں لیکن اس بندۂ عشق پر مشق جوروستم کا جوں جوں اضافہ ہوتا ان کے عشق ووفا کے سمندر میں اور بھی بلند وبالا موجیں اُٹھتیں۔ اور وہ اللہ کا بابرکت نام اور بھی ذوق وشوق سے پکارتے۔ اور اس کی کبریائی کہتے۔ (اللہ اکبر کہتے)۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

عقیدت، محبت اور عظمت و رفعت میں ''یا محمد'' کا نعرہ بھی بلند کرتے۔

اب آپ حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی استقامت، جرأت، ہمت، حوصلہ، توکل اللہ اور جذبۂ جانفروشی کی حسین اداؤں کو ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے آپ کو اپنے آقا کے حسنِ لازوال کی دلفریبیوں اور اس کے عشاق کے جذبۂ عشق و مستی کی گہرائیوں اور بیکراں وسعتوں کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر میں حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا۔ بنی ہذیل، جب انہیں دھوکا سے گرفتار کر کے مکہ میں بیچنے کے لیے لائے اور حارث مقتول کے بیٹوں کو پتہ چلا تو انہوں نے اپنے باپ کے قاتل کو گراں قیمت ادا کر کے خرید لیا۔ تاکہ انہیں قتل کر کے وہ اپنی آتشِ انتقام کو ٹھنڈا کریں۔

انہوں نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو خرید کر حجیر بن ابی رہاب کی آزاد کردہ کنیز ماویہ کے گھر میں قید کر دیا۔ ماویہ کے خاوند کا نام موہب تھا۔ شہادت سے پہلے انہوں نے اپنے اسیری کے دن اسی گھر میں گزارے۔ بعد میں اللہ تبارک تعالیٰ نے کنیز ماویہ کو نعمتِ ایمان سے مشرف فرمایا وہ ان دنوں کے چشم دید حالات بیان کرتی ہیں۔

وہ کہتی ہیں۔

''میں نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ جیسا سراپا یمن و برکت قیدی کبھی نہیں دیکھا۔ وہ میرے گھر میں محبوس تھے۔ میں نے ایک دن ان کے کمرے میں جھانکا، کیا دیکھتی ہوں ان کے ہاتھوں میں انگوروں کا ایک بہت بڑا گچھا ہے وہ اس کو کھا رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کیونکہ انگوروں کے پکنے کا موسم ابھی نہیں آیا تھا اور پورے بازار میں انگوروں کا نام و نشان تک نہ تھا۔''

حارث کے بیٹوں نے آپ کو قتل کرنے کی تاریخ مقرر کر دی۔ جب وہ دن آیا تو آپ نے حارث کے ایک بیٹے یا کسی اور مشرک سے استرا مانگا تاکہ موئے زیرِ ناف کی صفائی کر کے اور نہا دھو کر راہِ حق میں اپنے سر کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس نے استرا بھجوا دیا۔ ماویہ کہتی ہیں کہ اس وقت میری بے خبری میں میرا ایک بیٹا ان کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔

میں نے جب دیکھا کہ میرا لختِ جگر اس شخص کی گود میں ہے جسے کچھ دیر بعد ہم موت کی سزا دینے والے ہیں تو میں تڑپ اٹھی۔ مجھے اس خیال نے بے چین کر دیا کہ یہ میرے بچے کو اسی استرا سے ذبح کر کے اپنا بدلہ چکا لے گا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے میری پریشانی کو بھانپ لیا اور مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''کیا تمہیں یہ دھڑکا لگا ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔''

میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا انشاء اللہ۔ اللہ کے فضل سے میں مسلمان ہوں اور اس قسم کی دھوکہ بازی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جس کے استادِ کامل، ہادی دو جہاں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں پر ہاتھ

Marfat.com

اٹھانے سے سختی سے منع فرمایا ہو اور درسِ محبت و انسانیت دیا ہو اس سے بھلا کب یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ ایک معصوم بچے کو موت کے گھاٹ اتار دے گا اس لئے آپ فکر نہ کریں۔ پھر آپ نے بچے کو پیار کیا اور میرے پاس بھیج دیا۔

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ ماویہ کے گھر میں قید کیے گئے تھے۔ ماویہ اور اس کا خاوند موہب دونوں بعد میں مسلمان ہوگئے تھے۔ اس لیے ان کی زبانی حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے چند ایمان افروز واقعات منظرِ عام پر آ گئے۔

ماویہ نے بیان کیا کہ قید کے دوران تہجد کے وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ایسی پرسوز لے میں قرآنِ حکیم پڑھا کرتے تھے کہ جہاں تک اس کی آوازِ پہنچتی تھی، سامعین کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے اور خواتین پر انتہائی رقت طاری ہو جاتی تھی۔

اس کی یہ سراپا یمن و بابرکت صفات دیکھ کر ایک دن میں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر کوئی ضرورت ہو تو بتاؤ۔

اس نے کہا۔ ضرورت تو کوئی نہیں البتہ میری تین خواہشیں ہیں، اگر پوری کرسکو تو۔ ایک تو یہ کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے گئے جانور کا گوشت مجھے نہ کھلانا۔ دوسری یہ کہ پینے کے لیے صاف اور میٹھا پانی دینا۔ تیسری یہ کہ جب میرے قتل کا فیصلہ ہو جائے تو مجھے بتا دینا۔

ماویہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں ان باتوں کا خیال رکھا کرتی تھی۔ اور جب مجھے معلوم ہوا کہ اس کو فلاں دن قتل کرنے کا فیصلہ ہوگیا ہے تو میں نے اسے مطلع کر دیا۔ مگر اللہ کی قسم اس اطلاع سے اس کے چہرے پر ذرّہ برابر پریشانی کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔

پھانسی دینے کے ارادے سے حارث کے بیٹے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو سرزمینِ حرم سے نکال کر تنعیم کے مقام پر لے آئے جو حدودِ حرم سے باہر ہے۔ اس وقت آپ نے انہیں فرمایا۔ اگر تم مجھے اتنی مہلت دو کہ میں صلیب پر قدم رکھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ لوں تو تمہاری مہربانی ہوگی۔ انہوں نے اجازت دے دی۔

آپ نے دو رکعت نماز نفل بڑی تسلی خوبصورتی اور اطمینان سے ادا کی۔ جب پڑھ چکے تو آپ نے اردگرد کھڑے ہوئے مشرکین کو کہا کہ نماز میں جو لطف و سرور مجھے آج نصیب ہوا ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ لمبی لمبی رکعتیں اور لمبے لمبے سجدے کرتا اور اپنے ربِّ کریم کی حمد و ثناء کے ارمان پورے کرتا، لیکن میں نے اس لیے ان رکعتوں کو طول نہیں دیا کہ تم اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاؤ کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام موت سے ڈر کر لمبی لمبی رکعتیں اور لمبے لمبے سجدے کر رہا ہے۔

Marfat.com

قارئینِ کرام! سزائے موت سے پہلے دو نفل پڑھنا آج بھی مروج ہے (کیونکہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی اس ادا کو حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا) اس کا آغاز اسی عاشقِ صادق نے کیا تھا اہلِ ایمان اسی کی پیروی کرتے ہوئے تختہ دار پر قدم رکھنے سے پہلے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں سربسجود ہونے کا شرف حاصل کیا کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے آپ کو پھانسی کے تخت پر کھڑا کیا آپ کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ دیئے اور اس وقت آپ نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی۔

''یا اللہ! ہم نے تیرے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ اے اللہ جو کچھ یہ لوگ ہمارے ساتھ کر رہے ہیں اس کی اطلاع اپنے حبیب کو پہنچا دے۔''

پھر آپ نے ان ناہنجاروں کے لیے بددعا کرتے ہوئے عرض کی۔

''یا اللہ! ان کی تعداد کو کم کر دے ان کو منتشر کر کے ہلاک کر دے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑ۔''

پھر ان لوگوں نے آپ کو نیزوں کے وار کر کے شہید کر دیا۔

موسیٰ بن عقبہ اپنے مغازی میں لکھتے ہیں کہ حضرت زید بن دشنہ اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہما کو ایک روز ہی شہید کیا گیا۔ اس روز رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے فرماتے ہوئے سنا۔

''کہ تم دونوں پر یا اے خبیب تجھ پر سلام ہو۔ خبیب کو قریش نے قتل کر دیا۔''

علامہ علی برہان الدین حلبی اپنی تصنیف غزوات النبی میں رقمطراز ہیں۔

جب حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو گئے تو قریش نے ان سے کہا۔ ''اگر تم اب بھی اسلام سے منہ موڑ لو تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ لیکن اگر تم نہ مانو گے تو ابھی تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔''

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے قریش کی اس پیشکش کے جواب میں فرمایا۔ ''اللہ کے راستے میں میری جان کی کوئی قیمت نہیں بلکہ میرا قتل تو ایک بہت معمولی بات ہے۔ پھر اس نے اپنے رب سے التجا کی۔ اے اللہ یہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس وقت تیرے رسول تک میرا اسلام پہنچا دے۔ اس لیے اے اللہ تو ہی حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام پہنچا دے۔ اور بتلا دے کہ یہاں ہمارے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے۔

چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز جب حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے (اور یہ وہی دن اور وہی وقت تھا جب مکہ میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو پھانسی دی جا رہی تھی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھجوا رہے تھے) کہ اچانک حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی کیفیت طاری ہوئی۔ اور ہم نے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ ''اس

Marfat.com

پر بھی سلام و سلامتی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔''

اس کے بعد جب آپ ﷺ پر سے وحی کے آثار ختم ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جبریل مجھے خبیب کا سلام پہنچا رہے ہیں۔ خبیب کو قریش نے قتل کر دیا ہے۔''

آپ کو شہید کرنے کے بعد انہوں نے آپ کو ایک لکڑی پر لٹکا دیا آپ کافی عرصہ (غالباً چالیس روز) اس لکڑی کے ساتھ لٹکتے رہے۔ اور لاش حکمت خداوندی سے تروتازہ رہی۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا کہ وہاں جائیں اور آپ کو اس لکڑی سے نیچے اتاریں۔ جب یہ وہاں پہنچے اور انہیں نیچے اتارا تو اتنا عرصہ آویزاں رہنے کے باوجود آپ کے جسم میں کسی قسم کا کوئی تغیر رونما نہ ہوا تھا بلکہ آپ کا جسدِ اطہر اسی طرح تروتازہ اور شگفتہ تھا گویا ابھی طائرِ روح نے قفسِ عنصری سے پرواز کی ہے۔

علامہ علی برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں رقمطراز ہیں۔

چنانچہ خود حضرت عمرو ابنِ امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں خبیب کی سولی کے پاس آیا اور اس پر چڑھ کر میں نے لاش کے بند کھول دیئے جس سے وہ نیچے گر گئی۔ پھر میں نے نیچے اتر کر دیکھا تو مجھے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کہیں نظر نہ آئی۔ گرتے ہی اس کو زمین نے اللہ کے حکم سے نگل لیا تھا۔

عروہ اور موسیٰ بن عقبہ، مشہور سیرت نگار رقمطراز ہیں۔

کہ جب آپ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو کفار نے ان سے بھی وہی مذاق کیا جو ابوسفیان نے حضرت زید سے کیا تھا۔ کفار نے حضرت خبیب کو کہا، اے خبیب! کیا یہ بات تم پسند کرتے ہو کہ آج تمہارے بجائے محمد (ﷺ) تیری جگہ ہوتے۔'' آپ یہ سن کر لرز اٹھے رموزِ عشق و محبت سے جو لوگ بے خبر تھے انہیں جھنجھوڑتے ہوئے فرمایا۔

''ہرگز نہیں خدائے بزرگ کی قسم! میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بخشی کے بدلے میں میرے آقا کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔''

(السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 3 صفحہ 131۔ السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 169 تا 179۔ صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 568، 569۔ زاد المعاد جلد 2 صفحہ 109)

قارئینِ کرام! اس موقع پر بھی سردارِ قوم ابوسفیان موجود تھا اور اس نے جو سوال حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا وہی سوال اس نے حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ سے بھی پوچھا اور الحمد للہ دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے ایک جیسا جواب دیا۔ اور یہ ان کے جذبے سچے ہونے کا ثبوت ہے۔

عاشقِ صادق کا یہ جواب ان کی عقل و فہم کی رسائی سے بالاتر تھا وہ سن کر قہقہے لگانے لگے کہ یہ دیوانہ ہے

Marfat.com

ہوش وخرد سے بے بہرہ ہے تب ہی تو ایسی بہکی بہکی باتیں کررہا ہے۔

جب آپ کو سولی پر چڑھانے کے لیے تماش بینوں کا جمِ غفیر اکٹھا ہوگیا۔ تیر اندازوں اور نیزہ برداروں نے اپنے نیزوں اور تیروں کے رخ ان کے جسدِاطہر کو گھائل کرنے کے لیے سیدھے کر لیے تو اس وقت اس پیکرِ عشق و وفا کے چہرہ پر خوف و ہراس کا کوئی اثر نہ تھا۔ البتہ جذباتِ جان نثاری اور سرفروشی میں ایک تلاطم برپا تھا۔

کوئی اور ہوتا تو اس ہولناک ظلم و تشدد سے حواس کھو بیٹھتا۔ مگر سخت حیرت ہوتی ہے کہ اس پیکر استقامت نے اس حال میں ایک شاہکار نظم کہہ ڈالی حالانکہ شعر کہنے کے لیے انتہائی یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے۔ قوت برداشت، صبر وتحمل اور موت کو خوشی سے گلے لگانے کے اس بے مثال مظاہرے کی کوئی نظیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حیات کے سوا تاریخ عالم میں موجود نہیں ہے۔

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی یہ قوت برداشت' صبر وتحمل اور استقامت وعزم صمیم اشعار کی صورت میں ان کے لبوں سے ادا ہو کر کفر و عناد کے مجسموں کو خاک میں ملاتا گیا اور راہِ حق کے مسافروں کے لیے چراغِ راہ بن کر اجالے بکھیرتا گیا۔ اور ان پر خار اور کٹھن راہوں کو درخشاں و تاباں کرتا گیا آپ بھی ان حالات میں کہے ہوئے اس عاشقِ دلفگار کے چند اشعار ملاحظہ فرمایئے اور کوشش کیجئے کہ ان کی لو سے آپ کے دلوں کے بجھے ہوئے چراغ روشن ہو جائیں۔

1- ''کفار کے سارے گروہ میرے اردگرد جمع ہو گئے ہیں انہوں نے اپنے سارے قبائل کو یہاں اکٹھا کرلیا ہے۔''

2- ''انہوں نے اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بھی یہاں جمع کرلیا ہے اور پھانسی دینے کے لیے انہوں نے ایک لمبے مضبوط مُڈھ کے قریب لا کھڑا کیا ہے۔''

3- ''میں اپنی غریب الوطنی اور مصیبت کا شکوہ صرف اللہ تبارک تعالیٰ کی جناب میں کرتا ہوں۔ اور صلیب سے جب میری نعش نیچے گر پڑے گی تو اس کے ساتھ یہ جتھے جو سلوک کریں گے اس کا معاملہ میں اپنے رب کے سپرد کرتا ہوں۔''

4- ''اے عرش کے مالک! ان اذیتوں پر تو مجھے صبر عطا فرمانا۔ انہوں نے میرے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے اور میری امید یاس میں بدل گئی ہے۔''

5- ''یہ اللہ تبارک تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ اگر وہ مہربانی فرمائے تو میرے جسم کے کٹے ہوئے اعضاء پر اپنی برکتیں نازل فرمادے۔''

6- ''اگر مجھے مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کیا گیا تو مجھے اس کی ذرا پروانہیں کہ جب میری لاش صلیب

Marfat.com

سے گرے تو وہ کس پہلو پر گرے۔"

7- "میں دشمن کے سامنے جزع و فزع کا ہرگز اظہار نہیں کروں گا۔ مجھے گھبراہٹ کیوں ہو میں تو اللہ تبارک تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جا رہا ہوں۔"

محبت میں یہ بانکپن، جانفروشی یہ دلکشی، صبر و استقامت میں یہ جمال، غلامانِ مصطفیٰ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے سوا آپ کو کہاں ملے گا؟

ایک روایت کے مطابق حارث بن عامر کے لڑکے "ابوسروعہ" نے آپ کو قتل کیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی شان کہ یہی ابوسروعہ اور اس کے دونوں بھائی عقبہ اور حجیر چند سالوں بعد مشرف بہ اسلام ہوئے اور صحابیت کے شرف و اعزاز سے سرفراز ہو گئے۔ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 569۔ زرقانی جلد 2 صفحہ 64 تا 78)

خوفِ خدا کی ایک مثال

قارئینِ کرام! حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کو تفصیل سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ میں اسے یہاں مختصراً دوسرے پیرائے میں دوبارہ بیان کر رہا ہوں اور اسے دوبارہ بیان کرنے کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ قارئینِ کرام کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کا پتہ چلے کہ انہوں نے اللہ اور اللہ تبارک تعالیٰ کے رسولِ مقبول ﷺ سے کس قدر محبت کی ہے اور کتنا خوبصورت اتباع کیا ہے؟

جیسے حضرت عمر ابنِ خطاب رضی اللہ عنہ، کے پاس دنیا بہت آئی لیکن آپ نے اسے ٹھکرا دیا اپنے لیے پسند نہ کی لیکن اپنی رعایا پر خوب خرچ کیا، ان کی دیکھ بھال کی، خبر گیری کی اور ان کی ضروریات زندگی کا خوب خیال رکھا، لیکن اپنی ذات کے لیے روکھی جو کی روٹی اور پیوند لگے کپڑے، اور ان پیوند لگے کپڑوں میں خلیفۃ الرسول کی کیا شان تھی کہ ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے اہلکار اور اسلام دشمن قوتیں آپ کے خوف و دبدبہ سے کانپتی رہتی تھیں۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے نقش قدم پر تھے۔ آپ ہی نے اسے حمص کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ جب آپ نے حمص کا دورہ کیا اور گورنر حمص حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے تو وہاں آپ کو بنیادی ضروریاتِ زندگی کا سامان بھی بہت کم نظر آیا، بہت کم ملا۔ گورنر حمص حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی ساری متاع ایک چٹائی یا مصلیٰ، ایک جوڑا کپڑے (جو زیبِ تن تھے) ایک توشہ دان، ایک پھلدار ڈنڈا اور ایک پیالہ تھا اور اس کے سوا اور کوئی سامان نہ تھا۔

گورنر حمص ہی کا نام غربا کی لسٹ میں شامل تھا اور اسے عوام نے اصرار کر کے غربا کی لسٹ میں لکھوایا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے کچھ رقم ان کے ذاتی استعمال کے لیے بھجوائی۔ آپ نے وہ بھی قبول نہ کی اور کہا کہ یہ رقم میری ضرورت زندگی سے زائد ہے اسے عوام میں غربا کو دے دیا جائے۔

Marfat.com

ایسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زندگی کے حالات دوبارہ بیان کر دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ نہ جانے کون ان سے متاثر ہو کر راہ راست اختیار کر لے اور فلاح دارین پا جائے۔

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت ان تماشہ بینوں کے گروہ میں سعید بن عامر بھی موجود تھے جو ابھی تک مشرف با سلام نہ ہوئے تھے ان کا واقعہ اسد الغابہ کے حوالہ سے پیشِ خدمت ہے۔

خالد بن معدان سے مروی ہے کہ خلیفۃ الرسول حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہمارے شہر حمص پر سعید بن عامر الجمحی کو حاکم مقرر کیا۔ جب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حمص تشریف لائے تو آپ نے اہلِ حمص سے پوچھا بتاؤ تم نے اپنے حاکم کو کیسے پایا؟ تو انہوں نے عرض کی ہمیں ان سے چار شکایتیں ہیں۔

1- وہ ہمارے پاس صبح اس وقت آتے ہیں جب سورج کافی بلندی پر آ جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یہ بہت بری بات ہے اس کے علاوہ اور تمہیں کون سی شکایت ہے؟

2- وہ رات کو ہماری دعوت کو قبول نہیں کرتے اور نہ کسی آدمی کو رات کو ملاقات کا شرف بخشتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یہ بھی بڑی بری بات ہے تمہیں اور کیا شکایت ہے؟

3- مہینہ میں ایک روز سارا دن گھر میں ہی رہتے ہیں ہمارے پاس نہیں آتے۔

آپ نے فرمایا! یہ بھی بڑی ناپسندیدہ بات ہے بتاؤ کوئی اور شکوہ؟

4- کہنے لگے کبھی کبھی ان پر غشی کا دورہ طاری ہو جاتا ہے۔

اہلِ حمص کی یہ شکایتیں سننے کے بعد آپ نے انہیں (گورنرِ حمص حضرت سعید بن عامر کو) بھی بلایا۔ اور دعا کی۔ ''الٰہی! ان کے بارے میں جو میری رائے ہے اس کو غلط ثابت نہ کرنا''

یہ دعا کرنے کے بعد انہوں نے لوگوں سے پوچھا اب بتاؤ جو تمہیں ان سے شکایت ہے۔

انہوں نے عرض کی کہ کافی دن طلوع ہونے کے بعد وہ گھر سے نکل کر ہمارے پاس آتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا سعید (رضی اللہ عنہ) بتاؤ اس کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے عرض کی۔ بخدا اگرچہ میں اس بات کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا لیکن اب میں مجبوراً اس کی وجہ عرض کرتا ہوں کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے میں خود آٹا گوندھتا ہوں پھر انتظار کرتا ہوں تاکہ وہ خمیرہ ہو جائے۔ پھر میں روٹی پکاتا ہوں پھر وضو کرتا ہوں تب ان کے پاس باہر آتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اہلِ حمص سے پوچھا تمہیں اور کیا شکایت ہے؟

انہوں نے کہا۔ وہ رات کو کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے۔

امیر المومنین نے پھر ان سے پوچھا کہ آپ اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اگرچہ میں اس راز کو افشا کرنا پسند نہیں کرتا لیکن اب مجبوراً میں

Marfat.com

عرض کرتا ہوں کہ میں نے اپنا دن ان لوگوں کی خدمت کے لیے وقف کیا ہوا ہے اور میں نے اپنی رات اپنے خداوندِ کریم کی یاد اور عبادت کے لیے مختص کی ہوئی ہے۔

امیر المؤمنین نے اہلِ حمص سے پوچھا اور تمہاری کیا شکایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مہینہ میں پورا ایک دن ہمارے پاس نہیں آتے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں ان سے پوچھا تو انہوں نے عرض کی میرے پاس کوئی خادم نہیں کہ میرے کپڑے دھوئے اور نہ میرے پاس کوئی دوسرا جوڑا ہے جو میں پہن لوں میرا ایک ہی جوڑا ہے اسے دھوتا ہوں پھر اسے سوکھنے کے لیے دھوپ میں ڈال دیتا ہوں جب تیار ہوتا ہے تو دن کے آخری حصہ میں باہر آتا ہوں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا اور کوئی شکایت۔

اہلِ حمص نے کہا کہ انہیں کبھی کبھی غشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔

اس کے بارے میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وضاحت طلب کی تو حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ۔

میں اس روز مکہ میں تھا جب حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کو پھانسی دی گئی۔ قریش نے ان کے گوشت کے پرزے پرزے اڑا دیئے پھر انہیں لکڑی پر لٹکا دیا اور ان سے پوچھا۔ ''کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لٹکایا جاتا'' تو آپ نے فرمایا بخدا! میں تو اس بات کو بھی پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے اہل و عیال کے پاس ہوں اور میرے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔

اس وقت حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ نے نعرہ لگایا یا محمد۔ جب بھی وہ دن مجھے یاد آتا ہے اور وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا ہے اور میں یہ خیال کرتا ہوں کہ اس دن اس مظلوم اور شہیدِ حق کی میں کوئی مدد نہ کر سکا۔ (کیونکہ میں اس وقت مشرک تھا۔) پھر مجھے خیال آتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ میرا یہ گناہ ہرگز نہیں بخشے گا۔ اس وقت مجھے غشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔

یہ سوال و جواب سن کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سب تعریفیں اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے جس نے میری فراست کو ناکام نہیں کیا۔ (یعنی کہ میں نے حمص کا گورنر اسی کو بنایا جو اس کا سب سے زیادہ اہل تھا۔)

Marfat.com

بئرِ معونہ کا المیہ

بئرِ معونہ کا ہولناک المیہ ماہِ صفر سن 4 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اس سے پہلے رجیع کے المناک واقعہ کا ذکر ہوا ہے۔ یہ دونوں واقعات ماہِ صفر سن 4 ہجری میں تقریباً ایک ساتھ یا چند دنوں کے فرق سے آگے پیچھے وقوع پذیر ہوئے۔

علامہ واقدی نے لکھا ہے کہ رجیع اور معونہ دونوں حادثوں کی خبر حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کو ایک ہی رات میں ملی تھی۔

اس واقعے کا خلاصہ یوں ہے کہ

علاقۂ نجد سے ایک قبیلہ بنی عامر کا سردار، عامر بن مالک جو ملاعب الاسنہ یا ملاعب الرماح یعنی نیزوں سے کھیلنے والا کے لقب سے مشہور تھا اور اس کو لوگ ابو عامر اور ابو براء بھی کہہ کر پکارتے تھے یا اسے ابو براء اور ابو عامر بھی کہتے تھے، حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں (مدینہ میں) حاضر ہوا۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ نے اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اس نے نہ تو یہ دعوت قبول کی اور نہ اس پر اپنی برہمی اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے ارشادات سننے کے بعد اس نے عرض کی کہ اگر آپ اپنے صحابہ کی ایک جماعت اہلِ نجد کی طرف روانہ کریں (جہاں بنی عامر اور بنی سلیم آباد ہیں) جو انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دے تو مجھے امید ہے کہ وہ اسلام قبول کرلیں گے۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے عامر بن مالک سے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اہلِ نجد ان کو نقصان پہنچائیں گے۔ اس نے کہا میں آپ (ﷺ) کے صحابہ کو اپنی پناہ دیتا ہوں۔ کسی کی مجال نہیں کہ انہیں تکلیف پہنچائے۔ چنانچہ پیغامِ حق پہنچانے کے لیے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنے جلیل القدر صحابہ میں سے چالیس افراد کا انتخاب فرمایا۔ صحیح بخاری میں ان کی تعداد ستر (70) بتائی گئی ہے اور علامہ ابنِ قیم نے اسی تعداد کو صحیح تعداد کہا ہے۔ یعنی کہ برائے تبلیغ علاقۂ نجد میں جانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحیح تعداد ستر (70) ہی تھی۔ (زاد المعاد جلد 3 صفحہ 247)

Marfat.com

جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا برائے اشاعت و تبلیغِ دینِ اسلام جانا طے ہوگیا تو خود ابوبراء (عامر بن مالک) جو قبیلہ بنی عامر کا سردار تھا پہلے ہی نجد کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے لوگوں میں اعلان کیا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو پناہ دے دی ہے یعنی کہ اب ان کے مقابلے پر آنے کا مطلب میرے مقابلے پر آنا ہے۔

قارئینِ کرام! یہاں میں ایک وضاحت کردوں کہ عامر بن مالک نے نجد میں جہاں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برائے تبلیغِ دین متین بلایا تھا وہاں دو قبیلے آباد تھے ایک بنی عامر اور دوسرا بنی سلیم۔ یہ دونوں قبیلے چچا تایاؤں کی اولاد تھے۔ بنی عامر کے سردار تو خود عامر بن مالک یا ابوبراء تھے اور بنی سلیم کا سردار عامر بن مالک یا ابوبراء کا بھتیجا دشمن خدا عامر ابنِ طفیل تھا۔ عامر بن مالک یا ابوبراء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلانے میں پرخلوص تھے۔ اور اس نے اپنی پناہ کا اعلان بھی کردیا تھا لیکن شیطان عامر ابنِ طفیل نے اس کی پناہ کو نظر انداز کیا۔

ابو براء (عامر بن مالک) کی ضمانت پر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم، داعیٔ دینِ متین صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابِ صفہ میں سے ستر (70) قاریوں کو برائے تبلیغِ دینِ متین نجد کی طرف بھیج دیا۔ ان میں چند مہاجرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے اور زیادہ تر انصاری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ یہ ایسے نیک لوگ تھے کہ انہوں نے اپنی زندگی یادالٰہی اور خدمتِ خلق کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ یہ لوگ رات بھر تلاوت، تعلیم قرآن و دین اور عبادات میں مصروف رہتے اور دن بھر لکڑیاں اکٹھی کرتے رہتے اور باہر کے کنوؤں سے پینے کے لئے میٹھا پانی لا کر دیتے۔ شام کو لکڑیاں فروخت کردیتے اور جو رقم انہیں حاصل ہوتی اس میں سے کچھ اپنی ضروریات کے لیے رکھ لیتے اور باقی اپنے ہم درس اصحابِ صفہ میں بانٹ دیتے۔

چونکہ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر وقت قرآنِ حکیم کی تلاوت اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے اس لیے اس جماعت کو قراء یعنی قاریوں کی جماعت کہا جاتا تھا۔ یہ حضرات اپنے لیئے مسجد کے لیے اور اہلِ بیت کے لیے میٹھے کنوؤں سے پانی بھی لاتے اور ہر ممکن ایک دوسرے کی حاجت روائی اور خدمت کرتے۔ یہ سب کے سب نہایت عابد و زاہد، متقی، پرہیزگار اور بہترین مسلمان تھے۔ ان میں بہت سارے حافظِ قرآن بھی تھے۔ اور تبلیغ دینِ متین کے لیے موزوں ترین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔

مبلغین اسلام کی اس جماعت کی قیادت کے لیے حضور پُرنور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت منذر بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کو نامزد فرمایا اس جماعت کے چند ممتاز افراد کے نام یہ ہیں۔

حضرت حارث بن الصمہ۔ (جن کی جانبازی کے کارنامے غزوۂ اُحد میں آپ ابھی پڑھ آئے ہیں)۔

''حضرت حرام بن ملحان، حضرت عروہ بن اسماء بن الصلت السلمی، حضرت نافع بن بدیل، حضرت عامر بن فہیرہ (حضرت صدیق اکبر کے چرواہے۔) رضی اللہ عنہم

Marfat.com

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں ایک مکتوب بھی لکھ دیا۔ اس کے بعد یہ لوگ مدینہ طیبہ سے برائے تبلیغ علاقۂ نجد کی طرف روانہ ہوگئے۔ ابو براء (عامر بن مالک) نجد میں اپنے قبیلے بنی عامر کی طرف پہلے جا چکے تھے۔ اب یہ مبلغین کا قافلہ حضرت منذر بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ ہوا اور چلتے چلتے یہ قافلۂ حق کے لوگ بئرِ معونہ یعنی معونہ کنویں پر جا ٹھہرے۔

یہ کنواں، بئرِ معونہ قبیلہ بنی عامر کے علاقے اور قبیلہ بنی سلیم کے علاقہ حرہ کے درمیان واقع تھا۔ یعنی کہ اس کے ایک طرف قبیلہ بنی عامر کی زمین تھی اور دوسری طرف قبیلہ بنی سلیم کا وہ پتھریلا میدان یا علاقہ تھا جہاں سیاہ پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے یا چھوٹے چھوٹے سیاہ پتھر بکھرے پڑے تھے۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 139 تا 144)

اس مقام پر خیمہ زن ہو کر، ٹھہر کر یا پڑاؤ ڈال کر انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ جو اُمُ المؤمنین حضرت اُمِ سلیم رضی اللہ عنہا کے بھائی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے انہیں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کا مکتوبِ مبارک یا سفارت نامہ دے کر قبیلہ بنی سلیم کے سردار عامر بن طفیل کے پاس بھیجا تا کہ تبلیغِ دین کا کام شروع کریں۔

جب حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ وہ خط لے کر عامر بن طفیل کے پاس پہنچے تو انہوں نے وہاں موجود لوگوں سے کہا۔

''اے بئرِ معونہ کے لوگو میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قاصد کی حیثیت سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس لیے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

جب آپ نے وہ گرامی نامہ اس کو پیش کیا تو اس بدبخت نے اس کو پڑھنا بھی گوارا نہ کیا اور اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا۔ اس نے چپکے سے ان کی پشت کی طرف سے آکر ان کے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا نیزہ گھونپ دیا جوان کی چھاتی کو چھیدتا ہوا باہر نکل گیا۔ آپ اس شدید ضرب کے سبب تیورا کر زمین پر گرے اور آپ کی زبان سے نکلا۔ ''اللہ سب سے بڑا ہے کعبہ کے رب کی قسم! میں نے زندگی کی بازی جیت لی۔'' خون کا جو فوارہ پھوٹا اس کو انہوں نے جلدی جلدی اپنے چہرہ اور سر پر مل لیا اور شوقِ شہادت سے اپنے خون میں نہا گئے۔ (السیرۃ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 139 تا 144)

پھر اس عامر بن طفیل نے اپنے قبیلہ کو للکارا کہ مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیں۔ لیکن انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ابو براء نے ان کو پناہ دی ہے ہم اس کے معاہدہ کو نہیں توڑ سکتے نہ اس کی دی ہوئی پناہ کو مسترد کر سکتے ہیں۔

بدبخت عامر بن طفیل نے بنی سلیم قبیلہ کی مندرجہ ذیل شاخوں عُصَیَہ' رِعل اور ذکوان کو للکارا۔ وہ اس کی

Marfat.com

للکار پر مسلح ہو کر آ گئے اور مٹھی بھر مسلمانوں پر ہلہ بول دیا۔ مسلمان اطمینان سے اپنے خیموں میں حسبِ معمول ذکرِ الٰہی میں مصروف تھے۔ انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہاں کے لوگ ان کے ساتھ ایسی غداری کریں گے۔ انہوں نے جب ان قبائل کو ننگی تلواریں لہراتے، نیزے تانے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو مسلمانوں نے بھی اپنے دفاع کے لیے جو پتھر، ڈنڈا ہاتھ لگا وہ اٹھایا اور اللہ کا نام لے کر اپنے دفاع میں لڑنے لگے۔

قارئینِ کرام! یہاں ایک اہم نکتہ توجہ طلب ہے اور وہ یہ اکثر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے اس مقام پر لکھا ہے کہ مسلمانوں نے بھی اپنی تلواریں بے نیام کر لیں، مسلمانوں نے بھی اپنی تلواریں دشمنوں پر سونت لیں اور مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔

میرے (اس کتاب کے مصنف) نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ ستر (70) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک پر وہاں تبلیغِ دینِ متین کے لیے گئے تھے نہ کہ لڑائی کے لیے۔ ان میں سے کم از کم ساٹھ تو خالی ہاتھ تھے۔ ان کے پاس تلواریں، بھالے، نیزے، تیر، کمان کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ہاں گنتی کے چند افراد یعنی زیادہ سے زیادہ پانچ دس کے پاس تلواریں یا تیر کمانیں ہو سکتی ہیں۔ اور وہ بھی قافلہ کا پہرہ دینے کے لیے یا جیسا کہ اس زمانے میں رواج تھا۔ صحرا میں دور دراز کا سفر کرتے وقت لوگ احتیاطاً کوئی ڈنڈا، لاٹھی، تلوار، چھرا یا تیر کمان ساتھ لے لیتے تھے کہ جنگی جانوروں اور لٹیروں سے اپنا بچاؤ کیا جا سکے، قافلہ کا پہرہ دیا جا سکے۔

ان سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس تلواریں ہوتیں تو حملہ آوروں میں سے وہ بھی سو پچاس کو تو مار ہی دیتے۔ آخر ان میں غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں شرکت کرنے والے چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود تھے۔ جن میں سے حضرت حارث بن الصمہ رضی اللہ عنہ نے تو غزوۂ اُحد میں بھی کئی مشرکین کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

اس لیے میں مؤرخین اور سیرت نگاروں سے گزارش گزار ہوں کہ بئرِ معونہ اور المیہ رجیع میں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے دفاع میں لڑے ان کے بارے میں زیبِ داستان کے لیے یہ نہ لکھیں کہ انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لیں، انہوں نے اپنی تلواریں دشمن پر سونت لیں۔ کیونکہ یہ سچ نہیں ہے۔ ان میں سے صرف چند ایک صحابہ کرام کے پاس تلواریں اور تیر کمان تھے۔

عامر بن طفیل کی پکار پر عصبہ، رعل اور ذکوان قبائل کے کوئی دو سو مسلح افراد فوراً آ گئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قتل کرنے پر تیار ہو گئے۔ اس کے بعد یہ ہر طرح سے مسلح لوگ مسلمانوں کی طرف بڑھے اور انہوں نے فوراً ہی مسلمانوں کے پڑاؤ کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ مسلمانوں کو تو لڑائی کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اب جو انہوں نے دیکھا کہ تلوار بردار انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں تو مجبوراً اپنے دفاع کے لیے اٹھے۔

Marfat.com

وہ تو اکثر نہتے تھے اب جس کے ہاتھ جو پتھر، ڈنڈا، لاٹھی، تلوار، تیر لگا وہ اسے لے کر اپنے اور اپنے ساتھیوں کے دفاع میں لڑنے لگا۔ آخر نہتے لوگ تلوار برداروں کا کب تک مقابلہ کرتے وہ ایک ایک کر کے شہید ہو گئے۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 587)

ان ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے موقعہ پر صرف ایک صحابی حضرت کعب بن زید نجاری جو زخموں سے چور چور بے ہوش ہو کر گر پڑے اور وہ دوسری لاشوں میں بے سدھ پڑے رہ گئے تھے، زندہ بچے۔ انہیں زخمی حالت میں اس مقتل سے واپس لایا گیا۔ ان کے زخم تو مندمل ہو گئے لیکن ایک دو سال بعد وقوع پذیر ہونے والی جنگِ غزوۂ خندق میں انہیں شرفِ شہادت نصیب ہوا۔

حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ اور بنی عوف قبیلہ کا ایک انصاری اس وفد کے اونٹ دور جنگل میں چرا رہے تھے۔ ان کے ساتھیوں پر جو گزر چکی تھی انہیں اس کا کوئی علم نہ تھا۔ اچانک انہوں نے چند پرندوں کو ایک جگہ کا بار بار چکر لگاتے دیکھا۔ انہیں شک گزرا وہ آپس میں کہنے لگے کہ ان پرندوں کا اس طرح جھپٹنا اور چکر لگانا بلا وجہ نہیں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے سارے ساتھی خون میں لت پت بے جان پڑے ہیں۔

دونوں نے مشورہ کیا کہ اب انہیں کیا کرنا چاہیے۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں فوراً حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینی چاہئے۔ انصاری نے کہا کہ میں تو اپنے سردار منذر ابنِ عمرو رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔ وہ تلوار لہراتا ہوا ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ان ظالموں نے اسے بھی شہید کر دیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت منذر ابنِ عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھی انصاری نے کہا۔

"مگر جس جگہ منذر ابنِ عمرو جیسا آدمی شہید ہوا ہے وہاں سے میں اپنی جان بچا کر ہرگز نہیں جاؤں گا۔"

چنانچہ دونوں مقابلے کے لئے دشمن کے سامنے آ گئے۔ انصاری لڑتے لڑتے شہید ہو گیا اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے۔

جب حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کو اسیر بنا لیا تو اسے عامر بن طفیل کے سامنے پیش کیا گیا اس نے پوچھا تم کون ہو اس نے کہا میں قبیلہ مضر کا فرد ہوں۔ اس نے اس کی پیشانی کے بال کاٹ دیئے اور اسے آزاد کر دیا اور کہا میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مانی تھی۔ میں اس کی نذر کو پورا کرنے کے لیے تجھے آزاد کرتا ہوں۔ (الاکتفا جلد 2 صفحہ 143)

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی اسی مقام پر شہید ہوئے۔ عامر بن طفیل کہا کرتا تھا کہ وہ کون شخص تھا جس کو جب قتل کیا گیا تو اسے آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے یہاں تک کہ وہ آسمان سے بھی بلند ہو گیا؟ لوگوں نے اسے کہا کہ وہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تھے۔

ابنِ عقبہ مشہور سیرت نگار لکھتے ہیں کہ شہداء کی میتوں میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کی میت نہیں ملی۔

Marfat.com

جبار بن سلمٰی انہیں لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے عامر بن طفیل کی شہ پر ان مبلغین کو شہید کیا بعد میں اس نے اسلام قبول کرلیا وہ اپنے اسلام قبول کرنے کی وجہ یہ بتایا کرتا تھا۔

کہ میں نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو نیزہ مارا، اور میرے نیزے کی انی اس کے سینہ سے پار نکل گئی۔ اس وقت میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ ''فزت و اللہ'' ''خدا کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔'' میں نے دل میں کہا یہ کیسے کامیاب ہوا' میں نے تو اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعد میں میں نے لوگوں سے اس کے اس قول کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں نعمتِ شہادت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ میں نے کہا بے شک اس نے سچ کہا۔ اس سے متاثر ہوکر میں نے اسلام قبول کرلیا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ کو جب اس المناک سانحہ کی اطلاع ملی تو حضورِ انور ﷺ کو انتہائی دکھ ہوا اور ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں رعل، ذکوان اور عصیہ قبائل کے لیے بددعا فرمائی جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ یہاں تک کہ ان شہداء نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔

''الٰہی! ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچادے کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی ہے وہ ہم سے راضی ہوگیا ہے اور ہم اس سے راضی ہوگئے ہیں۔''

(الاکتفاء جلد 2 صفحہ 145 ...... صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 586 تا 588 ...... زرقانی جلد 2 صفحہ 74 تا 78)

اس صدمہ سے ابو براء کی موت

ادھر جب ابو براء (عامر بن مالک) کو معلوم ہوا کہ اس کے بھتیجے عامر ابنِ طفیل نے اس کی پناہ اور امان کو توڑ دیا ہے تو اس کو زبردست صدمہ ہوا۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس کی وجہ سے جو انجام ہوا اس سے اسے بہت زیادہ تکلیف اور صدمہ ہوا۔

عامر بن مالک کا بیٹا ربیعہ بھی اپنے چچازاد عامر ابنِ طفیل کی اس حرکت سے سخت پریشان تھا اور وہ عامر بن طفیل کا جانی دشمن بن گیا تھا۔ اس نے موقع ملتے ہی عامر بن طفیل پر نیزہ مارا جو اس کی ران میں لگا لیکن جان لیوا ثابت نہ ہوا۔

ربیعہ ابنِ عامر بن مالک اپنے باپ کی شخصیت سے یہ کلنک کا ٹیکہ دور کرنا چاہتا تھا جو اس کے چچازاد عامر بن طفیل نے لگا دیا تھا۔ اس لیے وہ عامر بن طفیل پر کاری ضرب لگانے کی تاک میں رہا۔

لیکن اس دوران ابو براء (عامر بن مالک) اپنے بھتیجے کی اس حرکت اور اپنی رسوائی کے غم میں مرگیا۔

ربیعہ بن عامر بن مالک نے موقع ملتے ہی عامر بن طفیل پر ایک اور وار کیا لیکن وہ ربیعہ کے اس وار سے بری طرح زخمی ہوجانے کے باوجود ہلاک نہیں ہوا۔ بعد میں وہ طاعون کی بیماری سے اپنے اور قبیلے والوں کے ساتھ ہلاک ہوا۔

Marfat.com

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ اس دردناک المیے کی خبر لے کر مدینہ پہنچے۔ ان ستر قراء، حفاظ و فاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت کے المیے نے جنگِ اُحد کا چرکہ تازہ کر دیا اور یہ المیہ اس لحاظ سے زیادہ تکلیف دہ اور المناک تھا کہ جنگِ اُحد میں تو مجاہدینِ اسلام ایک کھلی ہوئی اور دو بدو جنگ میں شہید کئے گئے تھے مگر یہ بیچارے ایک شرمناک غداری، دھوکہ کی نذر ہو گئے۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ واپسی میں وادیٔ قناۃ کے سرے پر واقع مقامِ قرقرہ پہنچے تو ایک درخت کے سائے میں آرام کرنے کے لئے رکے۔ وہیں اس درخت کے نیچے بنو کلاب کے دو آدمی بھی آ رکے۔ جب وہ دونوں بے خبر ہو گئے تو حضرت عمرو بن امیہ ضمری نے ان دونوں کا صفایا کر دیا۔ انہوں نے اپنے خیال میں انہیں قبیلہ بنی سلیم کے آدمی جانا اور انہیں قتل کر کے اپنے ساتھیوں کا بدلہ لیا حالانکہ ان دونوں کے پاس حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عہد تھا مگر حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ جانتے نہ تھے۔

چنانچہ جب مدینہ پہنچ کر انہوں نے حضورِ انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اس کارروائی کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ایسے دو آدمیوں کو قتل کیا ہے جن کی دیت مجھے لازماً ادا کرنی ہے۔ اس کے بعد حضورِ انور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں اور ان کے حلیف یہود سے دیت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔

اور یہ واقعہ (حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں غلط فہمی میں بنی کلاب کے دو آدمیوں کا مارے جانا) بھی غزوۂ بنی نضیر کا ایک بڑا سبب بنا جیسا کہ آپ آگے پڑھیں گے۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 183 تا 188 - صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 584 تا 586 ...... زاد المعاد جلد 2 صفحہ 109 تا 111)

Marfat.com

غزوۂ بنی نضیر

یہ غزوہ ماہِ ربیع الاوّل سن 4 ہجری میں پیش آیا۔

اس غزوہ کی وجوہات قومِ یہود کی ازلی بدنصیبی، ناسمجھی اور ہٹ دھرمی ہے ورنہ وہ خوب جانتے تھے کہ "حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے سچے اور آخری رسول ہیں۔ انہوں نے اس بارے میں اب تک بہت کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا تھا۔ انہیں مسلمانوں نے بھی سمجھایا اور ان کے اپنے دانشمند لوگوں نے بھی یہ حقیقت انہیں بتلائی کہ آپ ﷺ وہی نبی آخر الزماں ہیں جن کے وہ صدیوں سے منتظر تھے۔

انہوں نے جان بوجھ کر اللہ اور اللہ کے برگزیدہ رسول ﷺ کی مخالفت کی۔ وہ اپنی ضد ناسمجھی، ہٹ دھرمی کے سبب دینِ اسلام اور بانیٔ دینِ اسلام کے سخت جانی دشمن بن گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے بغض، عناد و عداوت میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور وہ دوستی کی آڑ میں بھی نبی آخر الزماں ﷺ کو شہید کر دینے کے منصوبے ہی بناتے رہے۔

درج ذیل میں آپ انہی وجوہات کے متعلق مختصراً شروع سے پڑھیں گے۔ اور پھر اس کے بعد فوری وجوہات یا ان واقعات کا ذکر کیا جائے گا جو اس غزوہ کے لیے فوری سبب بنے۔

مدینہ طیبہ میں یہود اور منافقین دو ایسے گروہ تھے جن میں باہمی اگرچہ بیشمار اختلافات اور عداوتیں تھیں لیکن اسلام سے بغض و عناد میں وہ سب متفق تھے۔ اسلام کی ہر فتح و کامیابی سے ان کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ جاتی اور اگر مسلمانوں کو کوئی زک پہنچتی تو ان دونوں گروہوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلنے لگتے۔ اُحد میں مسلمانوں کا جو جانی نقصان ہوا اس نے یہودیوں اور منافقوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں میں حیران کن اضافہ کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ معاہدے جو انہوں نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ دو جہاں' حضورِ انور' سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ کیے تھے۔ ان کی خلاف ورزی ان کا آئے دن کا معمول بن گیا۔

(سننِ ابوداؤد، عون المعبود جلد 3 صفحہ 116، 117)

شیطان نے ان کے دل میں غلط فہمی ڈال دی تھی کہ مسلمان اب اتنے کمزور ہو گئے ہیں کہ وہ ان کی عہد

Marfat.com

شکنیوں پر ان سے کوئی محاسبہ نہیں کر سکتے۔ اُحد کے بعد رجیع اور بئرِ معونہ کے خونچکاں واقعات نے انہیں مزید جری کر دیا تھا اور ان کے حوصلے بڑھ گئے تھے اب وہ اپنی من مانی کرنے لگے تھے۔ اور انہیں مسلمانوں کے ساتھ معاہدوں کا ذرا پاس نہ رہا تھا۔ ان کی اسلام دشمن سرگرمیوں سے مشرکینِ مکہ بھی بے خبر نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف انہیں بھڑکایا، حوصلہ دیا اور مسلمانوں کے خلاف کچھ بڑے اقدام کرنے کے لیے انہوں نے یہودیوں کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ اہلِ مکہ نے جنگِ بدر سے پہلے عبداللہ بن ابی کے ذریعہ اوس وخزرج کے مشرکین کو دھمکی آمیز خط لکھا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم تم پر چڑھائی کر دیں گے اور تمہارے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

حضور پُر نور سرکارِ دو عالم ﷺ کی بروقت مداخلت پر یہ منصوبہ ناکام ہو گیا تھا۔

اب قریش مکہ نے یہودیوں کی اسلام دشمنی سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہیں یہ خط لکھا کہ:

"اے یہود! تمہارے پاس اسلحہ کے وافر ذخائر ہیں تم مستحکم قلعوں کے مالک ہو۔ ہمارا آدمی جو تمہارے شہر میں آ کر سکونت پذیر ہو گیا ہے اس کے ساتھ جنگ کرو اور اس کو وہاں سے نکال دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم تمہیں تہس نہس کر کے رکھ دیں گے تمہاری عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنانے سے ہمیں کوئی طاقت نہیں روک سکے گی۔" (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 451...... دیگر کتب سیرت)

اہلِ مکہ کا یہ خط جب انہیں ملا تو مسلمانوں کے ساتھ طے شدہ معاہدہ کو پسِ پشت ڈال کر یہودِ مدینہ نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنی شروع کر دیں۔

غزوہ کا فوری سبب

مؤرخین، سیرت نگاروں اور اصحابِ مغازی نے اس غزوہ کے فوری سبب دو واقعات کو قرار دیا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ یہ واقعات غزوہ سے چند دن پہلے وقوع پذیر ہوئے ہوں گے۔

پہلا واقعہ

یہودیوں کا آپ ﷺ اور کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ہاں مذہبی تبادلہ خیالات کے لیے بلانا اور اس کی آڑ میں شہادتِ نبی آخر الزماں کے مذموم ارادے پورے کرنے کا ہے۔ اس واقعہ کو ابوداؤد اور بیہقی نے غزوۂ بنی نضیر کا سبب قرار دیا ہے۔

دوسرا واقعہ

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں غلط فہمی سے جو دو افراد حلیف قبیلہ کے مارے گئے ان

Marfat.com

کی دیت کے لیے آپ ﷺ کا چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ یہودیوں کی بستی میں جانا اور یہودیوں کا آپ ﷺ کو وہیں شہید کر دینے کے لیے اپنی سکیم پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اس کو ابنِ اسحاق، ابنِ عمرو، ابنِ سعد اور دیگر اصحابِ مغازی نے اس غزوہ کا سبب قرار دیا ہے۔

پہلا واقعہ یوں ہے:

جب اہلِ مکہ کا خط یہودیوں کو ملا تو فوری مسلمانوں کے ساتھ طے شدہ معاہدہ کو پسِ پشت ڈال دیا۔ اس خط سے ان کے بغض وعناد وعداوت کو اور بڑھاوا ملا۔ انہیں مسلمان کمزور لگنے لگے اور اب وہ کھل کر جلدی جلدی مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔

انہوں نے حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان جو جھگڑا ہے اس کے تصفیہ کے لیے آپ اپنے تیس آدمیوں کے ساتھ ہمارے ہاں آئیں۔ ہمارے تیس علماء آپ (ﷺ) سے تبادلہ خیال کریں گے۔ اگر وہ لوگ آپ پر ایمان لے آئے تو ہم سب لوگ بھی آپ (ﷺ) پر ایمان لے آئیں گے۔

یہ تو انہوں نے بہت اچھی بات کی تھی بھلا اس میں کسی مسلمان کو کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے ان کی اس دعوت کو قبول فرمایا اور دوسرے روز اپنے تیس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیت میں ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ ان کے تیس علماء بھی آگئے۔ یہود نے جب یہ منظر دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ ان کے ساتھ تیس آدمی ہیں ان میں سے ہر ایک ان پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہے ایسے جان نثاروں کی موجودگی میں تم اپنے منصوبہ کو عملی جامہ نہیں پہنا سکو گے۔ اس لیے انہیں کہو کہ فریقین کے صرف تین تین آدمی آئیں اور باہمی بحث ومباحثہ کریں۔ اگر ہمارے ان تین نمائندوں نے آپ (ﷺ) کا دین قبول کرلیا تو ہم سب مسلمان ہوجائیں گے۔

چنانچہ تین یہودی جنہوں نے اپنے پہلوؤں میں خنجر چھپائے ہوئے تھے آگے بڑھے تاکہ موقع ملتے ہی جانِ عالم ﷺ پر حملہ کردیں اور کام تمام کردیں۔ بنونضیر میں سے دو بہن بھائی پکے مسلمان تھے۔ بہن کو اس سازش کا علم ہوا تو اس نے فوراً اپنے بھائی کو بتایا اور کہا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کو فوراً خبردار کردو۔ چنانچہ اس نے حضورِ انور ﷺ کو مطلع کیا۔ پیغمبر اوّل وآخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔

اس واقعہ کو عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابوداؤد اور بیہقی نے اسنادِ صحیحہ سے بیان کیا ہے اور اسے غزوۂ بنی نضیر کا سبب قرار دیا ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 451)

Marfat.com

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ درج ذیل ہے اور اس کو ابنِ اسحاق، ابنِ عمرو، ابنِ سعد اور دیگر اصحابِ مغازی نے اس غزوہ کا سبب قرار دیا ہے۔

بئرِ معونہ کے سانحہ سے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ واپس آتے ہوئے جب قناۃ (کوہستانی نہر) کے سرے پر واقع مقامِ قرقرہ پر پہنچے تو وہاں ان کی ملاقات بنی عامر بن صعصعہ قبیلہ کے دو آدمیوں سے ہوئی۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم بنی عامر قبیلہ کے فرد ہیں۔ دوپہر کا وقت تھا سب آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے جب وہ دونوں سو گئے تو حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کا کام تمام کر دیا کیونکہ ان کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا جنہوں نے بئرِ معونہ کے موقع پر ستر (70) بے گناہ مسلمانوں کو شہید کیا تھا۔

اس کے بعد جب حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے اور حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو بئرِ معونہ کے المناک حادثہ کے بارے میں عرض کیا اور یہ بھی بتایا کہ میں نے اس قبیلہ کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا ہے۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا تم نے بہت برا کیا ہے ہم نے تو ان کو امان دے دی تھی۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے حضور کی امان دینے کا علم نہ تھا میں تو انہیں مشرک خیال کرتا تھا۔ ان کی قوم نے ہمارے مبلغین کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا تھا۔ میں نے اس کا بدلہ لینے کے لیے یہ قدم اٹھایا۔

اس پر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہتھیار یا لباس تم نے ان سے چھینا ہے وہ یہاں رکھ دو۔ ہم ان کے اہل و عیال کی طرف ان کی دیت (خون بہا) بھیجیں گے اور اس کے ساتھ یہ سامان بھی ان کے وارثوں کو بھیجا جائے گا کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ کا یہی فرمان ہے۔

"اور مکمل دیت اچھی طرح مقتول کے وارثوں کو دو (ادا کرو)۔" (سورۃ البقرہ:178)

یہود سے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاہدہ طے کیا تھا اس کی ایک شق یہ بھی تھی کہ "اگر فریقین میں سے کسی کو کسی مقتول کی دیت ادا کرنا پڑے تو دوسرا فریق اس کی امداد کرے گا"۔ حضورِ انور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے روز مسجد قبا میں تشریف لے آئے وہاں نماز ادا فرمائی۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مہاجرین اور انصار کا ایک گروہ بھی تھا۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ نو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہوئے اور یہودیوں کو کہا کہ ان دو مقتولوں کی دیت ادا کرنے میں حسبِ معاہدہ وہ تعاون کریں۔

انہوں نے کہا یا ابا القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تشریف لا کر ہماری عزت افزائی کی ہے ہم ضرور تعاون کریں گے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف رکھئے۔ جو حاضر ہے تناول فرمائیے پھر تعمیلِ ارشاد ہو گی۔ انہوں نے

Marfat.com

بڑے ادب سے گفتگو کی، عزت سے بٹھایا اور خود ادھر ادھر ہو کر سرگوشیاں کرنے لگے۔ اس موقع پر یہودی تنہائی میں جمع ہوئے تو ان پر شیطان سوار ہو گیا اور جو بدبختی ان کا نوشتۂ تقدیر بن چکی تھی اسے شیطان نے انہیں خوشنما بنا کر پیش کیا۔ یعنی یہود نے باہم مشورہ کیا کہ کیوں نہ نبیٔ اسلام ﷺ ہی قتل کر دیا جائے۔

حی بن اخطب جو بنی نضیر کا رئیس تھا وہ کہنے لگا۔ اے یہودی بھائیو! آج محمد (ﷺ) آئے ہیں۔ ان کے ساتھی دس سے بھی کم ہیں۔ ان میں ابوبکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) جیسی سربرآوردہ ہستیاں ہیں۔ چھت کے اوپر چکی کا پاٹ رکھا ہے اگر اسے ان پر گرا دو تو ان کا خاتمہ ہو جائے گا اور یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے فرو (ختم) ہو جائے گا۔ کان کھول کر سن لو ایسا زریں موقع پھر تمہیں قیامت تک نہ ملے گا۔ اس پر ایک یہودی جس کا نام عمرو بن حجاش تھا بولا، یہ خدمت میں بجا لاؤں گا۔ میں چھپ کر چھت پر چڑھ جاتا ہوں اور وہاں سے ان پر پتھر لڑھکا دوں گا۔ (البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 75...... تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 37 تا 39)

ان میں ایک ہوشمند شخص تھا جس کا نام سلام بن مشکم تھا وہ بولا۔

''اے میری قوم میری یہ بات ضرور مانو پھر عمر بھر میری کوئی بات نہ ماننا۔ بخدا اگر تم نے یہ حرکت کی تو انہیں پتہ چل جائے گا کہ تم نے آپ (ﷺ) سے فریب، بغاوت، دھوکا کیا ہے اور عہد جو ہمارے درمیان اور ان کے درمیان طے پا چکا ہے یہ فعل اس عہد کو توڑنے کے برابر ہو گا پس ایسی حرکت سے باز آ جاؤ۔''

لیکن یہود ایسی بات ماننے والے کب تھے۔ عمرو بن حجاش اپنے منصوبہ پر عمل کرنے کے لیے چھت پر چڑھ گیا۔ ادھر اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے رسولِ مقبول و مکرم ﷺ کو اس سازش سے آگاہ فرما دیا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ جلدی وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چل دیئے۔ حاضرین نے یہی سمجھا کہ کسی فوری ضرورت سے نزدیک تشریف لے جا رہے ہیں اور ابھی واپس آ جائیں گے۔ سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہیں بیٹھے رہے اور گفتگو کرتے رہے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، حضور پرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ وہاں سے اٹھ کر مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

اتنے میں ایک یہودی مدینہ طیبہ سے بنو نضیر کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم نے یہ منصوبہ بنایا ہے۔ پوچھا وہ (نبی کریم ﷺ) کہاں ہیں؟ وہ بولے یہیں ہیں ابھی آ رہے ہیں۔ اس نے جب انہیں بتایا کہ احمقو! تم یہاں ان کے انتظار میں ہو اور سمجھتے ہو کہ وہ یہی ہیں۔ میں تو ان کو مدینہ شہر میں دیکھ کر آ رہا ہوں۔ یہ سن کر ان کے حواس باختہ ہو گئے اور ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ابھی تک بیٹھے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ جب زیادہ وقت گزر گیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضورِ انور ﷺ کسی اہم کام کے لیے تشریف لے گئے

Marfat.com

ہیں، تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ سب حضورِ انور ﷺ کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے۔

یہودیوں نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جاتے ہوئے دیکھا تو حی بن اخطب کہنے لگا کہ ابوالقاسم (ﷺ) نے بہت جلدی کی ہے۔ ہم تو ان کے حکم کی تعمیل کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ لیکن دل ہی دل میں یہود کو اپنی اس ناکامی پر شدید ندامت کا احساس بھی تھا۔

یہودیوں میں اچھی سمجھ بوجھ کے لوگ بھی موجود تھے۔ وہ انہیں اچھے طریقے سے اچھے الفاظ میں حقیقت بیان کرتے تھے لیکن وہ ازلی بدنصیب پھر بھی نہ سمجھے درج ذیل میں کنانہ بن صویرہ اور سلام بن مشکم کی نصیحت یا رائے پڑھیں۔ دیکھیں انہوں نے کتنے اعلیٰ معیار کی باتیں کی ہیں۔

ایک یہودی کنانہ بن صویرہ نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ اٹھ کر کیوں چلے گئے؟ دوسرے نے کہا بخدا! ہمیں کوئی علم نہیں۔ اس نے کہا اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں ہماری دھوکا بازی پر مطلع فرمادیا ہے۔ بخدا! وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آخر الانبیاء ہیں۔ تمہاری آرزو یہ تھی کہ آخری نبی اولادِ ہارون سے ہو، اور یہ اولاد اسماعیل سے ہیں۔ اس لیے ازراہِ حسد تم ان پر ایمان نہیں لائے حالانکہ ان میں وہ تمام نشانیاں موجود ہیں جو اس نبی منتظر (نبی آخرالزماں) کی تورات میں بیان کی گئی ہیں۔ تمہاری غداری کی یہی کیفیت رہی تو مجھے نظر آرہا ہے کہ تمہیں یہاں سے جلاوطن کردیا جائے گا۔ تم اونٹوں پر سوار ہوں گے تمہارے بچے چیخ رہے ہوں گے۔ تم اپنے شاندار مکانات اور حویلیاں یونہی چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤ گے تمہارے اموال بھی پیچھے رہ جائیں گے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 453...... دیگر کتبِ سیرت...... مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 147)

کنانہ ابنِ صویرہ نے آخر میں انہیں کہا، میری قوم تمہاری سلامتی ان دو باتوں میں سے ایک بات ماننے میں ہے ان کے علاوہ ہر بات تمہارے لیے تباہی و بربادی کا باعث بنے گی۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون سی دو باتیں ہیں جن میں ہماری سلامتی ہے؟ اس نے کہا بہتر تو یہ ہے کہ اپنی ضد، ہٹ دھرمی ترک کردو۔ اور جب تم سب جانتے ہو کہ وہ اللہ کے سچے نبی ہیں تو ان پر ایمان لے آؤ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے اموال تمہاری جائیدادیں، تمہارے بچے سب محفوظ ہو جائیں گے۔ تمہارا شمار ان کے اکابر صحابہ میں ہونے لگے گا اور تمہیں اپنے شہر سے جلاوطن بھی نہیں ہونا پڑے گا۔ انہوں نے جواب دیا۔ یہ بات ناممکن ہے "ہم تو تورات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کسی قیمت پر چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔"

اس نے کہا۔ پھر دوسری تجویز یہ ہے کہ اگر وہ تمہیں شہر سے نکل جانے کا حکم دیں تو سرِ تسلیم خم کردو۔ اس طرح تمہاری جانیں، تمہاری اولاد اور تمہارے اموال سب محفوظ رہیں گے چاہے انہیں بیچو چاہے اپنے پاس رکھو۔ انہوں نے کہا ہمیں یہ تجویز منظور ہے۔

اس کے فوراً بعد سلام بن مشکم نے کہا کہ ابھی ان کی طرف سے تمہیں یہاں سے نکل جانے کا حکم ملے

Marfat.com

گا۔ اے حی بن اخطب! اب تک تو نے میری کوئی بات نہیں مانی اب دوبارہ غلطی نہ کرنا۔ ان کا حکم آئے تو فوراً تعمیل کرنا۔ حی بن اخطب بولا: میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایسا ہی کروں گا۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مدینہ طیبہ پہنچ کر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ اسی اثناء میں وہاں سے آنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی خدمتِ اقدس میں پہنچ گئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! حضورِ انور تشریف لے آئے اور ہمیں پتہ ہی نہ چلا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہود نے مجھے قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ میرے اللہ نے مجھے بتا دیا اور میں اٹھ کر چلا آیا۔

ابنِ عقبہ کہتے ہیں کہ سورۂ مائدہ یہ آیت (آیت 11) اسی موقع پر نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (المائدہ: 11)

ترجمہ "اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی پختہ ارادہ کرلیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اللہ نے روک دیا ان کے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ پر ہی بھروسا کرنا چاہیے ایمان والوں کو۔"

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حضور پُرنور ﷺ کا پیغام پہنچا تو فوراً حاضر خدمت ہوئے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ بنی نضیر کے پاس جاؤ اور انہیں جا کر میرا یہ حکم سناؤ۔

"کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ تمہیں حضور (ﷺ) کا یہ حکم سناؤں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے میرے شہر سے نکل جاؤ۔"

تعمیلِ ارشاد کے لیے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بنی نضیر کے پاس آئے اور انہیں کہا۔ کہ مجھے حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے تمہاری طرف ایک پیغام دے کر بھیجا ہے۔ لیکن وہ پیغام سنانے سے پہلے میں تمہیں ایک بات یاد دلانا چاہتا ہوں جس کا تم سب کو علم ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کون سی بات ہے؟ آپ نے کہا میں تمہیں اس تورات کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جسے اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر نازل فرمایا۔ تمہیں یاد ہے کہ ایک روز حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے میں تمہارے پاس آیا تھا اور تمہارے سامنے تورات رکھی ہوئی تھی۔

پھر میں نے تمہیں یہ بتلایا تھا کہ تم نے مجھے کہا تھا اگر کھانا کھانا چاہتے ہو تو وہ پیش کرتے ہیں اور اگر یہودی مذہب اختیار کرنے کے لیے آئے ہو تو ہم تمہیں یہودی بناتے ہیں۔ میں نے تمہیں کہا تھا کہ کھانا کھلاؤ تو کھالوں گا یہودی بننے کے لیے کہو تو یہ ناممکن ہے۔ تم نے مجھے ایک طشت میں کھانا کھلایا تھا۔ تم نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں تمہارا دین کیوں قبول نہیں کرتا کیا تم دینِ ابراہیمی کے متلاشی ہو؟ ابو عامر راہب، دینِ ابراہیمی کا پیروکار نہیں ہے۔

Marfat.com

پھر میں نے تمہیں یہ بتلایا تھا کہ اس دین والا نبی ہمارے پاس آ گیا ہے جس کی یہ نشانیاں ہیں وہ خوشیاں دینے والا، ہنسنے والا ہے۔ دشمنانِ حق کو قتل کرنے والا ہے۔ اس کی آنکھوں میں سرخی ہے۔ وہ یمن کی طرف سے آئے گا اونٹ پر سوار ہوگا۔ عمامہ باندھا ہوگا اور روٹی کے سوکھے ٹکڑے پر اکتفا کرے گا۔ اس کی تلوار اس کی گردن سے حمائل ہوگی۔ وہ دانائی کی باتیں کرے گا۔ انہوں نے کہا بے شک تم نے درست کہا ہے تم نے یہ باتیں ہمیں بتائی تھیں۔ لیکن یہ علامتیں ان کی نہیں (یا ان میں نہیں)۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا جو بات میں پیغام رسانی سے پہلے کرنا چاہتا تھا وہ میں نے کردی۔

اب دھیان سے سنو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مجھے تمہارے پاس یہ بتا دینے کے لیے بھیجا ہے کہ جو معاہدہ میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا، تم نے یہ دھوکا بازی کر کے اسے توڑ دیا ہے۔ عمرو بن حجاش چھت پر چڑھ گیا تھا تا کہ چکی کا پاٹ مجھ پر گرائے۔ اس کے بارے میں میرے رب نے مجھ کو آگاہ کردیا۔ یہ سن کر ان پر سناٹا طاری ہوگیا اور ان کی زبان سے ایک حرف بھی نہ نکل سکا پھر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

"میرے شہر سے نکل جاؤ۔ تمہیں دس دن کی مہلت ہے اس کے بعد تم میں سے اگر کوئی آدمی یہاں نظر آیا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔"

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ اور قبیلہ اوس کے تعلقات بنی نضیر سے بہت پرانے تھے۔ انہوں نے کہا ہمیں تعجب ہے کہ یہ پیغام ہم اوس قبیلہ کے ایک فرد کی زبان سے سن رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ "تغیرت القلوب۔" اب دل بدل گئے پہلے دلوں میں تمہاری محبت تھی اب یہاں اللہ کے محبوب کی محبت کا چراغ روشن ہوگیا ہے۔

اس کے بعد وہ لوگ کوچ کی تیاری میں لگ گئے۔ مدینہ طیبہ سے تقریباً 9 کلومیٹر کے فاصلہ پر ذوجدر، نامی چراگاہ تھی جس میں ان کی سواری اور بار برداری کے جانور چرا کرتے تھے انہوں نے ان کو منگوانا شروع کیا اور وہاں اشجع قبیلہ کے اونٹ کرایہ پر لینے کا بھی بندوبست کیا۔

رئیس المنافقین کا گمراہ کن پیغام

بنو نضیر کوچ کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ اسی اثناء میں سوید اور داعس، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا پیغام لے کر ان کے پاس پہنچے۔ اس نے کہلا بھیجا۔ اے بنی نضیر! اپنے گھروں اور اپنے اموال کو چھوڑ کر نکلنے کا خیال تک دل میں نہ لاؤ۔ اپنے قلعوں میں مورچے سنبھال لو۔ میرے ساتھ میری قوم کے دو ہزار شمشیر زن ہیں ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں۔ ہم سب قلعوں میں تمہارے شانہ بشانہ مورچوں میں بیٹھیں گے اور جب تک ہم میں ایک شخص بھی زندہ ہے تمہارے نزدیک کوئی نہیں آسکے گا بنی قریظہ بھی اس مشکل گھڑی میں تمہیں

Marfat.com

تنہا نہیں چھوڑیں گے اور قبیلہ غطفان کے لوگوں سے بھی بات چیت ہو چکی ہے وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔
رئیس المنافقین عبداللہ ابنِ ابی نے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد قرظی کی طرف بھی پیغام بھیجا کہ آزمائش کی اس گھڑی میں وہ اپنے ہم مذہبوں کی امداد کریں۔ لیکن اس نے دوٹوک جواب دیا۔ ''جب تک میں زندہ ہوں میرے قبیلہ کا ایک فرد بھی عہد شکنی نہیں کرے گا۔'' سلام بن مشکم نے یہ سنا تو اس نے حی کو کہا اے حی! تجھے عبداللہ ابنِ ابی کے جھوٹے وعدوں نے گمراہ کر دیا ہے ایسا مت کرو اس نے مزید کہا۔

''بخدا! تو بھی جانتا ہے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں ان کی صفات ہماری کتاب میں موجود ہیں۔ ہم حسد کی وجہ سے ان کی پیروی نہیں کر رہے آؤ! ہم ان کی امن و سلامتی کی پیشکش کو قبول کر لیں اور ان کے شہر سے چلے جائیں۔''

اس نے حی بن اخطب کو مزید سمجھاتے ہوئے کہا۔

اے حی! اگر ایک دن بھی انہوں نے ہمارے قلعوں کا محاصرہ کر لیا تو پھر ان شرائط پر صلح ممکن نہ ہوگی۔ حی بن اخطب جو عبداللہ بن ابی کو قابلِ اعتماد سمجھتا تھا اس نے کہا تم کس غلط فہمی میں مبتلا ہو ان کی مجال نہیں کہ ہم پر حملہ کر سکیں۔ عبداللہ بن ابی اپنے دو ہزار بہادروں اور دوسرے حلیفوں کے ساتھ ہماری مدد کو آ جائے گا۔ پھر کون ہے جو ہمارے مقابلہ کی جرأت کر سکے۔ سلام نے کہا عبداللہ ابنِ ابی کا وعدہ لغو اور بے معنی ہے وہ تمہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ تمہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں صف آرا کر کے خود گھر میں بیٹھ رہے گا۔

اس نے بنو قینقاع کے ساتھ بھی ایسا ہی وعدہ کیا تھا۔ کیا اس نے وہ وعدہ ایفاء کیا؟ وہ قبیلہ تو ابنِ ابی کا حلیف تھا اور ہم تو اس کے دیرینہ حریف ہیں ہماری مدد کے لیے وہ کب آئے گا اس غلط فہمی کو اپنے دل سے نکال دو۔

حی بولا:

''میرا نفس تو انکار کرتا ہے کہ میں محمد (ﷺ) سے صلح کروں میں تو ان کے ساتھ عداوت کرتا رہوں گا اور ان سے جنگ کروں گا۔''

سلام بن مشکم نے حی کی یہ بات سن کر کہا۔

''بخدا تمہاری یہی روش اپنے شہر سے ہماری جلاوطنی کا باعث بنے گی ہمارے اموال اور ہماری عزت و شرف کے برباد ہونے کا باعث بنے گی ہماری اولاد کو قید کر لیا جائے گا ہمارے نوجوانوں کو قتل کر دیا جائے گا۔''

سلام کی اتنی کوششوں کے باوجود حی پر ذرا اثر نہ ہوا اور وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے پر کمر بستہ

Marfat.com

ہوگیا۔ بنی نضیر کا ایک دوسرا سردار ابنِ ابی الحقیق تھا اس کا ایک لڑکا ساموک نامی تھا جسے عام طور پر نادان اور بھولا بھالا یا بدھو سمجھا جاتا تھا وہ بولا: اے حی؟ تم بڑے منحوس ہو تم بنی نضیر کا ستیاناس کر کے رہو گے اس کی اس بات سے حی بن اخطب غصہ سے لال پیلا ہوگیا کہنے لگا اب قبیلہ کا ہر شخص مجھ پر اعتراض کرنے لگ گیا ہے حتیٰ کہ یہ پاگل بھی مجھے منحوس کہتا ہے ساموک کے بھائیوں نے اسے تھپڑ رسید کیے اور حی بن اخطب کو اپنی امداد کا یقین دلایا۔

حی بن اخطب نے اپنے بھائی جدی بن اخطب کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا تاکہ وہ حضورِ انور ﷺ کو حی کا یہ فیصلہ پہنچائے۔

''کہ ہم اپنے گھروں اور اپنے اموال کو چھوڑ کر کسی قیمت پر نہیں نکلیں گے، آپ جو کرنا چاہتے ہیں کرلیں۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 457......دیگر کتب سیرت...... مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 147)

حی بن اخطب نے بھائی کو کہا یہ پیغام دینے کے بعد وہیں سے وہ عبداللہ بن ابی کے پاس جائے اور اسے بتائے کہ ہم نے تمہارے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کو یہ چیلنج دے دیا ہے۔ اب تم اپنے دو ہزار نوجوانوں اور دیگر حلیفوں کو لے کر ہماری امداد کے لیے فوراً پہنچو۔ جدی بن اخطب نے پہلے اپنے بھائی کا فیصلہ حضورِ انور ﷺ کو جا کر بتایا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اس وقت اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے اس کی یہ بات سن کر حضورِ انور ﷺ نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر کہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی زور سے جوابی نعرہ لگایا فرمایا اب یہود سے جنگ ہوگی۔

اس کے بعد جدی بن اخطب، عبداللہ بن ابی کے پاس پہنچا وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چند حواری بھی وہاں موجود تھے۔ اسی اثناء میں حضورِ انور، سرکارِ دو عالم ﷺ کی طرف سے یہ اعلان کیا جانے لگا کہ مسلمانو! اٹھو اور بنی نضیر کے قلعوں کا چل کر محاصرہ کرلو۔ یہ اعلان سن کر عبداللہ بن اُبی کا بیٹا جس کا نام بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا وہ اپنے باپ کے پاس آیا اس نے زرہ پہنی ہوئی تھی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ حضور کی دعوت پر لبیک کہتا ہوا گھر سے نکلا۔

جدی بن اخطب کہتا ہے جب میں نے یہ منظر دیکھا کہ عبداللہ بن ابی اطمینان سے اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہے اور اس کا بیٹا ہتھیار سجا کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہونے کے لیے بھاگا ہوا جارہا ہے تو میں اس سے مایوس ہوگیا میں دوڑ کر اپنے بھائی کے پاس پہنچا اس نے پوچھا خیر تو ہے؟ میں نے کہا خیر نہیں شر ہی شر ہے۔ میں نے کہا جب تیرا پیغام محمد (ﷺ) کو پہنچایا تو آپ (ﷺ) نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر کہا اور یہود کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ اور پھر میں عبداللہ بن ابی کے پاس آیا اور اسے صورتِ حال سے آگاہ کیا حی نے پوچھا اس نے کیا جواب دیا۔ جدی نے کہا مجھے تو اس کے پاس کوئی خیر نظر نہیں آئی۔ اس نے صرف اتنا کہا

Marfat.com

کہ میں بنوغطفان میں اپنے حلیفوں کو پیغام بھیجتا ہوں وہ تمہارے ساتھ قلعوں میں داخل ہو جائیں گے۔

بنی نضیر کا محاصرہ

حضورِ انور نبی کریم ، سرکارِ دوعالم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہمراہ لے کر بنی نضیر کی طرف روانہ ہوئے۔ روانگی سے پہلے مسجد نبوی میں امامت کے لیے حضرت ابنِ اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہما کو مقرر فرمایا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ایک قبہ نما (گنبد نما، گول) خیمہ دے کر بھیجا جو بعض کے نزدیک غرب نامی درخت کی لکڑی کا بنا ہوا تھا لیکن علامہ مقریزی کہتے ہیں کہ وہ چمڑے کا بنا ہوا تھا اور اس پر بالوں سے بنی ہوئی کمبل نما چادریں بچھا دی گئی تھیں۔ (الامتاع جلد 1 صفحہ 151)

عصر کی نماز حضورِ انور رحمتِ دوعالم ﷺ نے بنی نضیر کے کھلے میدان میں ادا کی۔ جب ان لوگوں نے حضور پُرنور ﷺ کو مع صحابہ دیکھا تو اپنے قلعوں کی دیواروں پر قطاریں باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے تیر اور پتھر جمع کر رکھے تھے۔ پہلے دن صرف تیر برساتے رہے اور سنگ باری کرتے رہے عشا کی نماز آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کی معیت میں اس کھلے میدان میں ادا کی۔

اس کے بعد اپنے دس صحابہ کرام کی معیت میں حضورِ انور نبی کریم ﷺ اپنے کاشانہ اقدس میں واپس تشریف لائے پھر واپسی کے وقت حضورِ انور ﷺ گھوڑے پر سوار تھے اور زرہ پہنی ہوئی تھی۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو لشکر کی قیادت تفویض کی گئی۔ رات بھر مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کیے رکھا۔ وقتاً فوقتاً نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے رہے یہاں تک کہ سپیدۂ صبح طلوع ہوا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی۔ صبح سویرے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ بنی حطمہ کے کھلے میدان میں پہنچے اور صبح کی نماز وہاں ادا فرمائی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو وہ قبہ نما خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ جب خیمہ نصب ہوگیا تو حضورِ انور ﷺ اس میں تشریف لے گئے۔

یہودیوں میں ایک ماہر تیرانداز تھا جس کا نام عزوک تھا۔ اس کا نشانہ خطا نہیں جاتا تھا اس نے قبہ شریف پر تیر برسانے شروع کیے۔ اگرچہ قبہ کافی دور تھا لیکن عزوک کے تیر وہاں تک پہنچ رہے تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ خیمہ ذرا دور نصب کیا جائے جہاں یہود کے تیر نہ پہنچ سکیں۔

آج کا سارا دن بھی گزر گیا لیکن رئیس المنافقین عبداللہ ابنِ ابی، بنی نضیر کی مدد کے لیے نہ آیا اور نہ اس کے کسی حلیف نے ادھر کا رخ کیا۔ وہ آرام سے اپنے گھر میں سر چھپا کر بیٹھا رہا۔ اب سلام بن مشکم، کنانہ بن صویرہ نے حی بن اخطب سے پوچھا۔ بتاؤ بھائی، کہاں ہے عبداللہ ابنِ ابی اور کہاں ہیں اس کی فوجیں اور اس کے حلیف؟ حی نے بے حسی کا اظہار کرتے ہوئے بڑی بے چارگی کے عالم میں کہا۔ ہماری تقدیر میں یہ جنگ اور بربادی لکھی تھی اب اس سے کوئی بچنے کی صورت نہیں ہے۔

Marfat.com

حضور پُرنور سرکارِ دوعالم ﷺ نے بنی نضیر کا محاصرہ جاری رکھا رات عشاء کے وقت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تلاش کی گئی لیکن آپ کا کہیں سراغ نہ ملا۔ لشکرِ اسلام میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ آخر اس بے چینی کا تذکرہ بارگاہِ رسالت مآب میں کیا گیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا' پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ علی (رضی اللہ عنہ) تمہاری ہی کسی مہم کو سر کرنے کے لیے گئے ہوں گے۔ تھوڑا وقفہ گزرا تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ ان کے ہاتھ میں یہودیوں کے مایہ ناز تیر انداز عزوک کا بریدہ سر لٹک رہا تھا۔

عزوک رات کو اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا کہ جس وقت موقع ملے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے انہیں نقصان پہنچائے۔ وہ ایک بہادر اور ماہر تیر انداز تھا۔ شیرِ خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو پتہ چلا تو آپ نے اس پر حملہ کر کے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے ساتھی اسے تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دس صحابہ کو بھیجا۔ ان میں حضرت ابودجانہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما جیسے بہادر اور تجربہ کار سپاہی تھے۔ انہوں نے ان بھگوڑوں کو جا پکڑا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آتا دیکھ کر بھاگ گئے تھے اور ان سب کو تہ تیغ کر دیا اور ان کے سر کاٹ کر بنی حطمہ کے ایک کنوئیں میں پھینک دیئے گئے۔

نخلستان سے چند درخت کاٹنے کا حکم

جب محاصرہ نے طول کھینچا تو حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے ان کے نخلستان کاٹ دینے کا حکم دیا۔ انہیں کاٹنے کے لیے حضرت ابویعلیٰ مازنی اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا۔ حضرت ابویعلیٰ رضی اللہ عنہ تو عجوہ کھجور کے درختوں کو کاٹنے لگے کیونکہ ان قیمتی کھجوروں کے کاٹنے سے بنی نضیر کو زیادہ دکھ پہنچنے کا امکان تھا۔ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ عام قسم کی کھجوروں کو کاٹتے اور فرماتے جاتے مجھے یقین ہے کہ یہ سب نخلستان اللہ تبارک تعالیٰ بطورِ غنیمت ہمیں عطا فرمائے گا۔ ہم عمدہ قسم کی کھجوروں کو کیوں ضائع کریں۔ جب حضرت ابویعلیٰ رضی اللہ عنہ، عجوہ کھجور کے درختوں کو کاٹ کاٹ کر پھینک رہے تھے یہودی عورتیں فرطِ غم سے اپنے گریبان چاک کر رہی تھیں اپنے رخساروں پر تھپڑ مار رہی تھیں اور انہوں نے واویلا کرنا شروع کر دیا تھا۔

اب حی بن اخطب سے رہا نہ گیا۔ اس نے حضور پُرنور ﷺ کو کہلا بھیجا کہ آپ تو زمین میں فساد برپا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے اب ان پھلدار درختوں کو کیوں کٹوا رہے ہیں۔ فرمایا تاکہ تمہاری آنکھیں کھلیں اور تم جنگ کے آتش کدے کو بھڑکا بھڑکا کر اپنی قوم کو اس میں بھسم کرنے سے باز آجاؤ۔ کھجور کے جتنے درخت کاٹے گئے ان کی کل تعداد چھ (6) بتائی گئی ہے۔ نیز وہ ان گنجان کھجوروں میں چھپ کر مسلمانوں پر حملہ کر سکتے تھے اور وہ کھجور کے درخت مسلمانوں کے لیے حملہ کرنے میں رکاوٹ تھے۔ اس لیے جنگی نقطۂ نظر

Marfat.com

سے ایسی کمین گاہوں کا قلع قمع بھی ضروری تھا۔

بہرحال یہودیوں کے اس سوال سے، ان باتوں کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے دلوں میں خیال اثر کرنے لگا۔ اس وقت اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۃ حشر کی آیت 5 نازل فرمائی جس میں ربِ کائنات کا ارشاد پاک یوں ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ○

ترجمہ ''جو درخت تم نے کاٹے یا جو ان کی جڑوں پر قائم رہنے دیئے یہ سب اللہ کی اجازت سے تھا تا کہ وہ فاسقوں کو ذلیل ورسوا کرے۔'' (حشر:5)

ادھر حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے سختی سے بنی نضیر کا محاصرہ جاری رکھا اور اللہ تبارک تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب، خوف ودبدبہ بٹھا دیا۔ آخر کار انہوں نے حضورِ پُرنور نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ان کو اس شرط پر جلاوطن ہونے کی اجازت دے دی جائے اور جان بخشی کردی جائے کہ سوائے ہتھیاروں کے انہیں ایسا تمام سامان ساتھ لے جانے دیا جائے جو اونٹوں پر لادا جاسکتا ہے۔

پیغمبر اوّل وآخر واعظم، رحمۃ اللعالمین، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے ان کی یہ شرط اور درخواست قبول فرمائی۔ چنانچہ یہودیوں نے اپنے اونٹوں پر عورتوں اور بچوں کے علاوہ اپنا وہ سامان بھی لادلیا جو اونٹ لے جاسکتے تھے۔ صرف ہتھیار چھوڑ دیئے۔ ان کے پاس کل ملا کر چھ سو اونٹ تھے۔

بنی نضیر کے یہودیوں نے اپنے گھر تک توڑ پھوڑ ڈالے تا کہ جو لکڑی، پھٹے، شہتیر وغیرہ اچھی معلوم ہو وہ جلاوطن ہوتے وقت اپنے ساتھ لے جاسکیں اور ایک پہلو اُن کے توڑ پھوڑ ڈالنے میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ ان کے گھر ایسی حالت میں جائیں جنہیں وہ استعمال نہ کرسکیں۔ اور ان کے ایسا کرنے کے بعد مکانوں کے جو حصے باقی رہ جاتے انہیں مسلمان گرا دیتے تا کہ جنگ کے لیے میدان صاف ہو جائے اور یہودی ان میں مورچہ زن نہ ہوسکیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس صورت حال کا سورۃ حشر کی آیت 2 میں یوں بیان فرمایا۔

وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ (حشر:2)

ترجمہ ''اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا کہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں۔''

اس وقت بنی نضیر سے دو خوش نصیب شخص مسلمان ہوگئے ایک کا نام یامین بن عمیر اور دوسرے کا نام

Marfat.com

ابوسعد بن وہب تھا۔ ان کے اسلام لانے کی تفصیل یہ ہے۔

یامین بن عمیر اور ابوسعد بن وہب نے جب یہ منظر دیکھا تو ایک دوسرے کو کہا بخدا! تم جانتے ہو کہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اب ہمیں کس کا انتظار ہے آج بھی ہم اسلام قبول کر لیں تو ہماری جانیں بھی بچ جائیں گی اور ہمارے اموال بھی ہمارے پاس رہیں گے چنانچہ ان دونوں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ دونوں قلعہ سے نیچے اترے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور دست اقدس پر اسلام قبول کرنے کی بیعت کر لی۔ اس طرح انہوں نے اپنی جانیں بھی بچالیں اپنے اموال بھی محفوظ کر لیے اور اپنی عاقبت بھی سنوار لی۔

حضرت یامین بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہوتے ہی حُبِ رسولِ کریم ﷺ میں اپنے چچازاد عمرو بن حجاش کو قتل کرنے یا کرانے کا ارادہ کرلیا۔ عمرو بن حجاش وہی شخص تھا جس نے چھت پر سے آپ ﷺ پر پتھر یا چکی کا پاٹ پھینک کر جان لینے کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت یامین بن عمیر رضی اللہ عنہ نے بنی قیس کے ایک شخص سے عمرو بن حجاش کو قتل کرانے کا معاملہ کیا اور ایک روز اس شخص نے موقعہ پاکر عمرو بن حجاش کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ کو جب اس دشمنِ خدا کے قتل کی خبر ملی تو بہت مسرور ہوئے۔

یہ محاصرہ کتنے عرصہ جاری رہا، اس کے بارے میں درج ذیل قول ہیں۔

علامہ ابنِ سعد اور بلاذری کے نزدیک پندرہ دن اور ابنِ کرع کے نزدیک تیئس دن اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کی مدت پچیس دن بتائی ہے۔ آخر کار یہود کو اپنی شکست تسلیم کرنا پڑی اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی شرائط پر مدینہ طیبہ سے جلاوطن ہونا منظور کرلیا۔

مدینہ طیبہ سے ان کو جلاوطن کرنے کی ذمہ داری حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی گئی۔ اس وقت یہودیوں نے ایک اور عذر کیا کہ یہاں کے بہت سے لوگ ہمارے مقروض ہیں وہ قرض انہوں نے مقررہ مدت کے بعد ادا کرنے ہیں ان کا کیا بنے گا؟ ان کا مقصد یہ تھا کہ ہمیں مدینہ طیبہ میں ٹھہرنے کی مزید مہلت دی جائے تاکہ ہم اپنے قرضے وصول کر سکیں۔ حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

"کہ قرضہ کی رقم کم کر دو (سود معاف کر دو) اور بقیہ رقم جلدی وصول کرلو۔"

چنانچہ ابورافع، اور سلام بن ابی الحقیق کے ایک سو بیس سونے کے دینار، حضرت اسید بن حضیر کے ذمہ واجب الاداء تھے جو ایک سال بعد انہوں نے ادا کرنا تھے اس نے اصل زر اسی دینار لے کر صلح کر لی اور چالیس دینار سود چھوڑ دیا۔

لشکرِ اسلام کا محاصرہ جیسے جیسے طویل ہوتا جا رہا تھا یہود مایوس ہوتے جا رہے تھے۔ حسد و مایوسی فرطِ یاس میں انہوں نے اپنے شاندار مکانات اور حویلیاں پیوندِ خاک کرنا شروع کر دیں تاکہ ان میں مسلمان آکر آباد

Marfat.com

نہ ہوں۔ اس طرح ان کے جو مکانات مسلمانوں کی آبادی کے قریب تھے انہیں مسلمانوں نے گرانا شروع کر دیا تاکہ یہودی جلد از جلد ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں اور یوں چند دنوں میں ان کے محلات و حویلیاں کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے۔

وہ جلاوطنی سے مغموم نہ تھے

وہ اپنی جلاوطنی سے اس مقولہ کے تحت مغموم نہ تھے کہ جان بچی سو لاکھوں پائے کیونکہ اس ناسمجھی، بغاوت اور چیلنج میں ان کی گردن مارے جانا یقینی تھا لیکن حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ نے ان پر رحم کیا اور جانے دیا۔

یہودیوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو سواری کے اونٹوں پر سوار کیا دیگر اونٹوں پر جو قیمتی سامان لادا جا سکتا تھا وہ لادا یہاں تک کہ انہوں نے دیواریں گرا گرا کر دروازے کھڑکیاں بھی نکال کر لادلیں۔ جب ان کا قبیلہ روانہ ہوا تو ان پر کسی قسم کی افسردگی، پریشانی یا ندامت کے آثار نمایاں نہ تھے۔ انہوں نے ہر طرح یہ تأثر دینے کی کوشش کی کہ انہیں اس جلاوطنی پر کوئی رنج نہیں۔ وہ پہلے بلحارث بن خزرج کے علاقہ سے گزرے پھر جبلیہ سے گزرتے ہوئے جسر کو عبور کیا یہاں تک کہ عیدگاہ تک پہنچے۔ پھر ان کا گزر مدینہ منورہ کے بازار کے درمیان سے ہوا۔ لوگ دو رویہ کھڑے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے۔ ان کی عورتیں ہودجوں میں بیٹھی تھیں انہوں نے مخمل، زربفت، دیباج اور ریشم کے لباس زیبِ تن کئے ہوئے تھے۔ سبز اور سرخ ریشمی چادریں انہوں نے اپنے اوپر ڈالی ہوئی تھیں سونے اور چاندی کے زیورات اور جواہرات سے وہ لدی ہوئی تھیں۔

سلام بن ابوحقیق یہودی کے پاس زیورات، سونے، چاندی، جواہرات سے بھرا ایک کھال کا بڑا تھیلا بھی تھا۔

یوں لوگوں کے سامنے اپنی دولت وثروت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابورافع (سلام بن ابوحقیق) نے بلند آواز سے کہا یہ قیمتی ملبوسات، یہ بیش بہا زیورات اور جواہرات ہم نے انہیں زندگی کے انہی نشیب و فراز کا مقابلہ کرنے کے لیے اکٹھا کر رکھا ہے۔ باقی رہے ہمارے نخلستان، جن کو ہم یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں ان کی ہمیں ذرا پروا نہیں۔ خیبر میں ان سے بھی بڑے نخلستان ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔

اگر کسی اور قوم سے ان لوگوں کا پالا پڑا ہوتا تو زیب و زینت کے سارے سامان ان سے چھین لیے گئے ہوتے۔ شاید انہیں اور ان کی عورتوں کو تن ڈھانپنے کے لیے چیتھڑا بھی نصیب نہ ہوتا۔ لیکن ان کا معاملہ غلامانِ حبیبِ کبریاء ﷺ سے تھا جو سیر چشمی اور دنیا سے بے رغبتی اُستغنا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے یہودی عورتوں کی اس ساری سج دھج کو دیکھا دولت وثروت کی اس خیرہ کن نمائش کو دیکھا لیکن ان کی نیتوں میں ذرا فتور نہیں آیا۔ وہ خدامست اور خود آگاہ درویش اس انقلاب میں قدرت و حکمتِ الٰہی کے گوناگوں

Marfat.com

جلوے دیکھنے میں منہمک رہے۔

اس جلاوطن قافلے کے پیچھے یہودی عورتوں کا جتھا تھا جو دف اور باجے بجاتی ہوئی جارہی تھیں۔

مسلمانوں نے ان کی خرافات سے ذرا اثر قبول نہیں کیا۔ وہ طوفان بدتمیزی مچاتے گئے لیکن کسی نے انگلی اٹھا کر ان کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔ یہ اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب کی حُسنِ تربیت کا فیضان تھا جس نے مسلمانوں کو ان سفلی جذبات سے ارفع واعلیٰ کر دیا تھا۔ ان کا سازوسامان چھ سو اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ ان لوگوں کی اکثریت یہاں سے نکل کر خیبر میں جا کر رہائش پذیر ہوئی حی بن اخطب سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن صویرہ، ابوربیع بن ابوحقیق سب خیبر گئے۔ ان میں سے چند لوگ شام چلے گئے۔

(تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 37 تا 39......البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 75......زرقانی جلد 2 صفحہ 79 تا 85)

اس طرح اسلام کا یہ مقدس مرکز ایک ایسے عنصر سے پاک ہو گیا جس کی فطرت میں اسلام کی عداوت، عہد شکنی، وعدہ خلافی اور خطرناک تخریبی منصوبہ سازی جیسی کمینی خصلتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد ان کے باقی ماندہ اموال اور ان کے اسلحہ کو حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ انہوں نے پچاس زرہیں، پچاس خود، تین سو چالیس تلواریں پیچھے چھوڑی تھیں۔

(زرقانی جلد 2 صفحہ 79 تا 85)

بنی نضیر کے اموال کی تقسیم

مسلمانوں کو کفار سے جو اموال ملتے ہیں ان کی دو صورتیں ہیں۔

1- یا تو مسلمانوں نے میدانِ جنگ میں انہیں شکست دی ہوگی اور ان کے اموال پر قبضہ کیا ہوگا۔ اس کو قرآنی اصطلاح میں مالِ غنیمت کہا جاتا ہے اور اس کی تقسیم کا طریقہ اللہ تبارک تعالیٰ نے سورہ انفال کی آیت نمبر 41 میں بیان فرمایا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (انفال:41)

ترجمہ ''اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو تو اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لیے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے۔''

اور باقی چار حصے، سنتِ نبوی کے مطابق مجاہدین کا حصہ ہیں ان میں تقسیم کیے جائیں گے۔

2- دوسری قسم ان اموال کی ہے جو کفار نے جنگ کیے بغیر اپنی شکست تسلیم کر لی اور وہ اموال (منقولہ وغیر منقولہ) مسلمانو کے قبضہ میں آ گئے۔ ان کا حکم قرآن کریم کی سورہ حشر کی اس آیت 7 میں مذکور ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی

Marfat.com

وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (حشر:7)

ترجمہ: ''جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔''

اموال فئی میں کوئی حصہ بطورِ حق مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ نبی کریم ﷺ سارے کا سارا مال اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم کے مطابق تقسیم فرمائیں گے۔ فئی سے حاصل ہونے والے منقولہ اور غیر منقولہ سب اموال کا حکم یکساں ہے۔ لیکن غنیمت سے حاصل ہونے والے املاک میں فرق ہے۔ وہ منقولہ اموال جو میدانِ جنگ اور حالتِ جنگ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں وہ اموال غنیمت ہیں۔ اور ان کے احکام سورۂ انفال کی آیت 41 میں بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن غیر منقولہ املاک مثلاً مکانات، زمین، باغات قلعے وغیرہ یہ سب فئی ہوں گے۔ اسی طرح اگر جنگ ختم ہو جائے اور اس کے بعد وہ منقولہ اموال مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں ان کا حکم بھی فئی کا ہوگا۔

جب بنی نضیر کے اموال، پیغمبر اوّل و آخر واعظم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کے قبضہ وتصرف میں آگئے تو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس بن شرماس رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ انہیں حکم دیا کہ اپنی قوم کو بلا لائیں انہوں نے عرض کی اپنے قبیلہ خزرج کے لوگوں کو بلا لاؤں یا سب انصار کو۔ فرمایا سب انصار کو۔

جب اوس وخزرج حاضر ہو گئے تو حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر انصار کی ان قربانیوں کا ذکر فرمایا جو انہوں نے مہاجرین کے لیے دیں۔ پھر فرمایا اگر تم چاہو تو تمہارے اموال اور فئی کے اموال سب یکجا کر دیئے جائیں۔ پھر ان سب کو مہاجرین وانصار میں تقسیم کر دیا جائے اور اگر تمہاری مرضی ہو تو تمہارے مکانات اور زمینیں جو تم نے مہاجرین کو دے رکھی ہیں وہ تمہیں واپس کر دی جائیں اور بنی نضیر کے اموال مہاجرین میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

پیغمبرِ اول وآخر واعظم، سرکارِ دو عالم، ہادی انس وجاں، رہبر کائنات، پیغمبرِ بحر وبر، سید المرسلین، انسانِ کامل' حاصلِ کائنات' اصل الموجودات' خاتم النبیین' رحمت للعالمین' حضورِ انور' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی سن کر حضرت سعد بن معاذ (بعض نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہے) اور حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہما بارگاہِ رسالت مآب میں یوں عرض گزار ہوئے۔

''یا رسول اللہ! ہمارے مال ان کے پاس ہی رہنے دیجیے اور بنی نضیر کے سب اموال بھی ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیجیے۔

Marfat.com

سب انصار نے ان کی تائید کرتے ہوئے عرض کی

"اے اللہ کے پیارے رسول (ﷺ)! ہمیں یہ تجویز منظور ہے ہم اس پر خوش ہیں۔"

اس پُرخلوص ایثارِ عظیم کو دیکھ کر اللہ کے محبوب ﷺ کا دل خوش ہوگیا۔ زبانِ اقدس سے دعا فرمائی۔

"اے اللہ! دین کے ان بے لوث مددگاروں پر اپنی خصوصی رحمت فرما۔"

ایک روایت کے مطابق جب انصار نے کہا کہ اے اللہ تبارک تعالیٰ کے پیارے رسول (ﷺ)! بنی نضیر سے جو اموالِ غنیمت ملے ہیں وہ سب آپ ﷺ ہمارے مہاجر بھائیوں کو دے دیجئے ہم اس میں سے کسی چیز کے طلب گار نہیں ہیں تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے یہ دعا فرمائی کہ

"اے اللہ انصار پر، انصار کے بیٹوں پر اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں پر رحم فرما۔"

(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 148)

چنانچہ انصار کے مشورہ سے یہ تمام اموال مہاجرین میں تقسیم کردیئے گئے۔ انصار میں سے صرف تین آدمیوں کو جو بہت نادار تھے، حصہ ملا۔ حضرت ابودجانہ اور حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہما، ان کے علاوہ مشہور یہودی سردار ابنِ ابی الحقیق کی تلوار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی گئی۔

یہ کمالِ استغناء یہ مالِ دنیا سے بے رغبتی اور طلب آخرت، یہ کمال محبت یہ شانِ بے نیازی، غلامان حبیب کبریا غلامان حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کا ہی حصہ ہے۔ یہ بس انہی کا خاصہ ہے جسے وہ مقتدر ہستیاں بہت خوبصورتی سے کرگئیں۔ اور اُمتِ مسلمہ کے لیے درس عظیم چھوڑ گئیں۔

اس کے علاوہ آپ حضورِ انور ﷺ نے ایک چھوٹا سا ٹکڑا اپنے لیے محفوظ رکھا جس میں سے آپ ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا سال بھر کا خرچ نکالتے تھے۔ اور اس کے بعد جو کچھ بچتا تھا اسے جہاد کی تیاری کے لیے ہتھیار اور گھوڑوں کی فراہمی میں صرف فرما دیتے تھے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔

غزوۂ بنی نضیر ماہِ ربیع الاول سن 4 ہجری بمطابق ماہِ اگست 625 عیسوی میں وقوع پذیر ہوا۔ اس سے متعلق تاریخی تفصیلات تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہاں ان کا دوہرانا مقصود نہیں ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اس غزوہ کے متعلق میں پوری سورۂ حشر نازل فرمائی یا یوں کہہ لیں کہ اس سورۂ مبارک کی شانِ نزول غزوۂ بنی نضیر ہے۔

سورۂ کی ابتدا اللہ تبارک تعالیٰ کی پاکی عزت وحکمت سے کی ہے کہ وہی سب کچھ کرتا ہے اور وہی سب کچھ کا جاننے والا ہے۔ سب کا خالق و مالک وہی ہے۔

اس سورہ میں منافقین کے طرزِ عمل کا پردہ فاش کیا ہے اور یہودیوں کی جلاوطنی کا نقشہ کھینچا ہے کہ وہ سمجھتے

Marfat.com

تھے کہ ان کے قلعے انہیں بچالیں گے لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے ایسے حالات' واقعات و ذرائع سے جن کے بارے میں انہیں گمان بھی نہ تھا ان کے دلوں میں مسلمانوں کی دہشت ڈال دی۔ مثلاً

1-مسلمانوں کا ان کا محاصرہ کر لینا۔

2-ان کے پاس کسی مدد یا مددگار کا نہ آنا۔

3-ان کے تیر انداز عزوک اور ساتھیوں کے سر اتارے جانا۔

4-بنی قینقاع اور کعب بن اشرف کا حشر انہیں یاد آنا۔

5-محاصرہ کے دوران مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکنا، وغیرہ۔

محاصرہ اکیس (21) روز رہا۔ اس دوران منافقین نے یہود سے ہمدردی، مدد و موافقت کے بہت وعدے کئے اور انہیں دلاسہ دیتے رہے۔ لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے ان سب کو ناکام کیا اور یہودیوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب، دہشت و دبدبہ ڈالا اور آخر کار انہیں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے حکم سے جلاوطن ہونا پڑا۔

اس سورۃ میں مال فئے کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں اور مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرزِ عمل کی تعریف کی گئی ہے اسے خوب سراہا گیا ہے اور یہ بھی صراحت کے ساتھ بتا دیا گیا ہے کہ جنگی مصلحت کے پیشِ نظر کچھ ضروری پھل دار درخت کاٹے بھی جاسکتے ہیں اور انہیں جلایا بھی جاسکتا ہے اور ایسا کرنا فساد فی الارض نہیں ہے یا ایسا کرنا زمین میں فساد پھیلانا نہیں ہے۔

جن میں چھپ کر دشمن تمہیں نقصان پہنچا سکے یا جو درخت تمہارے دشمن پر حملہ آور ہونے میں رکاوٹ ہوں انہیں کاٹ دیں اور یہاں تو ایسا کرنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ دشمن کو رسوا کیا جائے اسے غیظ و غضب میں ڈالا جائے تاکہ اسے اپنی بے بسی کا احساس ہو اسے اپنی معاہدہ خلافی کا احساس ہو اسے اپنی غلطی کا احساس ہو اور وہ خون خرابے کے بغیر جلاوطن ہو جائے۔

پھر اہلِ ایمان کو متقی ہونے اور آخرت کی تیاری کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ ان سب کے بعد اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی حمد و ثناء و کبریائی فرماتے ہوئے اور اپنے اسماء حسنہ اور صفاتِ کریمہ و جلیلہ کو بیان کرتے ہوئے سورۃ ختم فرما دی۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سورۂ حشر کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اس سورۃ کو سورۂ بنی نضیر کہو۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 190 تا 192
صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 574، 575...... زاد المعاد جلد 2 صفحہ 70، 71)

Marfat.com

غزوۂ ذات الرقاع (پہلا)، غزوۂ نجد

قارئینِ کرام! اس غزوہ کے بارے میں بہت ساری مختلف کتابوں سے پڑھنے کے بعد جو سمجھ یا علم راقم الحروف کو حاصل ہوا ہے اس کے مطابق یہ غزوہ دو مرتبہ مختلف اوقات میں پیش آیا ہے۔

1- پہلا غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ بنی نضیر کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

2- دوسرا غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا۔

اس غزوہ کا ذکر مختلف بڑی اور مفصل کتابوں میں بغیر کسی وضاحت کے دو دو دفعہ آیا ہے۔ اور اس کو اس انداز میں پڑھ کر عام قاری شک وشبہات میں مبتلا ہو جاتا ہے اور غزوۂ ذات الرقاع کے بارے میں اس کی الجھن بڑھ جاتی ہے۔

مثلاً درج ذیل کتابوں میں اس کا دو دو بار غیر واضح ذکر آیا ہے۔

1-غزوات النبی صفحہ 303

2-سیرت الرسول جلد 6 صفحہ 244 - سیرت الرسول جلد 8 صفحہ 459

3-سید الوریٰ صفحہ 65

4-ضیا النبی جلد 3 صفحہ 613

ضیا النبی جلد 4 صفحہ 330

5-الرحیق المختوم صفحہ 516

میرا یہاں ان کتابوں کا حوالہ دینے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ ان سب قابلِ احترام مصنفین نے غزوۂ ذات الرقاع کا مختلف اوقات میں دو دفعہ واقع ہونا تسلیم کیا ہے لیکن اسے لکھا ایک ہی ہے۔

اس ضمن میں میں نے جو تحقیق کی ہے اس کے مطابق یہ دو غزوات ہر طرح سے مختلف ہیں۔ بس ان میں نام مشترک ہے۔ اور جو غزوہ پہلے وقوع پذیر ہوا ہے اس میں اس کا نام ذات الرقاع اس لیے پڑا کہ ان پہاڑیوں یا سطح زمین کی ظاہری ساخت ایسی تھی کہ دیکھنے والوں کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا مختلف رنگ کے کپڑوں کے بڑے ٹکڑے پھیلا دیئے گئے ہیں یا وہاں ایک درخت کا نام ذات الرقاع تھا۔

Marfat.com

اور دوسرے غزوۂ ذات الرقاع کا نام یہ اس لیے پڑا کہ اس غزوہ کے سفر کے دوران صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاؤں اس سنگلاخ زمین پر چل کر بہت بری طرح کٹ پھٹ گئے، زخمی ہوگئے اور مجبوری میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے پاؤں پر کپڑوں کے چیتھڑے باندھنے پڑے، لپیٹنے پڑے۔ اسی لیے اس غزوہ کا نام ذات الرقاع (چیتھڑوں والا) پڑ گیا۔

ضروری نہیں ہے کہ آپ میری اس تحقیق سے یا اس غزوہ کو پہلا غزوۂ ذات الرقاع اور دوسرا غزوۂ ذات الرقاع کے نام دے کر بیان کرنے سے اتفاق کریں لیکن یہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس طرح سے غزوۂ ذات الرقاع کو بیان کر کے قارئینِ کرام کو خلجان و الجھن سے بچایا جاسکتا ہے اور ان واقعات کو بھی بہتر اور صحیح انداز سے پیش کیا جاسکتا ہے۔

ان دونوں غزوات کے امتیازی نشان یہ ہیں۔

1- پہلا غزوۂ ذات الرقاع، غزوۂ بنی نضیر کے بعد ماہِ جمادی الثانی سن 4 ہجری میں ہوا۔

دوسرا غزوۂ ذات الرقاع، غزوۂ خیبر کے بعد ماہِ صفر سن 7 ہجری میں ہوا۔

2- پہلے غزوۂ ذات الرقاع کے وقت حضرت عُثمان رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں نائب مقرر کیا۔

دوسرے غزوۂ ذات الرقاع کے وقت حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں نائب مقرر فرمایا گیا۔

3- پہلے غزوۂ ذات الرقاع میں دشمن کہیں دور بھاگ گیا۔

دوسرے غزوۂ ذات الرقاع میں دشمن نزدیک ہی گھات میں رہا اور صلوٰۃ الخوف ادا کی گئی۔

4- پہلے غزوۂ ذات الرقاع میں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔

دوسرے غزوہ ذات الرقاع میں کئی عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔

میرے نزدیک اس غزوہ کے بارے میں پڑھ کر الجھن بھی اسی لیے پیدا ہو جاتی ہے کہ مؤرخین و سیرت نگاروں نے ان دو مختلف غزوات کا ایک جیسا نام ہونے کی وجہ سے ان کو ایک کر دیا ہے اور یوں ان دونوں کے حقائق گڈمڈ خلط ملط ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے سارا بیان ہی غیر واضح اور شکوک و شبہات والا ہوگیا ہے جس سے اچھا بھلا قاری بھی الجھن میں پڑ جاتا ہے۔

اگر ان دونوں غزوات کو ان کے زمانۂ وقوع کے مطابق علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا جائے تو یقیناً یہ حقیقت پر بھی مبنی ہوگا واضح بھی ہوگا اور اس طرح سے تمام الجھن بھی دور ہو جائے گی۔

غزوۂ ذات الرقاع (پہلا) غزوۂ نجد

پہلا غزوۂ ذات الرقاع، غزوۂ بنی نضیر کے چند ماہ بعد ماہِ جمادی الثانی سن 4 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

اس غزوہ کو ذات الرقاع کا نام دینے کی کئی وجوہات ہیں۔ رقاع جمع ہے اور اس کا واحد رقعتہ ہے۔

Marfat.com

''رقاع'' مختلف رنگوں کے کپڑوں کے ٹکڑوں یا کپڑے کے ٹکڑوں کو کہا جاتا ہے۔

1- اس نام کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ اس وادی کے پہاڑ میں سفید، سیاہ اور سرخ رنگ کی دھاریاں تھیں اور انہیں دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ مختلف رنگوں کے کپڑوں کے ٹکڑے ایک دوسرے سے جوڑ دیئے گئے ہیں۔

2- اس نام کی دوسری وجہ یہ ہوئی کہ جس وادی میں یہ غزوہ ہوا اس میں ایک درخت تھا جس کا نام ذات الرقاع تھا۔

3- اس نام کی تیسری وجہ یہ ہوئی کہ مسلمانوں نے اپنے پھٹے ہوئے جھنڈوں کو پیوند لگائے ہوئے تھے۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر اس غزوہ کو غزوۂ ذات الرقاع کا نام دیا گیا۔

نجد کے علاقہ سے آنے والے قافلوں یا تاجروں نے یہ اطلاع دی کہ بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے قبائل نے اور نزدیکی قبائل سے مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں شروع کر رکھی ہیں۔ اور یہ قبائل مسلمانوں پر کسی وقت بھی حملہ آور ہو سکتے ہیں۔

اسی سال ماہِ صفر میں نجد کے علاقے میں بئرِ معونہ کا المناک حادثہ پیش آیا تھا جس میں قبیلہ بنی عامر کے سردار ابو براء عامر بن مالک جو ملاعب الاسنہ (نیزوں سے کھیلنے والے) کے لقب سے مشہور تھا وہ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اپنے علاقے میں تبلیغِ اسلام کے لیے ستر مبلغ لے گیا۔

اور اس کی عدم موجودگی میں بنی سلیم قبیلہ کے سردار دشمن اللہ و رسول عامر بن طفیل نے انہیں شہید کروا دیا۔ اس واقعہ کی تفصیل آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔ اب عامر بن طفیل اپنے قبائل کے ساتھ متحرک تھا۔ بنی سلیم کے تینوں قبائل عصیہ، رعل اور ذکوان کو یہ مسلمانوں کے خلاف ابھار رہا تھا، جمع کر رہا تھا۔

بئرِ معونہ کے المیہ سے اس علاقے کے بدو مشرکین کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ ان کے خلاف اگر اب مناسب فوجی کارروائی نہ کی جاتی تو اندیشہ تھا کہ وہ اور نڈر ہو جاتے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے۔

اس لیے ان سرکشوں کی گوشمالی کرنے کے لیے پیغمبرِ اول و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ چار سو مجاہدینِ اسلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔

نجد کے ایک مقام ''نخل'' پر پڑاؤ ڈالا۔ روایات میں ہے کہ اس مقام کے نزدیک پہاڑیوں میں سفید، سیاہ اور سرخ رنگ کی دھاریاں تھیں۔ ایسے لگتا تھا کہ جیسے رنگین کپڑے پہاڑی پر ڈالے گئے ہوں۔ اس لیے اس غزوہ کا نام غزوۂ ذات الرقاع پڑ گیا۔

ابنِ کثیر نے ابنِ اسحاق کے حوالے سے ذات الرقاع ایک درخت کا نام بتایا ہے جہاں مسلمانوں نے پڑاؤ کیا۔ دشمن مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی دور پہاڑیوں گھاٹیوں میں بھاگ گیا اور اس غزوہ میں تصادم

Marfat.com

کی نوبت نہیں آئی۔ اور نہ ہی کوئی اور قابلِ ذکر واقعہ پیش آیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 83...... تلقیح صفحہ 58...... تاریخِ طبری جلد 3 صفحہ 39)

میں اب پہلے وقوع پذیر ہونے والے غزوۂ ذات الرقاع کو ''غزوۂ نجد'' کا نام دے رہا ہوں اور ان وجوہات وفوائد کو بھی بیان کر رہا ہوں جن کی بنا پر میں نے اس غزوہ کو غزوۂ نجد کا نام دینا پسند کیا ہے۔

غزوۂ نجد، غزوۂ بنی نضیر کے کوئی تین ماہ بعد ماہِ جمادی الثانی سن 4 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

امام بخاری کے دلائل سے یہ ثابت ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع کا ہونا دو دفعہ مانا جائے ایک دفعہ غزوۂ خیبر سے پہلے اور دوسری مرتبہ غزوۂ خیبر کے بعد

کتابِ امتاع میں ہے کہ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع ایک سے زائد مرتبہ پیش آیا ہے۔ جن میں سے ایک غزوۂ خندق سے پہلے کا ہے اور دوسرا غزوۂ خندق کے بعد پیش آیا۔

اور اہلِ سیر نے بھی اس سلسلے میں ایک معین غزوے کا نام لیا ہے جو جمادی الثانی سن 4 ہجری میں سرزمین نجد کے اندر پیش آیا۔

یہی وہ غزوہ ہے جسے اکثر سیرت نگاروں اور مؤرخین نے غزوۂ ذات الرقاع کا نام دیا ہے۔ غزوۂ نجد کو غزوۂ ذات الرقاع کہنے کی واضح وجوہات موجود ہیں کیونکہ یہ غزوہ کی مہم بھی اسی علاقے میں گئی تھی جہاں دھاری دار پہاڑ ہے یا ذات الرقاع نام کا درخت ہے۔ ذات الرقاع کا مطلب ہے مختلف ٹکڑوں (ظاہریت میں کپڑے کے ٹکڑوں) سے بنا ہوا۔ یا مختلف رنگ کے کپڑوں کے ٹکڑوں سے بنایا ہوا۔

قارئینِ کرام کو مغالطے سے بچانے کے لیے بعض اہلِ سیرت نے اس غزوہ کو جو غزوۂ بنی نضیر کے دو تین ماہ بعد علاقۂ نجد میں وقوع پذیر ہوا، غزوۂ نجد کا نام دیا ہے اور میں نے بھی اسے غزوۂ نجد ہی لکھا ہے۔ میرے خیال میں یہ انہوں نے اُمتِ مسلمہ کے ساتھ بہت بھلا کیا ہے، اس طرح سے ابہام ختم ہو گیا ہے جو بصورتِ دیگر قائم ہی نہ رہتا بلکہ بڑھتا اور تفرقہ کا سبب بنتا۔

اس کا ایک اور حل بھی تھا اور وہ یہ کہ پہلے واقع ہونے والے غزوۂ ذات الرقاع کو ''پہلا غزوۂ ذات الرقاع'' کا نام دیا جاتا اور بعد میں واقع ہونے والے غزوہ کو ''دوسرا غزوۂ ذات الرقاع'' کا نام دیا جاتا۔ الحمدللہ میرے نزدیک بھی پہلے والے غزوۂ ذات الرقاع کو ''غزوۂ نجد'' کا نام دینا زیادہ اچھا حل ہے۔

ان دونوں غزوات میں مجاہدینِ اسلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعداد چار سو (400) سے آٹھ سو (800) تک بتائی گئی ہے۔

غزوۂ نجد سے متعلق مزید تحقیق اس کے بیان کے ساتھ بیان کر دی جائے گی۔ اب قارئینِ کرام کو اچھی طرح اور آسانی سے سمجھانے کی خاطر ان دونوں غزوات کے امتیازی نکات مختصراً بیان ہیں۔

Marfat.com

غزوۂ ذات الرقاع	غزوۂ نجد
(دوسرا غزوۂ ذات الرقاع)	(غزوۂ ذات الرقاع)
1-غزوۂ خیبر کے بعد ماہِ صفر سن 7 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔	1-غزوۂ بنی نضیر کے بعد ماہ جمادی الثانی سن 4 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔
2-صحابہ کرام کے پاؤں پھٹنے اور ان پر کپڑوں کے ٹکڑے باندھنے کی وجہ سے یہ نام پڑا۔	2- ذات الرقاع نام علاقہ، پہاڑ یا درخت کی نسبت کی وجہ سے پڑا۔
3-دشمن لشکر کی شکل میں نزدیک ہی رہا اور مقابلتاً تعداد میں زیادہ تھا۔	3-دشمن خوف زدہ ہو کر پہاڑوں میں بھاگ گیا تھا
4-دشمن بے خبری میں چھاپہ مارنا چاہتا تھا۔	4-دشمن سے مقابلے کا ماحول نہ تھا۔
5-اس کے دوران کئی عجیب وغریب واقعات ہوئے۔	5- اس کے دوران عجیب و غریب واقعات نہیں ہوئے۔
6-صلوٰۃ خوف ادا کی گئی۔	6-صلوٰۃ خوف کا ماحول نہ تھا۔
7-چند عورتوں کو قیدی بنایا گیا۔	7-کوئی قیدی نہیں بنایا۔

الحمد للہ......غزوۂ بنی نضیر میں کسی قربانی کے بغیر مسلمانوں کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔اس سے مدینے میں قائم مسلمانوں کا اقتدار مضبوط ہو گیا۔اور منافقین پر بد دلی چھا گئی۔اب انہیں کھل کر کچھ کرنے کی جرأت نہیں ہو رہی تھی۔اس طرح حضورِ انور رسول اللہ ﷺ ان بدوؤں کی خبر لینے کے لیے یکسو ہو گئے جنہوں نے اُحد کے بعد ہی سے مسلمانوں کو سخت مشکلات میں الجھا رکھا تھا۔اور نہایت ظالمانہ طریقے سے داعیانِ اسلام پر حملے کر کے انہیں شہید کر چکے تھے اور اب ان کی جرأت اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ وہ مدینہ پر چڑھائی کی سوچ رہے تھے۔

چنانچہ غزوۂ نضیر سے فارغ ہو کر حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ابھی ان بدعہدوں کی تادیب کے لیے اٹھے بھی نہ تھے کہ آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنی غطفان کے دو قبیلے بنو محارب اور بنو ثعلبہ لڑائی کے لیے بدوؤں اور اعرابیوں کی نفری فراہم کر رہے ہیں۔اس خبر کے ملتے ہی حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے نجد پر یلغار کا فیصلہ کیا اور صحرائے نجد میں دور تک گھستے چلے گئے۔جس کا مقصد یہ تھا کہ ان سنگ دل بدوؤں پر خوف طاری ہو جائے اور وہ دوبارہ مسلمانوں کے خلاف پہلے جیسی سنگین کارروائیوں کے اعادے کی جرأت نہ کریں۔

ادھر سرکش بدو، جو لوٹ مار کی تیاریاں کر رہے تھے مسلمانوں کی اس اچانک یلغار کی خبر سنتے ہی خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔اور پہاڑوں کی چوٹیوں میں جا دبکے۔مسلمانوں نے لٹیرے قبائل پر اپنا رعب

Marfat.com

ودبدبہ قائم کرنے کے بعد امن وامان کے ساتھ واپس مدینے کی راہ لی۔

اہلِ سیر نے اس سلسلے میں ایک متعین غزوے کا نام لیا ہے جو جمادی الاولیٰ یا جمادی الثانی سن 4 ہجری میں سرزمین نجد کے اندر پیش آیا تھا اور وہ اسی غزوہ کو غزوۂ ذات الرقاع قرار دیتے۔ اور میرے خیال ورائے میں اس غزوہ کو غزوۂ نجد کا نام دینا اور اسی نام کے تحت اسے بیان کرنا زیادہ قابلِ فہم اور سود مند ہے جس سے بہت ساری الجھنیں اور ابہام ختم ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک حقائق اور ثبوت کا تعلق ہے تو اس میں شبہ نہیں کہ ان ایام میں نجد کے اندر ایک غزوہ پیش آیا تھا کیونکہ مدینے کے حالات ہی کچھ ایسے تھے۔ ابوسفیان نے غزوۂ اُحد سے واپسی کے وقت آئندہ سال میدانِ بدر میں جس غزوے کے لیے للکارا تھا اور جسے مسلمانوں نے منظور کر لیا تھا اب اس کا وقت قریب آ رہا تھا۔ اور جنگی نقطۂ نظر سے یہ بات کسی طرح مناسب نہ تھی کہ بدوؤں اور اعراب کو ان کی سرکشی اور بغاوت پر قائم چھوڑ کر بدر جیسی زوردار جنگ میں جانے کے لیے مدینہ خالی کر دیا جائے، بلکہ ضروری تھا کہ میدانِ بدر میں جس ہولناک جنگ کی توقع تھی اس کے لیے نکلنے سے پہلے ان بدوؤں کی قوت پر ایسی ضرب لگائی جائے کہ انہیں مدینے کا رخ کرنے کی جرأت نہ ہو۔

باقی رہی یہ بات کہ یہی غزوہ جو جمادی الاولیٰ یا جمادی الثانی سن 4 ہجری میں پیش آیا تھا غزوہ ذات الرقاع تھا ہماری تحقیق کے مطابق صحیح نہیں کیونکہ غزوۂ ذات الرقاع میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنگِ خیبر سے صرف چند دن پہلے اسلام لائے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر یمن سے روانہ ہوئے تو ان کی کشتی ساحلِ حبشہ سے جا لگی تھی۔ اور وہ حبشہ سے اس وقت واپس آئے تھے جب حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کے سلسلے میں خیبر میں تشریف فرما تھے۔ اس طرح وہ پہلی بار خیبر ہی کے اندر خدمتِ نبوی میں حاضر ہو سکے تھے۔ پس ضروری ہے کہ غزوۂ ذات الرقاع غزوۂ خیبر کے بعد پیش آیا ہو۔

سن 4 ہجری کے ایک عرصے بعد غزوۂ ذات الرقاع کے پیش آنے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات الرقاع میں صلوٰۃِ خوف پڑھی تھی۔ اور صلوٰۃِ خوف پہلے پہل غزوۂ عسفان میں پڑھی گئی اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ غزوۂ عسفان کا زمانہ غزوۂ خندق کے بھی بعد کا ہے جب کہ غزوۂ خندق کا زمانہ سن 5 ہجری کے اخیر کا ہے۔ درحقیقت غزوۂ عسفان سفرِ حدیبیہ کا ایک ضمنی واقعہ تھا اور سفرِ حدیبیہ سن 6 ہجری کے آخر میں پیش آیا تھا جس سے واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی راہ لی تھی اس لیے اس اعتبار سے بھی غزوۂ ذات الرقاع کا زمانہ خیبر کے بعد ہی ثابت ہوتا ہے۔

ابوسفیان کی ایک اور سازش

ایک روز ابوسفیان کے پاس اس کے چند ہم مشرب قریشی دوست احباب بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کہنے لگا

Marfat.com

کہ محمد (ﷺ) عام لوگوں کی طرح بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں' کوئی محافظ دستہ ان کی حفاظت پر مامور نہیں ہوتا۔ اگر تم میں سے کوئی شخص ہمت کرے چپکے سے وہاں جائے اور اچانک ان پر حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دے تو سارے انتقام پورے ہو جائیں گے اور یہ فتنہ جس نے ہماری رات کی نیند اور دن کا چین حرام کر دیا ہے دم توڑ دے گا سامعین میں سے کسی نے اس کی ہامی نہ بھری۔

ابوسفیان جب اپنے گھر واپس لوٹ آیا تو ایک اعرابی نے تنہائی میں اس سے ملاقات کی اور اسے کہا تم مجھے انعام دینے کا وعدہ کرو اور مجھے یقین دلاؤ کہ تم اس وعدہ کو پورا کرو گے تو میں یہ کارنامہ سرانجام دینے کے لیے تیار ہوں۔ میں صحرائی راستوں کا ماہر ہوں میرے پاس چیل کے پر کے برابر ایک خنجر ہے جسے آسانی سے چھپایا جا سکتا ہے۔ میں یہ کام بآسانی اور بڑی راز داری سے کر سکتا ہوں۔ ابوسفیان نے اس کے ساتھ انعام و اکرام کا وعدہ کیا اسے سواری کے لیے اونٹ اور زادِ سفر بھی دیا اور اسے تاکید کی کہ اس منصوبہ سے کسی کو آگاہ نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کوئی شخص قبل از وقت انہیں خبردار کرے اور تم ناکام ہو جاؤ۔ اس اعرابی نے ابوسفیان کو یقین دلایا کہ فکر نہ کرو اس بات کی کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہونے پائے گی۔

چنانچہ رات کی تاریکی میں وہ اونٹ پر سوار ہو کر اپنے اس مذموم ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مکہ سے مدینہ کے لیے روانہ ہوا۔ پانچ رات مسلسل سفر کرتا رہا آخر چھٹے روز وہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ لوگوں سے سرکارِ دو عالم ﷺ کے بارے میں دریافت کرنے لگا کہ حضورِ انور ﷺ کہاں تشریف فرما ہیں۔ پوچھتے پوچھتے وہ عید گاہ تک آیا۔ وہاں کسی نے اسے بتایا کہ رحمتِ دو عالم ﷺ بنو عبد الاشہل کے پاس تشریف فرما ہیں۔ وہ اعرابی وہاں پہنچا اور اپنے اونٹ کے گھٹنے باندھنے کے بعد وہ مسجد میں چلا گیا جہاں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام سے مصروف گفتگو تھے۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی نظر اس کے چہرے پر پڑی تو اپنے صحابہ کرام کو فرمایا ''یہ شخص غداری کرنے آیا ہے۔ لیکن اللہ تبارک تعالیٰ اس کو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گا۔'' اتنے میں وہ آدمی اور نزدیک آ گیا پوچھنے لگا کہ تم میں سے عبد المطلب کا فرزند کون ہے؟ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا ''عبد المطلب کا بیٹا میں ہوں۔'' وہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ پر جھک گیا گویا کوئی سرگوشی کرنے لگا ہو۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اسے گلے سے پکڑا۔ پکڑ کر ادھر کھینچ لیا اور فرمایا سرکار سے دور ہو جا۔ اور اس کی تہبند میں ہاتھ ڈال کر اسے ادھر گھسیٹا تو اس کے تہبند میں چھپا ہوا خنجر مل گیا۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ دھوکا باز غدار ہے کسی بری نیت سے آیا ہے۔ اعرابی کے تو حواس باختہ ہو گئے اور چلایا دمی دمی یا محمد (ﷺ) میری جان بخش دیں' میری جان بخش دیں اے محمد (ﷺ)! حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا سچ سچ بتا دو۔ تم کون ہو؟ اور کس نیت سے یہاں آئے ہو؟ سچ بولنے میں

Marfat.com

ہی تمہارا فائدہ ہے اگر جھوٹ بولو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ تم جس مقصد کے لیے آئے ہو ہم اس سے باخبر ہیں۔

اس بدو نے کہا کہ کیا مجھے جان کی امان ہے؟ فرمایا تمہیں جان کی امان ہے۔ پھر اس نے اس ساری سازش کے بارے میں عرض کر دی جو اس کے درمیان اور ابوسفیان کے درمیان طے پائی تھی۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت اسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اسے لے جائیں اور اپنے پاس محبوس رکھیں۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ﷺ نے دوسرے روز اسے اپنے پاس طلب کیا اور فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا تم آزاد ہو جدھر چاہو جا سکتے ہو تمہارے لیے ایک اور تجویز ہے تمہاری مرضی ہو تو اس کو قبول کر لو۔ اس نے پوچھا کیا تجویز ہے فرمایا: مسلمان ہو جاؤ اور کہو''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔'' اس نے خوشی سے اسلام قبول کر لیا اور کہا''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد انک انت رسول اللّٰہ۔

پھر عرض کرنے لگا۔ آج سے پہلے میں کبھی کسی شخص سے خوفزدہ نہیں ہوا لیکن آج جونہی میں نے آپ ﷺ کو دیکھا میرا دل کانپ اٹھا اور میں خوف سے لرزنے لگا اور مجھے اس پر بھی سخت تعجب ہوا کہ میرا وہ راز جس پر میں نے کسی کو آگاہ نہیں کیا تھا۔ حضورِ انور ﷺ اس کو بھی جانتے ہیں۔ میں دل سے مانتا ہوں کہ آپ سچے نبی ہیں اللہ تبارک تعالیٰ آپ کا نگہبان ہے اور ابوسفیان کا گروہ حزبِ شیطان ہے۔

وہ یہ باتیں کر رہا تھا حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سن کر مسکرا رہے تھے۔ کچھ عرصہ وہ حضورِ انور ﷺ کے پاس رہا پھر رخصت ہو کر چلا گیا۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 135......زاد المعاد جلد 3 صفحہ 247)

حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا کا وصال

ماہِ ربیع الثانی سن 4 ہجری میں اُمّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ خزیمہ بن الحارث الہلالیہ نے وفات پائی۔ اپنی کریم النفسی اور غرباء پروری کی وجہ سے آپ اُمّ المساکین، کے محترم لقب سے معروف تھیں۔ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کا نکاح سن 3 ہجری میں ہوا۔ کاشانۂ نبوی میں آپ صرف آٹھ ماہ اقامت گزیں رہیں۔

آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ نمازِ جنازہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے خود پڑھائی۔ کاشانۂ نبوت میں آپ کو چند ماہ ہی رہنے کا موقع ملا اور خالق حقیقی سے جا ملیں۔ آپ کا تعلق چونکہ نجد سے تھا اور اہلِ نجد کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات انتہائی کشیدہ ہو چکے تھے اس لیے آپ اپنے شوہر کی شہادت کے بعد اپنے قبیلہ میں نہیں جانا چاہتی تھیں حالانکہ آپ کو اپنے قبیلہ میں بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ایک تو آپ کی دلجوئی مقصود تھی کیونکہ آپ نے اس سے قبل یکے بعد دیگر تین نکاح کئے لیکن تینوں شوہر وفات پا گئے، اور دوسرے حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس پہلو پر بھی غور کیا کہ ان کے ساتھ نکاح کی صورت میں ان کے

Marfat.com

قبیلے کی مخالفت میں کمی آجائے گی جس سے فروغِ اسلام کی راہیں کھلیں گی۔

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا وصال

اسی سال ماہِ جمادی الاول سن 4 ہجری میں حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ ان کی والدہ ماجدہ برہ بنتِ عبدالمطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ انہوں نے بھی بچپن میں ثویبہ کا دودھ پیا تھا یعنی کہ آپ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ شریک بھائی تھے۔ یہ مؤمنین سابقین میں سے تھے۔ آپ نے اور حضرات ابوعبیدہ، حضرت عثمان بن عفان، حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہم نے دعوتِ اسلام کے ابتدائی دور میں ایک ہی دن اسلام قبول کیا تھا۔ رضی اللہ عنہم

آپ نے اپنی رفیقۂ حیات حضرت اُمِ سلمیٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی پھر مکہ واپس آئے اور مکہ سے پھر مدینہ ہجرت کی۔ آپ کی ہجرت کا واقعہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ بدر اور اُحد کی جنگوں میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ اُحد کی جنگ میں زخمی ہوئے لیکن صحت یاب ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد وہی زخم پھر ہرے ہوگئے اور انہی زخموں کی وجہ سے آپ نے انتقال فرمایا۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 150)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین صاحبزادی خاتونِ جنت سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اللہ تبارک تعالیٰ نے 5 شعبان سن 4 ہجری کو دوسرا فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فرزند کی ولادت کا مژدہ سنایا گیا تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی مسرت ہوئی۔ گھر تشریف لائے، بچے کو اپنی گود میں لیا۔ کھجور کا ایک دانہ منہ میں ڈال کر چبایا۔ اسے نرم کیا اور بطورِ گھٹی اس مولودِ مسعود کے منہ میں ڈالا۔

کتنا بلند اقبال ارجمند طلعت اور دونوں جہانوں میں خوش نصیب ہے وہ نفس ذکیہ جس کے منہ میں سب سے پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب کریم پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعابِ دہن داخل ہوا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت۔ ساتویں دن عقیقہ کیا گیا سر کے بال منڈائے گئے ان بالوں کے ساتھ چاندی تول کر صدقہ کی گئی اور نامِ مبارک تجویز ہوا۔

ساتویں دن ہی ختنہ کیا گیا۔ جدِ کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لختِ جگر کو حسین کے حسین نام سے موسوم فرمایا۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب سبطِ رسول اللہ اور ریحانۃ الرسول ہے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، انسانِ کامل، حاصلِ کائنات، اصل الموجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اپنی زبانِ فیض ترجمان سے آپ کے برادرِ معظم کی طرح آپ کو اہلِ جنت کے جوانوں کا سردار ہونے کی بشارت دی۔

Marfat.com

آپ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو ان دونوں حسن وحسین نواسوں کے ساتھ کمال لگاؤ ومحبت تھی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رحمتِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔'' (مسند احمد بن حنبل، جلد 2 صفحہ 440)

آپ ﷺ نے دونوں بھائیوں کو جنتی جوانوں کا سردار ہونے کی بشارت دی اور فرمایا:

''حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔''

(جامع الترمذی، جلد 2 صفحہ 218......مسند امام احمد بن حنبل، جلد 3 صفحہ 3)

حضرت اُمُ الفضل رضی اللہ عنہا، حضور پُرنور ﷺ کی چچی فرماتی ہیں کہ ایک روز میں نے حضورِ اقدس ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ کی گود میں دیا۔ کچھ دیر بعد کیا دیکھتی ہوں کہ چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! میرے ماں باپ حضورِ انور ﷺ پر قربان یہ کیا حال ہے؟ فرمایا جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ خبر فرمائی کہ میری اُمتِ میرے اس فرزند کو قتل کردے گی۔ میں نے کہا کیا اس کو۔ فرمایا، ہاں اور میرے پاس اس کے مقتل کی سرخ مٹی بھی لائے۔ (سوانح کربلا صفحہ 68)

آپ کے فضائل وکمالات کا احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ آپ نے میدانِ کربلا میں اپنے خونِ مبارک سے جو تابندہ نقوش ثبت کیے وہ تاقیامت اُمتِ مسلمہ کو طاغوت وجبروت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمۂ حق کہنے اور نظامِ مصطفیٰ کا پرچم بلند لہرانے کا حوصلہ اور عزم عطا فرماتے رہیں گے۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 465......مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 151)

Marfat.com

غزوۂ بدر دوئم

غزوۂ بدر دوئم کا زمانہ وقوع ماہِ شعبان سن 4 ہجری کا ہے۔

اس غزوہ کے اور بھی کئی نام ہیں مثلاً غزوۂ بدر صغریٰ، غزوۂ بدر ثانی، غزوۂ بدر آخرہ اور غزوۂ بدر موعد۔
اس غزوۂ کو غزوۂ بدر موعد اس لیے کہتے ہیں کہ ابوسفیان سالارِ لشکرِ کفار مکہ نے اس جنگ کا وعدہ کیا تھا۔
ابوسفیان سالار لشکر مشرکینِ مکہ جب جنگِ اُحد کے بعد وہاں سے واپس جا رہا تھا تو اس نے مسلمانوں کو کہا تھا کہ آئندہ سال بدر کے میلے کے زمانے میں مقام بدر پر ہمارے تمہارے مقابلے (جنگ) کا وعدہ رہا۔ اس پر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ جواب دینے کا حکم فرمایا تھا کہ کہہ دو! ہاں انشاء اللہ۔

جب بدر میں وعدہ کا وقت قریب آنے لگا تو ابوسفیان نے بہت پہلے ہی سراسر جھوٹا اور منظم پروپیگنڈہ کرایا جس سے مسلمانوں کو یہ پیغام ملا کہ وہ بہت جلد بہت بڑے لشکر کے ساتھ بدر پہنچ رہا ہے اور وہ وعدہ کے دنوں میں دو ہزار جنگجوؤں کا لشکر (جس میں پچاس گھڑ سوار بھی تھے) لے کر نکلا بھی تھا۔
حقیقی جنگ سے پہلے نفسیاتی جنگ ہوتی ہے اور نفسیاتی جنگ جیتنے والے پہلے ہی آدھی جنگ جیت جاتے ہیں۔ ویسے بھی یہ نبی اللہ ﷺ کے شایانِ شان نہ تھا کہ دشمن مقابلے کا چیلنج دے اور آپ ﷺ اس سے پہلے وہاں نہ پہنچ جائیں۔

اعراب کی قوت توڑ دینے اور بدوؤں کے شر سے مطمئن ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے اپنے بڑے دشمن کفارِ مکہ سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ گزشتہ اوراق میں بیان کردہ غزوۂ نجد بھی غزوۂ بدر ثانی کے لیے تیاری کا ایک قدم ہی تھا۔

اب اُحد کے موقع پر طے کیا ہوا وقت قریب آ رہا تھا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی حکمتِ عملی سے اردگرد کے شرپسند عناصر کی عقل کو ٹھکانے لگا دیا اور ان میں سے کسی کو بھی اس قابل نہیں چھوڑا کہ لشکرِ اسلام کے بدر چلے جانے کی صورت میں پیچھے سے مدینہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکیں۔
یہ تو اللہ تبارک تعالیٰ کے پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، سید المرسلین، رحمت للعالمین، خاتم النبیین حضور پُرنور

Marfat.com

نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور آپ ﷺ کے پیرو کار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فرض تھا کہ میدانِ کارزار میں ابوسفیان اور اس کی قوم مشرکینِ مکہ سے دو دو ہاتھ کرنے نکلیں اور جنگ و دیگر حالات کو اس حکمت سے آگے بڑھائیں کہ جو فریق ہدایت یافتہ ہے اور پائیدار بقا کا مستحق ہے اب حالات کا رخ پوری طرح اس کے حق میں ہو جائے۔

چنانچہ ماہِ شعبان سن 4 ہجری بمطابق 626 عیسوی میں حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کا انتظام حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو سونپ کر اس طے شدہ جنگ کے لیے مقامِ بدر کا رخ فرمایا۔ آپ ﷺ کے ساتھ ڈیڑھ ہزار کا لشکر اور دس گھوڑے تھے۔ فوج کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ اور بدر پہنچ کر مشرکینِ مکہ (لشکرِ کفار) کے انتظار میں خیمہ زن ہو گئے۔

لیجئے اب اس غزوہ کے لیے فریقین کی پیش رفت کے بارے میں تفصیل سے ملاحظہ فرمائیے۔

جوں جوں میدانِ بدر میں مقابلہ کی تاریخ قریب آتی جارہی تھی ابوسفیان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ وہ میدانِ بدر میں مقابلہ سے بچنے کے لیے ایسے بہانے اور طریقے تلاش کرنے میں غور فکر کر رہا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے جھوٹے پراپیگنڈے سے اتنا مرعوب کر دے کہ وہ بدر میں آنے کی جرأت ہی نہ کریں۔ اپنی اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ابوسفیان اپنے جھوٹے پراپیگنڈے کے ذریعے مظاہرہ اس بات کا کر رہا تھا کہ وہ لشکرِ جرار لے کر میدانِ بدر میں جائے گا اور مسلمانوں کو شکست فاش سے دوچار کر کے واپس آئے گا۔

اس پراپیگنڈے کو تیزی سے پھیلانے کے لیے اس نے اپنے جاسوس یثرب کے گردونواح میں بھیج دیئے تھے تاکہ اس کے کھوکھلے عزائم کا وہ خوب ڈھنڈورا پیٹیں اور وہاں لوگوں کو بتائیں کہ ابوسفیان نے مکہ کے بہادروں اور ہمسایہ قبائل کے جوانوں کا ایک عظیم الشان لشکر اکٹھا کر لیا ہے تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں اور دو چار روز میں وہ مکہ سے کوچ کرنے والے ہیں۔ اس سارے پراپیگنڈے کا مقصد لوگوں پر اپنی ہیبت جمانا اور مسلمانوں کو مرعوب کرنا تھا۔

اسی اثناء میں نعیم بن مسعود الاشجعی (جو ابھی تک مسلمان نہ ہوا تھا) مکہ آیا۔ اس نے ابوسفیان اور دیگر قریش کو بتایا کہ مسلمان اس جنگ کے لیے پوری طرح تیاری کر چکے ہیں۔ وہ میعادِ مقررہ پر بدر کے میدان میں ضرور پہنچیں گے۔ ابوسفیان نے موقع کو غنیمت جانا اور اسے دل کی بات بتائی کہ اس کا قطعاً ارادہ نہیں کہ وہ بدر میں مسلمانوں سے جنگ کرے کیونکہ ملک میں خشک سالی ہے۔ عرصہ سے بارش نہیں ہوئی پانی کے تالاب خشک ہوتے جارہے ہیں۔ چراگاہوں میں مویشیوں اور سواری کے جانوروں کے لیے گھاس کا تنکا تک نہیں ایسے حالات میں جنگ کے لئے نکلنا، حملہ کرنا دانشمندی نہیں۔

Marfat.com

اس نے رشوت کے طور پر نعیم کو بیس اونٹ پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ اسے کہا اگر وہ اپنی چرب زبانی سے مسلمانوں کو اتنا خوفزدہ کردے کہ وہ بدر میں آنے کا ارادہ ترک کردیں تو وہ اسے بیس اونٹ دے گا۔ نعیم کے اطمینان کے لیے اس نے وہ بیس اونٹ سہیل بن عمرو کی تحویل میں دے دیئے گئے۔

ان کے علاوہ ابوسفیان نے نعیم کو مدینہ جانے کے لیے ایک تیز رفتار اونٹ بھی دیا۔ نعیم بن مسعود اشجعی، سہیل بن عمرو کے پاس آئے اور بولے "اے ابویزید! تم مجھے ان اونٹوں کی ضمانت دے دو۔ میں محمد (ﷺ) کے پاس ان کو بدر کے لیے کوچ سے روکنے جارہا ہوں۔ سہیل نے اس کا اقرار کرلیا۔

نعیم، جھوٹی افواہیں پھیلانے میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا۔ مدینہ پہنچتے ہی اس نے باتوں کا بتنگڑ بنانا شروع کردیا۔ کبھی ابوسفیان کی تیار کردہ افواج کی عددی کثرت کا تذکرہ۔ کبھی ان کے اسلحہ کے ذخائر کا بیان، کبھی روساء قریش کے جوش وخروش کی حکایتِ طولانی، کبھی ان کی خطرناک جنگی چالوں کی مدح سرائی، الغرض اس نے ایسی مہارت سے اپنی مہم چلائی کہ چندروز میں مدینہ کی فضا خوف و ہراس سے بھر گئی۔ ان حالات کو دیکھ کر اور سن کر منافقین اور یہود کی مسرت کی کوئی حد نہ رہی۔ انہیں یقین ہوگیا کہ خوفزدہ مسلمان اب کسی قیمت پر لشکرِ قریش سے پنجہ آزمائی کے لیے میدانِ بدر کا رخ نہیں کریں گے۔

ظاہر ہے کہ یہ ساری اطلاعات حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ کو بھی پہنچتی رہتی تھیں۔ ایک روز حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ تشریف فرما تھے اور موجودہ حالات پر غور وغوض فرما رہے تھے کہ حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما اپنے آقا حضور پُرنور ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوگئے۔ انہوں نے بھی یہ ساری افواہیں سنی تھی۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کی۔

"یارسول اللہ! اللہ تبارک تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرنے والا ہے اور اپنے نبی کو عزت دینے والا ہے۔ ہم نے قومِ مشرکین کے ساتھ بدر میں جنگ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم پسند نہیں کرتے کہ ہم وہاں نہ پہنچیں۔ اس طرح وہ ہمیں بزدل خیال کریں گے۔ آپ (ﷺ) اس تاریخِ مقررہ پر تشریف لے چلیے اللہ کی قسم! اسی میں خیر و برکت ہے۔"

اپنے دو وزیروں، اپنے دو صحابہ کبار کی یہ تجویز سن کر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، حضور پُرنور، سرکارِ دو عالم ﷺ کی مسرت و شادمانی کی کوئی حد نہ رہی ارشاد فرمایا۔

"کہ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ میں ضرور ان کے مقابلہ کے لیے نکلوں گا خواہ میرے ساتھ ایک آدمی بھی نہ جائے۔"

حضور کے اس فیصلہ کن ارشاد نے حالات کا رخ موڑ دیا۔ خوف و ہراس کے بادل چھٹ گئے۔ ہر مسلمان جوشِ ایمان سے سرشار ہوکر کفن بدوش، سربکف میدانِ جہاد میں اپنے آقا حضور پُرنور

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جانے کے لیے بے قرار ہوگیا۔ ارشاد مبارک ہوتے ہی شیاطین الانس و الجن کی ساری فسوں کاریوں کا طلسم ٹوٹ گیا۔ اور مدینہ طیبہ کی فضا ایک دم خوشگوار اور مسرور کن ہوگئی مدینہ طیبہ سے روانگی سے پہلے سرکارِ دو عالم ﷺ نے رئیس المنافقین کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنی مسجد مبارک میں امامت کے فرائض تفویض فرمائے تا کہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ اخبث الناس کے گھر میں پیدا ہونے والے کو نگاہِ مصطفیٰ کے فیضان نے ان تمام آلودگیوں سے پاک کر کے ان مراتبِ رفیعہ پر فائز کر دیا ہے جن کے لیے فرشتے بھی ترستے ہیں۔

اس سفر میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ہمرکاب، پندرہ سو صحابہ کرام کا نورانی لشکر تھا۔ گھڑ سواروں کی تعداد بھی پہلے سے کئی گنا زیادہ تھی اس لشکر میں مندرجہ ذیل افراد گھوڑوں پر سوار تھے۔

خود آپ حضورِ انور ﷺ، حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت ابوقتادہ، حضرت سعید بن زید، حضرت مقداد بن اسود، حضرت حباب بن منذر، حضرت زبیر بن عوام، عباد بن بشر رضوان اللہ علیہم اجمعین

اس فوج ظفر موج کا علم سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو تفویض فرمایا گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 478،479)

مفسدوں اور منافقوں کی طرف سے مشرکینِ مکہ (قریش مکہ) کے لشکر اور جنگی تیاریوں کے حوالے سے بہت ہی منظم افواہیں پھیلائی جا رہی تھیں۔ خود نعیم ابنِ مسعود اس کام کے لیے ایک جماعت کے برابر تھا۔ امام شافعی کے مطابق افواہوں سے مسلمانوں کو دہشت زدہ کرنے کے لیے چار آدمی منافقین میں سے بھی اس کے ہمنوا تھے اور اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے یہود و منافقین میں مسلمانوں کے بدخواہ بہت تھے اس لیے انہوں نے افواہیں پھیلانے کا کام ذوق وشوق سے کیا ہوگا۔

ایک قول ہے کہ ایسی باتیں کرنے والے، افواہیں پھیلانے والے، بنی عبدالقیس کے لوگ بھی تھے جو قافلے کی شکل میں مکہ سے (تجارت کے لیے) مدینہ جا رہے تھے۔ انہیں بھی ابوسفیان نے وافر کشمش دینے کے عوض یہی کام دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو ڈرا کر ان کے حوصلے اور ہمت پست کریں۔

ان لوگوں نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے، بدر جانے سے روکنے کے لیے، ایک بھرپور مہم چلائی اور جس وقت مسلمان بدر کے قریب پہنچ گئے تو ان سے کہا گیا تھا۔

''جن جنگجوؤں کو ابوسفیان نے جمع کیا ہے ان سے بدر کا مقام پٹا پڑا ہے۔''

ان باتوں سے مفسدوں اور منافقین کا یہ مقصد تھا کہ مسلمان انتہائی خوف زدہ ہو جائیں اور ان کے

Marfat.com

حوصلے پست ہو جائیں اور وہ بدر نہ پہنچیں۔

مگر اس پر بھی مسلمان یہی کہتے تھے کہ

''ہمارے لیے اللہ تبارک تعالیٰ کافی ہے اور وہ کیا اچھا کارساز ہے۔'' (آلِ عمران: 173)

جب لشکرِ اسلام میدانِ بدر کی طرف رواں دواں تھا تو اس وقت بھی کسی منافق افواہ ساز نے مسلمانوں سے یہاں تک کہہ دیا کہ قریش مکہ کا لشکر اتنا بڑا ہے کہ تم لوگ، تمہارا لشکر ان کے لیے ایک نوالے کی حیثیت رکھتے ہو۔ اگر تم لوگ ان کے مقابلے کے لیے وہاں پہنچے تو تم میں سے ایک بھی زندہ واپس نہ آئے گا۔

اس کا بھی مسلمانوں نے کوئی اثر نہ لیا۔ اس پر بھی وہ یہی کہتے تھے کہ

''ہمارے لیے اللہ تبارک تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب سے اعلیٰ کارساز ہے۔'' (آلِ عمران: 173)

مشرکینِ مکہ کی ان چالوں سے مسلمانوں کا ایمان ہی بڑھا اور منافقین و مشرکین کے ہتھکنڈے ان پر منفی اثر نہ ڈال سکے۔ ان کا ہر قدم ثابت قدمی سے آگے بڑھتا رہا۔ اور قریش مکہ، مشرکینِ مکہ ان کے مقابلے میں آنے کی ہمت نہ کر سکے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے وحی کے ذریعے مسلمانوں کی ثابت قدمی کی تعریف کی۔ اسی کے متعلق اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ آلِ عمران کی آیت 173 میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ○

ترجمہ ''وہ (مسلمان) جن سے لوگوں (نعیم ابنِ مسعود) نے کہا کہ لوگوں (مشرکینِ مکہ) نے تمہارے لیے جتھا جوڑا ہے (لشکر جمع کیا ہے) تو ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوا، اور بولے اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ (آلِ عمران: 173)

انہی ایام میں بدر کے مقام پر تجارتی میلہ بھی لگا کرتا تھا۔ دور دراز علاقوں کے لوگ سیر و تفریح خرید و فروخت کے لیے یہاں جمع ہوتے تھے۔ یہ اسی طرح کا ایک سالانہ میلہ تھا جس طرح مکہ کے قریب ذی المجاز وغیرہ کے سالانہ میلے لگا کرتے تھے۔ شاہراہ پر ہونے کی وجہ سے بدر کافی بڑا تجارتی مرکز تھا۔ یہ میلہ آٹھ دن تک لگا رہتا تھا۔ اور اس کے بازار سجے رہتے تھے اور خریداروں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔

صحابہ کرام جنگی ہتھیاروں کے علاوہ سامانِ تجارت بھی ساتھ لے گئے تھے تاکہ اگر لشکرِ کفار مقررہ میعاد پر نہ آئے تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کاروبار کر لیں گے۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ حسبِ وعدہ وقتِ مقررہ اور تاریخ مقررہ پر میدانِ بدر میں پہنچ گئے اور اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔

Marfat.com

سرکارِ دو عالم ﷺ نے ابوسفیان اور اس کے لشکر کا آٹھ روز تک انتظار کیا۔

اسی اثناء میں مخشی بن عمرو الضمری، جس کے ساتھ غزوۂ ودان کے موقع پر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے دوستی کا معاہدہ کیا تھا وہ آیا اور گفتگو کی۔ اس کے لب ولہجہ سے پتہ چلتا تھا کہ اب اس کا میلان قریش مکہ کی طرف ہے۔ تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم' حضورِ انور ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا۔ اگر تمہاری مرضی ہو تو ہم باہمی دوستی کے معاہدہ کو کالعدم قرار دے دیتے ہیں۔ تم اپنی زور آزمائی کے ارمان پورے کرلو۔ اس نے جب حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے عزم محکم کو دیکھا تو عرض پیرا ہوا۔ بخدا ہم دوستی کے اس معاہدہ کو ختم نہیں کرنا چاہتے ہم آپ (ﷺ) پر کبھی دست درازی نہیں کریں گے اور ہر حالت میں اس معاہدہ کو برقرار رکھیں گے۔

اب ابوسفیان کی کھوکھلی تدابیر اور جنگ سے بچنے کے لیے بہانوں کا سنیئے۔

ادھر ابوسفیان اہلِ مکہ کو یہ کہہ کر دلاسہ دے رہا تھا کہ میں نے نعیم بن مسعود الاشجعی کو ایک مہم پر بھیجا ہے اس کی چال ایسی مؤثر ہوگی کہ مسلمان میدانِ بدر میں آنے کی جسارت نہیں کریں گے۔ ہم محض لوگوں کو دکھانے کے لیے مکہ سے باہر جائیں گے اور دو تین رات گزارنے کے بعد واپس آجائیں گے۔ لوگ سمجھیں گے کہ کیونکہ مسلمان ڈر کے مارے بدر میں نہیں آئے اس لیے اہلِ مکہ کا آگے جانا بے سود تھا۔ وہ بھی واپس آگئے۔ اور اس دوران اگر ہمیں پتہ چلا کہ مسلمان بدر میں پہنچ گئے ہیں تو پھر بھی ہم واپس آجائیں گے اور ہماری واپسی کے لیے یہ عذر کافی ہوگا کہ آج کل قحط سالی ہے۔ یہ سال جنگ کے لیے موزوں نہیں ہے ہم کسی ایسے سال میں ان پر حملہ کریں گے۔ جب کہ ہر طرف سرسبزی وشادابی ہوگی۔

(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 150 تا 152)

چنانچہ دو ہزار کا لشکر لے کر ابوسفیان مکہ سے نکلا لشکر کے ساتھ پچاس گھڑ سواروں کا دستہ بھی تھا۔ مرالظہران کے نواح میں مجنہ کے مقام پر پہنچے تو ابوسفیان نے اپنے لشکر کو کہا کہ قحط سالی کا زمانہ ہے۔ پینے کا پانی اور مویشیوں کے لیے چارہ تک نایاب ہے۔ ان حالات میں جنگ کرنے کے لیے آگے جانا دانشمندی نہیں ہے۔ میں نے نعیم بن مسعود کو یثرب بھیجا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہماری قوت وطاقت سے اس طرح اور اتنا خوفزدہ کرے گا کہ وہ بدر میں آنے کا نام تک نہیں لیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہم واپس چلے جائیں جب خشک سالی خوشحالی میں بدل جائے گی اس وقت ہم ان کو جنگ کے لیے للکاریں گے۔ سب نے اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ اور مکہ لوٹ آئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے ہی لشکر کے اعصاب پر خوف و دہشت سوار تھی کیونکہ ابوسفیان کے اس مشورے پر کسی ایک نے بھی صدائے احتجاج بلند نہ کی اور کسی قسم کی مخالفت کے بغیر سب نے واپسی کی راہ لی اور کسی نے بھی آگے سفر جاری رکھنے اور مسلمانوں سے جنگ کی رائے نہ دی۔

Marfat.com

اہلِ مکہ نے اپنے لشکر کو جب بے نیل مرام چند کوس کی مسافت سے واپس آتے دیکھا تو کہا کہ یہ لوگ جنگ کرنے نہیں گئے تھے بلکہ ستو پینے گئے تھے۔ اس لیے یہ لشکر ''جیش السویق'' (ستو پینے والا لشکر) کے لقب سے مشہور ہوا۔

معبد بن ابی معبد خزاعی، بدر میں منعقد ہونے والے تجارتی میلہ میں شریک تھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر وہ بڑی تیزی سے مکہ آیا اور اس نے مشرکینِ مکہ کو بتایا کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد اپنے وعدہ کے مطابق بدر میں پہنچ گئی تھی۔ سارے میلہ میں ان کی غالب اکثریت تھی ان کی تعداد دو ہزار تھی۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مخشی بن عمرو ضمری کو جو دھمکی دی تھی اس کے بارے میں بھی بتایا۔ صفوان بن امیہ نے یہ حالات سن کر ابوسفیان کو کہا۔

''میں نے اس دن تجھے چیلنج دینے سے منع کیا تھا۔ آج تو نے ہمیں شرمسار کیا۔ اور انہیں اپنے طاقتور ہونے کا یقین دلایا۔''

کفارِ مکہ کے نہ آنے کی وجہ سے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اس لیے صحابہ کرام نے خوب کاروبار کیا بڑا نفع کمایا۔ اور ایک ایک دینار کے دو دو دینار بنائے۔

آٹھ روز تک پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے بدر میں لشکرِ کفار کا انتظار فرمایا پھر بحفاظت الٰہی بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے۔ اس غزوہ کو غزوۂ بدر الصغریٰ (چھوٹا بدر) بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں جنگ نہیں ہوئی تھی۔ نیز بدر الموعد اور بدر الثالثہ کے ناموں سے بھی یہ کتبِ تاریخ میں معروف ہے۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 209، 210......
سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 480...... زاد المعاد جلد 2 صفحہ 112 ...... مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 151)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے چند اشعار جو آپ نے اس غزوہ کے بارے میں موزوں فرمائے تھے بڑے ایمان افروز ہیں آپ بھی سماعت فرمائے۔

1- ''ہم نے ابوسفیان کے ساتھ بدر میں آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن ہم نے اس کو اپنے وعدہ میں سچا نہ پایا اور وہ وعدہ وفا کرنے والا تھا ہی نہیں۔''

2- ''اور بخدا اگر اس دن تو ہمارے سامنے آتا اور ہمارے ساتھ جنگ کرتا تو تو اپنے وطن کو اس حالت میں لوٹتا کہ تیری مذمت کی جاتی اور اپنے چچا زاد بھائیوں کو گم کر بیٹھتا۔''

3- ''تم نے اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول کی نافرمانی کی تف ہے تمہارے دین پر اور تمہارے اس برے طریقہ پر جو گمراہی اور سرکشی ہے۔''

4- ''اور میں ''خواہ تم مجھے کتنا برا بھلا کہو ضرور یہ کہوں گا'' کہ میرا اہل و عیال اور میرا مال سب اللہ کے رسول

Marfat.com

پر قربان ہو جائیں۔''

5- ''ہم نے آپ ﷺ کی اطاعت قبول کر لی ہے ہم اپنے میں سے کسی دوسرے کو آپ ﷺ کا ہم پایہ خیال نہیں کرتے آپ تو اندھیری رات میں ہمارے لیے روشن ستارہ ہیں جو سیدھی راہ دکھاتا ہے۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 481)

مقامِ بدر مسلمانوں کے لیے برکتوں، رحمتوں اور اللہ تبارک تعالیٰ کی خصوصی نوازشوں کا مقام ثابت ہوا۔

بدر وہی مقام تھا جہاں اللہ تبارک تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار و مشرکین کے مقابلے میں عظیم فتح عطا کی تھی، جہاں حق و باطل کا پہلا معرکہ برپا ہوا تھا۔ جہاں 313 صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، سپہ سالارِ مدینہ حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ کی قیادت میں اپنے وقت کی باطل استحصالی قوتوں سے نبرد آزما ہوئے تھے۔ اور بے سروسامانی کے عالم میں تائیدِ خداوندی سے اپنی بہترین جنگی حکمتِ عملی اور مجاہدینِ اسلام کی سرفروشی کی وجہ سے اپنے سے تین گنا بڑے لشکر کو مغلوب کیا تھا۔

آج بھی دشمن پر بدر کے میدان کی ہیبت طاری تھی۔ راہِ فرار اختیار کر کے اس نے اپنی جان بچائی۔ مکی لشکر کی بزدلانہ واپسی سے مسلمانوں کے اعتماد میں اضافہ ہوا۔ ایمان پہ ایمان بڑھا اور قصرِ ایمانی کی بنیادیں مزید مضبوط ہوئیں۔ اور یوں حالات پر ان کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔ ابوسفیان نے شوخی میں آ کر اگلے سال جنگ کی شیخی تو بھگار لی تھی لیکن مشرکینِ مکہ ذہنی طور پر اپنے آپ کو مسلمانوں سے جنگ پر آمادہ نہ کر سکے اور مسلمانوں کو بدر میں ایک اور شاندار کامیابی حاصل ہوگئی۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کاشانۂ نبوت میں

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو ماہِ شوال سن 4 ہجری میں اُمُ المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔

ام المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ہند تھا مگر اپنی کنیت اُمِ سلمہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ آپ کا تعلق قریش کے قبیلے بنی مخزوم سے تھا۔ آپ کے والد ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم تھے اور والدہ عاتکہ بنتِ عامر بن ربیعہ بن مالک کنانہ تھیں۔ (الاصابہ، جلد 4 صفحہ 439)

آپ کا پہلا نکاح اپنے چچا زاد حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ کفار و مشرکینِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ اعلانِ نبوت کے بعد انہوں نے ایک طوفان بدتمیزی برپا کر دیا۔ ابتدائی طور پر جن لوگوں نے اس اعصاب شکن ماحول میں اسلام قبول کیا وہ یقیناً مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنے کے مترادف تھا۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر نے ان حالات میں اسلام قبول کیا۔ اور ہوائے مخالف کا کوئی جھونکا ان کی شمع ایمان کو گل نہ کر سکا۔ دونوں میاں بیوی نے پہلے ہجرتِ حبشہ اور پھر ہجرتِ مدینہ کا شرف حاصل کیا۔ (الاصابہ، جلد 4 صفحہ 439)

Marfat.com

آپ کا تعلق متمول گھرانے سے تھا آپ کے شوہر حضرت ابوسلمہ عبداللہ بن الاسد رضی اللہ عنہ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی جب واپس آئے تو ہجرتِ مدینہ کے لیے بھی تیار ہو گئے۔ اس بات کا علم جب حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ داروں کو ہوا تو انہوں نے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ جانے سے روک دیا۔ اس پر مزید ستم یہ ہوا کہ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار اس بات پر اڑ گئے کہ اگر حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا ہمارے ساتھ نہیں جاتیں تو پھر ہم اپنے بچے کو بھی یہاں چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ اس طرح آپ نہ صرف خاوند سے بچھڑ گئیں بلکہ آپ کو بچے سے بھی محروم کر دیا گیا۔

آپ صبح کے وقت اس مقام پر آتیں جہاں آپ سے آپ کے بچے اور خاوند کو جدا کر دیا گیا تھا۔ روتی رہتیں اور دوپہر کو واپس گھر آ جاتیں۔ ایک سال بعد حالات تبدیل ہوئے اور آپ مدینہ طیبہ اپنے خاوند کے پاس پہنچ گئیں۔ اس سفر کے دوران عثمان بن طلحہ کلید بردارِ کعبہ نے آپ کی مدد کی۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز ابوسلمہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور آ کر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جو مجھے فلاں فلاں چیز سے بھی زیادہ محبوب ہے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا۔

"جس آدمی کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ انا للہ پڑھے اور یہ عرض کرے کہ اے اللہ! میں اس مصیبت کا اجر تجھ سے طلب کرتا ہوں۔

اے اللہ! اس کے بدلے مجھے وہ چیز عطا فرما جو اس سے بہتر ہو۔

حضور نے فرمایا جو شخص ایسا کہتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ اس کی التجا کو قبول کرتا ہے۔"

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بدر اور اُحد کی جنگوں میں شرکت کی۔ اُحد میں وہ زخمی ہوئے۔ ان کے زخم مندمل ہو گئے لیکن کچھ عرصہ بعد وہ زخم پھر ہرے ہو گئے اور ماہِ جمادی الاوّل سن 4 ہجری میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت اُمِ سلمٰی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے اس حدیث کے مطابق انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا، پھر اگلا جملہ بھی کہا۔

"اے اللہ میں تجھ سے اس مصیبت پر اجر طلب کرتی ہوں۔"

لیکن اس سے اگلا جملہ میری زبان پر نہ آیا یعنی یہ نہ کہہ سکی۔

"اے اللہ مجھے میری اس مصیبت کا وہ اجر عطا فرما جو اس سے بہتر ہو۔" (البدایہ والنہایہ، جلد 4 صفحہ 91)

کیونکہ میرا خیال تھا حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی ساتھی ملنا اب محال ہے۔ لیکن پھر خیال آیا فرمانِ رسولِ کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لیے یہ جملہ بھی زبان سے ادا کر دیا۔ میری عدت ختم ہوئی تو نکاح کے

Marfat.com

پیغام آنے لگے۔ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیغامات مسترد کر دیئے۔ لیکن جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نکاح کا پیغام آیا تو میں نے جواباً کہا

''میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحبا کہتی ہوں۔''

ساتھ ہی عرض کیا تین وجوہات کی بنا پر مجھے کچھ تأمل ہے شاید حقِ زوجیت خوش اسلوبی سے ادا نہ کرسکوں۔

اول: مجھ میں جذبۂ غیرت بہت شدید ہے اس لیے دیگر امہات المؤمنین کے ساتھ گزارہ مشکل ہوگا۔

دوئم: میں بال بچے دار عورت ہوں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا حق بجا نہ لاسکوں گی کیونکہ بچوں کی دیکھ بھال بھی کرنا ہوگی۔

سوئم: میری جانب سے ایجاب وقبول کرنے والا کوئی ولی نہیں ہے۔

اس بارے میں حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ تمہاری غیرت کے بارے میں اللہ سے دعا کروں گا وہ اُسے دور کر دے گا اور بچوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں وہ خود ان کا نگہبان ہوگا۔ آپ کے بیٹے سلمہ نے بطورِ ولی فریضہ سرانجام دیا اور نکاح ہوگیا۔

(مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 150 - البدایہ والنہایہ، جلد 4 صفحہ 90)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا جب اُمُ المؤمنین کے شرف سے مشرف ہوکر کاشانۂ نبوت میں باریاب ہوئیں تو غیرت نام کی کوئی چیز ان میں موجود نہ تھی۔ امہات المؤمنین کے ساتھ ان کا سلوک بہنوں سے بھی زیادہ محبت آمیز تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو بطورِ مہر جو ساز وسامان دیا گیا اس کی قیمت دس درہم تھی۔ انہیں رہائش کے لیے وہ حجرہ ملا جس میں اُمُ المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا رہائش پذیر تھیں اور جن کا ابھی کچھ عرصہ پہلے انتقال ہوا تھا۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب میں کاشانۂ نبوت میں حاضر ہوئی۔ تو میرے حجرہ میں ایک گھڑا پڑا تھا جس میں کچھ جو تھے۔ ایک چکی، ایک ہانڈی تھی میں نے جو پیسے اور انہیں ہانڈی میں ڈال کر پکایا اور زیتون کا تیل بطورِ سالن تھا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی خانہ آبادی کی رات کو یہ کھانا تھا جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلہن نے تناول فرمایا۔ سات سال تک انہیں بارگاہِ نبوت میں حاضری کی سعادت حاصل رہی۔

مؤرخین آپ کی فہم وفراست کے قائل ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب خلافِ توقع شرائط پر صلح ہوگئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بہت رنجیدہ تھے اس لیے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود کوئی بھی اپنے جانور قربان کرنے کے لیے نہ اٹھا۔ اس وقت حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں، باہر نکل کر خود اپنی قربانی کا جانور ذبح کر دیں تو دوسرے بھی تقلید کریں گے چنانچہ ایسے ہی کیا

Marfat.com

گیا۔ (کشف الغمہ، جلد 2 صفحہ 120)

حضورِ انور نبی کریم ﷺ سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ سابقہ شوہر سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ علم وفضل اور تقویٰ میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔

اخلاق و عادات

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا ایک عبادت گزار خاتون تھیں۔ ظاہری آرائش و جمال کی طرف بہت کم توجہ دیتیں۔ جن کے اندر ایمان کی روشنی ہو، باہر کی روشنی میں ان کی آنکھیں خیرہ نہیں ہوتیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہار پہن لیا جس میں سونا بھی شامل تھا۔ حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو اتار دیا۔

آپ پیر، جمعرات اور جمعہ کے روز مہینہ میں تین نفلی روزے رکھتیں۔ کسی نے آپ سے روزوں سے متعلق پوچھا تو فرمایا۔

''رسول اللہ ﷺ مجھے حکم فرماتے کہ میں ہر مہینے تین دن پیر، جمعرات اور جمعہ کے روزے رکھوں۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد 6 صفحہ 289)

پہلے شوہر کی اولاد آپ کے ساتھ تھی، جس کی پرورش نہایت احتیاط اور شوق وخوشدلی سے کرتی تھیں۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے ایک بار آپ نے پوچھا کہ

''یا رسول اللہ اگر ابوسلمہ کی اولاد پر میں خرچ کردوں تو کیا مجھے اس کا اجر ملے گا؟ جب کہ میں انہیں اس کسمپرسی کی حالت میں نہیں چھوڑ سکتی کیونکہ وہ میری اولاد بھی ہے۔ ارشاد فرمایا ہاں جو کچھ تم ان پر خرچ کروگی اس کا تمہیں اجر ملے گا۔ (صحیح البخاری، جلد 2 صفحہ 809)

نماز کے اوقات میں بعض لوگوں نے مستحب وقت ترک کردیا تو حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو تنبیہ کی اور فرمایا کہ

''حضور پُرنور، رسول اللہ ﷺ ظہر جلد پڑھا کرتے تھے اور تم عصر جلد پڑھتے ہو۔''

(مسند احمد بن حنبل، صفحہ 6 جلد 289)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی فیاض اور سخی تھیں۔ مجبور اور بے کس لوگوں کی مدد فرماتیں اور دوسرے لوگوں کو بھی انفاق فی سبیل اللہ کا درس دیتیں۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کثرتِ مال کی وجہ سے ہلاکت میں پڑنے کے خدشے کا اظہار کیا تو آپ نے انہیں فرمایا۔

''اے بیٹے راہِ خدا میں خرچ کرتے رہو۔'' (مسند احمد بن حنبل، جلد 6 صفحہ 289)

یوں تو تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن فضل وکمال کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھیں مگر جو درجہ سیدہ عائشہ

Marfat.com

صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حاصل تھا وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا اور ان کے بعد حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا درجہ تھا۔ صاحب اصابہ لکھتے ہیں۔

"ام سلمہ رضی اللہ عنہا خوب روئی، کمالِ عقل اور اصابتِ رائے سے متصف تھیں۔ (الاصابہ، جلد 4 صفحہ 440)

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور خود حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں جب کہ آپ کی اولاد میں عمر، زینب، مصعب بن عبداللہ (بھائی)، عامر (بھتیجا)، ان کے مکاتب غلام، نبھان (آزاد کردہ غلام)، عبداللہ بن رافع، نافع، سفینہ، ابنِ سفینہ، ابوکثیر، خیرہ (والدہ حسن کے علاوہ صحابہ میں سے صفیہ بنتِ شیبہ، ہند بنتِ حارث، فراسیہ، قبیصہ بنتِ ذؤیب، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام اور تابعین میں سے ابوعثمان نہدی، ابووائل، سعید بن المسیب، ابوسلمہ وحمید (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بیٹے)، عروہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور سلمان بن یسار وغیرہ نے اُمُ المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایات بیان کی ہیں۔ (الاصابہ، جلد 4 صفحہ 440)

آپ رضی اللہ عنہ کا شمار محدثین کے تیسرے طبقے میں ہوتا ہے۔ (اعلام الموقعین، جلد 1 صفحہ 12)

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک ایک چاندی کی ڈبیہ میں تبرکاً محفوظ رکھے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے جب کسی کو کوئی تکلیف یا بیماری لاحق ہوتی تو پانی کا بھرا پیالہ لے کر سیّدہ اُمُ المومنین رضی اللہ عنہا کے درِ اقدس پر حاضر ہوتا۔ وہ موئے مبارک کو نکال کر پانی میں ہلا دیتیں لہٰذا اس کی برکت سے اس پانی پینے والی کی تکلیف دور ہو جاتی تھی۔

صحیح بخاری میں اسرائیل سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عبداللہ بن موھب فرماتے ہیں کہ:

"میرے گھر والوں نے مجھے ایک پیالے میں پانی دے کر حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ اسرائیل نے اپنی تین انگلیاں بند کر کے اس پیالی کی طرح بنائیں جس کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ڈالا گیا تھا۔ چنانچہ کسی آدمی کو نظر لگ جاتی یا اور کوئی تکلیف ہوتی تو اس کی طرف ایک برتن میں پانی بھیج دیا جاتا پس میں (عثمان) نے برتن میں جھانک کر دیکھا تو میں نے چند سرخ بال دیکھے۔" (صحیح البخاری، جلد 2 صفحہ 875)

آپ کے سنِ وفات میں اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہے کہ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا سالِ وفات 63 ہجری ہے۔ اسی سال واقعہ حرہ پیش آیا تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے لیے شامی افواج مکہ پر چڑھ آئی تھیں۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کے بعد آپ اڑتالیس (48) سال تک بقیدِ حیات رہیں۔ سن 63 ہجری میں چوراسی سال کی عمر میں راہی ملکِ بقا ہوئیں۔ آپ کی حسبِ وصیت

Marfat.com

نمازِ جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ جنت البقیع میں دیگر امہات المؤمنین کے ساتھ استراحت فرما ہیں۔ (تاریخ الخمیس، جلد 1، صفحہ 466)

اب 4 ہجری کے وہ واقعات جن کا ماہِ وقوع نامعلوم ہے۔

سریانی زبان سیکھنے کا اہتمام

اسلام روشنی کے جس سفر کا پرچم لے کر نکلا اور اس نے جس عظیم الشان نظامِ حیات کی بنیاد رکھی اقراء اس سفر کا حرفِ آغاز ہے۔ فروغِ علم کی تحریک کے بانی خود معلم اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ یہود اگرچہ صدیوں سے یثرب میں آباد تھے اور عربی زبان سے بخوبی واقف تھے بلکہ ان کی اکثریت تو عربی النسل ہی تھی لیکن وہ خط و کتابت سریانی زبان میں کیا کرتے تھے۔

مدینہ میں حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں سے واسطہ پڑا اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دقت محسوس کی۔ مترجم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ اس بات کا خدشہ بھی رہتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے عربی میں لکھے گئے خط کے مفہوم کو سریانی زبان میں ٹھیک طور پر منتقل نہ کیا جاتا ہو۔ اس لیے اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ مسلمانوں میں سے کوئی قابلِ اعتماد شخص سریانی زبان پر عبور حاصل کرے تاکہ اظہار مدعا کے لیے دوطرفہ مشکلات کو حل کیا جاسکے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، حضورِ انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے نوجوان صحابی کی تلاش میں تھے جو دلچسپی بھی رکھتا ہو ذہین بھی ہو۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس مقصد کے لیے بارگاہِ رسالت مآب میں مجھے پیش کیا گیا اور عرض کی گئی یا رسول اللہ یہ بنی نجار قبیلہ کا نوجوان ہے، اس نے قرآن کریم کی دس پندرہ سورتیں حفظ کرلی ہیں۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا سناؤ۔ میں نے ان سورتوں کی تلاوت کی میری ذہانت اور قوتِ حافظہ کے بارے میں مطمئن ہونے کے بعد حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا یہودیوں کی زبان سیکھو اور اس کے لکھنے میں بھی مہارت حاصل کرو۔ چونکہ میرے پاس یہود کے خطوط وغیرہ آتے ہیں ان کے جوابات لکھنے ہوتے ہیں۔ مجھے ان پر اطمینان نہیں ہوتا جو میرے عربی خط کا صحیح مفہوم سریانی زبان میں لوگوں کو سمجھاتے ہیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو غیر معمولی حافظے کی نعمت سے نوازا تھا۔ انہوں نے بھرپور محنت کی اور سترہ دن کے اندر اتنی قابلیت حاصل کرلی کہ سریانی زبان میں خط و کتابت کرنے لگے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ:

"میں نے اس (سریانی زبان) کو سترہ (17) دن میں سیکھا۔"

(الاصابہ، جلد 1 صفحہ 543...... تاریخ الخمیس جلد 1، صفحہ 465)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال

حضرت ابو طالب نے حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عبدالمطلب کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ حضرت ابو طالب عمر بھر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنے رہے اور کفار مکہ کو ان کے ہوتے ہوئے جرأت نہ ہوئی کہ وہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو گزند پہنچا سکیں۔ حضرت ابو طالب کی زوجہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا اعلانِ نبوت کے بعد ہی اسلام کی آغوش میں آ گئی تھیں۔ آپ ایک شفیق اور مہربان خاتون تھیں انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے پناہ محبت تھی۔

جب دادا کی وفات کے بعد حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت ابو طالب کی نگرانی میں آ گئے تو حضرت ابو طالب کی بیوی حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماں کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں دائیں بائیں ہو جاتے تو بے چین ہو جاتیں آپ کے آرام پر خصوصی توجہ دیتیں۔ تربیت، دیکھ بھال، پیار و محبت اور آسائش و آرام کے اعتبار سے انہوں نے اپنی اولاد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی فرق نہ کیا۔

سن 4 ہجری میں آپ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔ آپ کی دائمی جدائی پر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بہت رنجیدہ ہوئے، حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات سے دلی رنج پہنچا' فرطِ غم سے چہرۂ اقدس پر ملال کے آثار ہویدا ہوئے۔ تاجدارِ کائنات' نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ اعزاز بخشا کہ اپنی قمیض اتار کر انہیں پہنائی اور قبر تیار ہوئی تو کچھ دیر خود قبر میں لیٹے رہے۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کو دفن کر چکے' تو حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے میری ماں! اللہ تبارک تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ بیشک تو بہترین ماں تھی۔"

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی قمیض انہیں اس لیے پہنائی ہے کہ انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے اور لحد میں اس لیے لیٹا ہوں کہ یہ قبر ان پر کشادہ ہو جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ صرف پانچ ہی میت ایسی خوش نصیب ہوئی ہیں جن کی قبر میں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم خود اترے۔ اول اُم المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ، دوئم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک لڑکا، سوئم عبداللہ مزنی جن کا لقب ذوالبجادین ہے۔ چہارم حضرت اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا اور پنجم حضرت فاطمہ بنتِ اسد، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

(الاستیعاب علی الاصابہ، جلد 4 صفحہ 370...... تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 467...... مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 150)

Marfat.com

حضور ﷺ کے نواسے عبداللہ کا انتقال

حضورِ انور رحمتِ دوعالم ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے وہیں آپ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ابوعبداللہ اسی وجہ سے کہتے ہیں۔ جب ان کی عمر چھ سال ہوئی تو ایک روز آپ کھیل رہے تھے کہ ایک مرغ نے آپ کی آنکھ میں چونچ مار کر آپ کو زخمی کر دیا۔ تکلیف بڑھتی گئی زخم ٹھیک نہ ہوا اور آپ کا انتقال ہو گیا۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 150)

یہودی کو سنگسار کرنے کا فیصلہ

اسی سال ایک یہودی نے ایک یہودی عورت کے ساتھ زنا کیا اور یہودیوں نے یہ مقدمہ بارگاہِ نبوت میں پیش کیا تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبر کائنات ﷺ نے تورات و قرآن دونوں کے فرمان سے اس کو سنگسار کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 152)

چوری کی سزا ۔

اسی سال طعمہ بن ابیرق (جو مسلمان تھا) نے چوری کی تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے قرآنِ حکیم کے حکم کے تحت اس کا ہاتھ کٹوا دیا۔ اس کے بعد طعمہ مدینہ سے بھاگ کر مکہ چلا گیا۔ وہاں بھی اس نے چوری کی اور اہلِ مکہ نے اسے قتل کر ڈالا یا اس نے مکان یا بلندی سے گر کر خودکشی کر لی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ مرتد ہو گیا تھا۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 153)

Marfat.com

سن 5 ہجری

Marfat.com

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

سلمان آپ کا نام ہے۔ ابوعبداللہ کنیت۔ آپ ملکِ فارس (ایران) کے ایک قصبہ جیّ کے رہنے والے تھے۔ آپ کی عمر کے بارے میں مختلف روایات ہیں لیکن اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ کی عمر اڑھائی سو (250) سال سے بہرحال زیادہ ہے۔ بعض اہلِ سیر نے تو ساڑھے تین سو سال بتائی ہے۔

آپ کی تلاشِ حق، تلاشِ دینِ متین، لمبے لمبے سفر اور ایمان لانے اور آزاد ہونے کا مفصل واقعہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ دینِ حق کی تلاش میں آپ نے کئی بار ہزاروں کلومیٹر طویل فاصلے طے کیے ہیں اور عمر عزیز کے کوئی پچاس ساٹھ سال تو صرف تلاش دینِ حق اور اس کے لیے سفروں میں گزارے ہیں۔

بعض علماء کرام، سیرت نگاروں، مؤرخین کی رائے ہے کہ آپ 5 ہجری کے شروع میں زرِ مکاتب ادا کرنے کے بعد آزاد ہوئے۔ آپ بہت بہت عالی نصیب ہیں کہ آپ کی آزادی کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم رحمت للعالمین، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح سے مدد فرمائی یہاں تک کہ کھجور کے تین سو درخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے لگائے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بہت ہی جہاں دیدہ تھے۔ آپ کی عالی بختی میں آپ کی محنت، لگن، چاہت، ہمت جستجو، خلوص و عزم اور دیگر خصوصیات کا ہاتھ ہے۔ آپ بہت محنتی اور مشقت کرنے والے تھے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں اور مدینہ کے دفاع کے لیے خندق کھودنے کی تجویز پیش کی تھی جسے پیغمبر اول و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جان، رہبر کائنات، سید المرسلین، اصل الموجودات، حاصلِ کائنات، رحمت اللعالمین، خاتم النبیین، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا، پسند فرمایا اور مسلمان اس پر عمل پیرا ہوئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ خندق کھودنے میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ جوش و جذبے کا یہ عالم تھا کہ اکیلے کئی آدمیوں جتنا کام کر ڈالتے تھے۔ انصار، مہاجرین اور خود حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی کارکردگی سے بہت متاثر تھے۔

خندق کی کھدائی کے دوران ایک دن انصار بولے: "سلمان ہم میں سے ہے۔"

مہاجرین بولے: "سلمان ہم میں سے ہے۔"

اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سلمان میرے اہلِ بیت میں سے ہے۔"

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نوازشات کی حد کر دی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل بیت میں شامل کر لیا۔ یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔

Marfat.com

غزوۂ دومتہ الجندل

غزوۂ دومتہ الجندل ماہِ ربیع الاول سن 5 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

قارئینِ کرام! ان غزوات کے پسِ منظر میں آپ دیکھیں کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم، خاتم النبیین ﷺ کو دینِ متین کو پھیلانے، اسے عام کرنے اور اسلامی مملکت کے تحفظ واستحکام کا کس قدر خیال تھا۔ قریب وبعید (دور) جہاں سے بھی آپ کو اطلاع ملتی، جس موسم میں بھی اطلاع ملتی کہ وہاں نوزائیدہ مملکتِ اسلامی کے خلاف سازشیں ہورہی ہیں اور مدینہ پر حملہ آور ہونے کی تدبیریں کی جارہی ہیں۔ آپ حضورِ انور نبی کریم ﷺ دشمن کی توقع کے خلاف وہاں فوراً پہنچ جاتے اور دشمنوں کی سرکوبی کر کے فتنے کو ختم کر دیتے۔

اس کے لیے آپ ﷺ نے مشکل حالات میں، سخت موسم میں، بہت طویل سفر سرعت کے ساتھ کیے اور انتہائی صبر آزما مراحل سے گزرے۔ نہ دن کو دیکھا اور نہ رات کو اور دشمن کے سر پر اچانک پہنچے اور اسے سر اٹھانے کا موقع ہی نہ دیا اور بالآخر اسلامی سلطنت کو اپنے ہی حیاتِ طیبہ میں اتنا مضبوط، مستحکم اور فعال کر دیا کہ پھر دیگر سازشیں اسے کوئی گزند نہ پہنچا سکیں۔

دومتہ الجندل مدینہ منورہ سے کوئی ایک ہزار کلومیٹر دور تھا۔ یہ مہم اب تک کی جانے والی تمام مہموں اور غزوات سے طویل تر فاصلے والی تھی اور یہی نہیں یہ اعراب سے نکل کر اب مملکتِ روم کے ساتھ کی جانے والی پہلی مہم تھی۔

ابھی تک حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی عسکری سرگرمیوں اور فوجی مہمات کا رخ مکہ کے گرد و نواح کے علاقے اور نجد کی طرف تھا۔ پہلی دفعہ مجاہدینِ اسلام نے مملکتِ روم کے ایک اہم صوبے شام کے ایک سرحدی شہر دومتہ الجندل کا قصد کیا۔

اس کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ شاہِ روم کو پیغمبرِ اسلام اور دینِ اسلام کی اہمیت اور طاقت سے متعارف کرایا جائے۔ قیصرِ روم اتنی وسیع وعریض مملکت کا فرمانروا تھا کہ جزیرۂ عرب کے ریگستانی علاقہ اور اس میں آباد غیر متمدن باشندوں کو توجہ کے قابل نہیں سمجھتا تھا اور نہ اسے اس علاقہ میں رونما ہونے والے واقعات سے کوئی

Marfat.com

جیسی تھی۔ اس لشکر کشی سے قیصر کو جزیرۂ عرب میں نشو و نما پانے والے اس دینِ الٰہی کی طرف متوجہ کرنا بھی مقصود تھا۔

دوسری فوری وجہ یہ تھی کہ دومۃ الجندل اور اس کے مضافات میں راہزنوں اور قزاقوں نے ڈیرا جمایا ہوا تھا۔ جب بھی انہیں موقع ملتا وہ مسافروں کو لوٹ لیتے تجارتی قافلوں پر حملہ کر کے ان کے اموال ان سے چھین لیتے۔ اب ان کے حوصلے اتنے بڑھ گئے تھے کہ وہ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ اس سے پیشتر کہ انہیں کافی مہلت مل جائے اور وہ حقیقی خطرے کا روپ اختیار کر کے اسلامی قلمرو پر حملہ کرنے کی جسارت کریں یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس سے پہلے ہی اس فتنہ کی سرکوبی کر دی جائے۔

چنانچہ ماہِ ربیع الاول سن 5 ہجری میں حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ ایک ہزار مجاہدین کی معیت میں دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔ حضورِ انور ﷺ نے سباء بن عرفطہ الغفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ دومۃ الجندل، مدینہ طیبہ سے پندرہ رات کی مسافت پر تھا۔ اور دمشق سے اس کا سفر پانچ رات میں طے ہو سکتا تھا۔ (زادالمعاد جلد 3 صفحہ 255...... السیرۃ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 185)

علامہ ابنِ قیم نے لکھا کہ دُومۃ الجندل اور دَومۃ الجندل دو الگ الگ شہر ہیں اور دیگر حضرات کی رائے میں یہ ایک ہی شہر کے دو نام ہیں۔ ایک کا تلفظ حرفِ د پر پیش سے ہے اور دوسرے کا د پر زبر سے ہے۔ اس سفر میں بنوعذرہ قبیلہ کا ایک تجربہ کار اور ماہر راہبر لشکرِ اسلام کی راہنمائی کر رہا تھا۔ اس کا نام ''مذکور'' تھا۔ حضور انور نبی کریم ﷺ رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت کسی محفوظ جگہ پر آرام فرماتے رات کو سفر کرنے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ گرمی کا موسم تھا۔ دن کے وقت دھوپ کی تپش اور گرم لو میں سفر کرنا بہت تکلیف دہ تھا۔ اس لیے رات میں سفر کرتے۔ اور صحرائی علاقوں میں رات ویسے بھی ٹھنڈی ہوتی ہے۔ نیز جنگی مہموں میں راز داری کو جتنا پیشِ نظر رکھا جائے، اپنی نقل و حرکت سے جس قدر دشمن کو بے خبر رکھا جائے، فتح و کامیابی کے امکانات اتنے ہی روشن ہوا کرتے ہیں۔

لشکرِ اسلام جب اس علاقہ کے قریب پہنچا تو راہبر نے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) حضور! کچھ دیر یہاں ٹھہریں میں آگے جاتا ہوں اور وہاں کے حالات معلوم کر کے واپس آتا ہوں۔ وہ تنہا آگے گیا اس نے دیکھا کہ ہر طرف اونٹوں کے گلے اور بکریوں کے ریوڑ چر رہے تھے۔ لیکن ان کی بستیوں میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ واپس آیا تو حضورِ انور ﷺ کو ہمراہ لے کر آگے بڑھا۔ جتنے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کو قبضے میں لیا جا سکتا تھا انہیں قبضہ میں لے لیا۔ (زرقانی جلد 2 صفحہ 94، 95)

چند روز وہاں قیام فرمایا۔ اسی اثناء میں مختلف اطراف میں اپنے فوجی دستے بھیجے لیکن وہاں کے باشندوں میں سے کسی کا سراغ نہ ملا۔ بس حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ان کے ایک مرد کو گرفتار کر کے لے آئے۔

Marfat.com

اسے کئی دن تک اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جاتی رہی۔ آخر کار اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اس غزوہ میں بہت سے اونٹ اور بکریوں کے ریوڑ بطورِ مالِ غنیمت ملے۔ واپسی کے وقت عیینہ بن حصن فزاری سے معاہدہ ہوا۔ اسے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اجازت دی کہ وہ تغلبین سے مراض تک کے علاقہ میں اپنے اونٹوں اور مویشیوں کو چرا سکتا ہے۔ حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ بیس ربیع الثانی کو مراجعت فرمائے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 186، 187...... زرقانی جلد 2 صفحہ 113، 114...... سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 277)

ان اچانک اور فیصلہ کن اقدامات اور حکیمانہ تدبیر پر مبنی منصوبوں کے ذریعے حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے مملکتِ اسلامی کے اردگرد امن وامان بحال کرنے اور صورتِ حال پر قابو پانے میں کامیابی حاصل کی اور وقت کی رفتار کا رخ مسلمانوں کے حق میں موڑ لیا۔

اندرونی اور بیرونی مشکلات وخطراتِ پیہم کی شدت کو بہت حد تک اتنا کم کردیا کہ وہ اب نہ ہونے کے برابر ہوگئی۔ یہی مشکلات وخطرات جو مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیرے ہوتے تھے اب وہ سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔

چنانچہ منافقین خاموش اور مایوس ہوکر بیٹھ گئے۔ یہود کا ایک قبیلہ جلاوطن ہوگیا اور دوسرے قبائل نے حقِ ہمسائیگی اور عہد و پیمان کے ایفاء کا مظاہرہ کیا۔ بدو اور اعراب ڈھیلے پڑ گئے اور قریش مکہ، مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں کے ساتھ ٹکرانے سے گریز کیا۔ اور مسلمانوں کو اسلام پھیلانے، اللہ تبارک تعالیٰ کے پیغام کی تبلیغ کرنے کے مواقع میسر آئے۔

حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح

اکثر مؤرخین اور سیرت نگاروں کے مطابق اس کا زمانۂ وقوع ماہِ ذی قعدہ سن 5 ہجری اور غزوۂ مریسیع یا غزوۂ بنی مصطلق سے پہلے کا ہے۔ (قارئینِ کرام' مجھے (اس کتاب کے مصنف کو) اس کا ماہِ وقوع شروع شعبان سن 5 ہجری لگتا ہے کیونکہ اس کا غزوۂ مریسیع یا غزوۂ بنی مصطلق سے پہلے وقوع پذیر ہونا حدیث مبارک سے ثابت ہے۔ اس حدیث کو آپ غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی کے دوران ہونے والے واقعہ افک میں پڑھیں گے۔)

اس نکاح کے بارے میں مخالفین' مستشرقین اور اسلام دشمن عناصر نے بہت لے دے کی ہے۔ اور شان رفعت وعظمتِ بانی دینِ اسلام اور دینِ اسلام کو کم کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اور کچھ کمزور ایمان والے مسلمان بھی ان کی باتوں میں آجاتے ہیں اس لئے میں اسے دو طرح سے بیان کروں گا۔ میرے خیال میں سورۂ نجم کی آیات 3 اور 4 کا ذکر کردینے کے بعد اگر سورۂ احزاب کی آیت 37 کی ہی تشریح بیان کردی

Marfat.com

جائے تو اہلِ ایمان کے لیے تو وہی کافی ہے اور میرے خیال میں اس کو بیان کرنے کا یہ انداز بہتر بھی ہے خوبصورت بھی اور دیگر پیچیدگیوں سے پاک بھی ہے۔

اور مخالفین، مستشرقین یا کمزور ایمان والے ناسمجھ محققین کے لیے ان کے اعتراضات، اندازِ فکر کا نکتہ بہ نکتہ ردلکھا جائے گا۔

اس بارے میں میری ایک گزارش ہے کہ ہمیں وہ روایات یا واقعات یکسر مسترد کر دینے چاہئیں جو قرآن وسنت سے متصادم ہوں اور ایسا کرنے کے لیے ہمارے ساتھ فرمانِ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ موجود ہے۔ اور مسلمان مؤرخین و سیرت نگاروں کو اس امر کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے کہ وہ اپنی کتابوں، تصانیف میں ان روایات کو نہ آنے دیں جو اُمتِ مسلمہ میں خلفشار کا باعث بنیں اور جو دینی اقداروں کو بھی کم کرتی ہوں یا جو قرآن وسنت کے مطابق نہ ہوں۔

اور جو اچھے مؤرخین ہیں' قابل سیرت نگار ہیں انہیں ہر اس روایت، واقعہ کا رد لکھنا چاہیے جو قرآن و سنت کی روشنی میں رد کے قابل ہے اور وہ کسی نہ کسی طرح ہمارے اپنوں کے ذریعے یا غیروں کے ذریعے، کچھ نادان محققین کی ناسمجھی سے ہماری کتابوں میں در آئی ہیں۔

ایسے بے بنیاد قصے نومسلم مؤرخین اور اربابِ سیر کی سادگی کے باعث کتابوں میں درج ہو گئے کہ انہوں نے اس بارے میں سوچ بچار نہ کی' چھان بین نہ کی اور ہر سنی سنائی بات کو درج کر دیا، یہ نہ دیکھا کہ بیان کرنے والا کون ہے، کس معیار کا ہے؟

بھلا ہو محدثین حضرات کا کہ انہوں نے عرق ریزی سے کام کیا روایتوں کے رد وقبول کے پیمانے بنائے اور بالآخر نکھار کر موضوع اور صحیح روایات کو الگ الگ کر دیا اور اس عظیم اور اہم کام کے لیے انہوں نے اپنی زندگیاں کھپا دیں۔

جملہ محدثین کے نزدیک واقدی بالاتفاق ناقابلِ اعتبار ہے۔ اس کی وہی روایات قابلِ قبول ہوں گی جو عقل و دانش، اخلاق و شرافت اور انسانی وقار کے منافی نہ ہوں۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کوئی ایسی بات قبول نہیں کی جاسکتی جو اعلیٰ اخلاقی معیار سے گری ہوئی ہو۔ کیونکہ ان نفوسِ مقدسہ نے بہترین سیرت و کردار کا مظاہرہ کیا۔ جو چیز ایک عام متقی مسلمان سے توقع نہیں کی جاسکتی اس کی نسبت بھلا ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کی طرف کرنا کیسے ممکن ہے؟

مؤرخین نے جن سنی سنائی باتوں کو اپنی کتابوں میں درج کر دیا ہے۔ محدثین کے ہاں ان کا ذکر تک نہیں ملتا اس لیے کہ ان کی کوئی اصل ہی نہیں۔ روایاتِ واقدی کے بارے میں محدثین کا فیصلہ ہے کہ وہ روایات کے بارے میں ناقابلِ اعتبار شخص تھا جو اپنے پاس سے روایتیں گھڑ لیا کرتا تھا۔ شاہان' حکمرانِ وقت کو خوش کرنے اور

Marfat.com

ان کی عیاشیوں کو سندِ جواز فراہم کرنے کے لیے بھی اس طرح کے بے ہودہ قصے بیان کیے جاتے تھے۔

اس حوالے سے ابنِ حجر نے ان روایات کو نا قابلِ اعتبار قرار دے کر ان سے اعراض (بچے رہنے) کا مشورہ دیا ہے۔ اس واقعہ پر بحث کے دوران ابنِ حجر لکھتے ہیں۔

''اور بہت سی روایات آتی ہیں جن کو ابنِ ابی حاتم اور طبری نے روایت کیا اور بہت سے مفسرین نے ان کو نقل کر دیا ہے ان میں مشغول (ان کو چھوڑ دینا چاہئے) نہیں ہونا چاہئے۔''

(فتح الباری، جلد 8 صفحہ 524)

اس سلسلہ میں محدث حافظ ابنِ کثیر کا بیان بھی اس امر کی تصدیق کرتا ہے۔

''ابنِ ابی حاتم اور ابنِ جریر طبری نے یہاں اسلاف سے چند روایات نقل کی ہیں جن کو ہم اس لیے نظر انداز کر دینا چاہتے ہیں کہ وہ غلط ہیں اور امام احمد نے بھی اس واقعہ کے متعلق حضرت انس سے ایک روایت نقل کی ہے جو کہ غریب ہے اس لیے ہم نے اس کا ذکر بھی چھوڑ دیا ہے۔''

(تفسیر ابنِ کثیر، جلد 3 صفحہ 781)

شانِ نبی ﷺ

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب رسول، پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، خاتم النبیین حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے بارے میں سورۂ نجم کی آیاتِ مبارکہ 3 اور 4 میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی ۝ (نجم:۳،۴)

ترجمہ ''اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، مگر وہ جو انہیں وحی کی جاتی ہے۔''

یہ آیاتِ مبارکہ تو تشریح طلب نہیں ہیں۔ ان میں تو کتنی وضاحت سے فرمایا گیا ہے کہ میرے محبوب رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو بھی بات فرماتے ہیں ان کے فرمانے میں کرنے میں ان کی اپنی خواہش یا مرضی کو دخل نہیں ہے۔ وہ تو جو بات بھی فرماتے ہیں وہ وحی اللہ تبارک تعالیٰ ہوتی ہے۔ اس کی ترجمانی کے لیے فارسی زبان کا ایک شعر ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس کا آسان ترجمہ ہے۔

اس کا کہنا اللہ کا کہنا ہے   گرچہ کہ وہ اللہ کے بندے کے حلق سے کہا جا رہا ہے۔

قارئینِ کرام! اب پہلے آپ سورۂ احزاب کی آیت 37 کا ترجمہ اچھی طرح دھیان سے پڑھ لیں کیونکہ پھر اسی آیتِ مبارکہ کی تشریح و تفسیر میں یہ واقعہ بھی بیان کر دیا جائے گا۔

اللہ تبارک تعالیٰ، خالق و مالکِ کائنات، قادرِ مطلق، ربّ اللعالمین سورۂ احزاب کی آیت 37 میں ارشاد

Marfat.com

فرماتے ہیں۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْہَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَہَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِہِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْہُنَّ وَطَرًا وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا ○ (احزاب:۳۷)

ترجمہ ''اور اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے، اس سے جسے اللہ نے نعمت دی، اور تم نے اسے نعمت دی، کہ اپنی بیوی اپنے پاس رہنے دے، اور اللہ سے ڈرو، اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا۔ اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا، اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو۔ پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی، تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی، کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے۔ ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں میں، جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے، اور اللہ کا کرنا ہو کر رہتا ہے۔''

اس آیتِ مبارکہ کی شانِ نزول یوں ہے۔

یہ آیت حضرت زینب بنتِ جحش اسدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی، حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ حضرت امیمہ بنتِ عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی۔ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔

واقعہ یہ تھا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لیے ان کا پیام دیا۔ اس کو حضرت زینب اور اس کے بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما نے منظور نہیں کیا۔

اس پر یہ سورۂ احزاب کی آیت 36 نازل ہوئی۔

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَہُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِہِمْ (احزاب:۳۶)

ترجمہ ''اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرمادیں، تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔'' (احزاب:36)

حضرت زینب اور اس کا بھائی عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما اس فرمانِ رب للعالمین کو سن کر راضی ہو گئے اور حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا اور حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مہر دس دینار ساٹھ درہم، ایک جوڑا کپڑا، پچاس مد (ایک پیمانہ ہے) کھانا، تیس صاع

Marfat.com

کھجوریں دیں۔

اس حقیقت کو کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی اطاعت، فرمانبرداری ہر امر میں واجب ہے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رضامندی نے کس خوبصورتی سے ظاہر کردیا ہے۔

''اللہ نے اسے نعمت دی۔''

اس آیتِ مبارکہ کے یہ الفاظ ''اللہ نے اسے نعمت دی'' سے مراد شادی خانہ آبادی ہے۔ شادی دینِ اسلام کی جلیل یعنی کہ بہت بڑی قدر والی نعمت ہے اور اس کے لیے اپنے رب کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

''اور تم نے اسے نعمت دی۔''

آیتِ مبارکہ کے ان الفاظ سے مراد ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو محبت و شفقت سے اپنے پاس رکھا۔ اس کی تربیت و پرورش کی اور اسے آزاد کردیا کہ زید اب آپ کی مرضی ہے جہاں رہیں اور جیسے زندگی گزاریں۔ آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے جس کا احساس ہر کسی کو نہیں ہوتا اور اسی لیے اس نعمت بیکراں کے لیے لوگ اپنے رب کا شکر گزار نہیں ہوتے۔ اس آزادی کا احساس تو صرف سمجھ دار لوگوں کو ہوتا ہے یا پھر انہیں ہوتا ہے جن سے یہ آزادی کسی وجہ سے چھن گئی ہو۔

''کہ اپنی بیوی اپنے پاس رہنے دے۔''

آیتِ مبارکہ کے اس حصے کی شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہو چکا تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے پاس اللہ تبارک تعالیٰ قادرِ مطلق جل شانہ، کی طرف سے وحی آئی کہ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جس کا آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے شادی فرمادی ہے، آپ ﷺ کی ازواجِ طاہرات میں داخل ہوں گی۔ اللہ تبارک تعالیٰ کو یہی منظور ہے۔

وحی پاک تو صرف اتنی اطلاع ہی تھی۔ اس میں یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ ایسا کب ہوگا اور نہ ہی اس وحی کو اس وقت کسی پر ظاہر کرنے کا حکم تھا۔ یہ اللہ تبارک تعالیٰ کی حکمتیں ہیں اور اپنے محبوب نبی، پیغمبرِ اول و آخر و اعظم ﷺ کے ساتھ باتیں ہیں۔ انہیں وہی جانتے ہیں۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے بڑھ کر اپنے صحابہ کرام کا، اُمتِ مسلمہ کا، بنی نوعِ جن وانس کا اور کون خیر خواہ ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ رحمت اللعالمین ہیں، ہادی دو جہاں اور محسنِ اعظم ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے یہی فرمایا کہ صبر و ہمت سے کام لو اور حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ نباہ کرو اور اسے اپنی زوجیت میں رکھو۔

''اللہ کا حکم (کرنی) ہو کر رہتی ہے۔''

آیتِ مبارکہ کے اس حصہ کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے

Marfat.com

درمیان موافقت نہ ہوئی۔ جب معاملہ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی برداشت سے بڑھا تو آپ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سخت گفتاری، تیز زبانی عدمِ اطاعت اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی شکایت کی اور ایسا بار بار اتفاق ہوا یا کرنا پڑا۔

اس پر باقی ماندہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی گئی جس کی تشریح مندرجہ بالا کی طرح حسبِ ذیل جاری ہے۔

''اور اللہ سے ڈرو۔''

آیتِ مبارکہ کے اس حصے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر یہ الزام کہ اس میں خیالات و جذباتِ کبر و ایذا رسانی اور عدم اطاعت ہے نہ لگاؤ کیونکہ فطری طور پر وہ ایسی نہیں ہیں۔ مشیتِ ایزدی نے اپنی حکمت کے تحت اسے وقتی طور پر ایسا کر دیا ہے وہ طبیعتاً فطرتاً ایسی نہیں ہیں اس لیے اس کا چرچا نہ کرو اور خاموشی اختیار کرلو۔ یہ اشارہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے ہی نہیں ہے بلکہ تمام اُمتِ مسلمہ کے لیے ہے۔

''اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا۔''

آیتِ مبارکہ کے اس فقرے کی تفسیر و تشریح یہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی، پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن حارثہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح ہو جانے کے بعد بذریعۂ وحی مطلع فرما دیا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں داخل ہوں گی۔

جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خلاف شکایت لے کر حاضر ہوئے اور بتلایا کہ میرے لیے نباہ کرنا مشکل ہو رہا ہے تو حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ پر یہ ظاہر نہیں فرماتے تھے کہ تمہارا نباہ نہیں ہو سکے گا اور طلاق ضرور واقع ہوگی اور اللہ تبارک تعالیٰ حضرت زینب کو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں داخل فرمائے گا۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ کو اسی امر کو ظاہر کرنا منظور ہے۔

''اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا۔''

آیتِ مبارکہ کے ان الفاظ کی تشریح ہے کہ

جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشویش ہوئی جس کا کہ دونوں سے قربت و شفقت ہونے کے سبب ہونا فطری تھا۔ کل اتنا مجبور کر کے نکاح کیا اور آج زید نے طلاق دے دی، لوگ کیا کہیں گے چنانچہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہی سمجھایا کہ تم طلاق نہ دو اور اس معاملہ میں اللہ تبارک تعالیٰ سے ڈرو۔

جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو حضورِ انور نبی

Marfat.com

کریم رؤف و رحیم ﷺ بذریعۂ وحی اس سے مطلع تو تھے ہی کہ حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں داخل ہونا ہے (حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ، علامہ قرطبی، روح المعانی) تو اب آپ ﷺ کو یہ اندیشہ ہوا کہ حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنے سے لوگ طعنہ دیں گے کہ مسلمانوں کے نبی (ﷺ) نے ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرلیا جوان کے منہ بولے بیٹے کے نکاح میں رہی تھی۔ منافقین و مشرکین اس پر بے جا پروپیگنڈہ کریں گے اور سادہ لوح مسلمانوں کے اذہان کو پریشان کریں گے اوران کا یہ پروپیگنڈہ ان لوگوں کو بھی متاثر کرے گا جو دینِ اسلام کو اختیار کرنے کے قریب آرہے ہیں۔

یہ اندیشہ تھا جو حضور دل ہی دل میں محسوس فرما رہے تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کو یہ بھی پسند نہیں کہ ایسے اندیشوں کو اس کا محبوب رسول پر کاہ کی بھی وقعت دے۔ جھوٹ کے طوفان باندھنے والے، باندھا کریں۔ دینِ اسلام کا پرچم سرنگوں نہیں ہوگا۔ حضور پُرنور ﷺ کی عزت و عظمت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اگر کوئی بدبخت ان کی ہرزہ سرائی سے متاثر ہوکر اسلام سے اپنا رشتہ توڑتا ہے تو آپ کو میرے محبوب! کیا پروا ایک بار نہیں سو بار انہیں روٹھنے دو۔ اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) کے رسم و رواج سے معاشرے میں جو خرابیاں آرہی تھیں ان کو ختم کرنا تھا اس لیے آپ ﷺ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حکماً فرما دیا۔

''اور ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی''

آیتِ مبارکہ کے اس فقرہ میں تو کوئی وضاحت طلب بات نہیں ہے یہ تو بالکل واضح ہے اللہ تبارک تعالیٰ تو خالق و مالکِ کائنات ہے وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کرے۔ اس نے آسمانوں پہ نکاح کر کے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کو ام المومنین ہو جانے کے شرف سے نواز دیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے حکماً یہ رشتہ فرما دیا۔

اللہ تبارک تعالیٰ مسبب الاسباب ہے اور عزیز و حکیم ہے اس کی حکمتیں ہمیں بھی سمجھ آجائیں یہ ضروری نہیں ہے بلکہ ہم اگر پہاڑ کے مقابلے میں ایک ذرّہ کے برابر بھی سمجھ جائیں تو غنیمت ہے اور یہ بھی اسی کی رحمت و عنایت سے ممکن ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی عظیم و وسیع حکمتوں کے تحت حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا نکاح اپنے طور پر، اپنے صریح حکم سے عدت گزر جانے کے بعد حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے فرما دیا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اسی نکاح کو معاشرے میں موجود منہ بولے بیٹے (متبنیٰ) سے منسلک تمام برائیوں، رسم و رواج کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا ذریعہ بنایا۔ اور چند دنوں میں ہی منافقین و مشرکین کے پروپیگنڈہ کے سبب سارے عرب و اطراف میں پتہ چل گیا کہ منہ بولا بیٹا کسی بھی لحاظ سے حقیقی بیٹے کی جگہ نہیں لے سکتا، کسی

Marfat.com

بھی لحاظ سے حقیقی بیٹے کے برابر نہیں ہوتا۔ معاشرے میں اس سے بہت ساری برائیاں اور پیچیدگیاں آ چکی تھیں اور دینِ اسلام نے منہ بولے بیٹے اور حقیقی بیٹے میں تمیز کر کے اس رسمِ قبیح اور اس سے پیدا شدہ معاشرتی برائیوں اور پریشانیوں، ناانصافیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔

ہوا یوں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور عدت گزر گئی۔ حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کی عدت گزرنے کے بعد ان کے پاس حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیام لے کر گئے اور انہوں نے سر جھکا کر کمالِ شرم و ادب سے انہیں یہ پیام پہنچایا۔

انہوں نے کہا کہ اس معاملہ میں میں اپنی رائے کو کچھ بھی دخل نہیں دیتی۔ جو میرے رب کو منظور ہو میں اس پر راضی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ دوبارہ بارگاہِ الٰہی میں متوجہ ہوئیں اور انہوں نے نماز شروع کر دی اور مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کو اس نکاح سے بہت خوشی اور فخر ہوا اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شادی کا ولیمہ بہت وسعت کے ساتھ کیا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے یہ نکاح ایک ظاہری حکمت میں اسی لیے فرمایا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز ہے اور یوں معاشرے میں جو بگاڑ منہ بولے بیٹے کے حوالے سے پیدا ہو رہا تھا اس کا خاتمہ کر دیا۔

اگلی آیات میں اللہ تبارک تعالیٰ نے تعدادِ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ فرمادیا کہ یہ فراخی میری عطا کردہ ہے اور میں نے اپنے محبوب رسول پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ نو ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن حلال فرمائیں ہیں اور میں نے ہی اپنے پیغمبر داؤد علیہ السلام کے لیے سو بیویاں حلال فرمائی تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان سے بھی زیادہ تین سو بیویاں حلال فرمائی تھیں ...... سب کچھ ہی جو تمہیں نظر آتا ہے یہ کائنات زمین و آسمان اور ان میں سب کچھ میری ہی ملکیت ہے اور میں ہی عطا کرنے والا ہوں۔ میں قادرِ مطلق ہوں اور ہر طرح کی تمام مخلوق ذی شعور مخلوق جن و انس بھی میری ہی مخلوق ہیں۔ میری عطا پر کسی کو حسد و اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ ناشکری ہے اور ناشکری بُرے انجام کی طرف لے جاتی ہے۔

امام بخاری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو شرفِ زوجیت بخشنے کے بعد حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام احباب کو ولیمہ میں شرکت کی دعوت دی، روٹی اور گوشت سے سب مہمانوں کی تواضع فرمائی۔ مجھے سب صحابہ کرام کو بلانے کے لیے مقرر فرمایا۔ ایک گروہ آتا تھا، کھانا کھا کر چلا جاتا تھا، پھر دوسرا گروہ آ جاتا تھا۔ یہ سلسلہ سارا دن جاری رہا۔ شام کے بعد مہمانوں کی آمد پھر شروع ہوگئی یہاں تک کہ کافی رات گزر گئی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

Marfat.com

سے دعوت سب کو دی ہے، دعوت کی اطلاع پہنچا دی ہے، کسی کو نہیں چھوڑا سب نے بصد مسرت اس دعوت کو قبول کیا اور شریک ہوئے اور کوئی آدمی باقی نہیں رہ گیا۔ فرمایا اب کھانے کے برتن اٹھالو اور دستر خوان سمیٹ لو۔

ہم نے تعمیل کی سب لوگ چلے گئے لیکن تین آدمی بیٹھے رہے۔ انہوں نے اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا ہوا تھا۔ حضورِ انور ﷺ از حد باحیا اور شرمیلے تھے۔ حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مناسب نہ سمجھا کہ ان کو چلے جانے کے لیے فرمائیں۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ پھر کچھ دیر کے لیے اس گھر سے تشریف لے گئے۔ اس اثناء میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے ملاقات کی اور خیریت دریافت کی۔ پہلا حجرہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ وہاں گئے اور فرمایا السلام علیکم اہل البیت و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ انہوں نے عرض کی:

''آپ نے اپنی اہلیہ کو کیسے پایا؟ اللہ تبارک تعالیٰ کی برکتیں حضور کے شامل حال ہوں۔''

اسی طرح تمام امہات المومنین کے حجرات میں قدم مبارک رنجہ فرمایا اور انہیں اپنی زیارت سے شادکام کیا۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ واپس تشریف لائے تو ابھی تک وہ ٹولی خوش گپیوں میں مصروف تھی۔ حضورِ پُرنور ﷺ نے ازراہِ حیا پھر بھی ان کو چلے جانے کا حکم نہیں دیا۔ حضورِ پُرنور ﷺ پھر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹ گئے۔ اس اثناء میں کسی کے کہنے پر یا از خود یہ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت انس فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا کسی اور نے بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ واپس تشریف لائے، میں ساتھ ساتھ تھا۔ حضورِ پُرنور رحمت اللعالمین ﷺ نے ایک قدم مبارک اندر رکھا دوسرا ابھی باہر تھا کہ پردہ لٹکا دیا گیا، اس روز سورۂ احزاب کی آیت 53 آیت حجاب نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۡ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ۭ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝ (احزاب:53)

ترجمہ ''اے ایمان والو! نہ داخل ہوا کرو نبی کریم کے گھر میں بجز اس صورت کہ تم کو کھانے کے لیے آنے کی اجازت دی جائے (اور) نہ کھانا پکنے کا انتظار کیا کرو لیکن جب تمہیں بلایا جائے، اندر چلے آؤ پس جب کھانا کھا چکو تو فوراً منتشر ہو جاؤ اور نہ وہاں جا کر دل بہلانے کی باتیں شروع کر دیا کرو تمہاری یہ حرکتیں (میرے) نبی کے لیے تکلیف کا باعث بنتی ہیں پس وہ تم سے حیا کرتے ہیں اور چپ رہتے ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ کسی کی شرم نہیں کرتا حق بیان کرنے میں

Marfat.com

اور جب تم مانگو ان سے کوئی چیز، تو مانگو پسِ پردہ ہو کر یہ طریقہ پاکیزہ تر ہے تمہارے دلوں کے لیے نیز ان کے دلوں کے لیے اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو اور تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ نکاح کرو ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی بیشک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔"

حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان مومنات میں سے تھیں جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی۔ خیرات وصدقات کثرت سے کیا کرتی تھیں۔ ان کا اصل نام "برہ" تھا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر کے زینب رکھ دیا۔

آپ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح کا ایک تاریخی پسِ منظر ہے جس کا بیان شرعی، معاشرتی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے بہت اہم ہے۔

"جو رسمیں کسی معاشرے میں جڑ پکڑتی ہیں، لوگ ان کے اتنے گرویدہ ہو جاتے ہیں کہ انہیں چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔ خواہ وہ رسمیں لغو اور بیہودہ کیوں نہ ہوں۔ عوام الناس تو محض قدامت پسندی اور اندھی تقلید کے باعث ان رسوم کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اور اہلِ دانش وفہم اس خوف سے ایسا کرنے کی جرأت نہیں کرتے کہ اس طرح ان کا معاشرتی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ قوم ذہنی انتشار میں مبتلا ہو جائے گی۔ اور لاقانونیت پھیل جائے گی۔ اور وہ حالات کو سنبھال نہ پائیں گے۔ اس لیے عوام اپنے نقطۂ نظر سے اور خواص اپنے اندیشوں کے باعث مروجہ رسوم کو نہیں چھیڑتے۔ اور اگر کوئی شخص ان میں ردوبدل اور اصلاح کی کوشش کرتا ہے تو اس کے خلاف مخالفت کا طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

عرب میں دیگر لغو رسموں کے علاوہ یہ بیہودہ رسم بھی تھی کہ جب کوئی شخص کسی کو اپنا متبنیٰ بنالیتا تو اسے وہی حقوق حاصل ہو جاتے جو حقیقی فرزند کو حاصل ہوتے۔ وہ متبنیٰ بنانے والے کے مرنے کے بعد اس کا وارث ہوتا۔ اس کی زوجہ کی بھی وہی حیثیت ہوتی جو سگے بیٹے کی بیوی کی ہوتی۔ وہ اجنبی لڑکا اس قبیلہ کا فرد شمار ہونے لگتا۔ اس طرح اس رسم کے باعث طرح طرح کی خرابیاں مرتب ہو رہی تھیں۔ نسب میں خلط ہو رہا تھا۔ اور وراثت غلط ہو رہی تھی۔

بیٹا وہ کسی کا ہوتا لیکن متبنیٰ بننے سے اپنے خاندان سے کٹ جاتا اور دوسرے خاندان کا فرد شمار ہوتا۔ اگر کسی کی حقیقی اولاد نہ ہوتو اس کے دوسرے قریبی رشتہ دار اس کے مالِ متروکہ کے حق دار بنتے ہیں۔ لیکن متبنیٰ ہونے کی صورت میں یہ اجنبی بچہ ان کے سارے حقوق کو غصب کر لیتا اور خونی اور نسبی قرابت رکھنے والے قریبی رشتہ دار بھائی اور بھتیجے محروم کر دیئے جاتے یہ صریح ظلم تھا۔ پھر ایسے متبنیٰ کی بہو کے ساتھ اگر مروّجہ سلوک ہی کیا جائے تو پھر بھی وہی معاشرتی مسائل و پیچیدگیاں برقرار رہتیں اور بڑھتیں۔

متبنیٰ بنانے والے پر اس کے متبنیٰ کی بیوی حرام، اس کی بیوی کی ماں حرام، اگر کوئی اس کی بیٹی ہوتو وہ

Marfat.com

حرام یہ عورتیں جن سے نکاح حلال ہے، ان سے اس رسم کے باعث نکاح حرام ہو جاتا تھا۔ اس جاہلانہ رسم سے طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو رہی تھیں اور معاشرہ گوناگوں مشکلات میں مبتلا تھا۔ لیکن سماج کے اس رواج کی اصلاح کرنے کی ہمت کسی میں نہ تھی۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر رحم فرماتے ہوئے جب حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا تو حضور ﷺ نے ان تمام رسوم و رواج کو ختم کر دیا۔ اگر حضورِ انور ﷺ سوسائٹی کے دباؤ کے پیشِ نظر اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم سے ایسا جرأت مندانہ اقدام نہ فرماتے تو اور کون اصلاح کرتا۔ اگر یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل جاتا تو قیامت تک ان محرومیوں کا سلسلہ جاری رہتا۔

اللہ تبارک تعالیٰ، خالق و مالکِ کائنات نے سورۂ احزاب کے آغاز میں حکم دیا کہ متبنیٰ تمہارا حقیقی بیٹا نہیں۔ یوں ہی صرف زبان ہلا دینے سے کسی کا بیٹا، اپنا بیٹا نہیں بن سکتا۔ اس لیے نہ ان کو اپنا بیٹا سمجھو، نہ زبان سے اس کی فرزندی کی نسبت اپنی طرف کرو۔ اس ارشاد پر عمل کی ابتداء بھی ذاتِ رسالت مآب ﷺ سے ہوئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ جنہیں زید بن محمد (ﷺ) کہہ کر پکارا جاتا تھا، اب پھر اپنے حقیقی باپ کی طرف منسوب ہو کر زید بن حارثہ کہے جانے لگے۔

یہ تو ابتداء تھی اور ابھی تک اس رسم و رواج کے دیگر غلط اثرات باقی تھے جن کے متعلق عرب معاشرہ کے جذبات از حد حساس واقع ہوئے تھے، ان کے خلاف سوچنا بھی ان کے اختیار میں نہ تھا۔ اپنے متبنیٰ کی زوجہ ان کے نزدیک بعینہٖ اس حیثیت کی مالک تھی جو اپنے حقیقی بیٹے کی بہو کی حیثیت تھی۔ عرب کا قانون بھی اپنے بیٹے کی بیوی مطلقہ ہو یا بیوہ سے نکاح کی اجازت نہیں دیتا تھا۔

متبنیٰ کی بیوی کی حیثیت بھی وہی تھی، اس کے حرام ہونے میں انہیں قطعاً کوئی شبہ نہ تھا۔ اسلام نے اس قبیح رسم اور اس سے پیدا ہونے والے نتائج کو منسوخ کر دیا۔ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اللہ تبارک تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق انہیں اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ اس طرح اس رسمِ بد پر کاری ضرب لگا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کا خاتمہ کر دیا۔

واقعہ کی صحیح صورت تو یہ ہے کہ جو آپ کے سامنے بلا کم و کاست دو طرح سے پیش کر دی گئی۔ لیکن یورپ کے متعصب اور تنگ نظر پادریوں نے جنہوں نے دنیا کو دھوکا دینے کے لیے مؤرخ، محقق اور مستشرق کا لباس اوڑھ رکھا ہے، تاریخِ اسلام کے اس سادہ سے واقعے کو یوں اچھالا اور اسے ایسا رنگ دیا کہ اچھے اچھے سمجھ دار ان کے دامِ فریب میں پھنس گئے اور دولتِ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

آیئے اب ان من گھڑت باتوں کے بارے میں جو برے لوگوں نے اسلام کے بدخواہوں نے سورۂ

Marfat.com

احزاب کی آیت 37 کے الفاظ و جملوں فقروں کی اپنی طرف سے غلط ترجمانی کر کے پیغمبرِ اسلام اور دینِ اسلام کے خلاف پھیلائی ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کے بدخواہوں کی یہ مذموم چالیں بہت منظم و بامقصد ہیں۔ ایسی روایات کی آڑ میں وہ احترام، اطاعت وحبِ دین و بانیانِ دین کو کم کرنا چاہتے ہیں جو کہ اُمتِ مسلمہ کی طاقت و یکجہتی کا سرچشمہ ہیں۔

دل تو نہیں چاہتا کہ مستشرقین کی ان غلیظ خیالات و باتوں کو اپنے قلم سے لکھا جائے لیکن یہ مجبوری ہے کہ ان کی یاوہ گوئی (بیہودہ من گھڑت باتیں) کو لکھے بغیر ان کا رد نہیں لکھا جاسکتا۔ وہ بیہودہ کہانی یوں ہے۔

بعض غلط اور بالکل باطل روایات کا سہارا لے کر یہ کہا جاتا ہے کہ جب حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوگیا۔ تو ایک روز اچانک حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے وہ گھر پر موجود نہ تھے۔ حضرت زینب بے دھیانی کے عالم میں بیٹھی تھیں۔ اچانک جب ان پر نظر پڑی تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر فریفتہ ہوگئے اور یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے ''پاک ہے دلوں کو بدلنے والا۔'' یہ آواز حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سن لی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آئے تو ساری بات کہہ سنائی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اب مناسب سمجھا کہ وہ اپنی زوجہ کو طلاق دے دیں تاکہ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرسکیں۔

انہوں نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے تو یہ فرمایا کہ زید اپنی زوجہ کو طلاق نہ دے اور اس معاملہ میں اللہ تبارک تعالیٰ سے ڈرے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش یہی تھی کہ زید طلاق دے دے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح کریں۔ محض ظاہر داری کے طور پر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دینے سے منع فرمایا تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس بات پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ تم زبان سے کچھ کہہ رہے ہو اور دل میں کچھ چھپاتے ہو۔ میں تمہارے دل کے پوشیدہ رازوں کو ظاہر کردوں گا۔ چنانچہ ان بدباطنوں نے اس آیت کے ان جملوں

1- ''کہ اپنی بیوی اپنے پاس رہنے دے

2- اور اللہ سے ڈرو

3- اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا۔''

کے یہی معنی (جو اوپر بیان کردیئے گئے ہیں) لیے ہیں۔

کوئی بھی ذی شعور، غور و فکر کرنے والا، حقیقت پسند، انصاف پسند انسان تو ان کی اس یاوہ گوئی سے تڑپ اٹھے گا اور جو لوگ بھی دینِ اسلام اور بانیانِ دین کے بارے میں کچھ بنیادی علم رکھتے ہیں وہ بھی ان کی ان مذموم چالوں کے داؤ پیچ میں آنے کے نہیں ہیں۔ معاملہ ان سادہ لوح مسلمانوں کا ہے جو عربی زبان کی ہر عبارت کو، گفتگو کو قرآنِ حکیم کی آیات سمجھتے ہیں اور ان کے پاس معاملہ کی تہ، سچ یا جھوٹ تک پہنچنے کے لیے

Marfat.com

نہ تو خواہش ہے نہ ذرائع۔ انہیں تو جو کسی نے سنا دیا یا لکھا ہوا مل گیا اس کو انہوں نے سچ مان لیا اور پھر آگے اسی معیار کی، اسی طرح کی بات کی۔

درج ذیل سے معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی حقیقتِ حال کو اچھی طرح یقین کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔

اگر حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا ایک اجنبی خاتون ہوتیں، کسی غیر قبیلہ کی فرد ہوتیں جنہیں حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہوتا، تو پھر ان کی اس بے سروپا حکایت کو ماننے کی وجہ بھی ہوتی کہ اچانک دیکھا اور دل میں ان کی خوبصورتی کو دیکھ کر جذبۂ الفت پیدا ہوا۔ یہ تو ایسا واقعہ نہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد ہیں اور حضرت عبدالمطلب کی نواسی ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ولادت ہوئی اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے صحن میں ان کا بچپن گزرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے وہ جوان ہوئیں۔ صبح وشام اپنی پھوپھی کے ہاں آمدورفت رہتی۔ کونسی ایسی بات تھی جس کا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ تھا؟ ان کی زندگی کا کون سا ایسا پہلو تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی تھا؟ اور وہ پہلو اس روز اچانک آشکارا ہوا اور محبت کا طوفان امڈ آیا۔ (نعوذ باللہ)

ہرزہ سرائی کرنے والوں نے اس پر بس نہیں کی وہ مزید کہتے ہیں کہ جب حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لیے شادی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے اور ان کے بھائی نے یہ خیال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتِ اقدس کے لیے رشتہ طلب فرما رہے ہیں۔ اس خیال کے پیشِ نظر انہوں نے بصد شوق ومسرت اس پیغام کو قبول کیا۔ لیکن جب پتہ چلا کہ یہ پیغام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے لیے تھا، تو پھر وہ صورتِ حالات پیدا ہوئی جس کا ذکر ابھی گزر چکا ہے۔

جب حقیقتِ حال یہ ہے تو کوئی ہوش مند اور حقیقت پسند شخص اس داستان سراپا ہذیان کو قبول نہیں کرسکتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کنواری تھیں اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم کی زینت بننے کو اپنے لیے اور اپنے کنبہ کے لیے باعث صد عزت محسوس کرتی تھیں، اس وقت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کوئی کشش پیدا نہ ہوئی اور جب ایک سال سے زائد عرصہ آپ کے آزاد کردہ غلام کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کرچکیں تو اچانک یہ صورت پیدا ہوگئی جو ان عقل کے اندھوں کو نظر آنے لگی۔

ہر روایت قابلِ قبول نہیں۔

علماء کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر روایت قابلِ قبول نہیں۔ صرف وہ روایت ہی مقبول ہے جو نقد و بحث کی کسوٹی پر پوری اترے۔ ہمارے علماء محققین نے اس روایت کو مسترد کردیا ہے۔

علامہ ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ:

"بعض علماء نے یہاں کئی روایتیں نقل کی ہیں لیکن وہ صحیح نہیں، اس لیے ہم ان کا ذکر نہیں کرتے۔"

علامہ ابنِ حیان الاندلسی نے لکھا ہے کہ:

Marfat.com

''بعض مفسرین نے یہاں ایسی باتیں کی ہیں جو شانِ رسالت کے منافی ہیں، اس لیے ہم نے ان کونظر انداز کر دیا ہے۔''

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''یہاں جو افسانہ گھڑا گیا ہے یہ ان لوگوں کی طرف سے ہے جنہیں نبی کریم ﷺ کی عصمت کا علم نہیں ہے یا انہوں نے دانستہ شانِ نبوت کو گھٹانے کی کوشش کی۔''

علامہ آلوسی کی بھی یہی رائے ہے۔

''یہ اللہ تبارک تعالیٰ کا حکم تھا، اس پر عمل ضروری تھا۔ چنانچہ اس کے رسول مقبول ﷺ نے اس کی تعمیل کر کے اس جاہلانہ رسم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر کے رکھ دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے بارے میں فرمایا کرتیں:

''میں نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی جو دین کے معاملہ میں یا تقویٰ میں، راست گوئی، صلہ رحمی میں اور امانت وصداقت میں حضرت زینب سے زیادہ بہتر ہو۔'' (الاستیعاب جلد 2 صفحہ 754)

ایک اور موقع پر علامہ ابنِ عبدالبر رضی اللہ عنہ نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

''میں نے مذہبی نقطۂ نظر سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی۔''

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے۔

''وہ بہت نیک، روزہ دار اور بڑی عبادت گزار تھیں۔'' (الاستیعاب، جلد 2 صفحہ 55)

محمد بن عمر نے موسیٰ بن محمد کے سلسلہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے۔

''اللہ تبارک تعالیٰ زینب بنتِ جحش پر رحم فرمائے واقعی ان کو دنیا میں بے نظیر مرتبہ حاصل ہوا۔ اللہ نے اپنے نبی سے ان کو بیاہ دیا اور ان کے سبب سے قرآن کی بعض آیتیں اتریں۔''

(الاصابہ، جلد 2 صفحہ 60)

آپ نہایت فیاض، فراخ دست، متوکل اور قانع تھیں، یتامیٰ و مساکین کی سرپرست اور فقراء کی پشت پناہ تھیں۔ آپ کی فیاضانہ روش آخر دم تک قائم رہی۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارہ ہزار درہم مقرر فرمادیے تھے۔ انہوں نے کبھی نہیں لیے صرف ایک سال قبول فرمائے اور کہا۔

''اے اللہ یہ مال مجھ کو نہ پائے کیونکہ یہ فتنہ ہے۔'' (طبقات، جلد 8 صفحہ 110)

پھر اس مال کو اپنے قرابت داروں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو بولے۔

''یہ بی بی بڑی صاحبِ خیر ہے۔'' (طبقات، جلد 8 صفحہ 110)

Marfat.com

اور ان کے دروازے پر دیر تک ٹھہرے رہے، سلام کہلا بھیجا اور کہا آپ نے جو کچھ کیا مجھے اس کی خبر ہوگئی، اس کے بعد ہزار درھم ان کے خرچ کے لیے اور بھیجے انہوں نے وہ بھی اسی طرح صرف کر دیئے۔

(اصابہ، جلد 2 صفحہ 602)

سن 20 ہجری میں جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کے پاس کچھ نہ تھا، سب کچھ صدقہ کر چکی تھیں، صرف ایک مکان ان کی یادگار تھا، جو ولید بن عبدالملک نے پچاس ہزار درہم میں ان کے اعزہ سے خرید کر مسجد نبوی میں ملا دیا۔ (طبقات، جلد 8 صفحہ 114)

ابنِ سعد ایک روایت میں لکھتے ہیں۔

''زینب بنتِ جحش نے درہم و دینار کچھ نہ چھوڑا وہ جو کچھ پاتیں صدقہ کر دیتی تھیں وہ مساکین کی ملجا و ماویٰ تھیں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی توصیف بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں سوائے زینب بنتِ جحش کے آپ کے نزدیک حسنِ منزلت میں کوئی میرا مدمقابل نہ تھا۔'' (اسد الغابہ، جلد 5 صفحہ 424)

ان کی وفات کا سب سے زیادہ صدمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تھا، جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو کہنے لگیں۔

''وہ نیک بخت بے مثل بیوی چلی گئیں اور یتامیٰ و بیوگان کو بے چین کر گئیں۔

(طبقات، جلد 8 صفحہ 110)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ محبوبِ ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یعنی تم میں سے جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے وہ سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملے گی۔''

ہم آپس میں اپنے ہاتھ ملاتی تھیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں اور وہ کون خوش نصیب ہے جو سب سے پہلے بارگاہِ رسالت مآب میں شرفِ باریابی حاصل کرے گی۔ لیکن جب سب سے پہلے حضرت زینب فوت ہوئیں تو ہمیں پتہ چلا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد سخاوت اور فیاضی تھی۔

''اور حضرت زینب جو سب سے زیادہ اس لحاظ سے لمبے ہاتھ والی تھیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور صدقہ و خیرات کرتی تھیں۔''

امہات المؤمنین میں سے سرکارِ دو عالم کے بعد سب سے پہلے آپ کا انتقال ہوا۔ آپ خلافتِ فاروقی میں سن 20 ہجری میں راہی ملک بقا ہوئیں۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں آپ کا مزارِ پُر انوار ہے۔ (السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 3 صفحہ 271 تا 284)

Marfat.com

غزوۂ مریسیع یا غزوۂ مصطلق

غزوۂ مریسیع یا غزوۂ مصطلق ماہِ شعبان سن 5 یا 6 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

مریسیع بنوخزاعہ (بنو مصطلق) کے ایک چشمے کا نام ہے۔ بنی مصطلق بنی خزاعہ کی ہی ایک شاخ تھی۔ یہ لوگ بنی جذیمہ تھے اور جذیمہ ہی کو بنی مصطلق کہا جاتا ہے۔

مریسیع بنی مصطلق کے چشموں میں سے ایک چشمے کا نام ہے۔ اس قبیلے کے سردار کا نام حارث بن ضرار تھا جو دینِ اسلام اور اس کے پیروکاروں سے دشمنی رکھتا تھا۔

یہ چشمہ یا کنواں قدید کے اطراف میں ساحلِ سمندر کے قریب مدینہ منورہ سے جنوب مغرب کی طرف ایک سو ساٹھ (160) کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ بعض سیرت نگاروں نے غلطی سے مدینہ اور مریسیع کا درمیانی فاصلہ آٹھ، نو میل بھی لکھا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے غالباً یہاں وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ مدینہ سے مریسیع کا فاصلہ آٹھ، نو منزل کا ہے۔

غزوۂ مریسیع کس سال میں وقوع پذیر ہوا۔ سیرت نگاروں کا اس میں اختلاف ہے۔ لیکن یہاں امام بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ سے استفادہ کرتے ہوئے اس کے بارے میں چند سطریں پیشِ خدمت ہیں۔

''موسیٰ بن عقبہ، ابنِ شہاب سے اپنی مغازی میں روایت کرتے ہیں کہ حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے بنو مصطلق کے ساتھ، ماہِ شعبان 5ھ ہجری میں جنگ کی۔''

''حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ مریسیع ہجرت کے پانچویں سال وقوع پذیر ہوا۔''

''عروہ بن زبیر کے نزدیک غزوۂ بنو مصطلق ماہِ شعبان 5 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔''

''علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ غزوۂ مریسیع پانچ ہجری میں ہوا۔ حضورِ انور رسول اللہ ﷺ بروز سوموار دو شعبان مدینہ طیبہ سے تشریف لے گئے اور پہلی ماہِ رمضان کو واپس تشریف لائے اور اپنی غیر موجودگی میں زید بن حارثہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔''

واقدی کہتے ہیں کہ حضور کے ساتھ سات سو مجاہدین کا لشکر تھا۔

Marfat.com

امام بیہقی، امام ابنِ اسحاق کی رائے نقل کرتے ہیں۔

''امام ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ماہِ شعبان سن 6 ہجری میں بنی مصطلق کے ساتھ جنگ کی۔

صاحب المواہب اللدنیہ نے پہلے قول کی توثیق کی ہے اور کہا ہے کہ غزوۂ مریسیع کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ غزوۂ مریسیع اور مصطلق دونوں ایک ہیں اور غزوۂ دومتہ الجندل کے پانچ ماہ تین دن بعد سن پانچ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 470)

اس غزوہ کا محرک یہ اطلاع ہوئی کہ بنو مصطلق کے رئیس حارث بن ابی ضرار نے اپنی قوم کے جوانوں کو اور گردونواح میں آباد دیگر قبائل کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا ہے اکسایا ہے بھڑکایا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں بدو لوگ اس کی دعوت پر اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اپنی جنگی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد چند روز میں وہ حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو جائیں گے اس اطلاع کی تصدیق کرنے کے لیے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ نے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ انہوں نے واپس آ کر ان کی جنگی تیاریوں کی تصدیق کر دی۔

حضور پُرنور تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ نے مجاہدینِ اسلام کو دعوت جہاد دی اور چشم زدن میں سینکڑوں کی تعداد میں اسلام کے سرفروش پوری طرح تیار ہو کر حاضر ہو گئے۔ اس سفر کے لیے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں حسبِ معمول قرعہ اندازی کی گئی اس مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کا قرعہ نکلا اس لیے انہیں اس سفر میں معیت کا شرف عطا ہوا۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فوراً ہی جنگ کی تیاری مکمل فرمائی اور جلد ہی کوچ کا اعلان فرما دیا کیونکہ مسلمان بفضلِ خدا لگاتار ہر طرف کامیابیوں سے ہمکنار ہو رہے تھے اور اس دفعہ مقابلے میں دشمن بھی زیادہ طاقتور نہ تھا اور اموال غنیمت بکثرت ہاتھ آنے کی توقع تھی اس لیے خلافِ معمول منافقین کی ایک کثیر تعداد اس جہاد میں شرکت کے لیے آمادہ ہو گئی ان میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور زید بن اصلت بھی تھے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور شعبان کی دو تاریخ بروز سوموار مجاہدین کا یہ لشکر بنو مصطلق کے سرکشوں کے دماغ درست کرنے کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب بندے کی قیادت میں روانہ ہوا۔

مقدمۃ الجیش کی کمان حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔

دورانِ سفر ایک منزل پر بنی عبد قیس کا ایک شخص مسلمان ہونے کے لیے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور پھر لشکرِ اسلام کے ساتھ ہی دشمن سے جنگ کرنے کے لیے چل پڑا۔

Marfat.com

پھر حارث بن ضرار کا ایک جاسوس حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پڑ گیا۔ اس نے کچھ بھی بتانے سے انکار کر دیا اور جب اس پر اسلام پیش کیا گیا تو اس نے اس پیشکش کو بھی نہ مانا۔ اور پھر اس کی گردن ماردی گئی۔ بنی مصطلق کے سردار حارث کو جب اطلاع ملی کہ حضور پُرنور سرکارِ دوجہاں نبی کریم ﷺ اپنے سرفروشوں کا لشکر لے کر اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گئے ہیں اور اس کا ایک جاسوس بھی مسلمانوں نے پکڑ لیا ہے اور اسے کیفرِ کردار تک پہنچا دیا ہے تو اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ہوش اڑ گئے۔ اردگرد کے قبائل کے جو بدو اس کے ساتھ شامل ہو گئے تھے وہ رفو چکر ہو گئے۔ حارث اپنے قبیلہ کے چند آدمیوں کے ساتھ اپنی حماقت کی سزا بھگتنے کے لیے وہاں اکیلا رہ گیا۔ (زادالمعاد جلد 3 صفحہ 257)

حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی پیش قدمی جاری رہی یہاں تک کہ حضورِ انور ﷺ مریسیع کے چشمہ پر پہنچ گئے اور وہاں حضور پُرنور ﷺ کا خیمہ نصب کر دیا گیا۔ جنگ کے لیے مجاہدین کی صفیں آراستہ کر دی گئیں۔ مہاجرین کا علم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، انصار کا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مرحمت ہوا۔ فرمانِ رسولِ کریم ﷺ کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی مگر انہوں نے اس کو نہیں مانا۔ اس روز مسلمانوں کا جنگی شعر ''یامنصور امت امت'' تھا پہلے کچھ وقت تک فریقین ایک دوسرے پر تیر برساتے، پھینکتے رہے پھر حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ نے حکم دیا کہ سب یکجان ہو کر کفار پر ٹوٹ پڑو۔ قلیل وقت میں ان کے دس آدمی قتل کر دیئے گئے۔ اور باقی سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ مرد، عورتیں اور بچے سارے جنگی قیدی بنا لیے گئے۔ دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں مالِ غنیمت کے طور پر ہاتھ آئیں۔

دشمن نے شکست تسلیم کر لی۔ ہتھیار ڈال دیئے اور سب مرد و زن اور بچوں کو قیدی بنا لیا گیا تو جنگ ختم ہو گئی۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے مقامِ مریسیع سے فتح کی خوشخبری مدینہ منورہ فوری پہنچانے کے لیے حضرت ثعلبہ طائی رضی اللہ عنہ (ابونھلہ) کو ذمہ داری دی اور اسے فوراً مدینہ کے لیے روانہ کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 156)

پھر مقامِ مریسیع پر ہی منافقین کی شرانگیزی سے ایک فتنہ کھڑا ہوا لیکن پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور محبوبِ ربّ العالمین ﷺ نے حسنِ تدبیر سے اس کی چنگاریوں کو فوراً بجھا دیا ورنہ یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ مسلمان آپس میں نہ لڑ پڑیں اور ایک دوسرے کے خون کی ندیاں نہ بہا دیں۔

ہوا یوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک ملازم جو آپ کے گھوڑے کی خدمت کیا کرتا تھا اس کا نام جہجاہ مسعود الغفاری رضی اللہ عنہ تھا۔ سنان بن وبر الجہنی رضی اللہ عنہ، بنی خزرج کا حلیف تھا۔ جہجاہ اور سنان رضی اللہ عنہما دونوں نے اپنے اپنے ڈول کنویں میں ڈالے دونوں ڈول ٹکرا گئے اس پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ جہجاہ نے سنان کو ضرب لگائی جس سے خون بہنے لگا سنان نے جاہلیت کے پرانے طریقہ کے مطابق مدد کے لیے انصار کو پکارتے ہوئے یاللانصار

Marfat.com

کا نعرہ بلند کیا۔ اس کے جواب میں جہجاہ نے یا للمہاجرین ، یا للقریش کی صدا لگائی۔ یہ صدائیں سنتے ہی انصار اور مہاجر اپنے اپنے ساتھی کی امداد کے لیے دوڑ پڑے دونوں نے تلواریں بے نیام کر لیں تھیں اور وہ نیزے لہراتے ہوئے بھاگتے چلے آ رہے تھے۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو فوراً تشریف لائے اور فرمایا ''زمانۂ جاہلیت کے اس نعرہ کا کیا مقصد ہے؟''

صورتِ حال عرض کی گئی تو فرمایا ان بدبودار باتوں کو چھوڑ دو ہر آدمی کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم اگر اس کا بھائی ظالم ہے تو اس کے ظلم کے ہاتھ کو پکڑ کر اس کی امداد کرے اور اگر اس کا بھائی مظلوم ہے تو ویسے اس کی اعانت کرے۔

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی بروقت مداخلت سے فتنہ و فساد کے بھڑکتے ہوئے شعلے سرد پڑ گئے فریقین کے سلیم الطبع لوگوں نے جہجاہ اور سنان کے درمیان مصالحت کرا دی۔ بعض انصار کے کہنے پر سنان نے اپنا حق معاف کر دیا اور اس طرح یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا اور باہمی خونریزی کا خطرہ ٹل گیا۔

لیکن رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو فتنہ کا یوں فرو ہو جانا قطعاً پسند نہ آیا۔ وہ اپنے چند حواریوں میں بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنے نتھنے پھلائے ہوئے تھے۔ اس کے نہاں خانۂ دل میں حسد و عناد کی بھڑکنے والی آگ اسے بے چین کر رہی تھی۔ وہ فرطِ غضب سے بے قابو ہو کر اپنے معتقدین کو کہنے لگا کہ میں نے اس دن جیسا ذلت آمیز دن نہیں دیکھا یہ لوگ بے یار و مددگار ہو کر ہمارے پاس آئے ہم نے اپنے گھروں کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے۔ اپنے مال و منال میں ان کو حصہ دیا اب یہ ہمیں ہی گھور رہے ہیں۔ ہماری اور ان بھک منگے قریش کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے کہا تھا ''اپنے کتے کو موٹا کرو تا کہ وہ تمہیں کاٹ کھائے۔'' کاش میں جہجاہ کا یہ نعرہ سننے سے پہلے ہی مر گیا ہوتا لیکن صد افسوس یہ منحوس دن دیکھنے کو ملا۔

پھر وہ غصہ سے لال پیلا ہو کر کہنے لگا۔

''بخدا! اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ اس کو وہاں سے باہر نکال دے گا جو ذلیل ہے۔''

پھر حاضرین کی طرف منہ کر کے کہنے لگا یہ سب کچھ تم نے خود اپنے ساتھ کیا ہے تم نے ان کو اپنے گھروں میں اتارا اپنے مال و منال میں ان کو حصہ دار بنایا اب یہ غنی ہو گئے ہیں تو ایسی باتیں کرنے لگے ہیں۔ اب بھی اگر تم اپنا پس خوردہ انہیں دینے سے ہاتھ روک لو تو یہ لوگ بھوک سے مرتے ہوئے یہاں سے چلے جائیں۔

تم نے ان کی جنگوں میں شرکت کی اپنی جانیں قربان کیں تمہاری تعداد ان سے کم ہو گئی اور ان کی تعداد

Marfat.com

بڑھ گئی تم نے اپنے سر کٹائے اپنے بچوں کو یتیم کیا۔ عبداللہ بن ابی کا خیال تھا کہ صرف اس کے حواری ہی اس کی اس ہرزہ سرائی کو سن رہے ہیں اس لیے جو بغض اس کے دل میں برسوں سے چھپا ہوا تھا اس کو بڑی بے حیائی سے وہ اگلتا رہا۔ اتفاق سے اس محفل میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

انہوں نے اس کی ہر بات کو ذہن نشین کرلیا انہیں یارائے ضبط نہ رہا جب اس نے کہا کہ میں عزت والا ہوں۔ آپ نے کہا۔

''بخدا! تو ذلیل ہے تیرے ساتھیوں کی تعداد قلیل ہے۔ تو اپنی قوم میں سخت ناپسندیدہ ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ خداوندِ رحمٰن کی طرف سے عزت میں ہیں۔ اور مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے وہ قوت میں ہیں۔''

اب وہ چونکا۔ اور زید کو کہنے لگا اے لڑکے! اے نوجوان خاموش ہو جا میں تو مذاق کر رہا تھا۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 471......تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 65......زرقانی جلد 2 صفحہ 102)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اس کی باتیں ذہن نشین کرلیں وہاں سے اٹھے اور بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ خدمتِ اقدس میں مہاجرین اور انصار بھی موجود تھے انہوں نے اس کی ساری باتیں من وعن بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کردیں سن کر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہوگیا حضور انور نبی کریم ﷺ نے مزید اطمینان اور تسلی کے لیے اس سے پوچھا ''اے نوجوان! شاید تم اس پر ناراض ہو اس لیے تم ایسی باتیں کر رہے ہو؟

اس نے کہا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ، میں نے اپنے کانوں سے یہ باتیں سنی ہیں پھر حضورِ انور ﷺ نے فرمایا اس بات کو سننے میں شاید تیرے کانوں نے غلطی کی ہو؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ خدا کی قسم میرے کانوں نے صحیح سنا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس کی بات تجھ پر مشتبہ ہوگئی ہو۔ اس نے کہا بخدا ایسا نہیں یا رسول اللہ ﷺ جو کچھ ابنِ ابی نے کہا تھا اس کی وہ باتیں لشکر کے کئی اور لوگوں نے سنیں ہیں۔

بعض انصار نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو جھڑکا کہ خواہ مخواہ تو نے اپنی قوم کے رئیس کو بدنام کیا ہے جو باتیں اس نے نہیں کیں وہ تم نے اس کی طرف منسوب کردی ہیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے بڑی جرأت سے اپنے بزرگوں کی سرزنش کا جواب دیا: بخدا' جو کچھ اس نے کہا میں نے وہ سنا۔ قبیلہ خزرج میں میرے نزدیک کوئی شخص اس سے زیادہ محبوب نہ تھا اگر یہ باتیں میرے باپ نے بھی کہی ہوتیں تو میں بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کردیتا۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نبی پر وحی کرکے میری بات کی تصدیق فرمادے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ عباد بن بشر (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیجیے کہ اس کا سر کاٹ کر لے

Marfat.com

آئے۔ حضور پُرنور ﷺ نے اس تجویز کو پسند نہ کیا اور فرمایا: ایسا کروں تو لوگ کہیں گے لو دیکھو اب محمد (ﷺ) نے اپنے دوستوں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ ایسی باتیں کریں۔

انصار کے ایک گروہ نے جب یہ باتیں سنیں تو وہ ابنِ ابی کے پاس آئے اوس بن خولی نے اسے کہا کہ تمہارے بارے میں بارگاہِ نبوت میں ایسی ایسی اطلاعات دی گئی ہیں۔ اگر واقعی تم نے ایسی باتیں کی ہیں تو فوراً حضور پُرنور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگو اور عرض کرو کہ حضور پُرنور ﷺ ہماری مغفرت کے لیے دعا مانگیں اور اگر تم نے ایسی باتیں نہیں کہیں تو جا کر اپنی صفائی پیش کرو اور قسم کھا کر یقین دلاؤ کہ تم نے ایسی کوئی بات نہیں کی تم پر یہ جھوٹا الزام لگایا گیا ہے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول انصار کے اس گروہ کو قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر حضور پُرنور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے ابنِ ابی! اگر ایسی کوئی بات تم نے کی ہے تو فوراً توبہ کرلو۔ اس نے پھر قسمیں کھا کھا کر اپنی صفائی پیش کی۔ یہ سراسر مجھ پر بہتان ہے میں نے ہرگز ایسی کوئی بات نہیں کی۔

اس ردوقدح نے، اس پرخطر معاملے نے جب طول پکڑا تو حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اپنی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے کوچ کا اعلان کر دیا۔ اور اسی وقت اپنی ناقہ پر سوار ہو گئے۔ حضورِ انور ﷺ کو یوں قصویٰ پر سوار دیکھ کر لوگوں کو سب باتیں فراموش ہو گئیں ہر شخص اپنا سامان سمیٹنے لگا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر حضور پُرنور ﷺ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگوں کو گفتگو کا مزید موقع نہ دیا جائے تا کہ مزید کوئی بدمزگی رونما نہ ہو۔ اگرچہ اس وقت سخت دھوپ تھی۔ شدید گرمی تھی۔ حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ کا ایسے وقت سفر کرنے کا عام معمول بھی نہ تھا لیکن اس فتنہ کی سرکوبی کا یہی زود اثر طریقہ تھا جو حکمت نبوت نے اختیار فرمایا۔

عبداللہ بن ابی کے صادق الایمان لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ رائے جب معلوم ہوئی تو خود بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے۔ میرے آقا! اگر آپ میرے باپ کو قتل کرنا مناسب سمجھتے ہیں تو اپنے اس غلام کو حکم دیجیے وہ بلا تامل تعمیلِ ارشاد کرے گا۔

ابھی اس کا سر کاٹ کر حضور ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈال دوں گا اس کام کے لیے اگر کسی اور کو حکم دیں گے اور وہ میرے باپ کو قتل کرے گا تو جب بھی وہ شخص مجھے نظر آئے گا تو میری آنکھوں میں خون اتر آئے گا ایسا نہ ہو کہ میں مشتعل ہو کر کافر کے بدلے ایک مسلمان کو قتل کر بیٹھوں اور خود دوزخ کا ایندھن بن جاؤں۔

Marfat.com

لیکن میرے آقا ﷺ

''آپ کی شانِ عفو بہت افضل اور آپ کا احسان بہت بڑا ہے۔''

مقصد یہ تھا کہ اگر میرے باپ کی اس گستاخی کو معاف فرمادیں تو بعید از کرم نہ ہوگا۔

حضورِ انور نبی کریم، رحمتِ دو عالم ﷺ نے اپنے جاں نثار غلام کی عرضداشت سن کر فرمایا۔

''اے عبداللہ! نہ میں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا ہے اور نہ کسی کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب تک وہ ہمارے درمیان رہے گا ہم اس کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آئیں گے۔''

حضور سارا دن سفر کرتے رہے آنے والی رات بھی سفر جاری رہا۔ دوسرے روز دوپہر ہونے تک قافلہ رواں دواں رہا کسی کو ستانے، آرام کرنے کی اجازت نہ تھی دوپہر کے وقت جب لوگوں کو آرام کرنے کی اجازت ملی تو زمین پر لیٹتے ہی تھکن کی وجہ سے ان پر نیند فوراً مسلط ہوگئی۔ اس لگاتار سفر میں مصروف رکھنے کا مدعا یہ تھا کہ مریسیع کے چشمہ پر جو ناگوار واقع پیش آیا اور عبداللہ بن ابی نے جو دل آزار باتیں کیں ان کی تلخ یاد محو ہو جائے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 491 تا 495)

جب حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ روانہ ہوئے تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سلام عرض کرتے ہوئے بولے۔ اے اللہ کے نبی! السلام علیکم! آپ پر رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ نبی رحمت ﷺ نے جواب میں فرمایا۔ وعلیکم السلام، تم پر بھی اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ انہوں نے یوں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آج ایسے وقت میں آپ آمادہ سفر ہیں کہ ایسے وقت میں سفر کرنا پہلے آپ کا معمول نہ تھا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا عبداللہ بن اُبی نے جو باتیں کی ہیں کیا تم نے وہ سنی ہیں اس نے یہ کہا ہے مدینہ پہنچ کر ہم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو باہر نکال دے گا۔ اسید نے عرض کی یا رسول اللہ! سب سے زیادہ عزت والے آپ ہیں وہ ذلیل ہے۔ اس لیے حضور ﷺ اسے مدینے سے باہر نکالیں گے۔ وہ ذلیل ہے اور آپ عزت والے ہیں اور عزت تو آپ ﷺ اور مؤمنین کے لیے ہے۔

پھر انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس سے نرمی فرمایئے حضور ﷺ کی یہاں تشریف آوری سے پہلے اس کے لیے تاجِ شاہی تیار ہو رہا تھا اس کی بادشاہی کا اعلان ہونے والا تھا۔ حضور ﷺ کے تشریف لانے سے سارا ماحول بدل گیا اس بچارے کو اس بات کا سخت صدمہ ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 494...... البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 158)

جب تیسرے دن لشکر کو آرام کرنے کی اجازت ملی تو سواریوں سے اتر کر زمین پر لیٹتے ہی نیند نے ایسا غلبہ کیا کہ دنیا و مافیہا کی ہوش نہ رہی سب سو گئے۔ جب جاگے تو ابنِ ابی کی گفتگو بھولی بسری کہانی بن گئی تھی۔ پراگندہ اذہان اور پریشان قلوب کو سکون و اطمینان نصیب ہوا عصر تک سب نے آرام کیا۔ پھر روانہ ہوئے اور

Marfat.com

حجاز کے علاقہ میں فویق النقیع نامی چشمہ پر آ کر رات بسر کی۔

تصدیقِ الٰہی

جیسا کہ پہلے گزارش کی جا چکی ہے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ کا یہ معمول تھا جہاں غزوہ کے لیے تشریف لے جاتے وہاں فتنہ کو ختم کرنے کے بعد بھی تین دن قیام فرماتے اور پھر وہاں سے مجاہدینِ اسلام کو ساتھ لے کر مدینہ تشریف آوری ہوتی۔

غزوۂ مریسیع کے بعد آپ ﷺ وہاں تشریف فرما رہے اور شاید ابھی مزید وہاں قیام کرتے مگر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی اطلاع نے ایک نیا اضطراب برپا کر دیا تھا کچھ لوگ اسے سچا سمجھ رہے تھے اور کچھ کا خیال تھا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ان حالات میں حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے مناسب سمجھا کہ فوراً واپسی کا سفر شروع کر دیا جائے تاکہ لوگوں کی توجہ ہٹ جائے اور اس فضول بحث کا خاتمہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے واپسی کا حکم دے دیا۔

واپسی میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی اپنی سواری پر بیٹھے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ راستے میں دورانِ سفر اچانک آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہو گیا اور جبریل امین منافقین کی مذمت میں تقریباً پورا ایک رکوع لے کر نازل ہوئے۔

اس وحی پاک میں اللہ تبارک تعالیٰ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی اشتعال انگیز، پرتحقیر گفتگو کے دو جملے بھی بعینہٖ نقل فرما دیئے۔

سورۂ منافقون کی آیات 7 اور 8 میں رب اللعالمین کا ارشاد یوں ہے۔

هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط (منافقون: 7، 8)

ترجمہ "وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں۔ یہاں تک کہ پریشان ہو کر تتر بتر ہو جائیں گے۔"

"کہتے ہیں ہم مدینہ واپس پہنچ کر جو بڑی عزت والا ہے وہ اسے نکال دے گا جو نہایت ذلت والا ہے۔"

وحی کا نزول ختم ہوا تو حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے ہاتھ بڑھا کر پیار سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا کان پکڑ لیا اور پیار بھرے انداز سے کھینچتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لڑکے! تیرے ان کانوں نے تو واقعی سچ سنا تھا اللہ تبارک تعالیٰ نے تجھے سچا قرار دے دیا ہے۔"

(سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 293 تا 306 ...... تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 470 تا 475 ...... زرقانی جلد 2 صفحہ 114 تا 118)

Marfat.com

شدید آندھی

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لشکرِ اسلام جب مدینہ طیبہ کے نزدیک پہنچا تو شدید آندھی آئی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے تیز جھونکے سواروں کو بھی زمین پر گرا دیں گے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایک منافق مرگیا ہے اس لیے یہ سخت آندھی آئی ہے۔ محمد بن عمر لکھتے ہیں کہ گرد و غبار کا یہ حیران کن طوفان جب آیا تو لوگ کہنے لگے مدینہ میں کوئی حادثہ رونما ہوا ہے اس لیے یہ آندھی آئی ہے۔ ان دنوں حضور پُرنور ﷺ کے درمیان اور عیینہ بن حصین کے درمیان معاہدہ کی مدت ختم ہونے والی تھی۔ مسلمانوں کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں عیینہ نے مدینہ طیبہ پر حملہ کر کے بچوں اور عورتوں کو گزند نہ پہنچائی ہو۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے صحابہ کرام کو مطمئن کرنے کے لیے فرمایا۔

کہ مدینہ کی ساری گلیوں کے ناکوں پر فرشتے مقرر ہیں جو اہلِ شہر کی حفاظت کر رہے ہیں جب تک تم وہاں نہیں پہنچو گے وہ حفاظت کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ اس لیے یہ خدشہ دل سے نکال دو کہ عیینہ نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کر دی ہے۔

اس آندھی کی وجہ یہ ہے کہ منافقوں کا بڑا رئیس زید بن رفاعہ ابنِ تابوت آج لقمۂ اجل ہو گیا ہے۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے زید بن رفاعہ کی موت کی خبر سن کر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ عبداللہ بن ابی کے پاس گئے۔ اور اسے کہا۔ اے ابوالحباب! تیرا خلیل (جانی دوست) مرگیا ہے اس نے پوچھا کون سا؟ آپ نے بتایا زید بن رفاعہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے مزید کہا! عبداللہ صد حیف! تو نے ایک کٹی ہوئی دم کا سہارا لیا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا آپ کو کس نے بتایا؟ اس نے کہا سرکارِ دو عالم ﷺ نے تو اس کے ہوش اڑ گئے غمزدہ اور پریشان ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 496......تاریخِ طبری جلد 3 صفحہ 65)

ناقہ کی گمشدگی

اس آندھی میں حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ایک اونٹنی گم ہو گئی۔ جس کی تلاش تیزی سے جاری تھی۔ زید بن لصیت نامی ایک منافق انصار کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ اس نے پوچھا یہ لوگ کس چیز کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ حضورِ انور رسول اللہ ﷺ کی ناقہ گم ہو گئی ہے اس کو تلاش کر رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا۔

''کیا اللہ تبارک تعالیٰ اس جگہ سے آپ ﷺ کو خبردار نہیں کر دیتا؟'' (یہ آخری فقرہ زید بن لصیت منافق نے طنزاً کہا۔)

Marfat.com

اس کا یہ جواب سن کر انصار نے کہا اے خدا کے دشمن! خدا تمہیں ہلاک کرے تم منافق ہو۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکتے ہوئے فرمایا اگر مجھے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا خوف نہ ہوتا تو میں تیرے خصیوں سے نیزہ پار کر دیتا۔ اگر تمہارے دل میں ایسی باتیں ہیں تو پھر تم ہمارے ساتھ آئے کیوں تھے؟ میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ اب ہم تمہارے ساتھ ایک درخت کے سایہ میں بھی نہیں بیٹھ سکتے۔

زید بن لصیت منافق وہاں سے بھاگ کر حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پناہ لینے کے لیے آ گیا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سناتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

''ایک منافق نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس کو اس کی جگہ سے آگاہ نہیں کرتا۔''

سن لو ''اللہ نے مجھے اس کی جگہ سے باخبر کر دیا ہے۔'' وہ اس گھاٹی میں ہے جو تمہارے سامنے ہے۔ اس کی نکیل ایک درخت کے ساتھ اڑی ہوئی ہے۔ سیدھے وہاں چلے جاؤ۔

لوگ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق وہاں گئے اور ناقہ کو وہاں سے پکڑ کر لے آئے۔ وہ منافق، پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی اس وسعت کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 497...... تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 65)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ علم پر اعتراض کرنا منافقین کا شیوہ ہے کوئی اہلِ ایمان اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

بیٹے نے باپ کا راستہ روک لیا

روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مریسیع سے واپسی پر جب مدینہ کے قریب وادیٔ عقیق پر پہنچے تو وہاں اپنے باپ عبداللہ بن ابی بن سلول کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ جب رئیسِ منافقین عبداللہ بن ابی بن سلول وہاں پہنچا تو اسے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ تم نے مہاجرین اور حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذلیل کہا ہے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک تم کو مدینے میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک حضورِ انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت عطا نہ فرمائیں اور جب تک تم اپنی زبان سے یہ بلند آواز یہ نہ کہو کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم تمام اولادِ آدم میں سب سے زیادہ عزت والے ہیں اور تم سارے جہان والوں میں سب سے ذلیل ہو۔

تمام لوگ حیرت و تعجب کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ جب حضورِ انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے اور دیکھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ عبداللہ بن ابی بن سلول کا راستہ روکے کھڑا ہے اور عبداللہ بن ابی بن سلول زور زور سے کہہ رہا ہے کہ ''میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور اللہ کے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سب سے زیادہ عزت دار ہیں۔"

آپ حضور پُرنور رحمت للعالمین ﷺ نے یہ دیکھتے ہی حکم دیا کہ اے عبداللہ! اس کا راستہ چھوڑ دو تا کہ یہ مدینہ طیبہ میں داخل ہو جائے۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 157 ...... البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 158)

حضرت جویریہ سے نکاح

غزوۂ مریسیع میں جو کفار مرد و زن مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ان میں ان کے سردارِ قوم حارث بن ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ بن مصطلق کی بیٹی "برہ" بھی تھیں۔ جب تمام قیدی لونڈی اور غلام بنا کر مجاہدینِ اسلام میں تقسیم کر دیئے گئے تو "برہ" (حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔

مگر اس کی غیرت نے غلامی کی ذلت برداشت کرنا گوارا نہ کیا اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے التجا کی کہ آپ مجھ سے کچھ پیسے لے لیں اور مجھے آزاد کر دیں۔ یوں اس کی درخواست و خواہش پر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے "برہ" (حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا) کو مکاتب بنا لیا۔ مکاتب اس غلام یا لونڈی کو کہتے ہیں جو اپنے مالک سے یہ طے کر لے کہ وہ ایک مقررہ رقم یا زر مالک کو ادا کر کے آزاد ہو جائے گا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس ادائیگی کے لیے سرِ دست کوئی رقم موجود نہیں تھی۔ وہ اپنی اس مشکل کے حل کے لیے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے دربارِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں جس مصیبت و حالات میں ہوں وہ آپ ﷺ جانتے ہی ہیں۔ میں اپنے قبیلے کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں اور مزید یہ کہ دینِ اسلام مجھے پسند آ گیا ہے اور میں دل و جان سے مسلمان ہو چکی ہوں۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے ایک مقرر کردہ رقم لے کر مجھے آزاد کر دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ آپ ﷺ میری مدد فرمائیں تا کہ میں یہ رقم ادا کر کے آزاد ہو جاؤں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں اس سے بہتر تمہارے ساتھ سلوک یا معاملہ کروں (اس سے بہتر تجویز پیش کرو) تو کیا تم منظور کر لو گی؟

انہوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں خود تمہاری طرف سے ساری رقم ادا کر دوں اور تم کو آزاد کر کے میں تم سے نکاح کر لوں تا کہ تمہارا خاندانی اعزاز و وقار برقرار رہ جائے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس سے بڑا اعزاز اور سعادت اور کیا ہو سکتی تھی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے اس پیشکش کو خوشی خوشی فوراً منظور کر لیا۔ چنانچہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم

Marfat.com

ﷺ نے ساری مقرر کردہ رقم ادا فرما کر حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔ اور آپ کو اُمُ المومنین کا شرف حاصل ہو گیا بطورِ مہر آپ ﷺ نے انہیں نو اوقیہ سونا عطا کیا۔

جب یہ خوش کن خبر لشکرِ اسلام میں پھیل گئی کہ حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق کے سردار حارث بن نضر کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا ہے تو مجاہدینِ اسلام کے پاس جتنے بھی غلام ولونڈی اس قبیلہ کے تھے انہوں نے فوراً خوشی خوشی بغیر کسی کے کہے (اپنے طور پر) آزاد کردیا، رہا کردیا۔

اور لشکرِ اسلام کا ہر مجاہد یہ کہنے لگا کہ جس خاندان، قبیلہ میں حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے شادی فرمالی اس قبیلے کا کوئی فرد غلام یا لونڈی یا قیدی نہیں رہ سکتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر فرمایا

کہ ہم نے کسی عورت کا نکاح حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے بڑھ کر خیر و برکت والا نہیں دیکھا کہ اس کی وجہ سے تمام خاندانِ بنی مصطلق کو غلامی سے آزادی نصیب ہوگئی۔ (ابوداؤد جلد 2 صفحہ 548)

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ''برہ'' تھا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اس نام کو بدل کر ''جویریہ'' نام رکھا۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 155)

آپ کا نسب جویریہ بنتِ حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جزیمہ بن مصطلق ہے۔

(طبقات ابن سعد جلد 8 صفحہ 116)

آپ کا پہلا نکاح مسافع بن صفوان مصطلقی سے ہوا تھا۔ (استیعاب جلد 3 صفحہ 731)

آپ بہت خود دار خاتون تھیں۔ عزتِ نفس کا بے انتہا خیال رکھتی تھیں فطرتاً آزاد پسند تھیں، فکرِ حریت کی دولت سے مالا مال تھیں، اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں اعتماد کی دولت سے نواز رکھا تھا یہی وجہ تھی کہ آپ نے کسی قیمت پر لونڈی بننا پسند نہیں کیا اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کر کے حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے عقد میں آئیں زُہد و عبادات سے بہت شغف تھا۔ اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ تشریف لاتے تو اکثر انہیں تسبیح وتہلیل میں مصروف پاتے۔ ایک دفعہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ صبح کے وقت تشریف لائے تو آپ مسجد میں تھیں۔ حضور پُرنور ﷺ دوپہر کے قریب دوبارہ تشریف لائے اور آپ سے فرمایا تم ہمیشہ اسی حال میں رہتی ہو؟ کہا ہاں۔ فرمایا: میں تم کو ایسے کلمے نہ سکھلا دوں جن کا کہہ لینا تمہاری نفلی عبادت سے زیادہ ترجیح رکھتا ہے پھر آپ ﷺ نے یہ کلمات تعلیم فرمائے۔ **سبحان اللہ عدد خلقہ**۔ (اسد الغابہ، جلد 2 صفحہ 421)

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ ان سے بہت محبت فرماتے تھے ایک مرتبہ تشریف لائے تو پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ جواب دیا میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا وہی رکھا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

Marfat.com

فرمایا لے آؤ کیونکہ صدقہ جس کو دیا گیا تھا اس کو پہنچ چکا۔(صحیح مسلم، جلد 1 صفحہ 4)

کتبِ معتبرہ میں آپ سے سات احادیث مروی ہیں جن میں سے دو بخاری شریف میں، دو مسلم شریف میں اور تین دیگر کتب میں مروی ہیں۔ آپ سے ابنِ عباس، جابر، ابنِ عمر، عبید بن السباق طفیل، ابوایوب مراغی، مجاہد، کریب، کلثوم بن مصطلق اور عبداللہ بن شداد بن الہاد رضی اللہ عنہا جیسے بزرگوں نے احادیث بیان کی ہیں۔

حارث بن ضرار کا اسلام

اس غزوہ میں اونٹ بھیڑ بکریاں بطورِ غنیمت مسلمانوں کو ملی تھیں۔ ان کے علاوہ بہت سے مرد و زن جنگی قیدیوں کی حیثیت سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ ان قیدیوں میں قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی جویریہ بھی تھی۔ کچھ روز بعد وہ اپنی بیٹی کا فدیہ ادا کرنے کے لیے اونٹوں کا ایک گلہ اپنے ہمراہ لے آیا۔ جب وادیٔ عقیق میں پہنچا تو اس نے ایک نظر اپنے اونٹوں کے گلہ پر ڈالی ان میں سے دو اونٹ جو بہت اعلیٰ نسل کے تھے اسے بہت پسند آئے۔ اس نے ان کو ایک گھاٹی میں چھپا دیا کہ واپسی کے وقت انہیں اپنے ساتھ لیتا جائے گا۔

دو اچھے اونٹوں کو چھپا دینے کے بعد حارث بن ضرار سردار قبیلۂ مصطلق بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ)! میں اپنی بچی کا فدیہ ادا کرنے کے لیے یہ اونٹ لایا ہوں یہ قبول فرمائیے اور میری بچی کو آزاد فرمائیے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے اونٹوں کو دیکھ کر فرمایا لیکن وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو تو عقیق کی وادی میں چھپا کر آیا ہے؟ وہ یہ سن کر حیران و ششدر ہو گیا بے ساختہ کہہ اٹھا "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔"

ان دو اونٹوں کے بارے میں اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا ہے چنانچہ اس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا حکمت و شانِ ربّ للعالمین، کہ اس کے دل کے قلعہ کو سات سو مجاہدین کا لشکر فتح نہ کر سکا۔ لیکن حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ایک ادا نے اس کو مسخر کر دیا۔

مسلمانوں کو دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں بطورِ مالِ غنیمت ملیں۔ اس کے علاوہ ان کے تمام مرد و زن کو جنگی قیدی بنا لیا گیا۔ اس جنگ میں دشمن کے دس آدمی قتل ہوئے اور مسلمانوں کا صرف ایک آدمی کام آیا۔ اور وہ بھی غلطی سے اپنوں ہی کے ہاتھوں مارا گیا۔ اتنی بڑی فتح اتنے قلیل وقت میں بغیر کسی قابلِ ذکر جانی نقصان کے، اس کا مشاہدہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے کر لیا تھا۔ اور اس پر مزید یہ رحمت ہوئی کہ جب اس قبیلہ کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو حضور سرورِ کائنات ﷺ کی زوجیت میں دے دیا تو سارے مجاہدین نے اپنے اپنے حصہ کے جنگی قیدی فدیہ لیے بغیر یہ کہہ کر خود بخود

Marfat.com

آزاد کر دیئے کہ یہ لوگ اب ہمارے آقا حضورِ انور ﷺ کے سسرال بن گئے ہیں اب ہم انہیں اپنا غلام بنا کر کیسے رکھ سکتے ہیں۔

(سیرت الحلبیہ جلد 2 صفحہ 293 تا 306...... زرقانی جلد 2 صفحہ 114 تا 118......
تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 470 تا 475...... سیرت ابن ہشام جلد 2 صفحہ 294، 295)

واقعۂ افک (واقعۂ سفید جھوٹ)

افک عربی زبان کا لفظ ہے۔ افک کا مطلب ہے سفید جھوٹ۔ کذب بیانی اور بہتان تراشی کی انتہا کو افک کہتے ہیں۔ یہ لفظ سورۂ نور کی آیت 11 میں ایک لغو بے بنیاد من گھڑت اور سراسر جھوٹے واقعہ کو بیان کرنے کے لیے آیا ہے۔

واقعۂ افک کی سرخی سے قارئینِ کرام یہ نہ سمجھیں کہ افک کسی جگہ یا مقام کا نام ہے قابلِ فہم زبان میں آپ اسے ''واقعۂ سفید جھوٹ'' یا ''واقعہ سراسر جھوٹ'' کا نام بھی دے سکتے ہیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اس ایک لفظ سے ہی منافقین کی سازش کو بے نقاب کر دیا اور واضح کر دیا کہ اس کا صداقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ سراسر جھوٹ، افتراء اور بہتان ہے۔ جس واقعہ کو زبان قدرت جھوٹ کا پلندا کہہ دے اس کی مزید تردید کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن واقعہ کی سنگینی کے پیشِ نظر اور مسلمانوں کی تربیت و فلاحِ دارین کے لیے اس کو مزید وضاحت سے بیان کرنا بہت ضروری ہے۔

ایسے واقعات، جن کا تعلق آلِ رسول صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہے اور وہ سراسر جھوٹے، من گھڑت واقعات ہیں ان سے ہم مسلمانوں کا بدگمانی میں مبتلا ہو جانا دونوں جہانوں میں شدید خسارے کا باعث ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ کا کرم خصوصی حاصل نہ ہو تو اس سے نجات کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ اس کی اس اہمیت کے پیشِ نظر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے اس بارے میں قرآنِ حکیم سے فرمان ربّ اللعالمین بتلایا جائے۔ پھر اس کی وضاحت کر دی جائے اور اس کے بعد منافقین کی فطرت و رویہ کو بیان کر دیا جائے اور پھر اس ''واقعہ سفید جھوٹ'' کو فرمان ربّ اللعالمین کی روشنی میں مختصراً بیان کر دیا جائے تاکہ قارئینِ کرام اس سے پوری طرح مستفید ہو سکیں اور دوسروں کو بھی راہِ فلاحِ دارین دکھا سکیں۔

فرمانِ ربّ العالمین

اللہ تبارک تعالیٰ نے واقعۂ افک سے متعلق قرآنِ حکیم کی سورۂ نور میں بہت ساری آیاتِ مبارکہ نازل فرمائی ہیں۔ ان میں سے آیت 11 سے آیت 20 تک کا تعلق براہِ راست اسی ''واقعہ سراسر جھوٹ'' سے ہے اور وہ حسب ذیل ہیں۔ الحمد للہ یہ آیات واضح ہیں، صاف معنی والی ہیں اس لیے انہیں غور سے پڑھیں۔ ان کی ضروری تفصیل و تشریح ان کے بعد کی جائے گی۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ۚ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ۚ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

(نور آیات 11 تا 20)

ترجمہ ''بے شک جنہوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے وہ ایک گروہ ہے تم میں سے تم اسے اپنے لیے برا خیال نہ کرو۔ بلکہ یہ بہتر ہے تمہارے لیے۔

ہر شخص کے لیے اس گروہ میں سے اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا اور جس نے سب سے زیادہ حصہ لیا ان میں سے تو ان کے لیے عذاب عظیم ہوگا۔

ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ افواہ سنی کہ گمان کیا ہوتا مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان اور کہہ دیا ہوتا کہ یہ تو کھلا ہوا بہتان ہے۔

(اگر وہ سچے تھے تو) کیوں نہ پیش کر سکے اس پر چار گواہ۔

پس جب وہ پیش نہیں کر سکے گواہ تو (معلوم ہوگیا کہ) وہی ہیں جو اللہ تبارک تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

اور اگر نہ ہوتا اللہ تبارک تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں تو پہنچتا تمہیں اس سخن سازی (چرچے) کی وجہ سے سخت عذاب۔

(جب تم ایک دوسرے سے) نقل کرتے تھے اس (بہتان) کو اپنی زبانوں سے اور کہا کرتے تھے اپنے مونہوں سے ایسی بات جس کا تمہیں کوئی علم ہی نہ تھا نیز تم خیال کرتے کہ یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ بات اللہ تبارک تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔

Marfat.com

اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ افواہ سنی تو تم نے کہہ دیا ہوتا ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم گفتگو کریں اس کے متعلق۔

اے اللہ تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

نصیحت کرتا ہے تمہیں اللہ تبارک تعالیٰ کہ دوبارہ اس قسم کی بات ہرگز نہ کرنا اگر تم ایماندار ہو۔

اور کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور بڑا دانا ہے۔

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے ہیں تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا و آخرت میں اور اللہ تبارک تعالیٰ (حقیقت کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اور اگر نہ ہوتا تم پر اللہ تبارک تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت، اور یہ کہ اللہ تبارک تعالیٰ تم پر بہت مہربان اور رحیم ہے تو تم بھی نہ بچ سکتے (اس کا مزہ چکھنے سے)۔

حسن ظن اپنائیں

یوں تو قرآنِ حکیم کی سب سور و آیات ہی بہت اہم ہیں لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ نور کے مندرجات کے بارے میں پہلی ہی آیتِ مبارکہ میں فرما دیا ہے کہ ''ہم نے اس کے احکام تم پر فرض کیے''۔ قارئینِ کرام اس لیے بھی زیرِ بحث آیاتِ مبارکہ کے ترجمے کو بہت غور سے پڑھیں اور ان میں دیئے گئے احکامات و ہدایات کو اچھی طرح سمجھیں کیونکہ یہ سب احکام ہی ہمارے اوپر فرض ہیں یعنی ان پر اللہ تبارک تعالیٰ کی ہدایت اور پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ہدایات و سنت کے مطابق عمل پیرا ہونا بہت ضروری ہے۔

آیتِ مبارکہ 1 کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ (النور:1)

ترجمہ ''یہ ایک سورۃ ہے کہ ہم نے اتاری اور ہم نے اس کے احکام فرض کیے، اور ہم نے اس میں روشن آیات اتاریں (نازل فرمائیں) کہ تم دھیان کرو۔''

قرآنِ حکیم اللہ تبارک تعالیٰ نے جب سے نازل فرمایا ہے اس کے احکام، ہدایات و راہنمائی اسی وقت سے تمام ذی شعور مخلوق پر لاگو ہیں اور قیامت تک اسی طرح لاگو رہیں گے۔ ہم جن و انسان اللہ تبارک تعالیٰ کی ذی شعور، صاحبِ عقل مخلوق ہیں۔ ہمیں بنیادی طور پر اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ اس دنیا کے جھمیلوں سے گزرتے ہوئے بھی ہم اپنے خالق و مالک ربّ کائنات کو نہ بھولیں اس کی عبادت کریں اور اس کے خاتم

Marfat.com

النبیین، پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی اطاعت کریں، اتباع کریں اور پھر اس دنیا پر عمر عزیز کے دن پورے کرنے کے بعد آخرت میں جو ہمیشہ کی زندگی ہے اس میں اچھے یا برے اجر کو پائیں۔

انہی واقعات و حالات سے ہمارے ایمان بڑھتے یا کمزور ہوتے ہیں۔ یا باالفاظِ دیگر یہی واقعات و حالات ہمارے لیے مختلف راستے نکالتے ہیں۔ وہ اچھے خوش بخت لوگ جو ان معاملات میں حُسنِ ظن اپناتے ہیں ان کا راستہ جنت کی طرف جاتا ہے اور جو بدقسمت، بدفطرت، بدنصیب لوگ بدظنی والا راستہ اپناتے ہیں تو یہ برائی، بدظنی کا راستہ تو دوزخ میں لے جاتا ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نبیٔ رحمت حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی امت پر بہت رحمٰن و رحیم، شفیق و مہربان ہیں کہ اس نے ان کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا چھوڑا ہے۔ اب جس کو بھی یہ نصیب ہو جائے۔ وہ قبول کر لیتا ہے اور سچی توبہ کو تو وہ اسی وقت قبول کر لیتا ہے جب تائب ہونے والا توبہ کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے اور اپنے رب کے سامنے اس غرض سے سجدہ ریز ہونے کے لیے پہلا قدم اٹھاتا ہے۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت اللعالمین حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے اعزاز میں ہی تو یہ کائنات عظیم بنی ہے۔ آپ ﷺ ہی اصل الموجودات ہیں اور آپ ﷺ ہی حاصلِ تخلیقِ کائنات بھی ہیں۔ آپ ﷺ ہی عظیم ترین عظمتوں، رفعتوں، حرمتوں عزتوں کے مالک ہیں اور آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ ہی کے سبب، کے توسط سے، کے وسیلے، کی نسبت سے آپ ﷺ کے پیارے، دل پسند، تعلیم و تربیت پانے والے، نورِ رفاقت پانے والے، پیار پانے والے، گھٹی پانے والے، تزکیۂ نفس پانے والے، نگاہِ کرم پانے والے اور آپ حضور پُرنور ﷺ کا نہایت خالص پرخلوص شاندار اتباع، اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے یہی آلِ رسول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تو ہیں۔ یعنی کہ اس کائناتِ عظیم میں سب سے محترم تو حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی آل وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم عزت و احترام والے ہیں۔ یہ وہ مقدس نفوس ہیں جنہوں نے اپنے پرخلوص خوبصورت اطاعت، فرمانبرداری و اتباع سے اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب، پیغمبرِ اول و آخر و اعظم ﷺ کی رضا حاصل کی اور جن کی ان خوبیوں کے سبب اللہ تبارک تعالیٰ بھی ان سے راضی ہو گیا۔

یہی لوگ بارگاہِ الٰہی میں مقرب ہیں اور ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ ان کے نور سے یہ دنیا جگمگا رہی ہے اور اللہ کے بندے اسی روشنی میں اللہ کے قرب کے راستے تلاش کر کے اپنے اپنے انداز سے قدم بہ قدم آگے بڑھ رہے ہیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ کے احکام، فرمان و ہدایات اور قدرت کے نظام، واقعات و کرشمے جاننے کے لیے ہمیں

Marfat.com

یہ کیوں؟ یہ کیسے؟ میں نہیں پڑنا چاہئے بلکہ انہیں بے چوں و چراں آنکھیں بند کر کے قبول کر لینا چاہئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ جو کرتا ہے ضروری نہیں کہ اس کا ذرّہ جتنا حصہ بھی ہماری سمجھ میں آ جائے بلکہ میں یہی بتانا چاہ رہا ہوں کہ ہماری سمجھ، عقل، بصارت، شنوائی اور دوسری تمام حسیں بہت ہی ناقص ہیں۔ ان کے ساتھ اگر آپ قدرت کے معاملات کو دو اور دو چار کر کے سمجھنا چاہیں گے تو قطعاً نہیں سمجھ سکیں گے۔ بلکہ الٹا گمراہی میں چلے جائیں گے۔ اس بحرِ بیکراں میں بغیر ایمان و یقین کے غوطہ زن ہونے والے ڈوب جاتے ہیں۔

ہاں جو ایمان و یقین میں کسی حد تک پختہ ہو اور وہ اس بحرِ بیکراں میں غوطہ زن ہو تو وہ اس بحرِ بیکراں سے معرفت کے موتی نکال لاتا ہے اور ایمان و یقین میں مزید اضافہ کرتا ہے۔ اس کے سامنے سے پردے ہٹتے ہیں اور وہ کائنات کا راز داں بنتا ہے۔ بصورتِ دیگر تو اندھیر ہی اندھیر ہے اور کمزور ایمان والے اسی اندھیر کا حصہ بن کر ہمیشہ کے لیے گم ہو جاتے ہیں۔ اپنی عاجزی، ناسمجھی کم عقلی سے جو بھی اللہ تبارک تعالیٰ کی پناہ میں چلا جائے وہ بہت بڑا عقلمند، دانشور اور خوش بخت ہے۔

اس نکتہ کو اس نظم سے سمجھ لیں۔ شاعر اپنے رب کی خلاقی اور حکمتوں کو سراہتا ہے اور پھر عاجز آ کر اپنے آپ کو اللہ کی پناہ میں دے دیتا ہے کہ جہانوں کے رب تیرے بھید تو ہی جانے۔ بس اپنے کرم سے میری بھی آخرت کامیاب کر دے۔

میں نے یہ نظم بچپن میں پڑھی تھی۔ کچھ اشعار مجھے اب تک یاد ہیں اور وہ بہت سبق آموز ہیں اور اس کے آخری دو اشعار بہترین حل بھی پیش کرتے ہیں۔

الٰہی تو ستار و غفار ہے ۔۔۔ تو ہی بیکسوں کا مددگار ہے
تو وہ ہے کہ عزت جسے چاہے دے ۔۔۔ تو وہ ہے کہ ذلت جسے چاہے دے
تو ہے ساری مخلوق کا مہرباں ۔۔۔ بچائی تھی ماہی سے یونس کی جاں
سلیماں کو تخت شاہی دیا ۔۔۔ سرِ طور موسیٰ کو بلوا لیا
دیا ایسا معجزہ داؤد کو ۔۔۔ کہ چٹکی سے فولاد بھی موم ہو
لیا صبرِ ایوب کا امتحاں ۔۔۔ کیا جسم کیڑوں سے سب نیم جاں
فلک پر مسیحا کو بلوا لیا ۔۔۔ اور ادھم کی رحمت سے بخشی خطا
وہ رتبہ کیا تو نے شداد کا ۔۔۔ کہ حکم اس کا تا شرق تا غرب تھا
بنائی تھی دعویٰ سے جس نے ارم ۔۔۔ نہ پائی راحت مگر ایک دم
تیرے بھید کا حال کھلتا نہیں ۔۔۔ پھروں گا بھٹکتا کہیں کا کہیں
تو اپنے کرم سے میرے داد گر ۔۔۔ تو رحمت سے بیڑا میرا پار کر

Marfat.com

اللہ تبارک تعالیٰ کی ہر شان نرالی ہے۔ وہ کائنات کا، کائنات میں سب کچھ کا خالق و مالک ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے یعنی کہ اللہ ہی ہر کچھ کر دینے پر ہر وقت قادر ہے۔ تمام مخلوق اسے کے جنود ہیں، لشکر ہیں، کارندے ہیں۔ بے اختیار مخلوق یعنی کہ جمادات، نباتات، حیوانات، کیڑے مکوڑے، چرند پرند غرضیکہ ہر کچھ اس کے مکمل حکم میں ہیں، اس کے جنود و لشکر ہیں اور ذی شعور مخلوق بھی اُسی کے کارندے ہیں۔

ہم جن و انسان جو ذی شعور مخلوق ہیں، اختیار والے ہیں، اللہ کے جنود ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ جب چاہے اور جس سے چاہے وہ کام لے لے، وہ کروا لے جس کی عام حالات میں ہم توقع نہیں رکھتے۔ جب وہ بھلائی یا نیکی کی صفت کو کسی میں ابھارتا ہے تو وہ صفت باقی سب پر حاوی آ جاتی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ اسے مجسم نیکی، بھلائی، مدد و تعاون بنا دیتا ہے۔ میں مزید تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔

1- حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حالات کے سبب مکہ سے مدینہ کے لیے پانچ سو کلومیٹر کا سفر طے کرنے اپنے سات آٹھ سالہ بیٹے سلمہ کو لے کر تنہا چل پڑیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے ایک مشرک عثمان بن ابی طلحہ کو فرشتۂ رحمت بنا کر انہیں مدینہ پہنچانے کے لیے بھیجا۔ اس دوران اس کا رویہ کسی اعلیٰ پائے کے صحابیِ رسول اللہ سے کم نہ تھا۔

2- جنگِ اُحد میں ایک یہودی قزمان مسلمانوں کے حق میں مشرکینِ مکہ سے لڑا، خوب دادِ شجاعت دی اور تنہا سات یا آٹھ مشرکین کو اس نے قتل کیا۔ لیکن وہ اللہ کا نام بلند کرنے کے لیے نہیں لڑا تھا اور وہ جہنمی رہا۔

3- حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کا سر یا جسم کا کوئی حصہ مشرکینِ مکہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں سے (دن کے وقت) اس کے جسم کی حفاظت فرمائی اور رات کو پانی کا ایک تند ریلا اسے بہا لے گیا پھر تلاشِ بسیار کے باوجود مشرکین اس کے جسم کا ایک ذرّہ بھی حاصل نہ کر سکے۔

4- حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے سولی پر لٹکا دیا۔ چالیس دن بعد حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے اتارا۔ وہ جسم تر و تازہ تھا اکیلا اتارنے والا اسے سنبھال نہ سکا اور جسم نیچے گر گیا۔ چند لمحوں بعد جب اتارنے والا نیچے آیا اور جسمِ مبارک کو ساتھ اٹھا لے جانے کے لیے نگاہ دوڑائی تو جسم موجود نہ تھا گرتے ہی اسے زمین نگل گئی۔

یہ وہ واقعات ہیں جنہیں آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں۔ یہ مصدقہ واقعات ہیں جنہیں حیاتِ طیبہ سے بھی واسطہ ہے۔ اب ان کے بارے میں آپ اگر اس انداز سے سمجھنا چاہئیں گے کہ یہ کیوں ہوا؟ کیسے ممکن ہے؟ یہ کیسے ہوا؟ تو آپ ان کو قطعاً سمجھ نہ پائیں گے حالانکہ یہ صدفی صد مصدقہ ہیں۔ ان کو تو مذکورہ بالا نظم کے آخری دو اشعار کی روشنی میں سمجھیں اور اپنی عاقبت سنواریں۔

میں نے مندرجہ بالا کو واقعۂ افک سے پہلے خاص طور پر اس لیے لکھا ہے کہ اس کو سمجھ کر خوش بخت قاری

Marfat.com

اس نظم کے آخری دو اشعار کو اپنا شعار بنالیں اور اس واقعہ میں حسنِ ظن کے ساتھ آگے بڑھیں اسی میں نجات ہے اسی میں فلاحِ دارین ہے۔ ورنہ ظن بد ہونے کی صورت میں تو اللہ تبارک تعالیٰ کا عذاب یقینی ہے۔ عذابِ الٰہی تو منافقوں اور کافروں کے لیے یقینی ہے کیوں نہ ہم اس عذاب سے اللہ کی مدد داد گیری و رحمت لے کر مانگ کر بچ جائیں۔

شارح بخاری علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور پاک دامنی قطعی اور یقینی ہے جو قرآن سے ثابت ہے۔ اگر کوئی اس میں ذرا بھی شک کرے تو وہ کافر ہے۔ دوسرے تمام فقہاء امت کا بھی یہی مسلک ہے۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 595)

منافقین کی فطرت ورویہ

واقعہ افک کو اچھی طرح سمجھنے اور بدگمانی سے بچنے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ مختصراً منافقین کی فطرت اور ان کے عمومی رویے کا ذکر کر دیا جائے۔

اس سے پہلے بھی کئی بار ذکر کیا جاچکا ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول (رئیس المنافقین) کو اسلام اور مسلمانوں سے عموماً اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصاً بڑی عداوت، بغض و رنجش تھی۔ کیونکہ اوس وخزرج اس کی قیادت پر متفق ہو چکے تھے اور اس کی تاجپوشی کے لیے مونگوں کا تاج بنایا جارہا تھا کہ اتنے میں یثرب کے اندر اسلام کا نور پہنچ گیا اور لوگوں کی توجہ عبداللہ بن ابی سے ایک دم ہٹ گئی۔ اس لیے اسے شدت سے یہ احساس تھا کہ حضور پُرنور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔

اس کی یہ نفرت، بغض، حسد وعداوت روزِ اوّل سے ہی واضح تھی جب کہ ابھی اس نے اسلام کا اظہار بھی نہیں کیا تھا پھر اسلام کا اظہار کرنے کے بعد بھی اس کی یہی روش رہی۔ اس کے اظہارِ اسلام سے پہلے ایک دفعہ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش (گدھے) پر سوار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں ایک مجلس کے قریب سے گزر ہوا جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول بھی تھا۔ عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک ڈھک لی اور بولا۔ ہم پر غبار نہ اڑاؤ۔

پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ مجلس پر تبلیغ کے لیے قرآن کی تلاوت فرمائی تو عبداللہ بن ابی کہنے لگا۔ آپ اپنے گھر بیٹھئے، ہماری مجلس میں قرآن سنا سنا کر ہمیں تنگ نہ کیجئے۔

(السیرۃ ابنِ ہشام جلد 1 صفحہ 584 تا 587......صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 924......صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 109)

یہ عبداللہ بن ابی بن سلول کے اظہارِ اسلام سے پہلے کی بات ہے لیکن غزوۂ بدر میں شاندار کامیابی کے بعد اس نے ہوا کا رخ دیکھ کر اظہارِ اسلام کیا تب بھی وہ اللہ، اللہ تبارک تعالیٰ کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور

Marfat.com

مسلمانوں کا دشمن ہی رہا۔ وہ اسلامی معاشرے میں انتشار برپا کرنے اور تحریکِ دینِ اسلام کو کمزور کرنے کی مسلسل تدبیریں سوچتا رہا۔ اس کے اس دوران اسلام دشمن عناصر سے گہرے رابطے اور دوستی رہی۔

اپنی فطرتِ بد کی سبب وہ بنی قینقاع کے معاملے میں نہایت نامعقول طریقے سے دخل انداز ہوا تھا جس کا ذکر پہلے تفصیل سے کیا جاچکا ہے۔ اسی طرح اس نے اپنے شر، بدعہدی سے مسلمانوں میں تفریق اور ان کی صفوں میں بے چینی و انتشار پیدا کرنے کی کوششیں کیں اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے آخری وقت میں اپنے تین سو آدمیوں کو لشکرِ اسلام سے نکال لایا۔ اس کا بھی ذکر پہلے تفصیل سے کیا جاچکا ہے۔

اس رئیس المنافقین کے مکر و فریب کا یہ عالم تھا کہ یہ اپنے اظہارِ اسلام کے بعد باقاعدگی سے جب ہر جمعہ کو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو خطبہ دینے کے لیے تشریف لاتے تو یہ منافق پہلے خود کھڑا ہو جاتا اور کہتا۔

"لوگو! یہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے ان کے ذریعے تمہیں عزت و احترام بخشا ہے لہٰذا ان کی مدد کرو، انہیں قوت پہنچاؤ اور ان کی بات سنو اور جانو۔"

اس کے بعد وہ معتبر طریقے سے بیٹھ جاتا اور پھر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خطبہ دیتے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی ڈھٹائی اور بے حیائی اس وقت انتہا کو پہنچ گئی جب غزوہ اُحد کے بعد پہلا جمعہ آیا۔ یہ بے شرم بے غیرت غزوہ اُحد میں اپنی بدترین دغابازی اور مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دینے کے باوجود خطبہ سے پہلے پھر کھڑا ہوگیا اور اسی انداز میں وہی باتیں دہرانا شروع کردیں جو اس سے پہلے کہا کرتا تھا۔

لیکن اب کی بار مسلمانوں نے ہر طرف سے اس کے کپڑوں کو پکڑ کر کہا! او اللہ کے دشمن بیٹھ جا تو نے جو حرکتیں کی ہیں ان کے بعد اب تو اس لائق نہیں رہ گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محفل میں، مسجد میں پہلے کی طرح کھڑے ہوکر باتیں کرسکے اور لوگ تجھے برداشت کریں۔ اس پر وہ مجمع کو چھوڑ کر نکل گیا۔ وہ یہ بڑبڑاتا بھی جارہا تھا کہ میں ان صاحب کی تائید کے لیے اٹھا تو معلوم ہوتا ہے کہ میں نے کوئی مجرمانہ حرکت کردی۔ (السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 105)

اسی طرح عبداللہ بن ابی بن سلول، رئیس المنافقین نے بنونضیر سے بھی رابطہ قائم رکھا اور ان سے مل کر مسلمانوں کے خلاف درپردہ سازشیں کرتا رہا۔

اس کا اسی طرح کا طرزِ عمل بعد میں بھی جاری رہا جسے آپ اگلے ابواب میں پڑھیں گے۔ یہاں مختصراً یہ کہ غزوہ خندق میں بھی اس نے اپنے ہم ذوق و خیال منافقین، مشرکین اور یہود سے مل کر مسلمانوں کے اندر اضطراب و کھلبلی مچانے اور انہیں مرعوب اور دہشت زدہ کرنے کے لیے طرح طرح کے جتن کیے تھے۔ جس کا

Marfat.com

ذکر اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی آیات 12 تا 20 میں فرمایا ہے۔

ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ تبارک تعالیٰ نے موقع کی مناسبت سے منافقین کے اندازِ فکر، طرزِ عمل نفسیات، کمینی فطرت، خود غرضی، موقع پرستی اسلام دشمنی اور بغض و عناد بھری فطرت کا ایک جامع نقشہ کھینچ دیا ہے۔

منافقین، یہود، مشرکین غرض سارے ہی دشمنانِ اسلام کو یہ حقیقت اچھی طرح معلوم تھی کہ دینِ اسلام کے غلبے کا سبب مادی فوقیت یعنی اسلحہ، لشکر اور تعداد کی کثرت نہیں ہے بلکہ اس کا سبب وہ خدا پرستی اور اخلاقی قدریں ہیں جن سے پورا اسلامی معاشرہ اور مسلمانوں کا ہر فرد سرفراز و بہرہ مند ہے۔ دشمنانِ اسلام کو یہ بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ اس فیضِ عظیم کا سرچشمہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے جو تمام اخلاقی قدروں کا معجزے کی حد تک سب سے اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

اسی طرح یہ دشمنانِ اسلام چار پانچ سال تک برسرِ پیکار رہ کر یہ بھی سمجھ چکے تھے کہ اس دین اور اس کے پیروکار مسلمانوں کو طاقت و ہتھیاروں کے بل بوتے پر نیست و نابود کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے اب دشمنانِ اسلام نے غالباً یہ طے کیا کہ اخلاقی پہلو کو بنیاد بنا کر اس دین اور بانیانِ دین کے خلاف وسیع پیمانے پر پروپیگنڈے کی جنگ چھیڑ دی جائے اور پھر اسے نہایت منظم طریقے سے آگے بڑھایا جائے۔

اور ایسے اخلاقی پہلو پر مبنی جنگ کا پہلا نشانہ خاص حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کو بنایا جائے۔ ان کے لیے ایسا کرنا مقابلتاً آسان اس لیے بھی تھا کہ منافقین مسلمانوں کی صف میں موجود تھے۔ بلا روک ٹوک مسلمانوں سے مل سکتے تھے محفلوں و مساجد میں آ جا سکتے تھے اور مسلمانوں کے دینی و معاشرتی معاملات سے بآسانی باخبر رہ سکتے تھے اور ان کے احساسات کو کسی بھی مناسب موقع پر بآسانی بھڑکا سکتے تھے۔ اس لیے اس مذموم پروپیگنڈے کی ذمہ داری منافقین نے اپنے سر لے لی۔ یہ کام بھی ان کی فطرت کے مطابق تھا اس لیے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے اس کی قیادت کا بیڑا اٹھایا۔

ان کا مذموم پروگرام اس وقت کھل کر سامنے آ گیا جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دی اور حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے بحکم اللہ تبارک تعالیٰ ان سے شادی کر لی۔ کیونکہ عرب کا دستور یہ چلا آ رہا تھا کہ وہ متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) کو اپنے حقیقی لڑکے کا درجہ دیتے تھے اور اس کی بیوی کو حقیقی بیٹے کی بیوی کی طرح حرام سمجھتے تھے۔

منافقین کو اس میں ایک اور قابلِ مذموم پروپیگنڈہ کا پہلو نظر آیا وہ یہ کہ قرآنِ حکیم نے چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت نہیں دی ہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی پانچویں بیوی تھیں۔

منافقین نے اس پر اتنا منظم اور شدید پروپیگنڈہ کیا کہ مدینہ اور اس کے قرب و جوار میں ہی نہیں بلکہ اس وقت کے عالمِ عرب میں اپنے زہریلے پروپیگنڈہ کو پھیلا دیا۔ اور اس پروپیگنڈہ کے منفی اثرات کتبِ احادیث

Marfat.com

و تفاسیر میں اب تک چلے آ رہے ہیں۔

واقعۂ افک

اس غزوے کا دوسرا اہم واقعہ، واقعۂ افک ہے جو یوں ہے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا معمول تھا کہ سفر میں جاتے ہوئے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ جس کا قرعہ نکل آتا اسے ہمراہ لے جاتے۔ اس غزوہ میں قرعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا اور آپ حضورِ انور نبی کریم ﷺ انہیں ساتھ لے گئے۔

غزوہ سے واپسی پر مدینہ سے ایک منزل دور ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی حاجت کے لیے گئیں اور اس دوران گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا اور آپ کو خبر نہ ہوئی۔ پڑاؤ کی طرف واپس آتے ہوئے آپ کو احساس ہوا کہ ہار کہیں گر گیا ہے۔ فوراً ہی ہار کو تلاش کرنے کے لیے اسی راستے پر واپس گئیں۔

اسی دوران لشکر اس جگہ سے برائے مدینہ چلنے لگا اور وہ لوگ آئے جو آپ کا ہودج اونٹ پر لادا کرتے تھے۔ (قارئینِ کرام ہودج کو کجاوہ اور محمل بھی کہا جاتا ہے۔ اسے آپ ایک ایسی ڈولی سمجھ لیں جس میں پردے کا مکمل اہتمام ہو اور وہ اونٹ کی پیٹھ پر فٹ کی جا سکے کہ اس کے گرنے کا امکان نہ رہے تا کہ پردہ دار سواری اس میں بیٹھ کر آرام سے سفر کر سکے۔)

حسبِ معمول ہودج برداروں نے یہ سمجھا کہ آپ پردہ میں ہودج کے اندر تشریف فرما ہیں اس لیے اسے اٹھا کر اونٹ پر لاد دیا۔ انہیں ہودج کے ہلکے پن کا احساس اس لیے نہیں ہوا کہ اٹھانے والے چار یا چار سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ابھی نوعمر تھیں اور بدن بھی ہلکا تھا۔ (قارئینِ کرام اس نکتے کو سمجھنے کے لیے آپ اپنے ہی گھر میں اپنی بہن بیٹی کو دیکھئے جس کی عمر بھی بارہ تیرہ سال کے قریب ہو اور ہلکے بدن کی ہو۔ چھریرے بدن والی بچیاں کس گھر میں نہیں ہوتیں بلکہ آٹھ نو سال کی بیٹی بہن کو تو ہم شوق سے پیار میں اکثر اٹھائے پھرتے ہیں اور ہمیں اُن کا وزن بوجھ معلوم نہیں دیتا اگر ہودج بھی کسی وزنی لکڑی شیشم، کیکر وغیرہ کا بنا ہوا ہو تو اس کا اپنا ہی وزن پینتیس (35) چالیس (40) کلوگرام کے قریب بن جاتا ہے اس لیئے بھی اٹھانے والوں کو ہلکا پن محسوس نہیں ہوا ہوگا) اور انہوں نے اسے اٹھا کر بیٹھے ہوئے اونٹ کی پیٹھ پر ہی رکھنا ہوتا ہے جو فعل ہی چند ثانیوں کا ہے۔ اس لیے اگر ہلکا پن محسوس نہ ہوا تو اس میں تعجب کی بات نہیں ہے۔ اگر اٹھانے والے ایک یا دو ہی ہوتے تو انہیں ضرور محسوس ہو جاتا۔

بہرحال ہار کی تلاش میں کچھ وقت لگ گیا اور جب ہار ڈھونڈ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قیام گاہ پہنچیں تو لشکر وہاں سے جا چکا تھا اور میدان بالکل خالی پڑا تھا نہ کوئی پکارنے والا تھا اور نہ جواب دینے والا۔ سب نفوس اس جگہ کو کچھ دیر پہلے چھوڑ چکے تھے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس خیال سے اسی جگہ بیٹھ گئیں کہ لوگ انہیں ڈھونڈنے آئیں گے تو یقیناً پڑاؤ کی جگہ پر ہی آئیں گے۔

اللہ تبارک تعالیٰ غالب حکمت والا ہے، عزیز و حکیم ہے۔ اس کی حکمتیں مصلحتیں وہی جانتا ہے اور وہ ہر کچھ کرنے پر ہمہ وقت قادر ہے اور وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اس دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ لگ گئی اور وہ وہیں سو گئیں۔

اس زمانے میں یہ معمول تھا کہ لشکر کے کسی ایک ذمہ دار فرد کو یہ فریضہ سونپا جاتا تھا کہ وہ سب کے چلے جانے کے بعد پڑاؤ کی جگہ سے گزرے اور لشکر کا گرا پڑا، بھولا سامان اپنے ساتھ اٹھا لائے اور اسے مالک تک پہنچا دے۔ اس غزوہ میں یہ فریضہ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کو سونپا گیا۔ آپ صحابہ کبار کی صفات کے حامل تھے اور بہت ہی ذمہ دار تھے اور عالی مقام تھے۔ وہ حسبِ معمول صبح کے وقت پڑاؤ کے مقام پر پہنچا اور چلتے چلتے اس جگہ پہنچ گیا جہاں آپ سو رہی تھیں۔ وہ انا للہ وانا الیہ رجعون پڑھتا ہوا آگے بڑھا۔

حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نے جب زمین پر دراز شخص پر نظر ڈالی تو وہ دور سے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہچان گیا کیونکہ وہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے بھی انہیں دیکھ چکے تھے۔

انہوں نے بلند آواز سے انا للہ پڑھی۔ اور سواری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان کے قریب بٹھا دی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سواری پر سوار ہو گئیں۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ نے انا للہ کے سوا زبان سے کوئی اور لفظ نہ نکالا اور نہایت ادب واحترام سے چپ چاپ سواری کی نکیل تھامی اور تیز چلتے ہوئے لشکر میں آملے۔

یہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا اور کچھ دیر آرام کرنے اور ستانے کی خاطر لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا۔ حرمِ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد میں آتے دیکھ کر منافقین کا فطری فسق ونفق عود کر آیا۔ اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کو بھڑاس نکالنے کا ایک اور موقع مل گیا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول نے اس واقعہ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کا ذریعہ بنا لیا۔ مدینہ پہنچ کر منافقوں کے اس ٹولے نے اس شرمناک تہمت کو، اس سفید جھوٹ کو اس قدر اچھالا اتنا مذموم پروپیگنڈہ کیا کہ مدینہ میں ہر طرف اس بہتان، افتراء اور تہمت کا چرچا ہونے لگا۔

بدبخت منافقوں نے حضرت عائشہ عفیفہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر ایک بیہودہ الزام لگا دیا۔ اس پر اللہ تبارک تعالیٰ نے، خالق و مالک کائنات، ہر کچھ کے جاننے والے نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت وطہارت واضح کرنے کے لیے سورۂ نور کی بہت ساری آیاتِ مبارکہ نازل فرما دیں اور الزام لگانے والوں پر سخت غضب اور ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ الزام کے بانی عبداللہ بن ابی بن سلول کو خصوصی طور پر عذاب عظیم کا مستحق قرار دیا اور ان کے علاوہ بھی جو لوگ اس کا چرچا کر کے فحاشی کو پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک

Marfat.com

عذاب چکھانے کا وعدہ فرمایا۔

سورۂ نور کی متعلقہ آیاتِ مبارکہ کی روشنی میں واقعہ افک کے بارے میں یہ جو لکھ دیا گیا ہے وہ کافی ہے مستند ہے اور صحیح مفہوم والا ہے۔

اس کے علاوہ اس کو بیان کرنے کے لیے ان تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے جن کو امام بخاری اور دیگر محدثین نے خاصی تفصیل وشوق سے بیان کیا ہے۔ کیونکہ ان احادیث کو اگر روایۃً درست تسلیم بھی کرلیا جائے تو بھی یہ اپنے اندازِ بیان، الفاظ ومفہوم وعلم کے لحاظ سے اسلامی معاشرے میں بہتری پیدا نہیں کرتیں بلکہ اخلاقی قدروں کو کم کرتی ہیں۔ یہ کئی لحاظ سے قرآن وسنت سے ہٹی ہوئی ہیں اور کہیں کہیں قرآن وسنت سے متصادم بھی ہیں۔ اس لیے میں ان کو رد کرنے کے پہلو سے تو بیان کروں گا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے لیے میں نے ان احادیث وروایات کو اسی لیے چھوڑا ہے کہ یہ اپنے اندازِ بیان، الفاظ، مفہوم، تعلیم وعلم کے لحاظ سے غیر معیاری ہیں۔

فیصلہ کن حدیث

حدیثِ مبارک ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا:

"میرے بعد لوگ عجیب وغریب (من گھڑت) احادیث، روایات، باتیں مجھ سے منسوب کریں گے۔ تم ان سب کو قرآن وسنت پر پرکھنا۔ جو بھی قرآن وسنت سے متصادم ہو (ان کے مطابق نہ ہو) یقین کرو کہ میں ان (کے کہنے سے) سے بری الذمہ ہوں۔"

سورہ نساء آیت 59 میں اللہ تبارک تعالیٰ نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے:

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ (نساء:۵۹)

ترجمہ: "پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ (قرآن) اور رسول (سنت' اسوۂ حسنہ) کے حضور رجوع کرو۔"

سادہ الفاظ میں یہی فرمایا گیا ہے کہ جب بھی تمہیں کسی بات' چیز' کے متعلق اُس کے اچھے یا بُرے ہونے کے بارے میں اختلاف ہو تو اس کو قرآن وسنت پر پیش کرو' اسے قرآن وسنت کے مطابق پرکھو اور جو قرآن وسنت کے مطابق ہو اُسے قبول کرلو اور جو قرآن وسنت سے متصادم ہو اُسے ردّ کردو اور مؤمنین کے لئے یہی انجامِ کار بہتر ہے۔

قارئینِ کرام! میں اس فرمانِ قرآن اور رسولِ کریم رؤف ورحیم ﷺ کی روشنی میں ایسی تمام روایات، احادیث، کو رد کرتا ہوں جو معاشرے کی اسلامی قدروں کو بڑھانے کے بجائے کم کرتی ہوں۔ جن کا اندازِ بیان، الفاظ، تعلیم، علم ومفہوم قرآن وسنت کے معیار کے مطابق نہ ہو اور جو قرآن وسنت سے متصادم ہوں۔

Marfat.com

زیرِ بحث روایت امام بخاری کی ہے جو کتاب المغازی میں حدیث الافک کے عنوان سے اور کتاب التفسیر میں سورۂ نور کے ذیل میں درج ہے۔ کچھ روایات اور بھی بہت گئی گزری ہیں لیکن یہاں سب کے بارے میں بیان کرنا ناممکن اور نامناسب ہے۔

لیجئے اب مختصر ترین الفاظ و انداز میں بالترتیب اس روایت کے تضاد دیکھیں تاکہ انہیں رد کرنے میں آپ کو دقت نہ ہو۔

1- ایک طرف تو رسولِ کریم ﷺ قسم اٹھا کر کہتے ہیں کہ میں اپنی اہلیہ میں خیر و بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔ اور دوسری طرف اسی پاکدامن اہلیہ کو مخاطب کر کے ایسی بات کہتے ہیں جو متضاد ہی نہیں بلکہ بہت گری ہوئی بھی ہے۔ یعنی کہ اگر تو گناہ میں مبتلا ہو چکی ہے تو توبہ و استغفار کر۔

استغفراللہ، پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق، حضور پُرنور ﷺ سے کیسی غلط بات منسوب کر دی ہے۔

2- یہ احتمال آپ ﷺ کے خیال میں اس قدر جڑ پکڑ گیا تھا کہ روایت کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت اسامہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بلا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دینے کے بارے میں مشورہ کیا۔ اور انہوں نے مشورہ بھی دیا۔

یہ ناقابلِ فہم ہے کہ آپ ﷺ بارہ تیرہ سال کے بچے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیں گے۔

اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو مشورہ منسوب کیا ہے (یا رسول اللہ! اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں فرمائی۔ عورتیں اس کے علاوہ بھی بہت ہیں۔) بہت لغو ہے۔

کیا مدینۃ العلم (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے ایسے لغو اور لایعنی مشورے کی توقع کی جا سکتی ہے؟

3- اس روایت کے مطابق نہ صرف نبی کریم ﷺ کو بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین حضرت صدیق اکبر، حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہما کو بھی پورا پورا یقین تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گناہ میں مبتلا ہو چکی ہیں۔

جب یہ بات تھی تو اس بارے میں مشورہ طلب کرنے کا کیا مقصد تھا؟

کیا یہ سب کچھ توہینِ رسالت نہیں ہے؟

اور اس پر ظلم کی حد یہ کہ یہ باتیں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے کہی گئی بتائی ہے۔ کیا یہ توہینِ آلِ رسول نہیں ہے؟

4- ساری دنیا جانتی ہے کہ یہ بہتان، تہمت لگانے والے منافقین تھے مگر اس روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا اس طوفانِ الزام تراشی کی ذمہ دار اپنی بیٹی کی سوکنوں کو ٹھہراتی ہیں۔

Marfat.com

کیا حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا سے ایسی بے بہودہ سوچ اور اس کے اظہار کی توقع کی جا سکتی ہے؟
قطعاً نہیں یہ سب من گھڑت اور منافقین کی باتیں تو ہو سکتی ہیں لیکن صحابہ کرام آلِ رسول کی نہیں۔

5- اور سنیئے! حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، شاعرِ دربارِ رسالت! وہ شہرہ آفاق عاشقِ رسول جس کی نعتیں خود حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے شوق و خوشی سے سنا کرتے تھے اور اسے فرمایا کرتے تھے کہ کہو روح القدس تمہاری امداد کریں گے۔

اب ذرا دل تھام کر سنیئے کہ اس ستر سالہ محبّ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس روایت میں یہ ہے کہ وہ ثناء خوانِ مصطفیٰ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا اور اس کی تشہیر میں حصہ لیا۔ بلکہ مؤرخین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ان کو اس جرم میں اسی (80) کوڑے بھی لگائے گئے تھے۔

کیا اس صریح جھوٹ کو کوئی صحیح الدماغ مسلمان قبول کرلے گا؟
کیا اس سے توہین رسالت نہیں ٹپک رہی ہے؟

6- اس روایت کا ایک اور منظر ملاحظہ فرمایئے۔
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ جس شخص (عبداللہ بن ابی خزرجی) نے میرے اہلِ خانہ کے بارے میں جھوٹ بول کر مجھے ایذا پہنچائی ہے اس کے بارے تم کیا کہتے ہو۔

قارئین روایت میں اس سے متعلق بکواس بہت طویل اور دل آزار ہے مختصراً یہ کہ اس کے مطابق حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں اور بعد میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن معاذ کی طرف داری کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو منافق اور جھوٹا کہتے ہیں۔

واضح رہے کہ ان تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شمار اکابرین صحابہ میں شمار ہوتا ہے۔ اور یہ ہنگامہ آرائی آپ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہو رہی ہے۔
استغفر اللہ کتنا بڑا جھوٹ ہے کہ جسے قلم بھی لکھنے سے انکاری ہو رہا ہے۔
کیا مذکورہ بالا سب کچھ جھوٹ کا پلندہ نہیں ہے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم، آلِ رسول، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو نہ بخشا گیا ہے؟
عقلِ سلیم اس روایت کو رد کرتی ہے اور اُمتِ مسلمہ کی فلاحِ دارین کے لیے ان سے یہ سوال کرتی ہے کہ

1- وہ روایت جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی صدیقۂ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو "اگر تو گناہ میں مبتلا

Marfat.com

ہو چکی ہے تو توبہ واستغفار کر" سے مخاطب کیا گیا ہو۔

2- وہ روایت جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ اپنی اس چہیتی بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں مشورے کرنے لگے ہوں۔

3- وہ روایت جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف ایسا مشورہ منسوب کیا گیا ہو جس کا باب مدینۃ العلم سے تصور بھی نہ کیا جاسکتا ہو۔

4- وہ روایت جس کی رو سے رسول اللہ ﷺ، حضرت صدیق اکبر اور اُمِ رومان رضی اللہ عنہما کو حضرت عائشہ کے گناہگار ہونے کا یقین ہو۔

5- وہ روایت جس میں منافقین کی الزام تراشی کو حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا نے خواہ مخواہ دیگر ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے سر منڈھ دیا ہو۔

6- وہ روایت جس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسے نعت خوانِ بارگاہِ رسالت مآب کو قذفِ صدیقہ جیسے مکروہ عمل میں ملوث کیا گیا ہو۔

7- وہ روایت جس میں اکابرین صحابہ کرام کو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں ایک دوسرے کو جھوٹا اور منافق کہتے ہوئے بتایا گیا ہو۔

8- وہ روایت جس میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور ان کے پورے قبیلے خزرج کو رئیسِ منافقین کا حامی، ہمدرد ظاہر کیا گیا ہو۔

9- وہ روایت جس میں منافقین کے ٹولے کا تو قطعاً ذکر نہ ہو اور صحابہ کرام آلِ رسول میں سے کئی ایک کو ملوث کر دیا گیا ہو۔

10- وہ روایت جس کے الفاظ، انداز، مفہوم و معیار قرآن وسنت کے متصادم ہو۔

11- جس میں عظمتِ رسولِ کریم ﷺ، شانِ آلِ رسول اور رفعتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کم کیا گیا ہو۔

وہ روایت جو مندرجہ بالا خامیوں سے پُر ہے کسی صورت بھی صحیح تسلیم نہیں کی جاسکتی۔

اور میری تو مسلمان مؤرخین اور سیرت نگاروں سے دست بستہ گزارش ہے کہ وہ ایسی منحوس روایات کو اپنی کتابوں میں جگہ ہی نہ دیں جن سے اُمتِ مسلمہ کے ایمان میں کمزوری پیدا ہو۔ جو ان کو حُسنِ ظن سے نکال کر بدظنی میں ڈال دیں کیونکہ ایسے معاملات میں بدظنی کفر ہے اور کافر کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی پاک دامن اہلیہ پر الزام لگانا اور ایسے لوگوں کی، منافقین کی حمایت کرنا، آپ ﷺ کو شدید ذہنی و قلبی اذیت پہنچانا ہے۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو ایذا پہنچانے والوں کے بارے میں سورۂ احزاب کی آیت 57 میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

Marfat.com

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ○

(احزاب:۵۷)

ترجمہ ''بے شک جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے ایک ہلکے سے اشارے پر جانیں وار دینے کے لیے ہمیشہ تیار رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کیا یہ بات تصور بھی کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے اپنے پیارے محترم رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچائی ہوگی اور وہ عذابِ الیم کے مستحق ٹھہرے ہوں گے ہرگز ہرگز نہیں ایذا دینے والے اور عذابِ الیم کے مستحق ٹھہرائے جانے والے تو صرف منافقین و مشرکین ہی تھے۔

ہاں! بعض صحابہ کرام سے یہ کوتاہی ضرور ہوئی تھی کہ انہوں نے اس الزام تراشی کو سنتے ہی اس کی پرزور تردید نہیں کی تھی اور خاموشی اختیار کرلی تھی۔ ان کی اس کوتاہی پر بھی اللہ تبارک تعالیٰ سخت ناراض ہوئے اور تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم نے یہ افواہ سنی تھی اسی وقت یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو فقط بہتانِ عظیم ہے۔

سورۂ نور کی آیت 22 سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ جن لوگوں سے یہ غلطی ہوئی تھی ان میں شاید حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

صحابہ کرام کے پاکیزہ خیالات

جیسا کہ یہ میں پہلے بھی کئی بار لکھ چکا ہوں آلِ رسول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے محبوب رسول پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم، رحمت اللعالمین پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی رفاقت، اطاعت، فرمانبرداری و اتباع کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے خصوصی صفات وفطرت کے ساتھ پیدا فرمائے تھے۔ ان کی تعلیم وتربیت، تزکیۂ نفس و رہنمائی خود حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمائی۔

یہ سب کے سب ہی میدانِ زندگی میں ان ہی پاکیزہ صفات کو لے کر آگے بڑھے اور انہیں اپنی دنیا میں (اپنے ماحول اپنے اردگرد) پھیلایا۔

درج ذیل میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاکیزہ خیالات و جذبات کو بیان کیا جارہا ہے جو حقیقت میں سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خیالات و جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اور قارئینِ کرام یہ خیال رہے کہ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا اس بارے میں یا کسی بھی بارے میں صحابہ کرام سے پوچھنا، رائے لینا یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم وتربیت کا حصہ ہے۔ ورنہ تو آپ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے بعد اللہ کے حکم واذن سے سب سے زیادہ علم والے ہیں۔

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اس واقعہ کے بارے میں اپنے مقرب صحابہ سے استفسار فرماتے رہتے تھے۔ ایک دن حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ درِ اقدس پر حاضر ہوئے حضور پُرنور ﷺ نے شرفِ باریابی بخشا۔ اسی

Marfat.com

اثناء میں حضورِ انور ﷺ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے عرض کی۔

''میرے کان جو سنیں جو میری آنکھیں دیکھیں وہی بیان کرتا ہوں اس میں کوئی ملاوٹ نہیں کرتا۔ بخدا! مجھے یقین ہے کہ منافق جھوٹ بکتے ہیں کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو اس سے بھی محفوظ رکھا ہے کہ مکھی آپ کے جسدِ اطہر پر بیٹھے کیونکہ وہ نجاستوں پر گرتی ہے اور ان سے آلودہ ہوتی ہے۔ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو اتنی آلائش سے محفوظ رکھا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کی ایسی بیوی ہو جو اس فحش حرکت سے ملوث ہو۔

آپ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس جواب کو بہت پسند فرمایا۔''

ایک روز یہی استفسار حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کیا تو آپ نے عرض کی اللہ تبارک تعالیٰ یہ برداشت نہیں کرتا کہ آپ کا سایہ زمین پر پڑے مبادا کوئی شخص اپنا پاؤں اس پر رکھ دے یا وہ کسی پلید زمین پر پڑے۔ جب اللہ تبارک تعالیٰ یہ برداشت نہیں کرتا کہ آپ کے سائے پر کسی کا پاؤں پڑے اس کی غیرت یہ کب گوارا کرسکتی ہے کہ کوئی شخص حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی ردائے عصمت کو آلودہ کرے۔

(تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 477)

یہی سوال ایک روز حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ! ہم ایک دن حضورِ انور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو حضور ﷺ نے نماز پڑھتے ہوئے اپنے نعلینِ مبارک اتار دیئے تو ہم نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں جب حضور پُرنور ﷺ نماز پڑھ چکے تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے جوتے کیوں اتارے ہم نے عرض کی حضور ﷺ کی اتباع میں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ مجھے تو جبرائیل نے جوتے اتارنے کا حکم دیا تھا کیونکہ وہ پاک نہیں تھے۔ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے اس نجاست سے آپ کو مطلع کیا جو آپ کے نعلینِ مبارک پر تھی اور اس کو اتارنے کا حکم دیا تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ ایسی بیوی سے قطع تعلق کا آپ کو حکم نہ دے جو اس گناہ سے ملوث ہے۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 477)

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے بھی اس قسم کا استفسار فرمایا کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

ایک دن نبی رحمتِ دو عالم ﷺ نے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے میرے بارے میں پوچھا۔ اے زینب! تیری کیا رائے ہے؟ تیری معلومات کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کی۔ یارسول اللہ!

''میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں (یعنی وہی کہتی ہوں جو میرے کانوں نے

Marfat.com

سنا ہو اور میری آنکھوں نے دیکھا ہو)۔خدا کی قسم! میں تو عائشہ کے بارے میں خیر ہی خیر جانتی ہوں۔" (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 477)

صحابہ کرام اپنی نجی محفلوں میں بھی اس بات کے بارے میں تبصرے کیا کرتے تھے۔مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ایک روز حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ حضرت اُمِ ایوب رضی اللہ عنہا سے کہا۔کہ تم دیکھ رہی ہو جو کہا جا رہا ہے۔تو اس زیرک بیوی نے جواب دیا۔

"اے ابوایوب!اگر صفوان کی جگہ آپ ہوتے تو کیا آپ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم کے ساتھ اس برائی کا ارادہ کرتے؟"

انہوں نے کہا۔"ہرگز نہیں۔"

پھر حضرت اُمِ ایوب رضی اللہ عنہا نے کہا۔

"اگر عائشہ کی جگہ میں ہوتی تو میں اللہ کے رسول کے ساتھ خیانت کی ہرگز جسارت نہ کرتی اور عائشہ کا مقام مجھ سے بلند ہے اور صفوان کا مرتبہ آپ سے بہت اونچا ہے ان کے بارے میں یہ خیال کیسے کیا جاسکتا ہے۔" (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 477)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ آیتِ مبارکہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"اللہ تبارک تعالیٰ مومنوں کو عتاب اور سرزنش فرما رہے ہیں کہ تم نے سنتے ہی اس بہتان کی تردید کیوں نہ کردی۔اس میں تردد کی غلطی کیوں کی۔تمہیں تو فوراً کہہ دینا چاہئے تھا ھذا افك مبین یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے۔"

اگر ان کے اس دعویٰ میں رائی کے برابر بھی صداقت ہوتی تو وہ گواہ پیش کرتے لیکن ان کا گواہ پیش کرنے سے قاصر رہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ الزام بالکل من گھڑت ہے اور محض حسد کا نتیجہ ہے۔

یہ اللہ تبارک تعالیٰ کا محض فضل و احسان اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمہیں فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کر دیا ورنہ بے پرکی اڑانے والوں نے تو قہرِ الٰہی کو دعوت دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔انہوں نے تو یہ خیال کیا کہ یہ ایک معمولی سی بات ہے۔انہیں کیا خبر کہ جس بات سے اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب کا دل رنجیدہ ہو۔اس سے اللہ تبارک تعالیٰ کی آتشِ غضب بھڑک اٹھتی ہے۔جس ذاتِ پاک کو پاک دامنی و پاک بازی کا درس دینے کے لیے منتخب فرمایا گیا ہو اس کے دامن تقدس کو داغدار کرنے کی کوشش اللہ تبارک تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہی مذموم اور ناپاک ہے اور دونوں جہانوں میں قابلِ عتاب ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اہلِ تحقیق فرماتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تبارک تعالیٰ نے ایک شیر خوار بچے کی زبان سے آپ کی برأت کی۔جب حضرت مریم پر الزام لگایا گیا تو حضرت

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے انہوں نے آپ کی برأت کی۔ لیکن جب حضور پُرنور محبوبِ رب العالمین ﷺ کی محبوب زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بدبخت، بدباطن اور خبیث الفطرت منافقین نے ہرزہ سرائی کی جسارت کی تو خود رب العرش العظیم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور طہارت کی شہادت دی اور قرآن کریم کی سولہ آیتیں نازل فرمائیں تاکہ جب تک یہ عالمِ رنگ و بو آباد رہے اس کے محبوب کی رفیقۂ حیات کی شانِ رفیع اور درجاتِ عالیہ کا ذکر خیر ہوتا رہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تصریح فرماتے ہیں کہ وحی کے نزول سے پہلے بھی حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا علم تھا۔ کیونکہ نبی کا ایسے امور سے پاک ہونا جو لوگوں کو اس سے متنفر کر دیں ضروریاتِ عقلیہ میں سے ہے۔ امام موصوف نے اپنے کلام پر ایک شبہ پیش کیا ہے اور خود ہی اس کا جواب دیا ہے۔

شبہ یہ ہے کہ اگر حضور پُرنور ﷺ کو علم ہوتا تو حضورِ انور ﷺ اتنا عرصہ پریشان کیوں رہتے۔

اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ حضور پُرنور ﷺ کا پریشان ہونا عدمِ علم کی دلیل نہیں۔ کفار کی ایسی باتیں جن کا بطلان اظہر من الشمس ہے وہ سن کر بھی حضور پریشان ہو جایا کرتے تھے۔ جیسے اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۃ یٰسین کی آیت 76 میں فرمایا ہے۔

فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ (یٰسین:76)

ترجمہ ”تو تم ان کی بات کا غم نہ کرو، بے شک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔“

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی ایک مسلمہ حقیقت تھی جس کے متعلق کسی کو ادنیٰ شبہ بھی نہ تھا۔ الزام لگانے والے سارے منافق تھے۔ ان کے پاس اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے کوئی دلیل نہ تھی ان قرائن کے ہوتے ہوئے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ نزولِ وحی سے پہلے بھی اس الزام کے جھوٹے ہونے کا حضور پُرنور ﷺ کو بخوبی معلوم تھا۔

اس کے علاوہ جو خطبہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا تھا اس کا یہ جملہ سارے شکوک کو دور کر دینے کے لیے کافی ہے۔

”اے گروہِ مسلمانان! مجھے اس شخص کے معاملہ میں کون معذور تصور کرے گا جس نے میرے اہلِ خانہ کے بارے میں مجھے اذیت پہنچائی۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے اہل کے متعلق خیر کے بغیر اور کچھ نہیں جانتا۔“

حسن اتفاق سے حضور پُرنور ﷺ کا یہ خطبہ نزولِ آیات سے پہلے کا تھا۔ آپ نے اہلِ بیت کی برأت

Marfat.com

حلف اٹھا کر بیان فرمائی اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دیا۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا حلف اٹھانا اور مفتری سے انتقام لینے کا حکم دینا اسی وقت تصور کیا جاسکتا ہے جب حضورِ انور ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور الزام لگانے والوں کے جھوٹے ہونے کا یقینی علم ہو۔ اگر حضور پُرنور ﷺ کو ذرا بھی تردد ہوتا تو حضور ﷺ قطعاً نہ حلف اٹھاتے اور نہ مفتری کو سزا دینے کی ترغیب دیتے۔

نزولِ وحی میں تاخیر کی جو حکمتیں ہیں ان کا کوئی کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔ ابتلاء میں شدت، اس کی مدت میں طوالت، بایں ہمہ صبر و استقامت کا مظاہرہ ان تمام امور میں جو لطف ہے اس کی قدر و منزلت اہلِ محبت ہی جانتے ہیں۔

دشمنانِ خدا و رسول نے یہ بہتان تراشی محض حضور پُرنور ﷺ کے قلبِ نازک کو دکھانے کے لیے کی تھی اس لیے اپنی صفائی میں خود لب کشائی شانِ مصطفوی کے شایان نہ تھی۔ حضور پُرنور ﷺ کو اپنے ربِ کریم کے فضل و احسان پر کامل یقین تھا کہ وہ خود اس تہمت کی تردید فرمائے گا۔ اس لیے حضور پُرنور ﷺ منتظر رہے اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ اگر سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی صدیقہ کی صفائی کے لیے جملہ بھی ارشاد فرما دیتے تو شکوک و شبہات کی گرد چھٹ جاتی لیکن اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی زبانِ قدرت سے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عصمت و پارسائی کی جو زندہ جاوید دلیل پیش فرمائی اور اس سے حضورِ انور محبوب رب العالمین ﷺ کی جو عزت افزائی ہوئی ہے وہ انہیں کیسے میسر آتی؟ برأت دونوں صورتوں میں ہو جاتی۔ لیکن دوسری صورت کی شان ہی نرالی ہے۔

وہ لوگ جو شانِ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو سمجھنے اور پہچاننے سے قاصر ہیں وہ اگر سورۂ نور کی مذکورہ آیات کے آئینہ میں نبی مکرم رسولِ معظم، حضورِ انور ﷺ کی عند اللہ (اللہ کے ہاں) عظمت و شوکت کے عکسِ جمیل کا مشاہدہ کریں تو انہیں پتہ چل جائے کہ اس بندۂ سراپا نیاز کا مقام اپنے بندۂ نواز پروردگار کے نزدیک کتنا ارفع و اعلیٰ ہے۔

Marfat.com

غزوۂ خندق......غزوۂ احزاب

صحیح روایات کے مطابق یہ غزوہ ماہِ شوال سن 5 ہجری بمطابق ماہِ فروری 627 عیسوی میں وقوع پذیر ہوا۔ چونکہ دشمنوں سے حفاظت کے لیے شہرِ مدینہ کے اس طرف جس طرف سے دشمن حملہ آور ہو سکتا تھا ایک طویل خندق کھودی گئی تھی اس لیے یہ لڑائی ''جنگِ خندق'' کہلاتی ہے۔ اور چونکہ تمام کفارِ عرب نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف یہ جنگ کی تھی اس لیے اس لڑائی کا دوسرا نام ''جنگِ احزاب'' (تمام جماعتوں کی متحدہ جنگ) ہے۔ قرآنِ حکیم میں اس لڑائی کا تذکرہ اسی نام کے ساتھ آیا ہے۔

اس جنگ کے لیے حفاظتی خندق کی کھدائی ہنگامی بنیادوں پر ماہِ شوال سن 5 ہجری بمطابق ماہِ فروری 627ء کے اوائل یعنی کہ سخت سردی کے دنوں میں ہی شروع ہو گئی تھی اور اس کے مکمل ہونے میں دس گیارہ دن لگ گئے تھے۔ اس کی تکمیل کے دو تین دن بعد کفار کی فوج بھی وہاں پہنچ گئی۔ اب دونوں فوجیں ایک دوسری کے آمنے سامنے تھیں اور درمیان میں خندق حائل تھی۔

یعنی کہ محاصرہ ماہِ شوال سن 5 ہجری بمطابق ماہِ فروری 627ء میں شروع ہوا جو تقریباً بیس (20) دن رہا اور ماہِ ذیقعد سن 5 ہجری بمطابق ماہِ مارچ 627ء میں کفار کو مجبوراً محاصرہ اٹھانا پڑا۔ وہ خائب و خاسر، بے نیل و مرام، بے عزت ہو کر ناکام واپس لوٹے اور مسلمان کامیابی کے ساتھ اسی دن اپنے گھروں میں شہرِ مدینہ آ گئے۔

اہلِ سیر و مغازی میں اس غزوہ کے زمانۂ وقوع کے بارے میں بہت اختلاف ہے یہاں تک کہ کئی کے مطابق ایک سال کا فرق ہے۔ اس لیے اس کے زمانۂ وقوع کو وثوق سے بتانے کے لیے درج ذیل کچھ ضروری تفصیل حاضرِ خدمت ہے۔

کیونکہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ غزوۂ اُحد سن 3 ہجری میں ہوا۔ ابوسفیان نے اُحد سے واپسی کے وقت آئندہ سال میدانِ بدر میں مسلمانوں کو جنگ کا چیلنج دیا تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اسے قبول فرمایا اور حسبِ وعدہ اپنے پندرہ سو مجاہدین کو ہمراہ لے کر مقررہ وقت پر بدر کے میدان میں پہنچے۔ لیکن ابوسفیان نے

Marfat.com

قحط سالی کا بہانہ بنا کر میدانِ بدر میں مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے سے گریز کیا یعنی کہ غزوۂ بدر ثانی سن 4 ہجری کا واقعہ ہے، اس کے ایک سال بعد ابوسفیان یہودی قبائل سے ساز باز کر کے مختلف مشرک قبائل کو لے کر مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا اور یہ ہجرت کا پانچواں سال ہی بنتا ہے۔ اہلِ سیر اور مغازی کی اکثریت اس تاریخ پر متفق ہے۔(زادالمعاد جلد 3 صفحہ 479)

لیکن موسیٰ بن عقبہ نے اس کا سال وقوع 4 ہجری بتایا ہے۔ علامہ ابنِ حزم ان کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ ''موسیٰ بن عقبہ کا قول ہی صحیح ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔''

انہوں نے صحیحین کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت ابنِ عمر سے مروی ہے۔ کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر وہ بارگاہِ رسالت مآب میں پیش ہوئے جب کہ ان کی عمر چودہ برس تھی لیکن حضور نے کم سنی کی وجہ سے انہیں جہاد میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ پھر غزوۂ خندق کے موقع پر وہ پیش ہوئے تو حضور نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال تھی۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اُحد کے دوسرے سال غزوۂ خندق وقوع پذیر ہوا اور وہ سن 4 ہجری تھا۔

اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ بے شک غزوۂ اُحد کے وقت وہ کم سن تھے، ان کی عمر چودہ سال تھی لیکن جب پانچ ہجری میں غزوۂ خندق ہوا تو عمر کے لحاظ سے وہ اس قابل ہوگئے کہ جہاد میں شرکت کر سکیں اس لیے انہیں اجازت مرحمت فرما دی گئی۔

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ممکن ہے اُحد کے وقت وہ اپنے چودھویں سال کے پہلے مہینوں میں ہوں اور غزوۂ خندق کے موقع پر وہ اپنے پندرہویں سال کے آخری مہینہ میں ہوں۔ اس اعتبار سے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کہ غزوۂ خندق پانچویں سال میں وقوع پذیر ہوا، کے منافی نہیں۔ (زادالمعاد جلد 3 صفحہ 479)

حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح بخاری میں غزوۂ احزاب، غزوۂ خندق کے سن 5 ہجری میں وقوع پذیر ہونے والی روایات کو ترجیح دی ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد 7 صفحہ 315)

اس وقت اسلام کی دشمنی اور عداوت میں تین قوتیں پیش پیش تھیں:

1-قریشِ مکہ

2-عرب کے مشرک قبائل

3-مدینہ طیبہ میں آباد یہودی قبائل

ان پانچ سالوں میں ہر فریق نے اسلام کے چراغ کو بجھانے کے لیے سارے جتن کر کے دیکھ لیے تھے اور حضور پُرنور نبی کریم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روز افزوں قوت و ثروت کو پامال کرنے کے ارمان پورے کر لیے تھے۔ چنانچہ اب تک ہر فریق پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکی تھی، کہ وہ علیحدہ علیحدہ کسی طرح بھی

Marfat.com

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ان مٹھی بھر دیوانوں کو شکست نہیں دے سکتے۔ لیکن انہوں نے عزم کر رکھا تھا کہ وہ اپنے بتوں کا بھرم ہر قیمت پر برقرار رکھیں گے۔ مکہ اور بیرونِ مکہ کے مشرک قبائل کو اپنے خداؤں کی خدائی کا ڈولتا ہوا سنگھاسن چین سے نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ یہود کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف حسد و عناد کے جو طوفان موجزن تھے، وہ انہیں مجبور کر رہے تھے کہ وہ ہر قیمت پر اسلام کے پرچم کو سرنگوں کر کے چھوڑیں گے۔ اب انہوں نے طے کر لیا کہ اگر وہ الگ الگ رہ کر اس مہم کو سر نہیں کر سکتے تو وہ سب متحد و متفق ہو کر اسلام کے مرکز پر لشکرِ جرار سے حملہ کریں گے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیں گے۔ یہ خیال ہر فریق کو بے چین کر رہا تھا اس کو عملی جامہ پہنانے کی صورت کیا ہوگی، اس کا کسی کو علم نہ تھا۔

آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں کہ بار بار کی عہد شکنی اور عملی سازشوں کے ارتکاب کے باعث بنی نضیر کو مدینہ طیبہ سے جلاوطن کر دیا گیا۔ ان کے چند خاندان شام چلے گئے اور اکثریت خیبر میں رہائش پذیر ہوگئی۔ اس جلاوطنی نے ان کے جذبۂ حسد و عناد کو مزید بھڑکا دیا۔ ان کی راتیں اور ان کے دن مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بننے میں ہی بسر ہوتے۔ آخر کار طویل سوچ بچار کے بعد انہوں نے ایک منصوبہ تیار کیا اور ان کا وفد اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مکہ روانہ ہوا۔

اس وفد میں ان کے مندرجہ ذیل اکابر شریک تھے...... سلام بن ابی الحقیق، سلام بن مشکم، کنانہ بن ربیع اور حیی بن اخطب۔ ان چاروں کا تعلق قبیلہ بنی نضیر سے تھا اور بنو وائل قبیلہ کے ہوذہ بن قیس اور ابو عمارہ ان سرکردہ افراد کے علاوہ ابو عامر فاسق بھی اس وفد میں شامل ہوگیا۔ چنانچہ چوبیس افراد پر مشتمل یہ وفد یثرب سے مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ (السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 214...... زرقانی جلد 2 صفحہ 104، 105)

وہاں پہنچ کر انہوں نے قریش کو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے خلاف جنگ پر ابھارنا شروع کیا اور انہیں یقین دلایا کہ وہ اس جنگ میں ان کے ساتھ ہوں گے، یہاں تک کہ اسلام اور بانیٔ اسلام کو ختم کر کے دم لیں گے۔ اس وفد کی ملاقات جب ابوسفیان سے ہوئی تو اس نے ان کا بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا اور انہیں کہا کہ ہمارے نزدیک سب سے پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو محمد ﷺ کی عداوت پر ہمارے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں۔ یہود اور کیا چاہتے تھے۔

انہوں نے ابوسفیان کی اس آمادگی کو دیکھ کر کہا کہ آپ قریش میں سے پچاس سردار چن لیں اور آپ بھی ان میں ہوں۔ پھر ہم سب جا کر کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر اور اپنے سینے کعبہ کی دیواروں کے ساتھ لگا کر وعدہ کریں کہ ہم محمد (ﷺ) پیغمبرِ اسلام کی عداوت میں سیسہ پلائی دیوار بن جائیں گے۔ جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہا وہ اسلام کے خلاف جنگ جاری رکھے گا۔ چنانچہ قریش کے پچاس سرداروں اور یہودیوں کے اس وفد نے کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر اور اپنے سینوں کو اس کی دیوار کے ساتھ لگا کر اسلام اور

Marfat.com

مسلمانوں کوختم کرنے کا معاہدہ کیا۔(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 512......السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 214)

اسی موقع پر ابوسفیان نے یہودیوں کے وفد سے یہ پوچھا کہ اے گروہِ یہود! تم صاحب کتاب ہو اور صاحبِ علم وفضل ہو۔تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) سے ہم برسرِ پیکار ہیں۔ہمیں ذرا یہ تو بتاؤ کہ ہم راہِ راست پر ہیں یا وہ۔یہودی وفد جوان کے احبار (مذہبی رہنما اور ماہرین) اور سرداروں پر مشتمل تھا، انہیں اچھی طرح علم تھا کہ قریشِ مکہ بتوں کے پرستار ہیں۔وہ کعبۂ مقدسہ جس کو حضرت ابراہیم خلیل نے جوان یہودیوں کے بھی جدِاعلیٰ تھے، فقط اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کے لیے تعمیر کیا تھا۔اس مقدس گھر میں ان ظالموں نے تین سو ساٹھ بت سجا رکھے ہیں اور ان کی پوجا پاٹ کرتے ہیں۔

ان کے برعکس مسلمان ان کے مخالف سہی لیکن وہ کسی بت کو نہیں پوجتے، فقط اللہ تبارک تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کی جبینیں سجدہ ریز ہوتی ہیں۔ان تمام حقائق کو جانتے ہوئے ایک غیر یقینی وخیالی فائدہ کے لیے انہوں نے اتنا جھوٹ بولا جسے صدہا سال گزر جانے کے باوجود تاریخ نہ ہضم کرسکی ہے اور نہ اس کو فراموش کرسکی ہے۔وہ بولے اے قریشِ مکہ! (اے لات وھبل کے پرستارو) تم محمد (ﷺ) سے کہیں زیادہ حق کا دامن پکڑے ہوئے ہو کیونکہ تم اس گھر کی تعظیم کرتے ہو۔حاجیوں کو پانی پلاتے ہو۔فربہ اونٹوں کو ذبح کرتے ہو اور ان خداؤں کی پرستش کرتے ہو جن کی پرستش تمہارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 512)

یہودیوں کے اپنے انصاف پسند مصنفین نے بھی ان کی اس حرکت پر انہیں سخت لعن طعن کیا ہے۔

''تاریخ الیہود فی بلادِالعرب'' کے مصنف پروفیسر ولسن نے صفحہ 142 پر لکھا ہے:

جو چیز ہر مومن کے دل کو دکھاتی ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا یہودی، وہ اس یہودی وفد کی مشرکینِ مکہ کے ساتھ گفتگو ہے۔جس میں انہوں نے مکہ کے بت پرستوں کو ان مسلمانوں پر فضیلت دی ہے جو خداوند وحدہ لاشریک پر محکم ایمان رکھتے تھے۔(تاریخ الیہودی فی بلادِالعرب (عرب میں یہودیوں کی تاریخ، صفحہ 142)

ابوسفیان نے انہیں کہا، اے یہودی علماء ورئیسو! ہمیں تمہاری اس بات پر اس وقت تک یقین نہیں آسکتا جب تک تم ہمارے معبودوں کو سجدہ نہ کرو۔چنانچہ سب ''یہودیوں نے جن میں ان کے چوٹی کے علماء بھی تھے'' بتوں کو سجدہ کیا۔(الخندق، شوقی ابوخلیل صفحہ 66)

اپنی اس مذموم حرکت کی وجہ سے عالمِ یہود، جب تک یہ دنیا قائم ہے، اہلِ حق کی محفل میں اس دروغ گوئی کی وجہ سے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کرسکیں گے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے فوراً یہ آیات اپنے محبوب حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ پر نازل فرما کر ان کی کذب بیانی پر مہر ثبت کردی۔

Marfat.com

سورۂ نساء آیت 51 میں اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد پاک یوں ہے:

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَالطَّاغُوۡتِ وَيَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هٰٓؤُلَاۤءِ اَهۡدٰى مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِيۡلًا ۝ (نساء: 51)

ترجمہ ''کیا نہیں دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جنہیں دیا گیا حصہ کتاب سے وہ (اب) اعتقاد رکھنے لگے ہیں بت اور شیطان پر اور کافروں کو کہتے ہیں یہ کافر زیادہ ہدایت یافتہ ہیں ان سے جو ایمان لائے ہیں۔''

قریش نے یہود سے اپنے بارے میں جب یہ فتویٰ سنا تو مارے خوشی کے اچھلنے لگے اور انہیں مزید یقین دہانیاں کرانے لگے کہ وہ اس مہم میں آخری سانس تک ان کا ساتھ دیں گے۔ اس سے یہودیوں کے حوصلے اور بلند ہوگئے۔ مشرکینِ مکہ کے ساتھ سازباز میں انہیں اپنی توقع سے زیادہ اور آسانی سے کامیابی حاصل ہوگئی۔ انہیں خلافِ دین بات کرنے پر کوئی ندامت نہ تھی۔

خوشی خوشی یہاں سے یہودیوں کا وہ وفد بنو غطفان کے پاس پہنچا۔ انہیں اسلام کے خلاف خوب بھڑکایا، قریش کے ساتھ جو طے پایا تھا اسے بھی خوب نمک مرچ لگا کر بیان کیا اور ساتھ ہی انہیں یہ لالچ بھی دیا کہ اگر وہ اس جنگ میں ان کا ساتھ دیں گے تو خیبر کے باغات کی کھجوروں کا سارا پھل وہ اس سال ان کی نذر کر دیں گے۔

چنانچہ بنی غطفان کا سردار عیینہ بن حصن اپنے قبیلہ سمیت اس سازش میں شریک ہوگیا۔ عیینہ بن حصن نے اپنے دوست قبائل بنی اسد، بنی مرہ، اشجع اور بنی فزارہ کو بھی اس جنگ میں شرکت کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 215)

چنانچہ اس وقتِ مقررہ پر چار ہزار کا قریشی لشکر ابوسفیان کی قیادت میں نکلا۔ ان میں تین سو گھڑ سوار تھے اور ایک ہزار اونٹ تھے۔ ان کا علمبردار عثمان بن طلحہ (ابوشیبہ) تھا۔ جب یہ لشکر مراء الظہران کے مقام پر پہنچا تو بنو اسد، طلیحہ الاسدی کی قیادت میں، بنی سلیم ابوالاعور کی قیادت میں نکلے اور مراء الظہران کے مقام پر یہ سارا لشکر جمع ہوا۔ اس لشکر کی اب کل تعداد چھ ہزار تھی اور یہ سوئے مدینہ چل پڑا۔

ادھر مشرق کی طرف سے غطفانی قبائل فزارہ، مرہ اور اشجع نے کوچ کیا۔ فزارہ کا سپہ سالار عیینہ بن حصن تھا اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ بنو مرہ کا سالار حارث بن عوف مری تھا اور بنو اشجع کا سالار ابو مسعود بن رخیلہ تھا۔ ان کی کل تعداد چار ہزار تھی۔

اس طرح جنوب کی طرف سے مدینہ پر چڑھائی کے لیے چھ ہزار کا لشکر آیا اور اس کے ساتھ ہی مقرر وقت پر مشرق کی سمت سے غطفانی قبائل کا چار ہزار کا لشکر سوئے مدینہ روانہ ہوا۔ اس لیے چند دنوں کے اندر

Marfat.com

اندر مدینے کے قریب دس ہزار جنگجوؤں کا ایک زبردست لشکر جمع ہو گیا۔ ان کے پاس سامانِ حرب کی کمی نہ تھی اور سامان خورونوش بھی وافر مقدار میں ساتھ لائے تھے لیکن اتنا زیادہ بھی نہ تھا کہ مہینوں چل سکے۔ ہر قبیلہ اپنے اپنے سردار کی قیادت میں شریک ہوا تاہم اتحادیوں کے اس لشکر کی کمان ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 66...... تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 44...... زرقانی جلد 2 صفحہ 105)

مدینہ طیبہ کی قیادت نہایت بیدار مغز اور چوکس قیادت تھی۔ اس کی انگلیاں ہمیشہ حالات کی نبض پر رہتی تھیں اور وہ حالات کا فوری تجزیہ کر کے آنے والے واقعات و حالات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ بھی لگاتی تھی اور ان سے نمٹنے کے لیے مناسب ترین قدم بھی اٹھاتی تھی۔ چنانچہ کفار کا لشکرِ عظیم جونہی مکہ سے چلنے کے لیے تیار ہوا تو مدینہ کے مخبروں نے اپنی قیادت کو اس کی اطلاع فراہم کر دی۔ اس کے علاوہ مکہ سے بنی خزاعہ جو مدینہ کا حلیف قبیلہ تھا کا ایک وفد فوراً برق رفتاری، سے مدینہ کو روانہ ہوا اور اس نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر قریش کی جنگی تیاری اور احزابی لشکر کی اطلاع دی۔

اس اطلاع کے ملتے ہی حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے صحابہ کرام کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا۔ حالات بڑے نازک تھے، ایک چھوٹی سی بستی پر اتنے بڑے لشکرِ جرار کی یلغار کیسے روکی جائے؟ جب کہ اس بستی میں بھی مار ہائے آستین کی بھی کمی نہ تھی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ملک فارس میں جب دشمن یوں حملہ کرنے کی نیت سے دھاوا بول دیتا تو ہم اپنے شہر کے اردگرد خندق کھود کر اس کی پیش قدمی کو روک دیتے تھے۔ ارشاد ہوا تو مدینہ طیبہ کے اردگرد خندق کھودی جائے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اس تجویز کو بہت پسند فرمایا اور شہر کی اس جانب جدھر سے چڑھائی کا خدشہ تھا، خندق کھودنے کے لیے نشانات لگا دیئے گئے۔ (مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 168)

شہرِ مدینہ منورہ کے تین اطراف ایسے تھے جو قدرتی طور پر حملہ آوروں سے محفوظ تھے یا جہاں سے عموماً حملے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ مدینہ کے مشرق اور مغرب دونوں اطراف میں پتھریلا علاقہ تھا اور اس میں سخت چٹانیں تھیں۔ مشرق میں حرہ واقم اور مغرب میں حرہ وبرہ کا لمبا چوڑا پتھریلا علاقہ تھا' ایسے پتھر و علاقہ جن میں سواریوں اور پیدل کا گزرنا بہت مشکل اور تکلیف دہ تھا۔ اور مدینہ منورہ کے جنوب کی طرف گھنے باغات یا جنگل تھے اور جبل عیر بھی تھا جن کی وجہ سے اس طرف سے مدینہ کے لیے کسی لشکر کا آنا بہت ناممکن تھا۔

اب مدینہ منورہ کا شمال کی طرف ہی ایسا تھا جہاں سے لشکر آ کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ ہی تو اس دنیا کے سب سے عظیم فوجی بصیرت رکھنے والے جرنیل ہیں۔ آپ ﷺ نے مندرجہ بالا کو مدِنظر رکھتے ہوئے یہ اندازہ پہلے ہی لگا لیا کہ جنوب سے چلنے والا لشکرِ کفار کس طرف سے آئے گا اور عرب کے مشرقی حصوں سے آنا والا لشکرِ مشرکین مدینہ پر حملہ آور ہونے کے کس طرف سے

Marfat.com

آ ئے گا۔

آپ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تجویز کو پسند فرمایا اور یہ دفاعِ مدینہ کے لیے ایک قابلِ عمل اور کار آمد تجویز تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے اس علاقہ کو اچھی طرح دیکھا اور حرہ واقم اور حرہ برہ کے درمیان شرقاً غرباً خندق کی نشاندہی فرمادی۔ اس کی اندازاً لمبائی ڈیڑھ کلومیٹر تھی اور شہرِ مدینہ کے شمال میں ایک پہاڑ ہے جس کو جبلِ سلع کہتے ہیں۔ یہ خندق اس پہاڑ کے شمال سے گزرتی تھی۔ مدینہ شہر یا مدینہ کی بستی سے یہ خندق ڈیڑھ دو کلومیٹر دور شمال میں تھی۔

مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کے لیے دشمن صرف مدینہ کے شمال سے ہی آ سکتا تھا اور وہاں سے دو ہی راستے بنتے تھے ایک جبلِ اُحد کے مشرقی حصہ کے ساتھ سے اور دوسرا جبلِ اُحد کے مغربی جسے مجمع الاسیال، بئرِ رومہ کی طرف سے۔

مندرجہ بالا کو سمجھنے کے لیے، ذہن نشین کرنے کے لیے درج ذیل نقشہ کو دیکھیے۔

قارئینِ کرام! مختلف کتابوں میں اس خندق کی لمائی چوڑائی اور گہرائی مختلف دی ہوئی ہے اور ان کے فاصلے بیان کرنے کے پیمانے بھی مختلف اور پرانے ہیں۔ اب کلومیٹر، میٹر اور فٹوں کا زمانہ ہے۔ ہماری موجودہ نسل کو دنیا بھر میں اسی پیمانے سے واسطہ ہے اور ہماری نئی نسل کو بھی اسی پیمانے سے واسطہ رہے گا۔ اس لیے میں نے مناسب جانا کہ میں فاصلوں، چوڑائی، گہرائی وغیرہ کو کلومیٹر، میٹر اور فٹوں میں بیان کروں تا کہ کسی کو بھی اندازہ کرنے میں سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

پھر یہ بھی خیال رہے کہ اس خندق کا مقصد دشمن کو اس کے دوسری طرف روکنا تھا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اس معیار کی خندق کھودنے کا فرمایا جو اتنی چوڑی ہو کہ جسے آدمی یا گھوڑے کا کود کر عبور کرنا اگر ناممکن نہ ہو تو بہت مشکل تو ہو اور اتنی گہری ہو اور اس کے کنارے کھڑے ہوں کہ اگر کوئی اس میں گر جائے تو اس کے لیے اس میں سے نکلنا اگر ناممکن نہ ہو تو بہت مشکل تو ضرور ہو۔

خندق کی مجموعی لمبائی تو دونوں حروں کا درمیانی فاصلہ تھا جو کہ اندازاً ڈیڑھ کلومیٹر تھا اور جو ہر دس صحابہ کرام کے گروپ کو لمبائی دی گئی وہ تقریباً 35 میٹر تھی اس کی چوڑائی اندازاً 16 فٹ تھی اور گہرائی 9 فٹ کے قریب تھی۔ دشمن کو دوسری طرف روکے رکھنے کے لیے یہی گہرائی اور چوڑائی کافی تھی۔

بعض کتابوں میں گہرائی بھی 15 فٹ لکھی ہوئی ہے جو کہ غلط ہے اور صحابہ کرام سے غیر ضروری محنت کروانے کے مترادف ہی نہیں بلکہ اپنی صلاحیتیں بھی ضائع کرنے کے برابر ہے۔ اس لیے میں اس کتاب کا مصنف اس سے اتفاق نہیں کرتا کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے بنیادی ضرورت سے زیادہ کھودنے کا فرمایا ہو۔

Marfat.com

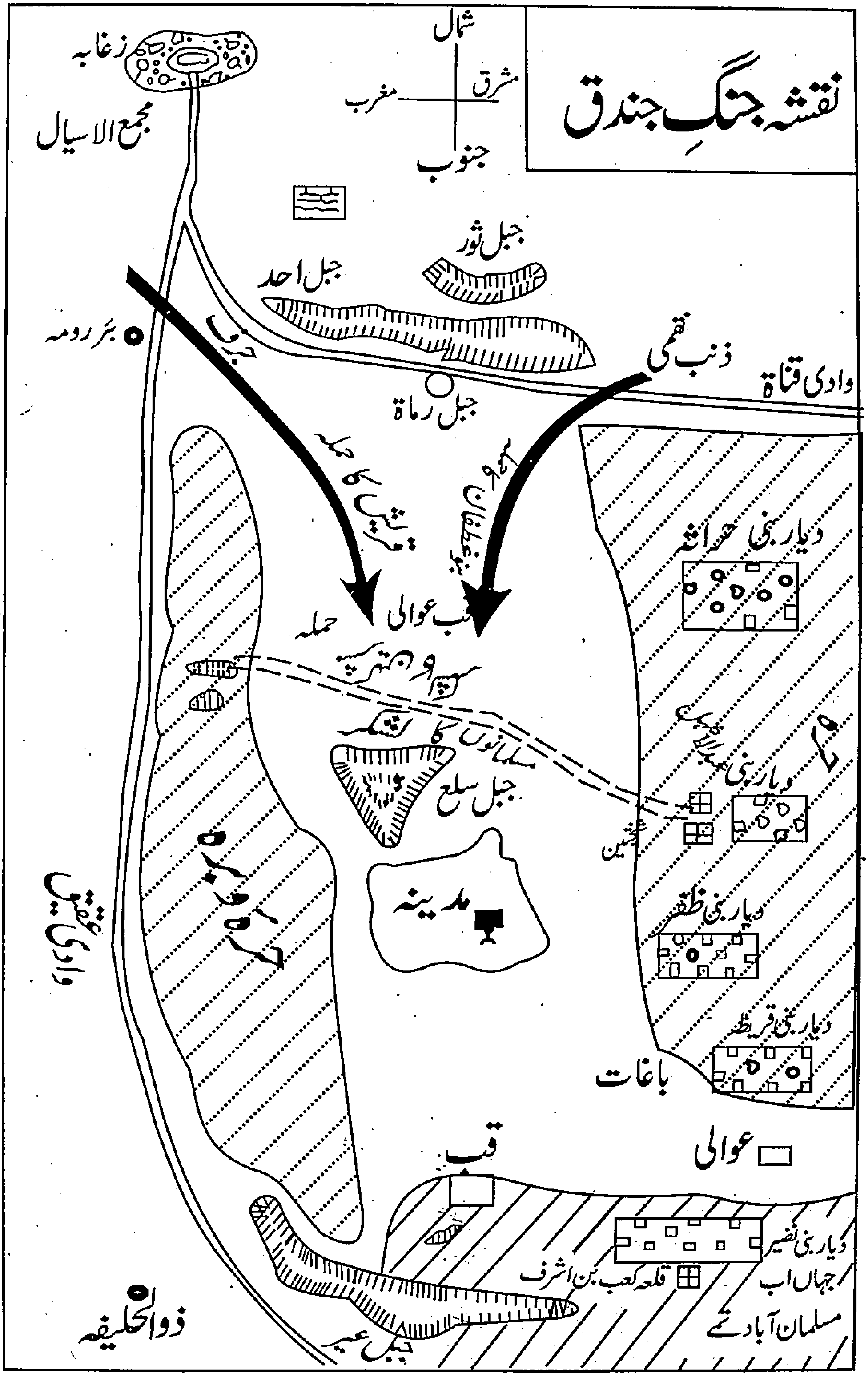
نقشہ جنگِ جندق
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
زغابہ
مجمع الاسیال
جبل ثور
جبل احد
بئر رومہ
ذنب نقمی
وادی قناۃ
جبل رماۃ
قریش کا حملہ
دیار بنی حارثہ
ذنب عوالی
حملہ
مسلمانوں کا لشکر
جبل سلع
مدینہ
دیار بنی ظفر
دیار بنی قریظہ
باغات
عوالی
دیار بنی نضیر
قلعہ کعب بن اشرف
جہاں اب
مسلمان آباد تھے
جبل عیر
ذوالحلیفہ
وادی عقیق

Marfat.com

ہاں مجبوراً چٹانوں کی وجہ سے، پتھریلی زمین ہونے کی وجہ سے کہیں کہیں سے اگر چوڑائی اور گہرائی کا معیار برقرار نہ رکھ سکے ہوں تو یقیناً اس جگہ پر زیادہ مجاہدین کی تعیناتی کی ہوگی اور ان جگہوں کو کسی وقت بھی پہرے سے خالی نہ چھوڑا ہوگا۔

خندق کی کھدائی

ایک طرف اہلِ باطل اپنی تمام تر توانائیوں کو یکجا کر کے مدینہ منورہ پر یلغار کے لیے نکل پڑے تھے۔ تو دوسری طرف حق کے پرستار، اللہ کے بے سروسامان بندے جن کی تعداد زیادہ سے زیادہ تین ہزار تھی۔ مدینہ منورہ کے دفاع کے لیے خندق کھود رہے تھے۔

خندق کی جگہ کا تعین حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے خود فرمایا تھا اور ہر دس آدمیوں کو 35 میٹر لمبی، 16 فٹ چوڑی اور 9 فٹ گہری خندق کھودنے کا فریضہ سونپا گیا۔

اور پھر سب سے پہلی کدال بھی پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم ﷺ نے چلا کر اس کارِ خیر کا آغاز فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس پر بس نہیں کی بلکہ جسم مبارک سے قمیض اور عمامہ وغیرہ اتار کر ایک طرف رکھے اور اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر اپنے حصہ کا کام کرنے لگے۔

آپ ﷺ نے کدال خوب چلائی اور مٹی بھی اٹھا اٹھا کر خندق سے باہر ڈالتے رہے۔ اس عمل میں آپ ﷺ کا سر، سینہ، داڑھی اور شکم مبارک سب ہی گرد و غبار سے اٹ گئے یہاں تک کہ جلد مبارک بھی دکھائی نہ دیتی تھی۔

صحابہ کرام کو یہ روح پرور منظر کئی دن دیکھنے کو ملا، ہفتہ دس دن خندق کی تکمیل تک یہ مبارک منظر انہوں نے ہر روز دیکھا۔

وہ تو پہلے ہی بہت جفاکش، محنتی اور دیئے ہوئے کام کو خوش اسلوبی سے انجام دینے کے لئے پُرشوق تھے' بے قرار تھے اس مبارک منظر نے ان کے جسموں میں مزید توانائیاں اور بجلیاں بھر دیں۔

انہیں بھوک پیاس تھکن اور موسم کی سختی کا احساس نہ رہ گیا تھا وہ کم سے کم وقت میں معیاری کام کر کے خندق مکمل کرنا چاہتے تھے۔ خندق کھودنے کے کام میں سب مسلمان شریک تھے کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھا۔

ہر ایک نے اس میں خوش دلی سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ہر روز اپنی طاقت و صلاحیت سے زیادہ کام کیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وقتاً فوقتاً حضور پُرنور، محبوبِ خدا، پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، خاتم النبیین، رحمت للعالمین ﷺ کا دیدار کر لیتے تھے۔ اور دیدارِ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ ان کے جسموں میں توانائیاں اور بجلیاں بھر دیتا تھا اور پھر ان کی کدالوں کے سامنے پتھر اور چٹانیں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھیں۔

سب صحابہ کرام کے ساتھ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ بھوک پیاس اور سخت سردی میں تندہی

Marfat.com

اور جانفشانی سے کھدائی میں لگے ہوئے ہیں اور ساتھ ساتھ زبانِ مبارک سے اپنے صحابہ کرام کے لیے اپنے جانثاروں کے لیے دعاؤں کے مہکتے پھول جھڑ رہے ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

''جاڑے کا موسم تھا، غضب کی سردی تھی، صحابہ کرام بھوک سے نڈھال تھے اور تھکاوٹ سے چور لیکن اپنے محبوب قائد کے ارشاد کی تعمیل میں سرگرم عمل تھے۔ شمعِ توحید کے ان پروانوں کو اللہ تبارک تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ نے جانبازی' فدائیت' ذوق وشوق ولگن کا یوں مظاہرہ کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

''زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ میرے پروردگار انصار ومہاجرین کو بخش دے۔''

اپنے حق میں یہ دعا سن کر صحابہ کرام پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ کیف وسرور سے بے خود ہو کر یہ شعر گانے لگے:

''ہم منزلِ عشق ومحبت کے وہ مسافر ہیں جنہوں نے اپنے ہادی ومرشد کے دستِ مبارک پر اس بات کے لیے بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے کلمۂ حق کو بلند کرنے کے لیے مصروفِ جہاد رہیں گے۔'' (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 588)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو سب ہی استقامت کے کوہِ گراں تھے کبھی کبھی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار بھی پڑھتے:

''اے میرے مولا کریم اگر تیری مہربانی نہ ہوتی تو ہم راہِ ہدایت پر گامزن نہ ہوتے، نہ ہم زکوٰۃ دیتے اور نہ ہمیں نماز کی توفیق ملتی۔''

''اے اللہ! ہم پر اطمینان وسکون نازل فرما۔ اور اگر ہمارا مقابلہ دشمن سے ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔''

کبھی کبھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے محبوب حضور پُرنور، سرکارِ دو عالم، پیغمبرِ اول وآخر واعظم' ہادی انس وجاں، رہبرِ کائنات، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین ﷺ کے ساتھ ہم آواز ہو کر یہ رجز پڑھتے۔

''ہمارے دشمن لوگوں کو طرح طرح کی ترغیبات دے کر ہم پر چڑھا لائے ہیں

مگر ہم نے بھی عزم کر رکھا ہے کہ وہ کوئی فتنہ کھڑا کریں گے

ہم اس کا مردانہ وار مقابلہ کریں گے

ہم ان کی بات نہیں مانیں گے اور ڈٹ کر مقابلہ کریں گے

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس رجز کے ان آخری الفاظ ''اور ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔'' کو کافی بلند آواز میں

Marfat.com

کہتے کہ اردگرد کا علاقہ گونج اٹھتا۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں، حضرات سلمان، حذیفہ، نعمان بن مقرن المزنی اور چھ انصاری صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے حصہ کی چالیس گز خندق کھود رہے تھے کہ اتفاق سے ایک چٹان آ گئی۔ ہم نے سارا زور لگایا، بڑے جتن کیے لیکن وہ نہ ٹوٹی۔ میں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کریں تا کہ جو ارشاد ہو اس پر عمل کیا جائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور چٹان کے متعلق گزارش کی کہ ہمارے بازو شل ہو گئے ہیں ہماری کدالیں کند ہو گئی ہیں لیکن وہ ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی۔ یہ سن کر حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم خود اٹھے اور اس جگہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گینتی پکڑی اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ضرب لگائی۔ اس سے اتنی روشنی پیدا ہوئی جیسے کسی نے گھپ اندھیرے میں اچانک چراغ جلا دیا ہو۔ اور اس کا تیسرا حصہ ٹوٹ کر الگ جا گرا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ اکبر مجھے ملکِ شام کی کنجیاں دے دی گئیں۔''

دوسری مرتبہ پھر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک تعالیٰ کا نام لے کر ضرب لگائی۔ پھر اسی طرح روشنی نمودار ہوئی اور دوسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ اکبر مجھے ایران کی کنجیاں بخش دی گئیں۔''

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، سید المرسلین، خاتم النبیین، اصل الموجودات، رہبرِ کائنات، ہادی دو جہاں رحمت للعالمین عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک تعالیٰ کا مبارک نام لے کر تیسری مرتبہ ضرب لگائی تو باقی ماندہ چٹان بھی ریزہ ریزہ ہو گئی۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں مرحمت کر دی گئیں۔''

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 100......صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 588......
زرقانی جلد 2 صفحہ 109......مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 169)

اس طرح حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ضربوں سے نہ صرف اس چٹان کو پارہ پارہ کر دیا بلکہ دنیا کی دو بڑی طاقتوں روم اور ایران کے مضبوط قلعوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا اور ان ممالک کو فتح کر لینے کی نوید بھی اپنے صحابہ کرام کو سنا دی۔ ظاہری حالات کی نزاکت کسی سے مخفی نہ تھی سارا عرب اٹڈ کر آ گیا ہے۔ مدینہ کا ماحول بھی سازگار نہیں، یہاں بھی یہودیوں اور منافقوں کی ایک بھاری جمعیت موجود ہے۔ فوج کے لیے نہ ساز و سامان ہے، نہ خوراک کا معقول انتظام۔ ان حالات میں جب دشمن کے اس زبردست حملہ کے باعث اپنی سلامتی بھی بظاہر مشکوک ہو۔ اتنی عظیم مملکتوں کے فتح کی بشارت۔ یہ صرف اللہ تبارک تعالیٰ کا پیارا

Marfat.com

رسول، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق حضور پُرنور ﷺ ہی دے سکتا ہے، جس کی نگاہِ نبوت کے سامنے مستقبل کے واقعات بھی آشکارا اور عیاں ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جنہوں نے خندق کھودنے کی تجویز پیش کی تھی وہ اس کارِ خیر میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے۔ ان کے جوش و جذبے کا یہ عالم تھا کہ اکیلے دس آدمیوں جتنا کام کر ڈالتے تھے۔ ان کی اس شاندار کارگزاری سے سب ہی بہت متاثر ہوئے۔ سب نے محبت و پیار بھرے الفاظ میں اس سے اپنے لگاؤ کا اظہار کیا۔

انصاری صحابہ کرام بولے کیونکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدینہ میں ہمارے ساتھ پہلے سے موجود تھے اس لیے سلمان ہم میں سے ہیں۔

مہاجرین کا موقف تھا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فارسی ہیں، مہاجرین ہیں صرف حق کی تلاش میں ایران سے چلے اور سات بادشاہت یا ممالک یعنی بہت لمبے سفر طے کرتے ہوئے یثرب پہنچے اس لیے سلمان ہم میں سے ہیں۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے انصار و مہاجرین کی یہ پیار بھری گفتگو سماعت فرمائی اور فرمایا کہ "سلمان ہمارے اہلِ بیت میں سے ہیں۔" (زرقانی علی المواہب اللدنیہ، جلد 2 صفحہ 105)

دیکھیں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کیسی کیسی نعمتوں، عنایتوں اور نوازشوں سے نوازتے ہیں۔ کسی قسم کا نسبی تعلق نہ ہونے کے باوجود حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہلِ بیت میں شامل فرما لیا۔ یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔

کسی صحابی رسول کی اس سے بڑی خوش بختی اور کیا ہوگی کہ حضورِ انور ﷺ اسے اپنے اہلِ بیت میں شامل فرما لیں۔

منافقین کے طرزِ عمل کی وضاحت پہلے بھی کی جا چکی ہے۔ غزوۂ خندق میں ان کا رویہ غیر دوستانہ ہی نہیں بلکہ بہت حد تک حریفانہ تھا۔ خندق کی کھدائی میں یہ مسلمانوں کے ساتھ شریک تو ہوئے لیکن نیم دلی سے ہر 35 میٹر کی کھدائی کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروپ متعین تھا۔ مؤمنین کا جذبۂ صادق ہر لحظہ ان کی غیرتِ ایمانی کے سبب ہر روز فزوں سے فزوں تر ہو رہا تھا۔ وہ خندق کی کھدائی عبادت سمجھ کر کر رہے تھے۔ اگر کسی ضروری کام سے جانا پڑتا تو باقاعدہ اپنے آقا حضور پُرنور ﷺ سے اجازت لیتے۔ واپس آ کر پھر اسی تندہی سے خندق کی کھدائی میں مصروف ہو جاتے لیکن منافقین حیلے بہانے تلاش کرنے میں مصروف رہتے۔ جان بوجھ کر سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کرتے جب داؤ لگتا تو بلا اجازت کھسک جاتے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 4 صفحہ 522، 523)

Marfat.com

اس موقع پر اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ نور کی یہ دو آیات (62 اور 63) مبارکہ نازل فرمائیں جن میں مؤمنین اور منافقین کے طریق کار اور اندازِ فکر کو خوب وضاحت سے بیان فرما دیا ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (نور:62)

ترجمہ: ”بے شک مومن تو وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں اور جب کبھی رسول کے ساتھ (کسی) ایسے کام کے لیے جمع ہوتے ہیں جو مل کر کرنے کا ہو تو جب تک ان سے اجازت نہیں لیتے چلے نہیں جاتے (اور اے رسول ﷺ) بے شک جو لوگ آپ سے اجازت حاصل کرتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کی اجازت طلب کریں تو ان میں سے آپ جسے چاہیں اجازت دے دیں اور آپ اللہ سے ان کے لیے بخشش طلب فرمائیں بے شک اللہ بڑا بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔“

اور منافقین کے بارے میں ارشاد ہوا۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ (نور:63)

ترجمہ: ”تم لوگ رسول کے بلانے کو ایسا (ہرگز) نہ سمجھنا جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔“

منافقین مسلمانوں کے حوصلوں کو پست کرنے، ان کے ذہنوں میں شکوک و ابہام کے بیج بونے اور ان کے ایمان کی بنیادوں کو متزلزل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ وہ مسلمانوں سے کہتے ایک طرف تو حضورِ انور ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ وہ یہاں بیٹھے ہوئے قیصر و کسریٰ کے شہروں کو دیکھ رہے ہیں جنہیں ایک دن مسلمان فتح کریں گے لیکن دوسری طرف عالم یہ ہے کہ میدان میں نکل کر دشمن سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ خواہ مخواہ لوگوں کو خندق کھودنے کی مشقت پر لگا رکھا ہے۔

اس مخصوص چٹان کو توڑتے وقت کے یہ ارشادات تو تمام حاضر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنے، کسی کے دل میں کوئی شک پیدا نہیں ہوا لیکن منافقین کا ایک گروہ تھا جو اپنے بغضِ باطن کو مخفی نہ رکھ سکا۔ وہ کہنے لگا۔

”کیا تم کو محمد (ﷺ) کی ان باتوں سے تعجب نہیں ہوتا کہ وہ تمہیں امیدیں دلا رہے ہیں اور جھوٹے وعدے کر رہے ہیں...... کہ قیصر و کسریٰ کے ملکوں کو فتح کرو گے حالانکہ تم دشمن کے خوف سے خندقیں کھودنے پر مجبور ہو اور تم قضائے حاجت کے لیے باہر بھی نہیں جا سکتے۔“

(السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 3 صفحہ 192)

Marfat.com

اللہ تبارک تعالیٰ نے منافقین کی اس انتہائی غلط سوچ و رویہ کے بارے میں سورۂ احزاب کی آیت 12 میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

وَاِذۡ يَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗۤ اِلَّا غُرُوۡرًا ○ (احزاب:12)

ترجمہ: ''اور (یہ وہ وقت تھا کہ) جب منافق لوگ اور جن کے دلوں میں (اسلام کی طرف سے) کدورت تھی کہنے لگے کہ ہم سے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا (کہاں یہ کثیر افواج اور کہاں یہ گنتی کے مجبور مسلمان)''

منافقین طرح طرح کے حیلے بہانے تلاش کر رہے تھے۔ وہ خوفزدہ بھی تھے اور درپردہ مسلمانوں کے حوصلوں کو پست بھی کر رہے تھے۔ اس سے متعلق سورہ احزاب کی آیت 13 میں ارشاد رب العالمین ہے:

يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ بُيُوۡتَنَا عَوۡرَةٌ ؕ وَمَا هِىَ بِعَوۡرَةٍ ۛۚ اِنۡ يُّرِيۡدُوۡنَ اِلَّا فِرَارًا ○ (احزاب:13)

ترجمہ: ''(ان میں سے بعض لوگ) کہنے لگے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے۔ انہیں تو بس بھاگنا مقصود تھا۔''

روایات میں آتا ہے کہ خلافت راشدہ کے دورِ زرّیں میں روم اور ایران فتح ہو گئے اور اسلامی حکومت کی قلمرو میں شامل ہو گئے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جان ہے۔ اب تک جتنے شہر تم نے فتح کئے یا قیامت تک فتح کرو گے ان کی فتح سے پہلے ان کی کنجیاں تاجدارِ کائنات ﷺ کو عطا کی جا چکی تھیں۔'' (تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 46)

یہاں ایک اور بات غور طلب ہے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے بشارت دیتے ہوئے ہر بار یہ فرمایا۔ کہ ''مجھے ان ملکوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔'' اور سب جانتے ہیں کہ یہ ملک حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں فتح ہوئے اور حضور پُرنور ﷺ کی یہ بشارت پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے خلیفۂ برحق تھے اسی لیے جو ممالک آپ کی خلافت کے زمانہ میں فتح ہونے والے تھے انہیں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا۔

ہمیشہ اپنوں کی فتوحات اور انہیں کے کارناموں کو اپنی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے جن ملکوں کی فتح کا وعدہ اپنے حبیب کریم ﷺ سے کیا تھا، اس وعدہ کا خلافتِ فاروقی میں پورا ہونا آپ (حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ) کے خلیفۂ برحق ہونے کی اتنی روشن دلیل ہے کہ کسی حق پسند اور منصف مزاج کو کسی دوسری دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ایک کم عمر صحابی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی خندق کھودنے، مٹی اٹھا کر باہر ڈالنے والوں میں تھے۔

Marfat.com

آپ ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ لڑکا اچھا ہے۔

آپ نے خوب محنت و دل لگی سے کھدائی کا کام کیا۔ آرام کرنے کے لیے بیٹھے تو نیند آ گئی اور تھکان کے سبب وہیں خندق میں سو گئے۔ ایک ساتھی صحابی حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ نے ان کو سوتے دیکھا تو مذاق میں ان کے کھدائی کرنے والے اوزار اٹھا کر لے گئے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی جب آنکھ کھلی تو اپنے اوزار غائب پا کر بہت گھبرائے۔ آپ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو معاملہ کا پتہ چلا تو فرمایا زید بنؓ ثابت اچھا لڑکا ہے۔ جو کوئی بھی اس کے اوزار لے گیا ہے وہ انہیں واپس کر دے۔

اور ساتھ ہی ممانعت فرمائی کہ اس طرح کسی مسلمان کو پریشان نہ کیا جائے۔

خندق کی کھدائی میں پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سب سے پیش پیش تھے۔ صحابہ کبار بھی اللہ تبارک تعالیٰ کے پیارے محبوب نبی حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے نقشِ قدم پر خندق کی کھدائی میں پوری لگن و جانفشانی سے مصروف تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو مٹی اٹھا کر باہر جانے کے لیے کوئی تگاری یا ٹوکرا وغیرہ نہیں ملا تو انہوں نے اپنے کپڑوں میں مٹی بھر بھر کر باہر ڈالنا شروع کر دی۔

سخت سردی ہے، یخ بستہ ہوائیں چل رہی ہیں اور پتھریلی زمین میں خندق کی کھدائی کا کام بڑے جوش و خروش سے جاری ہے۔ دشمن کی پیش قدمی کی لحظہ بہ لحظہ اطلاعات مل رہی ہیں۔ دشمن کے مدینہ کے قریب پہنچنے سے پہلے اس خندق کو ہر قیمت پر مکمل کرنا ہے۔ اگر اس کا کوئی چھوٹا سا حصہ بھی نامکمل رہ گیا تو ساری محنت اکارت چلی جائے گی۔ دشمن اس حصہ کو پل کے طور پر استعمال کر کے شہر میں گھس آئے گا۔

اس لیے تھکن، بھوک سردی اور دیگر ضروریات روزمرہ پسِ پشت ڈال کر ہر مجاہد اپنے حصہ کی خندق مکمل کرنے میں مصروف ہے۔ وہ اکیلا ان مشکل حالات میں خندق کی کھدائی میں مصروف نہیں ہے۔ اس کا آقا و مولا، اس کے پروردگار کا حبیب و محبوب مجاہدینِ اسلام کی آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بذاتِ خود بھی ان کی طرح مصروف ہے۔ ہر ایک مصروفِ کار ہے کوئی چٹان توڑ رہا ہے، تو کوئی مٹی کھود رہا ہے اور کوئی تگاریاں بھر بھر کر باہر پھینک رہا ہے۔

غزوۂ احزاب مسلمانوں کی غیرتِ ایمانی کا امتحان تھا۔ ابتلاء و آزمائش کی گھڑیوں میں ثابت قدم رہنے والوں کے قدموں کو خود منزلیں آگے بڑھ کر بوسہ دیتی ہیں۔ کامیابی صرف خواہش سے نہیں بلکہ اس کے لیے عملی جدوجہد سے حاصل ہوتی ہے۔ مقاماتِ صبر و رضا سے گزرے بغیر راہِ حق میں استقامت نصیب نہیں ہوتی۔ قول و فعل کا تضاد ایمان و یقین کی بنیادوں کو منہدم کر دیتا ہے۔ جب کہ قیادت کا اخلاص کارکنوں کو ایک

Marfat.com

نیا عزم ایک نیا حوصلہ اور ایک نیا ولولہ عطا کرتا ہے۔

طویل محاصرہ کے باعث خورونوش کے ذخائر میں کمی واقع ہونے لگی اور نوبت فاقوں تک آ گئی۔ لیکن مجاہدینِ اسلام، صحابہ کرام، دیدار حبیب اللہ پانے والے، یہ حضرات موت سے کب ڈرنے والے تھے۔ تربیت و تعلیم و نگاہِ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ ان کے بدن میں زندہ و بیدار تھی اور ایک متحرک انقلابی قوت بن کر باطل استحصالی طاقتوں سے برسرِ پیکار تھی اور ابلیسی نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کی تگ و دو میں مصروف تھی۔ ان نامساعد حالات میں اہلِ حق اہلِ کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے للکار رہے تھے۔ انہوں نے کسی مرحلہ پر بھی دشمن پر اپنی کوئی کمزوری آشکار نہیں ہونے دی۔ عرب دستور کے مطابق صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھوک کے باعث اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیے تھے تاکہ کمر سیدھی رہے۔

اسلام کے اس مرکز کی دفاعی سرگرمیوں میں سب کے ساتھ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی کائناتِ عظیم کو مہکانے والی زلفیں گرد آلود ہیں اور بدنِ مبارک پر تہ در تہ غبار جم رہی ہے۔ ادائیگی فرض کے احساس نے سب کو بھوک، موسم کی سختی اور تھکاوٹ وغیرہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔ کھدائی میں لگاتار مصروف ہیں اور چوبیس گھنٹے میں صحابہ کو ایک لقمہ تک میسر نہیں آیا۔ اپنی کمر کو سیدھا رکھنے کے لیے انہوں نے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر باندھ رکھا ہے۔ فاقہ کشی میں مشقت کی تکلیف جب ناقابلِ برداشت ہونے لگتی ہے تو اس کا شکوہ اپنے کریم آقا ﷺ سے کرتے ہیں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اپنے شکمِ مبارک سے قمیض اٹھاتے ہیں، صحابہ کرام کو عجیب منظر دکھائی دیتا ہے۔ سب نے ایک ایک پتھر پیٹ پر باندھ رکھا ہے لیکن اس تاجدارِ کائنات، سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے شکمِ مقدس پر دو پتھر باندھ رکھے ہیں۔

اس منظر کے دیکھتے ہی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گلہ شکوہ، تکلیف درد و پریشانی اور نقاہت و تھکاوٹ کافور ہو گئی اور ان کے جسم توانائیوں سے لبریز ہو گئے اور ان کے حوصلے و عزم آسمانوں کو چھونے لگے۔

یہ روایت

قارئینِ کرام! میں اس روایت کو بیان کرنے کے حق میں نہیں ہوں۔ میں نے اسے یہاں اس لیے بیان کر دیا ہے تاکہ اس کے بعد میں یہ وضاحت کر سکوں کہ موجودہ شکل میں یہ ایک بے تکی بے معنی روایت ہے جسے اب ہمیں اس کے بے معنی بے مقصد ہونے کے سبب چھوڑ دینا چاہیے۔

مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ روایت اپنے الفاظ کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ لفظ حجر (پتھر) کی جگہ کوئی اور حرف تھا اور اس کا غلط ترجمہ کر دیا گیا اور اس نے یہ موجودہ شکل اختیار کر لی۔ اور بعد کے لکھنے والوں نے یہ کہہ کر اسے اپنا لیا "کہ عرب میں یہ رواج تھا کہ فاقہ کے دوران وہ لوگ پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔

فاقہ کے اثرات اور فاقہ کی تکلیف سے جسمانی ردِ عمل تو تمام انسانوں میں کم و بیش ایک جیسے ہوں گے۔

Marfat.com

یہ تو ممکن نہیں ہے کہ فاقہ کے اثرات اور اس کی تکلیف سے جسمانی ردِعمل عربوں میں تو ایک خاص طرح کا ہوگا اور عجمیوں میں مختلف قسم کا ہوگا۔

زمانۂ قدیم سے غربت، فاقہ، قحط اس دنیا میں عام تھے۔ ابھی تک افریقی ممالک میں قحط زدہ انسانوں کے ڈھانچے ٹی وی وغیرہ پر دکھائے جاتے ہیں۔ ان کے کسی کے پیٹ پر بھی کچھ بندھا ہوا نہیں دکھایا جاتا ہے۔ اگر فاقہ کی حالت میں پیٹ پر پتھر باندھنے سے افاقہ ہوتا تو ان ہزاروں میں چند ایک کے پیٹوں پر پتھر بندے ہوئے نظر آتے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔

قحط کے زمانے میں کتنے ہی ممالک میں لاکھوں کے حساب سے انسان مرے ہیں لیکن کسی بھی ملک قوم کی تاریخ میں یہ اطلاع نہیں ملتی کہ آخری دنوں میں انہوں نے پیٹ پر پتھر باندھ لیے تھے۔

میں، راقم الحروف، اس کتاب کا مصنف ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہوں۔ میں نے اب تک صرف ایک ایک مریضہ کو دیکھا ہے جس نے پیٹ درد کی شدت کو کم کرنے کے لیے پیٹ پر دوپٹہ کس کے باندھا ہوا تھا یا بہت بھاری وزن اٹھانے والوں (ویٹ لفٹرز) کو دیکھا ہے کہ وہ احتیاطاً پیٹ پر مضبوط بلیٹ باندھ لیتے ہیں تاکہ صحیح زور لگا سکیں۔

میں نے پیٹ پر پتھر باندھنے کے بارے میں بہت سوچا ہے اور اس کے نقصانات و فوائد پر خوب غور کیا ہے۔ خندق کی کھدائی کے لیے تو بار بار جھکنا، اٹھنا، بیٹھنا پڑتا ہے۔ اس دوران پیٹ پر بندھا ہوا پتھر تو بہت تکلیف کا باعث ہوگا اور کام کرنے میں رکاوٹ ہوگا۔ پھر پتھر بھی تو ہموار نہیں ہوتے کسی غیر ہموار وزن کو پیٹ کے ساتھ باندھ کر کھدائی کرنا تو اپنے آپ کو زخمی کرنے اور آسانی سے تھکا دینے کے مترادف ہے۔ پھر پتھر پیٹ پر باندھنا بھی آسان نہیں ہے، اس کے لیے دوفٹ چوڑا چار پانچ فٹ لمبا کپڑا درکار ہے ورنہ وہ اپنی جگہ رک ہی نہیں سکتا۔

اُردو زبان میں ''پیٹ پر پتھر باندھنا'' محاورہ ہے اور اس کا مطلب ہے فاقے کی تکلیف برداشت کرنا لیکن یہ صرف محاورہ ہے۔ عملی طور پر پیٹ پر پتھر نہیں باندھا جاتا ہے۔ شاید عربی زبان میں بھی یہ محاورہ ہو اور اس موقع پر یہ محاورۃً کہا گیا ہو لیکن مجھے ایسے اتفاق کی امید نہیں ہے۔

مندرجہ بالا کی بنا پر یہ ایک بے تکی اور بے معنی روایت ہے جو دینِ اسلام اور اس کے پیروکاروں کی خوبیوں کو منفی انداز سے ظاہر کرتی ہے اس لیے ہمیں ایسی روایات کو اپنی تصانیف میں شامل نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جب یہ منظر دیکھتے ہیں تو تابِ صبر نہیں رہتی۔ حضور پُرنور سرکارِ دوعالم ﷺ سے اذن طلب کر کے اپنے گھر آتے ہیں اور اپنی اہلیہ کو بتاتے ہیں کہ میں نے آج نبی کریم ﷺ کو انتہائی فاقہ کے عالم میں دیکھا ہے۔ تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ اس نیک بخت نے کہا میرے پاس تین

Marfat.com

کے قریب جو ہیں اور ایک بکری کا بچہ بھی موجود ہے۔ حضرت جابر بیان فرماتے ہیں کہ اس نے وہ برتن نکالا جس میں جو رکھے تھے، اور جو پیسے، آٹا گوندھا۔ میں نے بکری کے اس بچے کو ذبح کیا، گوشت ہنڈیا میں پکانے کے لیے رکھا۔ شام کا وقت قریب آ گیا۔

ہمارا معمول یہ تھا کہ دن بھر خندق کھودتے شام کو گھروں میں واپس چلے آتے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ بھی شام کو واپس تشریف لے جاتے۔ میں جب واپس جانے لگا تو میری بیوی نے کہا کہ مجھے حضور ﷺ اور صحابہ کرام کے سامنے شرمندہ نہ کرنا یعنی زیادہ آدمیوں کو ساتھ لے کر نہ آ جانا۔ میں نے اس کو مطمئن کیا اور حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں آیا اور بڑی راز داری سے عرض کی یا رسول اللہ! بڑی قلیل مقدار میں کھانا پکایا ہے حضور ﷺ تشریف لے چلیں، ایک یا دو آدمی اپنے ساتھ بھی لے جائیے۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنی انگشت ہائے مبارک میری انگلیوں میں ڈال کر فرمایا۔ کتنا کھانا پکایا ہے؟ میں نے مقدار کا عرض کر دیا۔ حضور پُرنور ﷺ نے سن کر فرمایا ''یہ تو بہت زیادہ ہے اور بہت پاکیزہ ہے۔'' اور مزید فرمایا؟ دیکھو میرے آنے سے پہلے ہنڈیا نیچے نہ اتارنا اور نہ روٹیاں پکانا۔ پھر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے بلند آواز سے اعلان فرمایا، اے خندق والو! جابر نے تمہارے لیے کھانا پکایا ہے، آؤ سب کھاؤ۔

پیغمبرِ اول و آخر واعظم، سید المرسلین، خاتم النبیین حضور پُرنور ﷺ آگے آگے تھے اور لوگ پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ میں شرم کے مارے پانی پانی ہو رہا تھا۔ میری حالت کو بس اللہ کی ذات جانتی تھی۔ میں نے دل میں کہا خلقِ خدا آ گئی ہے، بخدا بڑی رسوائی ہوگی۔ چند سیر جو اور ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ۔ اتنی تعداد کے لیے اتنے کھانے کی کیا حیثیت ہے۔ میں جب گھر پہنچا تو میں نے بیوی سے کہا۔ اے نیک بخت! تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ مع مہاجرین و انصار تشریف لے آئے ہیں، ان کے علاوہ اور لوگ بھی ہیں۔ اس نے پوچھا کیا حضور پُرنور ﷺ نے تم سے دریافت فرمایا تھا؟ میں نے کہا ہاں! دوسری روایت میں ہے کہ بیوی نے کہا جابر! ان لوگوں کو تم نے دعوت دی ہے یا حضور ﷺ نے۔ میں نے کہا انہیں تو حضور پُرنور ﷺ نے دعوت دی ہے۔ اس نے کہا اب فکر کی ضرورت نہیں، سب کو آنے دو، ''اللہ اور اس کا رسول بہت بہتر جانتا ہے۔'' جو کچھ ہمارے پاس تھا، ہم نے اس کی اطلاع دے دی۔ ان کے ایسا کہنے سے میری ساری تشویش جاتی رہی۔

پھر پیغمبرِ اول و آخر واعظم امام الانبیاء حضور پُرنور ﷺ تشریف لے آئے۔ حکم دیا دس دس آدمیوں کو بلاتے جاؤ۔ میں نے گوندھا ہوا آٹا پیش کیا۔ حضور ﷺ نے اس میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر جہاں ہماری ہنڈیا رکھی تھی، وہاں تشریف لے گئے۔ اس میں بھی لعابِ دہن مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر حکم دیا، روٹیاں پکاتے جاؤ۔ ہنڈیا سے سالن ڈالتے جاؤ اور ہنڈیا کو ڈھانپے رکھو۔ کھانا کھلانے کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن ہماری حیرت کی حد نہ رہی کہ اتنے آدمی کھا گئے نہ آٹا کم ہوا اور نہ ہنڈیا میں

Marfat.com

سالن کم ہوا۔

ایک ہزار آدمی نے کھانا کھایا، ہنڈیا لبالب بھری رہی اور آٹے میں ذرا کمی نہ ہوئی۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا اب خود بھی کھاؤ اور اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو بھی تحفہ کے طور پر تقسیم کرو کیونکہ سب لوگ قحط سالی کا شکار ہیں۔ ہم دیر تک بانٹتے رہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ تشریف فرما رہے۔ جب حضورِ انور نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے تو ہر چیز ختم ہوگئی۔

اسے روایت کیا ہے حاکم اور طبرانی نے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 520 تا 522...... صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 588، 589)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ سے مروی ہے کہ وہ کہتی ہیں ایک روز میری والدہ نے مجھے کھجوروں سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ یا برتن دے کر بھیجا کہ میں یہ اپنے باپ اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہ کو دے آؤں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ خندق کھودنے میں مشغول تھے۔ میں جب یہ لے کر جا رہی تھی تو حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے مجھے دیکھ لیا اور مجھے اپنے پاس بلایا۔ جب میں حاضر ہوئی تو حضور ﷺ نے وہ کھجوریں مجھ سے لے لیں اور ایک چادر بچھا کر انہیں اس پر بکھیر دیا۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ باآواز بلند اعلان کروائے اہلِ خندق! آؤ کھانا تیار ہے۔ سب اکٹھے ہوگئے سب نے سیر ہو کر کھایا۔ جب تک وہ کھاتے رہے کھجوریں بڑھتی ہی رہیں۔

(السیرۃ النبوۃ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 218......

سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 521...... مدارج النبوۃ جلد 2 صفحہ 169)

ابنِ عساکر سے مروی ہے کہ اُمِ عامر اشہلیہ رضی اللہ عنہا نے ایک برتن میں حیس (ایک قسم کا حلوہ) ڈال کر بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔ اس وقت حضور پُرنور نبی کریم ﷺ حضرت اُمُ المومنین اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی مرضی کے مطابق اسے تناول فرمایا، بقیہ لے کر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ باہر تشریف لائے اور اہلِ لشکر میں اعلان کر دیا گیا کہ لشکر والے رات کا کھانا حضور ﷺ کے ہاں کھائیں۔ سب آئے خوب سیر ہو کر کھایا اور وہ حلوہ جوں کا توں تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 522)

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور جان نثار فرزندانِ اسلام کی شبانہ روز کوشش سے دس، گیارہ دن کی قلیل مدت میں خندق کی کھدائی کا کام مکمل ہوگیا۔ جب خندق کی کھدائی کا کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو رحمتِ دو عالم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور خود جبلِ سلع کے دامن میں آ کر اپنا خیمہ نصب کیا۔ سلع کی پہاڑی پشت کے پیچھے تھی اور خندق سامنے۔ اسلامی لشکر جس کی تعداد تین ہزار تھی، اس کو مناسب مقامات پر متعین فرمایا۔

Marfat.com

خندق کی تکمیل کتنے دنوں میں ہوئی؟

خندق کی تکمیل کے بارے میں کم سے کم چھ دن اور زیادہ سے زیادہ ایک مہینے کا قول ہے جو کہ میرے (اس کتاب کے مصنف کے) خیال کے مطابق دونوں ہی بہت غلط ہیں۔

میرے اندازے کے مطابق خندق کی تکمیل میں اندازاً دس گیارہ دن لگے اور اس سے کم وبیش نہیں۔ میں اپنے اس خیال واندازے کی ٹھوس دلائل سے وضاحت کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس حقیقت پسند انداز کو پڑھ کر مجھ سے اتفاق کریں گے کہ میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ صحیح ہے۔

اب میری اس وضاحت کو دھیان سے پڑھیں اور ان حقائق کو مدِنظر رکھیں۔

1- مدینہ پر حملہ آور ہونے والوں نے دو مختلف علاقوں اور مختلف سمتوں سے آنا تھا اور انہوں نے دو علیحدہ علیحدہ لشکروں کی شکل میں مدینہ پہنچنا تھا۔

2- پہلا لشکر مکہ سے ابوسفیان کی قیادت میں سوئے مدینہ چلا اور مرالظہران کے مقام پر اس میں اور قبائل کے جنگجو شامل ہو گئے اور یوں یہ چھ ہزار کا لشکر صحرائے عرب کے جنوب کی طرف سے مدینہ پر چڑھائی کے لیے چل پڑا۔

3- دوسرا لشکر نجد کے علاقہ سے جو بنی غطفان کے مختلف قبائل پر مشتمل تھا اور اس کی کل تعداد چار ہزار تھی اپنے سرداروں کی قیادت میں صحرائے عرب کے مشرق کی طرف سے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کے لیے نکل پڑا۔

4- ان دونوں لشکروں نے اپنے اپنے راستے پر چلتے ہوئے ایک مقررہ تاریخ و دن کو مدینہ منورہ کے قریب پہنچنا تھا اور وہاں مل کر انہوں نے جنگی کارروائی کرنی تھی۔

5- مکہ سے مدینہ کا فاصلہ 450 کلومیٹر ہے۔ لشکر یا قافلے کے لیے اسے 470 کلومیٹر لگالیں۔ قافلے عموماً ہر روز 50 کلومیٹر کا فاصلہ طے کرتے تھے۔ اس لشکر کو اتنی جلدی نہیں تھی۔ ہاں ایک مقررہ تاریخ و دن پر انہوں نے مدینہ کے قریب پہنچنا تھا۔ اس سے لیٹ نہیں ہونا تھا تاکہ کسی فریق کو غلط فہمی نہ ہو جائے اور پھر ساری محنت بیکار جائے۔ اس لئے وہ جب سفر پر نکلے تو آرام آرام سے ہر روز 30 کلو میٹر کا فاصلہ طے کرتے رہے۔

6- مکہ والے لشکر کے لیے یہ فاصلہ 16 دنوں کا تھا۔ سپہ سالاروں نے احتیاطاً ایک دو دن کا مارجن بھی رکھا تاکہ دونوں لشکر مقررہ تاریخ و دن پر مدینہ کے قریب پہنچ کر مل جائیں۔ یعنی اب یہ کل فاصلہ 18 دنوں کا ہوا۔

7- مدینہ طیبہ کے لیے مخبر، مکی لشکر کی روانگی کے لیے تیاری دیکھتے ہی، مدینہ اطلاع پہنچانے کے لیے برق

Marfat.com

رفتاری سے نکل پڑے۔ وہ پانچویں دن مدینہ پہنچے اور مدینہ طیبہ کی قیادت کو مکی و احزابی لشکروں کی روانگی وغیرہ سے آگاہ کیا۔

8- جس دن مدینہ طیبہ میں یہ اطلاع ملی اس دن مکی لشکر مدینہ سے 13 دنوں کے فاصلے پر تھا۔ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اسی دن مشاورت فرمائی اور خندق کی ہنگامی بنیادوں پر کھدائی کے لیے نشاندہی فرمادی۔ اور صحابہ کرام کے ساتھ مل کر خندق کی کھدائی شروع کر دی۔

9- اور خندق کی کھدائی کا کام کفار کے لشکروں کے مدینہ منورہ کے قریب پہنچنے سے ایک دو دن پہلے مکمل ہو چکا تھا۔ اور اس کی تکمیل کے بعد لشکرِ اسلام وہاں آ کر خیمہ زن ہو چکا تھا۔

اور مسلمانوں نے محاذ پر اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی۔

یعنی کہ دس گیارہ دنوں میں خندق تیار کر لی گئی تھی۔

اب مندرجہ بالا کو یوں سمجھ لیں۔

فرض کر لیں کہ مکی لشکر 5 شوال سن 5 ہجری کو مدینہ پر چڑھائی کے لیے روانہ ہوا اور اس نے 23 شوال کو مدینہ منورہ کے قریب آ موجود ہونا تھا۔

مدینہ منورہ میں اطلاع دینے کے لیے مخبر برق رفتاری سے چلے اور 9 شوال کو مدینہ پہنچ کر قیادت کو آگاہ کر دیا۔

اور مکہ سے چلنے والا لشکر ابھی مدینہ سے 14 دن کی مسافت پر موجود تھا۔

مسلمانوں نے 10 شوال سے خندق کی کھدائی شروع کر دی اور شب و روز کی مسلسل محنت سے 20 شوال تک مکمل کر لی اور 21 شوال کو مسلمان وہاں آ کر خیمہ زن ہو گئے۔

اور اس کے ایک دو دن بعد حسبِ پروگرام مشرکین کے دونوں لشکر بھی وہاں پہنچ گئے۔

مندرجہ بالا کی روشنی میں، میں اپنے آپ کو یہ کہنے میں حق بجانب سمجھتا ہوں کہ خندق کی تکمیل میں اندازاً دس گیارہ دن لگے یہی تخمینہ صحیح کے قریب ترین ہے۔

مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اور انصار کا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا گیا۔ مسلم خواتین اور بچوں کو ان مضبوط گڑھیوں میں ٹھہرایا گیا جو شہر کے اندرونی حصوں میں تھیں۔ شہر کے بڑے بڑے راستوں پر دیواریں چن دی گئیں۔ اس طرح سارا شہر ایک قلعہ کی مانند محفوظ ہو گیا۔ امہات المومنین اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سرکارِ دو عالم ﷺ کی پھوپھی صاحبہ اور چند خاص خواتین کو ایک گڑھی میں ٹھہرایا گیا، اس گڑھی کا نام فارع تھا۔ حضرت حسان بن ثابت کو بھی اس مقام پر ٹھہرنے کی اجازت دی گئی۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ایک روز اس حویلی' قلعہ کے باہر سے گزرے اُمُ المومنین حضرت عائشہ

Marfat.com

صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ انہوں نے زرہ پہنی ہوئی ہے اور وہ زرہ چھوٹی ہے۔ ان کے بازو باہر نکلے ہوئے ہیں اور ننگے ہیں۔ انہوں نے چھوٹا نیزہ پکڑا ہوا ہے اور اسے لہراتے ہوئے تیز تیز جا رہے ہیں۔ ان کی والدہ بھی اس قلعہ میں ٹھہری ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو فرمایا بیٹا جلدی پہنچو۔ تمہیں دیر ہو چکی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اے سعد کی ماں! تم نے سعد کو چھوٹی زرہ پہنائی ہے، زرہ اتنی کھلی ہونی چاہیے تھی کہ ہاتھوں کو بھی ڈھانپ لیتی۔ اس مومنہ صادقہ نے عرض کی۔ ''جو فیصلہ اللہ تبارک تعالیٰ نے کرنا ہے وہ کردے گا۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان کے بازو کے اس حصہ پر جو ننگا تھا، تیر لگا جو آپ کی شہادت کا باعث بنا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 520 تا 522)

لشکرِ کفار کی آمد اور ان کا پڑاؤ

مسلمان جب اپنی تیاریاں مکمل کر چکے تو مشرکینِ عرب کا یہ لشکر بھی مدینہ طیبہ کی حدود میں داخل ہو گیا۔ یہ لشکر دو اہم فریقوں پر مشتمل تھا۔ ایک فریق قریش اور ان کے حلیفوں کا تھا جن میں کنانہ، تہامہ اور احابیش شریک تھے۔

مجتمع الاسیال۔ یعنی وہ جگہ جہاں برسات کے موسم میں برساتی نالوں کا پانی آ کر اکٹھا ہوتا تھا، وہ لمبی چوڑی تھی۔ یہاں دو مقام تھے جرف اور زغابہ۔ قریش اور ان کے حلیفوں نے ان دو مقامات پر اپنے خیمے نصب کیے۔ ان کی تعداد چھ ہزار تھی۔ دوسرا فریق ان قبائل پر مشتمل تھا جو نجد کی طرف سے آئے تھے، ان میں بنو غطفان اور ان کے حلیف قبیلے شریک تھے۔ یہ فریق کوہِ اُحد کی ترائی میں ذنب نقمیٰ کے مقام پر فروکش ہوا۔ ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ ان کے سفر کا مقصد اگرچہ ایک تھا لیکن اس لشکر کی قیادت کسی ایک سالارِ افواج کے پاس نہ تھی بلکہ ہر قبیلہ کا الگ قائد تھا جو ان کے باطنی اختلاف کی غمازی کر رہا تھا۔

جنگ کے بارے میں مشرکین کا پروگرام تو یہ تھا کہ وہ امڈتے ہوئے سیلاب کی طرح مدینہ کی چھوٹی سی بستی پر چڑھ دوڑیں گے اور ان کا ایک ہی ریلا مسلمانوں اور ان کے دفاعی منصوبوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا اور وہ چند ساعتوں میں مسلمانوں کا قیمہ کر کے رکھ دیں گے۔ ان کی عورتوں کو اپنی باندیاں اور ان کے بچوں، بچیوں کو غلام بنا کر لے جائیں گے۔

لیکن جب وہاں پہنچے اور اتنی گہری اور چوڑی خندق کو اپنے راستے میں حائل پایا۔ جسے نہ وہ چھلانگ لگا کر عبور کر سکتے تھے اور نہ ہی ان کے برق رفتار گھوڑے زقند لگا کر پار جا سکتے تھے تو انہوں نے اپنی فتح کے جو ہوائی قلعے تعمیر کیے تھے، وہ یکدم ہوا میں تحلیل ہو گئے۔ مسلمانوں کی اس جنگی تدبیر نے ان کے اوسان خطا کر دیے۔ انہوں نے تو اس قسم کی رکاوٹ کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

ان کی جنگی منصوبہ بندی میں ایسی تدبیر کا سان و گمان بھی نہ تھا۔ مجبوراً خندق کی دوسری طرف ہی انہوں

Marfat.com

نے اپنے خیمے نصب کر لیے اور مسلمانوں کو اپنے محاصرہ میں لے لیا اور حملہ کے لیے مناسب وقت کا انتظار کرنے لگے۔

اس دوران ان کے جنگی ماہرین نے کوئی متبادل تدبیر سوچنے کے لیے غور وخوض شروع کیا۔ طویل سوچ بچار کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر بنی قریظہ جو ابھی تک مدینہ شہر کے اندر آباد ہیں، وہ اگر ہمارے ساتھ تعاون کریں تو کوئی صورت نکل سکتی ہے۔ وہ اندر سے مسلمانوں پر ہلہ بول دیں ہم باہر سے مسلمانوں پر سنگ باری کریں، تب مسلمانوں کو شکست دے سکتے ہیں۔ حیی بن اخطب نے انہیں یقین دلایا تھا کہ بنی قریظہ اس مہم میں ان کا ساتھ دیں گے۔ چنانچہ حیی بن اخطب کو بلا کر کہا گیا کہ جاؤ اور بنو قریظہ کو کہو کہ وہ اس نازک وقت میں اپنا فرض ادا کریں۔

اسلام کی آغوش میں آنا دراصل شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے۔ ابتلا و آزمائش سے گزرے بغیر ایمان کے تحفظ کا احساس پیدا نہیں ہوتا۔ مدینہ منورہ کا محاصرہ مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑا امتحان تھا۔ پورا عالمِ عرب پرچمِ توحید بلند کرنے والوں کے خلاف ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گیا تھا اور ان اتحادیوں نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ بچوں اور عورتوں کو محفوظ مقامات پر پہنچا دیا گیا تھا۔ دین دشمنوں سے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ مجاہدینِ اسلام پر دباؤ بڑھانے کے لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر کے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور پھر یہود سے بھی شرارت اور سازش کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مسلمانوں کی عظیم قیادت قدرتی طور پر اس صورتحال سے قدرے پریشان تھی لیکن یہ پریشانی اس کے اعصاب پر سوار نہ تھی۔ بڑے تحمل سے ساری صورتحال کا جائزہ لیا جا رہا تھا، اور ضروری احکامات بھی بروقت صادر کیے جا رہے تھے۔ قرآن نے سورۂ احزاب کی آیات 10`11 میں اپنے منفرد اور دلکش اسلوب میں دشمن کی یلغار کی یوں منظر کشی کی ہے:

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ○ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ○

(احزاب: 10،11)

ترجمہ: ”جب تم پر (مدینہ کے) اوپر کی طرف سے اور نیچے کی طرف سے (دشمن کے لشکر) آ پڑے اور جب (لوگوں کی خوف و وحشت سے) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم لوگ اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے اس وقت ایمان والوں کا امتحان لیا گیا، اور وہ سختی سے جھنجھوڑ دیئے گئے۔“

مسلمانوں کو اللہ کی تائید و نصرت پر مکمل بھروسہ تھا۔ لشکرِ کفار کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر انہیں ہراساں نہ کر سکا۔ وہ کسی مرحلے پر بھی خوفزدہ نہیں ہوئے۔ وہ جانتے تھے کہ اسلام کو تمام ادیان پر غالب آنا ہے۔ سخت

Marfat.com

مخالفت سے، سخت امتحانوں سے تو ان کے ایمان اور بڑھتے تھے اور عزائم مضبوط ہوتے تھے۔ انہوں نے تو دینِ اسلام کی خاطر، حبِ اطاعت وفرمانبرداری حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں سردھڑ کی بازی لگا دینے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔ بادِ مخالف تو ان شہبازوں کی پرواز کو اور بلندی عطا کرتی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان ہی صفاتِ حمیدہ کا ذکر اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی آیت 22 میں یوں فرمایا ہے۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ لا قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ز وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ○ (احزاب: 22)

ترجمہ ''اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکروں کو دیکھا تو (نڈر ہو کر) بول اٹھے یہ تو وہی (آزمائش) ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا تھا اور ان حالات سے ان کے ایمان اور اطاعت گزاری میں اور ترقی بھی ہوتی ہے۔''

مشرکین کے لیے خندق بالکل نئی چیز تھی جو کہ بہت موثر اور بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے کیسے عبور کریں۔ وہ نہ تو اسے پاٹ سکتے تھے۔ اور نہ ہی کہیں سے اس میں گزرنے کے لیے راستہ بنا سکتے تھے کیونکہ خندق کے دوسری طرف مسلمان تیرانداز موجود تھے جو خندق کے نزدیک نہ آنے دیتے تھے۔ اگر کسی نے کوشش کی تو اسے تیروں اور پتھروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑا اور اسے خندق سے دور بھگا دیا جاتا۔

بہت سوچ بچار کے بعد مشرکین کے سالاروں نے خندق کا ہر طرح جائزہ لیا کہ کوئی اسے پار کرنے کے لیے جگہ ملے لیکن انہیں کوئی ایسی جگہ نہ ملی جسے وہ آسانی سے عبور کر سکتے اور مجاہدینِ اسلام بھی خندق کی ساری لمبائی پر متعین اور چوکس تھے۔

تھک ہار کر مشرکین سالاروں نے یہ طے کیا کہ ہر سردار یا سالار کی کمان کا ایک دن مقرر کیا جائے۔ اس دن ساری فوج کا قائد وہ ہو اور اسی کے حکم پر عمل کیا جائے۔ اس طرح باری باری سب سردار اپنی ذہانت و قابلیت کا مظاہرہ کریں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی سردار کو کوئی قابلِ عمل کارگر طریقہ سوجھ جائے اور اس پر عمل پیرا ہو کر مسلمانوں کا قلع قمع کیا جا سکے۔

اس تجویز پر عمل کیا گیا اور کئی دنوں تک ہر روز قائد بدلتے رہے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا اور تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔

آخر فیصلہ کیا گیا کہ سب مل کر حملہ کریں اور خندق کے اس پار مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بوچھاڑ

Marfat.com

کردیں اور اس دوران زیادہ سے زیادہ مشہور اور نامی گرامی جنگجو شہسوار اپنے گھوڑوں کو تیز دوڑاتے ہوئے آئیں اور خندق کو عبور کر جائیں۔

انہوں نے اس مقصد کے لیے تمام قبیلوں سے جنگجو شہسوار چنے اور انہیں ایسی جگہ پر تعین کردیا جہاں خندق کی چوڑائی مقابلتاً کم تھی۔ اور انہیں یہ مشن دیا گیا کہ وہ حملہ کے شروع ہوتے ہی گھوڑوں پر سوار خندق کو عبور کر جائیں اور اس پار مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر دوسروں کو خندق پار کر جانے کا موقع فراہم کریں۔

پھر مشرکین نے اپنے منصوبے کے تحت حملہ کردیا۔ خندق کے پار مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسانا شروع کردیئے۔ اس دوران ان کا منتخب شہسواروں کا ایک دستہ گھوڑے دوڑاتا ہوا تیزی سے آگے بڑھا مگر اکثر گھوڑے خندق کو دیکھ کر بدک گئے اور بدنظمی سے واپس ہو گئے۔

البتہ عمرو بن عبد ود، ضرار بن خطاب، ہبیرہ بن ابو وہب (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن اُم ہانی کا خاوند)، عکرمہ بن ابو جہل اور نوفل بن عبداللہ کے گھوڑے خندق پار کر گئے۔

ان پانچوں میں عمرو بن عبد ود عرب کا مانا ہوا شمشیر زن تھا اور اہلِ عرب اس کو ایک ہزار بہادروں کے ہم پلہ سمجھتے تھے۔ وہ خندق عبور کر جانے کی وجہ سے اور بھی گھمنڈ میں آ گیا تھا۔ اس لیے اس نے فوراً مبارزت کے لیے پکارا

ہے کوئی مقابلہ کرنے والا جو ہے وہ میرے مقابلے پر آئے

کافر کی یہ للکار سن کر اللہ اور اس کے رسول کے شیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ، اپنی تلوار ہوا میں لہراتے ہوئے سامنے جا کھڑے ہوئے اور فرمایا ''اے عبدِ ود کے بیٹے! میں نے سنا ہے کہ تو نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ اگر کوئی مدِ مقابل تجھ سے تین چیزوں کا مطالبہ کرے گا تو ان تین میں سے ایک تو ضرور مان جائے گا۔'' اس نے بڑی نخوت سے کہا، ہاں، میں نے ایسا عہد کیا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ''میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ تو اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے رسول پاک پر ایمان لے آ اور اسلام قبول کر لے۔''

اس نے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں یا یہ مجھے قبول نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرا مطالبہ کیا اور عمرو بن عبدِ ود سے کہا کہ اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو پھر واپس چلے جاؤ اور خواہ مخواہ جنگ میں نہ کودو اور اپنی جان بچاؤ۔

عمرو بن عبدود غصے سے بولا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ قریش کی عورتیں مجھے بزدلی کا طعنہ دیں۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ابھی تو میں نے اپنی قسم پوری کرنی ہے (یہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں زخمی ہو گیا تھا اور اس نے بدلہ لینے کی قسم کھائی تھی۔)

حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا اور شیرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عمرو بن عبدِ ود سے کہا تم نے میرے دونوں مطالبے

Marfat.com

مسترد کردیئے ہیں۔ اب تیسرا اور آخری مطالبہ یہ ہے کہ میرے مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

عمرو بن عبدِ ود اس پر ہنسا اور کہنے لگا میرے گمان میں بھی نہ تھا کہ دنیا میں کوئی بھی مجھ سے یہ مطالبہ کرنے کی جرأت بھی کرے گا۔ بہر حال یہ تو بتاؤ کہ تم ہو کون؟

علی ابنِ طالب۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بارعب آواز میں جواب دیا۔

عمرو بن عبدِ ود بولا۔ اچھا تو ابو طالب کے بیٹے ہو وہ تو میرا دوست تھا اور میں اپنے دوست کے بیٹے کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا و شیرِ رسول نے برجستہ کہا۔ لیکن میں تو تمہیں قتل کرنا نہایت پسند کرتا ہوں۔

یہ سن کر عمرو بن عبدِ ود بہت غضبناک ہوا۔ وہ غصہ میں فوراً گھوڑے سے نیچے کودا اور ناظرین پر رعب جمانے کے لیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دھاک بٹھانے کے لیے اپنے گھوڑے پر تلوار کا ایک وار کیا اور اسے بیکار کر دیا۔

اب میدان میں دونوں حریف آمنے سامنے تھے۔ خندق کے اس پار اور اس پار ہر شخص کی نگاہیں اس مقابلے پر جمی تھیں۔ اہلِ ایمان شیرِ خدا اور شیرِ رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زورِ بازو کے معترف تھے وہ جانتے تھے کہ جب ذوالفقار کا وار ہوگا تو مدمقابل زمین پر ڈھیر ہوگا پھر بھی وہ پورے خلوص سے ربِ کائنات کے حضور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کامیابی کے لیے دعا گو تھے۔

جب کہ یہود و مشرکین کو عمرو بن عبدِ ود کی کامیابی کا سو فیصد یقین تھا اس لیے انہوں نے اللہ اور اپنے زمینی خداؤں کو پکارنے کی زحمت ہی نہ کی۔ انہیں تو یقینِ کامل تھا کہ اب خندق عبور کر لی ہے اور اب آگے بھی پیش رفت ہوتی جائے گی۔

عمرو بن عبدِ ود ایک منجھا ہوا پرانا شمشیر زن تھا۔ اس کی تلوار تیز دھار اور چمکدار ہوتی تھی اس نے وہ فضا میں لہرائی تو اس کی چمک دمک سے نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ اس نے چاہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دے اس لیے کسی تاخیر کے بغیر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر وار کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ شیرِ خدا و شیرِ رسول نے اس کے وار کو ڈھال پر روکا۔ مگر وار اس قدر زوردار تھا کہ ڈھال کٹ گئی اور تلوار کی نوک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر خراش لگا گئی۔ ڈھال نے وار کی شدت کم کر دی تھی اس لیے آپ کو گہرا زخم نہ آیا البتہ اس خراش سے شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جلال آ گیا۔

ابھی عمرو بن عبدِ ود وار کر کے سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ ذوالفقار اٹھی، فضا میں برق سی لہرائی اور وہ عمرو بن عبدِ ود پر گری۔ ذوالفقار اتنی شدت سے عمرو بن عبدِ ود کے شانے پر پڑی کہ زرہ سمیت اس کے جسم کو کاٹتی ہوئی دوسری طرف گزر گئی اور عمرو بن عبدِ ود ایک ہی وار میں زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

Marfat.com

اس کے ساتھ ہی فضا اہلِ ایمان کے پرجوش نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھی اور کچھ دیر برابر گونجتی رہی۔ مسلمانوں کی خوشی، شکرِ ربّ للعالمین اور جوش وخروش دیدنی تھا۔ وہ باآواز اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر بھی ادا کررہے تھے اور سجدریز بھی ہورہے تھے۔غزوہ کا یہ پہلا مقابلہ تھا اس لیے سب مسلمانوں پر اس کے نتیجے کا بہت خوشگوار اثر ہوا۔

جب کہ یہود ومشرکین پر مردنی چھاگئی وہ خاموش ہوگئے اور خندق سے پیچھے بھی ہٹ گئے عمرو بن عبدِ ود کا حشر دیکھ کر اس کے وہ ساتھی جو خندق عبور کر آئے تھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ وہ اس قدر بدحواس تھے کہ عکرمہ بن ابوجہل نے بھاگتے ہوئے اپنا نیزہ بھی گرادیا تاکہ گھوڑے کی مہار پر اس کی گرفت رہے اور وہ بچ نکلنے میں کامیاب ہوجائے۔

اس طرح ضرار بن خطاب، ہبیرہ بن ابووہب بھاگنے میں کامیاب ہوگئے، لیکن نوفل بن عبداللہ اس بدحواسی میں خندق میں گرگیا اور مسلمانوں کی سنگ باری کی زد میں آگیا۔ آخر وہ چیخا مسلمانو! میں عزت کی موت مرنا چاہتا ہوں یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ خندق میں اترے اور اس کا سر قلم کرکے اسے باعزت موت سے ہمکنار کردیا۔

اس دوران ایک اور مشرک منبہ بن عثمان کو مسلمانوں کا تیر لگا وہ شدید زخمی ہوگیا اور مکہ جاکر مرگیا۔
(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 590......تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 48، 49......سیرت حلبیہ جلد 2 صفحہ 321)

اس وقت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فی البدیہہ یہ اشعار فرمائے:

1- ''عمرو بن عبدِ ود نے اپنی حماقت کی وجہ سے پتھروں کی مدد کی اور میں نے عقل و ہوش سے کام لیتے ہوئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پروردگار کی مدد کی۔''

2- ''میں وہاں سے نکلا اس حالت میں کہ میں نے اسے نرم ریت کے ڈھیروں اور ٹیلوں میں درخت کے مُڈھ کی طرح مٹی میں لت پت چھوڑا۔''

3- ''اے مشرکوں کے گروہ! تم ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے دین اور اپنے نبی کو بے یارومددگار چھوڑ دے گا۔''

نوفل بن عبداللہ بن مغیرہ کے بارے میں یہ بھی روایت ہے کہ وہ خندق میں نہیں گرا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو تلوار کے وار سے ختم نہیں کیا تھا بلکہ اس کا مقابلہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور ایک زوردار وار سے اس کے دوٹکڑے کردیئے تھے۔ اور ان مشرکین کا ایک ساتھی ضرار بن خطاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر عکرمہ بن ابوجہل کی طرح فرار ہوگیا تھا۔

نوفل کے بارے میں ہے کہ حضرت زبیر نے اپنی تلوار سے جب اس پر وار کیا تو اس کے دوٹکڑے

Marfat.com

کردیئے حتیٰ کہ اس کی زین کو بھی درمیان سے کاٹ دیا۔ کسی نے داد دیتے ہوئے کہا:

''اے زبیر ہم نے آپ کی تلوار جیسی کوئی تلوار نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا:

''بخدا یہ تلوار کا کمال نہیں بلکہ اس بازو کا کمال ہے جس نے تلوار چلائی۔''

کفار نے عمرو بن عبدِ ود اور نوفل کی لاشوں کی واپسی کے لیے دس دس ہزار درہم معاوضہ پیش کیا لیکن حضور نے ارشاد فرمایا:

''ہم مردوں کو بیچ کر ان کی رقم نہیں کھایا کرتے۔ اور ان کی لاشوں کو بلا معاوضہ واپس کر دیا۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 535...... تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 492)

یہود و مشرکین کے پانچ بہادروں میں سے دو عبرتناک طریقے سے واصلِ جہنم ہو گئے اور تین سب کے سامنے بزدلانہ انداز سے فرار ہو گئے تو متحدہ لشکر کے چہرے تاریک ہو گئے، ان کے رہے سہے حوصلے پست ہو گئے۔ خصوصاً عمر بن عبدِ ود کی ہلاکت نے تو انہیں ہلا کر رکھ دیا وہ تو ایک دم بے آسرا ہو گئے۔

مشرکین نے پیغام بھیجا کہ عمر بن عبدِ ود کی لاش ہمارے حوالے کردو ہم اس کے عوض دس ہزار درہم دینے کو تیار ہیں۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اس پر انہیں ایک نہایت خوبصورت جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے مردار کا لاشہ تم ویسے ہی اٹھا لے جاؤ ہم لاشوں کی تجارت نہیں کرتے۔

اگرچہ یہ سب ہنگامہ یہود کے ایک قبیلہ بنی نضیر کی ریشہ دوانیوں سے رونما ہوا تھا، اور دوسرا یہودی قبیلہ بنی قریظہ جو مدینہ میں موجود تھا اس میں بالکل ملوث نہیں تھا۔ اس کے سردار کا نام کعب بن اسد قرظی تھا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ کیے ہوئے دوستی کے معاہدہ کی پوری پابندی کر رہے تھے۔

ایک دن موقع پا کر جلاوطن ہو جانے والے قبیلے بنی نضیر کا رئیس حیی بن اخطب بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو ملنے کے لیے گیا تا کہ اس کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے۔ جب کعب بن اسد قرظی رضی اللہ عنہ کو اس کے آنے کی خبر ہوئی تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے اندازہ کر لیا کہ یہ ضرور کوئی خباثت کرے گا۔ اس نے اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اس کو ملنے سے انکار کر دیا۔ حیی نے کہا: اے کعب! دروازہ کھول کعب نے کہا تم بدبخت آدمی ہو، مجھے بھی تم کسی بلا میں مبتلا کر دو گے، اس لیے میں تمہارے لیے دروازہ نہیں کھولوں گا۔ حیی بہت چالاک تھا اس نے دروازہ کھلوانے کے لیے ایک وار کیا۔ اس نے اسے طعنہ دیتے ہوئے کہا تم اس لیے دروازہ نہیں کھول رہے کہ تمہیں روٹی نہ کھلانی پڑے۔

بخل' کنجوسی کا یہ الزام کعب کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ اس نے بادلِ نخواستہ دروازہ کھول دیا۔ جب دونوں تنہائی میں بیٹھے، تو حیی نے کہا:

''اے کعب! میں تمہارے پاس زمانہ بھر کی عزت لے کر آیا ہوں۔ ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر

Marfat.com

لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس قریش کے جنگجو، ان کے سرداروں سمیت لے کر آیا ہوں۔"

بنی غطفان اور کئی دوسرے قبائل کے نوجوان بھی اس لشکرِ جرار میں شامل ہیں۔ ہم نے یہ پختہ وعدہ کیا ہے کہ جب تک ہم محمد (ﷺ) کا خاتمہ نہ کردیں گے اور اسلام کو جڑوں سے اکھیڑ کر نہ پھینک دیں گے، اس وقت تک یہاں سے نہ ٹلیں گے۔ اسلام اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کا ایسا زریں موقع پھر نہ ملے گا۔ اس موقع کو غنیمت جانو اور ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ ہم باہر سے حملہ کریں گے اور تم پشت کی طرف سے ہلہ بول دینا۔

کعب نے پہلے تو صاف انکار کردیا اور کہا:

"اے حیی تم میرے پاس زمانہ بھر کی عزت نہیں لائے بلکہ جہان بھر کی ذلت اور رسوائی لے کر آئے ہو۔" اور جو لشکر تمہارے ساتھ ہے یہ ایسا بادل ہے جو صرف گرجنا اور کڑکنا جانتا ہے۔ اس میں بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ پیغمبرِ اسلام سے ہمارا دوستی کا معاہدہ ہے اور آج تک ان کی طرف سے اس کی معمولی خلاف ورزی بھی نہیں ہوئی۔ میں اس معاہدہ کو توڑنا نہیں چاہتا۔

لیکن حیی اس کو عہد شکنی پر ابھارتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ کامیاب ہوگیا اور کعب بن اسعد سردار بنی قریظہ نے آخر کار مسلمانوں سے دوستی کے معاہدے کو بالائے طاق رکھ دیا اور حیی اور لشکرِ کفار کے ساتھ اپنی قسمت وابستہ کردی۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2 صفحہ 220، 221)

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جب یہ بات سنی تو اس کی تصدیق کے لیے قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ اور خزرج کے رئیس حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو چند خاص آدمیوں کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اگر یہ اطلاع غلط ہو تو بھرے مجمع میں آ کر بتا دینا۔ لیکن اگر درست ہو تو کنایۃً بتانا ایسا نہ ہو کہ اس حادثہ سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں۔

یہ حضرات جب بنی قریظہ کی گڑھی میں پہنچے تو وہاں کا سماں ہی بالکل نرالا تھا۔ جنگ کی تیاریاں زور وشور سے ہورہی تھیں تلواریں، بھالے اور تیر کمانیں اسلحے خانے سے نکال کر تقسیم کی جارہی تھیں۔ انہوں نے کعب بن اسعد سے گفتگو کرنا چاہی اور اسے سمجھانا چاہا، لیکن وہاں تو نیتوں میں فتور پیدا ہو چکا تھا، وہ کوئی معقول بات سننے کے لیے تیار نہ تھے تو تو، میں میں تک نوبت پہنچی۔ بنی قریظہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان قطعاً کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ان کے ساتھ الجھنے سے روکا اور فرمایا اب یہ معاملہ گالی گلوچ سے طے نہیں ہوگا، اب معاملہ بہت آگے بڑھ گیا ہے۔

واپس آ کر انہوں نے اس عہد شکنی کی اطلاع حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اشارۃً کردی۔ رفتہ رفتہ یہ بات عام ہوگئی۔ مسلمانوں کی پریشانی کی حد ہوگئی۔ پہلے تو صرف بیرونی حملہ آور سے مقابلہ تھا،

Marfat.com

اب گھر بھی محفوظ نہ رہا۔ بنی قریظہ کے نوجوان کسی وقت بھی عقب سے حملہ کر کے حالات سنگین بنا سکتے تھے۔

غزوۂ احزاب کے دوران پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' تاجدارِ کائنات' حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے استدعا کی گئی کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ موقع کی مناسبت سے دعا فرمائیں۔آپ ﷺ نے درج ذیل دعا پڑھی اور تلقین فرمائی۔

''اے اللہ! ہماری عورتوں کے ستر پوشیدہ رکھ اور ہماری عزت و آبرو محفوظ رکھ۔''

ایک اور روایت اور دعا ان الفاظ پر مبنی ہے کہ

''یا اللہ! انہیں شکست دے اور ہمیں ان پر فتح نصیب کر۔''

روایات میں ہے کہ ایک دن آقائے دو جہاں ﷺ مسجدِ احزاب میں تشریف لے گئے وہاں اپنی چادر مبارک بچھائی۔ دیر تک ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں گریہ وزاری کرتے رہے۔

''اے اللہ تو کتاب نازل فرمانے والا اور جلد حساب لینے والا ہے۔ احزاب کو شکست سے دوچار فرما اور ان کے پاؤں اکھاڑ دے۔'' (صحیح البخاری، جلد 2 صفحہ 59)

خطرات میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ مشرکین کے لشکرِ جرار نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ بنو قریظہ کے حملہ آور ہونے کا خدشہ برقرار تھا۔ تقریباً ایک ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا، مسلمانوں کو رات کا چین نصیب تھا نہ دن کا آرام۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ تین روز لگاتار، سوموار، منگل اور بدھ کو ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان مسجدِ احزاب میں تشریف لاتے اور لشکرِ کفار کی شکست کے لیے اپنے ربّ کریم سے التجا کرتے۔ تیسرے روز پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کے رُخِ انور پر بشارت کے انوار چمکنے لگے۔ جب سورج ڈھل گیا تو پیغمبرِ اول و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! دشمن سے ملاقات کی تمنا نہ کرو۔ اللہ سے عافیت کی دعا مانگو اور جب دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو صبر کرو۔ اور خوب جان لو کہ جنت، تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔''

پھر حضورِ انور ﷺ نے یوں دعا فرمائی:

''اے اللہ! اے کتاب نازل کرنے والے۔ اے جلدی حساب کرنے والے۔ اے گروہوں کو شکست دینے والے۔ اے اللہ! ان مشرکین کو شکست دے اور ہمیں ان پر نصرت عطا فرما۔''

ایک روز صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! شدتِ خوف سے دل حلق تک آ گئے ہیں۔ کوئی ایسا ورد بتایئے جو ایسے اوقات میں ہم پڑھیں تو دلوں کو قرار اور سکون نصیب ہو۔ حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا یوں دعا کیا کرو:

Marfat.com

''اے اللہ! ہمارے پردے کی جگہوں پر پردہ ڈال دے اور ہمارے خوفوں کو امن سے بدل دے۔''

صحابہ کرام نے جب یہ ورد کیا تو سارے خوف کافور ہوگئے۔

غزوۂ احزاب کے اختتام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے اپنے لشکر (مسلمان) کو عزت بخشی اور اپنے بندے (محمد ﷺ) کی مدد فرمائی۔ احزاب (دشمن) کو مغلوب کیا انہیں ان کی حد تک پہنچایا۔ اب ان کے لیے کیا باقی رہ گیا۔'' (البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 111)

یہ دعائیں تو معمول کی دعائیں تھیں جو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے رب ذوالجلال سے فرمایا کرتے تھے۔ وہ حالات سے نہیں ڈرتے تھے۔ یہ حالات ان کو پریشان کرنے کے لیے ناکافی تھے۔ یہ تو بارگاہِ رب العزت میں عاجزی اور شکر پیش کرنے کے انداز تھے۔ جہاں تک ان حالات پر قابو پانے کا تعلق ہے تو جب حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے بنی قریظہ کے معاہدے کو توڑ دینے کی اطلاع دی اور اس کے سبب مسلمانوں میں کچھ پریشانی کے آثار پیدا ہوئے تو اس وقت ان غیر یقینی حالات میں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

''اے گروہِ مسلمانان! تمہیں خوشخبری ہو کہ اللہ کی نصرت و مدد تمہارے ساتھ ہوگی۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 527)

بنو قریظہ نے جب عہد شکنی کا فیصلہ کرلیا تو ان میں سے عمرو بن سعدی نے انہیں اس کے برے نتائج سے ڈرایا اور نصیحت کی کہ وہ یہ غلطی نہ کریں لیکن وہ اس پر بضد رہے۔ اس نے انہیں یہ بھی کہا کہ اگر تم اس نازک موقع پر محمد (ﷺ) کی امداد نہیں کرتے، تمہاری مرضی لیکن تم غیر جانبدار رہو۔ ان کو آپس میں لڑنے دو لیکن وہ نہ مانے۔ البتہ ان میں سے تین خوش نصیب اسد، اسید اور ثعلبہ، جن کا تعلق اس قبیلہ کی شاخ بنو سعنہ سے تھا، وہ اس معاہدہ پر ثابت قدم رہے اور لشکرِ اسلام میں جا کر شامل ہوگئے۔ بعد میں انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 527)

بنو قریظہ نے ایک دن یہ پروگرام بنایا اور ارادہ کیا کہ مدینہ طیبہ پر رات کی تاریکی میں حملہ کردیں۔ جب مسلمانوں کو ان کے منصوبے کا علم ہوا تو ان کی پریشانی کی حد نہ رہی لیکن حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے فوری طور پر حضرت سلمہ بن اسلام الاشہلی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دو سو مجاہدین اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین سو مجاہدین کو مدینہ طیبہ کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ وہ مدینہ طیبہ

Marfat.com

کی گلیوں میں چکر لگاتے تھے اور بلند آواز سے نعرہ تکبیر کہتے تھے جس سے سارا مدینہ گونج جاتا تھا۔ اس بروقت اقدام نے بنی قریظہ کے سارے منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ انہیں معلوم ہوگیا کہ مسلمان غافل نہیں ہیں اور اگر انہوں نے کوئی ایسی احمقانہ حرکت کی تو انہیں اس کی ایسی سزا ملے گی کہ آئندہ نسلیں بھی اسے یاد رکھیں گی۔

اس دوران مشرکین نے کسی کسی دن خندق پار کرنے یا اسے کاٹ کر راستہ بنانے اور عبور کرنے کے لیے بڑی زبردست کوششیں کیں۔ لیکن مسلمانوں نے بڑی عمدگی سے انہیں خندق سے دور رکھا۔ انہوں نے بارہا خندق کے ساتھ ساتھ اس غرض سے چکر لگائے کہ شاید انہیں کہیں ایسی جگہ مل جائے جہاں مسلمان تیر انداز موجود نہ ہوں لیکن یہ تو ان کی خام خیالی تھی۔ مشرکین نے جب بھی اور کہیں بھی خندق کے نزدیک آنے کی کوشش کی تو مجاہدین نے ان پر بڑی پامردی سے تیر اندازی کی اور پتھر برسائے اور ہر دفعہ مشرکین کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا اور خندق کے قریب آنے سے خوف کھانے لگے۔

دونوں فوجوں کے درمیان خندق حائل تھی اس لیے دست بدست اور خونریز جنگ کی نوبت نہ آ سکی بلکہ صرف تیر اندازی ہوتی رہی جس سے فریقین کے چند افراد مارے گئے جنہیں انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ یعنی چھ مسلمان اور دس مشرک جن میں دو مشرک مقابلے میں تلوار سے قتل کیے گئے۔

ام المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں جنگِ خندق میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے ہمراہ تھی۔ ان دنوں کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ سید دوعالم ﷺ اپنے خیمہ میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ کافی دیر تک حضورِ انور ﷺ نماز پڑھتے رہے پھر خیمہ سے باہر تشریف لے گئے اور کافی دیر تک گردوپیش کا جائزہ لیتے رہے پھر میں نے حضورِ پُرنور ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ:

> ''مشرکین کے سوار ہیں جو خندق کا طواف کر رہے ہیں۔ حضورِ پُرنور ﷺ نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔ انہوں نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ (ﷺ)! حضورِ انور ﷺ نے پوچھا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ عرض کی میرے ساتھ مجاہدین کا ایک گروہ ہے اور ہم حضورِ پُرنور ﷺ کے خیمہ کے اردگرد پہرہ دے رہے ہیں۔ فرمایا اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے لو اور خندق کا چکر کاٹو۔ مجھے مشرکین کے گھڑ سوار نظر آ رہے ہیں جو خندق کے گرد گھوم رہے ہیں۔ وہ اس تلاش میں ہیں کہ انہیں کوئی تنگ جگہ ملے اور وہاں سے وہ داخل ہو کر اچانک تم پر حملہ کر دیں۔''

پھر پیغمبرِ اول و آخر و اعظم نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمتِ دوعالم ﷺ نے دستِ دعا بارگاہِ رب العزت میں دراز کر کے عرض کی:

> ''اے اللہ! ان کے شر کو ہم سے دور کر دے اور ہمیں ان پر فتح عطا فرما۔ اے اللہ! ان کو مغلوب کر دے۔ تیرے سوا ان کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا۔''

Marfat.com

تعمیل ارشاد کے لیے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر خندق کا چکر لگانے کے لیے روانہ ہوئے۔ اچانک وہ کیا دیکھتے ہیں کہ ابوسفیان چند گھڑ سواروں کو اپنے ہمراہ لے کر خندق کی ایک تنگ جگہ سے گھسنے کی کوشش کر رہا ہے۔ مجاہدین نے ان کو للکارا اور ان پر پتھر اور تیر برسانے شروع کر دیئے۔ تیروں کی ایسی بارش کی کہ وہ سراسیمہ ہو کر راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم جب واپس آئے تو حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف تھے۔ ہم نے سارا ماجرا عرض کیا۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"اللہ تبارک تعالیٰ عباد پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے یہ ہر وقت حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کے پاس رہتے تھے اور اس کا پہرہ دینے میں ذرا غفلت نہ کرتے تھے۔"

مشرکین نے خندق کو عبور کرنے کی بار بار کوشش کی لیکن انہیں کبھی کامیابی نہ ہوئی۔ دونوں طرف سے ایک دوسرے پر سنگ باری اور تیر اندازی کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

مشرکین نے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن ابوسفیان اپنی فوج کے دستہ کو لے کر خندق کے قریب آ کر کھڑا ہو جاتا، دوسرے روز عکرمہ بن ابی جہل اور تیسرے روز ضرار بن خطاب الفہری۔ یہ لوگ اپنے گھوڑے دوڑاتے، مسلمانوں پر تیر برساتے اور حملہ کے وقت اپنے تیر اندازوں کو اپنے آگے آگے رکھتے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 530)

جب کفار کی انفرادی کوششیں ناکامی سے دوچار ہوگئیں تو ایک رات انہوں نے طے کیا کہ صبح سویرے سارا لشکر اجتماعی طور پر اس جگہ حملہ کرے گا جہاں حضور پُر نور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیمہ نصب ہے۔ ساری رات تیاریاں کرنے اور منصوبہ بنانے میں گزار دی۔ حضورِ انور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غیر معمولی سرگرمیوں کو دیکھ کر خطرہ کا احساس فرما لیا اور اسلام کے سارے جانبازوں کو حکم دیا کہ سب ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں۔ کفار اگر حملہ کریں تو ان کا منہ توڑ جواب دیں۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا اگر تم جنگ میں صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو گے اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو گے تو فتح و کامرانی تمہارے قدم چومے گی۔

صبح ہوتے ہی کفار کے دستے مختلف اطراف سے خندق کے قریب آ گئے اور ان کا وہ دستہ، جو نہایت منظم اور پوری طرح مسلح تھا، اس نے سارا زور اس قبہ مبارکہ پر حملہ کرنے میں لگا دیا جس میں حضورِ انور رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اس دستہ کی قیادت خالد بن ولید کے ہاتھ میں تھی۔ سارا دن جنگ جاری رہی۔ کچھ کچھ وقفہ کے بعد ان کے تازہ دم سپاہی اپنی پوزیشنیں سنبھال لیتے اور مسلمانوں پر تازہ جوش و خروش سے حملہ کرتے۔ مسلمانوں نے بھی اپنے آقا کی حفاظت اور اسلامی پرچم کو بلند رکھنے کے لیے جان کی بازی لگا

Marfat.com

دی۔ سارا دن گھمسان کا رن پڑتا رہا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ اور جان نثار غلام صبح سے غروب آفتاب تک اپنی اپنی جگہ پر ڈٹے رہے، کوئی شخص ایک انچ ادھر ادھر نہیں سرکا۔ یہاں تک کہ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرنے کی بھی کسی کو فرصت نہ ملی۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو کفار کی فوجیں اپنی اپنی خیمہ گاہوں میں واپس آ گئیں۔ مسلمان بھی اپنے مورچوں میں لوٹ آئے۔ واپسی سے پہلے سرکارِ دو جہاں ﷺ نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ دو سو مجاہدین کے ساتھ خندق کی حفاظت کریں۔

اچانک خالد کی قیادت میں مشرکوں کے سواروں کا ایک دستہ پلٹ کر حملہ آور ہوا۔ انہیں یہ غلط فہمی تھی کہ دن بھر کے تھکے ماندے مسلمان آرام کر رہے ہوں گے۔ لیکن جب دو سو مجاہدین کی کمانوں سے نکلنے والے تیروں نے ان کو اپنا نشانہ بنانا شروع کیا تو انہیں خائب و خاسر واپس لوٹنا پڑا۔ خالد کے اس دستہ میں وحشی بھی تھا۔ اس نے اپنا چھوٹا نیزہ سنبھالا، اسے لہرایا اور تاک کر حضرت طفیل بن نعمان یا طفیل بن مالک بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ کو مارا جس سے آپ شہید ہو گئے۔

حضورِ انور، رسولِ اکرم، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ اپنے خیمہ میں واپس تشریف لائے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا پھر انہوں نے اقامت کہی اور سب نے اپنے آقا کی اقتدا میں ظہر کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں اقامت کے ساتھ ادا کی گئیں۔ اگرچہ صبح سے نصف شب تک مصروفِ جہاد رہنے کے باعث جسم تھکاوٹ سے چور چور تھے لیکن جب اپنے کریم اور رحیم رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کے لیے حاضر ہوئے تو گویا تھکن کا نام و نشان تک نہ تھا، بالکل تازہ دم تھے۔

"حضور ﷺ نے ہر نماز اس حسن و خوبی سے ادا کی جس طرح حضور پُر نور ﷺ کا معمول تھا۔"

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 590 ...... امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 185)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا شوقِ شہادت

غزوۂ خندق میں عورتوں اور بچوں کو محفوظ مقامات پر پہنچا دیا گیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اُمِ سعد رضی اللہ عنہا ایک ہی حویلی، قلعہ میں مقیم تھیں۔

غزوۂ احزاب کے دوران ایک دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کسی کام سے مدینہ طیبہ آئے اور اب وہ واپس محاذ پر جا رہے تھے۔ ان کا گزر اس حویلی کے پاس سے ہوا جہاں ان کی والدہ ماجدہ کچھ اور خواتین کے ساتھ قیام پذیر تھیں۔ شاید وہ وہاں سے اس لیے بھی گزرے ہوں کہ جاتے جاتے والدہ ماجدہ کو سلام بھی کر لیں گے اور ان کی دعائیں بھی لے لیں گے۔

اس دن انہوں نے ایک چھوٹی زرہ پہن رکھی تھی جس سے ان کے ہاتھ باہر تھے۔ حضرت سعد بن معاذ

Marfat.com

رضی اللہ عنہ کے ایک ہاتھ میں بھالا تھا جسے وہ بار بار زمین پر مارتے جا رہے تھے اور یہ کہتے جا رہے تھے کہ
''ذرا ٹھہر، ابھی لڑائی میں حملہ کرتا ہوں، شرکت کرتا ہوں اگر مقررہ وقت آ ہی پہنچا ہے تو پھر موت سے کیا ڈر؟''

اس کی والدہ اُمِ سعد رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بیٹا! پہلے ہی دیر ہو چکی ہے تم فوراً اسلامی لشکر میں جا کر شامل ہو جاؤ۔
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اس زرہ کے چھوٹے پن کو اور دوسری خواتین نے بھی محسوس کیا کیونکہ اس زرہ سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ نمایاں طور پر باہر تھے اور بے حفاظت تھے۔ زرہ کی اس خامی کو اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی شدت سے محسوس کیا اور انہیں اسلام کے ایک عظیم سپوت، جلیل القدر صحابی کے ہاتھوں کی حفاظت کی فکر لاحق ہوئی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کچھ دور چلے گئے تو میں نے ان کی والدہ ماجدہ سے کہا کہ کاش حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زرہ پوری ہوتی۔ ان کی والدہ ماجدہ نے کہا کہ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں ان کے ہاتھ پر کوئی تیر نہ لگ جائے۔ ماں کا دل اپنی اولاد کے لیے بہت نرم و حساس ہوتا ہے۔ ان کا لاشعور آنے والے واقعات کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ ماں کا خدشہ درست ثابت ہوا دورانِ جنگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی نبض پر ایک تیر لگا وہ زخمی ہو گئے۔ جس سے نبض والی شریان کٹ گئی۔ اور کافی مقدار میں خون بہنے لگا۔ یہ تیر ایک مشرک حبان بن قیس بن عرقہ نے مارا تھا۔

اپنے زخم کو مہلک خیال کرتے ہوئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور بارگاہِ خداوندی میں ملتجی ہوئے۔ اے پروردگارِ عالم! اگر ابھی جنگ باقی ہے تو مجھے قریش سے لڑنے کے لیے زندہ رکھ کیونکہ انہوں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا ہے۔ انہوں نے تیرے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سرزمینِ مکہ سے نکال دیا ہے۔ اور مجھے اس قوم سے جنگ کرنا پسند ہے جس قوم نے تیرے نبی کو اذیت پہنچائی ہے اور اس کو جھٹلایا ہے۔

اگر جنگ ختم ہو چکی ہے تو اس زخم کو میری شہادت کا سبب بنا دے اور مجھے درجۂ شہادت پر فائز کر۔ اے میری سانسوں کے مالک! اے خدائے رحیم و کریم! جب تک بنی قریظہ کی طرف سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوں مجھے موت نہ دینا۔ (البدایہ والنہایہ، جلد 4 صفحہ 108 ...... سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 4 صفحہ 537)

حضرت صفیہ کی بہادری

جب بنی قریظہ کے یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمان توڑ کر مشرکین کے ساتھی بن گئے تو وہ عملی طور پر مشرکین کے حق میں میدانِ جنگ میں آنے لگے۔ ان دنوں مسلمانوں کو حراساں و پریشان کرنے کے لیے یہودیوں کے آدمیوں کی ٹولیوں نے ان قلعوں، حویلیوں کے اردگرد چکر لگانے شروع کر دیے جہاں مسلم

Marfat.com

خواتین اور بچے ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا، سرکارِ دو عالم ﷺ کی پھوپھی صاحبہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک یہودی کو مشکوک حالت میں اپنے قلعہ کے اردگرد گھومتے دیکھا۔ میں نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ اس یہودی کو بار بار ادھر آتے دیکھ رہے ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ یہ دوسرے یہودیوں کو جا کر بتائے گا کہ ہماری حفاظت کے لیے کوئی پہرہ دار نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہم پر حملہ کر دیں۔ حضورِ انور ﷺ اور صحابہ کرام سب دشمن کے سامنے صف بستہ ہیں، بہتر ہے کہ آپ نیچے اتریں اور اس یہودی کا کام تمام کر دیں انہوں نے کہا:

"اے عبدالمطلب کی صاحبزادی! اللہ تبارک تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ بخدا آپ جانتی ہیں کہ یہ کام میرے بس کا نہیں۔"

ان کا یہ جواب سنا تو میں نے اپنا کمر بند کس کر باندھ لیا۔ ایک لٹھ پڑی ہوئی تھی، اسے اٹھالیا اور نیچے اتر آئی۔ جب وہ یہودی میرے پاس سے گزرا تو میں نے وہ لٹھ اس کے سر پر دے ماری۔ اسی وقت اس کی جان نکل گئی۔ اس سے فارغ ہو کر میں اوپر آئی اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ میں نے اس منحوس کا کام تمام کر دیا ہے۔ اگر وہ مرد نہ ہوتا تو میں اس کا لباس اتار لیتی۔ آپ جائیں اور اس کا لباس اتار لائیں۔

انہوں نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا اب اس مردے کا سر کاٹ کر تو یہودیوں کی طرف پھینک دو۔ آپ نے انکار کر دیا۔ پھر میں نے اس کا سر کاٹا اور یہودیوں کے گھروں کی طرف پھینک دیا۔ جب انہوں نے ایک یہودی کا کٹا ہوا سر اپنے ہاں دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ مسلم خواتین کے محافظ موجود ہیں۔ اگر نیت بد سے کسی نے ادھر جانے کا قصد کیا تو اس کا انجام بڑا عبرتناک ہوگا۔ پھر کوئی یہودی ہمارے قلعے کی طرف نہیں آیا۔

منافقین جواب تک مصلحت بینی کے پیشِ نظر بادل نخواستہ اسلامی لشکر میں شامل تھے۔ اب انہوں نے برملا کھسکنا شروع کر دیا۔ وہ طرح طرح کی بہانہ سازیاں کرنے لگے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان حالات میں بھی ثابت قدمی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

دونوں فوجوں کو ایک دوسرے کے آمنے سامنے ڈٹے ہوئے کوئی دو ہفتے گزر گئے ہیں اور ابھی تک مشرکین کے بے نیل و مرام پلٹ جانے کے آثار نہیں ہیں۔ مشرکین کو بھی مشکلات کا سامنا ہے۔ وہ اپنے ساتھ اتنا راشن نہیں لائے تھے کہ مہینوں بیٹھ کر اسے کھا سکیں۔ جنگ کے لیے اتنے زیادہ دن رک جانے کا پروگرام تو ان کے منصوبے میں نہ تھا اور نہ ہی یہ عرب میں معمول تھا کہ جنگ کا فیصلہ ایک دو دنوں میں نہ ہو جائے۔ یہ تو خندق کی وجہ سے مجبوری تھی جسے وہ جیسے تیسے کر کے نبھا رہے تھے۔ اتنی تیاریوں کے بعد، اتنے بڑے لشکر کے ساتھ اتنی دور سے آ کر بغیر کچھ حاصل کیے پلٹ جانا انہیں بہت ذلت آمیز لگ رہا تھا۔ اس لیے

Marfat.com

انہوں نے حیی بن اخطب کے ذریعے بنی قریظہ سے سامان خورونوش کا بندوبست کیا تا کہ کچھ دن اور ٹھہر سکیں۔ ادھر مسلمان بھی لگاتار محاصرہ اور بنی قریظہ کی غداری کے سبب کچھ پریشان سے تھے۔

ان حالات میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے کفار کی جمعیت اور طاقت کو منتشر کرنے کے لیے بنی غطفان کے سرداروں عیینہ بن حصن اور ابوالحارث بن عمرو سے بات چیت شروع کی۔ انہیں فرمایا اگر تم محاصرہ اٹھا کر چلے جاؤ تو مدینہ کی کھجوروں کا تیسرا حصہ تمہیں دے دیا جائے گا۔ انہوں نے اس پر آمادگی کا اظہار کیا۔

اسی اثناء میں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ عیینہ بن حصن اپنے پاؤں پھیلائے حضورِ انور ﷺ کے سامنے بیٹھا ہے۔ ان سے یہ گستاخانہ حرکت برداشت نہ ہوسکی اسے ڈانٹ کر کہا:

''اے بندر کی آنکھوں والے! کیا تم اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے سامنے یوں پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے ہو۔ اگر یہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس نہ ہوتی تو بخدا میں اس نیزے سے تمہارا پیٹ پھاڑ دیتا۔''

ابھی یہ بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' حضورِ انور' نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا۔ وہ حاضر ہوئے تو انہیں ساری گفتگو سے آگاہ کر دیا۔ انہوں نے عرض کی: اے ہمارے آقا! اگر یہ معاہدہ حضورِ انور ﷺ کو پسند ہے اور خوشی کا باعث ہے تو ہمیں منظور ہے۔ اگر یہ اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان ہے تو بھی ہمیں مجال انکار نہیں۔ اور اگر حضورِ انور ﷺ محض ہماری سلامتی کے پیشِ نظر یہ معاہدہ کر رہے ہیں تو پھر ہم یہ معاہدہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔

جب ہم کافر اور مشرک تھے، اس وقت بھی ہم ان قبائل کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ بطورِ مہمان یا خرید کر تو یہ مدینہ کی کھجوریں کھا سکتے تھے، ویسے زبردستی کسی کو کھجور کا ایک دانہ بھی لینے کی جرأت نہیں تھی۔ اب تو ہمیں اللہ تبارک تعالیٰ نے عزتِ اسلام سے مشرف کیا ہے۔ ہماری غیرتِ ایمانی اور حمیتِ اسلامی کب گوارا کر سکتی ہے کہ وہ یونہی ہماری کھجوروں میں حصہ دار بن جائیں۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو محض تمہاری سلامتی کے پیشِ نظر ان سے یہ بات چیت شروع کی ہے۔ اس تاریک ماحول میں، ان صبر آزما مشکلات میں غیرت و جرأت کا یہ مظاہرہ دیکھ کر حضور پُرنور ﷺ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے عرض کی:

''ہمارے پاس انہیں دینے کے لیے صرف تلوار ہے، یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے۔'' (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 486...... زرقانی جلد 2 صفحہ 113)

Marfat.com

ان ہی دنوں انصار صحابہ کی ایک جماعت اپنے ایک شہید کو دفن کرنے کے لیے مدینہ آئی۔ راستے میں اتفاق سے انہیں قریش کے بیس (20) اونٹ مل گئے جن پر گیہوں کھجوریں اور بھوسہ لدا ہوا تھا۔ رسد کا یہ سامان حیی بن اخطب نے قریش کو تقویت پہنچانے اور ان کی مدد کرنے کے لیے روانہ کیا تھا۔ انصاری صحابہ کرام کی یہ جماعت ان سب اونٹوں کو ہانک کر لے آئی اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیے۔

رسد کا یہ سامان مل جانے سے مسلمانوں کو فراغت و آرام و اطمینان نصیب ہوا۔ ابوسفیان کو جب اپنے اس نقصان کا علم ہوا تو کہنے لگا۔

یہ حیی بڑا ہی منحوس ہے۔ اس نے وہ جانور بھی گنواں دیے جن پر واپسی میں ہم سامان اٹھا کر لے جاتے۔

اہلِ ایمان کے صبر و خلوص کا جب امتحان ہو چکا تو نصرتِ خداوندی رُونما ہونے لگی۔ بنی غطفان کا ایک نوجوان نعیم بن مسعود عامر بن غطفان بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے میرے دل کو نورِ ایمان سے منور کر دیا ہے۔ میرے مسلمان ہونے کی کسی کو خبر نہیں، اگر میں کسی خدمت کے قابل ہوں تو ارشاد فرمایئے، دل و جان سے حاضر ہوں۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا تم تنہا تو اس آڑے وقت میں اسلام کی کوئی نمایاں خدمت نہیں کر سکتے۔ البتہ اگر کسی طرح تم دشمن کی صفوں میں انتشار پیدا کر دو تو یہ ہماری بڑی امداد ہوگی۔ ''یہ جنگ ہے اور جنگ میں ایسی تدبیر جائز ہے۔''

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بنی قریظہ کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ وہ اپنے قبیلہ سے کھسک کر ان کے ہاں گیا۔ اور انہیں جا کر کہا میری جو دلی محبت اور دیرینہ تعلقات تمہارے ساتھ ہیں، ان کا تمہیں بخوبی علم ہے۔ انہوں نے کہا بے شک ہمیں تم پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ پھر اس نے بڑے راز دارانہ انداز میں کہا: قریش اور غطفان کے قبائل مدینہ پر حملہ کے لیے آئے ہیں اور تم نے مسلمانوں سے دوستانہ معاہدہ توڑ کر ان کی امداد کا اعلان کر دیا۔ لیکن تمہاری اور ان کی حالت یکساں نہیں۔ تمہاری یہاں رہائش ہے، تمہارے بال بچے، مال و منال اور زمین و مکان سب یہیں ہیں۔ تم کسی حالت میں انہیں چھوڑ کر یہاں سے نہیں جا سکتے۔ لیکن ان کے اہل و عیال اور مال و متاع یہاں سے بہت دور اپنے اپنے علاقہ میں محفوظ ہیں۔

انہیں موقع ملا تو وہ مسلمانوں پر حملہ کریں گے اور کامیابی کی صورت میں ان کی ہر چیز پر قبضہ کر لیں گے۔ بصورتِ دیگر وہ یہاں سے چلے جائیں گے اور تمہیں تنہا چھوڑ دیں گے۔ خود سوچ لو، کیا ایسی صورت میں تم تنہا اس شخص (محمد ﷺ) کا مقابلہ کر سکتے ہو۔ میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ تم جنگ چھڑنے سے پہلے انہیں کہو کہ وہ چند معتبر لوگ تمہارے پاس بطورِ یرغمال بھیج دیں تاکہ تمہیں یقین ہو جائے کہ وہ کسی حال میں تمہیں مسلمانوں

Marfat.com

کے رحم و کرم پر چھوڑ کر اپنے وطن نہیں لوٹیں گے۔ بنی قریظہ کے یہودی اس کی بات سے بڑے متاثر ہوئے۔ کہنے لگے: ''تم نے ہمیں صحیح مشورہ دیا ہے۔''

وہاں سے نکل کر حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ قریش کے پاس آئے اور ابوسفیان اور چند چیدہ قریشیوں سے جا کر ملے اور کہا، میرے تمہارے ساتھ عرصہ دراز سے دوستانہ مراسم ہیں، اسے تم خوب جانتے ہو۔ اور پیغمبرِ اسلام سے مجھے جو عداوت ہے وہ بھی تمہیں معلوم ہے۔ مجھے ایک خبر ملی ہے۔ دوستی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ میں وہ خبر تمہارے گوش گزار کر دوں لیکن خدارا کسی کو نہ بتانا اور یہ راز فاش نہ کرنا۔ انہوں نے اسے یقین دلایا کہ یہ راز افشا نہیں ہونے دیا جائے گا۔

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ بنی قریظہ کا دوستانہ معاہدہ مسلمانوں کے ساتھ تھا جو انہوں نے توڑ دیا اور تمہارے ساتھ مل گئے۔ اب وہ اس عہد شکنی پر بڑے پچھتا رہے ہیں۔ انہوں نے اظہار ندامت کرتے ہوئے معاہدہ کی تجدید کے لیے گفت و شنید شروع کر دی ہے۔ انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہا ہے کہ ہم اپنی وفاداری کے اظہار کے لیے قریش اور غطفان کے چند مقتدر آدمی کسی طرح بلا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ آپ ان کو قتل کر دیجئے۔ پھر ہم آپ کے ساتھ مل کر کفار پر حملہ کر دیں گے اور انہیں مار بھگائیں گے۔ پیغمبرِ اسلام نے ان کی یہ تجویز منظور کر لی ہے۔ اگر یہودی تم سے بطورِ رہن چند آدمی طلب کریں، تو خبردار ایک آدمی بھی نہ بھیجنا۔

حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ تو سردارانِ قریش کی محفل سے اٹھ کر واپس آ گئے لیکن عمائدینِ قریش مختلف اندیشوں میں مبتلا ہو گئے اور طرح طرح کے خیالات نے ان کے قلب و نظر کو گھیر لیا۔ ایک دم انہیں ایسا لگا کہ جیسے ان کے جوش و خروش پر برف پڑ گئی ہو۔ جیسے ان کے منصوبے ناکام ہو گئے ہوں۔ اس کے بعد حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ بنو غطفان کے پاس گئے اور ان سے کہا تم میری اصل اور میرا خاندان ہو۔ تمہیں اپنا عزیز سمجھتے ہوئے سمجھا رہا ہوں اور تمہیں مجھ پر کوئی شبہ نہیں انہوں نے کہا کہ نہیں۔ ہمیں آپ پر پورا اعتماد ہے۔ اس کے بعد حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی وہی بات کہی جو انہوں نے قریش سے کہی تھی کہ اپنے آدمی ہرگز یرغمالی کی حیثیت سے نہ دینا۔

اتفاق کی بات ہے کہ ہفتہ کی رات کو ابوسفیان نے عکرمہ بن ابی جہل اور ورقہ بن غطفان کو چند دوسرے سرداروں کے ساتھ یہود کے پاس روانہ کیا اور انہیں کہلا بھیجا کہ ہم یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ ہمارے جانور ہلاک ہو رہے ہیں اور خود ہم بھی طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ محاصرہ کو اب مزید طول دینا ہمارے لیے ممکن نہیں۔ اس لیے اب مزید تاخیر کیے بغیر ہمیں کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہیے۔ کل ہم سامنے سے مسلمانوں پر حملہ کریں گے اور تم پیچھے سے ہلہ بول دو تا کہ اس مخمصہ سے جان چھوٹے اور ہم فارغ ہو کر

Marfat.com

اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں۔

یہود نے جواب دیا کہ کل یوم سبت (ہفتہ) ہے اور ہم اس روز کوئی کام نہیں کرتے۔ دوسرا ہم مسلمانوں سے دشمنی کا خطرہ مول لینے سے پہلے یہ یقین کرنا چاہتے ہیں کہ تم کسی وقت ہمیں بے یارومددگار چھوڑ کر چلے تو نہیں جاؤ گے۔ اور ہمیں تمہارے خلوص کا تب یقین آئے گا جب چند معزز آدمی تم ہمارے پاس بطورِ رہن بھیج دو۔ اگر تمہیں یہ شرط منظور نہیں، تو پھر ہم محمد (ﷺ) کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتے۔ تم تو کل گھروں کو چلے جاؤ گے۔ ہم یہاں سے بھاگ کر کہاں سر چھپائیں گے؟

جب اس وفد نے بنی قریظہ کی گفتگو ابوسفیان وغیرہ کو جا کر بتائی، تو وہ کہنے لگا بخدا نعیم نے جو اطلاع ہمیں دی تھی، وہ درست ہے۔ ابوسفیان نے ان کی یہ شرط ماننے سے صاف صاف انکار کر دیا۔ اس طرح بنی قریظہ کو یقین ہو گیا کہ نعیم نے جو مشورہ دیا تھا، وہ صحیح تھا۔ انہوں نے حملہ آور لشکر کو کہلا بھیجا کہ جب تک تم اپنے آدمی بطورِ یرغمال ہمارے پاس نہیں بھیجو گے، ہم تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں۔ اس طرح اللہ تبارک تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ ایک دوسرے سے بدگمان ہو گئے اور اسلام کے خلاف ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔

اس طرح حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تدبیر کارگر ثابت ہوئی اور اتحادیوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور ان کی حملہ کرنے کی قوت پر کاری ضرب پڑی۔ اس دوران بنی نضیر کے سردار اور فتنہ کے سرخیل حیی بن اخطب نے صورتحال کو سنبھالنے کی مقدور بھر کوشش کی کہ یہود اور احزاب کے درمیان اتحاد کی فضا برقرار رہے لیکن بنو قریظہ اپنے مؤقف پر قائم رہے۔ انہوں نے حیی بن اخطب سے کہا:

> "جب تک وہ قریش اور غطفان سے ہمیں ستر آدمی نہیں دیں گے ہم مسلمانوں کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔" (السیرۃ الحلبیہ، جلد 2 صفحہ 362)

اتحادیوں میں اختلاف زیادہ بڑھا تو یہود نے مسلمانوں سے رابطہ کر کے پیش کش کی کہ بنی نضیر کو واپس آنے کی اجازت پر ہم صلح کے لیے تیار ہیں لیکن آپ نے یہود کی یہ شرط ماننے سے انکار کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ، جلد 4 صفحہ 113)

جاڑے کا موسم تھا اور اب تک راتوں کو شدید سردی پڑ رہی تھی، سامان رسد بھی آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا۔ یہود کے ساتھ تعلقات بھی ٹوٹ چکے تھے۔ حوصلے پست اور ہمت ٹوٹ چکی تھی۔

بالآخر حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شبانہ روز مناجاتیں اور دعائیں رنگ لائیں اور جبرائیل امین نے حاضر خدمتِ اقدس ہو کر بشارت دی کہ اللہ تبارک تعالیٰ عنقریب سرد ہوائیں، آندھی بھیجنے والا ہے اور غیر مرئی لشکروں کے ساتھ امداد کرنے والا ہے۔

Marfat.com

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ یہ خوشخبری پا کر بے حد مسرور ہوئے اور اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حسبِ وعدہ رات کو آندھی آئی اور مشرکین کے پڑاؤ پر اس شدت کی آئی کہ سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ خیمے اکھڑ گئے اور دور جا پڑے۔ کھانا رکھنے اور پکانے کے برتن، ہانڈیاں، دیگیں وغیرہ الٹ گئے اور لڑھک گئے۔ اس آندھی میں بلا کی سردی تھی مشرکین کے جسموں سے یخ بستہ ہوائیں ٹکرا رہی تھیں۔ انہیں کسی پل چین نہیں تھا۔ اس طوفان کو انہوں کے قہرِ خداوندی جانا اور وہ سب اپنے اپنے طور پر بہت خوف زدہ ہوگئے۔ سردی ان کی ہڈیوں میں اترنے لگی۔

اس سرد ہوا کے طوفان نے ان کے بستروں، برتنوں اور دیگر سامان کو مٹی مٹی کر دیا۔ ان کے جانور اونٹ اور گھوڑے بدک بدک کر بھاگنے لگے۔ پڑاؤ کو روشن رکھنے کے لیے جو مشعلیں روشن کی ہوئی تھیں وہ تمام بجھ گئیں اور گپ اندھیرا ہوگیا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔

کہیں کہیں تنبو لوگوں کے اوپر گر گئے، سارا سامان الٹ پلٹ ہوگیا اور لوگ ہوا کے شدید تھپیڑوں سے سامان کے اوپر گر گئے۔ اس طوفان نے مشرکین کے رہے سہے ہمت و حوصلے بالکل ختم کر دیئے اور ان کے دلوں میں ایک انجانا رعب و خوف بیٹھ گیا کہ ہر کوئی فوری لوٹ جانے کا سوچنے لگا۔

اس طوفانی سرد آندھی اور غیر مرئی لشکروں کا ذکرِ مبارک اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی آیت 9 میں یوں فرمایا ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ط (احزاب:۹)

ترجمہ ''پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جو تمہیں دکھائی نہ دیتے تھے۔''

مسلمان' آبادی اور درختوں کے قریب ہونے کی وجہ سے کسی حد تک محفوظ تھے یا پھر سردی اور آندھی کی شدت مشرکین کے پڑاؤ پر ہی زیادہ تھی اور وہ کھلے میں بھی تھے۔

بہر حال سردی ادھر بھی نا قابلِ برداشت تھی اور مسلمان اپنے کپڑے اوڑھ کر سمٹ کر بیٹھے تھے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ چاہتے تھے کہ اس وقت (اندھیری اور سخت سردی میں آدھی رات کے وقت) کوئی شخص دشمن کے کیمپ میں جائے اور وہاں کے مفصل حالات معلوم کر کے آئے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بدن پر صرف ایک چادر تھی جو بمشکل گھٹنوں تک پہنچتی تھی۔ اور میں سردی' شدت بھوک' نقاہت اور آندھی کے خوف سے اکڑوں بیٹھا تھا کہ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے اور پوچھا۔

حذیفہ؟ جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ میں حذیفہ ہوں' میں نے جواب دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا حذیفہ اٹھو

Marfat.com

اور جا کر دشمن کے حالات معلوم کر کے آؤ۔

میں نے اپنے اس خدشے کا اظہار کیا کہ کہیں گرفتار تو نہیں کرلیا جاوں گا؟ آپ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔تم نہیں پکڑے جاؤ گے۔

پھر میں نے گزارش کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے سردی بہت لگ رہی ہے۔اس پر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم‘ ہادیٔ انس و جاں‘ حضور پُرنور‘ نبی کریم‘ رؤف و رحیم‘ عالمِ خفا و غیوب‘ مخبرِ صادق ﷺ نے فرمایا اٹھو! اللہ تبارک تعالیٰ ہر سمت سے تمہاری حفاظت فرمائے گا۔پھر آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

”اے اللہ! حذیفہ کی آگے پیچھے دائیں بائیں اور اوپر نیچے سے حفاظت فرما۔“

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے ساتھ ہی سردی، نقاہت اور خوف کا احساس یکسر ختم ہو گیا اور میں بہت پھرتی اور چستی سے روانہ ہوا اور مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے میں کسی گرم جگہ (حمام) میں چل رہا ہوں۔

چنانچہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نہایت آسانی و اطمینان سے کفار کے کیمپ میں جا پہنچے۔انہیں قطعاً سردی نہیں لگ رہی تھی۔اندھیرے میں پہچانے جانے کا امکان بھی نہ تھا اس لیے وہ ہشاش بشاش کیمپ میں آزادانہ گھومتے رہے اور مشرکین کی بدحواسیوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کیمپ کے مرکز تک پہنچ گئے جہاں ابوسفیان کا ڈیرا تھا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہاں پہنچ کر میں نے مشرکین کا وہی برا حال و حالت دیکھی جو اوپر بیان کی جا چکی ہے۔بلکہ ان کا حال اس سے بھی برا تھا اور وہ سب بھاگنے کے لیے دماغی طور پر تیار بیٹھے تھے۔

نہ کوئی دیگچی چولہے پر ٹھہرتی اور نہ آگ جلتی حتیٰ کہ کوئی چیز بھی اپنی جگہ پر برقرار نہ تھی۔ان حالات میں ابوسفیان نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہر کوئی اپنے ساتھ والے کو چیک کرے کہ وہ کون ہے۔فرماتے ہیں‘ میں نے فوراً اپنے قریبی آدمی کا ہاتھ پکڑا اور پوچھا تم کون ہو؟ اس نے بتایا کہ میں عمرو بن العاص ہوں۔حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کام خوف کے مارے کیا۔اس کے بعد ابوسفیان نے لشکریوں سے خطاب کیا۔وہ کہہ رہا تھا یہ جگہ قیام کے لیے مناسب نہیں۔ہمارے مویشی ہلاک ہو رہے ہیں۔بنی قریظہ نے ہمارے ساتھ وعدہ خلافی کی ہے۔ہمارے چولہوں میں آگ تک نہیں جلتی۔یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔میں تو اب چلا تم بھی چلو۔حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس پوزیشن میں تھا کہ ابوسفیان کو قتل کر سکتا تھا لیکن راز افشا ہونے کے ڈر سے وہاں سے چلا آیا۔

تاجدارِ کائنات ﷺ اس وقت ایک منقش لبادہ اوڑھے نماز میں مشغول تھے۔مجھے دیکھ کر اس کا ایک کونا

Marfat.com

میرے اوپر کردیا۔ جب آپ ﷺ نے رکوع اور سجدہ کیا تو میں اس لبادہ سے باہر نکل آیا۔ جب آقائے دو جہاں ﷺ نے سلام پھیرا تو میں نے تفصیلی رپورٹ پیش کردی۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان اور اس کے لشکر کی ابتری اور بے چارگی کا آنکھوں دیکھا حال اور ان کے راہِ فرار اختیار کرنے کا ماجرا بارگاہِ رسالت مآب میں عرض کیا تو رحمتِ مجسم حضور پُرنور ﷺ خوشی سے ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ حضورِ انور ﷺ کے دندانِ مبارک کی سپیدی ظاہر ہوگئی۔

ابوسفیان جو اس ساری شرارت کا سرغنہ تھا، اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور کہا یارو! میں تو جارہا ہوں تم بھی کوچ کرو۔ تم دیکھ نہیں رہے کہ آندھی اور طوفان کا جھکڑ کیا قیامت ڈھا رہا ہے۔ ابوسفیان پر ایسی بدحواسی طاری تھی کہ اونٹ پر سوار ہونے سے پہلے اس کو عقال (رسی) کا کھولنا یاد نہ رہا۔ جب اس نے اسے ایڑ لگا کر اٹھانا چاہا تب اسے پتہ چلا کہ اس کا پاؤں رسی سے بندھا ہوا ہے۔ اسی حالت میں اس نے عقال کو تلوار سے کاٹا اور سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگ نکلا۔ قریش نے جب اپنے سپہ سالار اعظم کو یوں بزدلی کا مظاہرہ کرتے اور فرار ہوتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی بھاگ جانے میں عافیت سمجھی۔

جب بنو غطفان کو ابوسفیان کی تقریر کی تفصیلات کا علم ہوا اور انہیں معلوم ہوا کہ قریش واپس جارہے ہے تو وہ بھی وطن واپس ہوگئے۔ اس کے بعد تمام مسلمان واپس اپنے گھروں کو لوٹے اور ہتھیار کھول دیئے۔

(تاریخ طبری، جلد 2 صفحہ 52......السیرت الحلبیہ، جلد 2 صفحہ 327)

یوں مشرکینِ مکہ، کفارِ بنی غطفان اور یہود نے مل کر جو طوفان برپا کیا تھا وہ بیس (20) دنوں تک مدینہ منورہ کے افق پر چھائے رہنے کے بعد بالآخر اللہ تبارک تعالیٰ کے بھیجے ہوئے، نازل کردہ چند گھنٹوں کے طوفانِ برد و باد (طوفانی برفانی ہوا) سے شکست کھا گیا۔

جب سورج طلوع ہوا اور اس کی روشنی سے ہر جگہ اجالا ہوگیا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ کفار و مشرکین کے عساکر کا وہاں نام ونشان تک بھی نہ تھا۔ سب مدینہ کے قرب کو چھوڑ کر جاچکے تھے اور مدینہ منورہ کا مطلع بالکل صاف ہوگیا تھا۔

اس ناقابلِ یقین نظارے پر سب مسلمانوں نے اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد و ثناء کی کہ جس نے ان صبر آزما حالات میں انہیں صبر و ہمت و طاقت دی کہ ان کا مقابلہ جوانمردی سے کیا اور امداد غیبی بھیجی کہ بالآخر دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

جب سارا میدان، علاقہ کفار کے اس لشکرِ جرار سے خالی ہوگیا اور مشرکین خائب و خاسر اپنے اپنے راستوں پر چل دیئے اور نظروں سے اوجھل ہوگئے اور جب اطراف واکناف سے مدینہ طیبہ کی فضا دشمن کے منحوس وجود سے پاک ہوگئی تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے مجاہدینِ اسلام کو اپنے گھروں کو واپس

Marfat.com

جانے کی اجازت دے دی اور انہیں یہ خوشخبری بھی سنائی کہ

"اب ہم ان پر حملہ (چڑھائی) کیا کریں گے۔ وہ ہم پر حملہ آور نہیں ہوسکیں گے۔ اب ہم ان کی طرف جائیں گے۔"

اللہ تبارک تعالیٰ کی اس انوکھی امداد پر سب ہی خالق و مالک و قادر مطلق رب کی حمد و ثناء کرتے ہوئے اپنے گھروں کو کامیابی اور امن و سکون کے ساتھ لوٹ رہے تھے۔

اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادی انس و جاں، رہبر کائنات، انسانِ کامل، اصل الموجودات، سیّد المرسلین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا دل مبارک احساس تشکر سے لبریز تھا۔ چنانچہ صبح کو جب سب لوگ میدانِ محاذ سے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے تو حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی زبانِ مبارک حمد و ثناء کے یوں پھول برسا رہی تھی۔

"نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔ وہ وحدہ لا شریک ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے۔ وہی حمد کا مستحق ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ (قادر مطلق ہے)

ہم اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہیں توبہ کرتے ہوئے۔ عبادت کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے اور اپنے رب کی تعریفیں کرتے ہوئے۔

اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی امداد فرمائی اور تمام احزابی لشکروں کو تنہا شکست دی۔"

تمام مآخذ پر مجموعی اور گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ خندق، غزوۂ احزاب کے لیے کھدائی کا آغاز ماہِ شوال سن 5 ہجری بمطابق اوائلِ فروری 627 عیسوی میں ہوا۔ وہ اندازاً دس (10) دنوں میں مکمل ہوگئی۔ اس کی تکمیل کے ایک دو دن بعد احزابی لشکر پہنچ گئے اور انہوں نے اندازاً بیس (20) دن مدینہ طیبہ کا محاصرہ کئے رکھا اور پھر بے نیل و مرام غائب و خاسر لوٹ گئے۔ یعنی خندق کی کھدائی کے آغاز سے کفار و مشرکین کے نامراد لوٹ جانے تک مکمل ایک ماہ اور ایک دو دن (زائد) کا عرصہ لگ گیا۔

جنگِ احزاب، جنگِ خندق درحقیقت جان و مال کے نقصان کی جنگ نہ تھی بلکہ یہ اعصاب کی جنگ تھی برداشت و نباہ کی جنگ تھی۔ اس میں کوئی خونریز معرکہ پیش نہیں آیا لیکن پھر بھی یہ اسلامی تاریخ کی ایک فیصلہ کن جنگ تھی جس نے حالات کو، تاریخ کے دھارے کو، یکسر موڑ دیا۔

چنانچہ اس کے نتیجے میں کفار و مشرکین کی ہمت و حوصلے ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گئے اور ان پر روزِ روشن کی طرح یہ واضح ہوگیا کہ عرب کی کوئی بھی انفرادی و اجتماعی قوت مسلمانوں کی اس چھوٹی سی قوت کو جو مدینہ منورہ میں تیزی سے نشوونما پا رہی ختم نہیں کرسکتی۔

ایک اور حقیقت ان پر واضح ہوگئی تھی لیکن اسے وہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے اور وہ حقیقت یہ تھی محمد ﷺ

Marfat.com

رسول برحق ہیں۔ یہ دین سچا ہے اور اس کے ماننے والوں کو اللہ کی تائید و نصرت حاصل ہے۔

کیونکہ غزوۂ احزاب میں جتنی بڑی طاقت فراہم ہوگئی تھی اس سے بڑی طاقت فراہم (جمع) کرنا عربوں کے بس کی بات نہ تھی۔ اس لیے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے لشکرِ احزاب کی واپسی کے بعد فرمایا۔

''اب ہم ان پر چڑھائی کریں گے۔ وہ ہم پر چڑھائی نہیں کریں گے۔ اب ہمارا لشکر ان کی طرف جائے گا۔'' (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 590)

اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم' حبیبِ خاص' پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے ان کلمات طیبات کو سو فیصد پورا کیا۔

ابوسفیان کا حضور ﷺ کے نام خط

اپنے اتحادیوں کے لشکرِ جرار کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ابوسفیان کی فوج کشی بھی جب نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی اور غزوۂ احزاب میں ناکامی اور مایوسی کے سوا اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا تو وہ بوکھلا گیا اور لگا ہذیان بکنے۔ جھنجھلاہٹ کے اسی عالم میں اس نے میدانِ جنگ سے بھاگتے وقت حضور پُرنور، سرکارِ دو عالم، تاجدارِ کائنات ﷺ کے نام ایک خط لکھا جس کے ایک ایک لفظ سے کفار و مشرکین کا احساس محرومی جھلک رہا ہے۔ ایک ایک سطر سے شکست خوردگی نمایاں ہو رہی ہے۔ ابوسفیان کا یہ خط ابواسامہ الجشمی نے بارگاہِ اقدس میں پہنچایا اور حضرت ابی ابنِ کعب رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر تاجدارِ کائنات ﷺ کو سنایا۔ اس نے لکھا تھا۔

''اے اللہ تیرے نام کے ساتھ! لات اور عزیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آپ کی طرف ایک لشکرِ عظیم لے کر آیا ہوں۔ ہم نے یہ پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ ہم اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے جب تک تمہاری جڑیں اکھیڑ کر نہ رکھ دیں گے۔ میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے ہمارے ساتھ مقابلہ کرنے کو مکروہ جانا ہے اور ہمارے راستہ میں خندقیں کھود دی ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے، یہ چیز آپ کو کس نے سکھائی ہے۔ اگر ہم بفرضِ محال اس دفعہ واپس چلے گئے تو ہم پھر آئیں گے اور اُحد کی جنگ کی یاد کو تازہ کریں گے۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 551......امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 189)

ناکام و نامراد لوٹ جانے کے سبب احساس ذلت و مایوسی سے پُر نفرت کا جو لاوا ابوسفیان کے سینے میں ابل رہا تھا وہ اس نے قرطاس و قلم کے سپرد کر دیا۔ طنز کے زہر میں بجھی ہوئی یہ تحریر ایک مستقبل سے مایوس اور ہارے ہوئے جرنیل کی تحریر ہے جس میں در پردہ اپنی بے بسی کا ماتم کیا گیا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے یہ خط اس نے ابواسامہ الجشمی کے ہاتھ بھیجا۔ حضورِ انور رسول اللہ ﷺ اپنے خیمہ میں تشریف فرما تھے جہاں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر سنایا۔ حضور پُرنور سرکارِ دو عالم

Marfat.com

ﷺ نے اس کے جواب میں یہ گرامی نامہ تحریر فرمایا۔

حضور پُرنور ﷺ کا جوابی مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی جانب سے ابوسفیان بن حرب کی طرف

"یہ خط محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے ابوسفیان بن حرب کی طرف ہے۔ امابعد! عرصہ دراز سے اللہ تبارک تعالیٰ کے بارے میں شیطان تجھے دھوکہ دے رہا ہے اور یہ بات جو تو نے لکھی ہے کہ تم اپنا لشکرِ جرار لے کر ہماری طرف آئے ہو اور تم نے یہ پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس وقت تک واپس نہیں جاؤ گے جب تک ہمارا خاتمہ نہ کردو۔ تو یہ ایسی بات ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ تیرے درمیان اور اس چیز کے درمیان خود حائل ہو جائے گا۔ اور تم اس میں کامیاب نہیں ہو گے اور انجام کار فتح ہماری ہوگی۔ یہاں تک کہ لات وعزیٰ کو کوئی یاد نہیں کرے گا۔ اور یقیناً وہ دن آئے گا جب میں لات، عزیٰ، اساف، نائلہ اور ہبل کو توڑ کر ریزہ ریزہ کردوں گا اور اے خاندان بنی غالب کے احمق! میں تجھے اس روز یہ بات یاد کراؤں گا۔"

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 4 صفحہ 552)

غزوۂ خندق کے شہداء

اگرچہ محاصرے کے دوران کسی بڑے تصادم کی نوبت نہ آئی تاہم معمولی جھڑپوں اور دشمن کی تیراندازی سے آٹھ مجاہدینِ اسلام نے جام شہادت نوش کیا، جو سب کے سب انصار میں سے تھے۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

1- حضرت سعد بن معاذ (زخمی ہوئے، بعد میں اسی زخم کے باعث انتقال فرما گئے)
2- حضرت انس بن اوس بن عتیک
3- حضرت عبداللہ بن سہیل بن زید
4- حضرت طفیل بن النعمان
5- حضرت ثعلبہ بن عنمہ
6- حضرت کعب بن زید
7- حضرت قیس بن زید بن عامر
8- حضرت عبداللہ بن ابی خالد رضوان اللہ علیہم اجمعین

(سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 4 صفحہ 551)

Marfat.com

مقتولینِ کفار

مشرکین کی اتحادی افواج کے درج ذیل چار جنگجو مارے گئے۔ یہ تعداد وہ ہے جنہیں مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے مردہ دیکھا۔ اس تعداد میں وہ شامل نہیں ہیں جو زخمی ہوئے اور پھر بعد میں ان زخموں کے سبب ہی مر گئے۔

1-عمرو بن عبدِ ود

2-نوفل بن عبداللہ

3-عثمان بن منبہ

4-حسل بن عمرو بن عبدِ ود

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 116)

Marfat.com

غزوۂ بنی قریظہ

غزوۂ بنی قریظہ اللہ تبارک تعالیٰ کے فوری حکم کے تحت غزوۂ خندق سے واپسی کے فوراً بعد اسی دن ماہِ ذی قعدہ سن 5 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

غزوۂ بنی قریظہ کو روایتی انداز سے شروع کرنے کے بجائے اس انداز سے اس کی ابتدا کرنا میری مجبوری ہے۔ میں اپنے دل کی بات کہے بغیر اس میں آگے خوش اسلوبی سے نہیں بڑھ سکوں گا۔

میں اس موضوع پر پہلی جلدوں میں اپنے جذبات و خیالات کا اظہار تفصیل سے کر چکا ہوں اور یہ بھی بتا چکا ہوں کہ یہودیوں کا یہ انجامِ بد کیوں ہوا اور اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں ازلی بدنصیب کیوں بنا دیا۔ اس کے باوجود مجھے ان کے دینِ اسلام کی فلاحِ دارین سے محروم رہ جانے کا بہت دکھ ہے۔

اور جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے، دیکھتے ہوئے اور دینِ اسلام، پیغمبرِ اسلام اور مسلمانوں میں خیر ہی خیر کا مشاہدہ کرتے ہوئے بھی دینِ اسلام کی فلاحِ دارین سے محروم رہے تو میں پہروں ان کی بدنصیبی پر افسوس کرتا رہتا ہوں اور اللہ تبارک تعالیٰ کی کتنی ہی مختلف شانیں دیکھتا ہوں۔

کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ ذرّہ ذرّہ اس کی نگاہ میں ہے۔ وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور وہ سراسر حق پر مبنی ہوتا ہے۔ حالات اس کے ارادۂ اس کی کرنی کے مطابق خود بخود ڈھلتے جاتے ہیں، بنتے جاتے ہیں اور انجام کار وہی ہوتا ہے جو اس نے کسی کا مقدر کر دیا ہوتا ہے۔ اور بطورِ فرد یا بطورِ قوم یہ مقدر بھی ہم خود ہی لکھواتے ہیں۔ صاحبِ عقل ہوتے ہوئے بھی ہم بے شمار ایسی کم عقلی کے کام کرتے ہیں، ایسی ناسمجھی کی باتیں کرتے ہیں جو اچھے انجام سے ہمیں کوسوں دور لے جاتی ہیں۔

مجھے ان کے بارے میں یہ دکھ ہے کہ دینِ اسلام ان کے سامنے تمام رعنائیوں، رحمتوں، نورانی روشنی، اصولوں اور ایک خدائی نظم و ضبط کے ساتھ موجود تھا اور پھر بھی وہ اس سے محروم رہے۔

دینِ اسلام کے پیروکار گو کہ انہیں ابتدائی دنوں میں خستہ حال لگے ہوں گے لیکن وہ اپنے اختیار کردہ دین اور اس کے نظامِ حیات سے بے انتہا مطمئن اور خوش تھے اور یہ اطمینان اور خوشی ان کے چہروں سے عیاں تھی۔ یہ اسے بھی دیکھ کر متاثر نہ ہوئے۔

ان کے چند لوگوں نے دینِ اسلام اختیار کر لیا تھا اور انصار مدینہ سے پہلے ان کے دیرینہ مراسم تھے۔

Marfat.com

انصار نے جس طرح سے مہاجرین کے متعلق ذمہ داریاں نبھائیں، بھائی چارہ پیدا کر کے جس طرح مدد کی اور اس ماحول میں وہ جتنے مطمئن، خوش، فعال، اور پرذہانت' کھری کھری صاف بات کرنے والے تھے' ان سے بھی انہوں نے کچھ نہیں سیکھا۔

گزشتہ ان ساڑھے چار سالوں میں انہوں نے دینِ اسلام کو زندگی کے ہر پہلو میں ترقی پذیر ہی دیکھا، مضبوط سے مضبوط تر ہوتے دیکھا۔ پھر بھی وہ اس کی طرف حائل نہیں ہوئے۔

ان کے دینِ اسلام کی رحمتوں، نعمتوں، فلاحِ دارین سے محروم رہ جانے کا دکھ ہے کہ جو
صدیوں پہلے نبی آخرالزمان (ﷺ) کا دین اپنانے کے لیے وہاں آ کر آباد ہو گئے تھے۔
جو اس نبی آخرالزمان (ﷺ) کے وسیلے سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور کامیاب ہوتے تھے۔
جو اس نبی آخرالزمان (ﷺ) کے دین کو اپنانے میں سبقت لے جانا چاہتے تھے۔
جو توریت میں اس نبی آخرالزمان (ﷺ) کا ذکرِ خیر پڑھتے تھے۔
جو تعلیمِ توریت کی وجہ سے اس نبی آخرالزمان (ﷺ) کے حالات وصفاتِ حمیدہ سے خوب واقف تھے۔
جو نبی آخرالزمان (ﷺ) کو خوب خوب پہنچانتے تھے۔ بقول قرآنِ حکیم وہ اس نبی کو اس طرح پہچانتے تھے جیسے ایک باپ اپنے بیٹے کو لاکھوں کے ہجوم میں پہچان لیتا ہے۔
اور جسے یہود کے علماء اور دیگر لوگوں نے پہلی ملاقات ونظر میں ہی پہچان لیا اور اپنی زبانوں سے کہہ اٹھے کہ ہاں یہی ہے وہ نبی آخرالزمان (ﷺ) جس کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو تعلیم دی۔

یہ وہی نبی آخرالزمان ہے جس کی صفات وذکر پاک سے توریت شریف بھری پڑی ہے۔
یہ وہی نبی آخرالزمان (ﷺ) ہے جس کا ہمارے ابا واجداد کو انتظار تھا۔
یہ وہی نبی آخرالزمان (ﷺ) ہے جس کے دین کو اپنانے میں ہم سبقت لے جانا چاہتے تھے۔
یہ تو سوفی صد وہی نبی آخرالزمان (ﷺ) ہے۔

مگر ہائے رے ازلی بدنصیبی، ہائے رے قسمت۔ واہ رے مالکِ کائنات' تیری حکمتیں' تیرے راز' تیرے انداز' تیرے بھید! بس تو ہی جانتا ہے ایسا کیوں ہوا؟ کہ سوائے گنتی کے چند خوش نصیبوں کے باقی سارے یہودی حسد، بغض، عداوت، کینہ، مخالفت سے بھر گئے اور نبی آخرالزمان ﷺ کے جانی دشمن بن گئے۔

پھر یہی نہیں یہ دین انہی کے سامنے روز بروز پھلا، پھولا اور پھیلا اور اللہ تبارک تعالیٰ نے تمام مواقع پر

Marfat.com

مسلمانوں کی، پیغمبرِ اسلام ﷺ کی تدبیروں کو کامیاب کیا۔ ان کی کھلی کھلی مدد فرمائی۔

لیکن یہ سب کچھ یہود کو نظر نہ آیا۔ انہوں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ وہ اسے خدائی مدد سمجھنے کے بجائے محض اتفاق ہی سمجھتے رہے۔

پھر انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ یہ نبی (ﷺ) کتنے متوازن معاہدے کرتے ہیں اور ان کے کس قدر پابند ہیں۔ کبھی کسی معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی۔ سب مسلمانوں نے کبھی بھی کوئی خلافِ معاہدہ بات نہیں کی بلکہ مخالفین کی چھوٹی خلاف ورزیوں کو وہ نظر انداز کرتے رہے، صبر و تحمل سے برداشت کرتے رہے۔

انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ اس نبی ﷺ کے پیروکار بہت صالح، صلح اور امن پسند ہیں۔ طبیعت و گفتار کے بہت نرم خو ہیں اور دشمن کے مقابلے میں یہ سب ہی فولاد ہیں۔ فولادی عزم و ارادوں کے مالک ہیں۔ سب ہی ہر حال میں ہر وقت دل و جان سے اپنے نبی ﷺ کی انتہائی تعظیم، فرمانبرداری و اطاعت کرتے ہیں اور وہی ان کی زندگی کا حاصل ہے۔

شب و روز کے یہ مشاہدات بھی انہیں دینِ اسلام کی طرف راغب نہ کر سکے بلکہ ان سے ان کے بغض، حسد، عناد و اسلام دشمنی میں اضافہ ہی ہوا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب نبی آخر الزمان ﷺ کی دشمنی میں اور بڑھتے گئے۔

بنی قریظہ اس سے پہلے بنی قینقاع کا انجام دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے جان بوجھ کر معاہدہ توڑ ڈالا، اس کی خلاف ورزی کی اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کے اسلام دشمن ثابت ہونے پر بھی انہیں باعزت طریقے سے جلاوطن کرنے پر اکتفا کیا۔ اور ان کی ہر زیادتی و بدزبانی سے درگزر فرمایا۔

بنی نضیر نے بھی معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ وہ اپنی خباثت میں بہت آگے بڑھ گئے اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو شہید کر دینے کے منصوبے بنائے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے بچا لیا ورنہ انہوں نے تو کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ اس کے باوجود حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں نہ تیغ نہ کیا اور ان کو بھی جلاوطن کرنے پر اکتفا فرمایا اور انہیں بھی باعزت طریقے سے مدینہ منورہ سے جانے دیا۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ بنی قریظہ نے مندرجہ بالا میں نہ تو اللہ کے عذاب کو دیکھا اور نہ انہیں یہ حقیقت نظر آئی کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نبی (ﷺ) کی کھلی کھلی مدد فرما رہا ہے۔ انہوں نے ان میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ کی شفقتوں، رحمتوں اور عفو و درگزر کو بھی نہ دیکھا۔ اگر انہوں نے ان صفاتِ حمیدہ کو دیکھا بھی تو انہوں نے اس کو مسلمانوں کی کمزوری کے معنی پہنا دیئے۔

پھر بنی قریظہ نے حیی بن اخطب کے بہکاوے میں آ کر بغیر سوچے سمجھے معاہدہ توڑ دیا۔ انہوں نے یہ غداری اس وقت کی جب مسلمان پہلے ہی دشمن کے خلاف محاذ پر موجود تھے اور دشمن کی تعداد بھی مسلمانوں سے

Marfat.com

تین گنا زیادہ تھی۔

یہ غداری اس وقت کی جب مسلمان تقریباً پچھلے ایک ماہ سے شب و روز مصروفِ جہاد تھے۔ انہوں نے پہلے دس دن خندق کھودنے پر لگائے اور اب کوئی پندرہ روز سے لگاتار دشمن کے خلاف محاذ پر موجود تھے۔

وہ حیی بن اخطب کے بہکاوے میں آسانی سے اس لیے آگئے کہ وہ دل سے مسلمانوں سے نفرت کرتے تھے، ان کے جانی دشمن تھے اور وہ موقع کی تلاش میں تھے۔ اور اب انہیں یقین تھا کہ مسلمان اور دینِ اسلام اب چند دنوں کے مہمان ہیں۔

انہوں نے اسی یقین کے ساتھ معاہدہ توڑا اور حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کے دریافت کرنے پر انہیں طنزاً کہا' کہ کون سا معاہدہ؟ ہمارا مسلمانوں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں۔

انہیں یہ یقین واثق تھا تب ہی تو وہ مشرکین کے لیے غلہ اور سامانِ خورونوش بھیجتے رہے۔ اور پھر انہوں نے مشرکین سے مل کر ایک خطرناک منصوبہ بنایا۔ تم ایک رات سامنے سے مسلمانوں پر زبردست حملہ کرنا اور ہم اس وقت ان کے پیچھے سے حملہ آور ہو کر ان کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیں گے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی رسولِ کریم ﷺ کی پھر مدد فرمائی اور آپ ﷺ نے پانچ سو صحابہ کرام پر مشتمل دو لشکر یہودیوں کو قابو میں رکھنے کے لیے بھیج دیئے اور ان کے نعروں کی گونج سے، ان کی موجودگی سے یہودی دب کر بیٹھ گئے اور ان کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔

ادھر مشرکین جو پہلے ہی اتنے لمبے محاصرہ سے تنگ تھے ایک رات کی سردی بھری آندھی و طوفان کو برداشت نہ کر سکے اور ناکام و نامراد لوٹ گئے۔

بنی قریظہ کو وقت و حالات کی نزاکت کا اب تک بھی احساس نہیں ہوا۔ میرے لیے اس میں سب سے زیادہ دکھ کا پہلو یہ ہے کہ جب مشرکین خائب و خاسر، ناکام و نامراد واپس لوٹ گئے تو ان کو فوراً یہ عقل کیوں نہ آگئی کہ لوٹ کر جانے والے اب مدینہ کے لیے پلٹ نہیں سکیں گے۔ جن میں یہاں مزید رکنے' ٹھہرنے کی ہی ہمت نہیں رہ گئی تھی وہ پلٹ کر آنے سے تو رہے۔

بنی قریظہ قلعہ بند کس لیے ہو گئے؟ انہوں نے کیوں اپنے کئے کے لیے، فوری معافی نہ مانگ لی اور ان میں سے وہ چیدہ چیدہ اشخاص، سردار، عالم کیوں مسلمان نہیں ہو گئے جو دوسروں کو کہتے تھے کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ہے جس کا توریت میں مفصل ذکر ہے؟

انہیں فوری دینِ اسلام قبول کرنے سے کس چیز نے روکا؟

اگر وہ ایسا کر لیتے تو عام آدمی مرد و زن بھی جلد یا بدیر ان کی تقلید کرتے اور ان کا سب کچھ انہی کے پاس رہتا اور انہیں اس عذاب سے نہ گزرنا پڑتا۔ اور اس سے ان کی آبا وَ اجداد کی وہ نیک آرزوئیں پوری ہو

Marfat.com

جاتیں جو انہوں نے اپنی نسلوں سے ہزاروں سال پہلے وابستہ کر لی تھیں اور جس نیک امید پر وہ یہاں آ کر آباد ہوئے تھے۔

وہ جن کے آباؤ اجداد ہزاروں سال پہلے اس لیے یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ کے دین کو اپنائیں گے۔

وہ جو نبی آخر الزماں ﷺ کے دین کو اپنانے میں سبقت لے جانا چاہتے تھے۔

وہ جو صدیوں سے اس نبی آخر الزماں ﷺ کے منتظر تھے۔

وہ جو اسے اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے۔

وہ جنہوں نے رُخ انور دیکھتے ہی کہہ دیا کہ یہ تو وہی نبی ہے جس کے ہم منتظر تھے۔

مولا کریم تیری شان ہے، تیری حکمتیں ہیں، تیرے راز ہیں کہ وہی دینِ اسلام کی نعمت سے محروم رہ گئے۔

تیرے بھید کا حال کھلتا نہیں	پھروں گا بھٹکتا کہیں کا کہیں
تو اپنے کرم سے میرے داد گر	رحمت سے بیڑا میرا پار کر

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ (بقرہ: 256)

''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔''

لیکن ان کے حالات تو بار بار انہیں دینِ اسلام کی طرف لا رہے تھے، بلا رہے تھے۔

ان کے مشاہدات بھی انہیں دینِ اسلام کی حقانیت بتلا رہے تھے۔

وقت بھی دینِ متین کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

اور ان کے آباؤ اجداد نے بھی یہی چاہا تھا۔

اور اسی میں فلاحِ دارین تھی۔

ان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ حق کے مطابق ہوا۔ وہ اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں کسی بھی وجہ سے ازلی بدنصیب اور دینِ اسلام کی نعمتوں سے محروم رہ جانے والے تھے۔ اور انہوں نے یہ بدنصیبی اپنے ہاتھوں کمائی۔

میری باتوں کو ان دو اشخاص، ان کا سردار کعب بن اسد قرظی اور زبیر بن باطا کی باتوں اور ان کے انجام کی روشنی میں سمجھیں اور یقین کر لیں کہ وہ یہود تو ازلی بدنصیب تھے اور انہوں نے یہ بدبختی، بدنصیبی خود کمائی تھی۔

بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے پہلی تجویز کتنی حقیقت پسندانہ، حکیمانہ اور منصفانہ دی۔ اس نے کتنی سمجھ داری اور عقل کی بات کی لیکن اس کی بدنصیبی کہ اس پر خود بھی عمل پیرا نہ ہو سکا۔

Marfat.com

زبیر بن باطا بھی بنی قریظہ کا ایک سردار تھا وہ بہت بوڑھا تھا اوراس کی بینائی ختم ہوچکی تھی۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے کسی احسان کے بدلے اس کی سفارش کی اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی۔ نہ صرف اسی کی جان بخشی کی بلکہ بیوی بچے اور جائیداد بھی اسے دے دی۔ لیکن اس بدبخت نے پھر بھی سب کے ساتھ جہنم جانا پسند کیا اوراپنی بیوی بچوں پوتے پوتیوں کو بھی لے ڈوبا۔

قارئینِ کرام! مجھے تو ان کی بدنصیبی کا رہ رہ کر خیال آتا ہے۔ جب بھی ان کے بارے میں پڑھتا ہوں تو پہروں سوچتا رہتا ہوں کہ رب کائنات کی شانیں بھی کتنی عجیب ہیں۔ اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے۔ اس کی کسی بھی حکمت، تخلیق وکارفرمائی کے ایک ذرّہ کو بھی ہماری عقل نہیں جان سکتی، سمجھ سکتی۔ ان کی ہلکی سی بھی جھلک و سمجھ پانے کے لیے عقل کی حدوں سے باہر جانا پڑتا ہے جوانوکھی دیوانگی ہے اور یہ بہت کم کونصیب ہوتی ہے۔

حکم ربّ العالمین

غزوۂ بنی قریظہ حکم اللہ تبارک تعالیٰ کے تحت غزوۂ خندق سے واپسی کے فوراً بعد اسی دن پیش آیا۔

مدینہ منورہ کا محاصرہ اٹھائے جانے کے فوراً بعد بنوقریظہ کا محاصرہ کر کے مسلمانوں کی پرعزم قیادت نے دشمن کی طرف جو پیش قدمی کی وہ ایک دلیرانہ اور جرأت مندانہ قدم تھا۔ جہاں انسانی سوچ اور عقل کی سرحد ختم ہوجاتی ہیں وہاں سے پیغمبرانہ بصیرت کی حدود شروع ہوتی ہیں۔ بادی النظر میں یہ نظر آرہا تھا کہ اہلِ مدینہ ایک ماہ کی مسلسل شدید مصروفیت کے بعد فوری طور پر یہودیوں کو ان کی غداری کی سزادینے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے بلکہ دم لے کر آگے چلیں گے لیکن غزوۂ اُحد کی تاریخ کو ایک بار پھر دہرایا گیا اس وقت مسلمانوں نے انتہائی مخدوش حالات میں دشمن کا تعاقب کر کے عالم عرب پر اپنی ہمت، جوانمردی، جنگی صلاحیت، عزم واستقامت اور دلیری کی دھاک بٹھادی۔ اور ساتھ ہی حب، اطاعت وفرمانبرداری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیامت تک کے لیے ایک درخشاں مثال قائم کر کے ساری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

بنی قریظہ کا محاصرہ تعمیلِ حکم ربّ العالمین کے تحت تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم لوگ گھر پر تھے کہ ایک آدمی آیا اس نے سلام کیا، حضورِانور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور میں آپ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے باتیں کرنے لگے اور میں واپس ہوگئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے تو میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کون آدمی تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا بتاؤ کس کے مشابہ لگ رہا تھا؟ میں نے کہا دحیہ کلبی کے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرائیل امین تھے۔ انہوں نے بنوقریظہ پر حملہ کے لیے اللہ کا حکم سنایا ہے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد 4 صفحہ 8)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جبرائیل ریشم کا عمامہ باندھے تشریف لائے اور عرض کیا یا رسول

Marfat.com

اللہ ﷺ، آپ ﷺ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں حالانکہ فرشتے ابھی تک ہتھیار بند ہیں، اللہ تبارک تعالیٰ بنی قریظہ پر حملے کا حکم دیتا ہے۔ (مسلم جلد 2 صفحہ 95..... سیرت ابنِ ہشام، جلد 2 صفحہ 233)

احکامِ خداوندی کی بجا آوری میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کی گئی حالانکہ مہینہ بھر کی اعصاب شکن مشقت و مستعدی نے مسلمانوں کو تھکا دیا تھا لیکن مشیت ایزدی کے آگے اللہ کے اطاعت گزار بندوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ فرمان نبوی کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور یہ اعلان فرمایا۔

''جو شخص سننے والا اور اطاعت گزار ہے وہ نمازِ عصر چل کر بنی قریظہ میں ادا کرے۔''

(البدایہ والنہایہ، جلد 4 صفحہ 116)

یہ اعلان ظہر کے وقت کیا گیا تھا۔ بنو قریظہ کے خلاف اعلانِ جنگ ہوتے ہی مجاہدینِ اسلام نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور ایک نئے عزم کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف کوچ کرنے لگے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم' حضور انور' رحمتِ دو عالم ﷺ نے بھی زرہ زیب تن کی، خود پہنا اور محاذ پر روانگی کے لیے تیار ہو گئے۔

مدینہ طیبہ میں منادی کرنے کے لیے ایک اور آدمی دوڑایا جو یہ اعلان کر رہا تھا۔

''اے اللہ تبارک تعالیٰ کے شہسوارو! اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔''

یہ اعلان سنتے ہی مسلمان ہتھیار سجائے اپنے گھروں سے نکلنے لگے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام ''لحیف'' تھا۔ ایک سو (100) صحابہ کرام کے ایک دستے نے گھوڑوں پر سوار ہو کر حضورِ انور ﷺ کے ارد گرد حلقہ بنا لیا جن کے پاس سواری کا انتظام نہ تھا، وہ پا پیادہ چل پڑے۔

(زرقانی جلد 2 صفحہ 128)

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنی واپسی تک حضرت ابنِ اُم مکتوم رضی اللہ عنہما کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا۔ روایات کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غزوۂ احزاب والا پرچم عطا کیا گیا۔ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ سپاہِ مدینہ کے آگے آگے چلیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا حضور پُرنور ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔ تیزی سے آگے بڑھے اور جھنڈا یہودی قلعوں کے درمیان گاڑ دیا۔ (طبقاتِ ابنِ سعد، جلد 2 صفحہ 74)

کیونکہ یہودیوں کے پاس مال و دولت کی ریل پیل تھی اس لیے انہوں نے اپنی حفاظت کے لیے قلعے تعمیر کر رکھے تھے۔ قلعوں کی تعمیر کی ضرورت اس لیے بھی محسوس کی گئی کہ عمومی طور پر یہودی جنگی صلاحیت سے محروم تھے وہ قلعہ بند ہو جاتے، فریق ثانی یا تو تنگ آ کر محاصرہ اٹھا لیتا یا سمجھوتے کی کوئی راہ نکل آتی۔ مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ یہودی تلوار کا جواب تلوار سے دینے کی بجائے بزدلی اور کمینگی پر اتر آئے اور لگے واہی تباہی بکنے، انہوں نے نہ صرف شانِ رسالت مآب ﷺ میں

Marfat.com

گستاخیاں کیں بلکہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے خلاف بھی بدکلامی کی۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے ان کی اس حرکت پر غضبناک ہوکر فرمایا:

''اے اللہ کے دشمنو! ہم تمہارے قلعوں کا ایسا محاصرہ کریں گے کہ تم بھوکے مرجاؤ گے۔''

انہوں نے اپنی دیرینہ دوستی کا واسطہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان سب تعلقات منقطع ہوگئے ہیں۔ حضور پُرنور ﷺ نے رات وہاں بسر کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دشمن کے ہذیان بکنے کے جواب میں صرف یہ کہا کہ تمہارے اور ہمارے درمیان اب تلوار فیصلہ کرے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علم حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور خود بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر درخواست گزار ہوئے کہ آقا حضور پُرنور سرورِ کائنات ﷺ سردست آپ قلعوں سے فاصلے پر رہیں۔ مقصد یہ تھا کہ یہودیوں کی زہرافشانی مولائے کائنات' سرکارِ دوعالم' حضورِ انور ﷺ کی طبیعت پر گراں نہ گزرے۔ (تاریخِ طبری، جلد 2 صفحہ 53)

حضور پُرنور رحمتِ دوعالم ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو فرمایا مجھے دیکھ کر یہودیوں کو گالیاں دینے کی جرأت نہیں ہوگی۔ روایات میں ہے کہ پھر حضورِ انور ﷺ مسلسل آگے بڑھتے گئے حتیٰ کہ یہودیوں کے قلعوں کے بہت قریب پہنچ گئے۔ نبی آخر الزماں ﷺ نے یہودیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے بندروں، خنزیروں کے بھائیو! اللہ نے تمہیں ذلیل کیا ہے اور تم پر عذاب نازل کیا ہے؟ اور تم مجھے برا بھلا کہتے ہو؟'' (سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 5 صفحہ 12)

جب مشرکین و کفار کے لشکرِ جرار نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کرلیا تو یہودیوں کو ان کی دیرینہ آرزو کے پوری ہونے کا یقین ہوگیا کہ اب دنیا کی کوئی طاقت مسلمانوں کو کفار و مشرکین کے غیظ و غضب سے نہیں بچا سکے گی۔ اس لیے وہ میثاق مدینہ سے انکار کرنے لگے کہ ہمارا تو مسلمانوں سے کوئی معاہدہ ہی نہیں ہوا۔ جب بنوقریظہ نے نقضِ عہد کیا اور مسلمانوں کے خلاف عرب کی اتحادی قوتوں کے مددگار اور معاون ثابت ہوئے تو بنوقریظہ کے چار یہودی فضلاء (دانشور' علماء) نے اپنی قوم کو وعدہ خلافی سے روکا اور کہا کہ وہ حیی بن اخطب کی سازش کا شکار نہ ہوں لیکن قوم نے ان اربابِ دانش کی ایک نہ مانی، ان چار دانشوروں میں سے تین نے بعد میں اسلام قبول کرلیا جب کہ عمرو بن سعدی نے اسلام قبول نہ کیا لیکن معاہدے کی پابندی کا اعلان کیا۔

جب یہودیوں کو یقین ہوگیا کہ انہیں ان کی غداری کی سزا اب مل کر رہے گی، نہ قریش ان کی مدد کو پہنچیں گے اور نہ عرب کے دیگر قبائل ان کے حق میں مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہونے کی جرأت کریں گے تو انہوں نے فوراً اپنا مؤقف تبدیل کرلیا۔ حضور پُرنور ﷺ کی تعریفوں کے پل باندھنے لگے اور اپنے سابقہ جرائم سے انکار کردیا۔ یہ ان کی منافقت اور مکاری کی انتہا تھی لیکن مسلمانوں کی قیادت ان کی منافقت

Marfat.com

اور مکاری کو خوب سمجھتی تھی اب پانی سر سے گزر چکا تھا اور یہودیوں کو ان کے کیے کی سزا دیئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔

عمرو بن سعدی نے اپنی قوم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ حضور پُرنور ﷺ اللہ کے سچے نبی ہیں، لیکن یہودیوں کی اکثریت حیی بن اخطب کی باتوں میں آ چکی تھی اس نے اپنی قوم کے سامنے دوسری تجویز رکھی کہ مسلمانوں کو جزیہ ادا کر کے اپنے لیے پُرامن زندگی کی ضمانت حاصل کرلو۔ لیکن بدبختی نے یہودیوں کا ساتھ نہ چھوڑا اور انہوں نے اپنے دانشور کی یہ تجویز بھی مسترد کر دی۔ اس پر عمرو بن سعدی نے یہودیوں کے اجتماعی ردِعمل سے اپنی برات کا اعلان کر دیا۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے باوجود خود اسلام قبول نہ کیا۔

عمرو بن سعدی دیکھ رہا تھا کہ اس کی قوم اجتماعی خودکشی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ قوم نے اس کی دانشمندی کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا ہے۔ وہ دل برداشتہ ہو کر قلعوں سے نکل آیا۔ مسلمان سپاہیوں نے اسے گرفتار کر کے اپنے کمانڈر، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے یہودی دانشور کو رہا کرنے کا حکم دے دیا کیونکہ اس سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا تھا محض عقیدے کے اختلاف کی بنا پر کسی کی گردن مارنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا، نہ جرم کا ارتکاب کیے بغیر کسی کو قید کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ شخص عہد شکنی کر کے غداری کا مرتکب نہیں ہوا تھا بلکہ اس نے اپنی قوم کو سمجھانے کی پُرخلوص کوشش کی تھی۔ اس لیے اس کی راست بازی کے باعث اس سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔

دینِ اسلام جنگ کے دوران بھی اصولوں اور ضابطوں کی پاسداری کرتا ہے۔ اور اخلاقی قدروں کو پامال نہیں ہونے دیتا حتیٰ کہ جنگی قیدیوں کے حقوق کی نہ صرف توثیق کرتا ہے بلکہ ان پر پورا پورا عمل درآمد بھی کراتا ہے۔ حالتِ جنگ میں جب ہر جائز کو ناجائز اور ناجائز کو جائز سمجھ لیا جاتا ہے اسلام اس حالت میں بھی عدل اور انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔

بنو قریظہ کا محاصرہ ان کی عہد شکنی اور غداری کے باعث کیا گیا۔ اگر وہ میثاق مدینہ کا احترام کرتے اور اتحادی حملہ آوروں کی پشت پناہی کر کے میثاق مدینہ کا انکار نہ کرتے تو ان سے تعرض نہ کیا جاتا، عمرو بن سعدی اپنے دین پر قائم رہا۔ اس سے بڑھ کر رواداری کی کوئی اور مثال کیا ہو سکتی ہے۔ وہ اپنے قلعہ سے نکلا تو رات اس نے مسجد نبوی میں مہمان بن کر گزاری۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو ارشاد گرامی ہوا کہ

''اس آدمی کو اللہ نے اس کی وفاداری کے باعث نجات دی ہے۔'' (البدایہ والنہایہ، جلد 4 صفحہ 121)

محاصرہ سخت کر دیا گیا تو یہودیوں کا بیرونی لوگوں سے رابطہ بھی منقطع ہو گیا۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ

Marfat.com

محاصرہ طول پکڑے گا تو مسلمان تنگ آ کر محاصرہ اٹھالیں گے چنانچہ وہ قلعہ بند ہو گئے۔ رسد کی ان کے پاس کوئی کمی نہ تھی۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے مسلمانوں کا رعب و دبدبہ ان کے دلوں میں ڈال دیا وہ اب ایک خوف سا محسوس کرنے لگے تھے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کا مرکز قیادت ایک کنویں پر تھا جسے ''بئرِ انی'' کہتے ہیں۔ اب بنو قریظہ کے یہودی اپنے بچاؤ کی تدابیر سوچنے لگے۔

محاصرے کے ابتدا میں جب مسلمانوں نے اتنی سختی نہ کی تھی تو اس دوران یہود نے اپنے قلعوں پر چڑھ کر مسلمانوں پر خوب پتھر اور تیر برسائے لیکن مسلمان ان کے پتھروں اور تیروں کی زد سے باہر تھے اس لیے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ گاہے گاہے مسلمان بھی ان کا موثر جواب دیتے رہے۔ جب ان کی شرارت شدید اختیار کرنے لگی تو حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے مسلمانوں نے انہیں باقاعدہ اپنی زد میں لے لیا۔ انہوں نے پتھر برسانے بند کر دیئے اور گفتگو کرنے کی اجازت طلب کی جو انہیں بخشی گئی۔

یہود نے نباش بن قیس کو اپنا نمائندہ بنا کر بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔ اس نے آ کر کہا کہ جن شرائط پر آپ نے بنو نضیر کو یہاں سے نکلنے کی اجازت دی تھی، انہی شرائط پر ہمیں بھی یہاں سے نکل جانے کی اجازت دے دیجئے۔ ہم اپنی عورتوں، بچوں اور بار شتر کے ساتھ مدینہ چھوڑ جاتے ہیں، باقی ہر چیز آپ سنبھالیے۔ حضور پُرنور ﷺ نے انکار کر دیا۔

نباش بن قیس اس کے بعد قلعہ میں مشورے کے لیے گیا۔ انہوں نے دوبارہ نباش بن قیس کو اس تجویز کے ساتھ حضور پُرنور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں روانہ کیا کہ ہمیں صرف اہل وعیال کے ساتھ یہاں سے نکل جانے کی اجازت دے دی جائے لیکن حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے کہلا بھیجا کہ غیر مشروط اطاعت کے سوا کوئی امان نہیں ملے گی۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، جلد 5 صفحہ 13)

نباش بن قیس نے اندر جا کر اپنی قوم کو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے ساتھ اپنی بات چیت سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد ان کے سردار کعب ابنِ اسد قرظی نے کہا اے میری قوم! تین تجویزیں ہیں، ان میں سے کوئی ایک پسند کر لو۔ انہوں نے پوچھا بتائیے۔ اس نے کہا سب سے بہتر تو یہ ہے کہ مسلمان ہو جاؤ۔ اب اس امر میں ذرا شبہ نہیں رہا کہ محمد (ﷺ) وہی رسول نبی آخر الزماں ہے جس کی بشارت اور ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ آج تک محض حسد کے باعث ہم ان کی مخالفت کرتے رہے۔ اب وقت ہے ایمان لے آؤ۔ تم' تمہارا بال بچہ اور مال ومتاع سب بچ جائے گا اور نعمتِ ہدایت سے بھی مالا مال ہو جاؤ گے۔

میں تو مسلمانوں سے کیے ہوئے معاہدہ کو توڑنے کے لیے تیار نہ تھا۔ اس بدبخت (حیی بن اخطب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کی نحوست نے ہمیں اس مصیبت میں مبتلا کیا۔ قوم نے کہا کہ ہم ایمان تو کسی قیمت پر لانے کے لیے تیار نہیں۔

Marfat.com

پھر ان کے سردار کعب بن اسد نے ان سے کہا۔

اگر تم میری اس تجویز سے انکاری ہو تو آؤ اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر دیں۔ پھر تلواروں سے مسلح ہو کر محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ کے مقابلہ کو نکل چلیں۔ (اس صورت میں) ہم نے اپنے پیچھے کوئی بوجھ نہ چھوڑا ہوگا حتیٰ کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ فرمائے۔ اگر ہم مر گئے تو مر گئے ہمارے پیچھے کوئی نسل نہ ہوگی جس کی ہم فکر کریں اور اگر ہم غالب آ گئے تو (اس صورت میں) عورتوں بچوں کے لیے بڑی عمر ہے۔

قوم نے کہا ان معصوم بچوں اور عورتوں کو بلا گناہ ذبح کر دینا کہاں کی انسانیت ہے، ہم ایسا نہیں کریں گے۔ اس نے کہا تیسری تجویز یہ ہے کہ آج سبت کی رات ہے۔ مسلمانوں کو علم ہے کہ یہودی آج حملہ نہیں کریں گے، وہ بالکل مطمئن اور بے خوف و خطر بیٹھے ہوں گے۔ آؤ ان کی اس بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اچانک ان پر ہلہ بول دیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہم انہیں شکست دے دیں۔

انہوں نے اس سے کہا کہ تو ہمیں سبت کی بے حرمتی کرنے کی ترغیب دے رہا ہے۔ پہلے جن لوگوں نے اس کی بے حرمتی کی تھی انہیں عبرتناک سزا ملی۔ ان کے سردار کعب نے کہا:

"تم سب ہمیشہ سے گومگو کا شکار رہتے ہو، کسی چیز کے متعلق فیصلہ کن بات کرنے کی تم میں صلاحیت ہی نہیں۔" (البدایہ والنہایہ، جلد 4 صفحہ 120)

یہودیوں کی ضد اپنی جگہ پر قائم تھی۔ وہ جھوٹی انا کے حصار سے نکلنا نہیں چاہتے تھے، انہوں نے یہ تجاویز بھی مسترد کر دیں۔ کعب بن اسد نے انہیں ابن خراش کا مشورہ یاد دلایا کہ اس بستی سے ایک نبی ظاہر ہوگا تم اس کی پیروی کرنا لیکن یہودیوں پر کسی بات کا اثر نہ ہوا۔

ضد، ہٹ دھرمی اور انا پرستی بنو قریظہ کی سوچ کا مرکز و محور بنی رہی، بعض قابلِ عمل تجاویز کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا گیا، وہ آپس میں باہم مشورے کرتے رہے کہ اب کیا کیا جائے۔ ان کی نگاہیں بار بار قریش اور نجدیوں کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ وہ ان کی مدد کو پہنچیں گے، لیکن یہ ان کی خام خیالی تھی۔ مشرکینِ مکہ اور کفارِ نجد تو یہاں سے ناکام و نامراد لوٹے تھے۔ وہ تو خود مایوس اور شکست خوردہ تھے۔ اس لیے ان کی طرف سے کسی فوری کمک کی امید رکھنا احمقوں کی جنت میں بسنے کے مترادف تھا۔

خیبر سے جو یہودیوں کا وفد مشرکین و کفار کو جمع کر کے مدینہ لے آیا تھا وہ بھی خائب و خاسر اور مکمل مایوسی کے عالم میں مشرکین کے ساتھ ہی خیبر لوٹ چکا تھا۔ ان میں سے حیی بن اخطب بنی قریظہ کے ساتھ رہ گیا تھا۔ وہ اپنے لائے ہوئے لشکر کا حشر دیکھ چکے تھے۔ خیبر کے یہودیوں کو بھی عالمِ عرب کے مشرکین و کفار کی اس شکست خفت و مایوسی کا علم تھا اس لیے خیبر کی جانب سے بھی بنی قریظہ کسی مدد کی توقع نہ رکھتے تھے۔

Marfat.com

اب بنی قریظہ کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ یا تو وہ مسلمانوں سے فیصلہ کن معرکہ آرائی کے لیے اپنے قلعوں سے باہر نکل آئیں یا پھر غیر مشروط اطاعت اختیار کرلیں۔ غیر مشروط اطاعت اختیار کرنے کی راہ میں ان کی جھوٹی انا آڑے آرہی تھی اور مسلمانوں سے جنگ کا حوصلہ وہ خود میں نہ پاتے تھے۔ یہودیوں نے آخری کوشش یہ کی کہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں درخواست گزار ہوئے کہ ہمارے حلیف حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف بھیجا جائے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، رحمت للعالمین، ہادیٔ برحق ﷺ نے ان کی اس درخواست کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ جب ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنی عورتوں کو وہاں جمع کر رکھا تھا، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ان کی عورتوں نے واویلا شروع کردیا اور گریہ وزاری کرنے لگیں اور اپنے مصائب کا ذکر رورو کر کرنے لگیں۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ ان کی آہ و فغاں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد قرظی نے ان سے مشورہ کیا کہ کیا غیر مشروط اطاعت مان لیں۔ انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ تم قتل کردیئے جاؤ گے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا کہ یہ ان کا حلق کی طرف اشارہ کردینا اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ خیانت ہے انہیں یہ بات نہیں کہنی چاہئے تھی۔ غیر ارادی غلطی کے احساس سے ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا اور ندامت کے باعث ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور آپ وہاں سے خاموشی سے واپس آگئے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس ضمیر کے بوجھ کو کس طرح ہلکا کیا یہ ایک علیحدہ ایمان افروز واقعہ ہے جسے انشاء اللہ غزوۂ بنی قریظہ کے بعد بیان کیا جائے گا۔

بنو قریظہ کے یہودیوں کو اپنا انجام نظر آرہا تھا، اس لیے وسائل کی بہتات کے باوجود ان پر لرزہ سا طاری تھا، گھبراہٹ اور پریشانی دامنگیر تھی، قلعوں کے اندر سامانِ خورونوش کی کمی نہ تھی لیکن ان کی قوتِ برداشت جواب دیتی جارہی تھی۔

یہودیوں کی جلد ہی ہوا اکھڑ گئی، مسلمانوں نے یہودیوں کو دھمکی دی کہ اگر انہوں نے غیر مشروط اطاعت قبول نہ کی تو ہم بھرپور حملہ کرکے قلعوں کے اندر داخل ہوجائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی گومگو اور بے یقینی کو ختم کرنے کے لیے مسلمانوں نے فیصلہ کن قدم اٹھایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما نے لشکرِ اسلام کے ساتھ پیش قدمی شروع کردی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گرج کر یہ اعلان کیا کہ اے مجاہدینِ اسلام! خدا کی قسم اب میں بھی یا تو وہی چکھوں گا جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے چکھا، یا ان کا قلع فتح کرکے رہوں گا۔

چنانچہ لشکرِ اسلام کا یہ عزم سن کر بنی قریظہ نے بغیر لڑائی کے جلدی سے اپنے آپ کو حضور پُرنور نبی کریم

Marfat.com

رؤف ورحیم ﷺ کے حوالے کر دیا۔ اور غیر مشروط اطاعت کا اعلان کر دیا۔

پچیس دن تک محاصرہ جاری رہا۔ آخر کار جب وہ عاجز آ گئے اور ان میں مقابلہ کی ہمت نہ رہی تو حضور پُرنور، نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ ان کے جوانوں کو جن کی تعداد چھ سو سات سو کے قریب تھی رسیوں سے ان کے ہاتھ باندھ دیئے گئے۔ اور انہیں عورتوں بچوں سے علیحدہ کر دیا گیا۔

عورتوں اور بچوں کو الگ کر کے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا۔ یوں بنو قریظہ کا محاصرہ ختم ہوا عورتوں اور بچوں کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ تھی جب کہ مرد قیدی چھ سو سات سو کے قریب تھے، ان سب کو مدینہ لا کر مردوں کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے گھر قید کر دیا گیا جب کہ عورتوں اور بچوں کو مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا۔ (سیرتِ حلبیہ، جلد 2 صفحہ 338)

مسلمان جب ان کے قلعہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے اسلحہ کے وہ انبار دیکھے جو یہودیوں نے مسلمانوں پر عقب سے حملہ کرنے کے لیے تیار کر رکھے تھے۔ ان میں پندرہ سو تلواریں، دو ہزار نیزے، پانچ صد ڈھالیں اور دیگر اسلحہ تھا۔ اس کے علاوہ شراب کے مٹکوں کے مٹکے بھرے ہوئے رکھے تھے۔ شراب تو ساری کی ساری انڈیل دی گئی۔ دوسرے ساز وسامان پر قبضہ کر لیا گیا۔ ان میں کثیر التعداد مویشی اور اونٹ وغیرہ تھے۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ الگ ایک جگہ تشریف فرما تھے کہ بنی اوس قبیلہ کا ایک وفد حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! یہودی قبیلہ بنو نضیر کے دوستانہ تعلقات بنی خزرج کے ساتھ تھے، ان کی سفارش پر حضورِ انور ﷺ نے بنی نضیر کی جان بخشی فرما دی اور ہر آدمی کو ایک بار شتر لے جانے کی بھی اجازت دے دی۔ بنی قریظہ کے ساتھ ہمارے قدیم سے دوستانہ تعلقات ہیں۔ اب وہ اپنی غلطی پر از حد پشیمان بھی ہیں، اس لیے حضور پُرنور ﷺ نے جس طرح بنو خزرج کی عزت افزائی فرمائی تھی، اسی طرح ہماری وجہ سے ہمارے اس دوست قبیلہ کو بھی بخش دیں۔

وہ بار بار اپنی یہ درخواست پیش کرتے رہے لیکن حضور پُرنور نبی کریم ﷺ خاموش رہے۔ جب ان کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو ارشاد فرمایا کہ کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تمہارے قبیلہ اوس میں سے کوئی شخص ان کے متعلق فیصلہ کر دے۔ انہوں نے عرض کی، بجا ہے اور ہمیں پسند ہے۔ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر کرتا ہوں۔ انہوں نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ منظور ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ یہودیوں نے خود حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا نام تجویز کیا تھا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ خندق میں زخمی ہو گئے تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے انہیں مسجد کے قریب رفیدہ

Marfat.com

کے خیمہ میں ٹھہرایا ہوا تھا تاکہ اپنی نگرانی میں ان کی مرہم پٹی کرائی جائے اور ان کی عیادت میں آسانی ہو۔ بنی اوس اپنی حسبِ پسند حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر کر کے ان کو لینے کے لیے خیمہ میں گئے اور ایک گدھے پر سوار کر کے انہیں بارگاہِ رسالت مآب میں لے آئے۔

راستہ میں آپ کو ہموار کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ آپ حکم مقرر ہوئے ہیں۔ بنی قریظہ سے ہمارے قدیمی دوستانہ تعلقات ہیں، ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرنا۔ تم نے دیکھا نہیں بنی خزرج نے بنی نضیر کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ جب انہوں نے منت وسماجت کی حد کر دی تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے صرف اتنا جواب دیا:

''اب سعد کا ایسا وقت آ گیا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اسے متاثر نہیں کر سکتی۔''

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنے سردار یا اپنے بہترین فرد کے لیے تعظیمی قیام کرو۔ (یعنی ادب میں کھڑے ہو جاؤ)''

(صحیح البخاری، جلد 2 صفحہ 591)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے اترے تو حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فیصلہ سنانے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کیا آقا! اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ نے آپ کو فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔'' (تاریخ الخمیس، جلد 1 صفحہ 497)

اب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم یعنی مسلمانوں اور بنو قریظہ سے عہد لیا کہ کیا وہ ان کے فیصلے کو قبول کر لیں گے۔ جب انہوں نے ان کے فیصلے کو قبول کرنے کا اعلان کر دیا تو اس کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ حضورِ انور پیغمبرِ اول و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض پرداز ہوئے۔ حضور، میرا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہوگا؟ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اتفاق کیا ہاں آپ کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہوگا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنا فیصلہ سنانے پر تیار ہو گئے۔

اور پھر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ سنایا کہ

1- ''بنی قریظہ کے تمام بالغ مردوں کو (تلوار سے) قتل کر دیا جائے گا۔''

2- ''ان کی تمام جائیداد (محاصرہ کرنے والے مسلمانوں میں) تقسیم کر دی جائے۔''

3- ''عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔'' (تاریخ الخمیس، جلد 1 صفحہ 497)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سننے کے بعد پیغمبرِ اول و آخر و اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''اے سعد! تم نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ تبارک تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر فیصلہ فرمایا ہے۔''(مسلم جلد 2 صفحہ 95)

ان کو قتل کرنے کے لیے مختلف مقامات پر گڑھے کھودے گئے۔ انہیں رسیوں میں باندھا گیا۔ ٹولیوں کی صورت میں وہ لائے جاتے اور قتل کر کے ان کی لاشیں ان گڑھوں میں پھینک دی جاتیں۔ اور ان پر مٹی ڈال دی جاتی۔ ان مقتولوں کی تعداد چھ سات سو کے قریب تھی۔ ان میں ان کا سردار کعب بن اسد اور اس سارے فتنہ کی جڑ حیی بن اخطب بھی تھا۔

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی تنفیذ (عمل درآمدگی) کی بذاتِ خود نگرانی فرمائی۔ بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کو لایا گیا تو حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تمہیں ابنِ خراش نے میری اتباع کے لیے نہیں کہا تھا؟ اس نے کہا درست فرمایا آپ (ﷺ) نے، لیکن یہودی مجھے تلوار دیکھ کر ڈر جانے کا طعنہ دیں گے۔ اس کے بعد اس مجرم کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

(سیرتِ حلبیہ، جلد 2 صفحہ 338-340)

جب حیی بن اخطب کو قتل کرنے کے لیے لایا گیا تو اس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ جکڑے ہوئے تھے۔ اس نے سرخ رنگ کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا جسے اس نے جگہ جگہ سے کاٹ دیا تھا تاکہ کسی کے کام نہ آسکے۔ جب اس ازلی بدبخت نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو دیکھا اس وقت بھی وہ خبثِ باطن کے اظہار سے باز نہ آیا۔ کہنے لگا:

''میں آج تک آپ سے عداوت کرتا رہا ہوں، میں نے اس بارے میں اپنے نفس کو کبھی ملامت نہیں کی لیکن اللہ تبارک تعالیٰ جس کو ذلیل و رسوا کرے وہ ذلیل و خوار ہو کر رہتا ہے۔''

(السیرۃ النبویہ جلد 3 صفحہ 241)

بنی قریظہ کے سرداروں میں سے ایک کا نام زبیر بن باطا تھا جو بہت بوڑھا تھا اور بڑھاپے کی وجہ سے اندھا ہو گیا تھا۔ اس نے زمانہ جاہلیت کی ایک لڑائی میں جو یومِ بعاث کے نام سے معروف ہے، (حضرت) ثابت بن قیس بن شماس (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کوئی احسان کیا تھا۔ یہ ثابت بن قیس بن شماس بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ انہوں نے جب اپنے محسن کو اس حالت میں دیکھا تو اس کے احسان کا بدلہ چکانا چاہا۔ انہوں نے زبیر سے پوچھا اے ابا عبدالرحمٰن! کیا تم نے مجھے پہچانا۔ اس نے کہا کہ میرے جیسا آدمی تیرے جیسے آدمی کو فراموش کر سکتا ہے۔ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے کہا میں آج تیرے احسان کا بدلہ دینا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: کریم النفس لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور زبیر کی جان بخشی کے لیے التجا کی۔ حضور پُرنور ﷺ نے منظور فرمالی۔ انہوں نے

Marfat.com

آ کر اس کو بتایا وہ بولا:

''یعنی ایک پیر (بوڑھا تنہا) جس کی نہ بیوی ہے نہ اولاد زندہ رہ کر کیا کرے گا۔''

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ پھر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بیوی اور اس کی اولاد کو بھی آزاد کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جب اس کو بتایا تو وہ بولا وہ گھرانہ جس کی حجاز میں کوئی جائیداد نہ ہو۔ وہ کیسے زندہ رہے گا۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر پھر گزارش کی۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ کرم اس کا مال واسباب اور اس کی جائیداد بھی اس کو واپس فرمادی۔ جب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس کرم نوازی کے بارے میں اسے مطلع کیا تو وہ بولا۔

اس شخص پر کیا گزری جس کا چہرہ چینی آئینہ کی مانند شفاف تھا کہ کنواری لڑکیاں اس میں اپنا چہرہ دیکھتی تھیں یعنی کعب بن اسد۔ انہوں نے بتایا کہ وہ تو قتل کردیا گیا۔ پھر اس نے پوچھا شہروں اور دیہات کے سردار حیی بن اخطب کا کیا بنا۔ بتایا گیا کہ وہ بھی کیفرِ کردار کو پہنچ گیا۔ پھر دریافت کیا کہ اس بہادر پر کیا گزری کہ جب ہم حملہ کرتے تھے تو وہ مقدمۃ الجیش میں ہوتا تھا۔ اور جب بھاگتے تھے تو وہ پیچھے رہ کر ہماری حفاظت کرتا تھا یعنی عزال بن شموال۔ بتایا گیا وہ بھی تیغ کردیا گیا۔

پھر اس نے پوچھا: بنی کعب بن قریظہ اور بنی عمرو بن قریظہ کا کیا حال ہے۔ بتایا گیا وہ بھی ختم ہو گئے۔ زبیر کہنے لگا، ان کے چلے جانے کے بعد اب زندگی میں کوئی لطف نہیں۔ اے (حضرت) ثابت بن قیس (رضی اللہ عنہ) میں تجھے اس احسان کا واسطہ دیتا ہوں جو میں نے تجھ پر کیا تھا کہ مجھے بھی ان سے ملادو۔ لمحہ بھر کی اذیت کے بعد اپنے پیاروں سے ملاقات ہو جائے گی۔ چنانچہ اس کا سر قلم کردیا گیا۔

حضرت صدیق اکبر نے جب اس کی بات سنی کہ ابھی اس کی ملاقات اس کے پیارے دوستوں سے ہوگی۔ تو آپ نے فرمایا:

''یہ ان سے ملاقات تو کرے گا لیکن آتشِ جہنم میں جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پھینک دیا جائے گا۔'' (السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 3 صفحہ 241......تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 57)

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، رحمت للعالمین، حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کی دلداری کے لیے اس پیکرِ حسد، بغض وعناد یہودی زبیر ابنِ باطا پر اپنے لطف وکرم کی انتہا کردی لیکن جن کی پیشانی پر ازلی وابدی بدنصیبی کی مہر لگ چکی ہو وہ انجام بد سے کیونکر بچ سکتا ہے۔

یہودی مردوں کی طرح ان کی عورتیں بھی اگرچہ اسلام دشمنی میں کسی طرح کم نہ تھیں لیکن حضورِ انور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ صرف ان کی ایک عورت کو موت کی سزا دی گئی۔ اس کی

Marfat.com

وجہ یہ تھی کہ جب مسلمان ان کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، اس نے چکی کا ایک پاٹ حضرت خلاد بن سوید الخزرجی کے سر پر دے مارا۔ جس سے آپ کا سر کچلا گیا اور آپ شہید ہو گئے۔ کیونکہ اس نے جرمِ قتل کا ارتکاب کیا تھا، اس لیے بطورِ قصاص اسے قتل کیا گیا۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت خلاد کے بارے میں فرمایا: انہیں دو شہیدوں کا اجر دیا جائے گا۔ (تاریخ الخمیس جلد 1 صفحہ 498...... امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 195)

حضرت سلمہ بن قیس صحابیہ نے رفاعہ بن شموال کے بارے میں عرض کی تو حضورِ پُرنور نبی کریم ﷺ نے اسے بھی معاف کر دیا، وہ بعد میں مسلمان ہو گیا۔

بہت سی عورتیں اور نابالغ بچے بھی جنگی قیدی بنالیے گئے تھے جب انہیں مجاہدین میں تقسیم کیا جانے لگا تو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، رحمت للعالمین ﷺ نے حکم دیا۔

"ماں اور اس کے بچوں کو جدا نہ کیا جائے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائیں۔"

اس طرح اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو فروخت کرنا چاہے تو اس کو بھی ماں اور اس کی اولاد کو علیحدہ کرنے سے منع فرما دیا۔

"اور حضور نبی کریم ﷺ نے عورت اور اس کے بچوں کو جدا کرنے سے منع فرمایا۔"

(امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 97)

جنگی قیدی جو خمس میں بیت المال کو ملے، ان میں سے کچھ قیدیوں کو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں شام بھیجا گیا۔ وہاں انہیں فروخت کیا گیا جو قیمت وصول ہوئی اس سے اسلحہ اور گھوڑے خریدے گئے۔ (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 97)

اور خمس کے جنگی قیدیوں میں سے باقی کو حضورِ پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت سعد ابنِ زید انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کرنے کے لیے نجد کے علاقہ میں بھیجا تا کہ ان کے بدلے گھوڑے اور ہتھیار خریدے جائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے جس نے اپنی ضرورت کے مطابق چاہا اپنے غلام لونڈی کو بطورِ خادم و خادمہ غلام و لونڈی کے رکھا اور جس نے اس کی ضرورت محسوس نہ کی اس نے اپنے غلام و لونڈی سے زرِ مکاتب طے کر لیا یعنی کہ انہیں یہ اختیار دے دیا کہ وہ اتنا مال، زر ان کو ادا کر دے تو وہ آزاد ہو گا یا آزاد ہو گی۔

پھر جن غلاموں اور لونڈیوں نے زرِ مکاتب اپنے مالکوں کو ادا کر دیا وہ آزاد ہو گئے اور اپنی مرضی سے اپنی پسند کی زندگی گزارنے لگے اور اسی معاشرے کا حصہ بن گئے۔

تقسیمِ غنائم

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی ایک شق یہ بھی تھی کہ یہودیوں کے تمام اموال محاصرہ کرنے

Marfat.com

والے مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ مالِ غنیمت کو شمار کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے مطابق درج ذیل سامان دستیاب ہوا۔ تین سو زرہیں، پانچ صد ڈھالیں، پندرہ سو تلواریں، دو ہزار نیزے اور شراب کے بہت سے مٹکے۔ (الوفا صفحہ 495)

شراب وہیں بہادی گئی اور شراب کے علاوہ سارا مالِ غنیمت تمام محاصرہ کرنے والے مجاہدینِ اسلام میں تقسیم کر دیا گیا۔

بنو قریظہ کے سارے اموال مسلمانوں کے تصرف میں آ گئے اور قرآنِ حکیم کے فرمان کے مطابق ان کو تقسیم کیا گیا۔ ہر قسم کے متروکہ اموال سے خمس (پانچواں حصہ) نکال دیا گیا، بقایا 4/5 حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے گئے۔ گھڑ سوار کو تین حصے ملے۔ ایک حصہ اس کا اپنا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔ اور پیدل مجاہد کو ایک حصہ۔ اس لشکر میں چھتیس گھوڑے اور تین ہزار مجاہد تھے۔ سارے اموالِ غنیمت کو تین ہزار بہتر حصوں میں تقسیم کر کے ہر سوار کو تین حصے اور ہر پیدل کو ایک حصہ ملا۔ غزوۂ بدر میں صرف ایک یا دو گھوڑے تھے۔ اس لیے اس وقت گھوڑوں کے حصوں کا تعین عمل میں نہ آیا۔ (خاتم النبیین، ابو زہرہ جلد 2 صفحہ 804)

غزوۂ بنی قریظہ کے وقت حضورِ انور نبی کریم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تین گھوڑے تھے لیکن مالِ غنیمت سے صرف ایک گھوڑے کے دو حصے وصول فرمائے۔ (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 196)

مالِ غنیمت میں سے جن خوش قسمت خواتین کو بھی حصہ دیا گیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1- حضرت اُمِ عمارہ

2- حضرت صفیہ بنتِ عبدالمطلب

3- حضرت اُمِ سلیط

4- حضرت اُمِ العلاء

5- حضرت سمیراء بنتِ قیس

6- حضرت اُمِ سعد رضوان اللہ علیہم اجمعین

(زرقانی شرح مواہب اللدنیہ، جلد 2 صفحہ 137)

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کی توبہ

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

جب لشکر اسلام نے سختی سے بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا اور حالات کی سنگینی نے انہیں خوفزدہ کر دیا تو انہوں نے بارگاہِ رسالت مآب میں گزارش کی کہ حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا جائے، وہ ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تمہارے حلیف تمہیں بلا

Marfat.com

رہے ہیں۔ تم ان کے پاس جاسکتے ہو۔ جب وہ ان کے پاس پہنچے تو ان کے سارے مرد تعظیماً کھڑے ہوگئے، ان عورتوں اور بچوں نے ان کے گرد حلقہ بنا کر رونا چیخنا شروع کر دیا۔

حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کے ان سے دیرینہ تعلقات تو تھے ہی۔ ان کی اس حالت زار کو دیکھ کر ان کا دل پسیج گیا۔ انہوں نے پوچھا ابولبابہ ہمیں مشورہ دو، کیا ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا حکم تسلیم کر لیں اور اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار انہیں تفویض کر دیں۔ زبان سے تو آپ نے ہاں کہا لیکن بے اختیاری کی حالت میں اپنے حلق کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ تمہارے قتل کا فیصلہ کریں گے۔

حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فوراً میرے نفس نے مجھے جھنجھوڑا مجھے خیال آیا کہ ایسا کر کے میں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے۔ وہاں سے نکلے اور سیدھے مسجد کی راہ لی۔ یہ جرأت نہ ہوئی کہ اس خیانت کے بعد حضور پُرنور، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو حاضر ہوں۔ مسجد میں جا کر اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا میں اس جگہ سے نہیں جاؤں گا جب تک اللہ تبارک تعالیٰ میرا قصور معاف نہ کر دے اور اللہ تبارک تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ وہ پھر بنی قریظہ کے ہاں ہرگز نہیں جائیں گے۔

جب کئی دنوں تک حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت نہ ہوئے تو حضورِ انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں پوچھا۔ ان کا ماجرا بیان کیا گیا۔ فرمایا: غلطی کرنے کے بعد سیدھا اگر میرے پاس حاضر ہو جاتا تو میں اس کے لیے اللہ تبارک تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا۔ (البدایہ والنہایہ، جلد 4 صفحہ 119)

اب جب اس نے یہ راستہ اختیار کیا تو میں اس کو اس ستون سے نہیں کھولوں گا جب تک اللہ تبارک تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ فرما لے۔ چھ دن اور چھ راتیں اسی ستون کے ساتھ بندھے رہے جب نماز کا وقت ہوتا، ان کی زوجہ وہاں جاتیں، ان کو کھولتیں، وہ وضو وغیرہ کر کے نماز ادا کرتے پھر ان کو اسی ستون کے ساتھ باندھ کر واپس آ جاتیں۔

ایک رات حضور پُرنور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں شب باش تھے تو سحری کے وقت حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضور ہنس رہے ہیں۔ عرض کی:

''یارسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں ہنس رہے ہیں، اللہ تبارک تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ہنستا رکھے۔''

فرمایا: ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔ عرض کی، اجازت ہو تو میں انہیں یہ خوشخبری سناؤں۔ فرمایا: جیسی تمہاری مرضی۔ اُم المومنین رضی اللہ عنہا حجرہ شریف کے دروازہ پر آ کر کھڑی ہوگئیں۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں نے بلند آواز سے کہا، ابولبابہ! مبارک باد! تمہاری توبہ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے قبول فرمایا ہے۔

لوگوں نے بھی یہ آواز سن لی۔ دوڑے تا کہ ان کی زنجیر کھول دیں۔ آپ نے سب کو ایسا کرنے سے

Marfat.com

روک دیا اور کہا:

''خدارا مجھے کوئی نہ کھولے۔ یہاں تک کہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ خود تشریف لائیں اور اپنے دستِ مبارک سے مجھے رہا فرمائیں۔''

دلنواز آقا حضور پُرنور ﷺ نمازِ صبح ادا کرنے کے لیے جب تشریف لائے تو ان کے پاس سے گزرے اور زنجیر کھول کر انہیں آزاد فرمایا۔

حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ خداوندی میں اپنی توبہ کی قبولیت پر اپنا سارا مال صدقہ کر دینا چاہا تو حضورِ انور رحمتِ دوعالم ﷺ نے فرمایا:

''تمہارے لیے اپنے مال کا صرف تیسرا حصہ صدقہ کر دینا کافی ہے۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد، جلد 4 صفحہ 19)

حضرت ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ نے اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے خود احتسابی کی ایک ایسی مثال قائم کی جو آج بھی ہمارے لیے مینارۂ نور ہے اور قیامت تک ایک درخشاں مثال رہے گی۔ ایسی مثال جسے اُمتِ مسلمہ کو اپنا لینا چاہیئے کہ روزِ حشر حساب میں کچھ آسانی ہو جائے گی اور کامیابی کے امکان بڑھ جائیں گے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات

آپ غزوۂ خندق میں پڑھ آئے ہیں کہ ایک دن غزوۂ خندق کے دوران حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو پر ایک مشرک حبان بن عرقہ کا تیر لگا، اور اس تیر نے نبض والی شریان (صاف خون کی نالی) کاٹ دی جس سے خون کا بہنا بند کرنا مشکل ہوگیا۔ غزوۂ خندق کے اختتام پر ان کو مدینہ منورہ لایا گیا اور ان کا علاج معالجہ زیادہ توجہ سے کیا جانے لگا۔ اس غرض سے ان کے لیے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے حکم سے مسجدِ نبوی میں خیمہ نصب کیا گیا تا کہ رفیدہؓ بنتِ سعد الاسلمیہ، ان کی مرہم پٹی آسانی سے کر سکے۔ حضرت رفیدہ بنتِ سعد رضی اللہ عنہا بنی اسلم قبیلہ کی ایک خاتون تھی جو بڑی ماہر جراحہ تھی اور جہاد میں زخمی ہونے والوں کا مفت علاج کیا کرتی تھی۔ ان کا خیمہ مسجدِ نبوی کے بالکل قریب تھا۔ اور اس خیمہ میں وہ اپنے زخمی مریضوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھی۔ تاجدارِ کائنات سرکارِ دوعالم ﷺ کے خصوصی حکم سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو علاج کے لیے ان کے کیمپ میں داخل کیا گیا۔ مسجد کے قریب ہونے کے باعث حضور ﷺ کے لیے ان کی عیادت اور خبر گیری بھی آسان تھی۔

بنی قریظہ کے بارے میں اپنا فیصلہ سنانے کے بعد آپ کو پھر خیمہ میں لایا گیا۔ زخم مزید بگڑ گیا۔ خون جاری ہوگیا۔ وہ کسی طرح بند ہی نہ ہوتا تھا۔ جس مقصد کے لیے انہوں نے زندگی مانگی تھی، وہ پورا ہوگیا۔ اب

Marfat.com

حیاتِ فانی کا جامہ اتار کر حیاتِ جاودانی کی خلعتِ فاخرہ زیب تن کرنے کی گھڑی آ پہنچی۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے مخلص بندے اور اس کے نبیِ معظم و مکرم ﷺ کی شمعِ جمال کے پروانے کی رخصتی کا وقت آ گیا۔

آپ کی میت آپ کے گھر لے جائی گئی۔ اکابر انصار، حارث بن اوس، اسید بن حضیر اور سلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہم نے اس عاشقِ صادق کو اپنے آقا حضورِ انور ﷺ کی موجودگی میں غسل دیا اور کفن پہنایا۔ جنت البقیع میں دفنانے کے لیے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی چارپائی کو اٹھا کر لے چلے تو ان اٹھانے والوں میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بھی تھے۔ جنازہ کے جلوس کی پیشوائی بھی حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے کی اور امام الانبیاء ﷺ نے خود ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

قبر تیار ہوئی تو چار حضرات نے آپ کو قبرِ انور میں اتارا۔ حضورِ انور نبی کریم رحمتِ دو عالم ﷺ بھی پاس ہی کھڑے تھے۔ جب انہیں لحد میں رکھا گیا تو یکا یک رُخِ انور کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ سرکارِ دو عالم، رحمت للعالمین، حبیب رب العالمین ﷺ نے تین بار سبحان اللہ اور تین بار اللہ اکبر فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑے جوش سے تین بار نعرہ لگایا، ہر بار جنت البقیع کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا۔ رُخِ انور کے تغیر کے بارے میں استفسار کیا گیا تو فرمایا قبر نے ان کو بھینچا تھا اگر اس سے کوئی بچ سکتا تو سعد بچے ہوتے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے پھر رحم فرمایا اور یہ تنگی دور فرمائی۔

اپنے شیر دل بیٹے کی تدفین کا منظر دیکھنے کے لیے ان کی والدہ بھی آئیں اور فرمایا:

"اے میرے نورِ نظر! تیری جدائی کے اس صدمے پر صبر کر کے میں اللہ تبارک تعالیٰ سے ثواب کی امید کرتی ہوں۔"

حضورِ انور، رحمتِ دو عالم ﷺ نے بھی ان کو دلاسا دیا۔ دلجوئی فرمائی اور مٹی ڈال کر قبر ہموار کر دی گئی تو اس پر پانی چھڑکا گیا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کے مزار پر کھڑے ہو کر ان کے لیے دعا فرمائی۔ (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 197)

لشکرِ کفار کی واپسی سے تقریباً پچیس روز بعد آپ کی وفات ہوئی۔ اگر کفار کی آمد 5 شوال کو ہوئی اور بیس (20) دن یہاں رہے ہوں تو ان کی واپسی کے بعد حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا جو تقریباً پچیس روز تک جاری رہا۔ اس حساب سے ان کی وفات سن 5 ہجری کے ماہِ ذی قعدہ کے آخری دنوں میں یا اوائل ذی الحجہ میں ہوئی۔ اور بنی قریظہ پر فتح بھی ذی قعد کے اواخر میں یا ذی الحجہ کے ابتدائی دنوں میں ہوئی۔

جس رات کو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے وصال فرمایا: جبرائیل امین پھولدار ریشمی عمامہ باندھے بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ پوچھا، آج کون فوت ہوا ہے جس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے

Marfat.com

گئے اور خداوند رحمٰن کا عرش جھومنے لگا۔ فرمایا، وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 3، صفحہ 250)

عرش کے جھومنے کی وجہ علماء کرام نے یہ لکھی ہے۔ ''ان کی روح کی آمد کے باعث فرطِ مسرت سے عرشِ رحمٰن میں جنبش پیدا ہوئی۔''

''حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر ستر ہزار ایسے فرشتے زمین پر اترے جو آج تک کبھی زمین پر نہیں اترے تھے۔''

(السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 3، صفحہ 249)

ناسمجھوں کا اعتراض

کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کر دینے کا فیصلہ بہت سخت تھا۔ یا بالفاظ دیگر وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بنی قریظہ کو بھی پہلوں کی طرح جلاوطن کر دینا چاہیے تھا۔

1- وہ ایسا سوچتے وقت' کہتے وقت غالباً یہ بھول جاتے ہیں کہ بنی قریظہ کے جرم کی نوعیت ان کے غداری کے وقت کے انتخاب کے لحاظ سے بہت شدید تھی۔ اگر غداری کے بھی معیار ہوں تو وہ ایک انتہا کی خطرناک غداری تھی جو خدانخواستہ کامیاب ہو جاتی تو دنیا سے اللہ کا نور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غائب ہو جاتا اور ابد تک ساری دنیا پر اسلام سے پہلے والے تاریک زمانے والا دور دورہ رہتا۔

بنی نضیر کی غداری سے پُر کارروائی کو تو اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے آخری اور محبوب رسول، حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے اپنی خاص رحمت وحکمت سے روکا ہے اور پھر مشرکین کو بھگانے میں آسمانی طوفان برد و باد کے ذریعے مدد فرمائی ورنہ بنی قریظہ نے تو انسانیت کے ساتھ ظلم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

2- ایسا سوچنے والے، کہنے والے شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت وتعلیمِ توریت سے یا تو نابلد ہیں یا اسے بھول جاتے ہیں کہ جس میں دشمن کے مردوں کو تہ تیغ کرنے، عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنا لینے کے اور غیر منقولہ جائیداد کو اپنے قبضے میں لینے اور ان کو اپنے استعمال میں لانے کے واضح احکامات موجود ہیں۔

اللہ تبارک تعالیٰ، مالک وخالق وحاکمِ کائنات نے اپنی حکمت کے تحت جنگ وجدل اور اس سے متعلق احکامات زیادہ تر اپنی پہلی کتاب توریت یا پھر آخری کتاب قرآنِ حکیم میں نازل فرمائے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی حکمت سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بہت حد تک جنگ و جدل سے عاری زندگی شریعت و کتاب عطا فرمائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی اندازاً تیس سالہ زندگی میں کہیں لشکر کشی نہیں کی۔ آپ نے اکثر تن تنہا معجزوں کے ساتھ تبلیغ دین کی اور آپ کے پیروکار، حواری بھی آپ کی زندگی میں تیس بتیس سے زیادہ نہ تھے اس لیے لشکر کشی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس لیے اس موضوع کو واضح کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین و شریعت کا حوالہ دینا پڑتا ہے۔

3- ایسے کہنے والے شاید تاریخ پر زیادہ گہری اور حقیقت پسند نظر نہیں رکھتے یا پھر وہ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ بنی قریظہ نے اپنے آپ کو قبیلہ کے مردوں کے قتل عام کا مستحق بنایا۔ مسلمانوں نے تمام معاہدے منصفانہ کئے اور ہر طرح سے ان کا پاس کیا اور یہودیوں کو کبھی بھی شکایت کا موقع نہ دیا۔ لیکن یہودیوں نے گھٹیا قسم کی موقع پرستی کا ثبوت دیا اور معاہدے کے وجود سے ہی منکر ہو گئے۔

بنی قریظہ کو مسلمانوں کے ساتھ رہنے کا باقی سب یہودیوں سے زیادہ وقت ملا۔ انہوں نے پہلے بنی قینقاع کا حشر دیکھا اور پھر بنی نضیر کا لیکن اس سے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔

اتنے عرصے میں بھی انہیں دینِ اسلام کی حقانیت نظر نہ آئی اور نہ ہی وہ یہ جان سکے کہ اللہ تبارک تعالیٰ پیغمبرِ اسلام اور اس کے پیروکاروں کی کھلی کھلی مدد فرما رہا ہے۔ تعلیمِ توریت کی روشنی میں جو نور انہیں نظر آیا اسے وہ پہچان تو گئے لیکن اس کی اطاعت میں آنے کے بجائے اس کے جانی دشمن بن گئے۔

غزوۂ بنی قریظہ کے شروع میں اس حقیقت پر کہ یہودی اس ازلی بدنصیبی کے خود ذمہ دار تھے بہت مدلل اور تفصیل سے لکھا جا چکا ہے اسے یہاں دوہرانا مناسب نہیں ہے۔

فارسی زبان کا یہ محاورہ یا فقرہ میرے ان خیالات کی خوب ترجمانی کرتا ہے کہ

خود کردہ راہ علا جے نیست

وہ جرم انہوں نے خود کیا جس کی پاداش میں ان کے مردوں کو قتل کیا گیا۔ انہوں نے خود ایسے سنگین جرم کر کے اپنے آپ کو اس سزا کا مستحق بنایا۔

معاہدہ کو بغیر کوئی وجہ بتائے اپنی مرضی سے ختم کر دینا بلکہ اس کے وجود سے انکاری ہو جانا۔ دشمنوں کے ساتھ مل جانا، ان کی ہر طرح سے مدد کرنا اور ان کے ساتھ مل کر رات کو شب خون مارنے کے طے شدہ منصوبے، یہ انتہا کی غداری ہے۔ بہت گھناؤنا جرم ہے۔

Marfat.com

4- اعتراض کرنے والے شاید دنیا پہ کسی بھی ملک و مذہب میں موجود انسانیت کو ارتقائی نتیجہ یا ثمر سمجھتے ہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان میں اتنی سمجھ بوجھ آ گئی ہے کہ موجودہ معیارِ انسانیت کرۂ ارض پر موجود ہے۔ جب کہ یہ خیال بھی غلط ہے۔

کرۂ ارض پہ انسانیت کا وجود تعلیم قرآن و دینِ اسلام کی مرہونِ منت ہے۔ تعلیم قرآن دوسرے مذہبوں ملکوں میں سرائیت کر جانے سے کبھی بھی نہیں رکی۔ اور ہر ایک کو، ہر ملک کو کسی بھی دین کی خوبیوں کو اپنانے کا حق ہے۔

تعلیمِ قرآن و دینِ اسلام کی عدم موجودگی میں کرۂ ارض پر اسی تاریک دور کا دور دورہ رہنا تھا جو قبل از اسلام موجود تھا۔ انسان اگر اپنے طور پر راہِ انسانیت پر گامزن رہ سکتا تو رسولوں اور مذاہب کی کیا ضرورت تھی۔

لیجئے اب اس کا تاریخی انداز سے جواب حاضر ہے۔

تاریخِ اسلام یا سیرت النبی کے پڑھنے والوں کو اتنا تو علم ہے کہ حضور پُرنور رحمتِ دو عالم ﷺ جب ہجرت کر کے یثرب میں رونق افروز ہوئے تو اس وقت یہود کے تین قبیلے بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ یثرب میں سکونت پذیر تھے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے ان سب کے ساتھ دوستی کے معاہدے کیے۔ جن معاہدوں کے ذریعہ ان کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی۔ وہ اپنے مذہبی شعائر اور تقریبات کو کسی روک ٹوک کے بغیر منا سکتے تھے۔ انہیں کاروبار کرنے، زراعت اور دیگر معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا پورا پورا حق حاصل تھا اور انہیں ان کی جان، آبرو اور مال کا تحفظ دیا گیا تھا۔ ان سے فقط یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ نہ وہ خود مسلمانوں پر حملہ کریں گے، نہ کسی حملہ آور دشمن کا ساتھ دیں گے اور نہ وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کریں گے۔

ہجرت کے پانچویں سال غزوۂ خندق وقوع پذیر ہوا۔ اس سارے عرصہ میں ان قبائل نے ایک دن بھی مسلمانوں کے ساتھ شریفانہ برتاؤ نہیں کیا۔ جب بھی ان کا بس چلا انہوں نے حضور پُرنور سرکارِ دو عالم ﷺ کو اذیت پہنچائی اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں ذرا دریغ نہ کیا۔

بنونضیر نے آپ ﷺ کو شہید کرنے کی ناپاک سازش کی۔ اگر اللہ تبارک تعالیٰ اپنے حبیب کی خود حفاظت نہ فرماتا تو وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو ہی چکے تھے۔ بنی قریظہ نے تو اپنے دو ہم مذہب قبیلوں کے جذبۂ اسلام دشمنی کو بھی مات کر دیا۔ عین اس وقت جب سارا عرب دس ہزار جنگجوؤں کا لشکرِ جرار لے کر مدینہ طیبہ کو روند ڈالنے اور مسلمانوں کا نام ونشان مٹا دینے کے ارادہ سے چڑھ دوڑا تھا۔ سامانِ خورونوش کی شدید قلت تھی۔ مسلمان اپنی زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے اور حالات بے حد سنگین تھے اس وقت بنو قریظہ نے وہ وعدہ توڑ دیا جس کے سائے میں انہوں نے پانچ سال تک عزت وخوشحالی کی زندگی بسر کی تھی۔

Marfat.com

جب غزوۂ خندق کے دوران بنی قریظہ کی غداری کی اطلاع ملی او پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، سید المرسلین، خاتم النبیین حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اوسی، جو ان کے دیرینہ حلیف تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی تحقیق کے لیے بھیجا تو وہاں کا منظر ہی ہوش اڑانے والا تھا۔ تلواروں کی دھاریں تیز کی جا رہی تھیں۔ تیروں کے پھل درست کیے جا رہے تھے، نیزوں کی انیوں کو چمکایا جا رہا تھا۔ مختلف قسم کا اسلحہ ڈھالیں اور زرہیں تقسیم کی جا رہی تھیں۔

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (جو ان کے دیرینہ حلیف تھے) نے ان کو وہ معاہدہ یاد دلایا جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ انہوں نے ادب و احترام کے سارے ضابطوں کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے اور اپنے دیرینہ حلیف کا ذرا لحاظ کیے بغیر کہا: ''کون رسول اللہ'' ہم کسی کو نہیں جانتے ''ہمارے درمیان اور محمد (ﷺ) کے درمیان کسی قسم کا کوئی عہد و پیمان نہیں۔''

اس وقت بنی قریظہ نے مشرکین و کفار کے ساتھ مل کر ایسی صورتحال پیدا کر دی تھی کہ اگر خالق و مالک کائنات، قادرِ مطلق اپنے محبوب رسول اور مسلمانوں کی خصوصی مدد نہ فرماتا اور ایسے اسباب نہ فرماتا کہ بنی قریظہ خوف زدہ ہو گئے اور شب خون مارنے سے باز رہے اور مشرکین و کفار طوفانِ برد و باد (سردی اور ہوا) کی تاب نہ لا کر، قہرِ الٰہی سے خوف زدہ ہو کر محاصرہ اٹھا کر بھاگ گئے۔ بصورتِ دیگر اگر مشرکین و یہود اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنا دیتے اور اس میں وہ کامیاب ہو جاتے تو یقیناً یہ لوگ ایک بھی مسلمان کو مرد، عورت بچے کو جو بھی ان کے ہاتھ چڑھ جاتا اسے قطعاً زندہ نہ چھوڑتے۔

بیماروں، ناداروں، بوڑھوں، بچوں پر جو ظلم توڑے جاتے ان کی حقیقت بیان کرنے کے لیے شاید ایک بھی مسلمان نہ بچتا۔

یہ تو اللہ کا آخری نبی تھا جو اس کا آخری دین لے کر آیا تھا۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اس نے اٹھائی ہوئی تھی ورنہ بنو قریظہ نے تو مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ انہیں قتل نہ کیا جاتا اور صرف جلاوطن کر دیا جاتا تو یہ سزا بھی ان کے لیے بہت کافی تھی۔ قبیلہ بنی نضیر کو اپنے اہل و عیال، بار شتر کے ساتھ زندہ و سلامت چلے جانے کی اجازت دی گئی تھی۔ کیا ان لوگوں نے اس احسان کی کوئی قدر و قیمت پہچانی؟ کیا یہ سارا طوفان بنو نضیر کے ان سرکردہ افراد کا ہی اٹھایا ہوا نہیں تھا جنہیں مدینہ طیبہ سے زندہ چلے جانے کی اجازت دے دی گئی تھی؟ یہ حیی بن اخطب، سلام بن مشکم، وغیرہ جو وفد کی صورت میں مکہ گئے تھے اور قریش کو بھڑکایا تھا اور پھر دیگر صحرا نشین قبائل کے پاس گئے اور انہیں مشتعل کیا، یہ کون لوگ تھے؟ اگر بنو قریظہ کو بھی زندہ نکل جانے کی اجازت مل جاتی تو معلوم نہیں وہ اپنی فتنہ انگیزیوں سے ملت اسلامیہ پر کیسی کیسی قیامتیں برپا کرتے۔ یقیناً ایسا کرنے سے دینِ اسلام کے

Marfat.com

پھلنے، پھولنے پھیلنے، میں بہت بڑی رکاوٹ آجاتی اور جتنا اسلام صرف چھٹی ہجری میں پھیل گیا ایسا کر دینے کی صورت میں شاید آنے والے پانچ سالوں میں بھی نہ پھیل سکتا۔

ان کے دلوں میں ہادیٔ برحق محمد رسول اللہ ﷺ، اسلام اور ملتِ مسلمہ کے بارے میں حسد و عناد کے جو آتش کدے بھڑک رہے تھے انہوں نے ان کی عقلِ سلیم کو سلب کر دیا تھا۔ یہ سب جانتے تھے کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ اللہ کے سچے نبی ہیں، ان کے ذکرِ جمیل سے ان کی آسمانی کتب آراستہ ہیں۔ مگر یہ سب کچھ جاننے کے باوجود وہ ایمان لانے کے لیے تیار نہ تھے۔

آپ نے گزشتہ اوراق میں بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد، زبیر بن باطا اور بنی نضیر کے سردار حیی بن اخطب کے بارے میں پڑھ ہی لیا ہے۔ ان کی سمجھ داری اور ناسمجھی کی باتیں آپ نے جان لی ہیں۔ ان تینوں کی باتیں اور عمل مجموعی طور پر تمام یہودیوں کی فطرتِ بد اور ازلی بدنصیبی کو خوب ظاہر کرتے ہیں اور اس سے یہ بھی خوب ظاہر ہے کہ یہ بدنصیبی انہوں نے خود کمائی ہے۔ خود اپنے نصیبوں میں لکھوائی ہے۔

ایسے لاعلاج بیماروں کا یہی علاج تھا جو کیا گیا تھا۔ انسانی بدن میں جو عضو سرطان زدہ ہو جائے، اس کے کاٹ دینے میں ہی باقی جسم کی بہتری ہے۔ یہ سرطان زدہ قبیلہ اس سزا کا مستحق تھا جو اسے دی گئی۔ جو لوگ ظالم پر رحم کرتے ہیں، وہ مظلوم پر مزید ظلم ڈھانے کے مرتکب ہوتے ہیں۔

نیز غور طلب امر یہ ہے کہ بنی قریظہ کے لیے یہ حکم پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ نے نہیں دیا بلکہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے دیا۔

ایک روایت کے مطابق بنو قریظہ نے خود حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کے لیے حکم (ثالث) مقرر کیا۔ بنی اوس نے اس پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ لائے گئے تو فیصلہ سنانے سے پہلے آپ نے فریقین سے پوچھا کیا میں فیصلہ کروں۔ سب نے کہا، آپ فیصلہ کریں۔ پھر پوچھا، کیا سب کو میرا فیصلہ منظور ہوگا؟ سب نے کہا منظور ہوگا۔ سرکارِ دوعالم نبی کریم ﷺ نے بھی اپنی طرف سے منظوری دے دی۔ تب انہوں نے یہ فیصلہ سنایا۔ موجودہ قانون و رواج میں بھی یہ بات طے شدہ ہے کہ فریقین کی رضامندی سے جو ثالث مقرر کیا جائے، فریقین کو اس کا فیصلہ ہر صورت ماننا پڑتا ہے۔ اور بعد میں کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں رہتا۔

اس فیصلہ کے سلسلہ میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام پر جو لوگ زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ کاش وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین و شریعت کا بھی مطالعہ کرتے جس کا تذکرہ کتابِ مقدس میں متعدد مقامات پر کیا گیا۔ یہاں اعتراض کرنے والے حضرات کے لیے توراتِ مقدس سے صرف دو حوالے پیش کرتے ہیں۔

امید ہے کہ یہ حوالے اُن کے اعتراض کا مکمل جواب ہوں گے اور ایسا کہنے والوں کی وہ زبان بند کر دیں

Marfat.com

گے۔

توریت کتاب گنتی، باب 31، آیت 7 تا 10 ملاحظہ فرمائیے:

''اور جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا اس کے مطابق انہوں نے مدیانیوں سے جنگ کی اور سب مردوں کو قتل کر دیا اور انہوں نے ان مقتولوں کے سوا عدی اور رقم اور صور اور حور اور ربع کو جو مدیان کے پانچ بادشاہ تھے جان سے مارا۔ اور بعور کے بیٹے بلعام کو بھی تلوار سے قتل کیا اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر کیا اور ان کے چوپائے اور بھیڑ بکریاں اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور ان کی سکونت گاہوں کے سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کی سب چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا۔''

اگر معترض حضرات کو مندرجہ بالا سے کچھ زیادہ پلے نہیں پڑا ہے تو امید ہے کہ درج ذیل توریت کی آیاتِ مبارکہ ان کے بے چین دل و دماغ کو سکون بخش دیں گی کیونکہ یہ تو ایسی ہیں جیسے بنی قریظہ ہی کے بارے میں بیان کر رہی ہوں۔

توریت۔ کتابِ استثناء، باب 20- کی آیات 10 تا 14 ملاحظہ ہوں:

''جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے۔ تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگوار بن کر تیری خدمت کریں اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تو ان کا محاصرہ کرنا اور جب خداوند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھے دی ہو، کھانا۔'' (یعنی کہ وہ سب آپ کی ملک ہے جیسے چاہیں اس کا تصرف کریں۔)

سن 5 ہجری کے دیگر واقعات

اب چند دوسرے واقعات کا مختصراً ذکر جو سن 5 ہجری میں وقوع پذیر ہوئے ان سب کے بارے میں فرداً فرداً یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ کس ماہ میں واقع ہوئے اس لیے ان کو یہاں ان کے زمانۂ وقوع کے لحاظ سے یا زمانۂ وقوع کی ترتیب سے بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔

اُمِ سعد رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال پر ملال ان دنوں ہوا جب پیغمبرِ اول و آخر و اعظم،

Marfat.com

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ غزوۂ دومتہ الجندل کے سلسلہ میں مدینہ طیبہ سے باہر تھے۔

حضرت اُمِ سعد رضی اللہ عنہا وہ خوش بخت اور برگزیدہ صحابیہ تھیں جس نے مکہ میں حاضرِ خدمتِ اقدس ہوکر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ان کا یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا، امتیاز تھا جو ان کے ذکر کے ساتھ قیامت تک بیان ہوتا رہے گا۔

جب حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ غزوۂ دومتہ الجندل سے تشریف لائے تو آپ ﷺ اپنی مخلص صحابیہ کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے خدمتِ اقدس میں عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! میری والدہ محترمہ اچانک وفات پا گئیں۔ اگر انہیں ہم سے بات کرنے کی مہلت ملتی تو ضرور صدقہ کرنے کا فرماتیں۔ اب کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں صدقہ کرو۔''

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ، کس صدقہ میں زیادہ فضیلت ہے؟ فرمایا! پانی (پینے کا پانی مہیا کرنے میں)

چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کی مخلوق کے استعمال کے لیے ایک کنواں کھدوایا اور اس کنویں کے بارے میں کہا ''یہ کنواں اُمِ سعد رضی اللہ عنہا کا کنواں ہے۔ یعنی کہ صدقہ جاریہ کے لیے اپنی والدہ ماجدہ کے نام سے منسوب کر دیا۔

وفدِ بلال بن حارث

سن 5 ہجری میں مدینہ منورہ سے دور کے علاقہ سے قبیلہ مزینہ کا ایک وفد اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد میں قبیلہ مزینہ کے ایک سردار بلال بن حارث اور اس کے چودہ (14) ساتھی تھے۔ یہ پہلا وفد تھا جو از خود مدینہ منورہ اسلام قبول کرنے کے لیے حاضر خدمتِ اقدس ہوا۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بہت خوش ہوئے۔ یہ لوگ آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کر کے نعمت اسلام سے مالا مال ہوئے۔ کچھ عرصہ مدینہ منورہ میں ہی حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے زیرِ نگاہ تربیت حاصل کی اور ضروریاتِ دین کی تعلیم سے انہیں آراستہ کرنے کے بعد حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا۔

''اپنے وطن واپس چلے جاؤ، تم جہاں بھی رہو گے تمہارا شمار مہاجرین کے خوش نصیب زمرہ میں ہوگا۔'' (تاریخ الخمیس جلد 1، صفحہ 470)

Marfat.com

صلوٰۃ الخسوف

خسوف چاند گرہن کے موقع پڑھی جانے والی نماز کو کہتے ہیں۔صلوٰۃ الخسوف عربی زبان کا لفظ ہے اور اس مطلب ہے چاند گرہن کی نماز۔

سن 5 ہجری ماہِ جمادی الثانی میں چاند کو گرہن لگا۔ یہود نے تانبے کے برتنوں کو کاٹنا شروع کر دیا اور کہنے لگے کہ چاند کو جادو کر دیا گیا ہے۔اس لیے اس کی روشنی سلب ہوگئی ہے۔لیکن حقائق سے پردہ اٹھانے والے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور انور نبی کریم، رؤف و رحیم، ہادیٔ انس و جاں، رہبر کائنات ﷺ نے ان لغویات کے بجائے اپنی امت کو صلوٰۃ الخسوف پڑھنے کا حکم دیا۔

اس وقت حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے خود نمازِ خسوف کی امامت کرائی،صحابہ کرام نے اپنے آقا کی اقتدا میں یہ نماز ادا کی اور اس کے بعد مسلمانوں کا یہ معمول ہوگیا کہ جب بھی چاند کو گرہن لگتا تو وہ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو کر نماز ادا کرتے۔اس طرح صلوٰۃ الخسوف کا آغاز سن 5 ہجری ماہِ جمادی الثانی سے ہوا۔

گھڑ دوڑ

گھوڑا زمانۂ قدیم سے شاہی سواری ہے۔اپنی برق رفتاری اور وفاداری کے سبب یہ انسان کا پسندیدہ جانور ہے اور اس کی ان صفات کی وجہ سے دشمن کے مقابلے میں اس کا مؤثر استعمال کیا جاتا ہے۔اور اونٹ صحرائی جہاز ہے۔صحرا میں نقل و حرکت باربرداری کا یہ سب سے بڑا ذریعہ ہے اور یہ بغیر پانی پیے کئی دن گزارہ کرسکتا ہے۔اہلِ عرب ان کو پالنے کے شوقین تھے۔

اہلِ عرب کے پاس دو قسم کے گھوڑے ہوتے تھے،ایک عام قسم کے اور دوسرے خاص قسم کے جنہیں ایک خاص طریقہ سے لمبی دوڑ کے لیے تیار کیا جاتا تھا۔اس کا طریقہ یہ تھا کہ گھوڑے کو ایک جگہ باندھ دیا جاتا اور اس کو خوب خوراک کھلائی جاتی یہاں تک کہ وہ خوب موٹا تازہ ہو جاتا۔پھر اس کی خوراک اور پانی آہستہ آہستہ کم کرتے جاتے اور پھر کچھ عرصہ بعد اس کو دوڑانا شروع کر دیتے۔اور خوراک میں بھی کمی رکھتے۔پہلے تھوڑے فاصلہ تک پھر آہستہ آہستہ فاصلہ بڑھاتے جاتے یہاں تک کہ وہ دبلا پتلا ہو جاتا۔

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم حضورِ انور نبیِ کریم رؤف و رحیم، تاجدارِ کائنات، رسولِ بحر و بر ﷺ خود بھی گھوڑوں سے بہت محبت کرتے اور اس کی سواری کو بہت پسند فرماتے اور صحابہ کرام کے دلوں میں بھی مختلف طریقوں سے ان گھوڑوں کو پالنے کا شوق پیدا کرتے۔بسا اوقات گھوڑوں کی دوڑ کا مقابلہ کرایا جاتا اور سب شوقین حضرات کو اس میں شرکت کی دعوت دی جاتی۔اس قسم کی ایک گھڑ دوڑ سن 5 ہجری میں بھی منعقد ہوئی۔

Marfat.com

گھوڑوں کی دوڑ کے لیے حفیا سے ثنیۃ الوداع اور مسجد زریق کا فاصلہ مقرر تھا جو تقریباً ایک میل تھا۔

اونٹوں کی دوڑ کے مقابلے بھی ہوتے تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی ایک اونٹنی (ناقہ) تھی جس کا نام عضباء تھا، دوڑ میں وہ ہمیشہ سب سے آگے ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک بدو اپنے جواں اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور مقابلہ میں شریک ہوا۔ یہ اونٹ عضباء سے بازی لے گیا۔ مسلمانوں کو اس بات کا بڑا رنج ہوا۔ حضورِ انور نبی کریم رحمتِ دو عالم ﷺ نے یہ فرما کر سب کے رنج و غم کو دور کر دیا:

''اللہ تبارک تعالیٰ کو حق پہنچتا ہے کہ جو چیز اس دنیا میں اونچی ہو اس کو نیچا کرے۔''

زلزلہ

دینِ اسلام سے پہلے گرہن، زلزلہ، ژالہ باری، لال آندھی وغیرہ کے بارے میں افسانوی توجیہات واثرات کی کہانیاں ہر معاشرے میں پھیلی ہوئی تھیں۔ دینِ اسلام نے بنی نوع انسان کو ان بدگمانیوں و خرافات سے نکالا اور اللہ تبارک تعالیٰ کی حکمت وعظمت اور حقیقت کی طرف رہنمائی کی۔

سن 5 ہجری میں مدینہ طیبہ میں زلزلہ آیا۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تبارک تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ تم توبہ کر کے اس کو راضی کرو۔ پس تم اس کو راضی کرو۔'' (تاریخ الخمیس جلد 1، صفحہ 502)

دیگر شرعی احکام

رسمِ متبنیٰ کا خاتمہ

حسبِ سابق سن 5 ہجری میں بھی معاشرے میں رائج رسم و رواج پر بھرپور توجہ دی گئی۔ قدم بہ قدم معاشرے کی اصلاح کے لیے احکامات و ہدایات نازل فرمائے جا رہے تھے۔ قرآنِ حکیم کے بہت سے احکامات و ہدایات اور پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے پیشتر اقدامات کا تعلق معاشرتی و تمدنی اصلاح اور عروج انسانیت سے ہے۔

عرب میں ایک قدیم رواج تھا کہ متبنیٰ، حقیقی بیٹا خیال کیا جاتا تھا۔ وہ اپنے متبنیٰ بنانے والے کا وارث بھی ہوتا تھا۔ خاندان کی جو مستوراتِ حقیقی بیٹے پر حرام تھیں وہ متبنیٰ پر بھی حرام ہوتی تھیں۔ جس طرح باپ حقیقی بیٹے کی بیوی کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا تھا، اسی طرح وہ متبنیٰ کی بیوہ یا مطلقہ بیوی کے ساتھ بھی نکاح نہیں کرسکتا تھا۔

متبنیٰ بیٹے کے وراثت میں، جائیداد میں، زمین و مکان میں وہی حقوق حاصل تھے جو ایک حقیقی بیٹے کے ہوتے تھے۔ اس طرح سے ایک باہر کا آدمی اس خاندان کے دیگر افراد کا حق بھی مارنے لگا اور وراثت کے اصل حق دار مال وراثت سے محروم ہونے لگے اور یوں خاندانوں میں بھی ملاوٹ شروع ہوگئی اور شجرۂ نسب بھی

Marfat.com

مشکوک و ناقص ہوگئے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآنِ حکیم کی سورۂ احزاب میں ان مسائل سے متعلق متعدد آیات نازل فرما کر اس قدیم رواج کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا اور اس کی بیخ کنی کے لیے اپنے محبوب رسول حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو خود نمونہ پیش کرنے کا حکم دیا۔ ان آیات کے نزول سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارا جاتا تھا کیونکہ حضورِ انور ﷺ نے انہیں متبنیٰ بنایا ہوا تھا۔ اب یہ طریقہ ختم ہوگیا۔ یوں انہیں زید بن حارثؓ (رضی اللہ عنہ) کہہ کر پکارا جانے لگا۔

اس طرح ایک بہت بری رسم کا خاتمہ ہوگیا اور اس سے متعلقہ جو بھی معاشرتی سماجی برائیاں تھیں ان کا بھی سدِ باب ہوگیا۔ اور دینِ اسلام کا نظام اور نکاح، طلاق وراثت سے متعلقہ قوانین و ہدایات جزیرۂ عرب میں اپنی روشنی پھیلانے لگے۔

تیمّم کی اجازت

دینِ اسلام اللہ تبارک تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ یہ دین اللہ تبارک تعالیٰ کا آخری دین ہے اور اسی دین نے قیامت تک دنیا پر قائم رہنا ہے۔ جہاں اس دین کے اختیار کرنے میں کوئی جبر نہیں ہے وہاں یہ دین بہت خوبصورتی اور آسانی کے ساتھ قابلِ عمل بھی ہے۔ اصل میں اسلام دینِ فطرت ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوبِ خاص پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، سید المرسلین، خاتم النبیین، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے صدقے اُمتِ مسلمہ پر خاص مہربانیاں فرمائی ہیں۔ ان کے لیے اس دین پر عمل پیرا ہونے کو بہت آسان بنایا ہے۔

تیمّم اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک خاص اعزاز ہے رحمت ہے سہولت ہے جو اس سے پہلے کسی اور امت کو نصیب نہیں ہوئی۔ انسان کی زندگی میں کتنے ہی ایسے مواقع آجاتے ہیں جب اسے طہارت کے لیے (پاکیزگی اختیار کرنے کے لیے) نماز سے قبل وضو یا غسل کرنا ممکن نہیں رہ جاتا ہے یا اسے کوئی ایسی بیماری یا تکلیف ہو جاتی ہے جو پانی کے جسم پر پڑنے سے اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

پانی نہ ملنے کی صورت میں یا پانی کے استعمال سے بیماری مزید بڑھ جانے کے خدشہ کی صورت میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ کو غسل اور وضو کے لیے مٹی کے ذریعے طہارت حاصل کرنے یعنی تیمّم کے ذریعے طہارت حاصل کرنے کی اجازت دی ہے۔

دیگر اور سہولتوں کی طرح تیمّم کتنی بڑی سہولت ہے۔ صحیح معنوں میں دینِ اسلام دینِ فطرت ہے اور اس سے قبل یہ سہولت کسی امت کو میسر نہ آئی تھی۔ اُمتِ مسلمہ کو یہ نعمت سن 5 ہجری میں عطا فرمائی گئی۔

Marfat.com

حدِ قذف کا تعین

اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں پاک دامن عورتوں پر الزام تراشی ایک معمولی بات تھی۔ بغیر کسی ثبوت کے محض شک کی بنا پر یا شرارتاً ان کی پاکدامنی کو داغدار کر دیا جاتا تھا اور پاکباز عورتوں پر جو اس الزام تراشی کے بعد گزرتی تھی اور معاشرے، گھر پر، جو اس کے منفی اثرات پڑتے تھے ان کا کسی کو احساس نہ تھا۔

دینِ اسلام میں اس شرمناک صورتحال کا سدِ باب کرنے کے لیے اسے جرم قرار دے کر شہادت نہ ہونے کی صورت میں سزا مقرر کی گئی۔ اس طرح اس کمزور اور مظلوم طبقہ کو ان شرارتوں سے تحفظ ملا۔ جاہلی تمدن میں بیہودگی کی انتہا یہ تھی کہ شوہر اپنی بیوی کی پاکدامنی پر بھی الزام لگانے سے گریز نہ کرتے تھے۔ ان کے لیے بتایا گیا کہ گواہوں کی عدم موجودگی کی صورت میں دونوں اپنی اپنی سچائی کے لیے قسم اٹھائیں اس کے بعد دونوں میں جدائی کر دی جائے۔ اسے لعان کہتے ہیں۔

پردہ کے احکامات

زمانۂ جاہلیت میں عورت بے حجاب آزادانہ طور پر گھوما پھرا کرتی تھیں اور ستر پوشی کا بھی خاطر خواہ خیال نہ تھا اور عوام میں ان کا برا بھی نہیں منایا جاتا تھا۔ اس لیے بے پردگی اور آزادانہ میل جھول سے جو برائیاں جنم لیتی ہیں ان برائیوں کی معاشرے میں بھرمار تھی۔

عرب تمدن میں جو معاشرتی بگاڑ پیدا ہو چکا تھا اور افرادِ معاشرہ بے راہ روی کی جس راہ پر چل نکلے تھے اس کا منطقی تقاضا تھا کہ سماجی روابط کو کسی اخلاقی ضابطے کا پابند بنایا جائے، دعوتِ گناہ کے ہر عنصر کی بیخ کنی کی جائے اور تقویٰ، طہارت اور پاکیزگی کی اقدار کو فروغ دیا جائے۔

پردے اور مناسب ستر پوشی کے لحاظ سے سارے عرب کا یہ حال نہ تھا۔ اس معاشرے میں خال خال ایسے لوگ اور ایسے گھرانے بھی موجود تھے جو آزادانہ میل جھول اور معاشرے کی دیگر برائیوں سے دور بھی رہتے تھے اور ان کے وجود سے نالاں تھے۔

اچھے گھرانوں کی عورتیں میل جھول میں احتیاط کرتی تھیں اور گھروں سے باہر وہ اپنا وقار قائم رکھتی تھیں۔ لیکن ایسے اچھے لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ اور اچھی صفات کے حامل افراد کی اکثریت نے دینِ متین کو پہلے ہی قبول کر لیا تھا کیونکہ یہ دین ان کی خواہشات کے مطابق تھا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عرصہ سے بارگاہِ نبوت میں عرض کر رہے تھے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو پردہ فرمانے کا حکم دیں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے کہ جب تک میرا رب یہ حکم نازل نہ کرے، میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کر سکتا۔ اس موقع پر پردہ کی آیات نازل ہوئیں۔

Marfat.com

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اللہ کے حکم کے منتظر تھے اس سال (سن 5 ہجری میں) سورۂ احزاب میں پردے کے احکامات نازل ہوئے۔ پابند کر دیا گیا کہ مومن عورتیں گھروں سے باہر نکلیں تو پردہ کر کے نکلا کریں، بے حجاب باہر نکلنا ممنوع ہو گیا۔ غیر محرموں کے سامنے آنے سے بھی منع کر دیا گیا۔ مردوں کو بھی اس امر کا پابند کیا گیا کہ وہ دوست احباب کے گھروں میں اطلاع دیئے اور اجازت ملے بغیر قطعاً داخل نہ ہوں۔ کسی کو بات کرنا ہو، کوئی چیز لینا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگے۔ تصنع، بناوٹ اپنے زیورات کی نمائش اور ایسی چال ڈھال اور گفتار و رفتار سے منع کر دیا گیا جو مردوں کی کشش کا باعث بنتی ہیں۔ اس ضمن میں بنیادی اصول یہ ہے کہ عورت ہر اس چیز اور عمل سے پرہیز کرے جو مرد کے لیے جنسی کشش کا باعث ہے۔

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

اکثر مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ بنی قریظہ کی ایک خاتون ریحانہ بنتِ زید رضی اللہ عنہا مشرب بہ اسلام ہو گئی تھیں۔ اور یہ بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے تھیں۔

اگرچہ یہ واقعہ کسی صحیح حدیث میں مذکور نہیں اور نہ ہی حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا اُمّ المؤمنین کے طور پر معروف ہیں تاہم اگر یہ واقعہ ہوا ہے تو حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کی خوش بختی میں کوئی کلام نہیں، انہیں انتہا کی خوش بختی ملی۔

کہا یوں جاتا ہے کہ بنی قریظہ کے قیدیوں میں ایک لونڈی ریحانہ بنتِ زید خمس میں آئی۔ اور انہوں نے دینِ اسلام سے پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کو مختار بنایا کہ مجبوری میں نہیں بلکہ وہ آزادانہ طور پر اپنے بارے میں فیصلہ کریں۔ انہوں نے غور و فکر کے بعد اسلام قبول کر لیا تو آپ ﷺ نے اسے آزاد کر کے نکاح کر لیا۔

واقدی، ابنِ سعد اور امام زہری اسی بات کو ترجیح دیتے ہیں۔ واقدی کے حوالے سے ابنِ سعد کی روایت میں خود ریحانہ کے الفاظ ہیں کہ حضور پُرنور ﷺ نے مجھے آزاد کر کے نکاح کیا۔ ابنِ حجر نے اصابہ میں بیان کیا ہے۔

"ریحانہ قرظیہ حضور ﷺ کی زوجہ تھیں جو آپ ﷺ کے لیے راحت کا سامان تھیں۔"

(الاصابۃ، جلد 4 صفحہ 309)

دوسرا موقف ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا تھا اور وہ واپس جا کر اپنے خاندان والوں کے پاس رہیں۔

"اور ریحان قرظیہ گرفتار ہوئی پھر اسے رہا کر دیا گیا وہ اہلِ خاندان کے پاس چلی گئیں اور پردہ نشین ہو کر رہ گئیں۔" (الاصابۃ، جلد 4 صفحہ 309)

Marfat.com

تیسرا مؤقف ہے کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح رکھنا چاہا لیکن غیر معمولی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے انہوں نے یونہی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ یہ ابنِ اسحاق کی روایت ہے۔

سلام بن ابی الحقیق کا قتل

اس مہم کا دوسرا نام ''سریہ عبداللہ بن عتیک'' ہے۔

اس کا زمانۂ وقوع ماہِ ذوالحج سن 5 ہجری ہے اور یہ سریہ غزوۂ بنی قریظہ کے بعد وقوع پذیر ہوا۔

سلام بن ابی الحقیق کا تعلق بنی نضیر سے تھا اور اس کی کنیت ابورافع تھی۔ ابورافع اکابر یہود میں سے تھا اور بنی نضیر کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔ ابورافع بھی اسلام کے کھلے دشمنوں میں سے تھا۔ اسلام کے خلاف سازشوں کا جال بچھانے والی ٹیم کا یہ ایک اہم اور فعال رکن تھا۔ یہودیوں کا جو وفد مشرکینِ مکہ اور دیگر قبائل کفار کو مسلمانوں کے خلاف جمع کرنے کے لیے مکہ اور دیگر علاقوں میں گیا تھا۔ ابورافع اس میں شامل تھا۔ اس نے لشکر مشرکین و کفار کی مالی و مادی خوب مدد کی تھی اور بنی قریظہ کے ساتھ بنی نضیر کے سردار حیی بن اخطب کے خاتمے کے بعد ابورافع ہی خیبر کے یہود کا بڑا سردار بن گیا۔

اس بدبخت نے بھی حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور مسلمانوں کو بہت ستایا تھا۔ غزوۂ احزاب میں قبائل مشرکین کو جمع کرنے اور پھر ان کو مدینہ پر چڑھا لانے میں ابورافع کا بڑا ہاتھ تھا۔ اس سلسلے میں تمام اخراجات اسی نے اٹھائے تھے۔ حیی بن اخطب کا جانشین بن جانے کے بعد یہ اپنی تمام صلاحیتیں مسلمانوں کو زک پہنچانے میں صرف کرنے لگا۔

یہ کہا کرتا تھا کہ میرے پیش رو سردارانِ یہود محمد (ﷺ) اور اس کے پیروکاروں کا خاتمہ اس لیے نہ کر سکے کہ انہوں نے صحیح منصوبہ بندی نہیں کی تھی۔ میں عرب کے تمام قبائل کو اکٹھا کر کے مدینہ پر ایسا بھرپور حملہ کروں گا کہ ماضی کی تمام کوتاہیوں کی تلافی ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ ابورافع اسلام دشمنی میں کعب بن اشرف سے کسی طرح کم نہ تھا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے خاص لطف و کرم سے اوس و خزرج دو قبیلوں کے دلوں میں اپنے محبوب خاص ﷺ کی عقیدت و محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ دونوں قبیلے خدمتِ اسلام میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں کوشاں رہتے تھے۔ کعب بن اشرف یہودی کو اس کی ہذیان سرائی، بہتان تراشی، اسلام دشمنی اور اذیت رسانی کے باعث حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشاد کے مطابق قبیلہ اوس کے چند جوانمردوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

خزرج کے نوجوانوں کے دلوں میں جذبہ مسابقت ہر لحظہ تازہ رہتا تھا۔ وہ بھی کوئی ایسا ہی کارنامہ (کعب

Marfat.com

بن اشرف کے قتل جیسا) انجام دینا چاہتے تھے۔ کفار سے پے در پے جنگوں میں مصروفیت کی وجہ سے وہ یہ حسرت پوری نہ کر سکے۔ اب جب قریش بھی بے نیل مرام پسپا ہو گئے اور بنی قریظہ کا قصہ بھی تمام ہو گیا تو اب انہوں نے اپنے ارمانوں کو پورا کرنے کے لیے غور و خوض شروع کر دیا۔

یہودیوں کا وہ وفد جو خیبر سے مکہ کے قریش اور صحرائے عرب کے دیگر قبائل کو مشتعل کرنے کے لیے آیا تھا، سلام بن ابی الحقیق اس کا ایک اہم رکن تھا۔ خزرج کے نوجوانوں نے سوچا کہ اس وفد کا ایک رکن حیی بن اخطب تو ہلاک ہو گیا لیکن سلام بن ابی الحقیق ابھی تک زندہ ہے اور اسلام کے خلاف زہر فشانی میں مصروف رہتا ہے۔ اگر اس کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا جائے تو ایک بڑے فتنہ باز کی شرانگیزی سے اسلام محفوظ ہو جائے گا۔ سلام بن ابی الحقیق کی رہائش خیبر میں تھی اور اس کا اپنا محفوظ قلعہ تھا جس میں یہ سکونت پذیر تھا۔ خزرجیوں نے اپنے دل میں یہ منصوبہ طے کر کے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں گزارش کی اور اذن طلب کیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کی اجازت دے دی۔

قبیلہ خزرج کی شاخ بنوسلمہ کے پانچ آدمی اس مہم پر روانہ ہوئے اور حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اس مہم کے سربراہ تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت سعود بن سنان، حضرت عبداللہ بن انیس، حضرت ابوقتادہ اور حارث بن اسود خزاعی رضی اللہ عنہم اس مہم میں شامل تھے۔

ماہِ ذوالحج سن 5 ہجری میں مجاہدینِ اسلام کا یہ دستہ خیبر کی طرف روانہ ہوا۔ روانگی سے قبل حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اس دستہ کے ارکان کو ہدایت فرمائی کہ

"کسی بچے یا عورت کو قتل نہیں کرنا۔" (السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2، صفحہ 274)

ابورافع خیبر کی آبادی میں اپنے ذاتی قلعے میں رہتا تھا۔ قلعہ خاصا بڑا تھا اور ابورافع نے اپنی حفاظت کو یقینی بنانے کے لیے اپنے چند قریبی دوستوں کو بھی اسی قلعے میں بسا رکھا تھا۔

جب یہ مختصر سا دستہ قلعے کے نزدیک پہنچا تو اس وقت شام ہو چکی تھی اور چرواہے اپنے مویشیوں کے ساتھ واپس لوٹ رہے تھے۔ وہ کچھ دیر اور ایک طرف ہو کر ایک آڑ میں بیٹھے رہے۔ جب سورج غروب ہو گیا اور قدرے اندھیرا چھانے لگا تو حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ تم یہیں ٹھہرو اور میں قلعے کے دروازے پر موجود چوکیدار کو کسی طرح چکر دے کر اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ بلاشبہ یہ ایک مشکل مرحلہ تھا۔ اگر دروازے پر موجود چوکیدار یا دربان کو شک ہو جاتا تو وہ ہنگامہ کھڑا کر سکتا تھا اور قلعہ کے مکینوں نے مہینوں کے لیے چوکنا ہو جانا تھا۔

لیکن اللہ تبارک تعالیٰ کی امداد شاملِ حال تھی اور حالات ایسے ہو گئے کہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو

Marfat.com

چوکیدار کے قریب جانے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ ہوا یوں کہ اس لمحے قلعہ سے کچھ لوگ باہر نکلے، ان کا کوئی جانور باہر رہ گیا تھا وہ اسے ڈھونڈنے اور اندر لانے کے لیے باہر نکلے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں۔

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ اس روشنی میں ان کی نگاہوں سے بچنے کے لیے ایک قریبی کھیت میں یوں چادر اوڑھ کر بیٹھ گئے جس طرح قضائے حاجت کے لیے بیٹھا جاتا ہے۔

جانور تلاش کرنے والے لوگ جلد ہی واپس آ گئے اور قلعے میں چلے گئے۔ ان کے اندر داخل ہو جانے کے بعد چوکیدار نے دروازہ بند کرنے سے پہلے احتیاطاً ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی باہر تو نہیں رہ گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ابھی تک وہیں بیٹھے تھے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی مدد اور حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی خوش قسمتی کہ چوکیدار کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ وہ یہ سمجھا کہ قلعے کے مکینوں میں سے کوئی رفعِ حاجت کی غرض سے باہر رہ گیا ہے اور یہ اسی گروہ کا فرد ہے جو ابھی اپنا جانور ڈھونڈ کر واپس قلعہ میں گئے ہیں۔ اندھیرا چھا رہا تھا اور اسے دروازہ بند کرنے کی جلدی تھی اس لیے وہ بلند آواز سے گویا ہوا۔

او اللہ کے بندے! جلدی سے فارغ ہو لے اور اندر آ جا' کیونکہ میں اب دروازہ بند کرنے لگا ہوں۔

چوکیدار یہ کہہ کر قلعہ کا دروازہ بند کرنے کے لیے تیاری کرنے لگا اور ادھر حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے انہوں نے اپنے آپ کو چادر سے چھپایا ہوا بھی تھا اور تاریکی بھی تھی چوکیدار بھی اپنے خیال میں قلعہ کے مکین کو ہی اندر جانے دے رہا تھا اس لیے آپ پورے اعتماد کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گئے۔

جیسے ہی دربان نے دروازہ بند کرنے کے لئے پیٹھ پھیری تو آپ نزدیک ہی ایسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے جہاں سے دربان تو نظر میں رہے لیکن خود اس کی نظر سے چھپے رہیں۔ آپ اب دربان کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے دروازہ بند کیا۔ اسے تالے لگائے اور چابیاں ساتھ ہی دیوار میں لگی ہوئی کھونٹی کے ساتھ لٹکائیں اور چلا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ جس جگہ چھپے بیٹھے تھے وہاں سے ابورافع کی رہائش دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی دو منزلیں تھیں۔ اوپر والی منزل میں ابورافع اور اس کے اہلِ خانہ رہائش پذیر تھے۔ ابورافع کا یہ معمول تھا کہ رات کو اس کے گھر میں مجلس ہوتی تھی۔ آج بھی اس وقت اس کے ہاں دوست احباب کی محفل جمی ہوئی تھی اور خوب روشنی ہو رہی تھی۔

رات گئے تک حسبِ معمول دوست احباب وہاں گپ شپ لگاتے رہے اور شراب نوشی میں مصروف رہے۔ آخر محفل ختم ہو گئی۔ یہ اہلِ مجلس اسی قلعہ کے مکین تھے۔ سب ابورافع کی رہائش سے اترے اور اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کچھ دیر بعد اپنی کمین گاہ سے باہر آ گئے۔ سب سے پہلے قلعے کے دروازے کی چابیاں کھونٹی سے اتاریں اور سارے تالے کھول دیئے تاکہ مشن مکمل کرنے کے بعد آسانی سے فوری باہر نکلا جاسکے اور تالے رکاوٹ نہ بن جائیں۔ اس کے بعد دبے پاؤں ادھر ادھر گھوم کر جائزہ لیا کہ سب لوگ اپنے مکانوں میں چلے گئے ہیں اور باہر کوئی دیکھنے والا موجود نہیں ہے۔

ابورافع کی رہائش کے ساتھ جو دروازے تھے آپ نے نہایت احتیاط سے ان کی باہر سے کنڈی لگادی تا ابورافع یا اس کے گھر والے شور مچائیں، مدد کے لیے پکاریں تو ان کی مدد کے لیے یہ لوگ اپنے گھروں سے نکل کر فوراً نہ پہنچ سکیں۔

اس کے بعد انہوں نے اپنی تلوار ہاتھ میں لی اور احتیاط سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ابورافع کے مکان کی اوپر والی منزل میں جا پہنچے۔ اس وقت تمام روشنیاں بجھا دی گئیں تھیں اور اہلِ خانہ کچھ سو گئے تھے کچھ سونے والے تھے۔

اس تاریکی کا فائدہ تو یہ ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ پر کسی کی نگاہ نہیں پڑی اور وہ سونے والے کمرے میں پہنچ گئے لیکن اس تاریکی کے سبب ان کے لیے یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ اہلِ خانہ میں سے ابورافع کو پہچان لیں اور خاموشی سے اس کا کام تمام کر دیں۔

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ ابورافع کو آواز دیں اور اس کے جواب سے اس کی جگہ اور سمت کا اندازہ کریں اور پھر اس پر تلوار کا کارگر وار کریں۔ یہ بہت دل گردے کا کام تھا لیکن الحمدللہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو سب ہی دل گردے والے تھے۔ وہ تو تنہا سو سو پر بھاری تھے۔ وہ بہت قوی اعصاب کے مالک تھے۔ ایسی تدبیر وہی سوچ سکتے تھے اور ان پر خوبصورتی سے عمل پیرا بھی وہی ہو سکتے تھے۔

انہوں نے اللہ کا نام لے کر دبی آواز میں پکارا۔ ابورافع

اس آواز کے جواب میں ابورافع نے فوراً پوچھا۔ کون ہے؟

اس کی آواز سنتے ہی حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے لپک کر اس سمت میں اس فاصلہ پر تلوار چلائی مگر تلوار اندھیرے کی وجہ سے صحیح فاصلے پر نہیں چلائی گئی اور تلوار اسے چھوئے بغیر اس کے قریب سے گزر گئی اور وار خالی گیا۔

ابورافع نے گھبرا کر ایک ہلکی سے چیخ ماری، آواز نکالی۔ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ جلدی سے ایک طرف ہو کر کمرے سے باہر آ گئے اور چند لمحوں بعد پھر اسی کمرے میں داخل ہو گئے اور آواز بدل کر اپنوں کے سے ہمدردانہ لہجے میں بولے۔

ابورافع! میں نے ایک چیخ سی سنی تھی۔ یہ کیسی آواز تھی؟

Marfat.com

ابو رافع اس وقت یہ سمجھا کہ میرا کوئی دوست میری آواز سن کر از راہِ ہمدردی صورتحال معلوم کرنے آیا ہے اس لیے اس نے کہا

تیری ماں مرے، مجھے ایسا لگا کہ جیسے کسی نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔

اب آپ کو ابورافع کی سمت اور فاصلے کا صحیح اندازہ ہو گیا اس لیے بھرپور وار کیا اور وہ ابورافع کو لگا۔ اب آپ نے آگے بڑھ کر ابورافع کے جسم کو چھوا تو اس سے خون جاری تھا اور وہ زندہ تھا۔ آپ نے اس کے خاتمے کو یقینی بنانے کے لیے اس کے سینے پر تلوار کی نوک رکھ کر پوری قوت سے دبا دی اور جب یہ اندازہ ہو گیا کہ ابورافع ہلاک ہو گیا ہے۔

فوراً ہی آپ وہاں سے تیزی سے نکلے اور سیڑھیاں اترنے لگے۔ اسی دوران ابورافع کے گھر میں ہلچل مچ گئی اور چیخ و پکار شروع ہو گئی۔ اتفاق سے آخری سیڑھی پر آپ کا پاؤں رپٹ گیا' آپ توازن برقرار نہ رکھ سکے اور گر پڑے جس سے پنڈلی میں چوٹ آئی اور ہڈی ٹوٹ گئی۔

آپ خطرے کے پیشِ نظر وہاں سے فوراً اٹھ کر چل دیئے اور شدید تکلیف کے باوجود جلدی جلدی چلتے ہوئے قلعے سے باہر نکل گئے۔ پھر ایک طرف بیٹھ کر آپ نے اپنی پنڈلی پر اپنا عمامہ باندھا اور کچھ دیر بعد ہی اپنے ساتھیوں میں پہنچ گئے۔

جب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو یہ خوشخبری دی تو سب نے اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے یہ کامیابی عطا فرمائی اور یہ طے پایا ابھی تو صبح ہونے میں بہت دیر ہے ابورافع کی موت کی تصدیق تک یہیں کہیں چھپے رہیں۔

جب صبح کا اجالا پھیلنے لگا تو اس کے ساتھ ہی منادی کرنے والے نے قلعے کی دیوار پر چڑھ کر یہ اعلان کیا کہ میں اہلِ حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کی اطلاع دے رہا ہوں۔ ابورافع کی موت کی تصدیق ہوتے ہی مجاہدینِ اسلام کا وہ دستہ فوراً مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گیا۔

مدینہ منورہ پہنچے تو بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے ساری روداد بیان کی۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم ازحد خوش ہوئے اور بالکل وہی خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا جو کعب بن اشرف کے قتل کرنے والوں کے لیے فرمایا تھا۔

''یہ چہرے ہمیشہ کامیاب رہیں۔''

پیغمبرِ اول و آخر و اعظم، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت اللعالمین حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم، محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے زیبا پر ایک مسکراہٹ دیکھنے کے لیے اور اس کے مبارک لبوں سے ایسی خوبصورت

Marfat.com

محبت بھری دعائیں سننے کے لیے ہی تو یہ مجاہدینِ اسلام، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی جانیں بصد شوق ہتھیلیوں پر لیے پھرتے تھے۔ ان کا تو مقصدِ حیات ہی پرخلوص اتباع، اطاعت، فرمانبرداری اور خوشنودی حضورِ انور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

جب حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کر چکے تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اپنا پاؤں پھیلاؤ۔'' (اپنی ٹانگ سیدھی کرو)

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹانگ پر بندھا ہوا کپڑا کھولا اور ٹانگ پھیلا دی۔ حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم سے ٹانگ کی ہڈی اسی وقت ٹھیک ہوگئی اور سوزش اور تکلیف بھی فوراً غائب ہوگئی۔ اور آپ اٹھ کر اس پر ایسے ہی چلنے لگے جیسے چوٹ لگنے سے پہلے چلتے تھے۔

بقولِ حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو گویا مجھے ٹانگ میں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔

(صحیح بخاری جلد 2، صفحہ 577......طبقاتِ ابنِ سعد جلد 2 صفحہ 91
المواہب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 123......ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 273)

Marfat.com

سن 6 ہجری

Marfat.com

سریہ محمد بن مسلمہ (سریہ قرطاء)

سریہ محمد بن مسلمہ کو سریہ قرطاءٗ بھی کہا جاتا ہے اور اس سُریہ کی روانگی 10 محرم سن 6 ہجری کو عمل میں آئی۔
جب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ احزاب اور قریظہ کی جنگوں سے فارغ ہو گئے اور جنگی مجرمین سے نمٹ چکے تو ان قبائل اور بدوں کے خلاف تادیبی حملے شروع کیے جو امن وسلامتی کی راہ میں رکاوٹ بن رہے تھے اور جن کو قوت و طاقت کے ذریعے پرسکون رکھنا ضروری تھا۔

احزاب و قریظہ کی جنگوں سے فراغت کے بعد یہ پہلا سریہ ہے جس کی روانگی سن 6 ہجری کے پہلے مہینے کی 10 تاریخ کو عمل میں آئی یعنی کہ سن 6 ہجری کی ابتدا اس سریہ سے ہوئی اور یہ سریہ تیس (30) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مختصر سی نفری پر مشتمل تھا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس مہم کے سربراہ تھے۔ قرطاء نجد کے ایک قبیلے عامر بن صعصعہ کی ایک شاخ اور بنی بکر بن کلاب کا ایک بطن (ذیلی شاخ) تھی۔ یہ قبیلہ، مکہ معظمہ کے مشرق میں ضریہ کے مقام پر آباد تھا یہ مقام مدینہ منورہ سے سات راتوں کے سفر پر واقع ہے۔ یعنی کہ یہ جگہ مدینہ منورہ سے اندازاً چار ساڑھے چار سو کلومیٹر دور تھی۔ اطلاعات موصول ہو رہی تھیں کہ یہ لوگ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ہتھیار جمع کر رہے ہیں اور دوسرے لوگوں کو جنگ پر اکسا رہے ہیں۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے 10 محرم سن 6 ہجری کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک دستہ ان شرپسندوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تا کہ سر اٹھانے سے پہلے ہی دشمن کی طاقت کو کچل دیا جائے۔

حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ انہیں اپنے حملہ سے بے خبر رکھنا اور اچانک ان پر حملہ کر دینا۔ رازداری کے پیشِ نظر مجاہدین رات کی تاریکی میں سفر کرتے اور دن میں کسی محفوظ جگہ پر آرام کرتے۔ انہوں نے ان پر اچانک حملہ کیا۔ ان کے کئی آدمیوں کو تہ تیغ کیا جب کہ کافی لوگ بھاگ گئے۔ حافظ دمیاطی کے مطابق آٹھ اور علامہ واقدی کے مطابق دشمن کے دس آدمی مارے گئے۔ ایک آدمی کو قیدی بنایا اور باقی سب ادھر ادھر جان بچا کر بھاگ گئے۔

اس سریہ میں مسلمانوں کو ڈیڑھ سو اونٹ تین ہزار بکریاں بطورِ غنیمت ہاتھ آئیں۔ اس مہم میں انہیں انیس (19) روز لگ گئے۔ محرم کی آخری تاریخ کو ان کی واپسی ہوئی۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے خمس نکالنے کے بعد مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم فرما دیا۔

Marfat.com

مجاہدینِ اسلام نے ایک مشرک بھی پکڑ لیا تھا۔ وہ مالِ غنیمت کے ساتھ اسے بھی بحفاظت مدینہ منورہ لے آئے اور حضورِ انور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ مجاہدین اپنے قیدی کے بارے میں یہ نہ جانتے تھے کہ وہ کون ہے۔ آپ ﷺ نے قیدی کو دیکھتے ہی مجاہدینِ اسلام سے پوچھا: جانتے ہو تم کس کو جنگی اسیر بنا کر لے آئے ہو۔ یہ ثمامہ بن اثال الحنفی ہیں اور یہ شخص بنی حنیفہ کا سردار ہے۔ ان کے آرام وراحت کا ہر طرح خیال رکھنا۔ پھر حضور پُر نور نبی کریم ﷺ گھر تشریف لے آئے اور اہلِ خانہ کو فرمایا کہ کھانے پینے کی جو چیز تمہارے پاس ہے وہ ثمامہ بن اثال حنفی کے لئے بھجواؤ۔ تعمیل حکم کی گئی۔ نیز حضورِ انور ﷺ نے فرمایا کہ میری شیر دار اونٹنی کا دودھ بھی پینے کے لئے صبح وشام انہیں دیا کرو۔ پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم' حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی ثمامہ سے ملاقات ہوتی' حضور پُر نور ﷺ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے۔

ایک روز حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے پوچھا: ثمامہ تمہارے پاس کیا ہے؟ کہنے لگا' میرے پاس خیر ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جو قتل کئے جانے کا سزاوار ہے اور اگر آپ معاف کر کے احسان فرمائیں گے تو ایک ایسے شخص پر احسان ہوگا جو اس احسان کے لئے عمر بھر شکر گزار رہے گا۔ اگر آپ کو مال کی ضرورت ہے تو فرمایئے جتنا حکم دیں گے' اتنا مال پیش کر دوں گا۔ اتنی بات ہوئی اور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ تشریف لے گئے۔

دوسرے روز پھر تشریف لائے۔ بعینہٖ یہی گفتگو ہوئی۔ تیسرے روز بھی یہی مکالمہ ہوا۔ تیسرے روز حضور پُر نور نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے حکم دیا کہ اسے آزاد کر دیا جائے۔ وہ چلا گیا۔ مسجد کے قریب ایک نخلستان تھا جس میں کنواں تھا' وہاں گیا' غسل کیا' پاک صاف ہو کر پھر حاضرِ خدمت ہوا اور اشہدان لا الٰہ الا اللّٰہ واشہدان محمداً عبدہ ورسولہ کہہ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

حسبِ معمول رات کو اس کے لئے کھانا آیا' اس نے پہلے کی نسبت بہت کم مقدار میں کھانا کھایا۔ اب دودھ پیش کیا گیا' اس نے وہ بھی چند گھونٹ پیے اور بقیہ واپس کر دیا۔ حضورِ انور ﷺ کی خدمت میں اس کی یہ کیفیت بیان کی گئی تو فرمایا مومن اور کافر کے کھانے میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے۔

سردار بنو حنیفہ ثمامہ بن اثال حنفی رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہو گئے تو پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ سے یوں گویا ہوئے۔

یا محمد واللہ ما کان علی الارض وجہ ابغض الی من وجہک فقد اصبح وجہک احب الوجوہ الی' واللہ ما کان من دین	''خدا کی قسم اس سے قبل روئے زمین پر آپ ﷺ کے چہرے سے زیادہ ناپسند کوئی چہرہ نہ تھا۔ اب آپ ﷺ کا چہرہ سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب ہو گیا ہے اور

Marfat.com

ابغض الی من دینك فاصبح دینك احب الادیان کلها الی. واللّٰه ماکان من بلد ابغض الی من بلدك فاصبح بلدك احب البلاد الی وان خلیلك اخذتنی وانا ارید العمرة فماذا تری فبشره النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وامره ان یعتمر فلما قدم مکة قال له قائل صبوت قال لا ولکن اسلمت مع رسول اللّٰه ولا واللّٰه تاتیکم من الیمامة حبة حنطة حتی یأذن فیها النبی صلی اللّٰه علیه وسلم

اللہ کی قسم آپ ﷺ کے دین سے زیادہ ناپسند کوئی اور دین نہ تھا۔ اب آپ ﷺ کا دین سب سے زیادہ پسندیدہ دین بن گیا ہے' اس سے قبل آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر برا نہ لگتا تھا اب اس شہر سے زیادہ کوئی شہر پیارا نہیں لگتا۔ میرا ارادہ عمرہ کرنے کا تھا کہ آپ ﷺ کے آدمیوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ اب حضور پُرنور ﷺ آپ ارشاد فرمائیں میں عمرہ کی ادائیگی کے لئے جاؤں یا نہ جاؤں؟ آقائے دو جہاں ﷺ نے دنیا اور آخرت میں خیر کی بشارت دی اور عمرہ کے لئے روانہ ہونے کی اجازت دے دی۔ آپ مکہ مکرمہ پہنچے تو کسی نے آپ سے پوچھا کہ ثمامہ تو صابی (بے دین) ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں میں نے ایک اچھے دین کی اتباع کی ہے۔ اب یمامہ سے تمہارے پاس گندم کا ایک دانہ بھی نہیں آئے گا جب تک کہ میرے آقا ﷺ اس کی اجازت نہیں دیں گے۔

یہ دھمکی دے کر وہ اپنے وطن یمامہ واپس چلا گیا۔ وہاں جا کر اس نے یہ حکم نافذ کر دیا کہ آج سے مکہ والوں کو غلہ گندم کی ترسیل مکمل طور پر بند کر دی جائے۔ جب غلہ کی درآمد کا سلسلہ بند ہو گیا تو اہلِ مکہ کے حواس باختہ ہو گئے۔ اب اس ہستی سے رحم و کرم کی التجائیں کرنے لگے جن کے ساتھ انہوں نے رحم و کرم کا سلوک کبھی نہیں کیا تھا۔ اب اس ہستی کو صلۂ رحمی کے واسطے دینے لگے جس کے ساتھ انہوں نے کبھی قرابت داری کا لحاظ نہیں کیا تھا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ سے ان کی یہ حالت زار دیکھی نہ گئی۔ فوراً حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو حکم لکھا کہ اس پابندی کو ختم کر دو۔ انہوں نے اپنے آقا حضور پُرنور ﷺ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور گندم بھیجنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

(طبقات ابن سعد جلد 2' صفحہ 78۔ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 3۔ مواہب اللدنیہ جلد 1' صفحہ 119۔ عیون الاثر جلد 2' صفحہ 79۔ زاد المعاد جلد 2' صفحہ 119)

Marfat.com

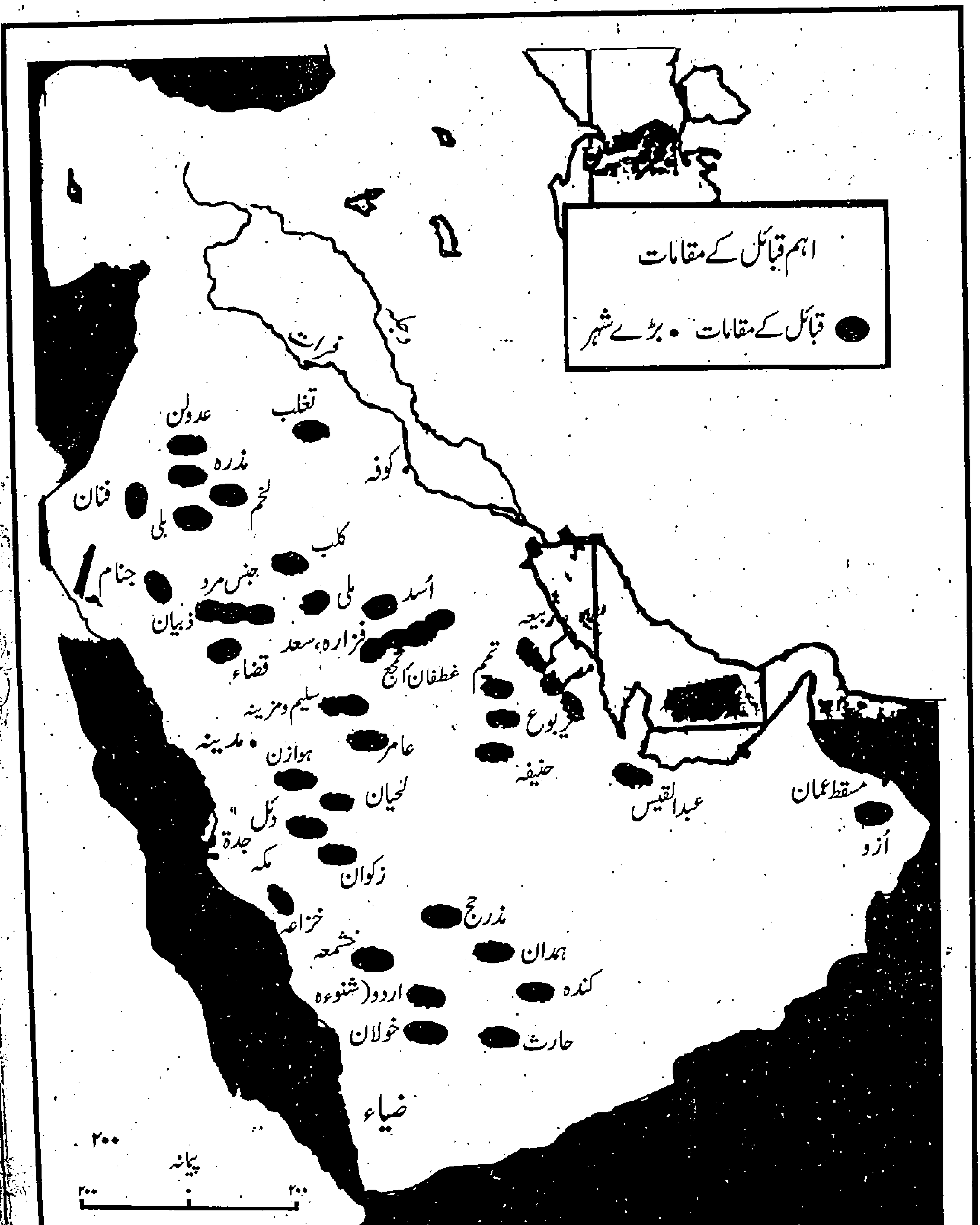
اہم قبائل کے مقامات
قبائل کے مقامات
بڑے شہر
فرات
تغلب
عدولن
مذرہ
لخم
فنان
بلی
کوفہ
کلب
جنس مرد
جنام
ملی
اُسد
ذبیان
فزارہ، سعد
قضاء
غطفان اشجع
تمیم
ربیعہ
یربوع
سلیم ومزینہ
عامر
ہوازن
مدینہ
حنیفہ
لحیان
ذکل
جدۃ
مکہ
زکوان
عبدالقیس
مسقط عمان
أزد
خزاعہ
مذرج
خثعمہ
ہمدان
کندہ
اردو (شنوءہ
خولان
حارث
ضیاء
پیمانہ
۲۰۰

Marfat.com

غزوۂ بنی لحیان

غزوۂ بنی لحیان کا زمانۂ وقوع ماہِ ربیع الاول سن 6 ہجری کا ہے۔
اس قبیلے کی ایک بستی تھی جس کا نام بھی لحیان تھا۔ یہ بستی عسفان کے قریب تھی اور یہ علاقہ مدینہ منورہ کی نسبت مکہ کے زیادہ قریب تھا اور بنی لحیان قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ تھی۔
بنی لحیان یہ وہی قبیلہ ہے جس کا ایک وفد حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تھا اور گزارش کی تھی کہ ان کے قبیلہ بنو ہذیل میں تبلیغِ اسلام کے لئے چند مبلغ ان کے ہمراہ بھیجے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں توقع ہے کہ ان کا وعظ سن کر ہمارے قبیلہ کی کثیر تعداد اسلام قبول کر لے گی۔ حضورِ انور نبی کریم رحمتِ دوعالم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے چھ چیدہ افراد ان کے ہمراہ روانہ فرمائے۔ بنی لحیان قبیلے کے افراد کا یہ ایک فریب تھا ان کا اصلی مقصد تو یہ تھا کہ وہ ان کے ساتھ جانے والے مسلمانوں کو قیدی بنالیں گے اور مکہ لے جا کر ان کو ان کے دشمنوں کے ہاتھوں گراں قدر قیمت پر فروخت کر دیں گے اور اس طرح کافی رقم ان کے ہاتھ آ جائے گی۔
ان صحابہ کرام حضرات رضی اللہ عنہم کو لے جا کر ان ظالموں نے جو وحشیانہ سلوک کیا' اس کی تفصیلات آپ حادثۂ رجیع کے عنوان کے ضمن میں پڑھ آئے ہیں۔ اس المناک حادثہ کے بعد پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' حضور پُرنور' نبی کریم' رحمتِ دوعالم ﷺ کو پے در پے ایسی مصروفتیں رہیں کہ ان دھوکہ بازوں کی گوشمالی کی طرف توجہ مبذول نہ ہو سکی۔ غزوۂ خندق اور غزوۂ بنو قریظہ سے سن 5 ہجری کے آخری مہینہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں فراغت ہوئی۔
پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' رہبرِ کائنات' سید المرسلین' رحمت اللعالمین حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دو اڑھائی ماہ کی فراغت کا عرصہ تبلیغ و اشاعتِ دینِ اسلام اور فرزندانِ اسلام کی تعلیم و تربیت میں صرف کیا۔ وعظ و ارشاد اور ذکرِ الٰہی کی محفلیں منعقد کر کے ان کے تزکیہ نفس کا اہتمام کیا جاتا رہا۔ اس کام کی اہمیت کا آپ اس بات سے بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تاجدارِ کائنات سرورِ کون و مکان حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے ظاہری دشمنوں کے ساتھ جنگ و قتال کو ''جہادِ اصغر'' اور

Marfat.com

نفس کی اصلاح کے لئے جدوجہد کو ''جہادِ اکبر'' فرمایا ہے۔ چنانچہ دو اڑھائی ماہ کی یہ مدت نبوت کے اس اہم ترین فریضہ کو انجام دینے میں بسر ہوئی۔

اس بار بھی حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی عدم موجودگی میں مدینہ منورہ کی امارت کا اعزاز حضرت ابنِ اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کا مقدر بنا۔ یہ ربیع الاول سن 6 ہجری کا واقعہ ہے۔ پیغمبرِ بحرو بر رسولِ کائنات تاجدارِ مدینہ سرکارِ دوعالم ﷺ دوسو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ سفر کے مقاصد کو خفیہ رکھنے اور قریش کو بھی اس مہم کی ہوا نہ لگنے دینے کے مبارک ارادے سے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ اپنے دوسو جاں نثاروں کو ہمراہ لے کر بنی لحیان کے انسانیت دشمن افراد کو مزا چکھانے کے لئے روانہ ہوئے۔ ظاہر یہ کیا گیا کہ اطراف شام کا قصد ہے۔ مدینہ منورہ سے اسی راستہ پر یہ لشکر روانہ ہوا جو شام کی طرف جاتا تھا۔ کافی دور اسی سمت میں جا کر حضورِ انور ﷺ نے اپنا رخ بنی لحیان کے علاقہ کی طرف موڑا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنی رفتار تیز کردی۔ مقصد یہ تھا کہ اچانک ان پر حملہ کیا جائے لیکن انہیں کسی طرح اس لشکر کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی۔ وہ اپنی بستیوں کو چھوڑ کر دور چلے گئے اور پہاڑوں پر چڑھ گئے اور گھاٹیوں، کھائیوں، غاروں میں چھپ گئے۔

پہاڑیوں میں ان کا تعاقب مشکل تھا اور اس لق ودق صحرا میں ان کے انتظار میں رکنا بھی مناسب نہ تھا اس لئے سرکارِ دوعالم اپنے جانثاروں سمیت عسفان تشریف لے آئے اور یہاں فروکش ہو گئے۔ یہاں سے چھوٹی چھوٹی ٹولیاں اس علاقے میں بھیجی گئیں۔ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دس سواروں کے ساتھ بھیجا۔ آپ کراع الغمیم تک گئے مگر کسی کافر سے سامنا نہ ہوا اور واپس تشریف لے آئے۔

گو کہ اس غزوہ کے دوران نہ تو دشمنوں کا کوئی آدمی مارا گیا اور نہ پکڑا گیا اور نہ ہی کوئی مالِ غنیمت ہاتھ لگا لیکن اتنا کیا کم ہے کہ نزدیک و دور دشمن پر رعب و دبدبہ و دھاک بیٹھ گئی اور وہ جان بچانے کے لئے کئی دنوں اپنے علاقے سے دور جا کر چھپے رہے اور ساتھ ہی دیگر قبائل یہ جان گئے کہ مسلمانوں سے ٹکر لینا یا انہیں نقصان پہنچانا اب ممکن نہیں ہے۔ عسفان میں قیام فرما کر تبلیغ و اشاعتِ دینِ متین کا کام کیا گیا۔ اس علاقہ میں قیام کرنے سے بہت سے قبائل تک اسلام کا پیغام پہنچایا گیا۔ ان لوگوں کو قرآن کریم کی آیات سننے، پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی زیارت اور صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ مسلمانوں کو ان علاقوں کے جغرافیائی حالات سے آگاہی ہوئی اور یہاں آباد مختلف قبائل سے تعارف ہوا۔ یہ چیزیں مستقبل قریب میں اسلام کی اشاعت کے لئے بہت مفید ثابت ہوئیں۔ چودہ روز کے بعد حضور پُرنور نبی کریم سرکارِ دوعالم ﷺ واپس تشریف لائے۔

حضور پُرنور نبی کریم ﷺ جب عسفان سے مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہونے لگے تو یہ دعا مانگی۔

Marfat.com

''ہم لوٹ کر آنے والے ہیں' توبہ کرنے والے' عبادت کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں''۔

''اے اللہ! سفر میں تو ہمارا ساتھی ہے اور ہماری غیر حاضری میں ہمارے اہل پر تو ہمارا خلیفہ ہے''۔

''اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں سفر کی صعوبت سے اور تکلیف دہ واپسی سے اور اپنے اہل و مال میں برے منظر سے''۔

''یااللہ! ہمیں نیک مقصد تک پہنچا جو ہمیں خیر تک پہنچائے''۔

''میں تجھ سے طلب کرتا ہوں مغفرت کو اور تیری رضا کو''۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 3' صفحہ 285۔ طبقات ابنِ سعد جلد 2' صفحہ 79۔ سیرتِ الحلبی غزواتِ النبی' صفحہ 382)

Marfat.com

غزوۂ ذی قرد یا غزوۃ الغابۃ

غابہ اور ذی قرد دو مختلف جگہوں کے نام ہیں۔ غابہ وہ چراگاہ تھی جہاں اہلِ مدینہ کے اونٹ اور دیگر جانور چرا کرتے تھے اور یہ جگہ مدینہ منورہ سے اندازاً پانچ کلومیٹر سے زیادہ دور نہ تھی اور قرد مدینہ منورہ سے بیس پچیس کلومیٹر دور ایک چشمے کا نام تھا اور اس چشمے کی وجہ سے ہی وہاں کے پہاڑ' گھاٹی اور نزدیکی علاقے کو بھی ذی قرد کے نام سے جانا جاتا تھا۔

قرد وہ جگہ تھی جہاں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ لٹیرے دشمن کا پیچھا کرتے پہنچے اور پھر باقی دن اور ایک رات وہیں قیام فرمایا اور دوسری صبح وہاں سے مدینہ منورہ کے لئے تشریف لے آئے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی اونٹنیاں بھی اس چراگاہ میں چرا کرتی تھیں اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ آپ کا بیٹا ذر اور بیوی حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا اپنی خواہش سے اپنی پسند سے وہاں جانوروں کی خبر گیری کے لئے رہا کرتے تھے اور وہاں اور بھی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خادموں غلاموں کا بھی جانوروں کی دیکھ بھال' دودھ وغیرہ لانے لے جانے کے سلسلہ میں آنا جانا تھا۔ یہ چراگاہ مدینہ منورہ سے پانچ کلومیٹر سے زیادہ دور نہ تھی۔

اس غزوہ کا زمانۂ وقوع ربیع الاول' ربیع الآخر سن 6 ہجری کا ہے۔ کچھ سیرت نگاروں نے اسے غزوۂ حدیبیہ سے پہلے بیان کیا ہے اور کچھ نے اسے غزوۂ حدیبیہ کے بعد بیان کیا ہے۔ صحاح ستہ اور سیرتِ حلبیہ کے مطابق سریۂ عمر' سریۂ ذوالقصہ (1) سریۂ محمد بن مسلمہ اور سریۂ ذوالقصہ (2) سریۂ ابوعبیدہ بن جراح اور سریۂ جموم (سریۂ زید بن حارثہ) غزوۂ ذی قرد یا غزوۂ غابہ کے بعد ماہِ ربیع الاول' ربیع الآخر سن 6 ہجری میں وقوع پذیر ہوئے۔

اور یہ ترتیب صحیح بخاری میں ہے۔ علامہ حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں کہ بخاری میں جو کچھ ترتیب ہے وہ سیرت نگاروں کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے۔

قارئین کرام! آپ غزوۂ خندق میں پڑھ آئے ہیں کہ صحرائے عرب کی مختلف اطراف سے قریش اور

Marfat.com

دیگر بہت سارے قبائل دس ہزار جنگجوؤں کا لشکر جمع کر کے مسلمانوں کی ریاست مدینہ منورہ پر چڑھ آئے تھے۔ مشرق کی طرف سے غطفانی قبائل فزارہ، مرہ اور اشجع آئے تھے۔ اور فزارہ کا سپہ سالار و سردار عیینہ بن حصن تھا۔

یہی عیینہ بن حصن فزاری جب خائب و خاسر ہو کر غزوۂ خندق سے واپس آیا تو مسلمانوں سے اس کے بغض میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ جنگ میں ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مسلمانوں کو لوٹ کر اپنے گھر بھرنے کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ نیز اس کے بغض و عناد میں ایک اور ذاتی رنجش کا اضافہ ہو گیا۔ وہ یہ کہ مسلمانوں نے اسے مدینہ کی کھجوروں کا تیسرا حصہ دینے کا لالچ دیا اور اس نے مشرکین قریش کا ساتھ چھوڑ دینے کا وعدہ کر لیا مگر وہ معاہدہ بھی پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا اور یوں عیینہ بن حصن اپنے حلیفوں کی نظروں میں بھی ذلیل و رسوا ہوا۔ اب وہ مسلمانوں سے اس رسوائی کا انتقام لینا چاہتا تھا۔

اُس کھلے میدان میں لڑائی و مقابلہ کی ہمت تو نہ ہوئی البتہ وہ راہزنوں اور قزاقوں کے گھٹیا طرزِ عمل کو اپنانے پر مجبور ہو گیا اور اسی دشمنی بغض عناد و جلن میں وہ مسلمانوں کو کسی طرح کا نقصان پہنچانے کے لئے اپنے چالیس گھوڑ سوار لٹیروں کے ساتھ سوئے مدینہ چل پڑا۔ مدینہ طیبہ سے کچھ فاصلہ پر ایک چراگاہ تھی جسے "غابہ" کہا جاتا تھا۔ وہاں حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کی شیر دار اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔ بنی غفار قبیلہ کا ایک مرد (حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ) اپنی بیوی کے ساتھ ان کی نگرانی کے لئے مقرر تھا۔ شام کے وقت وہ ان اونٹنیوں کا دودھ لے کر آتا اور حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت میں پیش کرتا۔

حضور پُرنور رسول اللہ ﷺ کو غزوۂ بنی لحیان سے تشریف لائے ہوئے ابھی چند راتیں ہی گزری تھیں کہ ایک صبح نمازِ فجر کے وقت سے گھنٹوں پہلے عیینہ بن حصن نے اپنے گھڑ سوار دستے کے ساتھ غابہ کی چراگاہ میں ڈاکہ ڈالا۔ وہاں پر محافظ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کسی طرح سے بچ گئے لیکن انہوں نے آپ کے بیٹے حضرت ذر رضی اللہ عنہ کو وہیں شہید کر دیا اور چراگاہ سے بیس اونٹنیاں اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ لے گئے۔

عیینہ بن حصن کے اس حملے کی اطلاع مدینہ منورہ میں سب سے پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو پہنچائی تھی اور اس وقت حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ صبح کی اذان سن کر گھر سے نکلے تھے اور اپنے گھر سے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھے اور عرب کے دستور کے مطابق واصباحاہ، واصباحاہ بلند آواز سے پکارنے لگے۔ یہ عربوں کا ایک طریقہ تھا کہ اگر کسی شخص پر ناگہانی مصیبت نازل ہو جائے تو وہ اس طرح سے پکارتا تھا اور یہ آواز سن کر لوگ اس کی مدد کے لئے دوڑ پڑتے تھے۔

Marfat.com

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی آواز بہت بلند تھی اور یہ صبح کا وقت تھا اس لئے یہ مدینہ کے بڑے حصے میں سنی گئی اور لوگ ہر طرف سے آنے لگے۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فوری آنے والوں کو صورتِ حال بتائی اور بتاتے ہی خود اکیلے ہی دشمنوں کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت ساری ناقابلِ یقین خصوصیات سے نوازا تھا جیسے تلوار کے ایک وار سے خود و زرہ سمیت دشمن کو دو ٹکڑوں میں کاٹ دینا، قلعۂ خیبر کے ٹنوں سے زیادہ وزنی دروازے کو ایک صحابی رسول کا اکھاڑ دینا، ایک صحابی کا ہزاروں کے ہجوم میں کود جانا اور چالیس پچاس دشمنوں کو تہ تیغ کر کے لشکرِ اسلام کے لئے دروازہ کھول دینا وغیرھم۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے گھوڑے سے تیز دوڑنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔

جب وہ ثنیۃ الوداع پر پہنچے، اس کی بلندی سے انہوں نے گھوڑے دیکھے جو ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ انہیں شک ہوا کہ یہ دشمن کے گھوڑے ہیں۔

آپ چیتے کی طرح برق رفتار تھے، چند لمحوں میں وہاں پہنچ گئے اور ان گھڑسواروں پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ جب تیر مارتے تو ساتھ ہی یہ رجز پڑھتے:

''یہ لو تیر! مجھے جانتے ہو میں کون ہوں۔ میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج کا دن کمینوں اور لعینوں کی ہلاکت کا دن ہے''۔

یہ اطلاع جلد ہی پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، سید المرسلین، خاتم النبیین، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچ گئی۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اعلان کرا دیا۔ ''خطرہ، خطرہ! مدد کو پہنچو، مدد کو پہنچو''۔ یہ آواز سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پروانوں کی طرح دوڑے چلے آئے۔ سب سے پہلے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ پہنچے، ان کے بعد انصار میں سے بنی اشہل کے دو جوان حضرت عباد بن بشر اور حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ پہنچے۔ پھر بنو اسد کے تین سوار حضرت عکاشہ بن محصن اور حضرت محرز بن نضرہ اور حضرت ابوقتادہ الحارث بن ربعی رضی اللہ عنہم پہنچے اور ساتھ ہی بنو زریق سے حضرت ابوعیاش رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے۔ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دستہ کا قائد حضرت سعد بن زید رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ تم دشمن کے تعاقب میں نکلو، میں بھی لوگوں کو لے کر تمہارے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں۔

یہ سات بہادر شہسوار اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر برق رفتاری سے دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3، صفحہ 286، 287۔ بخاری جلد 2، صفحہ 603)

Marfat.com

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت ابو عیاش رضی اللہ عنہ کو فرمایا' اے ابو عیاش! تم اپنا گھوڑا اگر اپنے سے ماہر سوار کو دے دو تو بہتر ہوگا۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ "میں خود سب سے ماہر شہسوار ہوں اور دشمن کے تعاقب میں چل پڑے"۔ وہ خود بتاتے ہیں کہ میں نے ابھی پچاس گز کا فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ گھوڑے نے مجھے زمین پر پٹخ دیا۔ اور پھر حضور پُرنور ﷺ نے ان کا گھوڑا حضرت معاذ بن معاص رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دیا۔

قارئین کرام! اس غزوہ کو اس سے آگے اچھی طرح سمجھنے کے لئے یہ یاد رکھیں کہ۔

1۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سب جو گھوڑوں پر سوار تھے سے آدھا پون گھنٹہ پہلے ہی اپنے تیر و کمان لے کر تنہا ہی دشمن کے پیچھے دوڑے اور کچھ دیر بعد انہوں نے دشمن کو جا لیا۔ کافی دیر وہ تنہا ہی دشمن سے نبرد آزما رہے۔

2۔ اس کے آدھ پونہ گھنٹے بعد سات گھوڑ سوار مجاہدین جنگی ہتھیاروں سے لیس ہو کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے اور حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں ضروری ہدایات دے کر دشمن کے تعاقب میں روانہ فرما دیا اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بکھرے ہوئے دشمن کے قریب پہنچ کر حالات کے مطابق ایک دوسرے سے کچھ دور ہو گئے اور دشمنوں سے مقابلہ شروع کر دیا۔

3۔ اس کے کچھ دیر بعد پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجاہدینِ اسلام کی ایک تعداد جمع کر کے اسی سمت میں تیزی سے روانہ ہو گئے اور جب آپ ﷺ وہاں پہنچے تو پہلے جانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علاقہ قرد میں دشمن کو مارنے' بھگانے' اونٹ حاصل کرنے اور دشمن کے ساتھ لڑائی میں فرداً فرداً مصروف تھے۔ ایک مسلمان شوقِ شہادت میں کامیاب ہو چکا تھا اور چار پانچ مشرکین لٹیرے مارے جا چکے تھے اور باقی جان بچا کر بھاگے جا رہے تھے۔

روانگی سے قبل پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مدینے میں حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کو اپنا قائم مقام بنایا اور مدینہ کی حفاظت کے لئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا کہ وہ اپنی قوم خزرج کے تین سو جانبازوں کے ساتھ مدینہ منورہ کی حفاظت کریں۔ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ کے ساتھ اس غزوہ پر جانے والے مجاہدینِ اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد پانچ سو تھی۔

لیجئے اب اس غزوہ کا بیان مندرجہ بالا ترتیب کے لحاظ سے اس انداز سے کرتے ہیں کہ آپ حالات و واقعات کو واضح طور پر جان سکیں اور اچھی طرح سمجھ سکیں۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ والی حدیث کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے اس کا ایک اقتباس حاضرِ خدمت ہے۔

Marfat.com

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے ان ڈاکوؤں کے قبضہ سے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی بہت ساری اونٹنیاں چھین لیں۔ سلمہ فرماتے ہیں' بخدا! میں ان پر تیروں کا مینہ برساتا رہا اور انہیں خاک وخون میں تڑپاتا رہا۔ جب ان کا کوئی سوار مجھ پر حملہ کرنے کے لئے مڑتا تو میں کسی درخت کے تنے کی اوٹ میں چھپ جاتا اور وہاں سے اس پر تیر چلاتا اور اس کو لہولہان کر دیتا۔ جب وہ کسی تنگ گھاٹی میں داخل ہوتے تو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتا اور ان پر پتھر برسا کر انہیں نڈھال کر دیتا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی جتنی اونٹنیاں لے کر وہ بھاگے تھے' وہ ایک ایک کر کے میں ان سے چھینتا رہا اور انہیں اپنی پشت کے پیچھے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بہت ساری' بیشتر اونٹنیاں میں نے ان سے چھین لیں۔

قارئین کرام! حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ اکیلے تھے۔ جب کہ دشمن لٹیروں کی تعداد چالیس کے لگ بھگ تھی اس لئے انہوں نے گوریلا جنگ شروع کر دی۔ موقع دیکھ کر دور سے تیر چلاتے اور خود چھپ جاتے۔ ان کے تیروں سے کوئی مرا تو نہیں البتہ اس دوران اس نے درجنوں کو زخمی کر دیا۔ جب دشمن کی نظر ان پر پڑ جاتی اور وہ ان کو پکڑنے کے لئے پلٹتے مگر جو شخص دوڑنے میں گھوڑوں کو بھی مات کرتا ہو اسے کون پکڑ سکتا ہے چنانچہ مشرکین لٹیروں کو شرمندہ ہو کر لوٹنا پڑتا اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کچھ دیر بعد پھر ان کے پیچھے آ موجود ہوتے اور تاک تاک کر نزدیک والے دشمن پر تیر چلاتے اور یہ رجزیہ شعر پڑھتے۔

''میں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج ماں کا دودھ پینے والوں کی آزمائش کا دن ہے'' (یعنی کہ کس نے بہادر ماں کا دودھ پیا ہے اور کس نے بزدل کمزور ماں کا دودھ پیا ہے۔)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ پھر وہ آگے بڑھے اور میں ان کے پیچھے پیچھے ان پر تیر برساتا گیا۔ وہ گھوڑوں پر سوار ہونے کے باوجود میری پہنچ سے دور نہ جا سکے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے بھاگتا رہا اور تیر اندازی سے انہیں زخمی کر دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی تیس چادریں اور تیس نیزے پھینک دیئے تا کہ ان کا بوجھ ہلکا ہو اور وہ تیزی سے بھاگ کر جان بچا سکیں۔ جو چیز وہ پھینکتے جاتے میں اس پر پتھر جوڑ کر نشان زد کر دیتا تا کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام کی معیت میں یہاں سے گزریں تو ان کو پہچان کر اپنے قبضہ میں لے لیں۔

میں لگاتار ان کا پیچھا کر رہا تھا ان پر تیر اور پتھر برسا رہا تھا۔ وہ بار بار مجھے قابو کرنا چاہتے تھے' شہید کرنا چاہتے تھے لیکن میں ان کے کسی طرح قابو نہیں آ رہا تھا۔ آخر ان کا ایک بڑا گروپ یا بڑی جماعت ایک جگہ آ کر ٹھہری تا کہ صبح کا کھانا کھائیں۔ اس اثناء میں عیینہ بن حصن فزاری' اس کا بیٹا یا کوئی اور فزاری قبیلے کا شخص اس گروپ یا اس دستہ کے پاس آیا۔ میں سامنے پہاڑ کی ایک چوٹی پر بیٹھا تھا۔ اس فزاری نے ان سے پریشانی کے عالم میں پوچھا یہ سامنے کون شخص بیٹھا ہے؟ انہوں نے اسے بتایا کہ اس شخص نے ہمیں مصیبت

Marfat.com

میں مبتلا کر رکھا ہے۔ صبح سے یہ ہم پر تیر برسا رہا ہے جو چیزیں ہمارے قبضہ میں تھیں سب اس نے چھین لی ہیں۔ فزاری نے کہا اب وقت ہے، تم میں سے چار آدمی اٹھیں اور جا کر اس کا کام تمام کر دیں۔ چنانچہ ان کے چار آدمی میری طرف پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے لگے۔ جب وہ اتنے قریب آ گئے کہ میں ان سے گفتگو کر سکوں تو میں نے انہیں کہا تم خود یوں ہی منہ اٹھائے چلے آ رہے ہو مجھے پہچانتے بھی ہو کہ میں کون ہوں؟

انہوں نے کہا کہ نہیں، بتاؤ تم کون ہو؟ آپ نے جواب دیا۔

''میرا نام سلمہ بن اکوع ہے۔ اس خدا کی قسم جس نے ہمارے آقا محمد ﷺ کے چہرہ کو منور اور مکرم فرمایا ہے۔ اگر میں تم میں سے کسی کو پکڑنا چاہوں تو فوراً پکڑ لوں اور تم میں سے کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو وہ مجھے پکڑ نہیں سکے گا''۔

ان میں سے ایک انہیں کہنے لگا، میرے خیال میں یہ سچ کہہ رہا ہے (کیونکہ وہ مشرک پچھلے ایک گھنٹے سے اس صداقت کو دیکھ رہے تھے) اور وہ چاروں واپس لوٹ گئے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ میں پہاڑ کی اس چوٹی پر بیٹھا رہا یہاں تک کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے سواروں کو درختوں کے درمیان میں سے آتے ہوئے دیکھا۔ سب سے آگے حضرت اخرم الاسدی رضی اللہ عنہ تھے، ان کے پیچھے حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کے پیچھے حضرت مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے اخرم (انہی کا نام محرز ہے) کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا اخرم! ان سے محتاط رہو، ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو نقصان پہنچائیں یا پکڑ لیں اور بھگا کر لے جائیں۔ یہیں انتظار کرو یہاں تک کہ حضورِ انور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہاں پہنچ جائیں۔

دیکھئے مسبب الاسباب، مسبب حقیقی، اللہ تبارک تعالیٰ اپنی حکمت کی تکمیل کے لئے کیسے کیسے معجزاتی اور فوری اسباب بناتا ہے۔ ہوا یوں کہ چند دن پہلے حضرت محرز بن نضرہ اسدی (اخرم) رضی اللہ عنہ نے ایک خواب دیکھا تھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس کی تعبیر پوچھ لی تھی آج وہ خواب کی تعبیر کے لئے بے قرار تھے اور اپنی سوچوں میں مگن علی الصبح ایک باغ میں سیر کر رہے تھے۔ وہاں سے اس کا سب سے پہلے مشرکین لٹیروں کے نزدیک پہنچنے اور اپنے خواب کو ایک انتہائی عظیم سعادت سے شرمندہ تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک صحابی، حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا ان کے باغ میں کھجور کے تنے کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ جب خطرہ کا اعلان ہوا اور مسلمان اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوئے تو گھوڑے ہنہنائے۔ ان کے ساتھ یہ گھوڑا بھی ہنہنانے لگا اور کھجور کے اردگرد چکر لگانے لگا اور اپنے سموں کو زور زور سے زمین پر مارنے لگا۔ حضرت محرز بن نضرہ (اخرم) رضی اللہ عنہ پاس سے گزر رہے تھے۔ بنی اشہل کی کسی مجاہدہ مومنہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا تم اس گھوڑے پر سوار ہو کر دشمن کے تعاقب میں جانا پسند کرتے ہو۔

Marfat.com

انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ اس مومنہ مجاہدہ خاتون رضی اللہ عنہا نے اسے گھوڑا پیش کیا۔ آپ اس پر سوار ہو کر سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس دستے کے ساتھ مشرکین کے تعاقب میں روانہ ہوئے تو یہ گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا اور یوں حضرت محرز بن نضرہ (اخرم) رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مشرکین لٹیروں کے نزدیک جا پہنچے اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے انہیں تنہا دیکھ کر کہا کہ تم تنہا دشمنوں کی طرف جا رہے ہو اس طرح تو وہ تمہیں مار ڈالیں گے۔ کچھ دیر صبر کرلو اور باقی ساتھیوں کو پہنچ لینے دو۔

حضرت اخرم رضی اللہ عنہ نے کہا یا سلمہ! اگر تم اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو اور یہ جانتے ہو کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو میرے درمیان اور شہادت کے درمیان رکاوٹ نہ بنو۔ اب میرے لئے اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا کہ میں شہادت کے اس شوقین صادق کے راستہ سے ہٹ جاؤں' وہ آگے بڑھے اور عیینہ کے بیٹے عبدالرحمٰن سے ان کا مقابلہ ہوا۔ عبدالرحمٰن نے نیزہ سے ان پر حملہ کیا اور وہ کچھ دیر لڑتے ہوئے جاں بحق ہو گئے اور یوں آنِ واحد میں مرتبۂ شہادت پر فائز ہو گئے۔

حضرت محرز بن نضرہ (اخرم) رضی اللہ عنہ کی اس بیتابی کی وجہ یہ تھی کہ چند روز پہلے انہوں نے خواب دیکھا کہ ان کے لئے آسمان کا دروازہ کھل گیا اور وہ آسمان اوّل میں داخل ہو گئے۔ یہاں تک اسی طرح دروازے کھلتے گئے اور وہ اوپر چڑھتے گئے۔ وہ فرماتے ہیں ساتویں آسمان کے بعد جب میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا تو مجھے کہا گیا یہ ہے تمہاری منزل۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے یہ خواب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کیونکہ خوابوں کی تعبیر بتانے میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ انہوں نے فرمایا ''تمہیں شہادت کی خوشخبری ہو''۔ اس خواب کے صرف ایک روز بعد یہ خلعتِ شہادت سے سرفراز کئے گئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5' صفحہ 155۔ تاریخ طبری جلد 3' صفحہ 63,62)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی مشرکین لٹیروں کے مقابلے میں فوراً پہنچ جانا چاہتے تھے لیکن ادب کی خاطر وہ اپنی اس خواہش کا اظہار پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ کر پائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کیفیت سمجھ گئے اور فرمایا۔

''جاؤ' ابوقتادہ' اللہ تمہارے ساتھ ہو''۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس بہت عمدہ اور تیز رفتار گھوڑا تھا۔ انہوں نے اجازت ملتے ہی ایڑی لگائی اور حضرت محرز بن نضرہ (اخرم) رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چند منٹوں بعد وہاں پہنچ گئے اور ان کے قاتل عبدالرحمٰن بن عیینہ یا حبیب بن عیینہ کو جالیا۔ وہ مقابلے کے لئے پلٹا اور آپ نے اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا اور پوری طاقت سے نیزہ اس کے سینے میں پار کر دیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا اور تیزی سے دشمن کے تعاقب میں آگے بڑھ گئے۔ اس دوران دشمن کا ایک تیر آپ کے چہرے پر آ لگا۔ آپ نے اسے پکڑ کر نکال دیا لیکن

Marfat.com

اس کی انی چہرے پر لگی رہ گئی۔ (صحیح مسلم جلد 2' صفحہ 113۔ السیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد 2' صفحہ 281 تا 283)

ایک مشرک مسعدہ فزاری کسی وجہ سے اپنے بھاگنے والے ساتھیوں سے پیچھے رہ گیا تھا۔ اب آپ نے اسے جالیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور مشرک مسعدہ ایک دوسرے کو پہچانتے تھے۔ اس سے پہلے ان دونوں میں اسی (گھوڑے جس پر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اس وقت سوار تھے) کے سلسلہ میں نوک جھونک ہو چکی تھی۔ مسعدہ بھی اس گھوڑے کو خریدنا چاہتا تھا لیکن اسے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے زیادہ قیمت دے کر خرید لیا۔ اس پر مسعدہ جھنجلا کر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے جھگڑنے لگا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میرا تیرا سامنا کبھی میدانِ جنگ میں ہو اور میں اس وقت اسی گھوڑے پر سوار ہوں۔ حُسنِ اتفاق سے آج حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اسی گھوڑے پر سوار تھے اور دونوں ایک دوسرے کے مدِ مقابل تھے۔

مسعدہ نے کہا۔ ابوقتادہ آخر تیرا میرا مقابلہ آ ہی گیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ ہاں واقعی آج مقابلے کا دن ہے۔ اب تو بتا کہ کس طرح کا مقابلہ پسند کرے گا؟ شمشیر زنی' نیزہ بازی یا کشتی؟ جو طریقہ بھی تمہیں پسند ہو میں اس کے لئے تیار ہوں۔

مسعدہ نے کہا کہ کشتی ٹھیک رہے گی اور وہ یہ کہہ کر گھوڑے سے اتر آیا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی گھوڑے سے اتر آئے۔ دونوں نے تلواریں اتار کر درخت کے ساتھ لٹکا دیں اور پنجہ آزمائی شروع کر دی۔

کافر مسعدہ بہت طاقتور اور مضبوط جسم کا تھا مگر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی کسی سے کم نہ تھے۔ انہوں نے جلد ہی مسعدہ کو زمین پر چت دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ مسعدہ کی تلوار جو درخت سے لٹک رہی تھی وہ آپ سے اتفاقاً چھو گئی۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر اسے اتار لیا اور مسعدہ کا کام تمام کرنا چاہا۔

مسعدہ نے موت کو سر پر دیکھا تو فریاد کرنے لگا۔ مجھے مت مارو' میں مرنا نہیں چاہتا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تجھے کسی صورت زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ وہ رحم طلب نگاہوں اور رحم طلب انداز کے ساتھ بولا' میرے بعد میرے بچوں کا کیا ہوگا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا تیرے بچے جائیں جہنم میں اور ساتھ ہی تلوار اس کے سینے میں اتار دی اور مسعدہ منٹوں میں واصلِ جہنم ہو گیا۔

آپ نے مسعدہ کو قتل کر دینے کے بعد اس پر اپنی چادر ڈال دی اور دشمن کا تعاقب کرنے کے لئے فوراً آگے بڑھ گئے اور ایک مناسب جگہ پہنچ کر ان پر اچانک حملہ کر دیا۔ مسعدہ کے ایک بھتیجے نے مقابلے کی کوشش کی مگر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے ایک ہی وار سے وہ بھی زمین پر آ رہا اور واصل جہنم ہوا۔ اپنے ساتھیوں کا یہ حشر دیکھ کر انہوں نے چند اونٹوں کو چھوڑ دیا اور دم دبا کر ایسے بھاگے کہ نظروں سے

Marfat.com

او جھل ہو گئے۔

اتنے میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ وہاں پہنچے جہاں مشرک مسعدہ کی لاش پڑی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک لاش پر ابوقتادہ کی چادر دیکھی۔ انہوں نے اناللہ پڑھا اور کہا' حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' عالمِ خفا و غیوب' مخبرِ صادق' حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا:

''یہ ابوقتادہ نہیں بلکہ وہ شخص ہے جس کو ابوقتادہ نے قتل کیا ہے''۔

اس ڈھانپی ہوئی لاش سے پہلے لوگوں نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا دیکھا جو گرا پڑا تھا اور اس کی کونچیں کٹی ہوئی تھیں انہیں یقین ہو گیا کہ یہ نعش یقیناً حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی ہے۔ جب حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ نعش ابوقتادہ کی نہیں بلکہ اس کی ہے جسے ابوقتادہ نے قتل کیا ہے تو لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ ان کی اس حیرت کو دور کرنے کے لئے حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آگے بڑھے اور چادر اٹھا دی تو وہ مسعدہ کی لاش تھی۔

''ان دونوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور کہا' اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا ہے۔ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ مسعدہ کی لاش ہے''۔

لوگوں نے بھی جواباً نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اتنے میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے۔ وہ ان کے سامنے ان اونٹنیوں کو اکٹھا کر کے لا رہے تھے جو ان لٹیروں نے لوٹی تھیں۔ انہیں دیکھ کر حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف رحیم ﷺ نے فرمایا:

''اے ابوقتادہ! تیرے چہرے کو اللہ تبارک تعالیٰ کامیاب کرے۔ ابوقتادہ سواروں کا سردار ہے اے ابوقتادہ! اللہ تبارک تعالیٰ تجھے اپنی برکتوں سے نوازے''۔

پھر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا اے ابوقتادہ میرے نزدیک ہو جاؤ۔ میں نزدیک ہو گیا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور ﷺ نے بڑی نرمی سے تیر کا پیکان میرے چہرے سے نکالا۔ پھر اپنا لعاب دھن اس پر ملا اور اپنی ہتھیلی مبارک اس پر رکھی۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

''اس ذات پاک کی قسم! جس نے میرے آقا کو نبوت سے مکرم و معزز فرمایا۔ یوں محسوس ہوتا تھا نہ مجھے کوئی چوٹ لگی ہے اور نہ مجھے کوئی زخم آیا ہے''۔

حضورِ انور ﷺ نے فرمایا ''یا اللہ! اس کے بالوں میں اور اس کے چہرہ کی رنگت میں برکت دے''۔ آپ کا جب وصال ہوا تو آپ کی عمر ستر سال تھی لیکن دیکھنے والوں کو یوں لگتا تھا کہ جسے وہ پندرہ سال کا نوجوان ہے۔

حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے گھوڑا دوڑایا۔ لٹیرا مشرک اَوبار اور اس کا بیٹا عمرو دونوں ایک اونٹ پر

Marfat.com

سوار تھے۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار سے دونوں کو نیزے میں پرولیا اور کیفر کردار تک پہنچا دیا اور ان سے کچھ اونٹنیاں چھین لیں۔ حضورِ انور سرورِ دوعالم ﷺ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ان کے تعاقب میں چلتے رہے یہاں تک کہ ذی قرد نامی پہاڑ تک پہنچ کر قیام فرمایا۔ آپ ﷺ اور اس دستہ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دن اور ایک رات یہاں خیمہ زن رہے۔

حضرت سلمہ ابنِ اکوع رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! اگر حضورِ پُرنور ﷺ ایک سو مجاہد مجھے عطا فرمادیں تو میں باقی ماندہ اونٹ بھی ان سے چھین کر لے آؤں اور ان سب کو رسیوں میں باندھ کر حضورِ انور ﷺ کی خدمت میں پیش کروں۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا وہ اب یہاں کہاں' وہ تو غطفان پہنچ کر رات کی شراب (غبوق) نوش کر رہے ہوں گے اور فرمایا پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' حضورِ انور ﷺ نے کہ جیسے ابوقتادہ سواروں کا سردار ہے۔ اسی طرح سلمہ بن اکوع پیدلوں کا سردار ہے اور پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اپنے اس گھوڑے کی مثل تیز دوڑنے والے مجاہد صحابی کو مدینہ واپس تشریف لاتے وقت اپنے اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا کر لائے۔

(صحیح مسلم جلد 2' صفحہ 113۔ بخاری جلد 2' صفحہ 603۔ تاریخ طبری جلد 3' صفحہ 62' 63۔ السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2' صفحہ 281' 283)

آپ گزشتہ اوراق میں پڑھ آئے ہیں کہ مشرک لٹیرے اونٹنیوں کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کو بھی لے گئے۔ دورانِ سفر مشرکین رات کے وقت حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کو رسیوں سے باندھ کر اپنی حویلی کے صحن میں باندھا کرتے تھے۔ ایک رات جب سب لوگ میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہے تھے۔ یہ خاتون اٹھیں اور کسی طرح ان رسیوں کو کاٹنے میں کامیاب ہوگئیں جن کے ساتھ انہیں جکڑا گیا تھا۔ وہاں سے اٹھ کر اونٹوں کے باڑے میں آئیں۔ اب جس اونٹ کے قریب جاتی ہیں وہ آواز نکالتا ہے۔ آخر وہ حضورِ پُرنور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی ''عضباء'' کے پاس پہنچیں' یہ خاموش رہی۔ وہ اس پر سوار ہوگئیں' اسے ایڑ لگائی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اب مہار کو جھٹکا دیا وہ چل پڑی۔

ان لوگوں کو پتہ چلا تو وہ ان کو پکڑنے کے لئے دوڑے لیکن عضباء اتنی تیز رفتار تھی کہ وہ اس کی گرد پھانکتے رہ گئے اور یہ مدینہ طیبہ پہنچی۔ جب حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا کا تعاقب ہو رہا تھا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر میں بسلامت مدینہ طیبہ پہنچ گئی تو یہ اونٹنی ذبح کر کے اس کا گوشت فقراء و مساکین میں تقسیم کر دوں گی۔

''الاکتفاء'' میں ہے کہ وہ غفاری خاتون (اُمِ ذر' حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا) بخیریت مدینہ منورہ پہنچی تو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا' پھر اپنی نذر کے بارے میں بتایا:

Marfat.com

''ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسول اللہ ﷺ نے اس کی بات سن کر تبسم فرمایا اور کہا تم نے اس اونٹنی کو بہت برا بدلہ دیا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے تجھے اس پر سوار کیا اور اس کے ذریعہ تمہیں نجات دی، پھر تم اسے ذبح کرنا چاہتی ہو''۔

آخر میں شریعت کا ایک مسئلہ بیان فرمادیا:

''اللہ کی نافرمانی میں جو نذر مانی جائے یا کسی ایسی چیز میں جو تمہاری ملکیت نہ ہو تو وہ نذر ناجائز ہے۔ اس نذر کو پورا کرنا ضروری نہیں۔ یہ میری ناقہ ہے۔ تم اسے یہاں چھوڑو اور خود اپنے گھر تشریف لے جاؤ۔ اللہ تمہیں برکت دے''۔

(صحیح بخاری جلد 2، صفحہ 603۔ مسلم جلد 2، صفحہ 113۔ سیرتِ حلبیہ غزوۂ ذی قرد)

سریۂ محمد بن مسلمہ (سریۂ ذوالقصہ (1))

سریۂ محمد بن مسلمہ کو سریۂ ذوالقصہ بھی کہتے ہیں۔

اس سریہ کا زمانۂ وقوع ماہِ ربیع الاول، ربیع الآخر سن 6 ہجری ہے۔

مدینہ منورہ سے چالیس کلومیٹر دور ایک آبادی ذی القصہ کے نام کی تھی۔ یہ مقام بنی ثعلبہ کے دیار میں واقع تھا یعنی کہ اس کے اردگرد بنی ثعلبہ آباد تھے۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اطلاع ملی کہ نجد کے بنو ثعلبہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ربیع الاول یا ربیع الآخر سن 6 ہجری میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو دس مجاہدین پر مشتمل ایک دستے کا امیر یا سربراہِ مہم مقرر کر کے انہیں دشمن کی سرکوبی کے لئے مقامِ ذوالقصہ کی جانب روانہ کیا۔ مجاہدین کا یہ دستہ رات کو وہاں پہنچا۔ آرام کی غرض سے مجاہدین سو گئے۔ دشمن ان مسلمانوں کی آمد سے باخبر تھا۔ دشمن کی تعداد ایک سو تھی اور دشمن گھات لگا کے بیٹھا تھا اور ان کے سو جانے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ سب سو گئے تو انہوں نے سوتے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گھیرے میں لے لیا۔ پہلے تیراندازی ہوتی رہی پھر نیزوں اور تلواروں سے حملہ کر کے صحابہ کرام، مجاہدینِ اسلام کو شہید کر دیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ شدید زخمی حالت میں مجاہدین کی لاشوں کے درمیان پڑے رہے۔ دشمن اپنی طرف سے ان سب کو مار کر چلے گئے۔ روایات میں ہے کہ کفار نے شہداء کے کپڑے تک اتار لئے۔ صبح کسی مسلمان کا ادھر سے گزر ا ہوا تو لاشوں کو دیکھ کر اس نے بلند آواز سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ اس پر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اسے آواز دی، یا اپنے جسم کے کسی حصے یا ہاتھ پاؤں کو حرکت دی۔ اس نے زندہ کو شہیدوں میں سے اٹھالیا اور زخمی حالت میں اپنے اونٹ پر ڈال کر، بٹھا کر انہیں مدینہ منورہ لے آیا۔

(مواہب اللدینہ جلد 1، صفحہ 120۔ امتاع الاسماع جلد 1، صفحہ 206)

Marfat.com

سریۂ ابوعبیدہ بن جراح (سریۂ ذوالقصہ (2))

سریۂ ابوعبیدہ بن جراح کو سریۂ ذوالقصہ بھی کہتے ہیں۔

یہ سریہ سریۂ محمد بن مسلمہ کے ایک دو ہفتے بعد ماہِ ربیع الآخر سن 6 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

سریۂ محمد بن مسلمہ یا سریۂ ذوالقصہ (1) میں نو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجاہدینِ اسلام کی شہادت ایک سانحہ تھی۔

اس سانحہ کے بعد بنوثعلبہ کی اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مزید اضافہ ہو گیا اور ان کے حوصلے بھی بلند ہوئے۔ ضروری تھا کہ ان کی سرگرمیوں کو خطرناک حد تک بڑھنے سے پہلے ہی روک دیا جائے۔ چنانچہ اسی سال ربیع الآخر میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ذوالقصہ کی طرف ایک اور مہم روانہ کی گئی۔ اس دستے میں چالیس مجاہدین شامل تھے۔ مجاہدین کی آمد کی خبر پا کر دشمن ادھر ادھر جان بچا کر بھاگ گئے۔ البتہ ایک آدمی کو قیدی بنا لیا گیا جس نے اسلام قبول کر لیا۔ لہٰذا اسے رہا کر دیا گیا۔ کچھ سامان جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ اسے مجاہدین اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے آئے۔ اس میں سے خمس نکال کر باقی مال اس سریہ میں شریک مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔

مذکورہ بالا سریۂ ذوالقصہ (2) کے دو ہفتے بعد ماہِ ربیع الآخر سن 6 ہجری میں ہی پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو چالیس مجاہدین کا امیر بنا کر ذی القصہ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنی ثعلبہ اور انمار کے علاقوں میں سخت خشک سالی تھی جس علاقہ میں انہیں بادل برسنے کی اطلاع ملتی وہ اپنے جانور لے کر وہاں پہنچ جاتے۔ انہیں پتہ چلا کہ المراض سے تغلمین تک خوب بارش ہوئی ہے۔ مراض مدینہ طیبہ سے 57 کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ بنومحارب، بنوثعلبہ اور انمار بارش کی اطلاع پا کر تینوں قبیلے وہاں پہنچ گئے۔

جب اسلام دشمن قبائل وہاں جمع ہوئے تو ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مسلمانوں کی ایک چراگاہ ھیفاء پر حملہ کریں جہاں مسلمانوں کے مویشی چرا کرتے تھے اور جو مدینہ سے 11 کلومیٹر کے فاصلہ پر تھی۔

ان کے اس ارادے کی اطلاع جب حضور پُرنور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو ان کی سرکوبی کے لئے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو چالیس مجاہدین کی معیت میں روانہ فرمایا۔ نمازِ مغرب کے بعد یہ دستہ مدینہ طیبہ سے روانہ ہوا، ساری رات چلتے رہے اور فجر کے وقت سے کچھ پہلے ہی یہ وہاں پہنچ گئے۔ ابھی کافی اندھیرا تھا کہ ان لوگوں کو مسلمانوں کی آمد کی بھنک پڑی تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا لیکن وہ ہاتھ نہ آئے۔ ان کا صرف ایک آدمی پکڑا گیا۔ مسلمانوں نے اونٹوں کا گلہ اور کچھ گھریلو سامان اٹھایا اور واپس آ گئے۔ اس شخص نے اسلام قبول کر لیا اس لئے اسے رہا کر دیا گیا۔ مالِ غنیمت حسبِ قاعدہ تقسیم کیا گیا۔

(مواہب اللدنیہ جلد 1، صفحہ 120۔ امتاع الاسماع جلد 1، صفحہ 206۔ تلقیح صفحہ 61۔ طبقاتِ ابنِ سعد جلد 2، صفحہ 86,85)

Marfat.com

سریۂ عکاشہ بن محصن (سریۂ غمر)

سریۂ عکاشہ بن محصن کا دوسرا نام سریۂ غمر بھی ہے۔

یہ سریہ ربیع الاوّل یا ربیع الآخر سن 6 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

حضور پُرنور کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اطلاع ملی کہ نجد کے ایک علاقہ غمر میں قبیلہ بنی اسد مدینہ ملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا ہے۔ بنی اسد کے علاقے میں ایک چشمہ تھا جو غمر مرزوق کے نام سے مشہور تھا۔ یہاں بنی اسد کی ایک بڑی تعداد رہتی تھی اور یہ جگہ خیبر سے کوئی سو کلومیٹر پہلے آتی ہے۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کو چالیس مجاہدینِ اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک دستہ دے کر ان کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ یہ جماعت مدینہ سے روانہ ہوئی اور تیزی سے چل کر مذکورہ چشمہ پر پہنچ گئی۔

یہاں پہنچ کر مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ کسی طرح بنی اسد کو ان کی آمد کا پتہ چل گیا تھا اس لئے وہ وہاں سے بھاگ چکے تھے۔ اس جگہ ایک فرد بھی نہ ملا۔ حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو بنی اسد کے بھگوڑوں کی خبر رسانی کے لئے روانہ کیا تا کہ دشمن کے نقشِ قدم دیکھیں اور ان کا پتہ لگائیں کہ کس طرف گئے ہیں کہاں ہیں؟

انہیں تلاش بسیار کے بعد ایک سوتا ہوا شخص ملا۔ وہ اسے اپنے ساتھ لے آئے اور اس سے بنی اسد کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے سوال کئے تو اس نے بتایا کہ وہ دور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے ہیں۔

جب بنی اسد کے مال و متاع کے بارے میں پوچھا تو اس نے جھوٹ بولا کہ وہ سب کچھ ہی ان کے ساتھ ہے۔ مجاہدین نے جب اسے ڈرایا دھمکایا تو وہ کہنے لگا اگر آپ میری جان بخشی کا وعدہ کریں تو میں ان کے مال مویشی کے بارے میں بتا دیتا ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وعدہ کیا اور اسے جان کی امان دی۔ پھر وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لے کر چلا اور ایک جگہ پہنچ کر کہنے لگا۔ اب اس ٹیلے پر چڑھ کر سامنے نظر دوڑائیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے اس چڑھائی سے دیکھا تو انہیں سامنے بہت مال مویشی نظر آئے۔ مسلمانوں نے فوراً حملہ کیا۔ حملہ آوروں کو دیکھ کر سب چرواہے، دیہاتی ادھر ادھر بھاگ گئے۔ مجاہدین کو وہاں دوسو اونٹ ملے۔ وہ سارے اونٹ اپنے ساتھ ہانک کر مدینہ منورہ لے آئے اور جس شخص کو جان کی امان دی تھی اسے رہا کر دیا۔

(طبقات ابنِ سعد جلد 2، صفحہ 84۔ تلقیح صفحہ 61۔ مواہب اللدنیہ جلد 1، صفحہ 120)

Marfat.com

سریۂ زید بن حارثہ (سریۂ جموح)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے اس سریہ کو سریۂ جموح یا سریۂ جموم بھی کہتے ہیں۔ یہ مقام مکہ سے زیادہ دور نہیں ہے۔ مکہ سے اندازاً یہ مقام مدینہ کی طرف تیس (30) کلومیٹر دور ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت یا دستے کا امیر بنا کر ماہِ ربیع الآخر 6 ہجری میں جموح (جموم) کی طرف روانہ کیا۔ جموم' مرالظہر ان جوان دنوں وادیٔ فاطمہ کے نام سے جانی جاتی ہے اس وادی میں بنی سلیم کے ایک چشمے کا نام ہے۔

یہ قبیلہ شروع سے ہی مسلمانوں کے سخت خلاف تھا اور جنگِ خندق کے لئے لشکرِ احزاب میں یہ قبیلہ بھی ہزاروں کی تعداد میں شامل ہوا تھا اور اپنے دو ہزار جنگجو لشکرِ قریش کے ساتھ ملا کر انہیں ابوسفیان کی سربراہی میں دے دیا تھا تاکہ مسلمانوں کا قلع قمع کیا جا سکے۔

یہ قبیلہ مشرکینِ مکہ کے زیادہ قریب ہونے کے ساتھ ساتھ ہر طرح سے ان کے زیرِ اثر بھی تھا اور یہ لوگ بھی اکثر شرارت پر آمادہ رہتے تھے۔ ان کی عقل ٹھکانے لگانے کے لئے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ ربیع الآخر سن 6 ہجری میں ایک دستہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں بنوسلیم کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جب وہاں مجاہدینِ اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ وہاں پہنچے تو قبیلہ مزینہ کی ایک عورت جس کا نام حلیمہ تھا گرفت میں آ گئی۔ اس عورت نے بنی سلیم کے ایک مقام کا پتہ بتایا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مجاہدین کو لے کر وہاں حملہ آور ہوئے۔ وہ لوگ مال مویشی چھوڑ کر پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ وہاں سے بنی سلیم کے بہت سے مویشی بھیڑ بکریاں اور کچھ قیدی ہاتھ آئے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ لے کر مدینہ منورہ واپس آ گئے اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ روایات میں ہے کہ ان قیدیوں میں حلیمہ مزینہ کا شوہر بھی شامل تھا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلیمہ کی خاطر کہ اس نے مجاہدین کی رہنمائی کی تھی' اس کے شوہر کو بھی فوری آزاد کر دیا۔ (طبقاتِ ابنِ سعد جلد 2' صفحہ 86۔ مواہب اللدنیہ جلد 1' صفحہ 121)

سریۂ عیص (سریۂ زید بن حارثہ بسوئے عیص)

سریۂ عیص کو آسانی کی خاطر سریۂ زید بن حارثہ بسوئے عیص بھی کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ جہاں ایک صحابی کی قیادت میں متعدد بار مختلف اطراف میں سرایا بھیجے گئے ہوں تو وہاں زیادہ مناسب یہی ہے کہ اس صحابی کے نام کے ساتھ اس مقام یا قبیلے کا نام بھی اس طرح لکھ دیا جائے کہ یہ سریہ اس طرف گیا تھا۔ اس طرح سے سرایا کو نام دے کر کافی مغالطے سے بچا جا سکتا ہے اور اس سے سرایا میں تمیز کرنے میں آسانی رہے

Marfat.com

گی اس لئے میں اب آگے اسی طرح سرایا کو نام دینے کا طریقہ اپناؤں گا۔

اس سریہ کا زمانۂ وقوع ماہِ جمادی الاول سن 6 ہجری کا ہے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریشِ مکہ کا ایک تجارتی قافلہ ملک شام میں تجارت کرنے کے بعد کافی مال و اسباب کے ساتھ شام سے مکہ کے لئے چل پڑا ہے اور فرات بن حیان اس قافلے کا رہبر ہے۔

آپ ﷺ نے اس قافلے کو مقامِ عیص پر روکنے کے لئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک سوستر (170) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک دستہ مدینہ منورہ سے شمال کی طرف روانہ فرمایا۔

غزوۂ بدر کے بعد مشرکینِ مکہ نے کچھ عرصہ کے لئے مکہ سے بدر، مدینہ اور پھر آگے برائے ملکِ شام والی شاہراہ کو چھوڑ دیا تھا۔ اب غالباً مشرکینِ مکہ کا یہ پہلا تجارتی قافلہ تھا جس نے پھر اسی شاہراہ کو استعمال کیا۔

مذکورہ عیص مدینہ منورہ سے چار دن کی مسافت پر ایک مقام تھا یعنی کہ مدینہ منورہ سے اندازاً ڈھائی سو کلومیٹر دور بجانب شمال مغرب یہ مقام تھا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حسبِ ہدایات اپنے دستہ کے ساتھ تیزی سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے اور مقامِ عیص پر فریقین کا آمنا سامنا ہوا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو کامیابی حاصل ہوئی اور وہ مالِ غنیمت اور چند اسیروں کے ساتھ مدینہ لوٹے۔

قریشِ مکہ کے اس تجارتی قافلے کی قیادت ابوالعاص کر رہے تھے جو حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم کے داماد تھے اور وہ ابھی تک مشرک تھے۔ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا غزوۂ بدر کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئی تھیں۔ ابوالعاص قید تو نہیں ہوا تھا لیکن یہ اس واقعہ کے بعد فوراً ہی مدینہ منورہ پہنچا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ طلب کی۔

آپ نے اس کو پناہ دے دی۔ سرکارِ دو عالم، تاجدارِ کائنات، حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے بھی اس پناہ کو قبول فرما لیا اور پھر اس کے قافلے کا سارا مال بھی واپس کر دیا گیا۔ یہی حسنِ خلق ابوالعاص کے ایمان کا سبب بن گیا۔ اس کا مفصل تذکرہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد 2، صفحہ 87۔ المواہب اللدنیہ جلد 1، صفحہ 121)

سریۂ زید بن حارثہ بسوئے جذام (حسمی)

اس سریہ کا دوسرا نام سریۂ حسمی بھی ہے۔

جذام ایک جگہ کا نام تھا جس کو حسمی بھی کہا جاتا تھا۔ یہ مقام وادی قری کے پیچھے تھا اور یہاں یہ اس نام کی ایک بستی تھی۔

یہ سریہ جمادی الآخر سن 6 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اس سریہ کی تفصیل یوں ہے:

Marfat.com

مدینہ منورہ سے اندازاً چار ساڑھے چارسو کلومیٹر دور تیما کے مقام پر بنو جذام آباد تھے۔ قافلوں اور مسافروں کو لوٹ لینا ان کا معمول تھا۔ جب حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ قیصر کے دربار میں نامۂ رسول پہنچانے کے بعد واپس آ رہے تھے تو راستے میں حسمی کے مقام پر انہیں لوٹ لیا گیا۔ مقامِ حسمی کا دوسرا نام جذام ہے۔ اس علاقے کے کافی لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور یہ لوگ بنی خبیب میں سے تھے۔

جب اس واقعہ کی خبر بنی جذام کے مسلمانوں کو ہوئی تو وہ اپنے سربراہ حضرت زید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ کو لے کر ہنید کے پاس گئے۔ ہنید بن عارض اور اس کے بیٹے نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو لوٹا تھا۔ حضرت زید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ نے ہنید کو بتایا اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا مال و اسباب واپس دلایا اور ان سے نجات دلائی اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو وہاں سے بحفاظت مدینہ منورہ کے لئے روانہ کر دیا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الآخر سن 6 ہجری کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پانچ سو مجاہدین کا ایک دستہ بنو جذام کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ اس دستے میں حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ دستہ چھپتے چھپاتے یعنی کہ بہت راز داری سے وہاں پہنچا اور صبح کے وقت انہیں جالیا۔ دشمن کے ایک سو افراد کو قیدی بنا لیا گیا۔ ایک ہزار اونٹ اور 5 ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔

اس لڑائی میں حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو لوٹنے والا ہنید بن عارض اور اس کا بیٹا بھی مارا گیا۔ جب بنی خبیب نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے اس حملے کے بارے میں سنا تو ان کے کچھ سوار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں کہا کہ ہم لوگ تو مسلمان ہیں اور انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کے ثبوت میں سورۂ فاتحہ سنائی۔

پھر بنی خبیب کے مسلمانوں کی ایک جماعت حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور اس واقعہ کی خبر دی۔ بنی خبیب کے مسلمانوں نے کہا کہ واقعہ لاعلمی میں ہو گیا ہے اس لئے جو مارے گئے انہیں ہم بھول جاتے اور ہمارے قیدیوں اور اموال کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس کر دینے کا فرما دیں اور ہمارے ساتھ ایک آدمی بھیج دیں جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے آگاہ کر دے۔ روایت میں ہے کہ بنی خبیب کی اس جماعت میں ان کے سردار حضرت زید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے وہ خط دکھایا جو انہیں مسلمان ہونے پر ملا تھا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تاکہ حضرت زید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ کے قبیلے کے قیدی اور ان کے اموال انہیں واپس کر دیئے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا شاید حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ میری بات نہ مانیں۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانی کے طور پر انہیں اپنی تلوار

Marfat.com

عنایت فرمائی۔

ابھی بنی خبیب کے مسلمانوں کا یہ وفد مدینہ منورہ میں ہی تھا کہ اس دوران میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا قاصد آ پہنچا کہ آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے لئے کیا حکم ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ قاصد کو لے کر لشکر سے جا ملے اور حضرت زید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ کے قیدی اور ان کا مال اسباب انہیں واپس کر دیا۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام' جلد 2' صفحہ 612۔ طبقات ابنِ سعد جلد 2' صفحہ 88۔ المواہب اللدنیہ جلد 1' صفحہ 121)

سریۂ زید بن حارثہ بسوئے طُرف

اس سریہ کا دوسرا نام سریہ طُرف بھی ہے۔ "طُرف" ایک چشمے کا نام تھا جس کی وجہ سے وہ علاقہ یا مقام بھی اسی نام سے جانا جانے لگا۔ اس علاقے میں بنی ثعلبہ آباد تھے اور یہ سریۂ بنی ثعلبہ ہی کی گوشمالی کے لئے بھیجا گیا تھا۔ طُرف کا فاصلہ مدینہ منورہ سے اندازاً پچپن (55) کلومیٹر ہے۔

اس سریہ کا زمانۂ وقوع ماہِ جمادی الآخر سن 6 ہجری کا ہے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنی ثعلبہ کے علاقے میں مقام "طرف" پر کچھ اعراب (بدو) جمع ہو رہے ہیں اور شرارت پر آمادہ ہیں۔

حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سدِ باب کرنے کے لئے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک دستہ بنی ثعلبہ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس دستہ میں صرف پندرہ (15) سوار مجاہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

اعراب (بدوؤں) کا یہ اجتماع خبر پاتے ہی منتشر ہو گیا اور سب ادھر ادھر بھاگ گئے حالانکہ مسلمان شہسواروں کی کل تعداد 16 تھی۔ غالباً ان بدوؤں کو یہ شک تھا کہ اس دستہ کے پیچھے مزید مجاہدینِ اسلام کے ساتھ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔

اس لئے ان سب نے راہِ فرار اختیار کر لی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وہاں ایک شخص بھی نہ ملا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دستے کے ساتھ ان کا پیچھا بھی کیا مگر وہ ہاتھ نہ آئے۔

اس سریہ میں کسی تصادم یا لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ دشمن سامنے ہی نہیں آیا وہ اپنے کچھ اونٹ اور بکریاں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مجاہدین کو اس سریہ میں بیس (20) اونٹ اور کچھ بکریاں مالِ غنیمت میں ملیں جنہیں وہ اپنے ساتھ ہانک لائے اور چار دن بعد خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔

(المواہب اللدنیہ جلد 1' صفحہ 121۔ طبقات ابنِ سعد جلد 2' صفحہ 87)

سریۂ زید بن حارثہ بسوئے وادی القریٰ

اس سریہ کا دوسرا نام سریۂ وادی القریٰ ہے۔

Marfat.com

یہ سریہ ماہِ رجب سن 6 ہجری میں پیش آیا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے دشمن کی نقل و حرکت کا پتہ لگانے کے لئے ماہِ رجب سن 6 ہجری میں ایک سریہ بھیجا۔ یہ سریہ بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشتمل تھا اور اس کے کمانڈر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔

اس سریہ کا مقصد دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا تھا۔ یہ مہم بنی فزارہ کی طرف وادیِ قریٰ بھیجی گئی۔ یہاں غطفانی قبائل آباد تھے جو شروع سے ہی مشرکینِ مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے وقتاً فوقتاً منصوبے بناتے رہتے تھے۔

غزوۂ احزاب میں غطفانی قبائل نے مشرکینِ مکہ کے ساتھ بھرپور شرکت کی تھی اور ناکام و نامراد لوٹے تھے۔ اس کے باوجود ان کی اسلام دشمنی عروج پر تھی اس لئے ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھنا بہت ضروری تھا۔

بہرحال جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ دستہ وادی قریٰ میں پہنچا تو بنی فزارہ نے ان پر حملہ کر دیا۔ دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ غزوۂ احزاب میں بھی قبیلہ غطفان کی اس شاخ نے عیینہ بن حصن کی قیادت میں ایک ہزار سے زیادہ جنگجو مہیا کیے تھے۔

اس لڑائی میں نو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید کر دیئے گئے تھے۔ بارہ میں سے صرف تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بچ کر واپس آئے اور وہ شدید زخمی تھے جن میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

(طبقات ابنِ سعد جلد 2، صفحہ 89۔ المواہب اللدنیہ جلد 1، صفحہ 122)

سریۂ علی مرتضیٰ (سریۂ فدک)

سریۂ حضرت علی مرتضیٰ کا دوسرا نام سریۂ فدک ہے۔ فدک ایک علاقہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً دو سو کلومیٹر کی دوری پر خیبر کی سمت میں تھا۔

اس سریہ کا زمانۂ وقوع ماہِ شعبان سن 6 ہجری کا ہے۔

اسلام کے خلاف یہودیوں کی سازشیں جاری تھیں اور وہ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے سیاسی اثر و رسوخ سے خائف تھے۔ وہ مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے کے لئے یہودی قبائل کو منظم کر رہے تھے اور خصوصاً خیبر کے یہودیوں کو افرادی قوت بہم پہنچا کر ان کے ہاتھ مضبوط کرنے کی فکر میں تھے۔ مدینہ منورہ سے اندازاً دو سو (200) کلومیٹر دور خیبر اور وادی القریٰ کے درمیان مقامِ فدک پر یہودیوں کی ایک بستی تھی، بنو سعد بن بکر کے لوگ بھی یہیں رہتے تھے۔

بنو سعد بن بکر کا قبیلہ فدک کے علاقہ میں آباد تھا اور افرادی قوت کے لحاظ سے کافی بڑا قبیلہ تھا۔ ان کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ لشکر جمع کر رہے ہیں تاکہ یہودیوں کی امداد کریں۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور

Marfat.com

پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فتنہ کی اس آگ کو بروقت بجھانے کے لئے ماہِ شعبان سن 6 ہجری میں سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک سو مجاہدین کا دستہ دے کر ان کی گوشمالی کے لئے روانہ فرمایا۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ رات کو سفر کرتے اور دن کو آرام فرماتے۔

فدک اور خیبر کے درمیان غمج نامی چشمہ پر پہنچے تو آپ کو ایک آدمی ملا۔ اس سے پوچھا گیا تم کون ہو؟ اس نے بتایا کہ اپنے گمشدہ جانور کو تلاش کر رہا ہوں۔ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر پوچھا بتاؤ بنو سعد نے جو لشکر اکٹھا کیا ہے اس کے بارے میں تجھے کچھ علم ہے؟ اس نے کہا مجھے کوئی علم نہیں۔ مسلمانوں نے جب اس پر تشدد کیا تو اس نے اعتراف کیا کہ میں بنو سعد کا جاسوس ہوں اور معتبر آدمی ہوں۔ مجھے انہوں نے خیبر بھیجا تھا تاکہ میں یہودیوں سے وہ شرائط طے کروں جن کی بنیاد پر بنی سعد ان کی امداد کر سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ یہودیوں نے جس طرح دوسرے قبائل کے ساتھ خیبر کی کھجوروں کا مقررہ حصہ دینے کا وعدہ کیا ہے اسی طرح کا وعدہ بنو سعد کے ساتھ بھی کریں تو بنو سعد ان کی امداد کریں گے۔

اب بنی سعد کے جاسوس نے صحیح باتیں کرنا شروع کیں تو مسلمانوں نے اس سے پوچھا بتاؤ بنو سعد نے لشکر کہاں اکٹھا کر رکھا ہے۔ اس نے کہا جب میں ان کے پاس سے گیا تھا اس وقت تک دو سو آدمی جمع ہو چکے تھے۔ انہوں نے کہا ہمیں وہاں لے چل۔ اس نے کہا مجھے جان کی امان دو میں تمہیں وہاں لے چلتا ہوں۔ مسلمانوں نے کہا اگر تو نے ہماری صحیح رہنمائی کی یعنی جہاں وہ جمع ہو رہے ہیں وہاں لے گیا اور جس جگہ ان کے مویشی ہیں اس جگہ کی نشاندہی کی تو تجھے امان ہے۔ اس نے کہا مجھے منظور ہے۔

وہ مسلمانوں کو لے کر وہاں سے ایک وادی میں گیا جہاں بہت سے اونٹ اور بہت سی بکریاں چر رہی تھیں۔ اس نے بتایا یہ ہیں ان کے اونٹ اور یہ ہیں ان کی بکریاں۔ اب مجھے جانے کی اجازت ہے۔ مسلمانوں نے کہا جب تک ان کے لشکر کی جگہ تک ہم نہ پہنچ جائیں تمہیں اجازت نہیں۔ وہ انہیں اس جگہ پر بھی لے گیا لیکن اس وقت وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ مسلمانوں کی آمد کی اطلاع پاتے ہی وہ سب تتر بتر ہو گئے تھے۔ اس وقت اسے چھوڑ دیا گیا۔

مسلمان ان کے پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں ہانک کر اپنے ساتھ لے آئے۔ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے مجاہدین کو ہمراہ لے کر اور تمام مویشیوں کو ہانکتے ہوئے مدینہ طیبہ بخیریت پہنچ گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہود کے ساتھ ساز باز کر کے مسلمانوں کے خلاف مقابلہ میں آنے کی بنو سعد کو پھر کبھی جرأت نہ ہوئی۔

(طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 89۔ المواہب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 122۔ تلقیح 123:)

سریۂ عبدالرحمٰن بن عوف (سریۂ دومۃ الجندل)

اس سریہ کا دوسرا نام سریۂ دومۃ الجندل ہے۔

Marfat.com

اس سریہ کا زمانۂ وقوع ماہِ شعبان سن 6 ہجری ہے اور یہ سریہ قبیلہ بنی کلب کی طرف بھیجا گیا جو دومۃ الجندل کے علاقے میں آباد تھے۔

دومۃ الجندل میں بنی کلب نے مسافروں کو لوٹنا اپنا معمول بنا لیا تھا۔ شاہراہوں کو محفوظ بنانے کے لئے ضروری تھا کہ ان کی گوشمالی کے لئے ان کی طرف بھی کسی دستے کو روانہ کیا جائے جو ان کی شرانگیزیوں کا خاتمہ کر کے امن و امان کی صورتحال کو بہتر بنانے میں مدد دے اور مسافروں کو لٹنے کا ڈر نہ رہے اور ان کی جان و مال کو خطرہ نہ ہو اور اس طرح تبلیغِ دینِ متین بھی کی جائے۔

سن 6 ہجری ماہِ شعبان میں حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ دومۃ الجندل میں جا کر بنی کلب قبیلہ کو اسلام کی دعوت دیں۔ سات سو مجاہد آپ کے ساتھ روانہ کئے۔ سات سو مجاہدینِ اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس دستے کو روانہ کرنے سے پہلے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنے سامنے بٹھایا۔ انہوں نے جو سیاہ عمامہ اپنے طور پر اپنے سر پر باندھا ہوا یا لپیٹا ہوا تھا۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے پہلے اسے کھولا اور پھر اپنے دستِ مبارک سے ایک خاص انداز و طریقے سے باندھا۔ آپ حضور پُر نور ﷺ نے تقریباً چار انگشت (اندازاً تین انچ) کے برابر عمامہ کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی کمر پر چھوڑا اور پھر فرمایا۔

"اے ابنِ عوف! اس طرح عمامہ باندھا کرو کیونکہ یہ زیادہ اچھا اور خوشنما لگتا ہے"۔

اس کے بعد پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پرچم دیں۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پرچم پیش کیا۔ اس کے بعد پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضورِ انور نبی کریم ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و ثنا کی درود پڑھا اور اس کے بعد فرمایا۔

"اللہ کا نام لے کر اور اس کے راستہ میں رخصت ہو جاؤ جو اللہ کا انکار کرے اس کے ساتھ جنگ کرو اور کسی کے ساتھ دھوکہ نہ کرنا۔ بدعہدی نہ کرنا اور کسی بچے کو قتل نہ کرنا"۔

پھر ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، حضورِ انور، نبی کریم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک پھیلا دیا اور فرمایا:

"اے لوگو! پانچ چیزوں سے بچو اس سے پیشتر کہ تم پر اللہ کا عذاب نازل ہو"۔

"جب کسی قوم کا پیمانہ کم ہو جاتا ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ اس قوم کو قحط اور پیداوار کی کمی سے دوچار کر دیتا ہے تاکہ وہ راہِ راست کی طرف لوٹ آئیں"۔

Marfat.com

''اور جب کوئی قوم اپنا وعدہ توڑ دیتی ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ ان پر ان کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے''۔

''اور جو قوم زکوٰۃ دینے سے ہاتھ روک لیتی ہے' اللہ تبارک تعالیٰ اس پر بارش کا نزول روک لیتا ہے اور اگر بے زبان جانور نہ ہوں تو انہیں پینے کے لئے ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہو''۔

''اور جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے' اس پر اللہ تبارک تعالیٰ وبائی بیماری طاعون وغیرہ کو مسلط کر دیتا ہے''۔

''اور جو قوم احکامِ قرآنی کے بغیر فیصلہ کرتی ہے' اللہ تبارک تعالیٰ ان کی ملی وحدت کو پارہ پارہ کر دیتا ہے اور وہ ایک دوسرے پر ظلم وتشدد کرنے لگ جاتے ہیں''۔

پھر حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے ان کو ایک پرچم عطا کیا۔ اس دستے میں سات سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک تھے۔ پیغمبر اوّل وآخر واعظم' رہبر کائنات' حضور پُرنور' نبی کریم' عالمِ خفا وغیوب' مخبرِ صادق ﷺ نے دستے کے کمانڈر کے نام ہدایات جاری فرماتے ہوئے کہا کہ اگر وہ لوگ تمہاری اطاعت قبول کریں تو سردار قبیلہ کی بیٹی سے شادی کر لینا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنے آقا کی دعاؤں اور نگاہِ کرم کے سائے میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچتے ہی حسب ہدایت انہوں نے تبلیغِ اسلام کا کام شروع کر دیا۔ پہلے دن ان لوگوں پر نصیحتِ وعظ وتذکیر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ دوسرے روز بھی آپ نے بڑی دل سوزی سے انہیں دعوتِ حق دی لیکن بے سود۔ ان پر اثر نہ ہوا اور وہ جنگ کرنے کے لئے تلواریں تیز کرتے رہے۔ تیسرے روز جب محمدی درویش نے اپنے ربّ قدوس کا نام لے کر نعرہ حق بلند کیا تو کفر کے قلعہ میں شگاف پڑ گئے۔

ان کے رئیس (اصبغ بن عمرو کلبی) نے سب سے پہلے دعوتِ اسلام کو قبول کیا۔ یہ خود اور اس کا قبیلہ سارا نصرانی تھا۔ سب سے پہلے اس نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر اسلام کی بیعت کی۔ پھر تو اسلام لانے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ چند آدمیوں کے علاوہ سارا قبیلہ مشرف باسلام ہو گیا اور جو لوگ عیسائیت پر اڑے رہے۔ انہوں نے جزیہ دے کر اسلامی مملکت کا پرامن شہری بن کر رہنا منظور کر لیا۔

ان کے رئیس کا نام اصبغ بن عمرو الکلبی تھا۔ اس کی ایک دخترِ نیک اختر تھی' اس کا نام تماضر تھا۔ اصبغ نے اس کا رشتہ برضا ورغبت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پیش کیا۔ آپ نے حضور پُرنور نبی رحمت ﷺ کی نصیحت کے مطابق اس سے نکاح کر لیا۔ پھر یہ خوش نصیب بچی مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئی۔ محبوبِ ربّ العرش العظیم ﷺ کی زیارت کر کے شرفِ صحابیت سے بہرہ ور ہوئی۔ اس کے شکم سے اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن کو ایک چاند سا بیٹا عطا فرمایا جس کا نام ابوسلمہ رکھا گیا۔ اس کے بارے میں مقتدر واعلیٰ علماء کی رائے

Marfat.com

ہے کہ

''یہ حافظ تھے' ثقہ تھے' بکثرت حدیثیں روایت کرتے تھے' علماء کے پیشوا تھے' تابعین کے سربراہ آوردہ تھے' ان کا نام عبداللہ تھا۔ ان کی وفات 94 ہجری میں ہوئی''۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2' صفحہ 231۔ سیرت حلبیہ' زینی دحلان جلد 2' صفحہ 161۔ طبقات ابنِ سعد جلد 2' صفحہ 89۔ المواہب اللدنیہ جلد 1' صفحہ 122)

سریۂ زید بن حارثہ (سریۂ اُمِ قرفہ)

اس سریۂ زید بن حارثہ کا دوسرا نام سریۂ اُمِ قرفہ بھی ہے۔ اُمِ قرفہ اس عورت کی کنیت تھی جس کی خباثت کے خاتمے کے لئے یہ سریہ بھیجا گیا۔

اس سریہ کا زمانۂ وقوع ماہِ رمضان سن 6 ہجری ہے۔

اس سریہ کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سریہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت روانہ کیا گیا۔ لیکن مؤرخین اور سیرت نگاروں کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ یہ سریہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت بھیجا گیا تھا اور صحابہ کبار اس میں شامل نہ فرمائے گئے تھے۔

اُمِ قرفہ ایک شیطان صفت مشرک عورت کا نام ہے۔ یہ ربیعہ بن بدر فزاری کی بیٹی تھی اور اس کا تعلق بنی فزارہ کی ایک شاخ سے تھا۔ اپنی قوت اور اپنے حفاظتی انتظامات میں اس کا نام بطورِ ضرب المثل ہر زبانِ خاص وعام تھا۔ عرب کہتے تھے ''یہ تو اُمِ قرفہ سے بھی بڑھ کر غالب آنے والا اور حفاظت کرنے والا ہے''۔ اس کے گھر میں ہر وقت پچاس تلواریں آویزاں رہتی تھیں۔ پچاس مردانِ شمشیر زن ہر وقت موجود رہتے تھے اور یہ سب کے سب اس کے بیٹے اور اس کے پوتے تھے۔ اس کے ایک بیٹے کا نام قرفہ تھا' اس کی وجہ سے اس کی کنیت اُمِ قرفہ تھی جب کہ اس کا اصل نام فاطمہ بنتِ ربیعہ بن بدر تھا۔ اس کا گھر وادی القریٰ کے ایک جانب تھا جو مدینہ طیبہ سے سات رات کی مسافت پر تھا۔ یعنی کہ مدینہ منورہ سے اندازاً تین سو پچاس (350) کلومیٹر دور تھا۔

اس مشرکہ کے قبیلے والے یا خاندان لوٹ مار بھی کرتا تھا اور وادی القریٰ سے گزرنے والے ان کی زد میں آجاتے تھے۔ مسافروں کو لوٹ لینا ان کا معمول بن گیا تھا۔

یہ شیطان صفت عورت آپ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدبیریں کیا کرتی تھی اور انہوں نے دھوکہ سے حضورِ انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔

یہ سریہ ماہِ رمضان سن 6 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے پاس دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اموالِ تجارت بھی تھے۔ جب

Marfat.com

وہ وادی القریٰ میں پہنچے تو قبیلہ فزارہ کی ایک شاخ بنی بدر کے بہت سے آدمی نکل آئے۔ انہوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو سخت مارا پیٹا اور سارا سامان بھی چھین لیا۔ انہوں نے واپس آ کر بارگاہِ رسالت میں یہ ماجرا عرض کیا۔

روایات میں ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جب ''سریۂ وادی القریٰ'' کے دوران وادی القریٰ سے زخمی ہو کر آئے تھے تو انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب وہ تندرست ہو جائیں گے تو وہاں چڑھائی ضرور کریں گے۔ چنانچہ اس بار بھی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہی کو امیرِ لشکر مقرر کیا گیا تھا تاکہ ان کا عہد بھی پورا ہو سکے اور دشمن کو اس کی سرکشی کی سزا بھی دی جا سکے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے زیرِ قیادت بھیجا تاکہ ان لٹیروں کی گوشمالی کرے اور خلقِ خدا کے لئے امن و امان کی فضا قائم کریں۔

لشکر کو حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کی کہ دن کے وقت آرام کریں اور رات کو سفر کریں۔ بنی بدر کے اندازہ کے مطابق جس صبح کو اس لشکر نے پہنچنا تھا، اس صبح کو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی پوری تیاری کر رکھی تھی۔ حُسنِ اتفاق کہ لشکرِ اسلام کا راہبر راستہ بھول گیا اور یہ لشکر اس صبح کو وہاں نہ پہنچ سکا اور انتظار کے بعد وہ لوگ تتر بتر ہو گئے۔

مسلمان دوسری صبح کو ایسے وقت پہنچے جب دشمن غفلت کی نیند سو رہا تھا۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے کئی آدمی مارے گئے۔ اُمِ قرفہ اور اس کی لڑکی جاریہ بنتِ مالک بن حذیفہ بن بدر کو قید کر لیا گیا۔ حضرت قیس بن محصر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو گرفتار کیا۔ اُمِ قرفہ بوڑھی عورت تھی لیکن پرلے درجے کی گستاخ اور زبان دراز تھی۔ بارگاہِ رسالت میں دشنام طرازی سے بھی باز نہ آتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے اپنے تیس بیٹوں اور پوتوں کا ایک دستہ تیار کیا اور انہیں کہا ''مدینہ پر چڑھائی کرو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دو''۔

اس لئے مسلمانوں نے اس شیطان صفت فتنہ باز عورت کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا اور اس کی لڑکی کو اسیر بنا لیا۔ ان قزاقوں کو ان کے کرتوتوں کا مزا چکھانے کے بعد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت شاداں و فرحاں واپس آئے۔ درِ اقدس پر حاضر ہو کر دستک دی۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے تشریف لائے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو گلے لگا لیا اور انہیں چوما۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے سارا ماجرا عرض کیا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے خوش ہوئے۔ وہ لڑکی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ماموں حزن بن ابی وہب کو عطا کر دی گئی کیونکہ یہ دونوں مشرک تھے۔

(طبقات ابنِ سعد، جلد 2 صفحہ 90۔ المواہب اللدنیہ، جلد 1 صفحہ 122)

Marfat.com

سریۂ کرز بن جابر (سریۂ عرنیین)

سریۂ کرز بن جابر کا دوسرا نام سریۂ عرنیین ہے اور عرنیین سے مطلب ہے کہ علاقہ عرینہ سے تعلق رکھنے والے۔

یہ سریہ کرز بن جابر ماہِ شوال سن 6 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

دھوکہ دہی اور بدعہدی اہلِ شر کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی' ایسے واقعات بھی رونما ہوئے کہ منافقین نے اسلام کی ابھرتی ہوئی طاقت سے مرعوب ہو کر بظاہر اسلام قبول کر لیا لیکن در پردہ اپنے سینوں میں کفر پالتے رہے اور موقع ملتے ہی دھوکہ دہی کے مرتکب ہوئے یا بدعہدی کی۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی شان! یہ کتنے بدنصیب لوگ تھے کہ ایمان لائے اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی رحمتوں سے فیضیاب ہوئے اور پھر مرتد ہو گئے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ عکل یا عرینہ کے چند لوگ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے لیکن وہاں کی آب و ہوا انہیں موافق نہ آئی اور وہ بیمار ہو گئے۔

وہ اس صورتحال میں بارگاہِ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' سرورِ کونین حضور پُرنور ﷺ میں عرض گزار ہوئے کہ حضور پُرنور ﷺ ہم کھیتی باڑی کرنے والے لوگ نہیں بلکہ اونٹ اور بکریاں چرانے والے لوگ ہیں۔ شاید اس لئے بیمار ہو گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے انہیں مدینہ منورہ سے چھ میل (اندازاً 10 کلومیٹر) دور قبا کی جانب اپنی ایک چراگاہ ذوالجدر میں بھیج دیا۔ جہاں بیت المال کی شیر دار اونٹنیاں چرتی تھیں۔ یہ ذوالجدر کی چراگاہ مدینہ طیبہ سے اندازاً دس کلومیٹر دور تھی۔ آپ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ اس چراگاہ میں چلے جاؤ اور وہاں اونٹنیوں کا بول اور دودھ پیو اور جنگل کی کھلی فضا میں رہو تا کہ تم صحت یاب ہو جاؤ۔

جہاں آپ ﷺ کی اونٹنیاں تھیں' ان کی دیکھ بھال پر مامور صحابی کا نام حضرت یسار رضی اللہ عنہ تھا جو حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ چراگاہ کی کھلی آب و ہوا اور دودھ سے یہ لوگ تندرست و توانا ہو گئے تو ان کی نیت میں فتور آ گیا اور شرارت پر اتر آئے۔ انہوں نے حضرت یسار رضی اللہ عنہ کی آنکھیں نکال دیں' ہاتھ پاؤں کاٹ کر دھوپ میں ڈال دیا اور یوں انہیں شہید کر دیا اور پندرہ اونٹنیاں لے کر فرار ہو گئے۔

طبقات ابنِ سعد میں مذکور ہے کہ حضرت یسار رضی اللہ عنہ نے بمع اپنے چند ساتھیوں کے ان شیطان شر پسند عرنیوں کو جب وہ اونٹنیاں ہانک کر لے جا رہے تھے جا لیا اور ان سے لڑنا شروع کر دیا۔ ان ظالموں نے حضرت یسار رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے قتل کر دیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے۔ زبان میں کانٹے چبھو دیئے اور دونوں آنکھیں کانٹوں سے پھوڑ دیں اور انہوں نے دھوپ میں تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ اہلِ عرینہ کی

Marfat.com

تعداد آٹھ تھی۔ انہوں نے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے رائی (چرواہے) کو قتل کر دیا۔ اونٹوں کو ہانک لے گئے اور اظہار اسلام کے بعد پھر کفر اختیار کیا۔ لہٰذا پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

''اے اللہ عرینیوں پر راستہ اندھا کر دے اور کنگن سے بھی زیادہ تنگ بنا دے''۔ آپ حضور پُرنور ﷺ نے حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ کو بیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک دستہ دے کر ان کو پکڑ لانے کے لئے روانہ فرمایا۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔ ان پر راستہ اندھا کر دیا چنانچہ وہ جلد ہی پکڑ لئے گئے۔

انہیں پکڑ کر حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ قصاصاً ان کی آنکھیں داغ دی گئیں اور ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں قتل کر دیا گیا کہ انہوں نے ایک بے گناہ کے خون سے اسی طرح ہاتھ رنگ کر ایک گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا تھا اور یوں یہ لوگ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچے۔

ابنِ کثیر نے مجرموں کی آنکھیں داغنے یا انمیں سلائیاں پھیرنے کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

اقلیمِ عدل و انصاف کے شہنشاہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کے ساتھ وہی برتاؤ کرنے کا حکم دیا جو انہوں نے کیا تھا اور یہ عینِ فرمانِ الٰہی کے مطابق تھا۔

سورۂ مائدہ آیت 33 میں ارشادِ ربّ للعالمین، خالق و مالکِ کائنات یوں ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ: ''بلاشبہ سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد برپا کرنے کی یہ ہے کہ انہیں چن چن کر قتل کیا جائے یا سولی دیا جائے یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مختلف طرفوں سے۔ یا جلاوطن کر دیئے جائیں یہ تو ان کے لئے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں اس سے بھی بڑی سزا ہے''۔

(سورۂ مائدہ آیت 33)

(طبقات ابنِ سعد جلد 2، صفحہ 93۔ صحیح بخاری جلد 2، صفحہ 848۔ صحیح مسلم جلد 2، صفحہ 57۔ المواہب اللدنیہ جلد 1، صفحہ 124)

سریۂ عبداللہ بن رواحہ

سریۂ عبداللہ بن رواحہ ماہِ شوال سن 6 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

Marfat.com

خیبر پہنچ کر ابو رافع کو اس کے محفوظ قلعہ میں قتل کر دینے سے سارے یہودیوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور وہ بہت خوف زدہ ہو گئے۔ وہ پہلے بھی سازشیں ہی کرتے تھے اور ان کا مقصدِ حیات ہی دینِ اسلام اور بانی دینِ اسلام سے حسد، بغض و عناد و دشمنی بن گیا تھا۔ ابو رافع کے قتل کے بعد انہیں خطرہ قریب آتے ہوئے محسوس ہوا تو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور تیز کر دیں اور طرح طرح کی سازشوں میں بھی مصروف رہے۔

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے خیبر کے یہودیوں کے سردار سلام بن ابوالحقیق (ابو رافع) کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرا دیا تو خیبر کے یہودیوں نے اسیر بن زارم یہودی کو اپنا امیر اور سردار بنا لیا۔ اسیر بن زارم نے سردار بنتے ہی یہود سے کہا "میں محمد ﷺ کے ساتھ ایسی چال چلوں گا جو مجھ سے پہلا کوئی بھی سردار نہیں چل سکا۔ لوگوں نے پوچھا "تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں قبیلۂ غطفان میں جاؤں گا اور انہیں محمد ﷺ کے خلاف جنگ کے لئے تیار کروں گا۔

خیبر کے یہود کے برے عزائم کی اطلاعات مدینہ منورہ بھی پہنچ رہی تھیں۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حالات کے پیشِ نظر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو تین ساتھیوں سمیت خیبر کے حالات جاننے کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ماہِ رمضان سن 6 ہجری سے قبل وہاں جا کر سارے حالات و حقائق کا تفصیل سے جائزہ لے چکے تھے اور ہر طرح کی ضروری معلومات بھی حاصل کر آئے تھے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم، تاجدارِ کائنات، سرکارِ دوعالم ﷺ کو ان تیاریوں کی اطلاع ملی تو ماہِ شوال سن 6 ہجری میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں 30 مجاہدین پر مشتمل ایک دستہ خیبر کی جانب روانہ کیا۔ یہ دستہ خیبر کے یہودیوں کے ساتھ لڑائی کی غرض سے نہیں گیا تھا بلکہ ان سے مذاکرات کرنے کے لئے گیا تھا کہ ان سے مفاہمت ہو جائے اور وہ ریشہ دوانیوں سے باز رہیں۔

یہ دستہ خیبر پہنچا اسیر بن زارم سے ملاقات کی اور اسے آمادہ کر لیا کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر معاملات طے کر لئے جائیں۔ ممکن ہے حضورِ انور ﷺ مہربانی فرماتے ہوئے تمہیں ہی خیبر کا عامل رہنے دیں۔ اسیر بن زارم نے بھی اپنے ساتھ تیس آدمی لئے لیکن راستے میں اس کی نیت خراب ہو گئی وہ دھوکے سے مسلمانوں کو شہید کر دینا چاہتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ جو یہودیوں کے سردار اسیر بن زارم کے پیچھے سوار تھے اس کی بدنیتی کو بھانپ گئے۔ خیبر سے دس کلومیٹر دور مقامِ قرقرہ پر جب یہ لوگ پہنچے تو حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے اسے ایک ضرب لگائی اور وہ نیچے گر پڑا۔ یہ دیکھ کر دوسرے مسلمان جو یہودیوں کے پیچھے سوار تھے چوکنے ہو گئے اور

Marfat.com

دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ دشمن نے مزاحمت کی لیکن مسلمانوں نے جلد ہی ان پر قابو پا کر انہیں قتل کر دیا۔ دشمن کا صرف ایک آدمی بچا' مجاہدین محفوظ رہے البتہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے سر پر چوٹ آئی۔ زخم اتنا گہرا نہیں تھا اس لئے جلد تندرست ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد' جلد 2 صفحہ 92۔ المواہب اللدنیہ' جلد 1 صفحہ 124)

سریۂ عمرو بن امیہ ضمری

سریۂ عمرو بن امیہ ضمری ماہِ شوال سن 6 ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔

جزیرۂ عرب میں اس وقت اسلام اور پیغمبرِ اسلام کا سب سے بڑا دشمن ابوسفیان تھا۔ کون سا حربہ اور کون سا ہتھکنڈہ ہے جو اس نے مسلمانوں کے خلاف نہیں آزمایا۔ کفار و مشرکینِ عرب کا مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے میں ابوسفیان کا کردار اب تاریخ کا حصہ ہے۔ اب دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں یہ سب سے بڑی رکاوٹ تھا' اور اس کی اسلام دشمن سرگرمیاں کسی نہ کسی شکل میں جاری تھیں۔ ضروری تھا کہ تحریک اسلامی کے اس دشمن کو بھی راہ سے ہٹا دیا جاتا۔ اس واقعہ کا سبب یہ تھا کہ ایک روز ابوسفیان نے کچھ قریشیوں کی محفل میں کہا کیا کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو ہمارے لئے دھوکہ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دے۔ وہ مدینہ کے بازاروں میں تنہا گھومتے پھرتے ہیں۔ اس بدارادے سے ابوسفیان نے ایک مشرک کو بھیجا بھی اور وہ خنجر لے کر مدینہ پہنچ بھی گیا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا' یہ شخص غداری کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلاشی لی اور خنجر برآمد کر لیا اور اس نے اعتراف کرتے ہوئے بتایا کہ یہ ابوسفیان کی سازش تھی۔ اب ابوسفیان کو کھلی چھٹی دے دینا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور حضرت خیار بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ (ایک روایت میں حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ کا نام ہے)

حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور حضرت خیار بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ دونوں اپنے ساتھ ضروری ہتھیار و زادِ راہ لے کر نکلے اور مکہ سے تھوڑے فاصلے پر اونٹ باندھ کر چھپتے چھپاتے رات کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ حضرت خیار بن صخر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ سے کہا کاش! ہم طواف کر کے نوافل ادا کر سکتے۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب حرم ان موجود لوگوں سے تقریباً خالی ہو جائے گا تو ہم بھی طواف کر لیں گے۔ رات ڈھل گئی' طواف کرنے والوں کا ہجوم چھٹ گیا تو انہوں نے خانۂ کعبہ کا طواف کیا' طواف کرنے کے بعد نوافل ادا کئے۔

اس کے بعد دونوں نے وہاں اپنی اس مہم کو سر کرنے کے لئے لائحہ عمل بنایا اور جب ہر طرف سناٹا چھا گیا تو دونوں ابوسفیان کے گھر کے راستے پر ہو لئے۔ اتفاق سے رات کے اس پہر بھی انہیں راستے میں ایک شخص (معاویہ بن ابوسفیان) مل گیا جس نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا اور کہا کہ یہ دشمن مکہ میں کسی

Marfat.com

نیک ارادے سے نہیں آیا۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ اب بھاگنے کی تدبیر کرو۔ ہمارا راز افشا ہو گیا ہے۔ لہٰذا دونوں بھاگ اٹھے اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر ایک غار میں جا چھپے۔ کفارِ قریش نے تھوڑی دیر تک ان کا تعاقب اور تلاش کیا پھر مایوس ہو کر لوٹ گئے۔

جب تلاش کرنے والے مشرکینِ مکہ چلے گئے تو کچھ دیر بعد یہ دونوں اس جگہ سے نکلے اور پھر آئندہ کا لائحہ عمل بنانے لگے۔ اتنے میں انہیں ایک مشرک گھوڑے پر سوار (عبداللہ بن مالک تیمی) آتا دکھائی دیا۔ جب وہ نزدیک آیا تو حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا۔ اس مشرک نے چیخ ماری اور مدد کے لئے پکارا۔ جب اور مشرک اس کے پاس پہنچے تو وہ قریب المرگ تھا لیکن اس نے مرتے مرتے آنے والے مشرکین کو یہ بتا دیا کہ اسے (حضرت) عمرو بن امیہ ضمری (رضی اللہ عنہ) نے قتل کیا ہے۔

ان دو واقعات سے تو ان کا راز فاش ہو گیا کہ دو مسلمان جن میں ایک حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ ہے وہ ضرور کسی خطرناک ارادے سے مکہ میں آئے ہیں۔ اس لئے یہ دونوں اپنی مہم کو ادھوری چھوڑ کر جلدی سے مدینہ منورہ کے لئے چل پڑے۔ راستے میں مقامِ تنعیم کے پاس ان کا گزر مشرکین کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا۔ وہاں ان مشرکین میں سے ایک نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا اس لئے وہاں سے بھی بھاگ کھڑے ہوئے اور کافی دور جا کر آرام کرنے کے لئے ایک جگہ پر بیٹھ گئے۔ وہاں بنی ہذیل کا ایک شخص آ گیا اور پوچھا تم کون آدمی ہو؟ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے کہا میں بنو بکر کا آدمی ہوں اور پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا "میں بھی بنو بکر کا آدمی ہوں"۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے اسے کہا مرحبا (خوش آمدید) آؤ لیٹ جاؤ اس کی تسلی کی خاطر میں پھر باآواز بلند مسلمانوں کی برائی کرنے لگا۔

پھر بنی ہذیل کا وہ مشرک اطمینان سے وہیں لیٹ گیا اور وہ مجھے کہنے لگا۔

میں جب تک بھی زندہ رہوں گا مسلمان نہ بنوں گا اور میں مسلمانوں کا دین کبھی اختیار نہ کروں گا۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے اپنے دل میں کہا تجھے تو میں ابھی شرک پر ہی اگلے جہان پہنچا دوں گا۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے اسے خوب مہلت دی جب وہ سو گیا تو حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار اس کے سینے میں اتار دی اور اسے واصلِ جہنم کر دیا۔

اس کے بعد دونوں (حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور حضرت خیار بن صخر انصاری رضی اللہ عنہما) وہاں سے مدینہ منورہ کے لئے چل پڑے اور چھپتے چھپاتے مقامِ عرج پہنچے اور رکوبہ سے ہوتے ہوئے نقیع پہنچے۔

نقیع میں مشرکینِ مکہ کے دو جاسوس ان کا انتظار کر رہے تھے۔ جیسے ہی ان کا آمنا سامنا ہوا۔ انہوں نے انہیں پکڑنا چاہا کہ حراست میں لے کر مکہ لے جائیں۔ مسلمانوں کو پکڑ لینا اتنا آسان نہ تھا۔ ایسی سوچ ان کی

Marfat.com

خام خیالی تھی۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ اور حضرت خیار بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ نے تلواریں سونت لیں اور مشرکین کے ساتھ لڑائی شروع ہوگئی۔ مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا اور انہوں نے ایک مشرک کو واصلِ جہنم کر دیا اور ایک کو قیدی بنالیا۔

اس قیدی کو وہ ساتھ مدینہ منورہ لے آئے اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ جب حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ اور حضرت خیار بن صخر انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی سرگزشت بیان کی تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہے۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2' صفحہ 633۔ طبقات ابنِ سعد جلد 2' صفحہ 93۔ المواہب اللدنیہ جلد 1' صفحہ 125)

Marfat.com

غزوۂ حدیبیہ

غزوۂ حدیبیہ کے اور بھی خوبصورت نام ہیں۔ غزوۂ حدیبیہ کو صلح حدیبیہ بھی کہا جاتا ہے اور متوالے اس کو بیعتِ رضوان بھی کہتے ہیں۔

اس غزوۂ صلح یا بیعت کا زمانۂ وقوع ماہِ ذی قعدہ سن 6 ہجری کا ہے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بغرضِ عمرہ یکم ذی قعدہ سن 6 ہجری کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔

اس غزوہ کی انوکھی صفات یا امتیاز کے سبب میں اس کی تمہید کی ابتدا بھی اس کے انجام سے کروں گا اور تمہید کے بعد اس کا بیان انشاء اللہ سلسلہ وار ہوگا۔

غزوۂ حدیبیہ تاریخ اسلام کا ایک انتہائی حیرت انگیز پیشین گوئی والا باب ہے۔ غزوۂ حدیبیہ میں صلح نامہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور مشرکینِ قریشِ مکہ کے درمیان طے پایا تھا۔ جن شرائط پر یہ معاہدہ طے پایا تھا ان میں سے دو دفعات یا شرطیں ایسی تھیں جو واضح طور پر مشرکینِ مکہ کے حق میں اور مسلمانوں کے خلاف نظر آتی تھیں۔

اور معاہدہ کے متن میں بھی مشرکینِ مکہ نے ''رسول اللہ'' اور اللہ تبارک تعالیٰ کے ''بسم اللہ'' میں اسماء مبارک بھی شامل نہ کرنے دیئے اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق، حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ نے مشرکین کے یہ مطالبات و شرائط قبول فرما لئے۔ نگاہِ نبوت کی تو کوئی حد نہیں لیکن ایسے معاہدے کو تسلیم کرنا مسلمانوں کے لئے ازحد مشکل تھا۔

اتنا مشکل کہ بعض قدیم الاسلام اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی معاہدے پر سخت چیں بجبیں ہوئے اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رسول اللہ ﷺ کو اس سے روکنے کی کوشش کی۔ مگر پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق رسول اللہ ﷺ نے کسی کی نہ سنی اور معاہدہ کر لیا۔

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت ایسے معاہدے پر رنجیدہ دل اور آزردہ خاطر تھی کیونکہ ان کے خیال میں یہ معاہدہ مشرکین کی بالادستی اور مسلمانوں کے کمزور ہونے کا اعتراف تھا۔مگران کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس معاہدے کے ایک دن بعد جب مسلمان واپسی کے سفر کے دوران مقامِ کراع الغمیم پر پہنچے جو مقامِ حدیبیہ سے تقریباً ایک منزل دور ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ نے اس معاہدے کو''فتحِ مبین''یعنی واضح بڑی کامیابی یا فتح سے تعبیر فرمایا۔

اس معاہدے کو اللہ تبارک تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے واضح فتح قرار فرمایا لیکن ابھی تک اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیران تھے کہ یہ کیسی فتح ہے؟ لیکن بعد کے واقعات نے دو سال کے قلیل عرصہ میں ہی یہ ثابت کر دیا کہ مشرکینِ مکہ کے ساتھ پیغمبرِ اوّل وِ آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاہدہ واقعی فتح مبین تھی۔

اس نے دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت کے دروازے کھول دیئے۔مسلمانوں کو بطورِ ایک قوم مان لیا گیا۔ مسلمانوں کی زندگی میں اعتماد وسکون آ گیا اور اب وہ دلجمعی سے تعلیم وتربیت وتبلیغ واشاعتِ دینِ متین میں لگ گئے اور اس دوران مشرکینِ مکہ نے اپنا تھوک چاٹ لیا اور وہ دفعاتِ معاہدہ جن سے ان کی بالادستی معلوم دیتی تھی پیغمبراوّل وآخر واعظم،حضور پُرنور،نبی کریم،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دست بستہ گزارش کر کے ختم کروالیں کیونکہ ان دفعات کے نافذ العمل رہنے سے مشرکین وکفار مکہ کو سراسر گھاٹا تھا اور ان کے لئے ذلت آمیز حالات زندگی تھے۔

آیئے اب شروع سے غزوۂ حدیبیہ،صلح حدیبیہ یا بیعتِ رضوان کے پسِ منظر اور پیشِ منظر پر نگاہ ڈالتے ہیں۔

لیجئے پہلے مقامِ حدیبیہ کے بارے میں

حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام تھا۔اس کے اردگرد جو گاؤں آباد ہوا وہ بھی اسی نام سے مشہور ہو گیا۔اس کا کچھ رقبہ حدودِ حرم میں ہے اور کچھ حدودِ حرم سے باہر ہے یعنی مقامِ حل میں ہے۔طبری لکھتے ہیں کہ یہ گاؤں کا نام ہے جو مکہ مکرمہ کے قریب ہے اور اس کا زیادہ رقبہ حرم میں ہے۔یہ مکہ مکرمہ سے اندازاً 15 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔حدیبیہ کا موجودہ نام شمیسی ہے اور اب یہ کافی بڑا قصبہ ہے۔

محققین کے نزدیک یہ غزوہ سن 6 ہجری کے ماہِ ذی قعدہ میں وقوع پذیر ہوا۔امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ایک عمرہ کے سوا باقی تینوں عمرے ماہِ ذی قعدہ میں ادا فرمائے۔چوتھا عمرہ جو حج کے ساتھ ادا کیا وہ ذی الحجہ میں فرمایا۔(السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 3،صفحہ 311)

Marfat.com

یہ ہجرت کا چھٹا سال تھا' مکہ سے نکلے ہوئے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو پانچ سال گزر چکے تھے۔ ابتلا و آزمائش کے پانچ سال' غزوۂ بدر سے غزوۂ خندق تک اور پھر غزوۂ بنو قریظہ تک عسکری مہمات کا ایک صبر آزما دور اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا' مسلمانوں کو نہ حج کی اجازت تھی اور نہ وہ عمرہ کی ادائیگی کا فریضہ ادا کر سکتے تھے۔ دنیا بھر کے لوگ ہر سال حج اور عمرہ ادا کرتے' سنتِ ابراہیمی پر عمل کرتے لیکن مسلمانوں کو اللہ کے گھر کا طواف کرنے سے محروم رکھا جا رہا تھا' بدر' احد اور احزاب کی جنگوں میں مشرکینِ مکہ کی عسکری اور سیاسی قوت کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ لیکن کفار و مشرکین کی انا' عصبیت و خام خیالی بدستور قائم تھی۔

غزوۂ بنی قریظہ کے بعد جب فتنہ و فساد کے مراکز پر کاری ضرب پڑی' امن دشمن عناصر اور مفسدینِ یہود اپنے منطقی انجام کو پہنچے تو اسلام کے خلاف اندرونی اور بیرونی سازشیں بھی دم توڑنے لگیں۔ ریاستِ مدینہ کا داخلی استحکام مزید مضبوط ہوا۔ مشرکانہ نظام جو عربوں کی معاشرتی زندگی میں دور دور تک جڑیں پکڑ چکا تھا اس کی بنیادیں بتدریج کھوکھلی ہوتی چلی گئیں' دعوتِ حق کا وہ کام جو عسکری مہمات کی وجہ سے معرضِ التواء میں پڑا ہوا تھا اور اس پر اتنی بھرپور توجہ نہیں دی جا رہی تھی جس کا یہ بنیادی طور پر متقاضی تھی' وہ کام ایک نئے ولولے اور عزم کے ساتھ جاری ہوا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو کعبۂ معظمہ' مکہ مکرمہ سے جس قدر محبت تھی اس کو سمجھنے کے لئے ان لمحات کو یاد کریں یا پھر ایک دفعہ پڑھ لیں جب آپ ﷺ ہجرت فرما جانے کے ارادے سے شہرِ مکہ سے باہر نکلے اور پھر ایک جگہ رک کر' مڑ کر کعبۂ معظمہ پر نظر ڈالی اور شہرِ مکہ پر بھی۔ ان لمحات میں حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی چشمانِ مبارک پرنم ہو گئیں اور حسرت بھرے لہجے میں خانہ کعبہ اور مکۂ معظمہ سے یوں مخاطب ہوئے۔

> ''اے اللہ تبارک تعالیٰ کے گھر' تو مجھے سارے جہان سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر میری قوم نے مجھے مجبور نہ کر دیا ہوتا تو میں کبھی بھی تجھے چھوڑ کر نہ جاتا''۔

تیرہ سالہ مکی زندگی میں تمام مشکلات و پریشانیوں کے باوجود حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو یہ سہولت تو حاصل تھی کہ جب جی چاہا حرم شریف میں تشریف لے آئے طواف کیا اور نماز ادا کی اور اس قربت سے سکون حاصل کر لیا۔

ہجرت کے بعد آپ ﷺ مکہ سے دور ہو گئے اور پھر نبوت کی ذمہ داریوں میں اس قدر مصروف ہو گئے کہ طویل عرصے تک مکہ آنے کی فرصت ہی نہ ملی اور نہ ایسے حالات ہوئے کہ بے دھڑک مکہ چل پڑیں۔

مدینہ میں اب تک کا بیشتر وقت دشمنانِ اسلام کے ساتھ معرکہ آرائیوں میں گزر گیا۔ اطمینان و آرام

Marfat.com

کے چند دن اگر کبھی میسر بھی آئے تو مدینہ منورہ سے نکلنا اس لئے ممکن نہیں ہوا کہ مدینہ میں رہنے والے فتنہ پرور یہودیوں اور گردونواح میں آباد سرکش قبائل کی طرف سے ہروقت دھڑ کا لگا رہتا تھا کہ آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں کہیں کوئی گڑبڑ نہ کر دیں۔ آخر پانچ سال کی مسلسل جدوجہد اور شبانہ روز کاوشوں کے نتیجے میں مدینہ کافی حد تک محفوظ ہو گیا۔ انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے تو اسلام لانے کے بعد خانہ کعبہ، مکہ معظمہ دیکھا بھی نہ تھا اس لئے مدینہ طیبہ میں مہاجرین و انصار کو بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہروقت بے چین رکھتا تھا۔ اپنی اس خواہش کا اظہار وہ بارگاہِ رسالت میں بھی کرتے رہتے تھے۔ حضور انہیں صبر کی تلقین کے ساتھ ساتھ یقین دلاتے کہ عنقریب وہ دن آنے والا ہے جب یہ ساری رکاوٹیں دور ہو جائیں گی اور تم بڑی آزادی سے حج و عمرہ کے ارکان ادا کرسکو گے۔

قریش کی ستم ظریفی کہ اہلِ مکہ نے مسلمانوں کے لئے مکہ کے دروازے بند کر دیئے تھے۔ خانہ کعبہ کے طواف اور زیارت کے لئے سرزمینِ عرب کا ہر شخص آ سکتا تھا لیکن مسلمانوں پر پابندی تھی کہ وہ حرم شریف کی زیارت کا قصد نہیں کر سکتے تھے۔

عمرہ کے لئے روانگی

ان ہی دنوں خالق و مالکِ کائنات نے اپنے محبوب رسول حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو ایک خواب دکھلایا کہ آپ حضورِانور نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد حرام میں داخل ہوئے آپ ﷺ نے خانۂ کعبہ کی کنجی لی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت بیت اللہ کا طواف کیا اور عمرہ ادا کیا۔ پھر کچھ لوگوں نے سر کے بال منڈوائے اور کچھ نے بال کٹوانے پر اکتفا کیا۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ نوید مسرت سنائی کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہم سب امن وسلامتی کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خوشی کی حد نہ رہی۔ انہوں نے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد و شکر کے نعرے بلند کئے۔ یہ خبر آنِ واحد میں سارے شہر میں پھیل گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ جانتے تھے کہ نبی کریم کا خواب عام خواب نہیں ہے بلکہ یہ وحی الٰہی ہے اور اس میں ہماری دیرینہ آرزو کے برآنے کی بشارت دی گئی ہے۔ اتنا تو انہیں یقین تھا کہ ایسا ضرور ہوگا لیکن کس طرح ہوگا؟ اس کے بارے میں مختلف وسوسے ان کو پریشان کرنے لگے۔ کیا قریش کے ساتھ جنگ ہوگی اور وہ انہیں شکست دے کر مسجدِ حرام میں داخل ہوں گے؟ کیا وہ زورِ بازو سے اہلِ مکہ کو شہر خالی کرنے پر مجبور کر دیں گے؟

کیا اہلِ مکہ خود بخود ان کے لئے شہر کے دروازے کھول دیں گے؟

وہ خوب سوچتے تھے کہ اس کی کیا سبیل ہوگی۔ ایسا کیسے ہوگا؟

Marfat.com

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے مدت کا تعین نہیں فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی سمجھا کہ اسی سال مکہ میں داخلہ ہوگا لہٰذا ان میں قدرتی طور پر اشتیاق پیدا ہوا۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینے اور کعبہ کا طواف کرنے کی آرزو نے انہیں بے تاب کر دیا اور وہ عمرہ کی ادائیگی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔

بہر حال سفر کی تیاریاں زور وشور سے شروع ہو گئیں۔ مدینہ طیبہ سے باہر جو قبائل مسلمان ہو چکے تھے انہیں بھی دعوت دی گئی کہ وہ بھی اس سفر میں شریک ہوں تاکہ مسلمانوں کی زیادہ جمعیت دیکھ کر کفارِ مکہ مزاحمت کی جرأت نہ کر سکیں۔ بنو بکر' مزینہ اور جہینہ کو بھی ساتھ چلنے کی ترغیب دی گئی۔ ان قبائل نے اپنی مصروفیتوں' اپنے اہل وعیال اور مال ڈنگر کی حفاظت کا بہانہ بنایا اور ساتھ چلنے سے معذرت کر دی۔

منافقین کا کام تو مایوسی اور بددلی پھیلانا تھا۔ عمرہ کی ادائیگی کا اعلان ہوا تو یہ حیلے بہانے تلاش کرنے لگے' ان کا خیال تھا کہ قریشِ مکہ مسلمانوں کو عمرہ کی ادائیگی سے روک دیں گے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں اور قریش کے درمیان خونریز جنگ ہوگی جس میں اسلامی تحریک کا صفایا ہو جائے گا لہٰذا اس سفر پر نکلنا موت کے منہ میں جانے کے مترادف ہے۔ انہوں نے اپنے اس مفروضے کے سبب نہ صرف یہ کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے اعلان کو مسخ کر کے پیش کیا بلکہ عام مسلمانوں کے دلوں میں بھی شکوک وشبہات کے بیج بونے کی سازش کی۔

یہ لوگ آپس میں ازراہِ تمسخر کہتے کہ محمد (ﷺ) چاہتے ہیں کہ ہم ایسی قوم کے ساتھ جا کر جنگ کریں جو پوری طرح مسلح ہے۔ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی صرف اونٹوں کا گوشت بھون کر کھانا جانتے ہیں' دیکھنا اس دفعہ ان میں سے کوئی بچ کر نہیں آئے گا۔ یہ ان لوگوں کے گھر جا رہے ہیں جو اعلیٰ درجے کے بہادر اور ہتھیاروں سے پوری طرح لیس ہیں جب کہ ان کے پاس تو جنگی اسلحہ برائے نام ہے اور تعداد بھی بہت کم ہے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5' صفحہ 57)

لیکن جاں نثارانِ مصطفیٰ ﷺ منافقین کے ہتھکنڈوں سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ شمعِ رسالت کے پروانوں نے دیوانہ وار اپنے آقا ﷺ کی آواز پر لبیک کہا اور سب بصد شوق عمرہ پر روانگی کے لئے تیار ہو گئے۔

مدینہ طیبہ سے روانگی سے پہلے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے حضرت نملیہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3' صفحہ 312)

چونکہ یہ سفر امن وآشتی کا سفر تھا' عمرہ کی ادائیگی کا سفر تھا اس لئے حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے روانگی سے پہلے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرما دیا تھا کہ سوائے ایک تلوار کے جو بیاباں میں سفر کرنے والے ہر مسافر کے لئے لازمی ہے اور کسی قسم کا ہتھیار یا اسلحہ ساتھ نہ لیا جائے۔ اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ مکہ

Marfat.com

میں داخلہ قطعی طور پر پرامن ہوگا' کسی صورت میں بھی جنگ نہیں کی جائے گی۔ تاہم قریش کی متوقع مزاحمت کے پیشِ نظر احتیاطی تدابیر اختیار کر لی گئیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس فرمان پر پورا پورا عمل کیا اور صرف ایک ایک تلوار نیام میں ڈال کر کندھوں سے لٹکا لی اور لبیک کہتے ہوئے مقدس سفر پر روانہ ہو گئے۔

یکم ذی قعدہ سن 6 ہجری کو حضور نبی کریم ﷺ کی قیادت میں عشاق کا یہ قافلہ سوئے حرم روانہ ہوا۔ اس کی تعداد چودہ سو اور پندرہ سو کے درمیان تھی۔ حضور اپنی ناقہ قصواء پر سوار تھے۔ ستر اونٹ قربانی کے لئے ساتھ تھے اور ان کے گلوں میں قلادے ڈال دیئے گئے تھے تاکہ پہچان ہو سکے کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ ہدی یعنی قربانی کے جانوروں کا اِشعار کیا اور مخصوص نشان زدہ کر دیئے۔ اِشعار قربانی کے جانور کے کوہان پر دائیں جانب بطورِ علامت زخم ڈالنے اور اس کے خون کو وہاں لگا دینے کو کہتے ہیں۔ قلادہ قربانی کے جانور کے گلے میں بطورِ علامت جوتا یا کھال کا ٹکڑا لٹکا دینے کو کہتے ہیں۔ عموماً اونٹوں کے کوہان چیرے جاتے ہیں اور بھیڑ بکری کے گلے میں قلادہ ڈال دیا جاتا ہے۔ ایسے علامت زدہ جانوروں سے کوئی شخص تعرض نہیں کرتا۔

(السیرۃ النبویہ لابنِ ہشام' جلد 2 صفحہ 309)

یہ قافلہ جب مدینہ طیبہ سے نو دس کلومیٹر دور ذوالحلیفہ نامی گاؤں میں پہنچا تو سب نے عمرہ کا احرام باندھا۔ حضور پُرنور' نبی کریم' رسول اللہ ﷺ نے پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر مسجد کے دروازے کے پاس سے اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب اونٹنی اٹھی اور اس کا منہ قبلہ کی طرف ہوا تو حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے احرام کی نیت باندھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضور کا یہ سفر بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے ہے۔ پھر تلبیہ کہا:

لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك

اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہاں سے یہیں سے احرام باندھا اور بعض نے جحفہ کے مقام پر عمرہ کا احرام باندھا۔ ان کے پاس ایک ایک تلوار تھی جو نیام میں بند تھی' اس کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ تھا۔

ازواجِ مطہرات میں سے اُم المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس سفر میں حضور کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے علاوہ چند اور معزز اور مخلص خواتین حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا' اسماء بنتِ عمرو رضی اللہ عنہا (اُمِ منیع) اور اُمِ عامر الاشہلیہ رضی اللہ عنہا ساتھ تھیں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد' جلد 5 صفحہ 56)

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا یہ درج ذیل معجزہ عمرہ کے لئے جاتے ہوئے دو تین دن بعد صحرا میں پیش آیا جہاں نزدیک پانی اس مقدار میں نہ تھا کہ سارے کارواں کی ضرورتوں کو پورا کر سکے اس لئے سارے اہلِ قافلہ پانی کی کمی شدت سے محسوس کر رہے تھے۔

عمرہ کرنے والوں کے اس کاروان میں جو لوگ شریک تھے ان کی تعداد پندرہ سو کے قریب تھی ان کے

Marfat.com

علاوہ ان کی سواری کے جانور تھے ان اونٹوں کا گلا بھی تھا جو قربانی کے لئے ساتھ تھے اور جہاں اتنا بڑا مجمع ہو وہاں مختلف اغراض سے آنے والوں کا تانتا لگا رہتا ہے۔

ان سب ضرورتوں کے لئے جس قدر کثیر مقدار میں پانی کی ضرورت تھی اس کا آپ با آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں اور جس جگہ اس کارواں نے اپنا پڑاؤ کیا وہاں جتنے چشمے' کنوئیں تھے وہ سارے خشک ہو چکے تھے۔ قرب و جوار میں کوئی چشمہ یا ندی نالہ نہ تھا۔ سب سے پہلے جس دشواری کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑا وہ پانی کی قلت تھی۔ سفر طویل تھا اور اہلِ قافلہ کے پاس جو محدود ذخیرہ تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور لق و دق صحرا میں انسانوں اور جانوروں کی ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو گیا اس لئے اہلِ قافلہ پانی کے لئے فکر مند ہو گئے۔

امام بیہقی' امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ عمرہ کے سفر کے دوران ایک روز لوگوں کو پیاس کی سخت تکلیف محسوس ہوئی۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' رہبر کائنات' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' نبی رحمت ﷺ تشریف فرما تھے۔ ایک کھلے منہ کا برتن سامنے رکھا تھا اس سے حضور وضو فرما رہے تھے۔ لوگ گھبرائے ہوئے حضورِ انور ﷺ کی طرف لپکے۔ پوچھا ''کیا بات ہے'' عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! ہمارے پاس پانی نہیں ہے کہ ہم پئیں اور نہ وضو کے لئے پانی ہے بجز اس پانی کے جو حضور پُرنور ﷺ کے سامنے رکھا ہوا ہے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جب پانی کی قلت کا سنا اور دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت فکر مند ہیں تو آپ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اس برتن میں رکھ دیا جس میں پانی پڑا تھا اور اسی آن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھوں نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی انگلیوں سے یوں پانی ابلنے لگا جس طرح چشموں سے پانی ابلتا ہے۔ سب لوگوں نے پانی پیا' وضو کیا۔ پوچھنے والے نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم کتنے لوگ تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ہم ایک لاکھ ہوتے تب بھی پانی سب کے لئے کافی تھا۔ اس دن تو ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ (صحیح البخاری' جلد 2 صفحہ 598)

قریش کے سابقہ طرزِ عمل سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ قریش مدینہ منورہ سے مسلمانوں کی روانگی کی خبر پا کر آگ بگولہ ہو جائیں گے اور بزورِ بازو مکۂ مکرمہ میں مسلمانوں کے داخلے کو روکنے کی کوشش کریں گے اس کے لئے خواہ انہیں مسلمانوں سے باقاعدہ جنگ ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ وہ مسلمانوں کا راستہ ضرور روکیں گے۔

جب عمرہ کا یہ کارواں جحفہ پہنچ گیا تو مقامِ جحفہ سے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے قریش کی متوقع مزاحمت کے پیشِ نظر حضرت بشر بن سفیان الخزاعی کو اس مقصد کے لئے مکہ روانہ کیا کہ وہ جا کر معلوم کریں کہ قریش کے تیور کیا کہتے ہیں؟ عمرہ کے لئے مسلمانوں کی آمد کا کیا ردِّعمل ہے؟ کیا وہ آمادۂ جنگ ہیں یا مکہ میں مسلمانوں کے داخلے کا وہ کوئی نوٹس نہیں لیں گے اور انہیں عمرہ کی ادائیگی سے نہیں روکیں گے۔ مختصراً یہ کہ مکہ کے حالات کا پورا جائزہ لے۔ مسلمانوں کی مکہ آمد برائے عمرہ کا قریش میں ردِعمل دیکھئے اور ان کی سرگرمیوں

Marfat.com

اور ارادوں سے مطلع کرے۔ (زرقانی علی المواہب اللدنیہ جلد 2 صفحہ 181)

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، ہادیٔ دوجہاں، رحمت للعالمین، سرکارِ دوعالم ﷺ نے اسی مقام پر مہاجرین اور انصار کے بیس افراد پر مشتمل ایک جتھہ تیار کیا جس کی قیادت حضرت عباس بن بشر رضی اللہ عنہ کو تفویض فرمائی اور بطورِ حفاظتی دستہ احتیاطاً انہیں لشکرِ اسلام کے آگے آگے چلنے کا حکم دیا۔ جتھہ کے بعد ایک مقام پر پہنچے تو قیام فرمایا اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے جھاڑو دینے کا حکم دیا۔ جب صفائی ہوگئی تو خود وہاں تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک ایمان افروز خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ کا ایک جملہ یہ ہے:

''میں تمہارا پیشرو ہوں اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ ہے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ﷺ''۔

قریش کا ردِّعمل

قریش کو جب حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی روانگی کی اطلاع ملی تو ان کے دلوں میں وسوسوں اور اندیشوں کے طوفان اُمڈ آئے۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ عمرہ محض بہانہ ہے۔ اصل مقصد مکہ پر قبضہ کرنا ہے۔ انہوں نے طے کرلیا کہ وہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو شہر میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

مسلمانوں کے اندیشے درست ثابت ہوئے جب مکہ میں مسلمانوں کی آمد کی خبر پہنچی تو زعمائے قریش نے ایک ہنگامی اجلاس بلایا اور فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو عمرہ ادا کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ حالانکہ عرب دستور کے مطابق شہرِ حرام میں ہر ایک کو عمرہ اور حج کی نیت سے داخل ہونے کی اجازت تھی۔ حتیٰ کہ ان مہینوں میں جنگ کو حرام سمجھا جاتا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ قریش اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی بنا پر تاریخی حقائق اور ازلی صداقتوں سے انکار کرتے رہے اور سب کچھ جانتے ہوئے بھی خود ساختہ عصبیتوں کے حصار سے باہر نہ آسکے۔

انہیں اپنے صدیوں پرانے قانون کا بھی کوئی احترام نہ تھا۔ وہ تو انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ سوچ کا مثبت انداز ان کے ہاں ختم ہوچکا تھا۔ عمرہ کی غرض سے مسلمانوں کی آمد کو انہوں نے اپنی کمزوری پر محمول کیا۔ شدید احساس کمتری نے ان کے ذہنوں پر قبضہ جما رکھا تھا وہ دارالندوہ میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔

سردارانِ قریش نے عکرمہ، صفوان اور سہیل بن عمرو پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی نے مسئلے کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے طے کیا کہ مسلمانوں کو بزورِ شمشیر مکہ مکرمہ میں داخلے سے روکا جائے۔ چنانچہ ہتھیار اٹھانے کے قابل سارے لوگوں سے کہا گیا کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

Marfat.com

قریش نے اپنے حلیف قبائل سے بھی مطالبہ کیا کہ وہ اس نازک صورتحال میں قریش کی مدد کو پہنچیں' کمیٹی نے کہا کہ جنگی بجٹ ہنگامی بنیادوں پر فراہم کیا جائے۔ (کتاب المغازی للواقدی' جلد 1 صفحہ 579)

دارالندوہ میں بنائے گئے منصوبے پر ہنگامی بنیادوں پر عمل درآمد کیا گیا۔ آٹھ ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکرِ جرار تیار کیا گیا اور انہوں نے مکہ کی مغربی جانب بلدح کے مقام پر پڑاؤ ڈال دیا۔ قریش ایک بار پھر جنگی جنون میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے نزدیک غزوۂ خندق میں ناکامی کا بدلہ لینے کا یہ ایک اچھا موقع تھا۔ لشکر نے شاہراہِ مدینہ مکہ کی ناکہ بندی کر لی تاکہ مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ قریش کے منصوبہ سازوں نے جاسوسوں کو پہاڑوں پر بٹھا دیا کہ وہ مسلمانوں کی نقل و حمل پر نظر رکھیں اور لحہ لحہ کی خبر اپنے ملکی ہیڈ کوارٹر میں پہنچائیں تاکہ موصولہ اطلاعات کی روشنی میں جنگی حکمتِ عملی وضع کی جا سکے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد' جلد 5 صفحہ 61)

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ جب عسفان کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے تقریباً دو دن کی مسافت پر ہے تو حضور انور ﷺ کا فرستادہ حضرت بشر بن سفیان رضی اللہ عنہ قریش کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس مقام پر حاضرِ خدمت ہوا۔ اس نے بتایا کہ قریش کو حضور ﷺ کی روانگی کی خبر پہنچ گئی ہے اور وہ مکہ سے نکل کر ذوطوی کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے ہیں۔ انہوں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ حضور انور ﷺ کو مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے۔ نیز انہوں نے حضور پُرنور ﷺ کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے دو سو شہسواروں کا دستہ دے کر خالد بن ولید کو کراع الغمیم کی طرف بھیج دیا ہے۔ یہ بستی عسفان سے صرف 13 کلومیٹر کے فاصلہ پر تھی۔ (الزرقانی علی المواہب اللدنیہ' جلد 2 صفحہ 181)

قریشِ مکہ کی ان حرکتوں سے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا دل آزردہ ہو گیا۔ یہ سن کر حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا صد حیف! قریش کو جنگوں نے کھوکھلا کر دیا ہے لیکن پھر بھی وہ اپنی ضد سے باز نہیں آئے۔ کیا حرج تھا اگر وہ میرے اور دیگر عرب قبائل کے درمیان حائل نہ ہوتے۔ اگر عرب قبائل ہمارا خاتمہ کر دیتے تو ان کا مقصد پورا ہو جاتا اور اگر اللہ تبارک تعالیٰ مجھے ان پر غلبہ بخشتا تو وہ اپنی عددی کثرت کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اگر اس وقت بھی اسلام قبول کرنے کے لئے وہ آمادہ نہ ہوتے تو پھر مجھ سے جنگ کرتے کیونکہ اس وقت وہ طاقتور ہوتے۔

آخر میں حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا:

''قریش کیا سوچ رہے ہیں' بخدا! میں اس وقت تک اس دین کے لئے جہاد کرتا رہوں گا یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ اس کو غالب کر دے یا میری زندگی ختم ہو جائے''۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3' صفحہ 312)

Marfat.com

اگرچہ باطل استحصالی قوتوں کے ناپاک عزائم لگاتار پیوندِ خاک ہو رہے تھے۔ اس کے باوجود اب بھی یہ قوتیں در پردہ اسلام کے خلاف منظم ہو رہی تھیں۔ تجارتی شاہراہوں کی ناکہ بندی کر کے قریش پر اقتصادی دباؤ ڈالا جا رہا تھا لیکن قریش کی ضد اور ہٹ دھرمی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ انہوں نے اپنے اردگرد انا کی دیواریں کھینچ رکھی تھیں اور وہ انہیں اونچا کرنے میں مصروف تھے۔ نوشتۂ دیوار پڑھنے کی ان کے پاس فرصت ہی نہیں تھی۔ نفرت کا لاوا بدستور ان کے سینوں میں کھول رہا تھا۔ عرب کے مختلف قبائل بنوقریظہ کا عبرتناک انجام دیکھ کر خوفزدہ بھی ہو رہے تھے اور مسلمانوں پر فیصلہ کن حملہ کرنے کے بارے میں بھی سوچ رہے تھے۔

اسلام کے خلاف ایک متحدہ پلیٹ فارم پر ان کے جمع ہو جانے کے امکانات بڑھ رہے تھے۔ اس تناظر میں بیک وقت تمام حریفوں سے مقابلہ کرنا موجود مادی وسائل اور دستیاب افرادی قوت کے ساتھ ممکن نہ تھا۔ حکمت و دانش کا تقاضا تھا کہ دشمنانِ اسلام سے باری باری نبرد آزما ہوا جائے تاکہ مسلمانوں کی عسکری قوت مختلف محاذوں پر بٹ کر بے اثر نہ ہو جائے۔ نگاہِ نبوت جذباتی اور سطحی سوچ سے بہت آگے کا منظر دیکھ رہی تھی۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ قدم قدم پر صبر و استقامت' دوراندیشی' معاملہ فہمی' حسن تدبیر' سماجی بصیرت' سیاسی شعور اور عسکری مہارت کے جواہر ریزے بکھیر رہے تھے۔ اس لئے کہ قیامت تک حق کی تلاش میں نکلنے والے قافلوں کو علم اور دانائی کے انہی جواہر ریزوں سے روشنی اخذ کر کے اپنی منزلوں کا تعین کرنا تھا۔ انہی نقوش کفِ پا کو چوم کر تاریخ کو مستقبل کے دھندلکوں میں اپنا سفر جاری رکھنا تھا اور انہی راستوں پر چل کر دکھی انسانیت کو دائمی امن و سکون سے ہمکنار ہونا تھا۔

مشاورت فرمائی

جس وقت پوری دنیا پر آمریت مسلط تھی۔ ملوکیت کے آہنی پیروں تلے انسانی حقوق کو کچلا جا رہا تھا اور آزادانہ رائے کا تصور بھی جرم تھا' اسلام نے اس وقت مشاورت کا نظام رائج کر کے جمہوری شعور کو فروغ دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

''میں نے حضورِ انور نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنے والا کسی اور کو نہیں دیکھا''۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی' جلد 4 صفحہ 101)

جب اہلِ مکہ کے عزائم کے بارے میں اطلاعات ملیں تو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے مجلسِ مشاورت طلب کی اور حمد و ثناء کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ ان حالات میں ہمیں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہئے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

''اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں یارسول اللہ! ہم عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ کسی سے جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ہم جس مقصد کے لئے آئے ہیں اسی کی

Marfat.com

طرف رواں دواں رہیں۔ جس نے ہمیں بیت اللہ شریف کے طواف سے روکا' ہم اس کے ساتھ جنگ کریں گے"۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے بھی اس رائے کی تائید کی۔ حضور پُرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"پھر اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ"۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے جنگ و قتال سے بچنے کے لئے یہ مناسب سمجھا کہ اس شاہراہِ عام کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کر کے مکہ پہنچیں۔ حضورِ انور ﷺ نے پوچھا کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو کسی غیر معروف راستہ سے ہمیں مکہ لے چلے؟ حضرت بریرہ بن خصیب رضی اللہ عنہ ایک اور راستے سے واقف تھے جو اس شاہراہ سے دائیں طرف ہٹ کے تھا۔ اس نے کراع الغمیم کا مرکزی راستہ چھوڑ کر دوسرا پر پیچ راستہ اختیار کیا جو پہاڑی گھاٹیوں کے درمیان سے گزرتا تھا۔ یعنی وہ داہنے ہاتھ کترا کر پہاڑیوں اور ٹیلوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ایک ایسے راستے پر چلے جو ثنیۃ المراد (مراد کے ٹیلے) پر نکلتا تھا اور اس راہ سے پھر ثنیۃ المراد سے حدیبیہ میں اترتے ہیں اور حدیبیہ مکہ کے زیریں علاقہ میں واقع ہے۔

یہ راستہ بہت دشوار گزار تھا۔ اس راستے کو اختیار کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ کراع الغمیم کی شاہراہ عام جو تنعیم سے گزر کر حرم تک جاتی تھی اور جس پر خالد بن ولید کا رسالہ پوزیشن سنبھالے بیٹھا تھا وہ بائیں جانب چھوٹ گیا۔

خالد بن ولید نے مسلمانوں کے کارواں کے گرد و غبار کو دیکھ کر جب یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا ہے تو اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور سردارانِ قریش کو مکہ جا کر نئی صورتحال سے آگاہ کیا تاکہ اس کے مطابق فوری لائحہ عمل بنایا جا سکے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی اس حکمتِ عملی سے خالد بن ولید کے گھڑ سوار دستے سے ٹکراؤ کا خطرہ ٹل گیا اور قریشِ مکہ مشرکینِ مکہ کی یہ تدبیر ناکام ہو گئی کہ مسلمانوں کو راستہ ہی میں الجھا دیا جائے۔ (کتاب المغازی للواقدی' جلد 1 صفحہ 583:584)

ادھر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنا سفر جاری رکھا۔ جب مذکورہ بالا ٹیلے ثنیۃ المراد کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی اور کوشش کے باوجود نہیں اٹھی۔ لوگوں نے اسے اٹھانے کے لئے اٹھ اٹھ چل چل کی معمول کی آوازیں بھی لگائیں لیکن وہ بیٹھی رہی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا کہ شاید قصواء تھک گئی ہے یا اڑ گئی ہے اور نافرمانی کر رہی ہے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا "قصوا نہ تھک کر بیٹھی ہے اور نہ وہ اڑی ہے اور نہ اس کی یہ عادت ہے بلکہ اسے اس ہستی (اللہ تبارک تعالیٰ) نے روک رکھا ہے جس نے (ابرہہ کے) ہاتھی (محمود) کو روک دیا تھا۔ (جس ہستی نے اصحابِ فیل کے ہاتھیوں کو روک دیا تھا)۔ (زاد المعاد' جلد 3' صفحہ 290)

Marfat.com

پھر پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ لوگ (مشرکینِ قریشِ مکہ) کسی بھی ایسے معاملے کا مطالبہ نہیں کرینگے جس میں اللہ تبارک تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کر رہے ہوں لیکن اگر اہلِ مکہ نے میرے ساتھ کوئی معاملہ طے کرنا چاہا تو میں صلح کی خاطر ان مطالبات کو تسلیم کرلوں گا''۔

ایک روایت میں ہے کہ جس ایسی بات کی درخواست کریں گے جس میں صلہ رحمی یعنی رشتے داری کا احترام ہو (حرم میں جنگ و جدل سے باز رہنا اور خون ریزی سے بچنا ہے) تو میں اسے قبول کرلوں گا۔

یہ فرما دینے کے بعد آپ ﷺ نے اونٹنی کو ڈانٹا تو وہ فوراً کھڑی ہوگئی۔ پھر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے راستہ میں تھوڑی سی تبدیلی کی اور حدیبیہ کے کنویں (چشمے) پر نزول فرمایا۔

(زادالمعاد جلد 3 'صفحہ 290)

جہاں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے کاروانِ عظیم کے ساتھ نزول فرمایا وہاں حدیبیہ نام کا ایک کنواں تھا جس کی تہ میں ان دنوں پانی برائے نام تھا۔ جب وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہنچے تو پیاس بجھانے کے لئے اس کنویں میں سے پانی نکالا۔ کچھ ہی دیر میں اس کنویں کا پانی ختم ہوگیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پریشانی کا ذکر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت اللعالمین ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر انہیں عنایت کیا اور فرمایا کہ اسے کنویں میں اندر جا کر اس کی تہ میں گاڑ دو۔

ایک صحابی (حضرت ناجیہ بن جندب رضی اللہ عنہ) کنویں میں اترے اور حسبِ فرمانِ مبارک تیر کنویں کے وسط میں گاڑ دیا۔ وہ صحابی بیان کرتے ہیں کہ میرے تیر گاڑنے کے ساتھ ہی کنویں میں پانی کے دھارے پھوٹ پڑے اور پانی کی سطح اتنی تیزی سے بلند ہونے لگی کہ میں مشکل سے جان بچا کر باہر نکلا۔

چند ہی لمحوں میں کنواں لبالب بھر گیا اور اس کے پانی سے کیا انسان کیا جانور سب ہی سیراب ہونے لگے۔ ایک روایت کے مطابق پانی کنویں میں اتنی اوپر تک آ گیا کہ لوگ کنارے بیٹھ کر ہاتھوں میں پانی لے کر پینے لگے۔ (السیرۃ الحلبیہ' جلد 3 صفحہ 12)

چند واقعات

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا لمحہ لمحہ اہلِ ایمان کے لئے حیات بخش ہے۔ اب آگے بڑھنے سے پہلے درج ذیل میں ان چند واقعات کا ذکر ہے جو مدینہ منورہ سے حدیبیہ تک کے راستے میں سفر میں پیش آئے۔ یہ حیاتِ طیبہ کا حصہ ہیں اور ان میں ہمارے لئے درسِ ہدایت

Marfat.com

ورہنمائی ہے۔

ہدیہ بنی نہد

روحاء کے مقام پر بنو نہد قبیلہ کے افراد حاضرِ خدمت ہوئے۔ حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم' سرکارِ دوعالم ﷺ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول نہ کی۔ پھر انہوں نے اپنی اونٹنیوں کا دودھ حضور کی خدمت میں بھیجا حضور نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا کہ ''میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کیا کرتا''۔ (امتاع الاسماع' جلد 1' صفحہ 214)

ہدیہ ایماء بن رحضہ رضی اللہ عنہ

بنو غفار قبیلہ کا ایک شخص جن کا نام حضرت ایماء بن رحضہ رضی اللہ عنہ تھا سو بکریاں اور دو اونٹنیاں لے کر حاضر ہوئے۔ یہ سارے جانور شیر دار تھے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے انہیں قبول فرمایا اور انہیں دعا دی: اللہ تمہیں اور نوازے اور برکتیں کرے۔ انہوں نے چند مقامی ترکاریاں بھی پیش کیں جو حضور پُرنور ﷺ نے بہت پسند فرمائیں اور ان میں سے کچھ چیزیں اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجیں۔ (امتاع الاسماع' جلد 1' صفحہ 215)

کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ

ابواء کے مقام پر جب یہ قافلہ پہنچا تو حضورِ انور ﷺ نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنے سر کے بالوں میں بار بار ہاتھ ڈال کر خارش کر رہے ہیں اور آپ حالتِ احرام میں ہیں۔ حضورِ انور رحمتِ دوعالم ﷺ نے پوچھا:

''اے کعب! کیا جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں؟ عرض کی۔ یارسول اللہ ﷺ! انہوں نے تو میرے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ان سے میں بہت تنگ ہوں لیکن مجبور ہوں۔ فرمایا ''سر کے بال منڈا دو'' اس سلسلہ میں سورۂ بقرہ کی آیت 196 نازل ہوئی:

فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَّرِيضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (بقرہ:196)

''پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اسے کچھ تکلیف ہو سر میں اور وہ سر منڈا لے تو وہ فدیہ دے دے روزوں سے یا خیرات سے یا قربانی سے''۔

حضور نے انہیں فرمایا یا بکری ذبح کر دو یا تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ آپ نے بکری کی جگہ ایک گائے صدقہ کر دی۔ (امتاع الاسماع' جلد 1' صفحہ 215)

جنگلی حمار کا شکار

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ذوالحلیفہ کے مقام پر احرام نہیں باندھا تھا۔

Marfat.com

ان میں سے ایک حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو حالت احرام میں تھے ابواء کے مقام پر ایک جنگلی حمار دیکھا۔ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اپنی جوتی گانٹھنے میں مشغول تھے۔ آپ نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خواہش تھی کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اسے دیکھیں لیکن نہ انہیں زبان سے بتا سکتے تھے' نہ اشارہ کر سکتے تھے ورنہ شکار میں اعانت کے مرتکب ہوتے اور کفارہ ادا کرنا پڑتا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اچانک میں نے سر اٹھایا تو میری نظر اس پر پڑ گئی۔ میں فوراً اٹھا' گھوڑے پر زین کسی اور سوار ہو گیا لیکن جلدی میں عصا اور نیزہ لینا بھول گیا۔ میں نے اپنے احباب کی بڑی منت کی کہ مجھے میرا نیزہ پکڑا دو لیکن سب نے اس بارے میں میری مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ میں غصہ سے خود نیچے اترا' عصا اور نیزہ پکڑا' گھوڑے پر سوار ہوا اور گھوڑے کو اس جنگلی حمار (گدھے) کے پیچھے دوڑا دیا۔ چند قدم پر ہی اسے مار گرایا۔ میں نے اسے ذبح کیا اور پکایا مگر میرے دوست اس کے کھانے میں بھی متامل (ہچکچا رہے) تھے۔

ہم حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ پوچھا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے دریافت کیا' کیا تم میں سے کسی نے ان کی امداد کی ہے یا اس جانور کی طرف اشارہ کیا ہے؟ سب نے عرض کی نہیں فرمایا ''یہ تمہارے لئے حلال ہے یہ اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے تمہاری ضیافت ہے' خوب کھاؤ''۔ پھر پوچھا کچھ گوشت بچا بھی ہے؟ میں نے عرض کی' ایک بازو میں نے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بچا رکھا ہے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں اسے تناول فرمالیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5' صفحہ 58)

اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔

1۔ محرم کے لئے نہ شکار کرنا جائز ہے اور نہ کسی دوسرے شکاری کی اس سلسلہ میں امداد کرنا جائز ہے۔

2۔ اگر غیر محرم شکار کرے اور جس محرم نے اس سلسلہ میں اس کی امداد بھی نہ کی ہو' وہ اس شکار کا گوشت کھا سکتا ہے۔

ایک منافق کا انجام

سنگلاخ اور دشوار گزار راستہ کو طے کرتے ہوئے حضورِ انور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہموار میدان میں پہنچے تو فرمایا سب کہو نستغفر اللہ ونتوب الیہ ''ہم اللہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں''۔ سب نے یہ جملے دہرائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی وہ بات تھی جو بنی اسرائیل کے سامنے پیش کی گئی لیکن انہوں نے یہ کہنے سے انکار کر دیا۔ اس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں کیا گیا ہے۔ وقولوا حطۃ نغفر لکم خطایاکم ''اور کہتے چلے جانا بخش دے (ہمیں)' ہم بخش دیں گے

Marfat.com

تمہاری خطائیں“۔ (سورۂ بقرہ آیت 58)

صبح ہوئی تو سب نے حضور پُرنور امام الانبیاء ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم عالمِ خفا و غیوب مخبرِ صادق ﷺ نے فرمایا: کلکم مغفور له الا صاحب الجمل الاحمر ”تم سب کو اللہ تبارک تعالیٰ نے بخش دیا ہے سوائے سرخ اونٹ والے کے“۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اسے کہا کہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو جاؤ اور عرض کرو کہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ تمہارے لئے مغفرت کی دعا مانگیں۔ وہ بولا میں تو اپنے گمشدہ اونٹ کو تلاش کرنے میں مصروف ہوں' مجھے میرا اونٹ مل جائے۔ مجھے میرے اونٹ کا مل جانا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ آپ ﷺ میرے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ وہ اپنے اونٹ کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا۔ ایک پتھر سے اس کا پاؤں پھسلا' وہ لڑھکتا ہوا نیچے جا گرا اور مر گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد' جلد 5' صفحہ 66,65)

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی صلہ رحمی والی بات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اندازہ لگا لیا کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کسی بھی قیمت پر جنگ نہیں چاہتے اور وہ صلح و صفائی کے لئے آخری حد تک جانے کو تیار ہیں۔ (زاد المعاد' جلد 3 صفحہ 290)

جب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اپنے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ منورہ سے عمرہ کی غرض سے روانہ ہوئے تو حضورِ انور ﷺ کو شدت سے احساس تھا کہ قریش ان کی راہ کی دیوار بنیں گے اور مسلمانوں سے الجھنے کی کوشش کریں گے حالانکہ حج و عمرہ کی ادائیگی عرب کے دستور کے مطابق مسلمانوں کا قانونی حق تھا لیکن قریش کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی تھی وہ مسلمانوں کو عمرہ کی ادائیگی کی اجازت نہ دے کر وہ اپنی جھوٹی انا کو تسکین دے رہے تھے۔ اپنے اس فعل کے ذریعے وہ اہلِ عرب کو یہ پیغام دے رہے تھے کہ ہم مسلمانوں سے دبتے نہیں ہیں۔ ہم حرم کے مالک ہیں اور اتنے شہ زور ہیں کہ عمرہ کے لئے مکہ کے قریب پہنچے ہوئے مسلمانوں کو بھی عمرہ نہیں کرنے دیا۔

حالانکہ مشرکینِ قریش یہ جانتے تھے کہ ان کا یہ فعل غیر قانونی اور غیر اخلاقی ہے اور مشرکینِ قریش کے علاوہ ان کے اس فعل کو کوئی بھی پسند نہیں کرے گا۔

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کو روکنے کے لئے انہوں نے ایک لشکرِ جرار بھی تیار کر لیا تھا جو آٹھ ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا۔ حدیبیہ کے مقام پر یہ تاثر مزید گہرا ہوا کہ قریش شرارت پر تلے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے قانونی حق سے روکنے کے لئے کسی شرارت کے ذریعے اس کے لئے جواز پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

حضور ﷺ اگرچہ عمرہ کی نیت و ساز و سامان کے ساتھ نکلے تھے۔ تاہم وہ اپنے دفاع سے بھی غافل نہیں تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے تین دستے تشکیل دیئے اور انہیں ہدایت کی کہ وہ گشت کرتے

Marfat.com

رہیں اور دشمن کی نقل وحرکت پر کڑی نظر رکھیں تا کہ دشمن مسلمانوں کو غفلت میں پا کر ان پر حملہ نہ کر دے یا شب خون مار کر انہیں نقصان نہ پہنچا سکے۔ پڑاؤ کے چاروں طرف دن رات پہرے دار گشت کرتے رہتے۔ مسلمان بہت چوکس چوکنا اور پر عزم تھے۔ دشمن نے حملہ آور ہونے کی جزوی کوشش کی جسے ناکام بنا دیا گیا۔ (اس شرارت کا ذکر بعد میں کیا جائے گا) (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 79)

سفارتی سرگرمیاں شروع

اس وقت قریش سے الجھنا حکمت و دانش کے خلاف تھا۔ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے اپنے پڑاؤ کی جگہ حدیبیہ سے خراش بن امیہ الخزاعی کو اپنا سفیر بنا کر قریش کی جانب بھیجا کہ وہ انہیں بتائے کہ ہم جنگ کرنے نہیں عمرہ کی نیت سے آئے ہیں اور عمرہ ادا کرنے کے بعد واپس مدینہ لوٹ جائیں گے لیکن مشرکینِ مکہ نے خراش بن امیہ خزاعی پر حملہ کر دیا اور اس بات کی بھی پرواہ نہ کی کہ خراش بن امیہ الخزاعی فریق مخالف کے سفیر ہیں اور سفیر کو قتل کرنا زمانہ جاہلیت میں بھی معیوب سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اس وقت کچھ لوگ آڑے آئے اور سفیرِ پیغمبر کو حملہ آوروں سے بچا لیا۔ آپ واپس آئے اور سارے حالات سے حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کو آگاہ کیا۔ (سیرتِ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 314۔ طبقات ابنِ سعد جلد 2 صفحہ 96)

بدیل بن ورقاءؓ

قریش بضد تھے کہ وہ کسی قیمت پر حضور انور ﷺ کو آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی خواہش تھی کہ جنگ نہ ہونے پائے اور سارے معاملات حسن وخوبی سے طے پا جائیں۔ اسی اثناء میں بدیل بن ورقاء جو بنی خزاعہ قبیلہ کا سردار تھا اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور حضور پُر نور نبی کریم ﷺ سے یہاں آمد کا مقصد پوچھا۔ حضور پُر نور ﷺ نے اسے بتایا کہ بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہمیں کشاں کشاں یہاں لے کر آیا ہے۔ جنگ کرنے کا ہمارا قطعاً کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہم کسی بہانے سے مکہ پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ احرام کی دو چادریں ہمارے زیب تن ہیں۔ قربانی کے جانور ہمارے ساتھ ہیں۔ کیا تم یہ باور کر سکتے ہو کہ ایک تلوار لے کر اتنی طویل مسافت طے کر کے ہم مشرکینِ مکہ سے لڑنے کے ارادے سے آئے ہیں۔ بدیل کو اطمینان ہو گیا۔

قریش میں بھی چند ایک لوگ ایسے ضرور ہوں گے جو اپنی تمام تر اسلام دشمنی کے باوجود یہ خیال کرتے تھے کہ مسلمانوں کو عمرہ کی ادائیگی سے نہ روکا جائے لیکن قریش کے نوجوان اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ سفارتی محاذ پر سرگرمیاں جاری ہو گئیں۔ بدیل بن ورقاء مسلمانوں اور مشرکینِ مکہ کے درمیان ثالث کا کردار ادا کرنا چاہتا تھا۔

Marfat.com

بدیل بن ورقاء خزاعی' بنی خزاعہ کا سردار تھا۔ مکہ کے قرب و جوار (تہامہ) کے باشندوں میں یہی قبیلہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا خیر خواہ تھا۔ وہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے سے پہلے قریشِ مکہ کی تیاریوں کو دیکھ آیا تھا اور ان کے ارادوں و خیالات سے بھی خوب واقف تھا۔

اس نے حضورِ انور نبی کریم ﷺ کو بتلایا کہ مشرکینِ قریشِ مکہ آپ ﷺ سے لڑنے اور آپ ﷺ کو بیت اللہ سے روکنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔

اس پر پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا:

''ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں۔ قریش کو لڑائیوں نے تھکا دیا' کھوکھلا کر دیا ہے اور انہیں سخت ضرر پہنچایا ہے اس لئے اگر وہ چاہیں تو ان سے ایک مدت طے کر لوں کہ وہ (قریشِ مکہ) میرے اور لوگوں کے درمیان سے ہٹ جائیں۔ پھر میرے غلبے کی صورت میں جس چیز میں (میری اطاعت میں) لوگ داخل ہوں گے اس میں وہ بھی داخل ہو سکتے ہیں ورنہ مدت کے اختتام تک وہ تازہ دم تو ہو ہی چکے ہوں گے۔ پھر اگر انہیں لڑائی کے سوا کچھ منظور نہیں تو اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اپنے دین کے معاملے میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک کہ میری گردن جدا نہ ہو جائے یا جب تک اللہ تبارک تعالیٰ اپنا امر (دینِ اسلام) کو نافذ نہ کر دے''۔

بدیل بن ورقا حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے مؤقف اور طرزِ استدلال سے خاصا متاثر تھا۔ بدیل بن ورقاء خزاعی نے کہا۔ آپ ﷺ جو کچھ کہہ رہے ہیں میں اسے قریش تک پہنچا دوں گا۔ چنانچہ وہ قریشِ مکہ کے پاس گیا اور جو کچھ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا تھا وہ اس نے تمام ان کو بتلا دیا۔ قریش کے سوجھ بوجھ رکھنے والوں نے آپ کی باتیں سنیں لیکن نوجوانوں' اوباش اور بیوقوفوں نے کہا کہ ہمیں ضرورت نہیں ہے کہ تم ان کی باتیں ہمیں سناؤ۔ جن لوگوں نے سننا پسند کیا انہیں سب کچھ بتلا دیا اور انہیں کہا کہ مسلمان صرف کعبہ کی زیارت اور طواف کے لئے آئے ہیں۔ جنگ کرنے کا ان کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں۔ اس لئے تم ان کا راستہ نہ روکو۔ قریش نے اسے ڈانٹ دیا اور صاف کہا کہ تم بدو لوگ ان باریکیوں کو نہیں سمجھتے۔ ہم کسی قیمت پر مسلمانوں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

قریش کا پہلا قاصد

خراش بن امیہ خزاعی کو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنا سفیر بنا کر مشرکینِ قریشِ مکہ کی طرف بھیجا تھا۔

بدیل بن ورقا خزاعی جو قبیلہ بنی خذاعہ کا سردار تھا جس کا قبیلہ مکہ کے گردونواح میں آباد تھا اور جو حضور

Marfat.com

پُرنور نبی کریم ﷺ کا خیر خواہ تھا وہ آپ ﷺ سے اپنے طور پر ملنے آیا تھا اور مسلمانوں کے ارادوں اور حالات وحالت عمرہ کو دیکھ کر آپ ﷺ کا پیغام نیک لے کر مشرکینِ قریش کے پاس گیا تھا۔

مکرز بن حفص

اب مشرکینِ قریشِ مکہ نے مناسب جانا کہ ان کا بھی کوئی سفیر محمد (حضور پُرنور نبی کریم ﷺ) کے پاس جائے۔ انہیں دیکھے کہ وہ کیا عمرہ کے حالات وحالت میں ہیں اور محمد (حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رسول اللہ ﷺ) اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

اس لئے انہوں نے سب سے پہلے مکرز بن حفص کو رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنا قاصد یا سفیر بنا کر بھیجا۔ اسے دیکھ کر حضورِانور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ یہ بدعہد دھوکہ باز آدمی ہے۔ اس سے کسی اچھی بات کی توقع نہیں رکھی جاسکتی۔ تاہم ایلچی ہونے کے ناطے اس کا بھی استقبال کیا گیا۔ اس نے گفتگو کی تو آپ ﷺ نے اس سے وہی بات کہی جو بدیل اور اس کے رفقاء سے کہی تھی۔ اس نے واپس جا کر مشرکینِ قریش کو پوری بات چیت سے باخبر کیا۔

حلیس بن علقمہ

چند قبائل جنہیں احابیش کہا جاتا تھا مکہ کے نواح میں آباد تھے۔ قریش کے ساتھ ان کا دوستانہ معاہدہ تھا۔ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اہلِ مکہ کو ان کی بڑی ضرورت تھی۔ یہ لوگ بلا کے تیرانداز اور جنگ جو تھے۔ اہلِ مکہ نے مکرز بن حفص کے بعد ان قبائل کے سردار حلیس بن علقمہ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ مجبور کرے کہ حضور ﷺ واپس چلے جائیں۔ مشرکینِ مکہ کا خیال تھا کہ اگر حضور ﷺ نے اس کی بات نہ مانی تو وہ برا فروختہ (ناراض) ہو کر مسلمانوں کے خلاف اپنی پوری قوت استعمال کرے گا۔

سردار حلیس بن علقمہ کا تعلق بنی کنانہ سے تھا۔ یعنی کہ یہ غیر قریشی سردار تھا لیکن اسے قریش نے اپنے مطلب کے لئے منتخب کر کے بھیجا تھا۔ یہ شخص انصاف پسند، حق گو اور معتدل مزاج تھا۔

جب وہ مسلمانوں کے پڑاؤ کے نزدیک آیا تو پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، عالمِ خفا وغیوب، مُخبرِ صادق حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''یہ فلاں شخص ہے۔ یہ ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہے جو ہدی کے جانوروں کا بہت احترام کرتی ہے۔ لہٰذا جانوروں کو کھڑا کر دو''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قربانی کے جانوروں کو کھڑا کر دیا اور خود بھی لبیک پکارتے ہوئے حلیس بن علقمہ کا

Marfat.com

استقبال کیا۔

اس شخص نے یہ کیفیت دیکھی تو بے ساختہ کہا' ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا ہرگز مناسب نہیں۔ اس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کہ مسلمانوں کے ساتھ سینکڑوں قربانی کے لئے نشان زدہ جانور ہیں اور وہ سب کے سب احرام میں ہیں۔ ان کے کپڑے' احرام میلے ہو چکے ہیں اور بال بڑھے ہوئے بکھرے ہوئے ہیں اور حجامتیں بڑھی ہوئی ہیں۔ وہ یہ منظر پاکیزہ دیکھ کر بغیر مذاکرات کے واپس آ گیا اور آ کر قریش سے ناراضی کا اظہار کرنے لگا کہ مسلمان واقعتاً عمرہ کی نیت سے آئے ہیں۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ وہ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس نے مزید کہا کہ ساری دنیا حج اور عمرہ کرے لیکن عبدالمطلب کے بیٹے کو روک دیا جائے۔ یہ انصاف نہیں ظلم ہے۔

حلیس بن علقمہ نے مزید کہا میں نے ان آنکھوں سے ہدی کے سینکڑوں جانور دیکھے ہیں جن کے گلوں میں قلادے ہیں اور جن کے کوہاں چیرے ہوئے ہیں اس لئے میں مناسب نہیں سمجھتا کہ مسلمانوں کو عمرہ ادا کرنے (بیت اللہ) سے روکا جائے۔

اس کی بات سن کر قریش کے غیظ وغضب کی حد نہ رہی۔ اسے کہا او بدو! بیٹھ جاؤ' تمہیں ان چیزوں کا کیا علم ہے۔ قریش کی عقل پر پتھر پڑے ہوئے تھے۔ حقائق پر مبنی اپنے حلیف کی باتوں کا بھی انہوں نے کوئی نوٹس نہ لیا بلکہ اس کا مذاق اڑایا کہ بیٹھ جاؤ تم تو نرے بدھو اور بدو ہو' تمہیں کچھ معلوم نہیں' ہم خود ہی مسلمانوں سے نمٹ لیں گے۔

مشرکین قریش کی ایسی باتیں سن کر حلیس بن علقمہ کنانی غصہ سے بے قابو ہو گیا اور انہیں کہا کہ ہم نے تمہارے ساتھ اس لئے دوستی نہیں کی کہ زائرین کعبہ کا راستہ روکنے کے لئے تمہاری امداد کریں۔ اگر تم اپنی ضد سے باز نہ آئے تو میں اپنے قبیلہ کے لوگوں کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔

حلیس بن علقمہ کے بصیرت افروز مشوروں پر عمل کرنے کے بجائے اس کا مذاق اڑایا گیا۔ حلیس نے تنگ آ کر اعلان کیا کہ اگر قریش ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو وہ معاہدہ توڑ دے گا اور حرم کے دروازے مسلمانوں کے لئے کھول دے گا۔ اس دھمکی آمیز اعلان پر قریش کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

قریش مکہ کو یہ فوری احساس ہو گیا کہ اس وقت انہیں حلیس بن علقمہ کی اشد ضرورت ہے اور یہ وقت اسے ناراض کرنے کا نہیں ہے۔ اگر وہ اپنے قبائل کو لے کر چلا گیا' علیحدہ ہو گیا اور حالات بگڑے' جنگ کی نوبت آ گئی تو مسلمانوں سے ٹکرانا بہت دشوار ہو جائے گا۔

وہ مسلمانوں کے عزم و ہمت وقوت بازو سے واقف تھے۔ ہوش ٹھکانے آئے تو وہ اس بحرانی کیفیت سے آبرومندانہ طریقے سے نکلنے کے بارے میں سوچنے لگے۔ حلیس کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی' وہ سوچنے لگے

Marfat.com

کہ اگر واقعی مسلمان مکہ میں داخل ہو گئے تو ان کی سیاسی و عسکری قوت کا بھرم بیچ چوراہے کے پھوٹ جائے گا۔ ان کی اکڑفوں کم ہوئی تو انہوں نے اپنے حلیف سے نرم رویہ اختیار کرلیا اور وعدہ کیا کہ ہم تمہارے مشوروں پر غوروخوص کرتے ہیں۔ ہم سے علیحدہ ہونے میں اتنی جلدی نہ کریں۔ ہم آپ کی بات کی اہمیت جانتے ہیں۔ ابھی محمد (ﷺ) سے مزید بات چیت ہوگی۔ اس کے بعد کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔

عروہ بن مسعود ثقفی

اہلِ مکہ کے لئے ایک تو یہ بات مصیبت بنی ہوئی تھی کہ ان میں سے جو باشعور لوگ تھے۔ وہ یہ جانتے اور مانتے تھے کہ عمرہ کرنا مسلمانوں کا حق ہے اور اس سے ان کو روکنا قانون عرب کی کھلی خلاف ورزی ہے اور مسلمانوں کے ساتھ زیادتی ہے اس لئے مذاکرات کے لئے انتہائی کمزور مؤقف کے ساتھ جانا انہیں فوراً بے دلیل کر دیتا تھا۔

اور دوسرے یہ کہ جو بھی حدیبیہ جاتا تھا وہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی حق باتیں سن کر اپنا مؤقف بھول جاتا تھا اور وہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا ہمنوا' ہم خیال بن جاتا تھا۔ جب اہلِ مکہ اس کی باتیں سنتے تھے تو انہیں اپنی توقع کے خلاف سن کر آگ لگ جاتی تھی اور وہ اسے موردِ الزام ٹھہراتے تھے۔ کم عقل اور ناسمجھ ٹھہراتے تھے اور اس کو ڈانٹنے ڈپٹنے لگتے تھے۔

مقامِ بلدح پر صلاح مشورے' باہمی گفتگو اور مسلمانوں کے پاس سے ہو کر آنے والے کی بات چیت کا تجزیہ کرنے اور آگے کا لائحہ عمل بنانے کے لئے قریش و دیگر مشرکین قبائل کے چیدہ چیدہ سردار و لوگ موجود تھے اور وہ رائے زنی کر رہے تھے۔ ان سرداروں میں طائف کے ایک بڑے سردار عروہ بن مسعود ثقفی بھی تھے۔

مشرکینِ مکہ اس صورتحال سے کامیابی کے ساتھ نکلنے کے متمنی تھے۔ اس جستجو میں ان کی نگاہ عروہ بن مسعود ثقفی پر پڑی جو ایک وجیہہ اور بارعب سردار تھا اور فنِ گفتگو یا سفارتکاری سے بھی بخوبی آشنا تھا۔ وہ ایک مانا ہوا سفارتکار تھا اور اس کی شخصیت بھی ہر شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ اس کی ان خوبیوں کی بنا پر مشرکینِ مکہ نے اسے مزید سفارتکاری یا مذاکرات کے لئے اپنا سفیر بنالیا۔

اہلِ مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو کہا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جا کر گفتگو کرے اور انہیں واپس چلے جانے پر آمادہ کرے۔

اپنے پہلے سفیروں کے ساتھ انہوں نے جو برتاؤ کیا تھا وہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا' اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ تم میرے ساتھ بھی وہی سلوک کرو گے اس لئے میں یہ خدمت انجام دینے سے قاصر ہوں۔ قریش نے اسے یقین دلایا کہ اس کی شخصیت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اس کی دانائی اور

Marfat.com

فراست پر انہیں کلی اعتماد ہے۔

عروہ بن مسعود ثقفی یہ ذمہ داری لے کر پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حسبِ معمول اس کا استقبال کیا گیا اور مذاکرات کی ابتدا ہوئی۔

عروہ بن مسعود ثقفی نے نہایت فنکارانہ انداز میں بات چیت کا آغاز کیا۔ مذاکرات میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ پورے اعتماد و وثوق سے فریقِ مخالف پر اپنی برتری اور اس کی کمزوری ظاہر کی جائے۔ اس طرح حریف مرعوب ہو جاتا ہے اور اس سے اپنے مطالبات منوانا آسان ہو جاتا ہے۔ اسی اصول کے پیشِ نظر عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا۔

محمد (ﷺ) تم نے مختلف قبائل، نسلوں اور نوع کے آدمی اپنے گرد اکٹھا کر لئے ہیں۔ آپ (ﷺ) نے یہ آوارہ منش قسم کے لوگوں کی فوج اکٹھی کر کے اس شہرِ مکہ پر چڑھائی کردی ہے جو کہ تمہاری آبائی جگہ ہے اور اس میں تمہارا پورا خاندان آباد ہے۔ تم اپنے مختلف النوع ساتھیوں کے بل بوتے پر اپنے ہی شہر اور اپنے ہی خاندان کو تباہ و برباد کرنا چاہتے ہو۔ یہ ایک ایسا بدنما داغ ہوگا جو تاریخ ۔ کبھی نہیں مٹے گا۔

کیا تم سے پہلے بھی کسی نے ایسا کام کیا ہے؟ پھر تم کیوں ایسا برا کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ یہاں قریش آباد ہیں جو اپنی آن پر کٹ مرتے ہیں اور ان کی تعداد بھی تم سے بہت زیادہ ہے۔ قریش کے علاوہ اردگرد کے تمام قبائل بھی اہلِ مکہ کی حمایت کے لئے ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں اور ان سب نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ محمد (ﷺ) کو کسی صورت بھی مکہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے۔ بہتری اسی میں ہے کہ یہیں سے واپس چلے جاؤ۔ ان کی قوت و تعداد تمہارے مقابلے میں اتنی زیادہ ہے کہ تمہارے ساتھ آئے ہوئے یہ اوباش لوگ چند لمحے بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ یقین کرو کہ اگر جنگ کی نوبت آ گئی اور اہلِ مکہ نے تم پر حملہ کر دیا تو یہ تمہارے مختلف النوع ساتھی پہلے ہی حملے میں میدان سے بھاگ جائیں گے اور تمہیں تنہا چھوڑ دیں گے۔

چونکہ اس لمبی چوڑی تقریر کا مقصد حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو مرعوب کرنا تھا اور اب ان آخری جملوں میں عروہ بن مسعود ثقفی نے کافی خلافِ حقیقت و ہتک آمیز بات کہہ دی تھی۔ اس لئے اب یہ ضروری ہو گیا تھا کہ اس کے مزید بولنے سے پہلے اسے اسی زبان میں جواب دیا جائے جسے وہ بخوبی سمجھتا ہو اور اس کے ہوش ٹھکانے آ جائیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس کی یہ گفتگو سن رہے تھے۔ جب اس نے یہ آخری بات کہی تو آپ کو یارائے ضبط نہ رہا اور خوب گرج کر کہا۔

بند کرو اپنی یہ بکواس اور جا کر اپنی دیوی لات کی شرمگاہ کو چوس تم نے کیا کہا کہ ہم حضورِ انور نبی کریم ﷺ

Marfat.com

کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ نہیں ہرگز نہیں' ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ (تاریخ طبری' جلد 3' صفحہ 75،74)

عروہ بن مسعود کو توقع نہیں تھی کہ اس کی اس بات کا اتنا سخت ردّعمل ہوگا اور اس کا فوری تلخ لہجے میں جواب دے دیا جائے گا۔ اس لئے وہ حیران رہ گیا اور حضورِ انور نبی کریم ﷺ سے پوچھنے لگا۔ یہ آدمی کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا' یہ ابوقحافہ کا بیٹا ہے۔ (ابوقحافہ رضی اللہ عنہ' حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کا نام ہے)

یہ سن کر عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا۔ اگر اس کا مجھ پر ایک بڑا احسان نہ ہوتا تو میں اس کو اس کا ایسا ہی تلخ جواب دیتا (کافی عرصہ پہلے عروہ بن مسعود کو دیت دینی پڑی تھی۔ وہ اسے اپنے پاس سے ادا نہ کر سکا تو اس نے اپنے واقف کاروں سے امداد طلب کی۔ کسی نے ایک اونٹ دیا اور کسی نے دو مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دس اونٹ دے کر اس کی ضرورت پوری کردی۔ عروہ بن مسعود کا اشارہ اسی احسان کی طرف تھا۔)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف سے غیر معمولی تلخی کا اظہار انتہا بے ساختہ اور بروقت تھا کہ اس سے عروہ بن مسعود کی ساری رعب ڈالنے کی سکیم اور اس کی اکڑفوں ختم ہوگئی اور وہ مرعوب کرنے اور دھونس جمانے کے بجائے نرمی پر اتر آیا اور اب بے تکلفی کے انداز میں باتیں کرنے لگا۔

عروہ بن مسعود ثقفی نے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کی مقدور بھر کوشش کی لیکن وہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور تاجدارِ کائنات ﷺ اور ان کے جاں نثاروں کو قریش کی افرادی قوت اور ان کے بے پناہ جنگی وسائل سے خوفزدہ کرنے میں ناکام رہا۔

اس دوران وہ قربانی کے نشان زدہ جانور بھی دیکھ چکا تھا اور یہ بھی جان چکا تھا کہ واقعی حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم اور آپ ﷺ کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب گزشتہ کتنے دنوں سے احرام کی حالت میں ہیں اس لئے اسے اتنا یقین ہوگیا کہ مسلمان جنگ کی نیت سے نہیں آئے وہ پرامن رہنا چاہتے ہیں اور عمرہ ادا کر کے لوٹ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جواب سے وہ یہ بھی جان گیا تھا کہ گرچہ مسلمان جنگ کے ارادے سے قطعاً نہیں آئے ہیں اور نہ وہ اس کے لئے مسلح ہیں۔ پھر بھی اگر ان پر جنگ مسلط کی گئی تو ان کے پائے استقلال میں ذرا سی بھی لغزش نہیں آئے گی۔ وہ ذہنی طور پر جنگ کے لئے بھی تیار ہیں اور وہ میدان چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرنے والے نہیں۔ (تاریخِ طبری 3: 75:74)

عربوں کا رواج تھا کہ وہ آپس میں بے تکلفانہ گفتگو کے دوران وقفے وقفے سے ایک دوسرے کی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے رہتے تھے۔ یہ نرمی اور محبت کے اظہار کے طور پر کیا جاتا تھا اور اکثر حالتوں میں ہم رتبہ

Marfat.com

یا برابر کے لوگ ایسا کیا کرتے تھے۔

اسی رواج و دستور کے مطابق عروہ بن مسعود اثنائے گفتگو کبھی کبھی اپنے ہاتھ سے پیغمبر اوّل و آخر واعظم' رہبرِ کائنات' حضورِانور سرورِ دوعالم ﷺ کی ریش مبارک کو چھو لیتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو پاس کھڑے تھے اس کے ہاتھ کو سختی سے جھٹک دیتے۔ اگرچہ آپ عروہ بن مسعود کے ممنونِ احسان تھے کہ اس نے ان کی طرف سے تیرہ آدمیوں کا خون بہا ادا کیا تھا جو ان سے قبل از اسلام قتل ہوئے تھے۔ جب عروہ بن مسعود ریش مبارک کو ہاتھ لگانے سے باز نہ آیا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے غضبناک ہو کر کہا: اب اگر تو نے ہاتھ لگایا تو واپس نہیں جائے گا: عروہ بن مسعود بولا ''تم کتنے کرخت مزاج اور سخت کلام ہو'' اور حضور پُرنور ﷺ سے پوچھنے لگا' یہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے۔

اس پر عروہ بن مسعود حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر بولا۔ اچھا تو یہ تو ہے مشہور دھوکے باز کیا تو بھول گیا ہے کہ میں نے ہی تیری دھوکا بازی کی پردہ پوشی کی تھی۔ (عروہ بن مسعود ثقفی نے یہ دوڑ دھوپ اس لئے کی تھی کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس کے بھتیجے تھے)

(تاریخ الخمیس' جلد 2 صفحہ 18-19' السیرۃ النبویہ ابن کثیر' جلد 3' صفحہ 316-317)

بہرحال مذاکرات ہوتے رہے اور اس کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی نے پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم حضورِانور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا بلکہ عام طریقے سے اور سنبھل کر گفتگو کرنے لگا۔

حضورِانور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھی وہی جواب دیا جو اس سے پہلے والے قاصدوں یا سفیروں کو دے چکے تھے کہ ہم جنگ و جدل کے لئے نہیں آئے ہیں۔ ہم تو صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔

عروہ نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ سے تبادلہ خیال کیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ کا مقصد نہ اہل مکہ سے جنگ کرنا ہے اور نہ مکہ پر قبضہ کرنا ہے بلکہ حضور پُرنور ﷺ اپنے مخلص ساتھیوں کے ساتھ بیت اللہ کا عمرہ کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔ چنانچہ اسلامی کیمپ میں کچھ وقت گزارنے کے بعد جب وہ واپس گیا تو اس نے اہلِ مکہ کو اپنے مشاہدات کے نتیجہ سے آگاہ کیا اور انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ مسلمانوں کی مزاحمت کا ارادہ ترک کر دیں۔ انہیں عمرہ و زیارت بیت اللہ سے نہ روکیں۔ وہ چند دن یہاں ٹھہر کر واپس مدینہ چلے جائیں گے۔

عروہ بن مسعود ثقفی جتنی دیر پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے پاس رہا وہ اپنے اردگرد کا بغور مطالعہ کرتا رہا۔ اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طور و اطوار دیکھے' انداز گفتگو سنا اور اس نے

Marfat.com

مشاہدہ کیا کہ اتنے دنوں سے احرام کی پابندیوں میں ہونے کے باوجود وہ بہت منظم' صابر و شاکر اور مطمئن تھے۔

اور ان کے باہمی ادب و آداب اور حضور پُرنور ﷺ سے محبت' لگاؤ' اطاعت و فرمانبرداری کا جو معیار عروہ بن مسعود ثقفی نے اس دوران دیکھا اس سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

اپنی قوم میں واپس جا کر جو اس نے مشورہ دیا وہ آپ نے ابھی پڑھ لیا ہے۔ اہلِ مکہ کو سردارانِ قریش و دیگر قبائل کو عروہ بن مسعود ثقفی نے اپنے مشاہدات سے بھی آگاہ کیا۔

اس نے اپنے مشاہدات پر مبنی جو رپورٹ پیش کی اسے پڑھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نظم وضبط اور حضورِ انور نبی کریم رسول اللہ ﷺ سے والہانہ عقیدت و عشق کا اندازہ ہوتا ہے۔

عروہ بن مسعود ثقفی نے ایک حقیقت کو بہت حقیقت پسندی کے ساتھ بیان کیا ہے جسے پڑھ کر آدمی کا ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

عروہ بن مسعود ثقفی دربارِ مصطفیٰ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے لوٹا تو وہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے جاں نثاروں کے مثالی کردار سے متاثر تھا۔ اس نے واپس آ کر قریش سے کہا۔

اے گروہِ قریش! میں دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں۔ میں قیصر' کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (ﷺ) کے اصحاب (رضی اللہ عنہم) ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعابِ دہن کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے۔ جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل (استعمال شدہ) پانی حاصل کرنے پر ایک دوسرے سے لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور وہ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور غایت (انتہائی) تعظیم کے باعث وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔ انہوں نے تمہارے سامنے عمدہ تجویز رکھی ہے پس اسے قبول کرلو۔ (صحیح البخاری' جلد 1 صفحہ 379)

اس نے مزید کہا کہ ایسی بے پناہ عقیدت رکھنے والے لوگ تو کٹ مریں گے مگر محمد ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ اس لئے میں تو کہتا ہوں کہ وہ جو کہتا ہے اس کی بات مان لو اور اسے عمرہ کرنے سے نہ روکو۔ تم جو کر رہے ہو مجھے ڈر ہے کہ اس کی پاداش میں کہیں تم پر اللہ کا عذاب نہ نازل ہو جائے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ مجھے ڈر ہے تم لوگ ان کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

افسوس کہ قریشِ مکہ کو عروہ بن مسعود ثقفی کا اعترافِ حقیقت بھی متاثر نہ کر سکا۔ اہلِ مکہ نے عروہ بن

Marfat.com

مسعود کا معقول مشورہ نہ مانا اور مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ عروہ بن مسعود ان کی ہٹ دھرمی دیکھ کر ناراض ہو گیا اور ان کا ساتھ چھوڑ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس طائف چلا گیا۔

قریش کی انا ایک بار پھر آڑے آ گئی۔ قریش کے بعض لوگوں کو یہ خام خیالی تھی کہ مسلمان طویل قیام سے تنگ آ کر خود ہی واپس لوٹ جائیں گے لیکن ادھر مسلمانوں کے عزائم تو ہمیشہ کی طرح بہت بلند تھے۔ وہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ایک اشارے کے منتظر تھے کہ حضورِ انور ﷺ اجازت دیں تو وہ مکہ میں داخل ہو جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حالات کوئی فیصلہ کن صورت اختیار نہیں کر رہے تھے۔ اہلِ مکہ نے جتنے سفیر بھیجے مسلمانوں کی حسنِ نیت کے بارے میں وہ خود تو مطمئن ہو کر آئے تھے لیکن اہلِ مکہ کو وہ کسی طرح مطمئن نہ کر سکے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا تا کہ انہیں اہلِ مکہ کے پاس بھیجیں۔ آپ حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! میرے دل میں مشرکینِ مکہ کے لئے جو بغض و عداوت ہے۔ مشرکینِ مکہ اس سے اچھی طرح باخبر ہیں۔ میرے خاندان بنی عدی کا کوئی آدمی وہاں موجود نہیں جو آڑے وقت میں میری مدد کرے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے نقصان پہنچائیں گے۔ میری تجویز یہ ہے کہ حضور ﷺ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجیں تو ان کی کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہیں۔ ان کے خاندان کے کافر افراد وہاں موجود ہیں اور وہ اثر و رسوخ کے مالک ہیں۔ ان پر کوئی دست درازی کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ نیز وہ لوگ ان کی بات توجہ سے سنیں گے۔ حضورِ انور نبی کریم سرورِ دو عالم ﷺ کو یہ تجویز پسند آئی۔

چنانچہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر اہلِ مکہ کی طرف بھیجا تا کہ یہ اپنی ذاتی وجاہت اور خاندانی اثر و رسوخ کے باعث اہلِ مکہ کی غلط فہمیوں کو دور کر سکیں اور قریش کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ مسلمانوں کو زیارت و طواف کعبہ سے نہ روکیں۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، رہبر کائنات، حضور پُرنور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بھی فرمایا کہ وہاں جو مسلمان مرد اور عورتیں بیکسی اور مظلومیت کی زندگی بسر کر رہی ہیں، ان سے ملاقات کریں اور انہیں یہ قول سنائیں کہ ان کی مظلومیت کے دن ختم ہونے والے ہیں۔ مکہ عنقریب فتح ہوگا اور یہاں دینِ حق کو غلبہ نصیب ہوگا۔ (السیرۃ النبویہ احمد زینی بن دحلان، جلد 2، صفحہ 185)

آپ تعمیلِ ارشاد کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ سے باہر ہی آپ کی ملاقات ابان بن سعید سے ہو گئی۔ یہ آپ کا چچازاد بھائی تھا جو بعد میں مشرف باسلام ہوا۔ آپ نے اسے اپنی آمد کا مقصد بتایا۔ اس نے آپ کو

Marfat.com

اپنی پناہ میں لے لیا اور کہا اب آپ آزادی اور اطمینان سے اپنا فرض ادا کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ پہنچ کر روساء (سردارانِ) قریش سے ملاقات کی اور صحیح صورتحال سے انہیں آگاہ کیا۔

آپ نے انہیں بتایا کہ ہم جنگ کرنے کی غرض سے نہیں آئے۔ ہم نے احرام باندھا ہوا ہے۔ قربانی کے جانور ہمارے ساتھ ہیں اور اسلحہ ہمارے پاس نہیں۔ اگر ہمارا ارادہ مکہ پر قبضہ کرنے کا یا تم سے جنگ آزمائی کا ہوتا تو کیا ہم اس بے سروسامانی کی حالت میں یہاں آتے۔ آپ نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ ہم یہاں چند روز عمرہ کی غرض سے قیام کرنے کے بعد واپس چلے جائیں گے لیکن وہ اپنی ضد پر اڑے رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریش کے زعماء سرداروں کرتا دھرتا لوگوں تک حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پیغام بھی پہنچایا کہ تم دیگر مشرکین اور مسلمانوں کے مقابلے میں غیر جانبدار ہو جاؤ۔ اگر دیگر لوگ غالب آ گئے تو تمہارا مقصد پورا ہو جائے گا اور اگر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، تاجدارِ کائنات، حضورِ انور، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب ہو گئے تو تمہیں اسلام قبول کرنے کا پورا اختیار ہو گا۔ چاہو تو میدانِ جنگ میں بھی اتر سکتے ہو۔ بہرحال ہم اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کی نیت سے نہیں عمرہ ادا کرنے آئے ہیں۔ روایات میں ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وادی بلدح سے اپنے چچازاد کے ساتھ مکہ پہنچے اور ان زعماء تک بھی پیغام پہنچایا جو وادیٔ بلدح میں نہیں تھے۔ ابوسفیان اور صفوان نے امن اور صلح کی اس پیشکش کو بھی ٹھکرا دیا۔

انہوں نے کہا کہ ہم نے قسم کھائی ہے کہ مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آپ لوگ اس وقت واپس چلے جائیں البتہ آئندہ سال کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس خدشے کا اظہار کیا تھا وہ بالکل درست تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بنو امیہ کی پناہ میں تھے اس لئے مشرکینِ مکہ کو آپ کی راہ میں مزاحم ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے آپ سے کوئی تعرض نہ کیا بلکہ آپ کو بلدح اور مکہ کے درمیان بحفاظت آسانی سے آنے جانے کی سہولت بھی حاصل رہی اور اس سہولت سے آپ نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و خواہشات کے مطابق تمام سردارانِ قریش کو پہنچا دیا۔

اہلِ مکہ نے حضرت عثمان کو اپنے پاس روک لیا تا کہ بات چیت کا سلسلہ جاری رہے۔ اس اثناء میں کفار نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ کسی دوسرے مسلمان کو تو نہ ہم مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیں گے اور نہ

Marfat.com

کعبہ کا طواف کرسکیں گے البتہ آپ ہمارے مہمان ہیں' آپ کو اجازت ہے کہ آپ خانہ کعبہ کا طواف کرلیں۔

وہ تو سمجھتے تھے کہ عثمان ہماری اس اجازت کو بصد تشکر قبول کریں گے اور فوراً طوافِ کعبہ میں مشغول ہو جائیں گے لیکن اس عاشق صادق کا جواب سن کر ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ

''میں اس وقت تک کعبہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک میرا محبوب میرے اللہ کا رسول ﷺ طواف نہیں کرے گا''۔ (الشفاء' جلد 2 صفحہ 594۔ السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان جلد 2' صفحہ 185)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکہ روانہ ہونے کے بعد بعض صحابہ کرام کے دل میں رہ رہ کر یہ خیال چٹکیاں لینے لگا کہ کتنا خوش نصیب ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہ اسے مکہ مکرمہ جانے کا موقع مل گیا ہے۔ وہ بیت اللہ کی زیارت کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گا۔ اس کا طواف کر کے دل کی حسرت پوری کرے گا۔ صفاو مردہ کے درمیان سعی کرے گا اور احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو جائے گا۔ معلوم نہیں ہمیں یہ سعادت نصیب ہوتی ہے یا نہیں۔

اپنے ان جذبات کا اظہار انہوں نے بارگاہِ رسالت میں بھی کر دیا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' حضور پُرنور' عالمِ خفا و غیوب' مخبرِ صادق ﷺ نے فرمایا!

''میرا خیال ہے کہ وہ کعبہ کا طواف ہرگز نہیں کریں گے جب کہ ہم محصور ہیں اور ہمیں مکہ میں داخلہ کی اجازت بھی نہیں''۔

حضرت عثمان جب واپس آئے تو صحابہ کرام نے پوچھا کہ آپ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ اس مومنِ صادق نے جواب دیا:

''اے لوگو! تم نے میرے بارے میں برا گمان کیا۔ اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر میں احرام کی حالت میں کئی سال بھی مکہ میں رہتا تو میں ہرگز طواف نہ کرتا۔ جب تک حضور پُرنور' اللہ تبارک تعالیٰ کا پیارا رسول ﷺ طواف نہ فرماتا''۔

(زادالمعاد' جلد 3 صفحہ 291۔ الشفاء جلد 2' صفحہ 594)

علامہ ابنِ قیم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جواب یوں رقم کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''تم نے میرے بارے میں بہت برا گمان کیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر میں مکہ میں ایک سال بھی رہتا اور حضور ﷺ حدیبیہ میں تشریف فرما رہتے تو میں ہرگز کعبہ کا طواف نہ کرتا جب تک کہ میرے آقا حضور پُرنور رسولِ کائنات ﷺ طواف نہ کرتے''۔ (زادالمعاد' جلد 3' صفحہ 291۔ الشفاء جلد 2' صفحہ 594)

اپنے انہی مذموم مقاصد کی تکمیل اور انا کی تسکین کے لئے مشرکینِ مکہ نے اپنے ستر اسی (80,70)

Marfat.com

جنگجوؤں کا دستہ مکرز بن حفص کی کمان میں مسلمانوں کے پڑاؤ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔

ان کو ہدایت و احکام یہ دیئے گئے کہ وہ رات بھر مسلمانوں کے کیمپ کے اردگرد منڈلاتے رہیں اور گھات لگاتے رہیں اور جونہی مسلمانوں کو غافل پائیں انہیں نقصان پہنچائیں۔

چنانچہ ستر اسی جنگجوؤں کا یہ دستہ رات کی تاریکی میں اپنے کیمپ سے نکلا اور جبل تنعیم سے اتر کر مسلمانوں کے کیمپ کی طرف آ گیا اور اب وہ اس گھات میں تھے کہ موقع ملے اور وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔

مسلمانوں کے کیمپ کی حفاظت و پہرہ داری اس وقت حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ تھی۔ وہ اپنے دستے کے ساتھ بہت چوکس اور چوکنا ہو کر اپنے فرائض ادا کر رہے تھے۔ مسلمانوں نے اپنے کمانڈر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی ہدایات کے مطابق دشمن کو گھیرے میں لے کر ایک کے سوائے سب کو پکڑ لیا۔ مشرکین کے دستے کا کمانڈر مکرز بن حفص بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

یہ وہی مکرز بن حفص تھا جس کو قریشِ مکہ نے شروع میں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد بنا کر بھیجا تھا اور جس کو دور سے ہی دیکھ کر حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم عالمِ خفا و غیوب مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ شخص دھوکا باز اور فریبی ہے (ایک قول کے مطابق یہ شخص فاجر ہے) چنانچہ اس کے متعلق حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قولِ مبارک سچا ثابت ہو گیا۔

پھر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ان گرفتار شدہ مشرکین کو حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور اس کے بعد انہیں قید کر دیا گیا۔

جب مشرکینِ مکہ کو یہ پتہ چلا کہ ان کے ایک کے سوا تمام کے تمام جنگجو پکڑ لئے گئے ہیں تو انہوں نے اپنے آدمیوں کو چھڑانے کے لئے مزید جمعیت روانہ کر دی۔ ان لوگوں نے آتے ہی مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اس نے مسلمانوں پر تیراندازی اور سنگ باری کی۔ مسلمان دستے کے کمانڈر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ تھے بہت جہاندیدہ، شجاع، تجربہ کار تھا۔ مسلمان ویسے بھی پچاس ساٹھ دشمنوں کے دستہ کو کہاں خاطر میں لاتے تھے۔ انہوں نے ایسا بھرپور جوابی حملہ کیا کہ دشمن کے 12 آدمی اور گرفتار کر لئے اور باقی بھاگ گئے۔

رہائی کے لئے سہیل بن عمرو کی آمد

مشرکینِ مکہ سفارتکاری کے عمل سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے اور انہوں نے مندرجہ بالا چال چلی اور وہ خود پھندے میں آ گئے۔ ان کے اندازاً 90 کے قریب آدمی قیدی بنا لئے گئے اور وہ اپنی اس مکاری سے مسلمانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔

جب مشرکین نے دیکھا کہ معاملات الٹے ہی پڑ رہے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف کوئی حرکت کامیاب

Marfat.com

نہیں ہوتی تو وہ صلح پر آمادہ ہو گئے۔ ان کے لئے اتنے سارے جنگجوؤں کا قید ہو جانا باعثِ ندامت و بدنامی بھی تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے قیدیوں کو جلد چھڑانے کے لئے تگ و دو شروع کر دی۔ اب کی بار اس مقصد کے لئے مشرکینِ مکہ نے اپنے ایک سردار سہیل بن عمرو کو بارگاہِ رسالت میں بھیجا۔

سہیل بن عمرو نے مقابلتاً اپنے پیشرو سفیروں کے اچھے انداز میں گفتگو کا آغاز کیا اور کہا کہ ہماری طرف سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جو غلطی سرزد ہوئی ہے وہ چند ناسمجھ، جلد باز اور سر پھرے نوجوانوں کی کارستانی ہے ورنہ تو مکہ کے سمجھ دار لوگ ان کی اس حرکت سے ناخوش ہیں اور انہیں اس حرکت پر ملامت کرتے ہیں۔

اور اسی طرح آپ ﷺ کے جو دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے عزیز و اقارب کو ملنے مکہ گئے تھے انہیں بھی اسی قسم کے ناسمجھ، سر پھرے نوجوانوں نے روک لیا ہے۔ انہیں روک لینے یا قید کر لینے میں ہمارا کوئی ذی رائے آدمی شریک نہیں ہے بلکہ ہمیں جب اس بات کا پتہ چلا تو ہمیں بہت ناگواری ہوئی۔ قریشِ مکہ کے بڑوں کا اس میں ہاتھ نہیں ہے۔ وہ سب ہم میں سے اوباش لوگوں کا کام تھا۔

اس نے مزید کہا کہ میں نے آپ ﷺ کو سچ سچ بتا دیا ہے۔ بہر حال جو ہوا سو ہوا۔ اب آپ ﷺ کے ساتھیوں نے ہمارے جو آدمی پکڑ رکھے ہیں ان کو رہا کر دیجئے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا:

"تم نے ہمارے ایسے ساتھیوں کو پکڑ رکھا ہے جو مکہ میں اپنے عزیز و اقارب کی خبر گیری کے لئے گئے تھے۔ میں تمہارے آدمیوں کو اس وقت تک واپس نہیں بھیجوں گا جب تک تم میرے ساتھیوں کو نہیں چھوڑو گے"۔

اس پر سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھیوں نے کہا اچھا ہم انہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سہیل بن عمرو نے قریش کے پاس اپنا ایک قاصد بھیجا جس پر قریش نے ان مذکورہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی بھیج دیا۔

جب یہ لوگ اپنے کیمپ میں باخیریت پہنچ گئے تو حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے بھی ان کے تمام آدمیوں کو چھوڑ دیا۔

قارئین کرام! یہاں اس امر کی بھی وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قید کر لئے جانے کے امکانات بہت کم ہیں کیونکہ آپ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے سفیر یا قاصد کے طور پر مکہ گئے تھے اور اس سے پہلے مشرکین قریشِ مکہ کے سفیر مسلمانوں کے کیمپ میں آ چکے تھے اور مذاکرات کر کے بخیر و خوبی مکہ واپس جا چکے تھے۔ مانا کہ اس وقت مشرکینِ مکہ عقلِ سلیم سے کام نہیں لے رہے تھے۔ پھر بھی ان کے بڑے سفارتکاروں کی مراعات و حقوق کے بارے میں جانتے تو تھے۔

Marfat.com

زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو غالباً اپنے ہی قبیلے کے لوگوں نے ضرورت سے ایک آدھ دن زیادہ اس لئے روک لیا تھا کہ شاید اس دوران سردارانِ مشرکینِ مکہ کے ساتھ اس کے مذاکرات کامیاب ہو جائیں یا کوئی مثبت پیش رفت ہو جائے۔ آخر مشرکینِ مکہ میں کچھ لوگ تو ایسے ہوں گے جو مسلمانوں سے متاثر ہوں گے۔ انہیں برحق مانتے ہوں گے۔ ان کے ہمدرد ہوں گے یا جنگ کی تباہ کاریوں سے خائف ونالاں ہوں گے اور خواہ مخواہ کی جنگ کو ناپسند کرتے ہوں گے۔

جب مشرکینِ قریش کے پرجوش اور جنگ باز نوجوانوں نے دیکھا کہ مشرکینِ مکہ اور مسلمانوں کے درمیان سفارتکاری جاری ہے اور دونوں اطراف سے قاصدوں' سفیروں کا آنا جانا قائم ہو چکا ہے اور قریش کے سردار یا سربرآوردہ حضرات مسلمانوں سے صلح کے حق میں ہیں اور ان کے مطالبات کو جائز مانتے ہیں تو انہیں یہ صلح جوئی کی کوششیں پسند نہیں آئیں۔ انہوں نے اس میں رخنہ اندازی کا پروگرام بنایا۔

غالباً نوجوانان مشرکینِ مکہ کے دلوں میں یہ خواہش شدت سے موجود تھی کہ اس وقت مسلمان مکہ کے نزدیک ہیں' عمرہ کی غرض سے آئے ہیں اس لئے ان کے پاس فی کس ایک ایک تلوار سے زائد اور ہتھیارِ جنگ نہیں ہیں۔ جب کہ ہماری فوجی قوت بھی اس وقت نمایاں بڑی ہے اور سب پوری طرح مسلح ہیں۔ مسلمانوں سے جنگ کرنے کا یہ صحیح موقع ہے اب انہیں آسانی سے زیر کیا جا سکتا ہے۔

گو کہ یہ ان کی خام خیالی تھی لیکن انہیں اس بارے میں اتنا شعور نہ تھا۔ وہ صورتحال کے بارے میں موقع پرستی اور جذباتی انداز سے سوچ رہے تھے اس لئے انہوں نے پروگرام بنایا کہ کسی طرح ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں کہ مسلمان بھی مجبوراً ہتھیار اٹھالیں اور پھر بھرپور جنگ ہو جائے۔

لیکن خالق و مالک کائنات' ربّ للعالمین کو یہ منظور نہ تھا۔ اللہ تبارک تعالیٰ قدم قدم پر حق کی رہنمائی و مدد فرما رہا تھا۔ مشرکین نے درج ذیل دو بڑے پیمانے پر شرارتیں کیں لیکن نہ تو انہیں ان میں ذرہ برابر کامیابی ملی اور نہ مسلمان ان کی ان حرکتوں سے طیش میں آئے اور نہ انہوں نے تلوار اٹھائی۔

نوجوان مشرکین نے یہ دونوں شرارتیں یا رخنہ اندازی کی حرکتیں اس وقت کیں جب عروہ بن مسعود ثقفی حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاکرات کر کے اور مذاکرات اور اپنی رائے سے سردارانِ قریش کو آگاہ کر کے انف جا چکا تھا اور اب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قریش کے سرداروں سے بلدح اور مکہ میں پچھلے ایک دو دن سے سفارتکاری یا مذاکرات میں مصروف تھے۔

قریش نے مسلمانوں کے خلاف جو روش اختیار کر رکھی تھی انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ جزیرۂ عرب کے طول وعرض میں اس غلط روش کا ردِّعمل ان کے خلاف ہوگا اور لوگ یہ سمجھنے لگیں گے کہ قریش کعبہ کے خادم

Marfat.com

نہیں ہیں بلکہ مالک ہیں۔ انہیں یہ اختیار ہے جس کو چاہیں وہاں آنے دیں اور جس کو چاہیں وہاں آنے سے روک دیں۔ قریش کی کوشش تھی کہ اہلِ عرب کے اذہان میں ان کے متعلق یہ تاثر پیدا نہ ہو۔ یہی وجہ تھی کہ جس کے باعث وہ مسلمانوں پر برملا حملہ کرنے سے گریزاں تھے۔ مخصوص حالات میں ان کی یہ خواہش تھی کہ ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں کہ مسلمان مشتعل ہو کر جنگ کا آغاز کریں۔ چنانچہ انہوں نے بار بار ایسی حرکتیں کیں جس سے جنگ کے شعلے بھڑک سکتے تھے۔

بیعتِ رضوان اور اس سے متعلق ایک مغالطے کا ازالہ

قارئین کرام! اس موضوع پر مزید آگے بڑھنے سے پہلے یا بیعتِ رضوان کو بیان کرنے سے پہلے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ بیعتِ رضوان سے متعلق ایک مغالطے کا ازالہ کر دیا جائے تا کہ تاریخ اسلام کے اس عظیم واہم واقعہ کو سمجھنے میں آسانی رہے اور طالبعلم اس سے استفادہ کر سکیں۔

بیعتِ رضوان سے متعلق ہمارے ہاں یہ تاثر فروغ پا گیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ کے بعد خون عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بیعت لی گئی حالانکہ حالات و واقعات کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ بیعتِ رضوان کا محرک نہیں تھا بلکہ یہ تو بیعت جہاد تھی کہ اگر کفار ومشرکین مسلمانوں پر جنگ مسلط کر دیں تو دشمن کا آخری دم تک ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔ یہ بیعت موت پر تھی جب تک دم میں دم ہے لڑتے رہیں گے اور کسی صورت بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

حدیبیہ میں قیام طویل ہوتا جا رہا تھا۔ سفارتی سرگرمیاں بھی نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو رہی تھیں۔ حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالے ہوئے بیس دن ہو چکے تھے۔ حالتِ احرام میں ہونے کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بال اور ناخن غیر ضروری بڑھ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت کی رائے تھی کہ مکہ میں زبردستی داخل ہو جاتے ہیں۔ تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم خونریز تصادم سے بچنا چاہتے تھے۔

جب کہ دشمن (مشرکینِ مکہ) کے ارادے خطرناک معلوم دے رہے تھے۔ وہ صلح جوئی کی طرف نہیں آ رہے تھے بلکہ صلح جوئی کی کارروائیوں کو بھی سبوتاژ کرنا چاہتے تھے۔ ابھی آپ نے پڑھا ہے کہ انہوں نے رات کے وقت ایک ناکام شب خون بھی مارا تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتباع رسول اور اطاعتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر بنے احتراماً خاموش تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جو کچھ نگاہِ نبوت دیکھ رہی ہے وہ ہم نہیں دیکھ رہے۔ وہ انتہا کے صبر وتحمل کا مظاہرہ کر رہے تھے اور دشمن انہیں کمزور سمجھ رہا تھا۔ اس دوران یہ اطلاع موصول ہوئی کہ مشرکینِ مکہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے درپے ہیں اور صلح کا قطعاً ارادہ نہیں رکھتے۔ حضورِ پُرنور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے ہر قیمت پر صلح کا پرچم بلند رکھنے کا

Marfat.com

تہیہ کر رکھا تھا دشمن سے ٹکر لینے کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیعت کا حکم فرمایا۔

حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ببول کے ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم جن کی تعداد چودہ سو بیان کی جاتی ہے سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار نہیں کریں گے۔ یہ بھی کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت پر بیعت لی۔ سب سے پہلے حضرت ابوسنان الاسدی رضی اللہ عنہ نے دستِ اقدس پر بیعت کی۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت کی۔ بعدازاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ پھیل گئی۔

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمان مدینہ منورہ سے جہاد کی نیت سے نہیں آئے تھے۔ اگر جہاد کی نیت سے آئے ہوتے تو بیعتِ رضوان کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ بیعتِ رضوان کا محرک کفار و مشرکین کا وہ عمل تھا جسے دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہ تھا کہ مشرکینِ مکہ مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کی طاقت پر کاری ضرب لگانے کی کوشش کریں گے کیونکہ تقریباً نہتے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنا انہیں آسان دکھائی دے رہا تھا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق، تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کی نفسیات اور اس کی حد سے بڑھی ہوئی اسلام دشمنی کے پیشِ نظر ضروری خیال کیا کہ کسی بھی ناگہانی صورتحال سے نمٹنے کے لئے اپنے ساتھیوں کو ذہنی طور پر تیار کیا جائے کہ اگر کفار و مشرکین ان کے خلاف صف آراء ہو جائیں تو وہ ناکافی ہتھیاروں کے باوجود وہ مکمل استقامت، شجاعت و دلیری کے ساتھ دشمن سے لڑیں اور راہ حق میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ نے مسلمانوں کو چوکنا کر دیا تھا لیکن بیعتِ رضوان کا ان کے خون کے انتقام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ حدیث صحیح میں کہیں بھی بیعتِ رضوان کے ضمن میں شہادت عثمان رضی اللہ عنہ یا خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقام کا ذکر موجود نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ

''بیعتِ رضوان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکہ جانے کے بعد ہوئی''۔ (صحیح البخاری، جلد 1 صفحہ 523)

اگر بیعتِ رضوان شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر کے بعد ہوئی ہوتی تو یقیناً حدیث پاک کے الفاظ مختلف ہوتے چونکہ یہ اتنا بڑا سانحہ ہوتا کہ حدیث پاک میں ان کی شہادت کو کسی طور پر بھی نظرانداز نہ کیا جا سکتا تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بیعتِ رضوان اس خبر کے پھیلنے کے بعد ہوئی کہ مشرکینِ مکہ مسلمانوں کے ساتھ تصادم کے لئے تیار ہیں اور صلح کا ارادہ نہیں رکھتے۔

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث مذکورہ کی شرح میں لکھتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی میں وہاں یہ خبر پھیل گئی کہ مشرکینِ (مکہ) مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے درپے ہیں۔ پس مسلمان بھی جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس

Marfat.com

وقت ایک درخت کے نیچے اس بات پر بیعت لی کہ وہ میدانِ جہاد سے راہ فرار اختیار نہیں کریں گے اور اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ موجود نہیں تھے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری جلد 7 صفحہ 59)

اس کے بعد امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مؤقف کو کہ بیعتِ رضوان کا سبب شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر تھی "قیل" کے صیغہ کے ساتھ بیان کیا ہے جو کہ ضعف کی علامت ہے۔ فرماتے ہیں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر بیعتِ رضوان کا سبب تھی۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد 7، صفحہ 59)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی میں وہاں یہ خبر پھیل گئی کہ مشرکینِ مکہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کے درپے ہیں۔ پس مسلمان بھی جنگ کے لئے تیار ہو گئے اور حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ راہ فرار اختیار نہیں کریں گے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، جلد 6 صفحہ 110)

اگر حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہوتا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقعی شہید کر دیئے گئے ہیں تو خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت لینے کا کوئی جواز نہ تھا۔ خلعت شہادت سے سرفراز ہونے والے مجاہدین زندہ انسانوں کی طرح میدانِ جہاد میں دادِ شجاعت نہیں دیا کرتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بیعت کا مطلب ہی یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو کفار و مشرکین سے مذاکرات کے لئے مکہ مکرمہ گئے ہوئے ہیں میدانِ جہاد میں اتریں گے۔ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ عثمان زندہ ہیں یعنی اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے مقام پر ہوتے تو وہ بھی بنفس نفیس بیعتِ رضوان کا اعزاز حاصل کرتے اسی لئے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ "عثمان (رضی اللہ عنہ) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں مصروف ہیں"۔

بیعتِ رضوان

مشرکینِ مکہ کے خطرناک عزائم کے پیشِ نظر پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ جان کی بازی لگا دینے کے لئے بیعت کریں۔ یہ اعلان حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے فرمایا:

"حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا لوگو! سنو اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جبرائیل امین نازل ہوئے ہیں اور لوگوں سے بیعت لینے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا نام لے کر نکلو اور آ کر بیعت کرو"۔

Marfat.com

چنانچہ سب غلامانِ مصطفیٰ، مجاہدینِ اسلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پروانوں کی طرح دوڑتے آتے اور بیعت کرتے۔ حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اس بات پر بیعت کی کہ حالات کتنے سنگین ہوں، دشمن کا دباؤ کتنا ہی شدید ہو وہ جان دے دیں گے، سرکٹا دیں گے لیکن بھاگیں گے نہیں، یعنی موت پر بیعت کی۔

سب سے پہلے جس کو بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ وہ حضرت سنان بن ابی سنان بن وہب بن محصن رضی اللہ عنہ تھے۔ بیعت کرتے ہوئے اس جان نثار غلام نے عرض کی:

''اے اللہ کے برگزیدہ رسول جو آپ کے جی میں ہے میں اسی پر بیعت کرتا ہوں''۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے سب کو سنان کی شرط پر بیعت کیا اور سب نے اسی شرط پر بیعت کی۔ اس خودسپردگی کا کیا عالم تھا کہ جس سے سارے غلامانِ حبیبِ کبریاء، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرشار تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تاجدارِ کائنات، سرکارِ دوعالم ﷺ کا دستِ مبارک پکڑے ہوئے تھے اور لوگ ذوق وشوق سے بیعت سے مشرف ہو رہے تھے۔ سب نے یہ سعادتِ عظمیٰ حاصل کی لیکن ایک بدقسمت محروم رہا۔ اس کا نام جدبن قیس تھا، یہ منافق تھا۔ جدبن قیس حضرت براٗبن معرور رضی اللہ عنہ کا پھوپھی زاد بھائی تھا اور جاہلیت کے زمانے میں بنی سلمہ کا سردار تھا۔ یہ آدمی بڑا بخیل تھا اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کو بنی سلمہ کا سردار فرمایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو دیکھا کہ لوگ تو دوڑ دوڑ کر بیعت کر رہے تھے اور یہ اپنے اونٹ کی بغلوں کے ساتھ چمٹا ہوا تھا (آڑ میں چھپا ہوا تھا) تاکہ کوئی اسے دیکھ نہ لے۔

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے تین بار بیعت کی، ابتداء میں بھی، درمیان میں بھی اور آخر میں بھی۔ آپ فرماتے ہیں:

''ہم نے اس شرط پر بیعت کی کہ ہم فرار نہیں ہوں گے یا فتح حاصل کریں گے یا شہادت کا تاج پہنیں گے''۔

جب سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیعت کر چکے تو آخر میں حضور پُرنور سرورِ دوعالم ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی:

''اے اللہ! یہ ہاتھ عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کے حکم کی تعمیل میں گیا ہوا ہے''۔ (جامع الترمذی، جلد 2 صفحہ 211۔ السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان، جلد 2، صفحہ 185)

اس امر سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور پُرنور ﷺ کو یقین تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں۔ روایات میں ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خیریت سے واپس آ گئے تو انہوں نے بھی ببول کے اسی درخت کے نیچے آ کر حضورانور ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ (سیرتِ حلبیہ، جلد 3 صفحہ 17)

Marfat.com

علامہ احمد بن زینی دحلان تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت عثمان کی طرف سے یہ بیعت حضور ﷺ نے اس لئے فرمائی کہ حضور ﷺ کو علم تھا کہ آپ کے قتل کی خبر صحیح نہیں ہے''۔ (السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان' جلد 2' صفحہ 185)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خوش بختی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے کہ باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے ہاتھ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے دستِ مبارک پر رکھ کر بیعت کی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی جب باری آئی تو ان کے ہاتھ کے بجائے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اپنے دوسرے دستِ مبارک پر رکھ کر ان کی طرف سے بیعت کی۔ سبحان اللہ! یہ امتیاز' یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم سرکارِ دوعالم ﷺ ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پروانوں کی طرح شوقِ شہادت سے سرشار بیعت کر رہے ہیں۔ انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ اپنے مرکز سے تقریباً ساڑھے چار سو کلومیٹر دور ہیں۔ ان کی تعداد صرف چودہ' پندرہ سو ہے۔ جنگ کے لئے جس قسم کے اسلحہ اور ساز و سامان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا فقدان ہے۔ قریب کے قبائل میں سے کوئی بھی ان کی مدد کرنے کے لئے تیار نہیں۔ دشمن اپنے علاقہ میں ہے اور وہ مکہ کے سارے جنگجوؤں کو میدان میں لا سکتا ہے۔ نیز ضرورت کے وقت دوست قبائل بھی ان کی مدد کو پہنچ سکتے ہیں۔

ان حالات کو سمجھتے ہوئے بھی وہ عشق اور ایمان کے تقاضوں سے باخبر ہیں اور ان کو عمدگی سے پورا کرنے کی جرأت بھی رکھتے ہیں۔ نتائج سے بے نیاز ہو کر وہ اپنے ہادی و مرشد حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے دستِ مبارک پر سر کٹانے اور جان دینے کی بیعت کر رہے ہیں۔ سرفروشی اور جان نثاری کا ایسا روح پرور منظر کائناتِ عظیم نے کب دیکھا ہوگا۔ ان پاکباز اور نیک نہاد عشاق کے جذبۂ ایثار پر عالمِ بالا کے مکینوں کو بھی وجد آ گیا ہوگا۔ اسی حالت میں جبرائیل امین آئے اور شمعِ جمالِ مصطفوی کے پروانوں کو اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے یہ خوشخبری سنائی۔

ترجمہ: ''بیشک راضی ہو گیا ہے اللہ تبارک تعالیٰ مؤمنین سے جب وہ درخت کے نیچے آپ کے دستِ حق پرست پر سر دھڑ کی بازی لگانے کی بیعت کر رہے تھے''۔ (سورۂ فتح' آیت 7)

یہ بیعت' تاریخِ اسلام میں بیعتِ رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ آج بھی اس کے تذکرہ سے ایمان کو جلا اور عشق کو نئی توانائیاں نصیب ہوتی ہیں۔

بیعتِ رضوان کا اثر

اس بیعت کی اطلاع جب مشرکینِ مکہ کو ملی تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور جس ہٹ دھرمی کا وہ اب تک مظاہرہ کرتے رہے تھے اس کی تندی کافور ہو گئی۔

Marfat.com

جنگی جنون میں مبتلا قریش جنہوں نے امن اور صلح کی ہر پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا بیعتِ رضوان اور اعلانِ جنگ کی خبر سن کر حیران رہ گئے کہ مسلمان جو عمرہ ادا کرنے آئے ہیں وہ کسی قسم کی جنگی تیاریوں کے بغیر ہی جنگ کے لئے تیار ہو گئے ہیں مسلمانوں کے اس جرأت مندانہ اقدام نے انہیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ انہیں مسلمانوں کی قوتِ ایمانی کا اندازا ہوا' انہیں بدر' احد اور خندق کے واقعات یاد آنے لگے کہ کس طرح مسلمان نامساعد حالات میں بھی ثابت قدم رہے اور غزوۂ احد میں مقابلتاً زیادہ جانی نقصان کے باوجود سنبھل گئے حتیٰ کہ ہمارے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔

سازشی یہودیوں کا انجام بھی ان کے سامنے تھا۔ خوف کی ایک لہر ان کے لہو میں گردش کرنے لگی تو چہروں کی رنگت بدل گئی۔ انہیں خوف تھا کہ اگر اب جنگ ہوئی اور ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے ہماری رہی سہی ساکھ بھی خاک میں مل جائے گی۔

ان میں سے جو لوگ زیرک' سمجھدار اور دور اندیش تھے' وہ سر جوڑ کر بیٹھے اور اس سنگین صورتحال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے غور و فکر کرنے لگے۔ طویل بحث و تمحیص کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ بہتری اسی میں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے صلح کے لئے سلسلہ مذاکرات شروع کیا جائے اور انہیں یہ کہا جائے کہ وہ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آ کر عمرہ کریں۔ ہم لوگ تین دنوں کے لئے مکہ خالی کر دیں گے۔ مسلمان اپنا عمرہ مکمل ادا کریں اور تین روز کے بعد واپس چلے جائیں۔

سہیل بن عمرو بارگاہِ رسالت میں

مشرکین' مکہ کو تین دن کے لئے خالی کر دیں گے۔ مسلمان تین دن یہاں رہیں' نماز پڑھیں اور طواف کریں۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کریں' قربانیاں دیں اور تین روز کے بعد واپس چلے جائیں۔ جب اس تجویز پر وہ سب لوگ متفق ہو گئے تو انہوں نے سہیل بن عمرو کو دوبارہ بارگاہِ رسالت میں بھیجا کیونکہ مشرکینِ مکہ سہیل بن عمرو کے پہلے مذاکرات سے بہت خوش تھے جس میں وہ اپنے نوے کے قریب قیدیوں کو مسلمانوں کی قید سے چھڑا لے گیا تھا۔ سہیل بن عمرو کے ساتھ اس دفعہ مکرز بن حفص اور حویطب بن عبدالعزیٰ بھی تھے۔

ایک روایت کے مطابق (جو کہ مجھے' مصنفِ کتابِ ہذا کو کمزور لگتی ہے)

سہیل بن عمرو اور اس کے ساتھی بیعتِ رضوان کے وقت مخبری کی غرض سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع میں شریک تھے۔ وہ اپنی آنکھوں سے بیعت کا منظر دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے بدلے ہوئے تیوروں کا مشاہدہ قریب سے کیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اگر اب کے جنگ ہوئی تو مسلمان ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ میدانِ جنگ میں اتریں گے اور ان کی تلواروں کی کاٹ کی کوئی تاب نہ لا سکے گا۔

بہر حال وجہ کوئی بھی ہو' حالات کی سنگینی دیکھ کر قریش کے عمائدین نے سہیل بن عمرو کی سرکردگی میں ایک

Marfat.com

وفد تشکیل دیا۔

انہوں نے سہیل بن عمرو کو خاص طور پر تاکید کی کہ تم جاؤ اور صلح کے لئے بات چیت کرو لیکن اس شرط میں کوئی لچک نہ دکھاؤ۔ وہ اس سال ضرور واپس جائیں ورنہ سارے عرب میں ہماری رسوائی ہوگی کہ مسلمانوں نے اہلِ مکہ کی منشا کے خلاف بزورِ شمشیر عمرہ کیا ہے۔

سہیل بن عمرو کو عرب میں فصاحت و بلاغت کا بادشاہ تصور کیا جاتا تھا اور اس کے ساتھ وہ ایک کامیاب سفارت کار بھی تھا۔ دوراندیش اور انتہائی ہوشیار انسان' قریش نے اس کی انہی صلاحیتوں پر اعتماد کرتے ہوئے اسے اپنے نمائندے کے طور پر حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا۔

(البدایہ والنہایہ' جلد 4 صفحہ 168)

ادھر مسلمان بے سروسامانی کے عالم میں قریش سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے ذہنی اور عملی طور پر تیار تھے۔ ادھر قریش کی طرف سے ان کا ایلچی مذاکرات کے لئے آ رہا تھا۔ بیعتِ رضوان اور اعلانِ جنگ کے بعد قریش کا صلح کے لئے وفد بھیجنا دراصل مسلمانوں کی ایک عظیم فتح تھی' دشمن نفسیاتی جنگ ہار چکا تھا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات' عالمِ خفا و غیوب' مخبرِ صادق ﷺ نے سہیل بن عمرو کو آتے دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خوشخبری دی کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے تمہارا معاملہ آسان کر دیا ہے۔ یہ شخص صلح کا پیغام لے کر آ رہا ہے لہٰذا تلبیہ کی آوازیں بلند کرو۔

سہیل اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ چار زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت عبادہ بن بشر اور سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے پیچھے کی طرف مؤدب کھڑے ہو گئے۔ سہیل بن عمرو آیا اور دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ صلح کے بارے میں گفتگو شروع کی۔ سلسلۂ کلام کافی دیر تک جاری رہا۔

مذاکرات خوشگوار فضا میں شروع ہوئے' مسلمان تو پہلے ہی جنگ نہیں چاہتے تھے وہ تو عمرہ کی ادائیگی کے لئے اتنی طویل مسافت طے کر کے مکہ کے قرب و جوار میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ پھر یہ اطلاع بھی موصول ہو چکی تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خیریت سے ہیں اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ یہ خبر بھی ملی کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو مکہ مکرمہ میں اپنے عزیزوں سے ملنے گئے تھے وہ بھی خیریت سے ہیں اور قریش کے وفد نے معذرت خواہانہ لہجہ اختیار کیا۔ قریش کے وفد نے قریشِ مکہ کی زیادتیوں کا بھی اعتراف کیا اور معافی طلب کی اور دونوں طرف کے قیدی یا محصورین جن کا اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے ان مذاکرات کے شروع ہونے سے پہلے ہی اپنے اپنے کیمپوں میں باخیر و خیریت پہنچ چکے تھے۔

سہیل بن عمرو کے پہلے مذاکرات کی کامیابی نے اس گفت و شنید برائے صلح کو بھی کامیاب ہو جانے کی

Marfat.com

امید دکھادی اور فریقین ایک دیر پا صلح کے لئے بڑھنے لگے۔

مذاکرات کے دوران فریقین میں صلح کی شرائط کے بارے میں کافی بحث و تمحیص ہوئی۔ ایسے نازک مقامات بھی آئے جب وفد کے اراکین غصے میں آجاتے۔ طرح طرح کی آوازیں بلند کرتے اور ناراضگی کا اظہار کرتے۔ اس پر آپ ﷺ کے محافظ ان کی طرف خشمگیں نگاہوں سے دیکھتے کہ وہ حدِ ادب سے بڑھنے کی جسارت نہ کریں۔ اس وقت تاجدارِ کائنات ﷺ چار زانو ہو کر تشریف فرما تھے۔ سر پر زرد عمامہ پہنے ہوئے تھے۔ دو مسلح گارڈ چاک و چوبند کھڑے تھے۔ مذاکرات کئی بار تعطل کا شکار ہوتے ہوتے رہ گئے۔

بہرحال فریقین کے درمیان بعض امور پر اتفاق رائے ہو گیا کیونکہ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ جنگ کے بغیر مکہ میں داخلہ کے خواہشمند تھے اس لئے آپ ﷺ نے مشرکین کی بعض ایسی شرائط بھی قبول کر لیں جو بظاہر مسلمانوں کے حق میں نہیں تھیں یا جن کے تسلیم کئے جانے سے مسلمانوں کی کمزوری کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ بات حضور ﷺ کے جاں نثاروں کو کسی حد تک ناگوار بھی گزری لیکن بارگاہِ نبوی ﷺ میں کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ سب احتراماً خاموش کھڑے رہے۔

طویل گفت و شنید کے بعد جب صلح کی شرائط پر اتفاق رائے ہو گیا تو صلح نامہ کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لئے قلم دوات اور کاغذ منگوایا گیا۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ وہ صلح نامہ لکھیں۔ سہیل بن عمرو نے کہا کہ نہیں صلح نامہ یا آپ کے چچازاد حضرت علی رضی اللہ عنہ لکھیں گے یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دیا۔

فرمایا لکھ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ سہیل بن عمرو تڑپ اٹھا' کہنے لگا: ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ وہ لکھو جو ہم لکھا کرتے ہیں یعنی باسمك اللهم مسلمانوں کو اس کی یہ تجویز سخت ناگوار گزری۔ انہوں نے کہا بیشک اللہ تبارک تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے اور ہم یہی لکھیں گے۔ اس نے کہا اگر اس بات پر مصر ہیں تو ہم اس بات چیت کو یہیں ختم کرتے ہیں۔ امن و سلامتی کے نبی رحمت ﷺ نے حکم دیا لکھو باسمك اللهم حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمان رسالت کے مطابق لکھا باسمك اللهم پھر فرمایا لکھو هذا ما اصطلح عليه محمد رسول الله یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے''۔

رسول اللہ کا لفظ سن کر سہیل بن عمرو پھر پھڑکا کہنے لگا: سارا جھگڑا تو یہی ہے اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو آپ کی مخالفت کیوں کرتے۔ آپ لکھیں محمد بن عبداللہ۔ مسلمان' سہیل بن عمرو کی پہلی تجویز سے ہی بھرے بیٹھے تھے۔ اب اس کی دوسری تجویز نے ان کو سراپا احتجاج بنا دیا۔ سب نے کہا محمد رسول اللہ ہی لکھا جائے اور غلامان مصطفیٰ اس بات پر مصر تھے کہ محمد رسول اللہ ہی لکھا جائے گا۔ آپس میں تلخ کلامی اور گرما گرمی ہو رہی تھی اور آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ پیکرِ رحمت و رافت و عظمت حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ

Marfat.com

دونوں کو خاموش ہونے کی ترغیب دے رہے تھے اور دستِ مبارک سے خاموش ہونے کا اشارہ فرما رہے تھے۔

سہیل بن عمرو کا ایک ساتھی حویطب بن عبدالعزیٰ اس منظر پر تصویرِ حیرت بنا ہوا تھا اور اپنے تیسرے ساتھی مکرز بن حفص کو کہہ رہا تھا کہ میں نے کسی قوم کو اپنے دین کے بارے میں اس شدت سے احتیاط کرنے والا نہیں دیکھا۔ پھر اللہ کے رسول نے حکم دیا: ''اے علی! انا محمد بن عبداللہ فاکتب میں محمد بن عبداللہ ہوں آپ یہی لفظ لکھیں''۔ (امتاع الاسماع، جلد 1، صفحہ 277)

ایک حقیقت کو ایک حق کو ''محمد رسول اللہ'' کے مقدس و متبرک اسماء و الفاظ مبارکہ کو کاٹنا یا مٹانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ایک دل آزار، تکلیف دہ اور بے عزتی و بے ادبی و بے احترامی کا فعل تھا اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو جائے مذاکرات کے نزدیک تھے اور یہ کچھ دیکھ رہے تھے سن رہے تھے ہچکچائے اور ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ کو مٹانے سے باز رہے یا اسے مٹانے کی ہمت نہ کر سکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمت کر کے یہ کہہ بھی دیا کہ ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے میں ''محمد رسول اللہ'' ''یا رسول اللہ'' کے الفاظ نہیں مٹاؤں گا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جان، رہبرِ کائنات، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت اللعالمین، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''علی! رسول اللہ کے لفظ مٹا دو۔ اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھو''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دست بستہ عرض کی۔

یا رسول اللہ! مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔

اس پر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''مجھے دکھاؤ تم نے کہاں لکھا ہے''۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ لفظ محو کر دیئے اور حکم دیا کہ

''اس کی جگہ لکھو محمد بن عبداللہ''

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمتِ عملی نے فضا کو مکدر ہونے سے بچا لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول کے الفاظ قلم زد کر دینے کے لئے کہا لیکن ان کی غیرتِ ایمانی نے گوارا نہ کیا کہ وہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی پر قلم پھیریں۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ الفاظ کاٹ دیئے۔ سہیل بن عمرو کا یہ مطالبہ بھی منظور کر لیا گیا اور یوں حدیبیہ کے صلح نامہ کی تحریر مکمل ہوئی جس پر فریقین کے دستخط ہوئے۔

(المغازی للواقدی، جلد 1 صفحہ 611)

Marfat.com

یہاں ہم پہلے اس صلح نامہ کی ہو بہو عبارت نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد جن شرائط پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب میں اضطراب و بے چینی پیدا ہوئی اس کا تذکرہ کریں گے۔

''اے اللہ تیرے نام سے یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو نے صلح کی ہے۔ انہوں نے اس بات پر صلح کی ہے کہ دس سال تک فریقین میں جنگ نہیں ہوگی۔ لوگ امن سے رہیں گے اور کوئی کسی دوسرے پر دست درازی نہیں کرے گا۔ کوئی چوری اور خیانت کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ ہم ایک دوسرے کے راز افشا نہیں کریں گے۔

اور جس قبیلہ کی مرضی ہو وہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ معاہدہ کرے اور جس کی مرضی ہو وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کر لے۔

مکہ والوں میں سے جو شخص اپنے ولی کے اذن کے بغیر محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے گا تو آپ اسے واپس کر دیں گے اور اگر حضور کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے کوئی آدمی قریش کے پاس آئے گا تو وہ واپس نہیں کریں گے۔

اور محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس سال اپنے صحابہ سمیت واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال اپنے صحابہ سمیت عمرہ ادا کرنے کے لئے آئیں گے اور مکہ میں تین روز قیام کریں گے اور تلوار کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ہتھیار نہ ہوگا اور تلواریں بھی نیاموں میں بند ہوں گی''۔

یہ معاہدہ تاریخ اسلام کا ہی نہیں بلکہ تاریخ انسانیت و تاریخ کائنات کا بہت اہم معاہدہ ہے' صلح نامہ ہے۔ اس لئے میں اس کو باندازِ دیگر دوبارہ پیش کر رہا ہوں۔ تاریخِ طبری میں یہ صلح نامہ ان الفاظ میں درج ہے۔

یہ وہ امر ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو سے صلح کی' ان دونوں نے اس بات پر صلح کی ہے کہ دس سال تک جنگ نہیں کی جائے گی' اس عرصے کے دوران امن وامان سے رہیں گے اور ایک دوسرے کو گزند پہنچانے سے باز رہیں گے۔ جو شخص ولی کی اجازت کے بغیر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے گا وہ اسے لوٹانے کے پابند ہوں گے جو اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قریش کے پاس آئے گا وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ نہ خفیہ چوری کریں گے نہ خیانت کریں گے اور نہ عداوت کا اظہار کریں گے۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدے میں شامل ہونا چاہتا ہے ان کے ساتھ شامل ہو جائے اور جو قریش کے ساتھ شامل ہونا چاہتا ہے ان کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اس سال آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ واپس چلے جائیں گے اور اگلے سال ہمارے پاس آئیں گے اور صرف تین دن قیام کر سکیں گے اور تلواروں کو نیام میں رکھیں گے۔ (الطبری' جلد 3 صفحہ 79)

اس معاہدہ پر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت

Marfat.com

ابوبکر صدیق حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم نے اور مشرکینِ مکہ کی طرف سے حویطب بن عبدالعزیٰ، مکرز بن حفص نے دستخط کیے جب کہ صلح نامہ کو لکھنے کا شرف سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو حاصل ہوا۔

اس معاہدہ کا اصل حضور پُرنور نبی کریم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا اور اس کی ایک نقل سہیل بن عمرو کو دے دی گئی۔ جب عرب قبائل نے معاہدہ کی یہ شق سنی کہ ہر قبیلہ آزاد ہے جس فریق کے ساتھ چاہے اپنی دوستی کا معاہدہ کر لے تو بنی خزاعہ نے اسی وقت اعلان کر دیا کہ ہم محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں"۔ اور بنوبکر نے کہا کہ ہم قریش کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں۔

اور یوں دس سال کے لئے فریقین کے مابین جنگ کے بادل چھٹ گئے۔ بحیثیت ایک الگ اکائی کے مسلمانوں کو تسلیم کر لیا گیا۔ بظاہر یہ معاہدہ مسلمانوں نے نرم شرائط پر کیا لیکن اگر تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اپنے لئے تحفظات کا حصول قریش کے احساس شکست کی غمازی کرتا ہے۔ کفار و مشرکین کے لئے ٹھنڈے دل و دماغ سے اسلام کی حقانیت پر غور و فکر کرنے کا دروازہ کھلا اور اسلام ہوا کے تازہ جھونکے کی طرح روحِ انسانیت کو جلا بخش گیا۔ قلب و نظر میں روشنی بھر گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے کفر کی زنجیریں ٹوٹنے لگیں اور نورِ اسلام نور اللہ پھیلنے لگا۔

مسلمانوں نے معاہدہ کی جب یہ شرائط سنیں تو ان پر رنج و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان کی غیرتِ ایمانی یہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ حق و صداقت کے علمبردار ہوتے ہوئے وہ باطل سے دب کر صلح کریں۔ راہِ حق میں جان دے دینا اور سر کٹا دینا انہیں ہرگز گراں نہ تھا لیکن یہ بات ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھی کہ کفار من مانی شرائط پر ان سے صلح کر لیں۔ ہر شخص رنجیدہ خاطر تھا۔ ہر دل میں بے چینی اور بے قراری تھی حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسا بالغ نظر بھی مضطربانہ حالت میں اپنے قلبی اضطراب کا اظہار کرنے پر مجبور ہو گیا۔

ایک اللہ تبارک تعالیٰ کا نبی تھا جس کی نگاہِ نبوت ان خوش کن نتائج اور عواقب کو دیکھ رہی تھی جو مستقبل قریب پر اس معاہدے کے سبب مرتب ہونے والے تھے اور ایک یارِ غار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت تھی جس کے دل میں اطمینان اور سکون تھا۔ اسے یقین تھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا رسول جو کرتا ہے۔ اپنے ربّ کے حکم سے کرتا ہے اور اپنے ربّ کے حکم کی تعمیل میں بندوں کی بھلائی اور سرفرازی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اضطراب اور بے کلی کی وجہ محض یہ تھی کہ انہیں بظاہر ان شرائط میں کفار کی بالادستی نظر آ رہی تھی۔ جیتے جی انہیں گوارا نہ تھا کہ وہ زندہ بھی ہوں اور پتھروں کے پجاری اپنی من مانی شرائط پر صلح کرا لیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کی عظمت و شوکت کے بارے میں جتنا کسی کا

Marfat.com

جذبہ شدید تھا' اتنی ہی اس کی بے چینی زیادہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اپنے محبوب ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت وسطوت کے سامنے کسی سلطانِ دوراں کی شوکت وسطوت کو پرکاہ کے برابر بھی نہ سمجھتے تھے' جس کی خاکِ پاپر آسمان کائنات چمکنے والے مہر و ماہ اور کہکشاں قربان کئے جا سکتے تھے' اس سلطانِ کائنات' عظیم شہنشاہ بحرو برفخرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابوسفیان اوراس کے حواری آواز اونچی کرنے کی جرأت کریں۔ ان چودہ سو مسلمانوں کی غیرت کے لئے ایک چیلنج تھا۔

اگرچہ اس اضطراب کا منبع جذبہٗ ایمانی تھا لیکن اس کی یہ وجہ بھی تھی کہ وہ نتائج جو پردہ غیب کے پیچھے پنہاں تھے اور جو حکمتیں اس معاہدہ کو تسلیم کرنے میں مضمر تھیں وہاں تک ہر ایک کی رسائی نہ تھی۔ اسے تو ''مازاغ'' کی صفات سے لبریز پیغمبرو آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک دیکھ رہی تھیں بلکہ وہ چشمان مبارک تو اس سے بہت بہت آگے کا نظارہ فرما رہی تھیں اور جو کچھ وہ ذات پاک دیکھ رہی تھی اس کے صدیق کی شان صدیقیت اسے بن دیکھے پوری وثوق کے ساتھ اس کی تصدیق کر رہی تھی۔ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان تسلیم قابل صد آفرین ہے تو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تڑپ اور بے کلی بھی قابل صد تحسین ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان شرائط کو قبول نہ کرنے پر اصرار کرنے لگے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا حضرت عمر فاروق' حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ ان کا اعتراض دوشقوں پر تھا۔ اوّل یہ کہ مسلمان اس سال عمرہ ادا کئے بغیر واپس مدینہ لوٹ جائیں۔ دوم یہ کہ جو لوگ مدینہ پناہ لینے آئیں انہیں مسلمانوں کو واپس کرنا ہوگا لیکن قریش اس بات کے پابند نہ ہوں گے کہ وہ کسی کو مکہ سے واپس کریں۔

سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم یہ شرائط ہمیں کسی طرح منظور نہیں' دباؤ میں آکر معاہدہ نہ کیا جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جذبات سے مغلوب ہوکر بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گزارشات پیش کر رہے تھے۔

ایک ایک لفظ سے ان کی دلی کیفیت عیاں ہو رہی تھی' ایک ایک حرف میں ان کا کرب نمایاں تھا۔ جذبات میں آکر ان کا لہجہ قدرے سخت ہوگیا جس کا انہیں عمر بھر افسوس رہا۔ انہوں نے کہا۔

یارسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''کیا ہم مسلمان نہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بے شک ہم مسلمان ہیں'' انہوں نے کہا ''کیا وہ مشرک نہیں؟'' ارشاد ہوا ''ہاں وہ مشرک ہیں'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ''تو پھر ہم اپنے دین میں ذلت کیوں قبول کریں؟'' (الطبری تاریخ الامم والملوک' جلد 3 صفحہ 79)

اس ساری گفتگو کے آخر پر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' رہبر کائنات' حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دلی کیفیت کو بھانپ کر جو بھرپور اور جامع جواب دیا۔ اس سے آپ ﷺ کی حکمت و بصیرت اور اپنے مؤقف کی سچائی پر یقین کامل کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا۔

میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ (الطبری تاریخ الامم والملوک' جلد 3 صفحہ 79)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسی جذباتی حالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور مذکورہ شرائط کے بارے میں اپنے ردِعمل کا اظہار کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق اکبر' یارِ غار رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر! وہ اللہ کے رسول ہیں جو فیصلہ وہ کریں گے وہی درست ہوگا۔

آیئے! دونوں کا مکالمہ انہیں کے الفاظ میں سماعت فرمایئے۔ دونوں کے سینوں میں شمع ایمان روشن ہے۔ ایک صدیق ہے اور دوسرا فاروق ہے اور دونوں ہی شانِ رب العالمین' شانِ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ﷺ کا مظہر ہیں۔ ان دونوں کی شانیں آپ کا دل موہ لیں گی۔

بارگاہِ رسالت میں اپنے جذبات کے اظہار کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے بے قابو جذبات کو یوں زبان دیتے ہیں:

''اے ابوبکر!'' ''کیا حضور ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے سچے نبی نہیں ہیں''۔ ''انہوں نے جواب دیا' بیشک حضور پُرنور ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے سچے نبی ہیں''۔

''کیا ہم حق پر نہیں۔ کیا وہ باطل پر نہیں''۔

''کیا ہمارے مقتول جنت میں نہیں۔ کیا ان کے مقتول دوزخ میں نہیں''۔

''آپ نے فرمایا بیشک ایسا ہی ہے''۔

''پھر ہم دین کے معاملہ میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں۔

اور عمرہ کئے بغیر لوٹ جائیں حالانکہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ابھی ہمارے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ نہیں کیا''۔

اب شانِ صدیقی لب کشا ہوتی ہے' فرمایا:

''اے شخص! حضور انور ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول ہیں۔ وہ اپنے ربّ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور وہ آپ کا مددگار ہے''۔

''اس لئے حضور ﷺ کے رکاب کو آخر دم تک مضبوطی سے پکڑے رہو''۔

''خدا کی قسم! وہ حق پر ہیں اور وہ اللہ کے سچے رسول ہیں''۔

''میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں''۔

Marfat.com

حضرت عمر کے ذہن میں ایک خلش اور بھی تھی' اس کو دور کرنے کے لئے رازدانِ اسرارِ نبوت سے پوچھا:

''کیا حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کریں گے اور اس کا طواف کریں گے''۔

''بیشک حضور ﷺ نے یہ بیان کیا تھا''۔

''کیا حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ تم اس سال خانہ کعبہ کا طواف کرو گے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا' نہیں۔ حضرت صدیق نے کہا:

''یقیناً تم کعبہ شریف کے پاس جانے والے ہو اور اس کا طواف کرنے والے ہو''۔

یہ کلمات جو ان کی زبان سے نکلے اگرچہ ان کا محرک جذبۂ محبت تھا۔ اگرچہ اس کا باعث غیرت وحمیتِ ایمانی تھی' معاذ اللہ کوئی بے ادبی یا گستاخی نہ تھی لیکن اس کے باوجود وہ ہمیشہ اس پر افسوس کرتے رہے۔ آپ کے اپنے الفاظ سنئے:

''یہ کلمات جو میری زبان سے نکلے' ان کی تلافی کے لئے میں صدقے کرتا رہا' روزے رکھتا رہا' نوافل پڑھتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا تاکہ جو لغزش مجھ سے اس دن سرزد ہوئی تھی وہ معاف کر دی جائے۔ یہ سلسلہ میں نے جاری رکھا یہاں تک کہ مجھے اللہ تبارک تعالیٰ سے رحمت و بھلائی کی قوی امید ہو گئی اور مجھے اطمینان ہو گیا ہے کہ اللہ میرا انجام بہتر کرے گا''۔

(السیرۃ الحلبیہ' جلد 3 صفحہ 19۔ سبل الہدیٰ والرشاد' جلد 5' صفحہ 87)

محمد رسول اللہ لکھنے پر جو نازک صورتحال رونما ہوئی' وہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اصرار تھا کہ میں رسول اللہ کا لفظ نہیں مٹاؤں گا۔ حضرت اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کو مجبور کر رہے تھے کہ آپ یہ لفظ نہ مٹائیں۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' علی! رسول اللہ کے لفظ مٹا دو۔ اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یا رسول اللہ! مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا۔

حضور انور ﷺ نے فرمایا مجھے دکھاؤ تم نے کہاں لکھا ہے۔ حضور ﷺ نے خود یہ لفظ محو کر دیئے اور حکم دیا کہ اس کی جگہ لکھو محمد بن عبداللہ (ﷺ) امام بیہقی نے جو روایت لکھی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اسے مٹایا اور اس کی جگہ لکھا۔ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے کفار مکہ کے ساتھ صلح کی ہے''۔ (دلائل النبوۃ' بیہقی جلد 4' صفحہ 146)

سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ کے لفظ کو مٹانے سے انکار یا اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا اصرار کہ محمد رسول اللہ ہی لکھا جائے' معاذ اللہ کسی نافرمانی یا گستاخی کے باعث نہ تھا بلکہ ذاتِ پاکِ مصطفیٰ ﷺ سے جو قلبی وابستگی ان کو تھی' یہ سب ان کے تقاضے اور کرشمے تھے۔ اسی لئے حضور پُرنور ﷺ نے

Marfat.com

ان پر کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ مسلسل ان کی طمانیت خاطر کا اہتمام فرماتے رہے۔

بعینہٖ یہی معاملہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی بے چینی کا تھا۔ حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس پر بھی قطعاً کسی برہمی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ ان کے اطمینانِ قلب کے لئے انہیں اپنے منصبِ نبوت اور علمِ خداداد کی طرف متوجہ کرتے رہے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پریشانی و بے چینی بہت خوبصورتی و پیار سے فوری دور فرمایا کرتے تھے اور انہیں ہر صورتحال میں دلی سکون و اطمینان عطا فرمانا حضور پُرنور ﷺ کا معمول تھا جیسا کہ درج ذیل سے بھی خوب ظاہر ہے۔

جب یہ شق لکھی جانے لگی کہ اگر کوئی مسلمان مکہ واپس لوٹ جائے گا تو اہلِ مکہ واپس نہیں کریں گے اور اگر کوئی مکہ کا آدمی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مسلمانوں کے پاس آ جائے گا تو مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ وہ اسے واپس کر دیں۔

اس شق سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بے چینی اور اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں کی زبانوں سے نکلا:

"سبحان اللہ! کیا یہ شرط بھی لکھی جائے گی، ایک شخص جو مسلمان ہو کر ہمارے پاس آئے گا اسے ہم کس طرح کافروں کے حوالے کر دیں گے"۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور سرکارِ دوعالم تاجدارِ کائنات ﷺ نے ایک جملہ سے اس طوفان کو خاموش کر دیا، فرمایا:

"ہاں! لکھی جائے گی، جو شخص ہمیں چھوڑ کر ان کے پاس چلا جائے گا، اللہ تبارک تعالیٰ اس کو اپنے درِ رحمت سے دور کر دے گا اور جو ان میں سے ہمارے پاس آئے گا تو اللہ تبارک تعالیٰ اس کے لئے کشادگی اور نجات کا راستہ پیدا فرما دے گا"۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5، صفحہ 89)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دراصل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت کے دلی جذبات کی ترجمانی کا فریضہ سرانجام دیا تھا۔ وہ قریش کے ساتھ دب کر معاہدہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ احتراماً خاموش رہے اور حد ادب سے بڑھ جانے کے خدشہ کے پیشِ نظر لب کشائی کی جرأت نہ کر سکے۔ ان کا قلبی خلجان ان کے چہروں سے نمایاں ہو رہا تھا لیکن ادب سے بڑھ جانے کے خدشے کے پیشِ نظر سب خاموش تھے۔ وہ اجتماعی طور پر ایک نفسیاتی صدمے سے دوچار تھے۔

انہیں رہ رہ کر مخبرِ صادق ﷺ کا وہ خواب بھی یاد آ رہا تھا کہ انہوں نے سر منڈایا ہوا ہے۔ وہ بیت اللہ شریف میں داخل ہو رہے ہیں اور کعبہ کی کلید بھی ان کے ہاتھ میں ہے لیکن اب صورتحال اس کے برعکس نظر آ رہی تھی چونکہ وہ ذہنی طور پر اس صورتحال کے لئے تیار نہیں تھی اس لئے یہ صورتِ حال ایک صدمہ کی شکل

Marfat.com

اختیار کر گئی۔ جو ان کے چہروں اور گفتگو سے عیاں ہو گئی۔ حالانکہ اس خواب کی یہ تعبیر ہرگز نہ تھی کہ کامیابی کے یہ سارے واقعات اسی سفر میں پیش آئیں گے۔ یہ تو بعض مسلمانوں کی اپنی تعبیر تھی جو ان کی توقع کے برعکس نکلی۔ (السیرۃ الحلبیہ' جلد 3 صفحہ 22)

ابو جندل رضی اللہ عنہ کی آمد

ابھی صلح کی شرائط پر مذاکرات جاری تھے' بحث و تمحیص ہو رہی تھی کہ ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا جس سے مسلمانوں کے دکھ اور کرب میں مزید اضافہ ہو گیا اور ان کی مایوسی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ ہوا یہ کہ جب صلح نامہ کی شرائط طے ہو گئیں اور آخر میں گواہوں کے دستخط ثبت ہونا باقی رہ گئے تو ایک مسلمان نوجوان جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور جس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ قریش کی قید سے بھاگ کر وہاں پہنچ گیا۔ وہ اپنے مسلمان بھائیوں سے پناہ کا طلبگار تھا۔ یہ قریش کی طرف سے نامزد کردہ مذاکراتی ٹیم کے سربراہ سہیل بن عمرو کا بیٹا تھا جن کا نام ابو جندل رضی اللہ عنہ تھا۔ انہوں نے جب پوچھا کہ

''اے مسلمانوں کے گروہ! مجھے دوبارہ مشرکین کے ظلم و ستم سہنے کے لئے ان کے حوالے کر دیا جائے گا؟''

تو مسلمانوں میں اضطراب کی تازہ لہر دوڑ گئی۔ (المغازی الواقدی' جلد 1 صفحہ 608)

معاہدہ کی شرائط طے ہو رہی تھیں' مسلمان مایوسی کے عالم میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے لیکن ابو جندل رضی اللہ عنہ کی آمد اور اس کی گریہ وزاری نے' کہ آپ پھر مجھے کفار کے حوالے کر دیں گے' مسلمانوں کے جذبات میں آگ لگا دی۔ سینوں میں ایک تلاطم برپا ہو گیا۔ قریش کے وفد کا سربراہ اپنے بیٹے کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اسے زدوکوب کرنے لگا وہ اپنے بیٹے کو دھکے دے رہا تھا اور حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو چیخ چیخ کر مدد کے لئے پکار رہے تھے۔ مسلمانوں سے نہ رہا گیا آگے بڑھ کر ابو جندل رضی اللہ عنہ کو سہیل بن عمرو کی گرفت سے آزاد کرایا۔ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد کے سربراہ سے کہا چونکہ ابھی معاہدہ پر دستخط نہیں ہوئے اس لئے ہم ابو جندل رضی اللہ عنہ کو واپس نہیں کریں گے۔ سہیل بن عمرو نے کہا کہ اگر میرے بیٹے کو واپس نہ کیا گیا تو میں معاہدے کو توڑ دوں گا اور اس پر دستخط نہیں کروں گا۔

وفد قریش کے قائد کا یہ مطالبہ کہ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا جائے' منظور تو کر لیا گیا لیکن حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ابو جندل رضی اللہ عنہ کی رہائی کا مطالبہ کرتے رہے۔ ایک عام مخلص قائد اپنے کارکن کی ذرا سی بھی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر رحمۃ للعالمین تھے (ہیں)۔ انہیں کل جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا وہ اپنے امتی کے دکھ کو سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کی رہائی پر اصرار کیا کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ اپنی مرضی سے ہمارے پاس رہنا چاہتا ہے اس لئے تم اگر میری خاطر اسے یہاں

Marfat.com

رہنے دو تو مناسب ہوگا لیکن سہیل بن عمرو نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا۔

ابوجندل نے دیکھا کہ مجھے پھر ظالم باپ کی تحویل میں دے دیا جائے گا اور وہ مجھ پر پہلے سے بھی زیادہ مشق ستم کرے گا تو اس نے فریاد کرنا شروع کی۔ غریب پرور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے ابوجندل کو اپنے پاس بلایا اور اسے فرمایا:

''اے ابوجندل! صبر کرو اور اس کے اجر کی اللہ سے امید رکھو۔ یقیناً اللہ تبارک تعالیٰ تیرے لئے اور تیرے کمزور ساتھیوں کے لئے نجات کا راستہ بنانے (ہی) والا ہے۔ ہم نے قوم کے ساتھ صلح کی ہے اور ان کے ساتھ عہد و پیمان کیا ہے۔ اب ہم عہد شکنی نہیں کر سکتے''۔

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے آقا ﷺ کے حکم کی تعمیل کر کے ایک قابلِ فخر مثال قائم کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم افسردہ تھے' حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ اپنی آنکھوں میں حسرت و یاس لئے کفار کی قید میں چلے گئے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد' جلد 5 صفحہ 91- امتاع الاسماع جلد 1 'صفحہ 266۔ خاتم النبیین جلد 2' صفحہ 852)

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے جذبات دیکھ کر مشرکین کے وفد کے دوسرے اراکین نے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو پناہ دینے کا اعلان کر دیا کہ وہ مکہ میں ان کی پناہ میں رہیں گے اور کوئی انہیں گزند نہیں پہنچا سکے گا۔ (المغازی للواقدی' جلد 1 صفحہ 608)

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے اپنے آقا ﷺ کے حکم کو دل کی گہرائیوں سے قبول کیا اور اپنے کافر باپ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ وہ جانتے تھے کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا کوئی قول و فعل حکمت و دانائی سے خالی نہیں۔ میری واپسی میں مسلمانوں کی اجتماعی بھلائی مضمر ہوگی۔ ایک نبی اور امتی کا یہ رشتہ کتنا عظیم رشتہ ہے کہ خون کے رشتوں کا تقدس بھی ہوا میں تحلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے اطاعت رسول ﷺ کا ایسا سبق مسلمانوں کو دیا جو رہتی دنیا تک ان کے قلب و نظر میں روشنی بکھیرتا رہے گا۔

معاہدہ معرضِ تحریر میں آ چکا تو اللہ کے رسول ﷺ مدینہ واپس جانے کی تیاری کرنے لگے۔ آپ ﷺ نے احرام کھول دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی حکم دیا کہ احرام کھول دیں۔ قربانی کے جانور ذبح کریں اور سر منڈا لیں لیکن طواف کعبہ کئے بغیر واپسی کا خیال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں پر بوجھ بنا ہوا تھا اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خاموشی اختیار کی۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ اس خاموشی پر رنجیدہ ہوئے' خیمے میں تشریف لائے تو اُم المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پریشانی کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے انہیں ساری صورتحال سے آگاہ فرمایا۔

اُم المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور ﷺ کو مشورہ دیا کہ آپ ﷺ

Marfat.com

اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دینے کے بجائے عملی مظاہرہ کر کے دکھائیں۔ اپنے جانور خود پہلے ذبح کریں اور سر منڈا لیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کی پیروی میں ایسا ہی کریں گے۔ آپ ﷺ نے اپنی زوجہ مطہرہ کی اس تجویز کو پسند فرمایا۔ آپ ﷺ اپنی جگہ سے اٹھے' قربانی کے جانور کو ذبح کیا۔ آپ ﷺ کو جانور ذبح کرتے دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اٹھے اور قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے لگے پھر حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت خراش بن امیہ رضی اللہ عنہ سے اپنا سر منڈایا۔ (السیرۃ الحلبیہ' جلد 3 صفحہ 23)

آپ کو یاد ہوگا کہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو دیگر اموال غنیمت کے علاوہ ابوجہل کا نامی گرامی اونٹ بھی غنیمت میں ملا تھا۔ ان ستر اونٹوں میں جن کو قربانی کے لئے حضور ہمراہ لائے تھے یہ اونٹ بھی تھا۔ ایک روز یہ دوسرے اونٹوں کے ساتھ چر رہا تھا کہ وہاں سے بھاگ نکلا اور حدیبیہ سے گزرتا ہوا یہ مکہ پہنچا اور ابوجہل کے گھر میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ حضرت عامر بن عنمہ انصاری رضی اللہ عنہ اس کی تلاش میں پیچھے پیچھے گئے اور اسے ڈھونڈ نکالا۔ اس کے گلے میں قلادہ تھا۔ اس کے کندھے کو زخمی کر کے خون بہا دیا گیا تھا جو اس بات کی نشانی تھی کہ یہ اونٹ حرم میں ذبح کرنے کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ مشرکین کے احمق لوگوں نے اس اونٹ کو واپس کر دینے سے انکار کر دیا۔ سہیل بن عمرو کو پتہ چلا تو اس نے حکم دیا کہ وہ اونٹ واپس کر دیں۔ انہوں نے اس کے بدلے میں سو اونٹ دینے کی پیشکش کی۔ حضورِ انور نبی کریم سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا' اگر میں نے اس کو قربانی کے لئے نامزد نہ کیا ہوتا تو ہم ایسا کر لیتے لیکن اب ایسا نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ اس اونٹ کو حضورِ انور ﷺ نے ذبح فرمایا اور کئی دوسرے صحابہ کو بھی اس میں شریک کیا۔ ہر اونٹ میں سات سات آدمی شریک کئے گئے۔ آپ ﷺ نے اونٹوں میں سے بیس (20) اونٹ مکہ بھیجے تاکہ مروہ کے پاس حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی طرف سے انہیں ذبح کیا جائے۔ حضرت طلحہ بن عبیداللہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنی اپنی قربانی کے اونٹ ساتھ لے گئے تھے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دوعالم ﷺ جب جانوروں کی قربانی سے فارغ ہوئے تو اپنے خیمہ میں تشریف لائے جو سرخ چمڑے سے بنا ہوا تھا وہاں اپنے حجام حضرت خراش بن امیہ الکعبی رضی اللہ عنہ کو طلب کیا اور سر مبارک کا حلق کرایا۔

گیسوہائے مبارک پاس ہی ایک درخت تھا اس پر ڈال دیئے گئے۔ لوگ آتے تھے یہ موئے مبارک لے جاتے تھے جس کے پاس زیادہ ہوتے وہ دوسروں کو بھی حصہ دیتا۔ حضرت اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا نے بھی کافی موئے مبارک لے لئے ان کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی شخص بیمار ہوتا تو آپ ان گیسوؤں کو دھوتیں اور یہ دھوون اس بیمار کو پلاتیں۔ وہ بیمار اللہ تبارک تعالیٰ کی مہربانی اور دھوون کی برکت سے شفایاب ہو جاتا تھا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5' صفحہ 93)

Marfat.com

چند ایمان افروز واقعات

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ مقامِ حدیبیہ میں انیس (19) یا بیس (20) دن قیام فرما رہے۔ اس دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم عالمِ خفا و غیوب مخبرِ صادق ﷺ کے کئی معجزے اور کمالات دیکھے جنہیں دیکھ کر ان کے ایمان محبت اور عقیدت میں اور اضافہ ہوا اور ان کی اطاعت، اتباع، حکم برداری اور تابعداری اور نکھر گئی۔ یہ واقعات بھی حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا حصہ ہیں اور آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے واقعات تو ہر مسلمان کے لئے بہت اہم ہیں برکتوں اور رحمتوں کا باعث ہیں اور فلاحِ دارین کا باعث ہیں۔

ان تمام معجزوں، کمالات وتمام واقعات کا احاطہ تو شائد یہاں ممکن نہ ہو لیکن ان سے بالکل صرف نظر کرنا بھی محرومی ہے اس لئے بطورِ تبرک چند واقعات اجمالی طور پر پیشِ خدمت ہیں۔

ایک دفعہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اطلاع ملی کہ پانی نایاب ہے لوگ بہت پریشان ہیں۔ حضور پُرنور رحمت اللعالمین ﷺ تشریف لائے۔ ایک کنوئیں کی منڈیر پر تشریف فرما ہوئے اور پانی منگوایا اس سے کلی فرمائی اور دعا مانگی۔ پھر وہ پانی اس کنوئیں میں ڈال دیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ کنواں لبالب پانی سے بھر گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیر ہو کر پیا اپنی سواریوں کو پلایا۔ اس کنویں کا پانی ہر مقصد کے لئے خوب استعمال ہوا اور یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ مسلمانوں نے یہاں سے کوچ کیا آخری وقت تک وہ کنواں بھرا رہا۔

(تاریخ الخمیس، جلد 2، صفحہ 18)

قربانی کا فریضہ ادا کرنے کے بعد واپسی کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور وہی راستہ اختیار کیا گیا جس راستے سے گزر کر یہ قافلہ اہلِ وفا حدیبیہ میں اترا تھا۔ سوائے اس حصہ کے جس میں خالد بن ولید کے سواروں سے بچنے کے لئے دوسرا راستہ اختیار کیا گیا تھا۔

واپسی کے وقت جب مراء الظہران سے گزر کر عسفان پہنچے تو وہاں سامانِ خوراک ختم ہو گیا جس کی وجہ سے لوگ بہت پریشان ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اجازت ہو تو چند سواری کے جانور ذبح کر لئے جائیں ان کا گوشت پکا کر کھالیں گے۔ ان کی چربی سے بالوں کو تر کر کے کنگھی کر لیں گے اور ان کے چمڑے سے جوتے بنالیں گے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اجازت دے دی۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو دوڑے آئے عرض کرنے لگے۔ یارسول اللہ ﷺ ابھی سفر بہت لمبا ہے۔ اگر اس طرح سواری کے جانور ہم نے ذبح کرنے شروع کر دیئے تو مدینہ طیبہ کیسے پہنچیں گے اور اگر راستہ میں کسی دشمن سے آمنا سامنا ہو گیا تو اس سے کیسے نمٹیں گے؟ میری گزارش ہے کہ حضور پُرنور ﷺ سب کو حکم دیں کہ جس کسی کے پاس کھانے کی کوئی چیز پس انداز ہے وہ لے آئے یہ ساری چیزیں

Marfat.com

ایک چادر پر اکٹھی کر دی جائیں۔

''پھر آپ اس پر برکت کی دعا فرمائیں' یقیناً اللہ تبارک تعالیٰ آپ کی دعا کی برکت سے ہمیں اپنی منزل پر پہنچا دے گا''۔

چمڑے کا ایک دستر خوان بچھا دیا گیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے سب کو حکم دیا۔ جو کچھ کسی کے پاس تھا' وہ لے آیا۔ کوئی مٹھی بھر کھانا لا رہا تھا اور کوئی چند کھجوریں لا رہا تھا۔ جب سب سامان اکٹھا ہو گیا تو وہ ڈھیر اتنا تھا جیسے ایک بیٹھی ہوئی بکری جب کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد چودہ سو سے زیادہ تھی۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور رحمت للعالمین ﷺ اس ڈھیر کے پاس تشریف لائے اور زمینوں اور آسمانوں کے مالک اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا مانگی۔ پھر سب کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ ڈیڑھ ہزار آدمی نے سیر ہو کر کھایا اور اپنے برتنوں اور تھیلوں کو خوب بھر لیا اس کے باوجود وہ ڈھیر ویسے کا ویسے ہی تھا اس میں ذرا کمی نہ ہوئی تھی۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی جود و عطا کا یہ منظر دیکھ کر حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ دندانِ مبارک ظاہر ہو گئے اور فرمایا:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی خدا نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ بخدا! نہیں ملاقات کرے گا اللہ تبارک تعالیٰ سے کوئی بندہ جو ان دو حقیقتوں پر ایمان رکھتا ہے مگر اس کو آگ کے عذاب سے بچا لیا جائے گا''۔ (السیرۃ الحلبیہ' جلد 3 صفحہ 24 سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5' صفحہ 95)

روشن فتح کی خوشخبری

حضور نبی کریم ﷺ جب ضجنان کے مقام پر پہنچے جو مکہ سے پچیس میل (چالیس کلومیٹر) کے فاصلہ پر ہے یا بقولِ بعض کراع الغمیم کے مقام پر پہنچے تو سورۂ فتح نازل ہوئی جس کی پہلی آیتِ مبارکہ ترجمہ: ''بے شک ہم نے تمہیں روشن فتح عطا کی'' نے اس حقیقت کو آشکارا کر دیا کہ جس صلح سے تم کبیدہ خاطر ہو اور جن شرائط کے باعث تمہارے دل غمزدہ ہو گئے ہیں یہ حقیقت میں فتحِ مبین ہے۔

چنانچہ چند سال میں ہی جب اس معاہدہ میں چھپی برکات کا ظہور ہوا تو ہر ایک کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ واقعی یہ صلح اسلام اور ہادی اسلام کے مشن کی تکمیل کے لئے اور اُمتِ مسلمہ کے لئے ایک عظیم الشان فتح تھی۔ کفار نے ان شرائط کو مان کر مسلمانوں کی آزاد حیثیت کو گویا تسلیم کر لیا تھا۔ وہ اب اپنی قوم سے بھٹکے ہوئے چند افراد کی ٹولی نہیں تھے بلکہ ایک آزاد قوم تھے جن کی آزاد مملکت تھی جس کے اپنے مساویانہ حقوق تھے اور وہ لوگ جو طاقت کے بل بوتے پر اس کے وجود کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے انہوں نے بھی آج اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا۔

نیز صلح ہو جانے کے بعد مکہ اور مدینہ کے درمیان حالتِ جنگ کی کیفیت اختتام پذیر ہو گئی اور آ

Marfat.com

جانے پر پابندیاں اٹھ گئی تھیں۔ چنانچہ تبلیغِ اسلام کا کام اس زور وشور سے ہوا اور دینِ اسلام کو ایسی کامیابیاں حاصل ہوئیں کہ گزشتہ انیس سال کی جدوجہد ایک طرف اور صلح حدیبیہ کے بعد کے دو سال کی جدوجہد ایک طرف۔ قبائل کے قبائل فوج درفوج مدینہ طیبہ کا رخ کر رہے تھے اور حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کر رہے تھے۔ اس سفر میں حضور ﷺ کے ہمراہیوں کی تعداد چودہ سو کے قریب تھی اور دو سال بعد جب غزوۂ فتح مکہ کے لئے حضور ﷺ روانہ ہوئے تو دس ہزار کا لشکرِ جرار ہمراہ تھا۔

نیز امن قائم ہو جانے کے بعد حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو یہ موقع مل گیا کہ جو علاقے اسلام کے زیرِ نگین ہو چکے تھے ان میں اسلامی حکومت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کر دیا جائے اور اسلامی قانون کے نفاذ سے مسلم معاشرہ کو ایک نئی اور پاکیزہ تہذیب اور تمدن کے سانچے میں ڈھال دیا جائے۔ اس صلح کا یہ فائدہ بھی کچھ کم اہم نہیں کہ قریش کی جانب سے جب اطمینان ہوا تو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے شمالی عرب اور وسطِ عرب کی دینِ اسلام کی مخالف طاقتوں کو مسخر کرنے کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔ صلح حدیبیہ کے تین ماہ بعد یہودیوں کے اہم مراکز خیبر، فدک، وادی القریٰ، تیمہ اور تبوک پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور وسطِ عرب میں پھیلے ہوئے بادیہ نشین قبائل جو پہلے قریش کے حلیف تھے۔ ایک ایک کر کے حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے یا انہوں نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کی اطاعت قبول کر لی۔

صلح حدیبیہ، حکمت و دانائی، تحمل و رواداری، صبر و استقامت اور بصارت و بصیرت کی فتح ہے۔ محدثین کا قول ہے کہ سورۂ فتح صلحِ حدیبیہ کے بعد واپسی کے سفر میں نازل ہوئی جس میں اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے ایک عظیم تاریخی فتح قرار دیا اور صلح کرنے پر مسلمانوں کی تعریف کی اس لئے کہ اسلام بنیادی طور پر امن و سلامتی اور خیر و عافیت کا دین ہے۔ کیا یہ معمولی بات ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے دستِ رسول ﷺ پر بیعت کرنے والے نفوسِ قدسیہ کو اپنی رضا سے نوازا اور اپنی خوشخبری کے پھول ان کے دامنِ آرزو میں بکھیر دیئے۔

"اے رسول اس صلح حدیبیہ میں بلاشبہ ہم نے آپ کو صریح فتح دی"۔ (سورۂ فتح آیت 1)

اس آیت میں صلح حدیبیہ کو ایک شاندار فتح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ صلحِ حدیبیہ فتح مکہ کا دروازہ ہے۔ اگر یہ دروازہ مقفل رہتا تو شاید اتنی جلدی مسلمان فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل نہ ہو سکتے اور قریش پسپائی اختیار کرنے پر مجبور نہ ہوتے۔

سورۂ فتح کی آیت 18 میں بیعتِ رضوان کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس بیعتِ رضوان کو ایک بیعتِ عظیم قرار دیا ہے اور وہ اس طرح کہ مالک و خالقِ کائنات ربّ للعالمین نے اس بیعت پر اپنی خوشی و رضا کا اقرار فرمایا ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ بیعت کرنے والوں سے راضی ہو گیا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ

Marfat.com

السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ (الفتح:۱۸)

ترجمہ: یقیناً اللہ مومنوں سے خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ پس اللہ نے جو ان کے دلوں میں تھا جان لیا پھر ان (کے دلوں) پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو جلد ہی ایک فتح انعام فرمائی''۔

صلحِ حدیبیہ کا ایک فوری فائدہ یہ ہوا کہ مکہ میں مقیم مسلمانوں کو معاشرتی تحفظ ملا۔ ان کے گھر بار محفوظ ہو گئے اور ان کی شہری آزادیوں کو لاحق خطرات دور ہو گئے ورنہ جنگ کی صورت میں مسلمان مکہ میں داخل تو ہو جاتے لیکن وہاں مقیم مسلمانوں کی جانیں بھی خطرے میں پڑ جاتیں۔ صلح حدیبیہ سے نہ صرف مکہ کے مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا بلکہ اگلے سال مسلمانوں کے لئے عمرے کی ادائیگی کی راہ بھی ہموار ہو گئی۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے قریش کی طرف سے ان کے قانونی حق کی توثیق کو مسلمانوں کی فتحِ عظیم سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ سورۃ فتح کی آیت 27 میں یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ (فتح:27)

''بے شک اللہ نے رسول کو حقیقت کے مطابق سچا (صحیح) خواب دکھایا کہ انشاء اللہ تم مسجد حرام (خانۂ کعبہ) میں امن و امان سے داخل ہوں گے (اور تم میں کچھ سر منڈوائے ہوں گے اور (کچھ) بال کتروائے ہوں گے (اور پھر احرام کھولیں گے) تم کو کسی بات کا خوف نہ ہوگا۔ پھر وہ (یعنی خدا) جانتا ہے جو تم نہیں جانتے پھر اس نے فتحِ مکہ سے قبل ہی ایک فوری فتح دے دی (اور یہ فتح، فتحِ خیبر تھی)''۔

اس سورت کے نازل ہونے کے بعد حضور پُر نور نبی کریم رحمت اللعالمین ﷺ نے اپنے صحابہ کو فرمایا: ''چاشت کے وقت مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (یہ بات حضور نے تین بار فرمائی)۔

صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کو ان گنت مبارکیں ہوں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو تو بتا دیا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا۔ آپ ﷺ فرمایئے! ہمارے ساتھ ہمارا ربّ کیا معاملہ کرے گا''۔

تو اس وقت یہ آیت سورۃ فتح آیت 5 نازل ہوئی اور بیعتِ رضوان میں شامل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ''کامیابی'' کی خوشخبری دی۔

Marfat.com

لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ (فتح:5)

ترجمہ: ''تاکہ داخل کردے ایمان والوں اور ایمان والیوں کو باغوں میں' رواں ہیں' جن کے نیچے نہریں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور دور فرما دے گا ان سے ان کی برائیوں کو اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے''۔

جبرائیل امین نے حاضر ہو کر ہدیہ تہنیت پیش کیا مبارک باد دی۔ پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آقا حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی فتح مبین پر دل کی گہرائیوں سے بصد خلوص مبارک باد عرض کی۔

آئندہ سال جب حضورِ انور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کو ہمراہ لے کر عمرہ قضا ادا کرنے کے لئے تشریف لائے اور حلق کیا تو فرمایا' یہ ''ہے جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔''

جب 8 ہجری میں مکہ فتح ہوا اور کعبہ کے کلید بردار نے کعبہ کی کلید بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کی تو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمر بن خطاب کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ جب حاضر ہوئے تو چابی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''یہ وہ چیز ہے جو میں نے تم کو کہی تھی''۔

اور جب 10 ہجری کو حجۃ الوداع کے لئے حضور پُرنور پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم نبی کریم' رؤف ورحیم ﷺ نے عرفات میں وقوف فرمایا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے عمر ''یہ ہے وہ جو میں نے تمہیں کہا تھا''۔ حضرت عمر نے عرض کی' یارسول اللہ! اسلام میں کوئی فتح' صلح حدیبیہ سے بڑی نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک ارشاد بڑا ایمان افروز ہے۔ آپ بھی سماعت فرمایئے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں کوئی فتح' فتح حدیبیہ سے بڑی نہیں لیکن لوگوں کی عقلیں اس راز کو سمجھنے سے قاصر تھیں جو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' رہبر کائنات' حضور پُرنور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ربّ کے درمیان تھا۔ بندے جلد بازی کرتے ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ بندوں کی طرح جلد بازی نہیں کرتا یہاں تک کہ سارے امور اپنے انجام تک پہنچ جائیں۔

آپ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب حضور ﷺ قربانی کے جانور ذبح کر رہے تھے تو وہ ان جانوروں کو پکڑ کر حضور ﷺ کے قریب لے آتا تھا اور جب حجام نے حضور پُرنور سرکارِ دوعالم ﷺ کا حلق کیا تو میں نے دیکھا وہی حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ ان موہائے مبارک کو چن رہا ہے اور میں دیکھتا تھا کہ وہ انہیں اپنی آنکھوں پر رکھتا تھا۔ اس وقت مجھے حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ کا وہ انکار یاد آ گیا جو حدیبیہ کے دن اس نے کیا تھا۔ بسم اللہ شریف لکھنے سے بھی اس نے انکار کیا اور محمد رسول اللہ لکھنے سے بھی اس نے انکار کیا۔ میں نے اللہ تبارک تعالیٰ کی اس

Marfat.com

بات پر حمد وثنا کی جس نے اس کو اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی۔

''اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اس نبی رحمت پر جس کے طفیل اللہ تبارک تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں ہلاکت سے نجات عطا فرمائی''۔ آمین ثم آمین۔

(امتاع الاسماع' جلد 1' صفحہ 277)

ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی مدینہ آمد

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم عالمِ خفا و غیوب مخبرِ صادق' رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے ہی صبر آزما' گھمبیر اور پر اشتعال حالات میں' اتنے اشتعال انگیز حالات میں کہ جنہوں نے بڑے بڑے حوصلے والے اور عالی ظرفوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔ ان حالات میں مشرکینِ مکہ سے صلح کا معاہدہ کر کے سرزمین حرم کو خونریزی سے بچالیا۔ صلح وامن کے اس معاہدہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے بعد پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وفا شعار' اطاعت گزار' فرمانبردار عاشقان جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ طیبہ میں مراجعت فرما ہوئے۔

ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ مکہ سے ایک نوجوان جو دعوتِ حق قبول کرنے کی پاداش میں عرصۂ دراز سے اپنے خاندان کے جور وستم کا تختۂ مشق بنا ہوا تھا اور جسے انہوں نے زنجیروں میں جکڑ کر ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں قید کر رکھا تھا' کسی طرح اپنی زنجیروں کو کاٹ کر ان کے عقوبت خانہ سے نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔ راہِ عشق و وفا کا یہ آبلہ پا مسافر سینکڑوں میلوں کی مسافت پا پیادہ طے کر کے اپنے محبوب کے قدموں میں حاضر ہو گیا۔ روئے جاناں رُخِ انور کو دیکھ کر قید و بند کی صعوبتیں اور راہ کی کوفتیں سب فراموش ہو گئیں گویا وہ دوزخ سے نکل کر فردوسِ بریں میں آ گیا ہو۔

اسے یہاں آئے ہوئے بمشکل تین دن گزرے ہوں گے کہ ایک نئی آزمائش نے اسے آلیا اور ایک دوسری طرح کے مصائب سے دوچار کر دیا۔ اس کے دو قریبی رشتہ داروں اخنس بن شریق اور ازہر بن عبدِ عوف الزہری نے اپنا خط دے کر خنیس بن جابر کو بھیجا۔ یہ خط انہوں نے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھا تھا کہ ہمارا ایک عزیز ابوبصیر (رضی اللہ عنہ) ہماری اجازت کے بغیر یہاں سے بھاگ کر آپ کے پاس پہنچ گیا ہے۔ طے شدہ معاہدہ کے مطابق اسے ہمارے ان دو آدمیوں کے ہمراہ بھیج دیں۔ ایک کا نام خنیس عامری اور اس کے ساتھ جو دوسرا آدمی رہبر آیا تھا اس کا نام کوثر تھا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے وہ خط پڑھ کر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان دو آدمیوں کے حوالے کر دیا اور فرمایا تم ان دونوں کے ساتھ چلے جاؤ۔ اس نے عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے کافروں کے پاس بھیج رہے ہیں' وہ مجھے آزمائش میں مبتلا کر کے مجھے

Marfat.com

میرے ایمان سے محروم نہ کریں۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین ﷺ نے بڑے پیارے انداز سے اپنے عاشق دلفگار کو فرمایا:

''اے ابوبصیر! تم جانتے ہو ہم نے اس قوم کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور ہمارا دین' ہمیں عذر کی (معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کی) اجازت نہیں دیتا۔ اللہ تبارک تعالیٰ تمہارے لئے اور تمہارے ساتھ جو مسلمان ہیں' ان کے لئے نجات کا راستہ ہموار کر دے گا''۔

(امتاع الاسماع' جلد 1' صفحہ 227)

اس نے پھر عرض کی' یارسول اللہ! آپ مجھے مشرکین کے حوالے کر رہے ہیں۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا:

''ابوبصیر چلے جاؤ۔ اللہ تبارک تعالیٰ بہت جلد تیری نجات اور رہائی کا دروازہ کھول دے گا''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سرکارِ دوعالم ﷺ کے رازدان تھے۔ حضور پُرنور ﷺ کے ارشادات کے دوررس معانی پر جن کی نگاہ تھی۔ وہ چپکے چپکے اسے بشارتیں دے رہے تھے کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے فرما دیا ہے یقیناً تیری نجات کا بہت جلد انتظام ہونے والا ہے۔ (امتاع الاسماع جلد ا' صفحہ 277)

وہ دونوں آدمی حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو اپنی نگرانی میں لے کر روانہ ہو گئے اور ظہر کے وقت ذوالحلیفہ پہنچے۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں دو رکعت نمازِ ظہر ادا کی۔ ان کے پاس زادِ راہ کے طور پر کچھ کھجوریں تھیں وہ نکالیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی دعوت دی کہ وہ بھی آ کر کھائیں۔ انہوں نے بھی اپنا توشہ دان کھولا جس میں روٹی کے چند ٹکڑے تھے سب نے جو کچھ تھا' مل کر کھایا۔ خنیس عامری نے اپنی تلوار دیوار سے لٹکا دی تھی اور باتیں کرنے لگے۔ اس دوران خنیس عامری نے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور اسے لہرا کر کہنے لگا' میں اپنی اس تلوار سے صبح سے شام تک اوس و خزرج کا قتلِ عام کروں گا۔

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے کہا' تمہاری تلوار کاٹتی بھی ہے یا یوں ہی شیخی بگھار رہے ہو؟ اس نے کہا' بیشک اس کی دھار بڑی تیز ہے۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے کہا' ذرا مجھے دو میں بھی دیکھوں۔ جب تلوار حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی تو انہوں نے بجلی کی سرعت کے ساتھ وار کر کے خنیس عامری کا کام تمام کر دیا۔ پھر وہ اس کے ساتھی کوثر پر جھپٹے لیکن وہ بھاگ نکلا۔ انہوں نے اس کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ قابو نہ آیا۔ کوثر وہاں سے بھاگا اور سیدھا مدینہ طیبہ پہنچا۔ پیغمبرِ اوّل آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نمازِ عصر سے فارغ ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہم کلام تھے کہ کوثر دکھائی دیا' سانس پھولا ہوا ہے' پسینہ بہہ رہا ہے اور چہرہ پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔

جب خدمتِ اقدس میں پہنچا تو حضور پُرنور ﷺ نے دریافت کیا ''کیا ہوا؟ کیا بنی؟'' وہ کہنے لگا' آپ کے آدمی نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے اور میں بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں آیا ہوں' وہ بھی پیچھے پیچھے

Marfat.com

آ رہا ہے' وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا اور حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ سے جان کی امان مانگی۔ حضور پُر نور ﷺ نے اس کو پناہ دے دی۔ اتنے میں حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گیا۔ وہ خنیس عامری کے اونٹ پر سوار تھا۔ مسجد کے دروازے پر اونٹ بٹھایا اور اس کی تلوار گلے میں حمائل کئے ہوئے حاضر ہو گیا۔

اور عرض گزار ہوا یارسول اللہ ﷺ آپ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے مجھے دشمن کے ہاتھ میں دے دیا۔ میں اپنا دین بچا کر پھر حاضر ہو گیا ہوں۔ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

''اگر اسے آدمی مل جائیں تو یہ جنگ کی آگ خوب بھڑکا سکتا ہے''۔

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے مقتول عامری کے کپڑے ہتھیار اور اونٹ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے تاکہ اس سے پانچواں حصہ لے لیں۔ حضور ﷺ نے لینے سے انکار کر دیا۔ فرمایا' اگر میں خمس لوں تو وہ کہیں گے کہ میں نے وعدہ پورا نہیں کیا تو جان اور یہ سامان۔ یہاں سے جدھر تیرا جی چاہتا ہے' چلا جا۔

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ اس کے بعد مدینہ طیبہ سے نکل کر سیف البحر کے مقام پر آ کر قیام پذیر ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کے علاقہ العیص اور ذی المروہ کے درمیان آ کر قیام کیا۔ یہ جگہ سیف البحر کے قریب ہے اور مکہ کے تجارتی راستہ پر واقع ہے۔ جب سہیل بن عمرو نے یہ سنا کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے عامری کو قتل کر دیا ہے تو اسے بڑا رنج ہوا۔ وہ غصہ سے کہنے لگا کہ ہم نے اس لئے تو محمد ﷺ کے ساتھ معاہدہ نہیں کیا تھا۔ خنیس عامری کے ساتھی کوثر نے مکہ جا کر حقیقتِ حال سے قریش کو آگاہ کیا۔ دوسرے قریشیوں نے سنا تو کہا کہ محمد (ﷺ) نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ ہمارے آدمی کو تمہارے آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ راستہ میں اگر اس نے تمہارے ایک آدمی کو قتل کر دیا تو اس کی ذمہ داری محمد (ﷺ) پر عائد نہیں ہوتی۔

حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ جب مدینہ طیبہ سے نکلے تھے تو ان کے پاس مٹھی بھر کھجوریں تھیں۔ تین دن تک ان پر گزارا کیا۔ جب ساحل پر پہنچے تو مچھلیاں مل گئیں جو سمندر کی موجوں نے ساحل پر پھینکی تھیں۔ انہیں بھون بھون کر پیٹ بھرتے رہے۔ اب وہ وہاں سکون و آرام سے رہنے لگے۔ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے سیف البحر میں خیریت و سکون سے رہنے کی اطلاع ان مظلوم مسلمانوں کو پہنچی جو ابھی تک مکہ میں اپنے رشتہ داروں کے ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ لوگ کھسک کر ان کے پاس پہنچنے لگے۔

واقدی کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان مظلوموں تک حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو فقرہ زبانِ رسالت مآب سے نکلا تھا وہ پہنچا دیا۔ آپ نے انہیں یہ بھی بتایا کہ وہ فلاں جگہ اقامت گزین ہے۔ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ جس کو اس کا باپ حضور ﷺ سے زبردستی لے آیا تھا' وہ بھی ستر دیگر مسلمانوں کے ساتھ سیف البحر پہنچ گیا۔ حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے ان لوگوں کا امیر حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ تھا۔

Marfat.com

جب حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ پہنچ گئے تو اس گروہ کی قیادت ان کے سپرد کر دی گئی کیونکہ وہ قریشی تھے۔

اس کے بعد مسلمانوں کی امامت حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کرایا کرتے۔ ان کے بارے میں گردونواح کے لوگوں نے سنا تو وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ بنی غفار، اسلم اور جہینہ قبائل کے کئی طالع آزما بھی آ کر ان کے ساتھ مل گئے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد تین سو ہو گئی۔ اکا دکا مکہ کا مشرک قریشی اگر ان کے ہتھے چڑھ جاتا تو وہ اسے قتل کر دیتے۔ کوئی تجارتی قافلہ گزرتا تو اسے لوٹ لیتے۔ اگر کوئی مقابلہ کرتا تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے۔

حضرت ابوجندل اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ صرف مشرکینِ مکہ کو ہی نقصان پہنچایا کرتے تھے اور اب ان کے گروپ میں نزدیک کے قبائل کے موقع پرست بھی آ ملے تھے اس لئے یہ کافی بڑی جماعت (گروہ) بن گئی تھی جس کا مقابلہ آسان نہ تھا۔ ان کی روزمرہ کی کارروائیوں سے اہلِ مکہ کے اوسان خطا ہو گئے۔ آخر لاچار اور مجبور ہو کر انہوں نے کفروشرک کے سالارِ اعظم ابوسفیان بن حرب کو مجبور کیا کہ وہ مدینہ طیبہ میں بارگاہِ رسالت مآب میں حاضرِ خدمت ہو کر عرض کرے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آدمیوں کو اپنے پاس بلا لیں۔ ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے اور اس کے بعد ہمارا جو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے' اسے آپ اپنے پاس رکھئے۔ ہم صلح نامے کی اس شرط کو منسوخ کرتے ہیں۔ اس غرض کے لئے ابوسفیان اپنے وفد کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ بڑی منت سماجت اور عجز و نیاز سے یہ درخواست پیش کی کہ اس شرط کو منسوخ کر دیں اور حضرت ابوبصیر اور حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کو واپس بلا لیں۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو شرفِ قبول بخشا اور اپنے دونوں مجاہدوں حضرت ابوجندل اور ابوبصیر رضی اللہ عنہ کی طرف نوازش نامہ لکھا کہ وہ اپنے مسلمان ساتھیوں کو ہمراہ لے کر مدینہ طیبہ پہنچ جائیں اور باقی لوگوں کو اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جانے کی ہدایت کر دیں اور آج کے بعد آپ لوگوں کے ساتھی مسلمان کسی قریشی پر اور ان کے کسی کاروان پر دستِ تعدی دراز نہ کریں۔

جب حضورِ انور نبی کریم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ حضرت ابوبصیر اور حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو اس وقت حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ حالت نزع میں تھے۔ انہوں نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نوازش و کرم نامہ اپنے ہاتھ میں لے کر پڑھنا شروع کیا کہ روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نے تجہیز و تکفین کے بعد نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس جگہ آپ کی قبر کھودی گئی اور اس مردِ خدا عاشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لحد میں رکھ کر سپردِ خاک کر دیا گیا۔

تقریباً تمام سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے مزارِ پرانوار کے پاس ہی مسجد تعمیر کر دی تا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے مخلص بندے جب اس مسجد میں اپنے پروردگار کو سجدہ کرنے سے فارغ ہوں تو

Marfat.com

انہیں ایک عاشقِ رسالت مآب کی مرقدِ منور کی زیارت ہو جائے اور زیارت کرنے والے یہ جان جائیں کہ حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ ابتلاء و آزمائش اور رنج والم کی قلیل مدت بسر کرنے کے بعد اب ابدی وصال کے مزے لوٹ رہے ہیں۔

اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کی وفات

اسی سال اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ اُمِ رومان بنتِ عامر بن عویمر رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ آپ نے دعوتِ اسلامی کے آغاز میں اسلام قبول کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ان کے بطن سے ایک صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور ایک صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تولد ہوئیں۔ جب ان کی قبر تیار ہوگئی۔ پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس قبر میں تشریف لے گئے اور ان کو لحد میں رکھا اور ارشاد فرمایا:

''جو شخص حوروں میں سے کسی خاتون کی زیارت کرنا چاہتا ہے، وہ ان کی زیارت کرلے''۔

ابنِ سعد کے نزدیک انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وفات پائی۔

(تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 26)

شرعی احکام سن 6 ہجری

سن 6 ہجری میں درج ذیل ہدایات واحکام نازل فرمائے گئے۔

1۔ نمازِ استسقاء کی ابتدا
2۔ حکمِ ظہار
3۔ مسلم خواتین اور مردوں کے لئے احکام
4۔ فرضیت حج
5۔ حالت احرام میں پابندیاں، سہولتیں

درج ذیل میں اب ان سب کا فرداً فرداً لیکن مختصراً ذکر ہوگا۔

نمازِ استسقاء کی ابتداء

اس سال (سن 6 ہجری) ماہ رمضان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عرصہ دراز گزر گیا ہے بارش کا ایک قطرہ تک نہیں ٹپکا۔ پانی کے ذخائر ختم ہو گئے ہیں، گھاس خشک ہو گئی ہے، درختوں کے پتے اور کھال تک سوکھ گئی ہے، مویشی بھوک سے ہلاک ہو رہے ہیں، غذائی اجناس کی نایابی کے باعث لوگ بھی فاقہ کشی پر مجبور ہیں۔ پس اپنے ربّ کریم سے ہمارے لئے بارش کی التجا کیجئے۔

Marfat.com

چنانچہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ہادیٔ دو جہاں رحمت اللعالمین محبوبِ ربّ العالمین ﷺ مع اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بڑے سکون و وقار کے ساتھ عیدگاہ کی طرف پیدل روانہ ہوئے۔ جب عیدگاہ تک پہنچے تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم امام الانبیاء ﷺ نے باجماعت دو رکعت نمازِ استسقاء ادا فرمائی۔ دونوں رکعتوں میں بالجبر قرأت کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ تلاوت فرمائیں۔ حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ نمازِ عیدین اور نمازِ استسقاء میں یہی دو سورتیں تلاوت فرمایا کرتے۔

نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کی طرف رُخِ انور کیا۔ پھر چادر مبارک کو الٹا کر کے اوڑھا۔ پھر اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے اور دست دعاء اٹھائے۔ پہلے تکبیر کہی پھر بایں الفاظ بارگاہِ ربّ العزت مجیب الدعوات میں بارش کے لئے التجاء کی:

''اے اللہ! ہم پر (رحمت کی) بارش نازل فرما۔ ایسی بارش سے ہماری مدد فرما جو مخلوق کو سیراب کر دے۔ ایسی بارش جو تر و تازہ کرنے والی ہو جو خوشی و شادمانی لانے والی ہو جو اپنے دامن میں خیرِ کثیر لئے ہو اور مسلسل ہو۔ ہر قسم کے نقصان سے خالی اور اچھے اثرات والی ہو۔ حسنِ فطرت کو نکھارنے والی اور جانوروں کی سیرابی کا سامان کرنے والی ہو۔ موسلادھار ہو اور ہر سو برسنے والی ہو۔ جل تھل کرنے والی ہو اور ساری زمین کو محیط ہو۔ مفید ہو۔ مضر نہ ہو۔ جلد برسے تاخیر سے نہ برسے۔ اے اللہ! اس (بارش) کے ذریعے شہروں کو حیاتِ نو عطا کر۔ اس کے ذریعے اپنے بندوں کی مدد فرما۔ اسے ایسی بارش برسا کہ جو شہروں اور دیہات میں رہنے والوں کے لئے مفید ہو اور کافی ہو۔ اے اللہ! ہماری زمین پر اس کا حسن اور اس کی برکت نازل فرما۔ اے اللہ! ہم پر آسمان سے پاک پانی نازل فرما جس کے ذریعے تو مردہ زمینوں کو حیات بخشے اور اس پانی سے اپنی مخلوق میں سے کثیر تعداد میں انسانوں اور جانوروں کو سیراب کرے''۔

(تاریخ الخمیس، جلد 2، صفحہ 14)

لوگ ابھی بیٹھے تھے کہ بادل کے ٹکڑے آسمان پر نمودار ہوئے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ آپس میں جڑتے چلے گئے اور سارے آسمان پر بادل چھا گئے۔ پھر مینہ برسنا شروع ہوا اور لگاتار سات دن اور سات رات برستا رہا۔ پھر مسلمان حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! زمین پانی میں غرق ہو گئی، مکانات گر گئے سارے راستے منقطع ہو گئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اس بارش کو ہم سے دور کر دے۔ لوگوں کے اس قدر جلدی بارش سے تنگ آ جانے پر پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، رہبرِ کائنات، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ دندانِ مبارک دکھائی دینے لگے۔

Marfat.com

پھر بادل کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا: ''ہمارے اردگرد برسو' ہم پر مت برسو''۔ فوراً مدینہ کے افق سے بادل ہٹ گیا۔ پھر عرض کی ''اے اللہ! چٹانوں کے سروں پر' درختوں کے جھنڈوں پر' وادیوں کے اندر اور ٹیلوں کی پشتوں پر بارش نازل فرما''۔

اسی وقت مدینہ طیبہ کے اوپر سے بادل چھٹ گیا۔ بارش رک گئی اور اردگرد کے پہاڑوں پر مینہ برستا رہا۔ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا کہ آج اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو یہ منظر دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کون ہے جوان کے وہ اشعار سنائے؟ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کھڑے ہو گئے اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھ کر سنائے:

1- ''وہ گوری رنگت والے جس کے رُخِ انور کے طفیل بادل پانی مانگتے ہیں اور وہ یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کی عصمت کا محافظ ہے''۔

2- ''آلِ ہاشم کے ہلاک ہونے والے مساکین اس کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور جنہیں اس کے پاس پناہ ملتی ہے وہ انعام واکرام اور فضل واحسان میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں''۔

3- ''اللہ کے گھر کی قسم! تم جھوٹ کہہ رہے ہو کہ محمد مصطفیٰ کو ہلاک کر دیا جائے گا جب تک ہم ان کے سامنے قتل نہ ہو جائیں اور جہاد نہ کریں''۔

4- ''وہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان کے حوالے کر دیں گے اس سے پہلے کہ ہماری لاشیں ان کے اردگرد تڑپ رہی ہوں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بے خبر ہو گئے ہوں''۔

(تاریخ الخمیس' جلد 2' صفحہ 14)

حکمِ ظہار

سن 6 ہجری میں ظہار کے بارے میں درج ذیل احکام و ہدایات ربّ العالمین نازل ہوئیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ مجادلہ کی آیات 1 تا 4 میں فرمایا۔

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ○ اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَّاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ○ وَالَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا (مجادلہ: 1 تا 4)

ترجمہ: ''بے شک اللہ نے سنی اس کی بات جو تم سے اپنے شوہر کے معاملے میں بحث کرتی ہے اور

Marfat.com

اللہ سے شکایت کرتی ہے اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے۔ بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ وہ جو تم میں اپنی بیویوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں۔ وہ ان کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور وہ جو اپنی بیویوں کو ماں کی جگہ کہیں' پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے' تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو ماہ روزے رکھے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ پھر جس سے روزے بھی نہ ہوسکیں تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے''۔

(سورۂ مجادلہ آیات 1 تا 4)

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ حضرت خولہ بنتِ ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہو گئے اور اسے کہا ''تم مجھ پر اس طرح ہو جس طرح میری ماں کی پیٹھ''۔ جاہلیت میں ظہار کو طلاق شمار کیا جاتا تھا۔ اسلام میں ظہار کا یہ پہلا واقعہ رونما پذیر ہوا۔ کچھ دیر کے بعد جب حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کا غصہ فرو ہوا تو بڑے نادم ہوئے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں۔

اس وقت اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھلا رہی تھیں۔ عرض کی' یارسول اللہ! میرے خاوند حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھ جب شادی کی تھی اس وقت میں مالدار بھی تھی اور میرے خاندان والے بھی زندہ تھے۔ جب انہوں نے میرا مال کھا لیا اور میرا شباب رخصت ہو گیا' میں بچے جننے کے قابل نہ رہی اور میرے خاندان والے منتشر ہو گئے تو اس نے میرے ساتھ ظہار کر لیا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ تو اس پر حرام ہو گئی ہے۔ اس نے یہ ارشاد سنا تو رونا چلانا شروع کر دیا اور کہنے لگی میں اپنے فقر و فاقہ' اپنے رنج و غم اور اپنے چھوٹے بچوں کی کسمپرسی کا شکوہ اللہ تبارک تعالیٰ کی جناب میں کرتی ہوں۔ اگر میں انہیں اپنے شوہر کے حوالے کرتی ہوں تو وہ ضائع ہو جائیں گے اور اگر انہیں اپنے پاس رکھتی ہوں تو وہ بھوکے رہیں گے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم سید المرسلین خاتم النبیین رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے یہ فرمایا کہ تو میرے نزدیک اس پر حرام ہو گئی ہے۔ یہ ارشاد سن کر اس نے بلند آواز سے رونا شروع کر دیا اور بے ساختہ کہنے لگی الٰہی! میں اپنے دکھ درد کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتی ہوں۔

اسی اثناء میں حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور جبرائیل امین یہ آیاتِ مبارکہ لے کر حاضر ہو گئے:

''بے شک اللہ تبارک تعالیٰ نے سن لی اس کی بات جو تکرار کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے

Marfat.com

بارے میں (اور ساتھ ہی) شکوہ کئے جاتی تھی اللہ سے (اپنے رنج وغم کا) اور اللہ سن رہا تھا تم دونوں کی گفتگو۔ بے شک اللہ تبارک تعالیٰ سب کی باتیں سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے''۔

(سورۂ مجادلہ آیت 1)

حضورِانور، سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ آیات پڑھ کر سنائیں اور فرمایا:

جو جملہ تم نے بولا ہے اس کے کفارہ کے لئے غلام آزاد کرو۔ انہوں نے عرض کی، یارسول اللہ! میری تو یہ بساط نہیں۔ میں اسے کیسے خرید کر آزاد کروں۔ حضورانور ﷺ نے فرمایا، پھر دو ماہ تک لگاتار روزے رکھو۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں اگر دن میں دوبار کھانا نہ کھاؤں تو میری بینائی کمزور ہوجاتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا، پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

انہوں نے عرض کی، میں تو اتنے مسکینوں کو اس وقت ہی کھانا کھلا سکتا ہوں کہ حضور پُرنور ﷺ میری مدد فرمائیں۔ چنانچہ ہادیٔ دوجہاں، رحمت للعالمین سرکارِ دوعالم ﷺ نے انہیں پندرہ صاع غلہ دیا اور پندرہ صاع غلہ خود ان کے پاس تھا۔ اس طرح نصف صاع فی کس کے حساب سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا انتظام ہوا۔ (تاریخ الخمیس، جلد2، صفحہ 25)

مسلم خواتین اور مردوں کے لئے احکام

سن 6 ہجری میں صلح حدیبیہ سے پہلے تک مسلمان مرد مشرک عورتوں سے اور مشرک مرد مسلمان عورتوں سے شادیاں کیا کرتے تھے۔ جب غزوۂ حدیبیہ کے دوران مقامِ حدیبیہ پر مسلمانوں اور کفار و مشرکینِ مکہ کے مابین صلح نامہ لکھا گیا تو اس معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ

''اگر مکہ سے کوئی شخص (آدمی) اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ منورہ آجائے گا تو مدینہ کے مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ وہ ایسے شخص (آدمی) کو واپس کردیں''۔

قارئین کرام! معاہدہ یا صلح نامہ حدیبیہ کی اس شق سے متعلق آپ حضرت ابوبصیر اور حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کے واقعات کو گزرے ہوئے اوراق میں بہت تفصیل سے پڑھ آئے ہیں۔

حضرت ابوبصیر اور حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کے واقعات کے بعد کچھ مومنہ عورتیں ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئیں۔ ان کے والی وارثوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر یہ مطالبہ کیا کہ معاہدہ حدیبیہ کی رو سے انہیں واپس کیا جائے لیکن پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مشرکین و کفارِ مکہ کا یہ مطالبہ اس دلیل کی بنا پر رد کردیا کہ مذکورہ دفعہ یا شق کے معاہدے میں جو لفظ لکھا گیا تھا وہ یہ تھا۔

''اور یہ معاہدہ اس شرط پر کیا جارہا ہے کہ ہمارا جو بھی آدمی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر

Marfat.com

آپ ﷺ کے پاس جائے گا۔ آپ ﷺ اسے لازماً واپس کر دیں گے خواہ وہ آپ ﷺ ہی کے دین پر کیوں نہ ہو"۔

لہٰذا عورتیں اس معاہدہ میں سرے سے داخل ہی نہ تھیں اس لئے ان کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس زمرے میں غالباً حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں جو مکہ کے ایک مشرک گھرانے میں مجبوری سے اپنے دن گزار رہی تھیں اور جب انہیں موقع ملا تو وہ چپکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئیں اور خدمتِ اقدس میں اپنی آمد کی اطلاع دے دی۔

حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا باپ عقبہ بن ابی معیط بانی دینِ اسلام اور مسلمانوں کا کٹر دشمن تھا۔ یہ اللہ اور اللہ کے رسول کا دشمن آپ ﷺ کا مکہ میں پڑوسی بھی تھا اور یہ شخص حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی دشمنی میں حد سے گزر جانے والا تھا۔

اس کی بیٹی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا نے دینِ اسلام کو اختیار کر لیا لیکن حالات کے پیشِ نظر اپنے ایمان کو اپنے بھائیوں اور اہلِ خانہ سے چھپا کر رکھا اور حالات سے نبھاہ کرتی رہی اور ظلم سہتی رہی اور صلح حدیبیہ کے بعد جیسے ہی اسے موقع ملا وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوگئی۔ ایک روایت کے مطابق آپ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے بیعت ہو چکی تھیں۔

چند دنوں بعد حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے دو مشرک بھائی عمارہ اور ولید اسے واپس لے جانے کے لئے مکہ سے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور بارگاہِ رسالت میں اس معاہدہ کے حوالے سے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کی اس درخواست کو رد کر دیا اور فرمایا!

"یہ معاہدہ صرف مردوں کی واپسی کے لئے ہوا ہے۔ عورتیں اس میں داخل نہیں ہیں"۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اس سلسلہ میں اپنی ہدایات و احکام سورۂ ممتحنہ کی آیات 11,10 اور 12 میں نازل فرمائے۔ اللہ تبارک تعالیٰ سورۂ ممتحنہ کی آیت 10 میں ارشاد فرماتے ہیں۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآئَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ (ممتحنہ: ۱۰ تا ۱۲)

ترجمہ: "اے ایمان والو جب آ جائیں تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے تو ان کا امتحان کرو (کہ انہوں نے دین و ایمان کے لئے ہجرت کی ہے) اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا

Marfat.com

ہے۔ پھر اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ ایمان والیاں ہیں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو۔ نہ یہ حلال ہیں کفار کے لئے اور نہ مشرکین حلال ہیں مومنات کے لئے''۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے احکامات مبارکہ سے مسلم خواتین مشرکین و کفار پر حرام قرار فرما دیں۔

اور اسی آیتِ مبارکہ (سورۂ ممتحنہ آیت 10) میں مومن مردوں کے لئے مشرک و کفار عورتوں کے ساتھ نکاح کی ممانعت فرما دی گئی۔ اس بارے میں ارشادِ خالق و مالکِ کائنات یوں ہے۔

وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ

ترجمہ: ''اسی طرح تم بھی نہ روکے رکھو اپنے نکاح میں کافر عورتوں کو''

اس آیتِ مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کافر عورتوں کو طلاق دے دی جو اپنے کفر پر قائم رہ کر مکہ مکرمہ میں تھیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دو عورتیں تھیں جو شرک پر قائم تھیں اور مکہ میں تھیں۔ آپ نے ان دونوں کو طلاق دے دی۔ پھر ایک سے معاویہ نے شادی کر لی اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے۔

حج کا فرض ہونا

حج کی فرضیت کا حکم کب نازل ہوا اس میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ کچھ نے کہا ہے کہ حج کی فرضیت کے احکام سن 5 ہجری میں نازل ہوئے۔ تاریخ الخمیس کے مصنف نے اسی قول کو صحیح فرمایا ہے۔

حضرت علامہ ابوالفدا اسماعیل بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، امام رافعی اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حج کی فرضیت کا حکم سن 6 ہجری میں ہوا اور زیادہ تر علمائے کرام کی رائے یہی ہے۔

اور بعض نے سن 7 ہجری میں حج کی فرضیت کا کہا ہے اور بعض نے سن 8 ہجری اور بعض نے سن 9 ہجری میں حج کی فرضیت کے بارے میں کہا ہے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی حکمت کے تحت اس فرض کی ادائیگی کو سن 10 ہجری تک مؤخر فرمایا۔

ماہِ ذی قعدہ 7 ہجری میں قضا عمرہ کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے۔ عمرہ ادا کر کے واپس تشریف لائے اور حج ادا نہیں کیا۔

8 ہجری ماہِ رمضان میں مکہ مکرمہ فتح ہوا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا نہیں کیا۔

9 ہجری میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا اور خود تشریف نہیں لے گئے۔

10 ہجری میں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع ادا فرمایا۔

(تاریخ الخمیس، جلد 1، صفحہ 502۔ السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر، جلد 3، صفحہ 342)

Marfat.com

حالتِ احرام میں

سن 6 ہجری میں اللہ تبارک تعالیٰ نے احرام کی حالت میں ہونے پر کچھ پابندیوں اور سہولتوں کا ذکر بھی فرمایا۔ یا احکام و ہدایات محرم کے لئے نازل فرمائیں اور ان کا اظہار اس عمرہ کے سفرِ مبارک کے دوران فرمایا جسے مشیت ایزدی کے تحت قضا کرنا پڑا اور جو صلح حدیبیہ پر منتج ہوا۔

مختصراً یہ ہے کہ

1۔ محرم کے لئے نہ شکار کرنا جائز ہے اور نہ کسی دوسرے شکاری کی اس سلسلہ میں امداد کرنا جائز ہے۔

2۔ اگر غیر محرم شکار کرے اور جس محرم نے اس سلسلہ میں اس کی امداد بھی نہ کی ہو' وہ اس شکار کا گوشت کھا سکتا ہے۔

3۔ کسی بیماری یا سر کی تکلیف کے سبب اگر کوئی احرام کی حالت میں سر منڈا لے تو اسے اس کے بدلے کفارہ دینا لازمی ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ نے مؤخر الذکر کی تعلیم یوں فرمائی۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ جب غزوۂ حدیبیہ میں احرام کی حالت میں محوِ سفر تھے ان کے سر میں بہت جوئیں پڑ گئیں جن کے سبب آپ بہت تکلیف میں تھے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''اے کعب کیا یہ جوئیں تمہیں تکلیف دے رہی ہیں؟'' عرض کی! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہوں نے تو میرا ناک میں دم کر رکھا ہے لیکن مجبور ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''سر کے بال منڈوا دو اور اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت 196 نازل فرمائی۔

فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِۦٓ أَذًى مِّن رَّأْسِهِۦ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ

ترجمہ: ''پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا اسے کچھ تکلیف ہو سر میں اور وہ سر منڈا لے تو وہ فدیہ دے دے روزوں سے یا خیرات سے یا قربانی سے''۔ (بقرہ: 196)

حضورِ انور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔ یا بکری ذبح کرو یا تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ آپ نے بکری کی جگہ ایک گائے صدقہ کر دی۔

4۔ آپ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے استرے سے سر منڈوانے کو قینچی سے سر کے بال کٹوانے سے زیادہ افضل قرار فرمایا۔ (امتاع الاسماع جلد 1 'صفحہ 2:5)

☆☆☆

Marfat.com

سن 7 ہجری

Marfat.com

دعوتِ حق کی توسیعی مہم

اللہ تبارک تعالیٰ نے سورۂ فتح کی پہلی آیتِ مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝

ترجمہ: ''بے شک ہم نے آپ کو فتح عطا کی ہے واضح فتح''۔ (سورۂ فتح آیت 1)

نزولِ وحی کے بعد جبریل امین نے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو اس فتح مبین کی مبارک دی۔ پھر جب حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے یہ آیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے تلاوت فرمائیں تو انہوں نے بھی مبارک باد دی۔

البتہ کسی نے پوچھا' یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم عالمِ خفا و غیوب مخبرِ صادق ﷺ نے فرمایا۔

''ہاں'' اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' یہ بلاشبہ فتح ہے''۔

اور بعد کے نتائج نے یہ ثابت کر دیا کہ درحقیقت یہ فتحِ مبین تھی' روشن فتح تھی' ایسی فتح تھی جس کا فتحِ مبین ہونا ایک دو سال بعد ہی سب پر واضح ہو گیا۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی اور صلح حدیبیہ تک تقریباً چھ سالہ مدنی زندگی کا کل عرصہ انیس (19) سال بنتا ہے۔ ان انیس سالوں میں جتنے مسلمان ہوئے ان کی کل تعداد سے دوگنا سے زائد لوگ صلح حدیبیہ کے بعد صرف دو سالوں میں ہو گئے اور دینِ متین کے پھیلنے کے لئے ہر سمت دروازے کھل گئے۔ دینِ متین کا بہت تیزی سے پھیلنے کا اسی حقیقت سے اندازہ لگائیں کہ صلح حدیبیہ' غزوۂ حدیبیہ کے وقت آپ ﷺ کے ہمراہ صرف چودہ پندرہ سو مجاہدینِ اسلام تھے اور اس سے ایک سال دس ماہ بعد پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے ہمراہ غزوۂ مکہ فتح مکہ کے دوران دس ہزار نفوسِ قدسیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

صلح حدیبیہ درحقیقت اسلام اور مسلمانوں کی زندگی میں ایک نئی تبدیلی کا آغاز تھا چونکہ اسلام کی عداوت

Marfat.com

ودشمنی میں قریش سب سے زیادہ مضبوط، ہٹ دھرم اور لڑاکا قوم کی حیثیت رکھتے تھے اس لیے جب وہ جنگ کے میدان میں پسپا ہو کر امن وسلامتی کی طرف آ گئے تو احزاب کے تین بازوؤں قریش، غطفان اور یہود میں سے سب سے مضبوط بازو ٹوٹ گیا اور چونکہ قریش ہی پورے جزیرۃ العرب میں بت پرستی کے نمائندے اور سربراہ تھے اس لیے میدانِ جنگ سے ان کے ہٹتے ہی بت پرستوں کے جذبات سرد پڑ گئے اور ان کی دشمنانہ روش میں بڑی حد تک تبدیلی آ گئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس صلح کے بعد غطفان کی طرف سے بھی کسی بڑی تگ ودو اور شوروشر کا مظاہرہ نہیں ہوا بلکہ انہوں نے کچھ کیا بھی تو یہود کے بھڑکانے پر۔

جہاں تک یہود کا تعلق ہے تو وہ مدینہ منورہ سے جلاوطنی کے بعد خیبر کو اپنی دسیسہ کاریوں اور سازشوں کا اڈہ بنا چکے تھے اور فتنے کی آگ بھڑکانے میں مصروف تھے۔ وہ مدینہ کے گردوپیش آباد بدوؤں کو بھڑکاتے رہتے تھے اور حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خاتمے یا کم از کم انہیں بڑے پیمانے پر زک پہنچانے کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ اس لیے صلح حدیبیہ کے بعد پیغمبر اوّل وآخر واعظم، رہبر کائنات، حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا اور فیصلہ کن راست اقدام اسی مرکز شروفساد کے خلاف کیا۔ چھٹے سال کے آخر میں حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان جو معاہدۂ صلح طے پایا، اس نے مشرکینِ مکہ کے غبارے سے ہمیشہ کے لئے ہوا نکال دی۔ دس سال تک باہمی جنگ نہ کرنے کی شرط پر مشرکین متفق ہو گئے۔

اس معاہدہ سے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ، اور عرب کے دیگر علاقوں میں آمدورفت کی آزادی حاصل ہو گئی۔ اسی طرح ہجرت کے صرف چھ سال بعد کفارومشرکین کی متحدہ قوت کا جنازہ نکل گیا۔ جب ساتویں سال ہجرت کا آغاز ہوا تو اس کے ساتھ ہی اسلام کے عہدِ زرّیں کی صبح سعید طلوع ہوئی جس سے اسلام کی فتح یابیوں اور ظفر مندیوں کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جس کے باعث تین معلوم براعظموں ایشیا، افریقہ اور یورپ میں اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ قریشِ مکہ سے جنگ وجدل کے اختتام کے باعث پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے دشمنوں کی تسخیر کی طرف توجہ مبذول فرمائی۔

دعوتِ حق کی اس توسیعی مہم کے خوشگوار اثرات بھی مرتب ہوئے۔ دینِ حق پر مسلمانوں کے غیر متزلزل اور غیر مشروط ایمان نے ان کے کردار میں مزید نکھار پیدا کیا۔ مضبوط کردار اور شفاف شخصیات کے حامل اصحابِ رسول کی اس عظیم جماعت نے اپنے قول وعمل سے دنیا کی تاریخ ہی نہیں جغرافیے کو بھی تبدیل کر دیا اور تہذیب وثقافت کے حوالے سے ان اعلیٰ اقدار کو فروغ ملا جو انسانیت کی بقا وسلامتی کی ضامن تھیں اور ہیں، افقِ عالم پر دائمی امن کے پرچم کھلے تو دکھی انسانیت نے اطمینان کا سانس لیا۔ یہ روحانی اور ثقافتی انقلاب مفلوج ذہنوں اور محکوم قوموں کے لئے حیاتِ نو کا پیغام لے کر آیا اور روش روش پر امن وسکون وطمانیت کی بادِ

Marfat.com

بہاری چلنے لگی۔

بہرحال امن کے اس مرحلے پر جو صلح حدیبیہ کے بعد شروع ہوا تھا مسلمانوں کو اسلامی دعوت پھیلانے اور تبلیغ کرنے کا اہم موقع ہاتھ آ گیا تھا اس لیے اس میدان میں ان کی سرگرمیاں تیز تر ہو گئیں جو جنگی سرگرمیوں پر غالب رہیں لہٰذا مناسب ہوگا کہ اس دور کی دو قسمیں کر دی جائیں۔

(1) تبلیغی سرگرمیاں، بادشاہوں اور سربراہوں کے نام خطوط (2) جنگی سرگرمیاں

پھر یہ بے جا نہ ہوگا کہ اس مرحلے کی جنگی سرگرمیاں پیش کرنے سے پہلے بادشاہوں اور سربراہوں کے نام خطوطِ مقدسہ کی تفصیلات پیش کر دی جائیں کیونکہ طبعی طور پر اسلامی دعوت مقدم ہے بلکہ یہی وہ اصل مقصد ہے جس کے لیے مسلمانوں نے طرح طرح کی مشکلات و مصائب، جنگ اور فتنے، ہنگامے اور اضطرابات برداشت کیے تھے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ دو جہاں رحمت اللعالمین حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اب تبلیغِ اسلام کا کام پوری سرگرمی سے شروع کیا۔ عرب کے صحراؤں میں آباد قبائل کے علاوہ شاہانِ عالم کو بھی اپنا پیغام رسالت پہنچانے کے لئے قاصد روانہ کیے۔

ابنِ کثیر، یزید بن ابی حبیب المصری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہیں ایک تحریر ملی جس میں ان احباب کے نام تھے جن کو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور رسول کریم ﷺ نے مختلف فرمانرواؤں کے پاس دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا تھا۔ اس تحریر کو انہوں نے امام ابنِ شہاب الزہری کے پاس بھیجا۔ انہوں نے اس کی تصدیق فرمائی۔ اس تحریر میں درج تھا کہ ایک دن حضورِ انور نبی کریم ﷺ حجرے سے باہر تشریف لائے۔ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم جمع تھے آپ ﷺ نے فرمایا۔

"مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے میری دعوت کو لے کر ساری دنیا میں پھیل جاؤ اور میرے بارے میں ایسے اختلاف میں مبتلا نہ ہو جانا جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ان کے بارے میں ہو گئے تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کیا اختلاف کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا انہوں نے اپنے ساتھیوں کو وہی دعوت پیش کی تھی جو میں نے تمہارے سامنے رکھی ہے۔ جو قریب تھے انہوں نے دعوت کو دل و جان سے قبول کیا لیکن جو دور تھے انہوں نے اسے مسترد کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی شکایت اللہ سے کی جس کے نتیجے میں ہر حواری وہی زبان بولتا جس کے پاس وہ دعوتِ دین کے لئے بھیجا گیا تھا اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اب جو اللہ نے فیصلہ کر دیا اس پر عمل کرو"۔

(البدایہ، جلد 3 صفحہ 85)

Marfat.com

صلح حدیبیہ کے بعد حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کو کچھ اطمینان نصیب ہوا کیونکہ کچھ عرصہ کے لئے سب سے بڑے دشمن مشرکینِ مکہ سے محاذ آرائی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اسلام کی آفاقی دعوت کو اطراف و اکنافِ عالم میں پھیلانے کے لئے دعوتی خطوط دے کر اپنے سفیروں کو مختلف سلاطینِ عالم کے پاس بھیجا۔ ابتدائی طور پر سن 6 ہجری کے آخری مہینے یا سن 7 ہجری کے ماہِ محرم کے شروع میں جن سفراء کو بھیجا گیا ان کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ

2۔ حضرت شجاع بن وھب الاسدی

3۔ حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی

4۔ حضرت سلیط بن عمرو بن عبد الشمس العامری

5۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی

6۔ حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہم

(تاریخ الامم والملوک، جلد 3 صفحہ 85)

ہجرت کے ساتویں سال ماہِ محرم کے شروع کے دنوں میں مندرجہ ذیل بادشاہوں کی طرف پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، رہبر کائنات، حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنے گرامی نامے تحریر فرمائے جن میں انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ یہ گرامی نامے مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سلاطین کے پاس لے کر گئے۔

1۔ حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس گرامی نامہ دے کر بھیجا۔

2۔ حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ کو ہرقل قیصرِ روم کے پاس گرامی نامہ دے کر روانہ فرمایا۔

3۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کو پرویز بن ہرمز بن نوشیروان کسریٰ ایران کی طرف گرامی نامہ دے کر بھیجا۔

4۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو اسکندریہ بھیجا تاکہ مقوقس شاہِ مصر کو گرامی نامہ پہنچائے۔

5۔ حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ کو ھوذہ بن علی الحنفی کی طرف دعوت نامہ دے کر بھیجا۔

6۔ حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو نصاریٰ عرب کے سردار حارث بن ابی شمر الغسانی کی طرف روانہ فرمایا۔

یہ حارث ان عیسائیوں کا رئیس تھا جو عربی النسل تھے اور شام کے سرحدی علاقوں میں سکونت پذیر تھے۔

ان کے علاوہ درج ذیل سفارتوں کا ذکر بھی ملتا ہے جو کہ ابن اسحاق سے روایت کی جاتی ہیں۔

Marfat.com

1۔ حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ جو بحرین کے رئیس منذر بن ساوی کی طرف گئے۔

2۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو عمان کے رؤسا جیفر بن جلندی اور عبادہ بن جلندی کے پاس گئے۔

یہ خطوطِ مقدسہ، سیرت اور حدیث کی جملہ امہات الکتب میں مروی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے قارئین کرام کو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلوبِ تحریر اور اندازِ دعوت پر آگاہی ہوگی کہ دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں کو کس سادگی کے ساتھ تکلفات سے بالاتر رہتے ہوئے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغامِ ہدایت دیا اور اس سادگی کے باوجود یہ دعوت کتنی دل نشین اور اثر انگیز ثابت ہوئی کہ ان میں سے اکثر کے قلوب و اذہان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور ان کے دل کی دنیا کو یکسر بدل دیا۔

خطوطِ مقدسہ

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق، رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ ارادہ فرمایا کہ بادشاہوں، حاکموں اور رؤسائے عالم کو خطوط کے ذریعے دعوتِ اسلام دی جائے تو اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بات کی۔

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سفارتکاری سے واقف تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ اس کام کے لئے پہلے مہر کا انتظام کرنا چاہیے کیونکہ بادشاہ، حاکم یا امراء و روسا صرف اس تحریر کو توجہ دیتے ہیں جس پر ارسال کرنے والے کی مہر لگی ہو اور اگر کسی تحریر خط یا مراسلہ پر ارسال کرنے والے کی مہر ثبت نہ ہو تو اس تحریر کو کوئی بھی اہمیت نہیں دی جاتی بلکہ بعض دفعہ اسے پڑھنے، دیکھنے تک کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔

اس زمانے میں مہر انگوٹھی یا انگشتری کے نگینے میں یا نگینے والے حصے میں کھدوائی جاتی تھی اس لئے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غرض کے لئے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا یعنی کہ نگینہ والے حصے میں بھی چاندی کا ہموار سطح کا نگینہ تھا یا چاندی ہی تھی۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اس میں ''محمد رسول اللہ'' کے کلماتِ طیبات اس شکل میں کندہ کرائے۔

اللہ

رسول

محمد

سب سے اوپر ''اللہ'' جل جلالہ کا اسم مبارک، درمیان میں کلمہ ''رسول'' اور نیچے نام نامی ''محمد'' صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، اصل الموجودات، فخرِ انسانیت، حاصلِ کائنات، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، ہادیٔ انس و جاں، رہبرِ کائنات، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ایک معجزہ تھا کہ آپ

Marfat.com

نے جس قاصد کو جس ملک کے حکمران کی طرف روانہ فرمایا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کو اس ملک کی زبان کا ماہر بنا دیا کہ بے تکلفی سے وہ اظہارِ مدعا کر سکے۔ (تاریخ الخمیس صفحہ 29 ' طبقات الکبریٰ جلد 1 ' صفحہ 258)

- پھر آپ ﷺ نے معلومات رکھنے والے تجربہ کار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بطورِ قاصد منتخب فرمایا اور انہیں بادشاہوں کے پاس خطوط دے کر روانہ فرمایا۔ علامہ منصور پوری نے وثوق کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ قاصد اپنی خیبر روانگی سے چند دن پہلے یکم محرم سن 7 ہجری کو روانہ فرمائے تھے۔ اگلے صفحات میں وہ خطوط اور ان پر مرتب ہونے والے کچھ اثرات پیش کیے جا رہے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد 2 ' صفحہ 872 ' 873۔ رحمۃ للعالمین جلد 1 ' صفحہ 171)

نجاشی شاہِ حبش کے نام خط

نجاشی حبشہ کے بادشاہ یا حاکمِ اعلیٰ کو کہا جاتا ہے یعنی کہ نجاشی کا مطلب ہے بادشاہِ حبشہ۔ حبشہ کا ہر بادشاہ اس زمانے میں نجاشی کہلاتا تھا۔

اس نجاشی 'یا اس وقت جو حبشہ کا بادشاہ تھا اس کا نام اصحمہ بن ابجر تھا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جو خط اصحمہ بن ابجر (شاہِ حبش) کے نام لکھا اسے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے بدست سن 6 ہجری کے آخری دنوں میں یا سن 7 ہجری کے ماہِ محرم کے شروع میں روانہ فرمایا۔

طبری نے اس حوالے سے جس خط کا ذکر کیا ہے وہ خط وہ نہیں ہے جسے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد لکھا تھا۔ اس خط کے متن سے ظاہر ہے کہ غالباً یہ وہ خط ہے جسے آپ ﷺ نے مکی دور میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ہجرتِ حبشہ کے وقت دیا تھا کیونکہ اس خط کے آخر میں ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

''میں نے تمہارے پاس اپنے چچیرے بھائی جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا ہے۔ جب وہ تمہارے پاس پہنچیں تو انہیں اپنے پاس ٹھہرانا اور جبر اختیار نہ کرنا''۔

وہ مذکورہ خط درج ذیل ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''یہ مکتوب محمد رسول اللہ کی طرف سے بنام نجاشی فرمانروائے حبشہ۔

اما بعد:

میں تیرے سامنے اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہِ حقیقی ہے' ہر عیب سے پاک ہے' سلامت رکھنے والا ہے' امان دینے والا ہے' نگہبان ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کو القاء کیا' وہ مریم جو

Marfat.com

اللہ تبارک تعالیٰ سے لو لگائے ہے' پاک ہے' مطہر ہے' خوشبودار ہے' پاک دامن ہے جو عیسیٰ سے حاملہ ہوئی۔ اللہ نے پیدا کیا اسے اپنی روح سے اور پھونکا اس روح کو مریم میں جس طرح آدم کو اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا۔

(اے نجاشی!) میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ ایمان لاؤ اللہ پر جو وحدہٗ لاشریک ہے اور ہمیشہ اس کی اطاعت کرو۔ پس اگر تو میری پیروی کرے گا اور ایمان لائے گا اس پر جو میں لے کر آیا ہوں تو بے شک میں اللہ کا رسول ہوں' میں تجھے اور تیرے سارے لشکر کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں نے پیغامِ حق تمہیں پہنچا دیا اور نصیحت کا فرض ادا کر دیا۔ پس میری نصیحت قبول کرلو۔ میں نے تمہاری طرف اپنے چچازاد بھائی جعفر کو اور اس کے ساتھ چند مسلمانوں کو بھیجا ہے۔ پس اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کا اتباع کرے''۔

بیہقی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور خط کی عبارت روایت کی ہے جسے نبی پاک ﷺ نے نجاشی کے پاس روانہ کیا تھا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے:

''یہ خط ہے محمد نبی اللہ کی طرف سے نجاشی اصحمہ شاہِ حبش کے نام'

اس پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں' اس نے نہ کوئی بیوی اختیار کی نہ لڑکا' اور (میں اس کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ) محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہوں' اور میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ مین اس کا رسول ہوں' لہٰذا اسلام لاؤ سلامت رہو گے۔ ''اے اہلِ کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض بعض کو اللہ کے بجائے ربّ نہ بنائے۔ پس اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں''۔ اگر تم نے (یہ دعوت) قبول نہ کی تو تم پر اپنی قوم کے نصاریٰ کا گناہ ہے''۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب (پاریس) نے ایک اور خط کی عبادت درج فرمائی ہے جو ماضی قریب میں دستیاب ہوا ہے اور صرف ایک لفظ کے اختلاف کے ساتھ یہی خط علامہ ابنِ قیم کی کتاب زاد المعاد میں بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس خط کی عبارت کی تحقیق میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ دورِ جدید کی تحقیق' دریافت و معلومات سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے اور اس خط کا فوٹو کتاب کے اندر ثبت فرمایا ہے۔

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ''

محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی عظیم حبشہ کے نام

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امابعد میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا

Marfat.com

کوئی معبود نہیں، جو قدوس اور سلام ہے۔ امن دینے والا محافظ ونگران ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابنِ مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ اللہ نے انہیں پاکیزہ اور پاکدامن مریم علیہا السلام بتول کی طرف ڈال دیا اور اس کی روح اور پھونک سے مریم عیسیٰ علیہ السلام کے لئے حاملہ ہوئیں۔ جیسے اللہ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ میں اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی جانب اور اس کی اطاعت پر ایک دوسرے کی مدد کی جانب دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی طرف (بلاتا ہوں) کہ تم میری پیروی کرو اور جو کچھ میرے پاس آیا ہے اس پر ایمان لاؤ کیونکہ میں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں اور میں نے تبلیغ ونصیحت کردی۔ لہٰذا میری نصیحت قبول کرو اور اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے"۔

(رسول اللہ کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ 108، 109 اور 122 تا 125)

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے بڑے یقینی انداز میں کہا ہے کہ یہی وہ خط ہے جسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے بعد نجاشی کے پاس روانہ فرمایا تھا۔ جہاں تک اس خط کی استنادی حیثیت کا تعلق ہے تو دلائل پر نظر ڈالنے کے بعد اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں رہتا لیکن اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے بعد یہی خط روانہ فرمایا تھا بلکہ بیہقی نے جو خط ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کیا ہے۔ اس کا انداز ان خطوط سے زیادہ ملتا جلتا ہے جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے بعد عیسائی بادشاہوں اور امراء کے پاس روانہ فرمایا تھا کیونکہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خطوط میں آیت کریمہ یٰأھل الکتاب تعالوا الٰی کلمة سواء۔ الآیة درج فرمائی تھی، اسی طرح بیہقی کے روایت کردہ خط میں بھی یہ آیت درج ہے۔

علاوہ ازیں اس خط میں صراحتاً اصحمہ کا نام بھی موجود ہے جب کہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے نقل کردہ خط میں کسی کا نام نہیں ہے، اس لیے میرا گمان غالب یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا نقل کردہ خط درحقیقت وہ خط ہے جسے حضور پُرنور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ کی وفات کے بعد اس کے جانشین کے نام لکھا تھا اور غالباً یہی سبب ہے کہ اس میں کوئی نام درج نہیں۔

بہرحال جب حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ نجاشی اصحمہ بن ابجر کو دیا تو اس نے اسے پہلے اپنی آنکھوں پر رکھا اور اس کے ساتھ ہی احتراماً تخت سے زمین پر اتر آیا اور پڑھ کر کہا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ نبی امی ہیں جن کا اہلِ کتاب انتظار کر رہے ہیں۔
آپ ہی کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی کہ آپ راکبِ حمار ہیں۔
آپ ہی کے بارے میں حضرت عیسیٰ نے شہادت دی تھی کہ آپ شتر سوار ہیں"۔

اور کہا کہ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں خود حاضرِ خدمت ہوتا۔

Marfat.com

اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نجاشی اصحمہ نے اس بارے میں جو خط لکھا وہ یہ ہے:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"

محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی اصحمہ کی طرف سے

اے اللہ کے نبی آپ پر اللہ کی طرف سے سلام اور اس کی رحمت اور برکت ہو۔ وہ اللہ جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ امابعد:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ کا گرامی نامہ ملا جس میں آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ ذکر کیا ہے۔ خدائے آسمان و زمین کی قسم آپ نے جو کچھ ذکر فرمایا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکا بڑھ کر نہ تھے۔ وہ ویسے ہی ہیں' جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ہمارے پاس بھیجا ہے۔ ہم نے اسے جانا اور آپ کے چچیرے بھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مہمان نوازی کی' اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے اور پکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی سے بیعت کی' اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لئے اسلام قبول کیا۔

اپنے بیٹے ارہا کو حضور کی خدمتِ اقدس میں بھیج رہا ہوں۔ اگر حکم ہو تو میں خود بھی حاضر ہونے کے لئے تیار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا ہر فرمان حق ہے۔ (زاد المعاد جلد 3 صفحہ 61)

(اصحمہ بن ابجر کا بیٹا ارہا اصحمہ ساٹھ آدمیوں کی معیت میں مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوا تھا مگر افسوس کہ انہیں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس تک رسائی نصیب نہ ہوسکی اور ان کی کشتی خوفناک طوفان میں پھنس کر غرق ہوگئی)

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی سے یہ بھی طلب کیا تھا کہ وہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مہاجرین حبشہ کو روانہ کردے چنانچہ اس نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کے ساتھ دو کشتیوں میں ان کی روانگی کا انتظام کر دیا۔ ایک کشتی کے سوار جس میں حضرت جعفر اور حضرت ابوموسیٰ اشعری اور کچھ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے۔ براہِ راست خیبر پہنچ کر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور دوسری کشتی کے سوار جن میں زیادہ تر بال بچے تھے سیدھے مدینہ پہنچے۔ (السیرۃ النبویہ ابن ہشام' جلد 2' صفحہ 359)

حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو ایک اور گرامی نامہ تحریر فرمایا جس میں اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور کے عقد نکاح کرنے کا حکم تھا۔

نجاشی نے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ انس و جاں' حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان گرامی ناموں کو ہاتھی دانت

Marfat.com

کی ایک ڈبیا میں بڑے اہتمام و احترام سے رکھا اور کہا:

''کہ حبشہ میں ہر طرح خیریت رہے گی جب تک یہ دو گرامی نامے اس کے پاس رہیں گے''۔

(طبقات ابن سعد' جلد 1' صفحہ 259)

نجاشی شاہِ حبش اصحمہ بن ابجر کی وفات ماہِ رجب سن 9 ہجری میں ہوئی جب حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

ایک روز نمازِ صبح کے بعد حضور پُر نور، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق ﷺ نے اس کی موت کی خبر دی۔ ارشاد فرمایا ''نجاشی نے ابھی ابھی وفات پائی ہے۔ سب مسلمان عیدگاہ میں چلیں اور اس کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوں''۔ مسلمانوں کا ایک جمِ غفیر اکٹھا ہو گیا۔ خاتم النبیین' امام الانبیاء ﷺ نے اس خوش بخت کی نمازِ جنازہ خود پڑھائی۔ اس کی وفات کے بعد جو نجاشی حبشہ کے تخت پر متمکن ہوا اور اس کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نے اسلام قبول کیا یا نہیں۔ (تاریخ الخمیس' جلد 2' صفحہ 31)

مقوقس شاہِ مصر کے نام خط

اس زمانے میں مصر کے بادشاہ کو عزیزِ مصر بھی کہتے تھے۔ مصر اور اسکندریہ کا ایک ہی شخص حاکم' والی یا بادشاہ تھا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار یعنی کہ عیسائی تھا اور اس کا نام جریج بن متی تھا اور مقوقس اس کا لقب تھا یا اس کا خطاب یا اعزازی نام۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ دو جہاں رہبرِ کائنات رحمت اللعالمین حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ ایک گرامی نامہ شاہِ مصر کے نام لکھا' اسے سر بمہر کیا اور حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس گرامی نامہ کو مکتوب الیہ تک پہنچائے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اسکندریہ پہنچے' مقوقس سے ملاقات کرنے کے لئے اس کے محل میں گئے۔ پہلے اس کے دربان سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اسے اپنی آمد کی غرض و غایت بتائی۔ دربان بڑی عزت و تکریم سے پیش آیا۔ فوراً مقوقس کی خدمت میں باریاب کر دیا' حالانکہ کئی لوگ ایک ماہ سے آئے ہوئے تھے لیکن ابھی تک ان کی ملاقات کی باری نہیں آئی تھی۔ بادشاہ نے بھی آپ کی بڑی عزت کی اور بڑے ادب و احترام سے گرامی نامہ وصول کیا۔

نامہ گرامی درج ذیل ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''یہ خط محمد کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں مقوقس کی طرف جو قبطیوں کا سردار ہے سلامتی ہو ہر اس شخص پر جو ہدایت کا پیروکار ہے۔

اما بعد! میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اور اللہ

Marfat.com

تبارک تعالیٰ تجھے دوگنا اجر عطا فرمائے گا۔ اگر تم روگردانی کرو گے تو سارے قبطیوں کی گمراہی کا گناہ تیری گردن پر ہوگا۔

اے اہلِ کتاب! آ جاؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم اللہ تبارک تعالیٰ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو اپنا ربّ نہیں بنائیں گے اور اگر یہ لوگ روگردانی کریں تو کہو اے منکرو! گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں۔

اللہ

رسول

محمد

(تاریخ الخمیس جلد 2' صفحہ 37,36۔ الوثائق السیاسیہ صفحہ 135۔ زادالمعاد جلد 3' صفحہ 61)

شاہِ مصر نے وہ گرامی نامہ پڑھا۔ اس سے پہلے وہ بادشاہ لوگوں کی زبانی حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے کافی حالات جان چکا تھا۔ اس لئے خط پڑھنے کے بعد اس نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

جس شخص نے میرے نام یہ خط بھیجا ہے اگر وہ اللہ کا رسول ہے تو جب لوگ اس کی مخالفت کر رہے تھے اس کو ایذائیں دے رہے تھے اور اس کو اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور کر رہے تھے اس وقت اس نے ان لوگوں کے لئے بددعا کیوں نہ کی تاکہ وہ سب تباہ و برباد ہو جاتے اور اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچا سکتے۔

شاہِ مصر کا خیال تھا کہ قاصد اس مشکل سوال کا جواب نہ دے سکے گا مگر حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اسے سوالیہ جواب دے کر الٹا اسے لاجواب کر دیا۔

انہوں نے شاہِ مصر مقوقس سے پوچھا۔ کیا تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہو؟

مقوقس نے کہا ہاں' بے شک ہم انہیں اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔

حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا۔ اچھا پھر یہ بتاؤ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن ان کو ایذائیں دے رہے تھے اور ان کو صلیب پر لٹکانے کے لئے گرفتار کر رہے تھے تو اس وقت انہوں نے اپنے دشمنوں کے لئے بددعا کیوں نہ کی تاکہ وہ تباہ و برباد ہو جاتے اور وہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچا سکتے؟

بادشاہِ مصر سے اس سوال کا کوئی جواب نہ بن سکا اور اس نے اعتراف میں بہت اچھی اور معیاری بات کہی۔ اس نے لاجواب ہو کر حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کو کہا۔

Marfat.com

''تم نے اچھی بات کہی ہے۔ واقعی تم دانا ہو اور دانا شخص کے نمائندے ہو''۔

پھر حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اسے دینِ اسلام کی طرف رغبت دلائی اور سمجھاتے ہوئے اسے کہا۔

''(اس زمین پر) تم سے پہلے ایک شخص گزرا ہے جو اپنے آپ کو ربِّ اعلیٰ سمجھتا تھا۔ اللہ نے اسے آخر و اوّل کے لئے عبرت بنا دیا۔ پہلے تو اس کے ذریعے لوگوں سے انتقام لیا پھر خود اس کو انتقام کا نشانہ بنایا۔ لہٰذا دوسرے سے عبرت پکڑو' ایسا نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت پکڑیں''۔

مقوقس نے کہا: ہمارا ایک دین ہے جسے ہم چھوڑ نہیں سکتے جب تک کہ اس سے بہتر دین نہ مل جائے۔

حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم تمہیں اسلام کی دعوت دیتے ہیں جسے اللہ تبارک تعالیٰ نے تمام ادیان کے بدلے کافی بنا دیا ہے۔ دیکھو! اس نبی نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو اس کے خلاف قریش سب سے زیادہ سخت ثابت ہوئے۔ یہود نے سب سے بڑھ کر دشمنی کی اور نصاریٰ سب سے زیادہ قریب رہے۔ میری عمر کی قسم! جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بشارت دی تھی اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بشارت دی ہے' اور ہم تمہیں قرآن مجید کی دعوت اسی طرح دیتے ہیں جیسے تم اہلِ تورات کو انجیل کی دعوت دیتے ہو۔ جو نبی جس قوم کو پا جاتا ہے وہ قوم اس کی امت ہو جاتی ہے اور اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس نبی کی اطاعت کرے اور تم نے اس نبی کا عہد پا لیا ہے۔

حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ نے کئی نافرمانوں اور سرکشوں کے عبرتناک انجام کی طرف اس کو متوجہ کیا جو اعلیٰ اقتدار کے مالک تھے اور ان کی دولت و ثروت کا شمار مشکل تھا لیکن جب انہوں نے اللہ تبارک تعالیٰ کی نافرمانی کی تو تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ آپ نے مقوقس کو کہا' بجائے اس کے کہ لوگ تم سے عبرت حاصل کریں بہتر یہ ہے کہ تم ان سے عبرت حاصل کرو۔

مقوقس نے کہا: ''میں نے اس نبی کے معاملے پر غور کیا تو میں نے پایا کہ وہ کسی ناپسندیدہ بات کا حکم نہیں دیتے اور کسی پسندیدہ بات سے منع نہیں کرتے۔ وہ گمراہ جادوگر ہیں نہ جھوٹے کاہن' بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان کے ساتھ نبوت کی یہ نشانی ہے کہ وہ پوشیدہ کو نکالتے اور سرگوشی کی خبر دیتے ہیں میں مزید غور کروں گا''۔

مقوقس نے حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر (احترام کے ساتھ) ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ میں رکھ دیا اور مہر لگا کر اپنی ایک لونڈی کے حوالے کر دیا۔ پھر عربی لکھنے والے ایک کاتب کو بلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حسب ذیل خط لکھوایا۔

''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ''

محمد بن عبداللہ کے لئے مقوقس عظیم قبط کی طرف سے۔

Marfat.com

آپ ﷺ پر سلام! امابعد میں نے آپ کا خط پڑھا اور اس میں آپ ﷺ کی ذکر کی ہوئی بات اور دعوت کو سمجھا۔ مجھے معلوم ہے کہ ابھی ایک نبی کی آمد باقی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ شام سے نمودار ہوگا۔ میں نے آپ ﷺ کے قاصد کا اعزاز واکرام کیا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں دو لونڈیاں بھیج رہا ہوں جنہیں قبطیوں میں بڑا مرتبہ حاصل ہے اور کپڑے بھیج رہا ہوں اور آپ ﷺ کی سواری کے لئے ایک خچر بھی ہدیہ کر رہا ہوں اور آپ ﷺ پر سلام"۔ (تاریخ الخمیس جلد 2' صفحہ 37)

اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ ان دو کنیزوں میں سے ایک کا نام ماریہ تھا جس کو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے کاشانہ نبوت میں شمولیت کا اعزاز بخشا۔ انہی کے بطن سے سرورانبیاء حضورِانور ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم تولد ہوئے جنہوں نے کمسنی میں' اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پائی۔ دوسری کنیز کا نام "سیرین" تھا جو شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمائی۔ ان کے بطن سے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے فرزند عبدالرحمٰن پیدا ہوئے۔ مقوقس نے جو خچر بھیجا تھا اس کا رنگ سفید تھا' دلدل کے نام سے مشہور ہوا اور حضرت امیر معاویہ کے زمانہ تک زندہ رہا۔

(زادالمعاد' جلد 3' صفحہ 61)

واقدی لکھتے ہیں کہ ایک رات مقوقس نے حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں اپنے پاس بلایا اور سرورانبیاء ﷺ کے متعلق چند استفسارات کئے۔ کہنے لگا کہ ہم ایک نبی کی آمد کے لئے چشم براہ تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ نبی ملکِ شام سے ظاہر ہوگا لیکن اب وہ عرب سے مبعوث ہوئے ہیں۔ عرب ایسا ملک ہے جہاں قحط سالی' تنگ دستی اور افلاس ہے چنانچہ میری قوم اس دین کو قبول نہیں کرے گی۔ اگر میں اسلام قبول کر لوں تو مجھے یہاں کے تاج وتخت سے دستبردار ہونا پڑے گا جس کو میں پسند نہیں کرتا۔ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے سرورانبیاء ﷺ کو جب اس کی یہ باتیں بتائیں تو حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا:

"خبیث نے اپنے ملک کے سلسلہ میں بخیلی کی ہے لیکن اس کا ملک باقی نہیں رہے گا"۔

(تاریخ الخمیس' جلد 2' صفحہ 38)

علامہ بلاذری' "انساب الاشراف" میں رقم طراز ہیں کہ:

حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ جب گرامی نامہ لے کر پہنچے تو مقوقس نے اس گرامی نامہ کی بڑی عزت وتکریم کی اور کہا اگر مجھے شاہِ روم کا خوف نہ ہوتا تو میں اسلام قبول کر لیتا۔ پھر اس نے دو کنیزیں ماریہ اور سیرین بطورِ ہدیہ ارسال کیں۔ ان کے علاوہ ایک ہزار مثقال سونا' بیس خلعتیں' ایک سفید خچر سواری کے لئے اور ایک یعفور نامی گدھا۔ (انساب الاشراف' علامہ بلاذری جلد 1' صفحہ 449)

حضرت ماریہ کو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے کاشانہ نبوت کی زینت بننے کا شرف بخشا۔ انہی کے بطن

Marfat.com

سے حضرت ابراہیم تولد ہوئے لیکن جب ان کی عمر اٹھارہ ماہ ہوئی تو انہوں نے انتقال فرمایا۔ اس صدمہ سے حضور پُرنور ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہوئیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ اے اللہ کے نبی! اللہ تبارک تعالیٰ جو عطا فرماتا ہے اور جو واپس لیتا ہے اس کو صحیح طور پر سب سے زیادہ سمجھنے والے حضور ﷺ ہیں تو پھر گریہ کیسا؟ ہادیٔ دوجہاں، رہبرِ کائنات، آپ ﷺ نے فرمایا:

''آنکھیں اشکبار ہیں، دل غمزدہ ہے لیکن ہم اپنی زبان پر کوئی ایسا حرف نہیں لاتے جو اللہ تبارک تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو۔ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر غمگین ہیں''۔

(انساب الاشراف علامہ بلاذری جلد 1، صفحہ 449)

جس روز حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اس روز سورج کو گرہن لگا۔ لوگ کہنے لگے کہ سورج بھی اس حادثہ کے باعث گرہن سے دوچار ہوا ہے۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے سنا تو حقیقت حال سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا۔

''سورج کو کسی کی موت اور کسی کی زندگی سے گرہن نہیں لگا کرتا''۔

(شرح المواہب اللدنیہ، جلد 3، صفحہ 214)

قیصر، شاہِ روم کے نام خط

کہتے ہیں کہ اس ضمن میں سب سے پہلا خط پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دوجہاں، رہبرِ کائنات، رحمت اللعالمین حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے قیصرِ روم کی طرف لکھا۔ اس زمانے میں روم کے ہر بادشاہ، حاکمِ اعلیٰ یا والی کو قیصر کہا جاتا تھا۔ یہ ان کا شاہی لقب تھا۔ اس وقت کے قیصر کا نام ہرقل تھا۔

ہادیٔ برحق، سرکارِ دوعالم، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک گرامی نامہ سلطنتِ رومہ کے شہنشاہ ہرقل کے نام لکھا۔ یہ گرامی نامہ لے جانے کے لئے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی نظرِ انتخاب حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ پر پڑی جو اپنے حسن و جمال کے باعث اپنے ہم عصروں میں ایک امتیازی شان کے مالک تھے۔

اس سفارتکاری کو اتنی تفصیل اور ایسے انداز سے اس لئے لکھا جا رہا ہے کہ پڑھنے والوں کو شانِ ربّ للعالمین کا پتہ چلے۔ اس کی خدائی نظر آئے اور پتہ چلے کہ وہ قادرِ مطلق کس کس انداز سے کیا کیا تبدیلیاں لاتا ہے۔ انسان فلاحِ دارین کے نزدیک آتے آتے کس طرح دور چلا جاتا ہے اور قیصرِ روم جو ایک مطلق العنان بادشاہ تھا اس وقت کی ایک سپر پاور تھا وہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے گرامی نامہ کے لئے کیوں نرم طبیعت ہو گیا۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو جب گرامی نامہ دے کر بھیجا

Marfat.com

تو انہیں ہدایت فرمائی کہ وہ پہلے بصریٰ کے حاکم حارث بن ابی شمر غسانی کے پاس جائیں' وہ ان کے ساتھ اپنا کوئی خاص آدمی بھیجے گا' اس طرح وہ بآسانی قیصر تک رسائی حاصل کر سکیں گے۔ حارث نے اپنے مصاحب خاص عدی بن حاتم کو حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا کہ وہ یہ دعوت نامہ ہرقل کو پہنچانے میں ان کی اعانت کرے۔ ہرقل ان دنوں بیت المقدس (ایلیا) آیا ہوا تھا تا کہ جو نذر اس نے مانی تھی وہ پوری کرے۔

اس وقت قیصر اس بات پر اللہ کا شکر بجا لانے کے لئے حمص سے ایلیاء (بیت المقدس) گیا ہوا تھا کہ اللہ نے اس کے ہاتھوں اہل فارس کو شکست فاش دی (دیکھیے صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 99)۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ فارسیوں نے خسرو پرویز کو قتل کرنے کے بعد رومیوں سے ان کے مقبوضہ علاقوں کی واپسی کی شرط پر صلح کر لی اور وہ صلیب بھی واپس کر دی جس کے متعلق نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ اسی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی تھی قیصر اس صلح کے بعد صلیب کو اصل جگہ نصب کرنے اور اس فتح مبین پر اللہ کا شکر بجا لانے کے لئے سن 629ء یعنی سن 7 ہجری میں ایلیاء (بیت المقدس) گیا تھا۔

فارس یا ایران کے بادشاہ (کسریٰ) خسرو پرویز نے مملکت روم پر حملہ کر کے اس کے کئی زرخیز صوبے ان سے چھین لئے تھے اور بیت المقدس کو تباہ و برباد کرنے کے بعد وہاں سے ان کی مقدس صلیب بھی چھین کر لے گیا تھا۔ ہرقل نے جب مملکت رومہ کی زمام اقتدار سنبھالی اور اپنے مفتوحہ علاقوں کو ایرانیوں سے واپس لینے کے لئے کمر باندھی تو اس وقت اس نے نذر مانی کہ اگر اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے ایرانیوں پر فتح عطا فرمائی تو وہ ننگے پاؤں پا پیادہ قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر بیت المقدس (ایلیاً) جائے گا' وہاں مسجد اقصیٰ کی زیارت کرے گا اور نماز پڑھے گا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے فتح مبین عطا فرمائی۔ اس نے کسریٰ شاہِ فارس سے اپنے سارے علاقے بھی واپس لے لئے اور مقدس صلیب بھی ان سے چھین لی۔ اب وہ اس نذر کو پورا کرنے کے لئے قسطنطنیہ سے پیدل روانہ ہوا تھا۔

اس کی رعایا اس کے راستہ میں جہاں سے اس کا گزر ہوتا قیمتی قالینیں بچھاتی اور اس پر گل و ریحان کی پتیاں نچھاور کرتی۔ یہ طویل سفر اسی طرح طے کر کے وہ بیت المقدس پہنچ چکا تھا۔ ابنِ ناطور جو ایلیاً (بیت المقدس) کا گورنر اور ہرقل کا گہرا دوست تھا اور شام کے نصاریٰ کا مذہبی پیشوا تھا' وہ بیان کرتا ہے کہ قیصر علم نجوم کا ماہر تھا۔ بیت المقدس میں قیام کے دوران اس نے ایک رات ستاروں میں غور کیا تو اسے وہ ستارہ نظر آیا جو اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ اب اس قوم کا بادشاہ ظاہر ہو گیا ہے جو ختنہ کرایا کرتی ہے۔ یہ معلوم کر کے اس کی طبیعت مکدر (بوجھل) ہو گئی اور وہ پریشان ہو گئے۔

اس کو اپنی عظیم مملکت کے انحطاط و زوال کے اندیشوں نے مغموم و افسردہ کر دیا۔ اس کے چہرہ کی شگفتگی پژمردگی میں تبدیل ہو گئی۔ صبح جب اس کے امراء و داعیانِ مملکت اس کے پاس آئے تو اس کے چہرے کی

Marfat.com

بدلی ہوئی رنگت کو دیکھ کر پوچھنے لگے کہ جہاں پناہ! آپ یوں افسردہ و پریشان کیوں ہیں؟ اس نے اس کی وجہ بتائی کہ عنقریب وہ قوم جس کے مرد ختنہ کرایا کرتے ہیں ان ممالک پر قابض ہو جائے گی۔

پھر اس نے پوچھا اس علاقہ میں کون لوگ ہیں جو ختنہ کرایا کرتے ہیں۔ اسے بتایا گیا کہ یہاں تو صرف یہودیوں کے ہاں ختنہ کا رواج ہے لیکن ان کی تعداد بہت قلیل ہے۔ وہ کسی طرح آپ کے لئے خطرہ کا باعث نہیں بن سکتے۔ اگر آپ چاہیں تو ان کے جو چند ہزار نفوس آپ کے ملک میں آباد ہیں ان کو تہ تیغ کرنے کا حکم صادر کر کے ان کا صفایا بھی کر سکتے ہیں اس طرح ان کی طرف سے خطرہ کا امکان تک بھی نہ رہے گا۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کسی نے آ کر قیصر کو بتایا کہ ملک عرب سے ایک آدمی آیا ہے۔ وہ وہاں کے عجیب وغریب حالات سنا رہا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ وہاں ایک نبی ظاہر ہوا ہے اور اس کے آنے سے وہاں عجیب قسم کے واقعات رونما پذیر ہو رہے ہیں۔ ہرقل نے حکم دیا کہ اس شخص کا معائنہ کر کے بتاؤ کہ یہ ختنہ شدہ ہے یا نہیں۔ جب انہوں نے معائنہ کیا تو بتایا کہ وہ مختون ہے۔ قیصر نے کہا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے غلبہ کے بارے میں رات کو وہ ستارہ نمودار ہوا ہے۔

چند لمحوں کے بعد عدی بن حاتمؓ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لے کر قیصر کے پاس آیا اور حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پیش کیا۔ ہرقل نے مہر شدہ گرامی نامہ کھول کر پڑھا اس خط مبارک کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ"

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہرقل عظیم روم کی طرف

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تم اسلام لاؤ سالم رہو گے۔ اسلام لاؤ اللہ تمہیں تمہارا اجر دوبار دے گا اور اگر تم نے روگردانی کی تو تم پر اریسیوں (رعایا) کا (بھی) گناہ ہوگا۔ اے اہلِ کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

وہ یہ کہ ہم اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے اور ہم اللہ تبارک تعالیٰ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو اپنا ربّ نہیں بنائیں گے۔ اگر اس دعوت کے باوجود وہ روگردانی کریں تو تم یہ کہو اے روگردانی کرنے والو! گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں"۔

اللہ

رسول

محمد

(صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 5,4، تاریخ الخمیس جلد 2، صفحہ 33۔ الوثائق السیاسیہ صفحہ 109)

Marfat.com

ہرقل نے جب اسے پڑھا تو جلال نبوت سے وہ مارے خوف کے پسینہ پسینہ ہو گیا اور اس کی پیشانی سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے اور حاضرین محفل نے آہ وفغاں شروع کر دی۔ اس نے اپنے امراء کو حکم دیا کہ اگر اس علاقہ کے کچھ لوگ ہمارے ملک میں آئے ہوئے ہوں تو انہیں تلاش کر کے میرے پاس لے آؤ تا کہ ان سے حقیقتِ حال دریافت کی جائے۔

صلح حدیبیہ میں فریقین کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ دس سال تک جنگ نہیں ہوگی۔ اس طرح راستے پرامن ہو گئے تھے۔ تجارتی کاروانوں کی آمدورفت شروع ہو گئی تھی۔ ابوسفیان بھی اپنے تجارتی قافلہ سمیت غزہ آیا ہوا تھا۔ قیصر کے آدمیوں کو ان کا علم ہوا تو غزہ پہنچے اور وہاں سے انہیں قیصر کے پاس بیت المقدس لے آئے اور دربار میں پیش کیا۔ اس سے آگے کے واقعات حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے خود ابوسفیان سے سن کر روایت کیے ہیں اور امام بخاری نے انہیں تفصیل کے ساتھ اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب ہم قیصر کے سامنے پیش کیے گئے تو اس نے سب سے پہلے یہ پوچھا کہ تم میں سے اس شخص کا قریب ترین رشتہ دار کون ہے؟ میں نے کہا کہ ان کا سب سے قریبی رشتہ دار میں ہوں، میرے چچا کے لڑکے ہیں۔ ہرقل نے مجھے اپنے سامنے سب سے آگے بیٹھنے کا حکم دیا اور میرے دوسرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھا دیا اور ترجمان کے ذریعے میرے ساتھیوں کو کہا کہ میں ابوسفیان سے اس شخص کے بارے میں چند سوالات پوچھوں گا۔ اگر یہ کوئی غلط جواب دے تو فوراً بتانا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔

ابوسفیان کہتے تھے کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگوں میں میں جھوٹا مشہور ہو جاؤں گا تو میں ان جوابات میں جھوٹ کی ملاوٹ ضرور کرتا لیکن اس خوف سے میں اس سے باز رہا۔

پھر قیصر اور ابوسفیان کے درمیان سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا:

قیصر: ان کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان: یہ عرب کے شریف ترین خاندان (بنو ہاشم) کے فرد ہیں۔

قیصر: کیا ان سے پہلے ان کے بزرگوں میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان: نہیں

قیصر: کیا ان کے اسلاف میں کوئی بادشاہ ہو گزرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں

قیصر: ان کے پیروکار غریب لوگ ہیں یا دولت مند؟

ابوسفیان: غریب وضعیف لوگ ہیں۔

قیصر: ان کے ماننے والوں کی تعداد آئے روز بڑھ رہی ہے یا گھٹ رہی ہے؟

Marfat.com

ابوسفیان: بڑھ رہی ہے۔

قیصر: کیا ان کا دین قبول کرنے کے بعد کوئی شخص ان کے دین سے بیزار ہو کر مرتد بھی ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں

قیصر: نبوت کے دعویٰ سے پہلے کیا لوگ ان پر جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگاتے تھے؟

ابوسفیان: ہرگز نہیں

قیصر: کیا انہوں نے کبھی کسی سے عہد شکنی کی ہے؟

ابوسفیان: اب تک نہیں کی۔ البتہ ہمارے ساتھ ان کا معاہدہ ہوا ہے' معلوم نہیں وہ ایفائے عہد کرتے ہیں یا نہیں۔ (ابوسفیان کہتے ہیں کہ اپنے جوابات میں اس جملہ کے علاوہ میں کوئی اور لفظ نہ بڑھا سکا لیکن قیصر نے میرے اس جملہ کو ہرگز توجہ کے قابل نہ سمجھا)

قیصر: کیا تمہاری آپس میں کبھی جنگ بھی ہوئی ہے؟

ابوسفیان: ہمارے مابین جنگیں ہوئی ہیں۔

قیصر: ان کا نتیجہ کیا نکلا؟

ابوسفیان: کبھی وہ غالب آئے اور کبھی ہم۔

قیصر: وہ تمہیں کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟

ابوسفیان: وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کریں' کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ وہ ہمیں نماز پڑھنے' روزہ رکھنے' صدقہ کرنے' سچ بولنے' عفت اور صلۂ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

ان سوالات و جوابات کے بعد ہرقل نے ترجمان کو کہا کہ وہ سامعین کو بتائے۔

کہ میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا۔ تم نے کہا' وہ تم میں عالی نسب ہیں۔ اللہ کے رسول ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جس قوم میں وہ مبعوث ہوتے ہیں وہ اس میں افضل اور عالی نسب ہوتے ہیں۔

میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی اور نے یہ بات کہی ہے یعنی نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ تم نے کہا نہیں۔ میں نے خیال کیا کہ اگر ان سے پہلے کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی تو میں جانتا کہ یہ شخص اس بات کی اقتداء کرتا ہے جو اس سے پہلے کہی گئی ہے۔

میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے آباء و اجداد میں کوئی بادشاہ ہو گزرا ہے؟ تم نے کہا نہیں۔ میں نے خیال کیا کہ اگر ان کے آباء و اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں یہ سمجھ سکتا کہ وہ نبوت کا دعویٰ کر کے اپنے باپ کا ملک طلب کر رہے ہیں۔

میں نے تم سے پوچھا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے تم اس پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تم نے کہا نہیں۔

Marfat.com

یقیناً میں جانتا ہوں کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ تبارک تعالیٰ کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بولے گا۔

میں نے تم سے پوچھا کہ رئیس لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ تم نے کہا کمزور لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں۔ رسولوں کے تابعدار اکثر کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔

میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں؟ تم نے کہا بڑھ رہے ہیں۔ ایمان کا یہی حال ہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہو جائے۔

میں نے تم سے پوچھا کیا ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ان کے دین سے ناراض ہو کر مرتد بھی ہوا ہے؟ تم نے کہا نہیں۔ ایمان کا یہی حال ہے۔ جب اس کی مٹھاس اور حلاوت دل میں سرایت کر جاتی ہے تو پھر وہ نکلتی نہیں۔

میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ تم نے بتایا کہ وہ حکم دیتے ہیں کہ ہم اللہ تبارک تعالیٰ کی عبادت کریں۔ کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ وہ ہمیں نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، صدقہ کرنے، سچ بولنے اور عفت وصلۂ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔ جو کچھ تم نے بتایا اگر وہ حق ہے تو عنقریب وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے مالک بن جائیں گے۔ میں یقیناً جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر میرا یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم سے ہوں گے۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکوں گا تو ان کی ملاقات کے لئے سفر کی مشقت اٹھاتا۔ اگر مجھے وہاں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی تو میں ان کے قدموں کو دھوتا۔

تحقیق احوال کے بعد اس نے وہ گرامی نامہ طلب کیا جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ بوساطتِ حاکم گرامی لے کر آئے تھے چنانچہ اس نے اس کا مطالعہ کیا۔ اس مکتوب کا اردو ترجمہ آپ پہلے ملاحظہ کر چکے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا کہ جو کچھ ہرقل نے کہنا تھا جب وہ کہہ چکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس کے امراء اور مصاحبین نے شوروغل مچانا شروع کر دیا اور ان کی آوازیں بلند ہونے لگیں تو انہوں نے ہمیں باہر چلے جانے کا حکم دیا۔

جب ہم لوگ باہر لائے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا' ابو کبشہ کے بیٹے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا معاملہ بڑا زور پکڑ گیا۔ اس سے تو بنو اصفر (رومیوں) کا بادشاہ ڈرتا ہے۔ اس کے بعد مجھے برابر یقین رہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین غالب آ کر رہے گا یہاں تک کہ اللہ نے میرے اندر اسلام کو جاگزیں کر دیا۔

(ابو کبشہ کے بیٹے سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ ابو کبشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا یا نانا میں سے کسی کی کنیت تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی باپ (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر) کی کنیت تھی۔ بہر حال ابو کبشہ غیر معروف شخص ہے اور عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کی تنقیص (رتبہ کم کرنا' گھٹانا) کرنی ہوتی

Marfat.com

تو اسے اس کے آباؤ اجداد میں سے کسی غیر معروف شخص کی طرف منسوب کر دیتے۔)

(بنو الاصفر (اصفر کی اولاد۔ اور اصفر کے معنی زرد یعنی پیلا) رومیوں کو بنو الاصفر کہا جاتا ہے کیونکہ روم کے جس بیٹے سے رومیوں کی نسل تھی وہ کسی وجہ سے اصفر (پیلے) کے لقب سے مشہور ہو گیا تھا۔)

یہ قیصر روم' شاہِ روم پر حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے نامۂ مبارک کا وہ اثر تھا جس کا مشاہدہ ابوسفیان نے کیا۔ اس نامۂ مبارک کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ قیصر نے حضورِ انور رسول اللہ ﷺ کے اس نامۂ مبارک کو پہنچانے والے یعنی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مال اور پارچہ جات سے نوازا۔

لیکن جب حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ یہ تحائف لے کر واپس ہوئے تو مقامِ حُسمیٰ میں قبیلہ جذام کے کچھ لوگوں نے ان پر ڈاکہ ڈال کر سب کچھ لوٹ لیا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو اپنے گھر کے بجائے سیدھے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ تفصیل سن کر پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' رہبر کائنات' حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت حسمیٰ روانہ فرمائی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ جذام پر شبخون مار کر ان کی خاصی تعداد کو قتل کر دیا اور ان کے چوپایوں اور عورتوں کو ہانک لائے۔ چوپایوں میں ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں تھیں اور قیدیوں میں ایک سو عورتیں اور بچے تھے۔

چونکہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ اور قبیلہ جذام میں پہلے سے مصالحت کا عہد چلا آ رہا تھا اور کیونکہ ان میں سے کچھ لوگ ایمان لا چکے تھے اس لیے اس قبیلہ کے ایک سردار حضرت زید بن رفاعہ جذامی رضی اللہ عنہ نے جھٹ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں احتجاج و فریاد کی۔ حضرت زید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ اور اس قبیلے کے کچھ مزید افراد پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور جب حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ پر ڈاکہ پڑا تھا تو انہوں نے ان کی مدد بھی کی تھی اس لیے حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ان کا احتجاج قبول کرتے ہوئے مالِ غنیمت اور قیدی واپس کر دیئے۔

عام اہلِ مغازی نے اس واقعہ کو صلح حدیبیہ سے پہلے بتلایا ہے مگر یہ فاش غلطی ہے کیونکہ قیصر کے پاس نامۂ مبارک کی روانگی صلح حدیبیہ کے بعد عمل میں آئی تھی اسی لیے علامہ ابنِ قیم نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ بلاشبہ حدیبیہ کے بعد کا ہے۔ (زاد المعاد' جلد 2' صفحہ 122)

مکتوبِ گرامی کی تعظیم و تکریم

علامہ بدرالدین عینی شارح صحیح بخاری رقم طراز ہیں کہ ہرقل نے حضور پُر نور نبی کریم ﷺ کے گرامی نامہ کو سونے کی ایک نلکی میں بڑے اہتمام سے محفوظ کر دیا اور قیصر کے وارث سارے رومی بادشاہ اس گرامی نامہ

Marfat.com

کی بڑی تعظیم وتکریم کرتے رہے اور اسے ہمیشہ بڑے معزز مقام پر رکھا کرتے۔

ایک قیصر جس کا نام ازفرنش تھا' جس نے سپین کے مشہور شہر طلیطلہ اور دیگر علاقوں پر قبضہ کیا۔ یہ مکتوب گرامی ان کے پاس تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے شلیطن کو ورثہ میں ملا۔

مروی ہے کہ سلطان منصور قلاوون نے سیف الدین طلح المنصوری کو مغرب کے بادشاہ کے پاس ایک ہدیہ دے کر بھیجا۔ مغرب کے بادشاہ نے سیف الدین مذکورہ کو اندلس کے ایک بادشاہ کے پاس ایک معاملہ میں سفارشی بنا کر بھیجا۔ اس افرنگی اندلسی بادشاہ نے وہ سفارش قبول کرلی اور سیف الدین سے درخواست کی کہ وہ اس کے پاس ہی ہمیشہ کے لئے رہائش اختیار کرے لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے معذرت کی۔

بادشاہ نے انہیں کہا کہ اگر آپ میری یہ گزارش مان لیں گے تو میں آپ کو گراں بہا تحفہ دوں گا۔ اس نے ایک صندوق نکالا جو سونے کے پتروں سے منڈھا ہوا تھا۔ اس سے ایک زریں قلمدان نکالا' پھر اسے کھول کر ایک خط نکالا اور کہا۔

> ''یہ تمہارے نبی کریم ﷺ کا نوازش نامہ ہے جو آپ (ﷺ) نے میرے دادا قیصر کو لکھا تھا' ہم اسے نسلاً بعد نسلاً محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد نے ہمیں وصیت کی ہے کہ جب تک یہ گرامی نامہ ہمارے پاس رہے گا حکومت ہم میں باقی رہے گی اس لئے ہم اسے بڑی حفاظت سے اپنے پاس رکھتے ہیں اور اس کا بڑا ادب کرتے ہیں اور کسی عیسائی کو اس پر مطلع نہیں ہونے دیتے''۔ (شرح بخاری' جلد ا' صفحہ ۱۱۱)

حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔

کہ ہرقل' قیصر' شاہِ روم حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں لے گیا اور انہیں کہا کہ بخدا! میں جانتا ہوں کہ حضور (ﷺ) اللہ تبارک تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ ہماری کتابوں میں ان کی ساری صفات مذکور ہیں لیکن مجھے ڈر ہے اگر میں ان پر ایمان لانے کا اعلان کروں گا تو رومی مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ قیصر نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنا خط دے کر اپنی مملکت کے ایک عظیم مذہبی پیشوا (سب سے بڑے پادری) کے پاس بھیجا۔ اس کا نام صغاطر تھا۔ وہ روم میں رہائش پذیر تھا۔ ساری رومی مملکت میں اس کے پایہ کا کوئی عالم نہ تھا۔ سب لوگ اس کی دل سے عزت کرتے تھے۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ اس کے پاس روم گئے۔ اسے قیصر کا خط دیا اور حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور دینِ اسلام کے بارے میں مفصل اس سے گفتگو کی۔ وہ بول اٹھا' خدائے بزرگ و برتر کی قسم! محمد ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ ان کی جن صفات کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ سب ہماری مذہبی کتب میں موجود ہیں۔ مجھے ان کی نبوت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر کلیسا میں گیا۔

Marfat.com

سارے عیسائیوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا:

اے میرے رومی بھائیو! کان کھول کر سنو' میرے پاس احمدِ عربی (ﷺ) کے بارے میں خط آیا ہے۔ اس خط میں انہوں نے ہمیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہے۔ ان کی رسالت آفتاب سے روشن تر ہے۔ اٹھو' سب کہو اللہ ایک ہے اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جب ان عیسائیوں نے اس کی زبان سے یہ دعوت سنی تو بھپر گئے اور اس پر حملہ کر دیا۔ اس پر اتنے تیر چلائے اور اتنے وار کیئے کہ وہ جاں بحق ہو گیا۔ حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ وہاں سے بچ کر ہرقل کے پاس واپس آئے۔

صغاطر اسقف (سب سے بڑے پادری) پر جو بیتی تھی اسے آ کر بتائی۔ اس نے کہا یہ شخص ان کے نزدیک مجھ سے کہیں زیادہ محترم اور معزز تھا۔ جب اس کے ساتھ انہوں نے یہ سلوک کیا ہے تو معلوم نہیں وہ میرے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے؟ (مدارج النبوۃ' جلد 2' صفحہ 297' 298)

اس کے بعد قیصر' بیت المقدس (ایلیاء) سے حمص واپس چلا آیا۔ حمص اس کا پایۂ تخت تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے دربار شاہی منعقد کیا۔ تمام امرائے سلطنت اور اعیانِ مملکت کو اس میں شرکت کی دعوت دی۔ یہ دربارِ شاہی اپنے محل سرائے کے وسیع صحن میں منعقد کیا۔ اس کے اردگرد چاروں طرف کمرے بنے ہوئے تھے۔ جب سب مہمان آ گئے تو اس نے تمام بیرونی دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا۔ خود محل کے شاہ نشین (اپنی اقامت' رہائش' دفتر) سے نمودار ہوا اور قوم کو یوں خطاب کیا:

اے مملکتِ روم کے شہریو! اگر تمہاری یہ خواہش ہے کہ تمہیں فلاح و کامیابی نصیب ہو اور ہمیشہ راہِ راست پر چلتے رہو اور تمہارا ملک اور حکومت ہمیشہ قائم دائم رہے تو اٹھو' اس نبی کا دامن پکڑ لو جو تمہارے درمیان ظاہر ہوا ہے۔

یہ سنتے ہی حاضرین میں ایک بھگدڑ مچ گئی۔ سب جنگلی گدھوں کی طرح دولتیاں جھاڑنے لگے۔ وہ دوڑے کہ محل کے صحن سے باہر نکل جائیں۔ جب آگے بڑھے تو سارے دروازے مقفل تھے۔ باہر نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ وہ ان بھاگنے والوں کو اس کے پاس واپس لائیں۔ جب وہ سب اس کے اردگرد اکٹھے ہو گئے تو اس نے ان کا غصہ فرو کرنے کے لئے کہا کہ میں نے یہ بات محض تمہیں آزمانے کے لئے کہی تھی کہ مجھے پتا چل جائے کہ تم اپنے عقیدہ میں کہاں تک پختہ ہو؟ اپنے عقیدہ اور مذہب کے ساتھ تمہاری یہ دل بستگی دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہوئی ہے۔ ہرقل کی یہ بات سن کر وہ بھی خوش ہو گئے اور اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ ہرقل کی اسلام کے بارے میں یہ آخری اطلاع ہے۔

(صحیح بخاری' جلد 1' صفحہ 6,5)

Marfat.com

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا ہے کہ شاہِ روم‘ قیصرِ وقت‘ ہرقل ذاتی طور پر حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی نبوت کا قائل تھا۔ اسے یقینِ کامل تھا کہ یہی وہ نبی آخر الزمان ہے جس کے بارے میں بشارتیں‘ پیشگوئیاں‘ انجیل و توریت میں ہیں اور اس کے علمِ نجوم نے بھی اسے یہی بتایا تھا۔

وہ ایمان لانا چاہتا تھا بلکہ اس کی خواہش تھی کہ اس کی رعایا بھی اس نبی آخر الزماں پر ایمان لے آئے اور اس نے طریقے طریقے سے اس طرف پیش رفت بھی کی لیکن بالآخر جاہ وحشمت تخت و تاج کی مجبوریاں‘ دنیاداری کی خواہشات نیک خیالات پر غالب آ گئیں اور وہ اسلام کی نعمتِ عظمیٰ پانے سے محروم رہا۔ اسی کے بارے میں میں نے پہلے لکھا ہے کہ عجیب شانِ خداوندی ہے قدرت کے راز و بے نیازی ہے کہ وہ (قیصر ہرقل) چاہتے ہوئے بھی دینِ متین کو نہ اپنا سکا اور فلاحِ دارین سے محروم رہ گیا۔

ہرقل کے نام ایک اور خط

ڈاکٹر حمید اللہ نے ’’الوثائق السیاسیۃ‘‘ میں ایک دوسرے خط کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ گرامی نامہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے قیصر کی طرف اس وقت ارسال فرمایا جب حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ میدانِ تبوک میں خیمہ زن تھے اور اس بار پھر یہ گرامی نامہ لے جانے کے لئے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو ہی منتخب فرمایا گیا۔ اس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

’’محمد رسول کی طرف سے بنامِ شاہِ روم

میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں‘ اگر تم اسلام لے آؤ تو تم پہلے مسلمانوں کی طرح ہو جاؤ گے تو جو حقوق ان کے ہیں وہی حقوق تمہیں حاصل ہوں گے اور جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہیں وہ تم پر بھی عائد ہوں گی۔ اگر تم اسلام کو قبول نہیں کرتے تو پھر جزیہ دینا قبول کرلو کیونکہ اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے (ترجمہ آیت) ’’جنگ کرو ان لوگوں سے جو نہیں ایمان لاتے اللہ پر اور روزِ قیامت پر اور نہیں حرام سمجھتے جسے حرام کیا ہے اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ دیں جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں‘‘ اگر تمہیں یہ بھی منظور نہیں تو پھر اپنی رعایا کو آزاد چھوڑ دو‘ چاہے وہ مسلمان ہو جائیں‘ چاہے وہ جزیہ دینا منظور کرلیں‘‘۔

اللہ

رسول

محمد

ہرقل شاہِ روم کے نام اس دوسرے مکتوبِ گرامی کے متعلق درج ذیل واقعات کی تفصیل اس آدمی کی

Marfat.com

بیان کردہ ہیں جسے قیصر شاہِ روم ہرقل نے اس گرامی نامہ کے جواب میں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے حضور اپنا قاصد بنا کر بھیجا تھا۔ اب یہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور شام کے شہر دمشق کے ایک گرجا میں زندگی کے آخری دن گزار رہا تھا۔ مؤرخین اور سیرت نگاروں نے اس کا نام نہیں لکھا ہے البتہ اس نے حضورِ انور نبی کریم ﷺ کو بتایا کہ اس کا تعلق قبیلہ تنوخ سے ہے اور پھر آپ ﷺ نے اُسے ''تنوخی بھائی'' کہہ کر گفتگو فرمائی اس لئے اُسے ہم تنوخی یا تنوخی بھائی ہی کہیں گے۔

سعید بن راشد کہتے ہیں کہ جب میں شام (دمشق) گیا تو مجھے بتایا گیا کہ سامنے والے گرجا میں وہ شخص رہتا ہے جسے قیصر نے اپنا قاصد بنا کر بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا تھا۔ چنانچہ ہم اس گرجا میں گئے' وہاں ہماری ملاقات ایک بہت عمر رسیدہ بزرگ سے ہوئی۔ میں نے اس سے پوچھا' کیا تم قیصر کے قاصد بن کر حضور پُرنور نبی کریم' رؤف و رحیم' سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے؟ اس نے کہا ہاں! پھر میں نے کہا' وہ واقعہ تو سناؤ۔

اس عمر رسیدہ بزرگ (تنوخی) نے کہا کہ جب حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ تبوک کے مقام پر تشریف فرما ہوئے تو حضورِ انور ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو اپنا گرامی نامہ دے کر قیصر کی طرف روانہ کیا۔ جب قیصر کو یہ والا گرامی نامہ ملا تو اس نے اپنے سارے قسیسوں اور بطریقوں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور سارے دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس نے سب حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ شخص (نبی کریم ﷺ) جس جگہ آ کر خیمہ زن ہوا ہے' اسے تم جانتے ہو۔ اس نے میری طرف لکھا ہے کہ میں ان باتوں میں سے کوئی ایک بات تسلیم کرلوں۔ 1۔ یا تو ہم اسلام قبول کرلیں۔ 2۔ یا انہیں جزیہ ادا کرنا منظور کرلیں۔ 3۔ یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

قیصر نے کہا۔ اے نصرانیت کے عالمو! تم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ وہ اس زمین پر ضرور قابض ہو جائے گا جہاں میں اب قدم رکھے ہوئے ہوں۔ پس آؤ ہم اس کا دین قبول کرلیں یا اس کو جزیہ دینا منظور کرلیں۔ یہ سنتے ہی ان سب نے بیک آواز غرانا (غصے سے بولنا) شروع کر دیا۔ انہوں نے اپنی کلاہیں اتار کر پھینک دیں اور کہنے لگے۔ کیا تم ہمیں اس بات کی دعوت دیتے ہو کہ ہم نصرانیت کو ترک کر دیں اور حجاز سے آنے والے ایک عرب کے غلام بن جائیں؟

جب قیصر نے یہ دیکھا کہ یہ لوگ ہرگز اسلام کو قبول نہیں کریں گے اور اگر اسی حالت میں وہ یہاں سے باہر نکل گئے تو لوگوں کو اس کے خلاف بھڑکا کر ایک قیامت برپا کر دیں گے تو اس نے اپنا پینترا بدلا۔ کہنے لگا' میں نے تو یہ ساری باتیں تمہیں آزمانے کے لئے کہی ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ تم اپنے عقیدہ پر کہاں تک پختہ ہو۔

Marfat.com

پھر اس نے حاضرین کو کہا کہ مجھے ایک ایسا آدمی چاہئے جو سخن فہم اور عربی زبان کا بھی ماہر ہوتا کہ ان کے ساتھ عربی میں بے تکلفی سے گفتگو کر سکے چنانچہ مجھے (تنوخی) اس کام کے لئے منتخب کیا گیا۔ قیصر نے اپنا خط میرے حوالے کیا اور مجھے کہا میرا یہ خط ان کے پاس لے جاؤ اور جو وہ کہیں اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا لیکن اگر تم ان کی ساری گفتگو کو اپنے حافظہ میں محفوظ نہ کر سکو تو ان تین باتوں کو ہرگز فراموش نہ ہونے دینا۔

پہلی بات یہ ہے کہ کیا انہوں نے اثنائے گفتگو کہیں میرے پہلے خط کا حوالہ دیا ہے یا نہیں۔ دوسری یہ بات کہ اثنائے گفتگو انہوں نے لیل و نہار (رات دن) کا کہیں ذکر کیا ہے یا نہیں۔ تیسری بات یہ کہ ان کی پشت کی طرف غور سے دیکھنا اگر کوئی تعجب آمیز چیز تمہیں دکھائی دے تو وہ بتانا۔

تنوخی کہتا ہے کہ قیصر کا خط لے کر میں تبوک آیا۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، رہبر کائنات، حضورِ انور نبی کریم ﷺ اپنے حلقہ احباب میں تشریف فرما تھے۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ آپ کے نبی کہاں ہیں؟ مجھے بتایا گیا وہ سامنے تشریف فرما ہیں۔ میں گیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں سامنے بیٹھ گیا اور ہرقل کا خط نکال کر پیش کر دیا۔ حضور ﷺ نے اسے پکڑا اور اپنے پاس رکھ لیا اور مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کی، کہ میں قبیلہ تنوخ کا ایک فرد ہوں۔

فرمایا، کیا اسلام کو قبول کرنا پسند کرو گے کیونکہ یہ دین تو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ میں نے عرض کی میں ایک قوم کی طرف سے سفیر بن کر آیا ہوں اور میرا دین وہی ہے جو میری قوم کا دین ہے۔ جب تک میں اپنی قوم کے پاس لوٹ کر نہ چلا جاؤں میں اپنا مذہب نہیں بدلوں گا۔

میرا یہ جواب سن کر حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ ہنس پڑے اور یہ آیت (سورۂ قصص آیت 56) تلاوت کی:

اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ۝ (قصص:56)

ترجمہ: ''بیشک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں البتہ اللہ تبارک تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو''۔

پھر فرمایا، اے تنوخی بھائی! میں نے ایک دعوت نامہ کسریٰ (شاہِ فارس) کی طرف بھیجا تھا۔ اس نے اس کو پھاڑ کر پارہ پارہ کر دیا۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اسے اور اس کی مملکت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ میں نے تیرے بادشاہ کی طرف دعوت نامہ ارسال کیا۔ اس نے اسے عزت و احترام سے وصول کیا۔ لوگ اس کی قوت سے خائف رہیں گے جب تک اس کی زندگی میں خیر ہوگی۔

تنوخی کہتا ہے کہ میں نے یہ جملہ سنا تو مجھے یاد آ گیا کہ یہ ان تین باتوں میں سے ایک ہے جن کو یاد رکھنے کا قیصر نے مجھے تاکیدی حکم دیا تھا۔ میں نے بطورِ یادداشت تیر کی نوک سے اپنی تلوار کی میان پر اس کو لکھ

Marfat.com

لیا۔

حضور نے وہ خط اپنے بائیں ہاتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پڑھنے کے لئے دیا۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ ان کا نام معاویہ ہے۔ قیصر کے خط میں ایک اعتراض تھا کہ قرآن کریم کی ایک آیت ہے کہ سارے آسمانوں اور زمین کو ملایا جائے تو جنت کا عرض اس کے برابر ہوگا۔ اس نے پوچھا تو پھر دوزخ کہاں ہوگا؟ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ رات کہاں ہوتی ہے جب دن آ جاتا ہے؟۔ یہ دوسری بات تھی جو میں نے بطورِ یادداشت لکھ لی۔

جب قیصر کا خط پڑھنے سے حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تو ہمارے پاس قیصر کا قاصد بن کر آیا ہے۔ تیری خاطر مدارت اور تیری تکریم ہم پر لازم ہے لیکن ہم حالت سفر میں ہیں اور ہمارا زادِراہ بھی قریب الاختتام ہے ورنہ ہم ضرور تمہیں انعام واکرام سے نوازتے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص نے عرض کی، میں اسے انعام پیش کرتا ہوں' اس نے اپنا سامان کھولا۔ صفوریہ کی بنی ہوئی ایک خلعت اٹھائی اور میرے سامنے آ کر رکھ دی۔ میں نے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ ان کا نام عثمان ہے۔

پھر حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' تم میں سے کون اس کا میزبان بنے گا۔ ایک انصاری جوان نے بڑھ کر عرض کی، میں یا رسول اللہ! چنانچہ وہ انصاری مجھے لے کر اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں اس محفل سے باہر نکل آیا حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اے تنوخی! ادھر آؤ۔ میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا یہاں سے گزرو جیسے تمہیں حکم دیا گیا تھا۔ مجھے قیصر کی بات یاد آ گئی۔ میں حضور ﷺ کی پشت کی طرف آیا وہاں کندھوں کے درمیان مجھے مہرِ نبوت نظر آئی جو نمایاں ہو رہی تھی۔

اس طرح قیصر نے جن باتوں کے بارے میں تنوخی کو تاکید کی تھی۔ ان میں سے تیسری بات بھی پوری ہو چکی تھی۔ اللہ کے نبی نے اپنے خداداد علم سے بھی پردہ اٹھا دیا اور پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم عالمِ خفا وغیوب' مخبرِ صادق' رحمت للعالمین ﷺ نے تو تمام شکوک واعتراضات کے تسلی بخش جواب دے دیئے۔ اب بھی ایمان نہ لانا تو بدنصیبی ہی ہے۔ (الوثائق السیاسیہ صفحہ 110 تا 114)

شاہِ فارس خسرو پرویز کے نام خط

اس زمانے میں فارس (ایران) کا ہر بادشاہ حکمران یا حاکمِ اعلیٰ کسریٰ کہلاتا تھا اور ان دنوں فارس کا حکمران خسرو پرویز تھا۔ یعنی کہ ان دنوں جو کسریٰ تھا اس کا نام خسرو پرویز تھا۔

اللہ تبارک تعالیٰ کے سچے اور محبوب رسول پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ ایران کے فرمانروا خسرو پرویز کو حضورِ انور

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کا گرامی نامہ پہنچائیں۔ یہ خط سربمہر تھا۔ اس کا متن مندرجہ ذیل ہے:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"

محمد ﷺ رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی جانب

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا فرستادہ ہوں تاکہ جو شخص زندہ ہے اسے انجام بد سے ڈرایا جائے اور کافرین پر حق بات ثابت ہو جائے (یعنی حجت تمام ہو جائے) پس تم اسلام لاؤ سالم رہو گے اور اگر اس سے انکار کیا تو تم پر مجوس (رعایا) کا بھی بارِ گناہ ہوگا"۔

اللہ

رسول

محمد

(تاریخ الخمیس جلد 2' صفحہ 34۔ تاریخ الامم والملوک جلد 3' صفحہ 90)

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے نامۂ مبارک کسریٰ خسرو پرویز کو پہنچایا اور خط کھولنے کے بعد کسریٰ کے ترجمان نے اسے پڑھ کر سنانا شروع کیا۔ خط کے ابتدائی کلمات سنتے ہی خسرو پرویز غصے سے پاگل ہو گیا کیونکہ کسریٰ کو جو خط لکھے جاتے تھے ان میں احترام کے طور پر سب سے پہلے اور اوپر کسریٰ کا نام لکھا جاتا تھا۔ جب کہ گرامی نامۂ نبوی میں سب سے اوپر اللہ کا نام تھا پھر حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا نام تھا اور تیسرے مرتبے پر کسریٰ کا نام تھا۔

خسرو پرویز' شاہِ فارس جو کہ اس زمانے میں دنیا کی دو سپر پاور میں سے ایک تھا اس نے اس انداز تخاطب کو اپنی توہین سمجھا اور خط تمام ہوتے ہی سخت طیش کے عالم میں ترجمان سے خط لے کر پھاڑ ڈالا اور قاصدِ نبوی حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو دربار سے باہر نکلوا دیا اور نہایت متکبرانہ انداز میں بولا' میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھتا ہے اور مجھے اس قسم کا خط لکھنے کی جسارت کرتا ہے۔

جب کسریٰ کے اس بیہودہ طرزِ عمل کی اطلاع پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم' عالمِ خفاو غیوب' مخبرِ صادق حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو ہوئی۔ قاصد نے واپس پہنچ کر جب سارے حالات بیان کئے اور بتایا کہ کسریٰ نے آپ ﷺ کا گرامی نامہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا تو حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

Marfat.com

''درحقیقت اس نے اپنی حکومت کو چاک (پارہ پارہ) کرلیا ہے''۔

ایک دوسری روایت میں ہے:۔

جب (کسریٰ نے) اسے پڑھا تو پارہ پارہ کر دیا اور کہا کہ وہ جو میری رعایا ہے مجھے اس قسم کا خط لکھتا ہے۔ (تاریخ الامم والملوک جلد 3' صفحہ 90)

ایک اور روایت میں ہے:۔

کسریٰ نے خط پڑھ کر اسے پارہ پارہ کر دیا جب آپ ﷺ کو اس کی اس حرکت کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی طرح اس کی حکومت کے پرزے (ٹکڑے ٹکڑے) ہو جائیں گے۔

(تاریخ الامم الملوک جلد 3' صفحہ 90)

اور پھر وہی ہوا جو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمادیا۔

نامۂ مبارک کو پھاڑنے اور قاصد کو دربار سے نکال دینے کے باوجود کسریٰ خسرو پرویز کا غصہ کم نہ ہوا۔ اس نے ملک یمن میں اپنے مقرر کردہ عامل (حاکم اعلیٰ یا گورنر) باذان کو ایک حکم نامہ لکھا کہ مکہ میں کوئی شخص پیدا ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے۔ اس نے مجھے کسریٰ عظیم کو ایک خط لکھا ہے جس میں اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھا ہے۔ میرا غلام ہو کر اس کی یہ جرأت؟

اس نے مزید حکم لکھا کہ تم فوراً اپنے دو آدمی حجاز (مدینہ) بھیجو جو اسے فوری گرفتار کر کے میرے روبرو پیش کریں۔

قارئین کرام! اس حکم سے ظاہر ہوتا ہے' اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت شاہِ فارس کے نزدیک عربوں کی کیا اہمیت تھی؟ کہ ایک اہم شخصیت کو گرفتار کرنے کے لئے صرف دو اہلکار کو بھیجنا کافی سمجھا۔ عرب کسی کے غلام نہیں تھے یہ اس دور میں بھی آزاد تھے مگر کسریٰ اپنی وسیع وعریض سلطنت کے گھمنڈ میں ان کو اپنا غلام تصور کرتا تھا)۔ باذان نے اپنے ایک وزیر جس کا نام بانویہ تھا کو ایک فارسی النسل شخص کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ کیا جس کا نام خرخسرہ تھا۔ نیز اس نے ایک خط بھی حضورِانور نبی کریم ﷺ کے نام لکھ کر انہیں دیا۔ اس میں تحریر تھا کہ آپ ان دونوں کے ہمراہ کسریٰ کے پاس فوراً پہنچیں۔

اس خط کے ساتھ ان دونوں اہلکاروں کو باذان نے یہ بھی کہا کہ پہلے جا کر صحیح احوال معلوم کرنا اور پھر آ کر مجھے بتانا۔ اپنے سفر کے دوران یہ دونوں اہلکار پہلے طائف پہنچے۔

جب یہ لوگ طائف پہنچے تو وہاں قریشِ مکہ کے کئی سردار آئے ہوئے تھے۔ ابوسفیان اور صفوان بن امیہ وغیرہم۔ انہوں نے جب باذان کا خط بنام حضور پُرنور نبی کریم ﷺ پڑھا تو خوشی سے ان کی باچھیں کھل گئیں۔ کہنے لگے اب ان کی ٹکر کسریٰ سے ہوئی ہے۔ ان کا خاتمہ اب زیادہ دور نہیں۔

Marfat.com

بانو یہ اور خرخسرہ وہاں سے چل کر مدینہ طیبہ پہنچے۔ حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں خوش آمدید کہا اور ان کے طعام و قیام کا خاطر خواہ انتظام فرمایا۔ پھر ایک صبح انہیں اپنے پاس بلوایا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ دونوں دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ بانو یہ نے سلسلۂ کلام کا آغاز کیا' اس نے کہا' کسریٰ شاہِ فارس نے ہمارے فرمانروا یمن باذان کو خط لکھا ہے۔ اس میں حکم دیا ہے کہ وہ آپ (ﷺ) کی طرف اپنے آدمی بھیجے جو آپ کو پکڑ کر اس کے دربار میں پیش کریں۔ باذان نے یہ ڈیوٹی ہمارے سپرد کی ہے۔ آپ (ﷺ) ہمارے ساتھ چلیں۔ اگر آپ (ﷺ) اس کا فرمان بجا لائیں گے تو باذان آپ ﷺ کے لئے سفارشی خط شہنشاہ کو تحریر کر دے گا جس سے آپ (ﷺ) کو فائدہ ہوگا اور وہ آپ ﷺ کو کوئی اذیت نہیں پہنچائے گا اور اگر آپ (ﷺ) اس کا حکم بجا نہیں لائیں گے اور ہمارے ساتھ چلنے سے انکار کر دیں گے تو اس کا نتیجہ آپ (ﷺ) کو معلوم ہی ہے۔ وہ آپ (ﷺ) کو اور آپ (ﷺ) کی ساری قوم کو تباہ کر دے گا اور آپ ﷺ کے شہروں کو برباد کر کے رکھ دے گا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم عالمِ خفا و غیوب' مخبرِ صادق' حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے وہ خط پڑھا اور ان کی دھمکی آمیز گفتگو سنی تو تبسم فرمایا۔ پھر انہیں بڑے محبت بھرے انداز میں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ وہ گفتگو تو بڑی جرأت سے کر رہے تھے لیکن جلالِ نبوت سے ان کے دل ان کے سینوں میں تھر تھر کانپ رہے تھے اور اپنی اس گھبراہٹ کے سبب انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ (ﷺ) ہمارے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں تو ہمارے بادشاہ باذان کے نام جوابی خط لکھ دیجئے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' اب جاؤ آرام کرو۔ کل صبح پھر ملاقات ہوگی اور گرفتاری پیش کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں اپنا فیصلہ تمہیں کل سناؤں گا۔

ادھر عین اسی وقت جب کہ مدینہ منورہ میں یہ دلچسپ ''مہم'' درپیش تھی خود خسرو پرویز کے گھرانے کے اندر اس کے خلاف ایک زبردست بغاوت کا شعلہ بھڑک رہا تھا جس کے نتیجے میں قیصر کی فوج کے ہاتھوں فارسی فوجوں کی پے در پے شکست کے بُعد اب خسرو کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ یہ منگل کی رات 10 جمادی الاولیٰ سن 7 ہجری کا واقعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کا علم وحی کے ذریعہ ہوا۔ (فتح الباری جلد 8' صفحہ 127)

رات کو جبریل امین بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی' یا رسول اللہ! اللہ تبارک تعالیٰ نے اس مغرور پرویز پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا ہے۔ اس نے اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ کر رات کو فلاں وقت اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ جب صبح بانو یہ اور خرخسرہ دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضور پُرنور ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''تم میری گرفتاری کا خیال چھوڑ دو اور یہاں سے فوراً جاؤ اور اپنے صاحب کو جا کر بتا دو کہ میرے ربّ نے اس کے ربّ کسریٰ (خسرو پرویز) کو آج رات قتل کر دیا ہے جب کہ رات کے سات پہر گزر چکے تھے۔ اس کے بیٹے شیرویہ نے اس کی چھاتی پر چڑھ کر اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا ہے۔ جاؤ اور باذان کو جا کر اس کے شہنشاہ کی ہلاکت کی اطلاع دو''۔

وہ کہنے لگے آپ (ﷺ) کو علم ہے' آپ (ﷺ) کیا کہہ رہے ہیں؟ اس کے نتائج کتنے خوفناک ہوں گے جو آپ (ﷺ) نے کہا ہے؟ ہم اپنے بادشاہ کو لکھ دیں گے اور وہ اس کی اذیت ناک سزا دے گا۔ ہم نے آپ (ﷺ) کی اس سے بہت معمولی بات بھی قابلِ اعتراض شمار کی ہے تو کیا آپ (ﷺ) کی یہ بات ہم بادشاہ کو لکھ بھیجیں؟

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' سید المرسلین' خاتم النبیین' رہبرِ کائنات' رسول بحر و بر' فخر کائنات' اصل الموجودات حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم عالمِ خفا و غیوب' مخبرِ صادق' رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا ''ہاں! اسے میری اس بات کی خبر کر دو اور اس سے یہ بھی کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک کسریٰ پہنچ چکا ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے اس جگہ جا کر رکے گی جس سے آگے اونٹ اور گھوڑے کے قدم جا ہی نہیں سکتے۔ تم دونوں اس سے یہ بھی کہہ دینا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو جو کچھ تمہارے زیرِ اقتدار ہے وہ سب میں تمہیں دے دوں گا اور تمہیں تمہاری قوم ابناء کا بادشاہ بنا دوں گا''۔

(طبقات ابنِ سعد جلد 1' صفحہ 260)

جب باذان کے قاصد واپس جانے لگے تو حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک کمر بند (بگلوس' کمر پر باندھنے والا خوبصورت مردانہ پٹکا یا بیلٹ نما کپڑا) جو سونے اور چاندی سے مرصع تھا' خرخسرہ کو بطورِ تحفہ عطا فرمایا اور انہیں رخصت کیا۔

وہ دونوں واپس باذان کے پاس پہنچے اور سارا ماجرا سنایا۔ اس نے سب کچھ سن کر کہا کہ ان کی باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نبی ہیں اور ان میں کوئی دنیاوی بادشاہوں والی بات نہیں پائی جاتی۔ اس لئے ہمیں انتظام کرنا چاہئے تاکہ اس خبر کی تصدیق ہو سکے اگر خبر سچ نکلی تو پھر ان کے نبی ہونے میں تو کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا اور ایسی صورت میں سب بادشاہوں سے پہلے میں اس پر ایمان لے آؤں گا اور اگر خبر درست نہ ہوئی تو اگلے لائحہ عمل پر پھر غور کریں گے اس لئے ہمیں اس خبر کی تصدیق کے لئے چند دن انتظار کرنا چاہے۔

چند دن بعد شیرویہ کا خط آ گیا کہ اس نے کسریٰ کو قتل کر کے ایرانی قوم کا بدلہ لے لیا ہے جسے وہ دن رات قتل و سنگسار کرتا رہتا تھا۔ اس نے مزید لکھا کہ تم میرے لئے لوگوں سے حلفِ اطاعت لو اور جس عرب شخص کے بارے میں اس نے تمہیں لکھا تھا اس سے فی الحال کوئی تعرض نہ کرو اور میرے دوسرے حکم کا انتظار کرو۔

Marfat.com

یہ خط پڑھنے کے بعد اسے یقین ہو گیا کہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم سرکارِ دوعالم تاجدارِ کائنات ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ کے سچے رسول ہیں چنانچہ اس نے اور کئی فارسی النسل لوگوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا اور اپنے ساتھیوں کے مسلمان ہونے کی اطلاع بارگاہِ رسالت میں بھیج دی۔

(مدارج النبوۃ' جلد2' صفحہ 224۔ تاریخ الخمیس جلد2' صفحہ 37,36)

ایک اور روایت کے مطابق جب حضور نبی کریم ﷺ کی خبر کی تصدیق ہو گئی تو رئیسِ یمن نے کہا: خدا کی قسم وہ سچے نبی ہیں اس لئے باذان اور دیگر امراء سب نے اسلام قبول کر لیا۔ خرخسرہ کو حضورانور ﷺ نے بگلوس دیا تھا جس کی وجہ سے ان کا نام ذوالمعجزہ پڑ گیا کیونکہ ان کی زبان میں بگلوس معجزہ کو کہتے تھے۔ بانویہ نے کہا میں نے حضورِ انور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو بارعب نہیں دیکھا۔ باذان نے پوچھا کہ کیا ان کے پاس پہرے دار سپاہی ہیں اس نے کہا کہ نہیں (ان کے کوئی پہریدار نہیں ہیں)۔ (تاریخ الامم والملوک جلد3 صفحہ 91)

منذر بن ساوی کے نام خط

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ دوجہاں' رہبرِ کائنات' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' رحمت للعالمین ﷺ نے حاکم بحرین منذر بن ساوی کو بھی ایک گرامی نامہ لکھ کر قبولِ اسلام دینِ متین کی دعوت دی اور اس مبارک خط کو حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں روانہ فرمایا۔

آپ ﷺ کے گرامی نامہ کے جواب میں منذر بن ساوی نے حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو لکھا۔

"امابعد!

اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کا خط اہلِ بحرین کو پڑھ کر سنا دیا۔ بعض لوگوں نے اسلام کو محبت اور پاکیزگی کی نظر سے دیکھا اور اس کے حلقہ بگوش ہو گئے اور بعض نے پسند نہیں کیا اور میری زمین میں یہود اور مجوس بھی ہیں لہٰذا آپ ﷺ اس بارے میں اپنا حکم صادر فرمائیے"۔

منذر بن ساوی کے اس خط کے جواب میں حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے یہ خط لکھا اور حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ"

محمد ﷺ رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساوی کی طرف

تم پر سلام ہو۔ میں تمہارے ساتھ اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں"۔

Marfat.com

''اما بعد! میں تمہیں اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں۔ یاد رہے کہ جو شخص بھلائی اور خیر خواہی کرے گا وہ اپنے ہی لئے بھلائی کرے گا اور جو شخص میرے قاصدوں کی اطاعت اور ان کے حکم کی پیروی کرے اس نے میری اطاعت کی اور جو ان کے ساتھ خیر خواہی کرے اس نے میرے ساتھ خیر خواہی کی اور میرے قاصدوں نے تمہاری اچھی تعریف کی ہے اور میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری سفارش قبول کر لی ہے۔ لہٰذا مسلمان جس حال پر ایمان لائے ہیں انہیں اس پر چھوڑ دو اور میں نے خطا کاروں کو معاف کر دیا ہے لہٰذا ان سے قبول کرلو اور جب تک تم اصلاح کی راہ اختیار کیے رہو گے ہم تمہیں تمہارے عمل سے معزول نہ کریں گے اور جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے اس پر جزیہ ہے۔ (زادالمعاد' جلد 3' صفحہ 62,61)

حارث بن ابی شمر الغسانی کے نام خط

ملک شام ان دنوں سلطنتِ روم کا حصہ تھا اور قیصرِ روم' ہرقل بلاشرکتِ غیرے سلطنتِ روم کا فرمانرواں یا بادشاہ تھا اور حارث بن ابی شمر غسانی رئیسِ شام شاہِ روم کے تحت عربوں پر حکومت کرتا تھا اور شاہِ روم' ہرقل کی پشت پناہی کے باعث وہ اپنے آپ کو بہت طاقتور سمجھا کرتا تھا۔

غسانی عرب منتظمینِ اعلیٰ یا بادشاہوں کا دارالحکومت دمشق کے علاقے میں ایک شہر بنام بصریٰ تھا جسے آج کل حوران کہتے ہیں۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے بنی اسد بن خزیمہ کے حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو اپنا مکتوبِ گرامی دے کر حارث کی طرف روانہ کیا۔ حارث کو قیصر نے اس غسانی ریاست کا حکمران مقرر کیا تھا۔ حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں حارث کے پاس پہنچا تو دو روز تک میں اس کے دروازے پر بیٹھا رہا لیکن ملاقات کی کوئی صورت نہ نکلی۔ آخر میں نے اس کے دربان سے رابطہ قائم کیا' اسے بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا قاصد ہوں اور حارث کے نام حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کا خط لایا ہوں۔ مجھے یہاں آئے دو دن گزر گئے ہیں لیکن ابھی تک میری ملاقات نہیں ہوئی۔

دربان نے بتایا کہ حارث فلاں دن باہر آئے گا' اس سے پہلے ملاقات ممکن نہیں چنانچہ مجھے مجبوراً وہاں رکنا پڑا۔ اس اثناء میں وہ دربان میرے پاس آیا کرتا اور حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے بارے میں سوالات کیا کرتا۔ پھر میں اسے سرکار کے ایمان افروز حالات سناتا۔ سنتے سنتے بسا اوقات اس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگتے۔ وہ کہتا کہ انجیل میں آنے والے نبی کی جو علامتیں پڑھی ہیں وہ ساری ان میں پائی جاتی ہیں۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ اگر مجھے حارث کا خوف نہ ہوتا تو میں اپنے ایمان لانے کا اعلان کر دیتا۔

Marfat.com

وہ دربان میری بڑی عزت کیا کرتا اور میری خاطر مدارات میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتا۔ اس نے مجھے بتایا کہ حارث سے امید نہ رکھو کہ وہ اسلام قبول کرلے گا۔ کیونکہ وہ قیصر سے ڈرتا ہے۔

جس روز حارث باہر نکلا۔ حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ نے گرامی نامہ اسے پہنچایا' اس نے کھول کر پڑھا۔ اس میں درج تھا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام۔

ہر اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کا پیروکار ہے اور اس پر ایمان لے آیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لے آؤ۔ تمہارا ملک باقی رہے گا''۔

اللہ

رسول

محمد

(طبری جلد 3' صفحہ 88 الوثائق السیاسیہ صفحہ 126)

اس نے خط پڑھا' غصہ سے بے قابو ہو گیا اور گرامی نامہ کو زمین پر دے مارا۔ بڑبڑا کر کہنے لگا۔ کون ہے جو مجھ سے میری حکومت چھیننا چاہتا ہے؟ میں اس پر حملہ کروں گا۔ اس نے گھوڑوں کی نعل بندی اور لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ پھر قیصر ہرقل کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔ قیصر (ہرقل) نے اسے فوراً جواب لکھا کہ اس خیالِ خام کو دماغ سے نکال دو اور ان پر حملہ کرنے کا مت ارادہ کرو اور جلدی میرے پاس پہنچو''۔

(تاریخ الخمیس' جلد 2' صفحہ 39)

جب حارث کو قیصر کا خط موصول ہوا جس میں اس نے اسے تاکید کی تھی کہ ان پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دے اور فوراً ایلیاؑ (بیت المقدس) اس کے پاس پہنچے تو اب اس کا مزاج درست ہو گیا اور اس کی وہ تندی کافور ہو گئی جس کا مظاہرہ اس نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ پڑھ کر کیا تھا۔ حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اس نے مجھے بلایا اور دریافت کیا کہ تمہارا واپسی کا کب ارادہ ہے؟ میں نے بتایا کہ میں کل عازمِ مدینہ ہو جاؤں گا چنانچہ اس نے ایک سو مثقال سونا مجھے ہدیہ پیش کیا۔

ہوذہ بن علی حاکم یمامہ کے نام خط

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ دو جہاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوذہ بن علی حاکم یمامہ کے نام حسبِ ذیل گرامی نامہ لکھا۔

Marfat.com

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"

محمد رسول اللہ کی طرف سے ہوذہ بن علی کی جانب

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میرا دین اونٹوں اور گھوڑوں کی رسائی کی آخری حدتک غالب آکر رہے گا۔ لہٰذا اسلام لاؤ سالم رہو گے اور تمہارے ماتحت جو کچھ ہے اسے تمہارے لیے برقرار رکھوں گا"۔

اللہ

رسول

محمد

اس خط کو پہنچانے کے لئے بحیثیتِ قاصد حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا گیا۔ حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ اس مہر لگے ہوئے خط کو لے کر ہوذہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے آپ کو مہمان بنایا اور مبارکباد دی۔ حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ نے اسے خط پڑھ کرسنایا تو اس نے درمیانی قسم کا جواب دیا اور پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم حضورِانور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ لکھا:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کی دعوت دیتے ہیں اس کی بہتری اور عمدگی کا کیا پوچھنا اور عرب پر میری ہیبت بیٹھی ہوئی ہے اس لیے کچھ کارِ لائق میرے ذمہ کردیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کروں گا"۔

اس نے حضرت سلیط رضی اللہ عنہ بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کو تحائف بھی دیئے اور ہجر کا بنا ہوا کپڑا بھی دیا۔ حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ یہ تحائف لے کر خدمتِ نبوی میں واپس آئے اور ساری تفصیلات گوش گزار کیں۔ حضور پُرنور عالمِ خفا وغیوب مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خط پڑھ کر فرمایا: "اگر وہ زمین کا ایک ٹکڑا بھی مجھ سے طلب کرے گا تو میں اسے نہ دوں گا۔ وہ خود بھی تباہ ہوگا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی تباہ ہوگا۔

پھر جب پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم ہادیٔ دوجہاں، رہبرِ کائنات، عالمِ خفا وغیوب، مخبرِ صادق، حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ خبر دی کہ ہوذہ کا انتقال ہو چکا ہے۔ حضورِانور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سنو! یمامہ میں ایک کذاب نمودار ہونے والا ہے جسے میرے بعد قتل کیا جائے گا۔ ایک کہنے والے نے کہا، یارسول اللہ! اسے کون قتل کرے گا؟ آپ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اور تمہارے ساتھی، اور پھر واقعتاً ایسا ہی ہوا۔ (زادالمعاد جلد 3، صفحہ 63)

شاہِ عمان کے نام خط

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، ہادیٔ دوجہاں، رہبرِ کائنات، رسول بحر وبر حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم اصل الموجودات، حاصلِ کائنات، سرکارِ دوعالم، محبوب رب العالمین، رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط شاہِ عمان

Marfat.com

جیفر اور اس کے بھائی عبد کے نام لکھا۔ ان دونوں کے والد کا نام جلندی تھا۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ"

"محمد ﷺ بن عبداللہ کی جانب سے جلندی کے دونوں صاحبزادوں جیفر اور عبد کے نام"

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد' میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں' اسلام لاؤ' سلامت رہو گے کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا رسول ہوں تاکہ جو زندہ ہے اسے انجام کے خطرہ سے آگاہ کر دوں اور کافرین پر قول برحق ہو جائے۔ اگر تم دونوں اسلام کا اقرار کر لو گے تو تم ہی دونوں کو والی اور حاکم بناؤں گا اور اگر تم دونوں نے اسلام کا اقرار کرنے سے گریز کیا تو تمہاری بادشاہت ختم ہو جائے گی۔ تمہاری زمین پر گھوڑوں کی یلغار ہو گی اور تمہاری بادشاہت پر میری نبوت غالب آ جائے گی"۔

اللہ

رسول

محمد

اور اس نامۂ مبارک کو شاہِ عمان کے پاس لے جانے کے لئے بطورِ قاصد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بعد کے واقعات کو خود ہی بیان فرمایا ہے۔ آپ بھی ان واقعات کو ان ہی کی زبانی سنئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں روانہ ہو کر عمان پہنچا اور عبد بن جلندی سے ملاقات کی۔ دونوں بھائیوں میں یہ زیادہ دوراندیش اور نرم خو تھا۔ میں نے کہا' میں تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایلچی بن کر آیا ہوں۔ اس نے کہا' میرا بھائی عمر اور بادشاہت دونوں میں مجھ سے بڑا اور مجھ پر مقدم ہے اس لیے میں تم کو اس کے پاس پہنچا دیتا ہوں کہ وہ تمہارا خط پڑھ لے۔ اس کے بعد اس نے کہا: اچھا! تم دعوت کس بات کی دیتے ہو؟

میں نے کہا: "ہم ایک اللہ کی طرف بلاتے ہیں' جو تنہا ہے' جس کا کوئی شریک نہیں' اور ہم کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ جس کی پوجا کی جاتی ہے اسے چھوڑ دو اور یہ گواہی دو کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں"۔

عبد نے کہا: "اے عمرو! تم اپنی قوم کے سردار کے صاحبزادے ہو۔ بتاؤ تمہارے والد نے کیا کیا؟ کیونکہ ہمارے لیے اس کا طرزِ عمل' لائقِ اتباع ہو گا"۔

میں نے کہا: "وہ تو محمد ﷺ پر ایمان لائے بغیر وفات پا گئے لیکن مجھے حسرت ہے کہ کاش انہوں نے

Marfat.com

اسلام قبول کیا ہوتا اور آپ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہوتی۔ میں خود بھی انہیں کی رائے پر تھا لیکن اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دے دی"۔

عبد نے کہا: تم نے کب ان کی پیروی کی؟

میں نے کہا: ابھی کچھ عرصہ پہلے۔

اس نے دریافت کیا: تم کس جگہ اسلام لائے

میں نے کہا: نجاشی کے پاس اور بتلایا کہ نجاشی بھی مسلمان ہو چکا ہے۔

عبد نے پوچھا: اس کی قوم نے اس کی بادشاہت کا کیا کیا؟

میں نے کہا: اسے برقرار رکھا اور اس کی پیروی کی۔

اس نے کہا: اسقفوں اور راہبوں نے بھی اس کی پیروی کی؟

میں نے کہا: ہاں!

عبد نے کہا: اے عمرو رضی اللہ عنہ! دیکھو کیا کہہ رہے ہو کیونکہ آدمی کی کوئی بھی خصلت جھوٹ سے زیادہ رسوا کن نہیں۔

میں نے کہا: میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں اور نہ ہم اسے حلال سمجھتے ہیں۔

عبد نے کہا: میں سمجھتا ہوں، ہرقل کو نجاشی کے اسلام لانے کا علم نہیں۔

میں نے کہا: کیوں نہیں

عبد نے کہا: تمہیں یہ بات کیسے معلوم؟

مین نے کہا: نجاشی ہرقل کو خراج ادا کیا کرتا تھا لیکن جب اس نے اسلام قبول کیا، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو بولا: خدا کی قسم اب اگر وہ مجھ سے ایک درہم بھی مانگے گا تو میں نہ دوں گا اور جب اس کی اطلاع ہرقل کو ہوئی تو اس کے بھائی یناق نے کہا، کیا تم اپنے غلام کو چھوڑ دو گے کہ وہ تمہیں خراج نہ دے اور تمہارے بجائے ایک دوسرے شخص کا نیا دین اختیار کر لے؟ ہرقل نے کہا: یہ ایک آدمی ہے جس نے ایک دین کو پسند کیا اور اسے اپنے لیے اختیار کر لیا۔ اب میں اس کا کیا کر سکتا ہوں؟ خدا کی قسم! اگر مجھے اپنی بادشاہت کی حرص نہ ہوتی تو میں بھی وہی کرتا جو اس نے کیا ہے۔

عبد نے کہا: عمرو! دیکھو کیا کہہ رہے ہو؟

میں نے کہا: واللہ میں تم سے سچ کہہ رہا ہوں۔

عبد نے کہا: اچھا مجھے بتاؤ وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں اور کس چیز سے منع کرتے ہیں؟

میں نے کہا: اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے منع کرتے ہیں۔ نیکی وصلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور ظلم وزیادتی، زنا کاری، شراب نوشی اور پتھر، بت اور صلیب کی عبادت سے منع کرتے ہیں۔

Marfat.com

عبد نے کہا: یہ کتنی اچھی بات ہے جس کی طرف بلاتے ہیں۔ اگر میرا بھائی بھی اس بات پر میری متابعت کرتا تو ہم لوگ سوار ہو کر (چل پڑتے) یہاں تک کہ محمد (ﷺ) پر ایمان لاتے اور ان کی تصدیق کرتے! لیکن میرا بھائی اپنی بادشاہت کا اس سے کہیں زیادہ حریص ہے کہ اسے چھوڑ کر کسی کا تابع فرمان بن جائے۔ میں نے کہا: اگر وہ اسلام قبول کر لے تو حضورِ انور رسول اللہ ﷺ اس کی قوم پر اس کی بادشاہت برقرار رکھیں گے۔ البتہ ان کے مالداروں سے صدقہ لے کر فقیروں پر تقسیم کر دیں گے۔

عبد نے کہا: یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ اچھا بتاؤ صدقہ کیا ہے؟

جواب میں میں نے مختلف اموال کے اندر حضورِ انور رسول اللہ ﷺ کے مقرر کیے ہوئے صدقات کی تفصیل بتائی۔ جب اونٹ کی باری آئی تو وہ بولا: اے عمرو رضی اللہ عنہ! ہمارے ان مویشیوں میں سے بھی صدقہ لیا جائے گا۔ جو خود ہی درخت چر لیتے ہیں۔

میں نے کہا: ہاں!

عبد نے کہا: واللہ میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم اپنے ملک کی وسعت اور تعداد کی کثرت کے باوجود اس کو مان لے گی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں اس کی ڈیوڑھی میں چند دن ٹھہرا رہا۔ وہ اپنے بھائی کے پاس جا کر میری ساری باتیں بتاتا رہتا تھا۔ پھر ایک دن اس نے مجھے بلایا اور میں اندر داخل ہوا۔ چوبداروں نے میرے بازو پکڑ لیے۔ اس نے کہا چھوڑ دو اور مجھے چھوڑ دیا گیا۔ میں نے بیٹھنا چاہا تو چوبداروں نے مجھے بیٹھنے نہ دیا۔ میں نے بادشاہ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا' اپنی بات کہو' میں نے سر بمہر خط اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے مہر توڑ کر خط پڑھا' جب پورا خط پڑھ چکا تو اپنے بھائی کے حوالہ کر دیا۔ بھائی نے بھی اسی طرح پڑھا مگر میں نے دیکھا کہ اس کا بھائی اس سے زیادہ نرم دل ہے۔

بادشاہ نے پوچھا: مجھے بتاؤ قریش نے کیا روش اختیار کی ہے؟

میں نے کہا: سب ان کے اطاعت گزار ہو گئے ہیں۔ کوئی دین سے رغبت کی بنا پر اور کوئی تلوار سے خوف زدہ ہو کر۔

بادشاہ نے پوچھا: ان کے ساتھ کون لوگ ہیں؟

میں نے کہا: سارے لوگ ہیں۔ انہوں نے اسلام کو برضا و رغبت قبول کر لیا ہے اور اسے تمام دوسری چیزوں پر ترجیح دی ہے۔ انہیں اللہ کی ہدایت اور اپنی عقل کی رہنمائی سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ وہ گمراہ تھے۔ اب اس علاقہ میں میں نہیں جانتا کہ تمہارے سوا کوئی اور باقی رہ گیا ہے اور اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا اور حضور پُرنور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی نہ کی تو تمہیں سوار روند ڈالیں گے اور تمہاری ہریالی کا صفایا کر دیں گے۔ اس لیے اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے اور حضورِ انور

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ تم کو تمہاری قوم کا حکمران بنا دیں گے تم پر نہ سوار داخل ہوں گے نہ پیادے۔
بادشاہ نے کہا: مجھے آج چھوڑ دو اور کل پھر آؤ۔
اس کے بعد میں اس کے بھائی کے پاس واپس آ گیا۔
اس نے کہا: عمرو! مجھے امید ہے کہ اگر بادشاہت کی حرص غالب نہ آئی تو وہ اسلام قبول کر لے گا۔

دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گیا لیکن اس نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اس لیے میں اس کے بھائی کے پاس واپس آ گیا اور بتلایا کہ بادشاہ تک میری رسائی نہ ہو سکی۔ بھائی نے مجھے اس کے یہاں پہنچا دیا۔ اس نے کہا "میں نے تمہاری دعوت پر غور کیا۔ اگر میں بادشاہت ایک ایسے آدمی کے حوالے کر دوں جس کے شہسوار یہاں پہنچے بھی نہیں تو میں عرب میں سب سے کمزور سمجھا جاؤں گا اور اگر اس کے شہسوار یہاں پہنچ آئے تو ایسا رن پڑے گا کہ انہیں کبھی اس سے سابقہ نہ پڑا ہو گا"۔

میں نے کہا: اچھا تو میں کل واپس جا رہا ہوں۔

جب اسے میری واپسی کا یقین ہو گیا تو اس نے بھائی سے خلوت میں بات کی اور بولا: "یہ پیغمبر جن پر غالب آ چکا ہے ان کے مقابل ہماری کوئی حیثیت نہیں اور اس نے جس کسی کے پاس بھی پیغام بھیجا ہے۔ اس نے دعوت قبول کر لی ہے۔ لہٰذا دوسرے دن صبح ہی مجھے بلوایا گیا اور بادشاہ اور اس کے بھائی دونوں نے اسلام قبول کر لیا اور حضور انور، نبی کریم ﷺ کی تصدیق کی اور صدقہ وصول کرنے اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے مجھے آزاد چھوڑ دیا اور جس کسی نے میری مخالفت کی اس کے خلاف میرے مددگار ثابت ہوئے۔

(زاد المعاد' جلد 3' صفحہ 63,62)

اس واقعے کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ بادشاہوں کی بہ نسبت ان دونوں کے پاس خط کی روانگی خاصی تاخیر سے عمل میں آئی تھی۔ غالباً یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے۔

ان خطوط کے ذریعے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، رسول بحر و بر، اصل الموجودات تاجدارِ کائنات، سرکارِ دوعالم، حبیب رب العالمین، رحمت للعالمین ﷺ نے اپنی دعوت روئے زمین کے بیشتر بادشاہوں تک پہنچا دی۔ اس کے جواب میں کوئی ایمان لایا تو کسی نے کفر کیا، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ کفر کرنے والوں کی توجہ بھی اس جانب مبذول ہو گئی اور ان کے نزدیک آپ ﷺ کا دین اور آپ ﷺ کا نام ایک جانی پہچانی چیز بن گیا اور دینِ اسلام کو نہ قبول کرنے والے اپنے اندر سہم کر رہ گئے۔ ان پر یہ عیاں ہو گیا کہ دینِ اسلام تیزی سے ہر سو پھیل رہا ہے اور مسلمانوں کے نبی یقینی طور پر نبیٔ برحق ہیں اور اللہ تبارک تعالیٰ کے برگزیدہ ہیں اور جلد یا بدیر اس کا دین یہاں بھی پھیل جائے گا۔

Marfat.com

غزوۂ خیبر

خیبر

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خیبر کسی قلعے کا نام تھا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ خیبر کا لفظی معنی خیبر ضرور ہے لیکن اس نام کا کوئی قلعہ وہاں موجود نہ تھا۔ اس پورے علاقے کو ہی خیبر کہا جاتا تھا اور اس سارے علاقے، سارے شہر یا آبادی میں یہودیوں نے بہت سارے قلعے بنا رکھے تھے تا کہ وہ حملہ آوروں سے محفوظ رہیں۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، سید المرسلین خاتم النبیین، رحمت للعالمین حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی بعثت سے ہزاروں سال پہلے قوم عمالیق میں ایک شخص تھا جس کا نام خیبر تھا۔ وہ شخص اس جگہ آیا اور یہیں آباد ہو گیا۔ اس کے نام پر اس علاقے کو خیبر کہا جانے لگا۔ اس شخص کا ایک اور بھائی تھا۔ اس کا نام یثرب تھا وہ شخص اس زرخیز نخلستان میں آ کر آباد ہو گیا جو آجکل مدینہ منورہ ہے اور آپ ﷺ کی آمد مبارک سے پہلے جسے یثرب کہا جاتا تھا۔

بعض مؤرخین نے یوں لکھا ہے کہ یہودیوں کی زبان میں خیبر کے معنی حویلی کے ہیں۔ کیونکہ اس آبادی میں حویلیاں اور گڑھیاں بہت زیادہ تھیں اس لیے اس بستی کو خیابر کہا جاتا تھا اور یہ لفظ خیابر وقتِ رفتہ کے ساتھ خیبر بن گیا۔ عربی زبان میں بڑی حویلی یا گڑھی کو حصن کہا جاتا ہے۔ بڑی حویلی یا گڑھی کو حصن قلعے کے معنوں میں کہا جاتا ہے یعنی کہ مثل ایک چھوٹے قلعے کے یا حصن کا مطلب ہے چھوٹا قلعہ یا قلعہ۔

زمانۂ قدیم سے ہی خیبر کو ایک وسیع سبزہ زار خیال کیا جاتا رہا ہے۔ جو چشموں اور بکثرت پانیوں سے سیراب و شاداب ہے۔ اس کی مٹی بہت عمدہ اور زرخیز ہے اور مختلف فصلوں اور پھلوں کے لئے بہت مفید و کار آمد ہے۔ اس میں بے شمار باغات، نخلستان ہیں بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہاں کے نخلستان کو جزیرۂ عرب میں کھجوروں کے سب سے بڑے نخلستانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس قول کی صحت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ مسلمانوں نے خیبر کی ایک وادی جسے نطاۃ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے میں کھجور کے درختوں کا شمار کیا تو وہ نخلستان چالیس ہزار کھجور کے درختوں پر مشتمل تھا۔

یہاں کے سارے باشندے یہودی تھے۔ اس علاقے میں بہت سارے قلعے، بے شمار قطعات زرعی

Marfat.com

اراضی اور جگہ جگہ نخلستان تھے۔ یہاں کے باشندے متعدد وادیوں میں بکھرے ہوئے تھے اور وہ وادیاں باہم قریب قریب تھیں۔ انہوں نے اپنے کھیتوں کے درمیان قلعے تعمیر کیے ہوئے تھے۔

خیبر کے گردونواح میں یہودیوں کی اور کئی بستیاں تھیں مثلاً فدک اور تیماء جب کہ تیماء اور خیبر کے درمیان ایک وادی میں چھوٹے چھوٹے کئی دیہات یا گاؤں واقع تھے اس لیے اس وادی کو وادی القریٰ کہا جاتا ہے۔ یہ ساری آبادیاں اور ان سے ملحقہ زمینیں یہودیوں کے تصرف میں تھیں۔

(محمد رسول اللہ از محمد رضا صفحہ 275)

خیبر کا انتخاب کیوں؟

اس سے پہلے بھی میں ایک دو بار دکھ کے ساتھ یہ لکھ چکا ہوں کہ وہ کہ جن کے آباؤ اجداد ہزاروں سال پہلے یثرب اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں میں اس نیک خواہش و امید پر آ کر آباد ہو گئے تھے کہ جب اس نبی آخر الزماں کا ظہور ہو گا' وہ ہجرت کر کے جب یہاں جلوہ افروز ہونگے تو ہم' ہماری آل اولاد ان پر سب سے پہلے ایمان لے آئے گی اور ان کی رحمتوں' کرم نوازیوں کے طفیل اپنی عظمتِ رفتہ کو پھر سے حاصل کر کے اس کے سایہ رحمت میں اور عروج و کمال حاصل کرے گی۔

مگر ہائے رے بدنصیبی بلکہ ازلی بدنصیبی کہ صدیوں کے منتظرین نے جیسے ہی اس سراج منیر مہتاب کائنات کو دیکھا تو وہی لوگ تقریباً سارے کے سارے اُس کے دشمن ہو گئے اور اسلام دشمنی پر کمر باندھ لی۔

اور اس سے بھی زیادہ دکھ کی بات کہ ان کے سارے علماء اور سردارانِ قوم دل کی گہرائیوں سے یہ جانتے تھے کہ

1- یہی وہ نبی آخر الزمان ہے جس کا ذکر توریت میں ہے۔

2- اس میں وہ ساری نشانیاں موجود ہیں جو توریت نے بتائی ہیں۔

3- اس کو شکست دینا یا مار دینا ممکن نہ ہو گا۔

4- بالآخر اس نے تمام مخالف قوتوں پر حاوی ہو جانا ہے۔

ان حقائق کو جانتے بوجھتے وہ نبی آخر الزماں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ دو جہاں' خاتم النبیین رہبرِ کائنات' رسولِ بحروبر' اصل الموجودات' فخرِ کائنات حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم' رحمت للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جانی دشمن بن گئے۔ اور انہوں نے ہر طرح سے ہر سمت سے ہر جگہ سے بہت سخت اسلام دشمنی دکھائی اور انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے اس حملے کا' اس جنگ کا مستحق بنایا۔

جب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ دو جہاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحروبر' خاتم النبیین' رحمت للعالمین' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ صلحِ حدیبیہ کے نتیجہ میں جنگِ احزاب کے تین بازوؤں میں سے سب

Marfat.com

سے مضبوط بازو (قریش) کی طرف سے پوری طرح مطمئن اور مامون ہو گئے تو آپ ﷺ نے چاہا کہ بقیہ دو بازوؤں' یہود اور قبائلِ نجد سے بھی حساب کتاب چکا لیں تا کہ ہر جانب سے مکمل امن و سلامتی حاصل ہو جائے اور پورے علاقے میں سکون کا دور دورہ ہو اور مسلمان ایک پیہم خونریز کشمکش سے نجات پا کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی پیغام رسانی اور اس کی دعوت کے لیے فارغ ہو جائیں۔

چونکہ خیبر سازشوں اور دیسیسہ کاریوں کا گڑھ' فوجی انگیخت کا مرکز اور لڑانے بھڑانے اور جنگ کی آگ بھڑکانے کی کان تھا اس لیے سب سے پہلے یہی مقام مسلمانوں کی نگاہِ التفات کا مستحق تھا۔

رہا یہ سوال کہ خیبر واقعتہً ایسا تھا یا نہیں تو اس سلسلے میں ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ وہ اہلِ خیبر ہی تھے جو جنگِ خندق میں مشرکین کے تمام گروہوں کو مسلمانوں پر چڑھا لائے تھے۔ پھر یہی تھے جنہوں نے بنو قریظہ کو غدر و خیانت پر آمادہ کیا تھا۔ نیز یہی تھے جنہوں نے اسلامی معاشرے کے پانچویں کالم' منافقین سے اور جنگِ احزاب کے تیسرے بازو' بنو غطفان اور بدوؤں سے رابطۂ پیہم قائم کر رکھا تھا اور خود بھی جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے اور اپنی ان کارروائیوں کے ذریعے مسلمانوں کو آزمائشوں میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کو بھی شہید کرنے کا پروگرام بنا لیا تھا۔

ان حالات سے مجبور ہو کر مسلمانوں کو بار بار فوجی مہمیں بھیجنی پڑی تھیں اور ان دیسیسہ کاروں اور سازشیوں کے سربراہوں مثلاً سلام بن ابی الحُقَیق اور اسیر بن زارم کا صفایا کرنا پڑا تھا۔ لیکن ان یہود کے متعلق مسلمانوں کا فرض درحقیقت اس سے بھی کہیں بڑا تھا۔ گو کہ مسلمانوں نے اس فرض کی ادائیگی میں قدرے تاخیر سے اس لیے کام کیا تھا کہ ابھی ایک قوت یعنی کہ قریشِ مکہ' مشرکینِ مکہ جو ان یہودیوں سے زیادہ بڑی' طاقتور' جنگجو اور سرکش تھی وہ مسلمانوں کے مدِ مقابل موجود تھی۔ اس لیے حضور پُر نور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ اسے نظر انداز کر کے یہود کا رخ نہیں کر سکتے تھے۔

اب جب کہ قریشِ مکہ کے ساتھ محاذ آرائی کا خاتمہ ہو گیا تو ان مجرم یہودیوں کے محاسبہ کے لیے حالات سازگار ہو گئے۔ فضا صاف ہو گئی۔ یہودیوں کی ناسمجھی' بدنصیبی' بدفطرت اور خام خیالی کہ وہ اب بھی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ انہیں اب بھی یہ خوش فہمی تھی کہ وہ مسلمانوں کا خاتمہ کر سکتے ہیں اور اس مقصد کے پیشِ نظر وہ گٹھ جوڑ اور بھاگ دوڑ میں مصروف تھے۔

جب بنو قریظہ کی شکست فاش اور ان کے عبرت ناک انجام کی اطلاع خیبر کے یہودیوں کو ملی تو مشورہ کے لیے وہ اپنے رئیس سلام بن مشکم کے پاس اکٹھے ہوئے۔ اس نے کہا کہ ہمیں اس دفعہ اپنی قوت پر بھروسا کر کے مسلمانوں پر یلغار کر دینی چاہیے۔ اور خیبر کے تمام یہودی نوجوان پوری طرح مسلح ہو کر مسلمانوں پر حملہ کریں۔ اگر مزید کمک کی ضرورت ہوئی تو ہم تیماء' فدک اور وادی القریٰ میں آباد اپنے یہودی بھائیوں کو

Marfat.com

دعوت دیں گے کہ اس تاریخ ساز حملہ میں وہ ہماری امداد کریں۔

اس نے کہا کہ اس دفعہ ہم عرب کو اس جنگ میں شرکت کی دعوت نہیں دیں گے۔ غزوۂ خندق میں انہوں نے جو برتاؤ ہم سے کیا ہے ہم اسے فراموش نہیں کر سکتے۔ صرف یہودی سرفروشوں کا لشکرِ جرار تیار کر کے ہم مرکز اسلام پر حملہ آور ہوں گے۔ تمام یہودیوں نے سلام بن مشکم مشکم کی تجویز کو بہت سراہا اور بڑے جوش و خروش کا مظاہرہ کیا۔ لیکن ان کے عاقبت اندیش زعماء نے اس تجویز کی تائید نہ کی۔ انہوں نے کہا' ان نازک حالات میں ہمیں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہیے جہاں شکست کا احتمال ہو۔ پہلے ہمیں وہ تمام ممکنہ وسائل مجتمع کر لینے چاہئیں جن کی وجہ سے ہماری فتح اور مسلمانوں کی شکست یقینی ہو۔

(حیاتِ محمد از محمد حسین ہیکل صفحہ 387)

چنانچہ اسی پر سب متفق ہوئے کہ ہمیں اپنی فوجی قوت کے علاوہ دیگر مشرک عرب قبائل سے بھی مدد لینی چاہیے۔ چنانچہ ان کا ایک وفد جو چودہ افراد پر مشتمل تھا کنانہ بن ابی الحقیق کی قیادت میں غطفان پہنچا اور ان کو اس مہم میں شریک ہونے کی دعوت دی اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ انہیں اس امداد کے عوض اپنے نخلستانوں کی نصف پیداوار کھجوریں دیں گے۔ (امتاع الاسماع' علامہ مقریزی کی جلد 1 صفحہ 236' دیگر کتب سیرت)

اس کے ساتھ ساتھ عبداللہ بن ابی' رئیس المنافقین جو مدینہ طیبہ میں ایک با اثر شخصیت تھا' اپنے منصوبہ کے بارے میں خیبر کے یہودیوں نے اس سے بھی نامہ و پیام کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس نے خیبر کے یہودیوں کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں کہا کہ مسلمانوں سے تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے مقابلہ میں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ان کے پاس اسلحہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگر تم استقامت کا مظاہرہ کرو گے تو ان کو نیست و نابود کر کے رکھ دو گے۔

یہودیوں کا حسد و بغض' عناد و عداوت' شر و غداری بھرا ماضی قریب سامنے ہی تھا اور اب وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے' نیست و نابود کرنے کے پروگرام بنا رہے تھے اور جلد ہی ان پر عمل پیرا ہونا چاہتے تھے۔ یہود کے ان حالات' تیاریوں اور خیالات کی پیش بینی کر کے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے پہلی فرصت میں ہی دشمن پر وہاں جا کر حملہ آور ہونے کا ارادہ فرمایا۔

یہود کی جنگی تیاریاں

خیبر کے یہودی جب سے غزوۂ احزاب میں ناکام ہوئے تھے اُسی دن سے انہیں یہ یقین تھا توقع تھی کہ وہ دن اب زیادہ دور نہیں جب مسلمان ایک ہمہ گیر حفاظتی جنگ کے ذریعے ان کی گوشمالی کے لیے ضرور کھڑے ہونگے۔ اس لیے وہ عموماً مسلمانوں سے مقابلے کے لیے تیار کرتے رہتے تھے۔ مگر انہیں یہ اندازہ نہ تھا کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ ان سے جنگ کے لیے کب مارچ فرمائیں

Marfat.com

گے۔

ہاں یہودیوں کو اپنے دیگر ذرائع اور خاص طور پر منافق کارندوں کے ذریعے مسلمانوں کی طاقت کے متعلق باریک تفصیلات بھی معلوم ہو چکی تھیں اور انہوں نے وسیع پیمانے پر مقابلہ کے لیے تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ انہوں نے اپنی تمام فوجی طاقتوں کو جمع کر لیا اور مسلمانوں سے جنگ کے مقابلہ کے لیے تمام ضروری اقدامات بھی کر لیے۔ یہاں تک کہ انہوں نے جنگی ہتھیار اور غذائی مواد کا بڑا ذخیرہ جمع کر لیا تا کہ متوقع محاصرے کے وقت ان کے کام آئے۔

یہودی قائدین نے جب محسوس کیا کہ حضور پُر نور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ خیبر پر چڑھائی کا ارادہ فرما رہے ہیں اور جب انہیں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کا مدینہ منورہ سے یہ خط مل گیا کہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے خیبر پر حملے کا ارادہ فرما لیا ہے تو انہوں نے فوری ایک سرداروں، قائدین اور زعمائے یہود کی فوجی میٹنگ بلائی جس میں لشکرِ اسلام کے مقابلے کے لیے بہترین طریقوں، منصوبوں پر تبادلہ خیال کیا۔

اس میٹنگ میں بحث و مباحثہ کے دوران قومِ یہود کے لیڈر تین گروپوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروپ کی رائے یہ تھی کہ یہودی قلعہ بند ہو کر مسلمانوں سے جنگ کریں۔ اور اس کے لیے دلیل یہ دیتے تھے کہ اس سے مسلمان بالآخر تنگ آ کر محاصرہ اٹھا لیں گے اور وہ قلعوں میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔

دوسرے گروپ کی رائے یہ تھی کہ مسلمانوں سے کھلے میدان میں فیصلہ کن جنگ لڑیں۔ اس گروپ کا لیڈر حارث تھا جس کا لقب ابوزینب تھا اور وہ مشہور جنگجو مرحب کا بھائی تھا۔ اُس کا کہنا یہ تھا کہ جب بھی ماضی میں محمد (ﷺ) کے مقابلے میں یہودی قلعہ بند ہوئے ہیں وہ جنگ ہار گئے ہیں۔ مگر میٹنگ کے شرکاء کی اکثریت نے اس کے مقابلے میں پہلی تجویز کو پسند کیا کہا کہ ہمارے قلعے بنی نضیر کے ان قلعوں کی طرح نہیں ہیں۔ یہ قلعے مضبوط اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہیں۔

تیسرے گروپ کی تجویز یہ تھی کہ نہ تو قلعہ بند ہو کر لڑا جائے اور نہ یہاں خیبر کے کسی کھلے میدان میں جنگ کی جائے بلکہ مدینہ میں جا کر ان سے جنگ کی جائے۔ اس گروپ کا لیڈر سلام بن مشکم نضری تھا جو خیبر میں موجود یہودی فوجوں کا سالارِ عام تھا اور جسے جنگی امور کا ماہر مانا جاتا تھا۔ سلام بن مشکم نے کہا کہ ماضی میں جو بھی یہود کے ساتھ بُرا ہوا ہے اس کا ذمہ دار یہ حیی بن اخطب ہے جس کی تم بات سن لیتے ہو اور رائے قبول کر لیتے ہو۔

سلام بن مشکم نضری نے مزید کہا کہ ہم تیماء، فدک اور وادی القریٰ کے یہودی کو بھی ساتھ لے لیں گے۔ ان کی شمولیت سے ہماری تعداد بہت ہو جائیگی اور ہم کسی عرب سے مدد نہیں لیں گے کہ ماضی میں (جنگِ احزاب میں) انہوں نے عہد شکنی کر کے تمہیں چھوڑ دیا تھا۔ مدینہ میں جا کر جنگ کرنے کی رائے کو

Marfat.com

اکثریت نے پسند کیا۔

لیکن خیبر کے یہودیوں کے بادشاہ یا سردار اعلیٰ کنانہ بن ابی حقیق نے سلام بن مشکم کی رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ میں نے عربوں کو محمد (ﷺ) کے سخت خلاف پایا ہے وہ دینِ اسلام اور بانیٔ دینِ اسلام کے کڑے دشمن ہیں اس لئے ہمیں ان سے فوری رابطہ برائے مدد کرنا چاہیے اس طرح ہماری فوجی قوت میں اضافہ ہوجائے گا اور محمد (ﷺ) ہمارے قلعوں کی مضبوطی اور فوجی طاقت کو دیکھ کر ہماری طرف کبھی مارچ کر کے نہیں آئیں گے۔ سلام بن مشکم نضری نے ناراض ہو کر کہا کہ یہ تمہاری خام خیالی ہے وہ محمد (ﷺ) تمہیں یہاں آکر گردن سے دبوچ لیں گے اور تم کچھ بھی نہ کرسکو گے۔

کنانہ بن حقیق نے سلام بن مشکم کی رائے کو نہ مانا اور اس میٹنگ کے فوری بعد چودہ آدمیوں کا ایک وفد تشکیل دیا جو نجدی اعراب سے مدد طلب کرنے کے لئے جلد ہی نجد روانہ ہوگیا۔ اس وفد کا لیڈر کنانہ بن ابی حقیق (خیبر کا نیا سربراہ یا بادشاہ) تھا۔ اس وفد میں شامل ایک سردار کا نام ھوذہ بن قیس الوائلی تھا۔

یہ وفد نجدی اعراب کے سرداروں عیینہ بن حصن، طلیحہ بن خویلد وغیرہم سے ملا، ان سے مزاکرات کئے اور کھجور کی آدھی فصل کے عوض ان سے پانچ ہزار جنگجوؤں کی بھرپور شمولیت کا اقرار کرالیا اور معاہدہ کرلیا۔ ان بت پرست قبائل نے یہود کے مطالبہ کے قبول کرنے میں ذرا بھی تردّد سے کام نہ لیا۔ اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے ان اعراب سرداروں نے اپنے ایک ہزار کے قریب جنگجو جلد ہی خیبر روانہ کردیئے تاکہ وہ یہودی فوج کے ساتھ مل کر قلعہ بند ہوں اور جب مسلمان حملہ کریں تو وہ ان قلعوں کے دفاع کی ذمہ داری میں ان کے ساتھ شریک ہوں۔

اسی طرح نجدی اعراب سرداروں نے یہود کے ساتھ یہ معاہدہ کیا کہ جیسے ہی محمد (ﷺ) اپنا لشکر لے کر خیبر کے راہ پر گامزن ہونگے تو ان کے چار ہزار جنگجو لشکرِ اسلام پر پیچھے سے حملہ کردیں گے۔

بنی مرّہ کا انکار

قارئین کرام! بنی مرّہ کا یہود کی مدد سے انکار فوجی لحاظ سے اتنا اہم نہیں ہے کہ میں اس کے لئے علیحدہ سرخی دے کر اس کا ذکر کردوں۔ ہاں تاریخی لحاظ سے اور خاص طور پر اس موقع پر مشرکین کی زبان سے یہود کے بارے میں تاریخی حقائق کا اعتراف و بیان اتنا اہم ہے کہ اس کے بیان کرنے کے لئے میں نے مناسب جانا کہ اسے علیحدہ سرخی دے کر بیان کروں۔ دیکھئے یہودی علماء و سردار کیسی کیسی حقیقتوں کو جانتے تھے اور ان کے جاننے کے باوجود وہ کس طرح اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے۔

بنی غطفان اور بنی اسد کے قبائل نے خیبر کے یہودیوں کی پکار کے جواب میں اپنے دو بڑے سرداروں عیینہ بن حصن اور طلیحہ بن خویلد کی قیادت میں اپنی فوجوں کو ان کی مدد کے لئے بھیجا، مگر بنی مرّہ کے سردار

Marfat.com

حارث بن عوف مری نے یہود کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور ان کی مدد کے لئے ایک آدمی بھی نہ بھیجا۔

بنی مرّہ کے سردار حارث بن عوف مری نے احبار یہود کی معلومات کی روشنی میں اپنی دانشمندی سے یہ بات معلوم کر لی کہ یہود پر جب بھی مسلمان حملہ کرتے ہیں یہود کو اس جنگ میں ناکامی ہوتی ہے۔ اس حقیقت کو جان جانے کی وجہ سے اس نے سمجھا کہ بنی مرہ کے افراد کو یہود کی مدد کے لئے بھیجنا ان کو موت کے منہ میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ اس کا ایمان تھا' وہ یقین کے ساتھ جانتا تھا کہ اس جنگ میں ہر حال میں ہر صورت یہود کو شکست ہوگی اور مسلمان فتحیاب ہونگے۔ اس لئے اس نے انکار کر دیا۔

بنی مرّہ کے سردار حارث بن عوف مری نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے بنی فزارہ کے سردار عیینہ بن حصن کے پاس جا کر اسے بھی مشورہ دیا کہ وہ بھی یہود کی پکار کا جواب نہ دے اور اسے واضح الفاظ میں کہا کہ اگر اس نے یہ کام کیا تو وہ ایک عبث (بے فائدہ' فضول) کام کرے گا اور غلطی کا مرتکب ہوگا۔

حارث بن عوف مری نے عیینہ بن حصن فزاری کو مشورہ دیتے ہوئے کہا:

''اے عیینہ تو ایک عبث کام کر رہا ہے۔ خدا کی قسم محمد (ﷺ) مشرق و مغرب کے درمیان جو کچھ بھی ہے اس پر ضرور غالب آ کر رہیں گے۔ یہ بات خود یہود ہمیں بتاتے ہیں۔ میں صدقِ دل سے سچ کہہ رہا ہوں کہ میں نے ابورافع سلام بن ابی حقیق کو کہتے سنا ہے کہ ہم محمد (ﷺ) کی نبوت پر اس لئے حسد کرتے ہیں کہ نبوت بنی ہارون سے نکل گئی ہے ورنہ تو محمد ﷺ اللہ کے سچے نبی مرسل ہیں اور مزید کہا کہ یہ یہودی میری بات نہیں مانتے۔ ہماری ان سے دو جنگیں ہوں گی۔ ایک یثرب میں (اور وہ ہو چکی ہے) اور ایک خیبر میں۔

میں نے کہا! اے سلام بن ابی حقیق کیا وہ زمین پر غالب آ جائے گا؟ اس نے جواب دیا' ہاں' قسم توریت کی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

لیکن میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اس کے بارے میں یہود کو میرے اس قول کا پتہ چلے۔''

(فتحِ خیبر' از احمد باشمیل صفحہ 73 تا 78)

کھلا راز

اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ دو جہاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' رحمت العالمین' عالمِ خفا و غیوب' مخبرِ صادق' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ ہی ان حکمتوں' مصلحتوں کو جانتے تھے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کا دستور تھا کہ دور کی مہموں میں آپ ﷺ خاص طور پر راز داری فرمایا کرتے تھے غزوۂ خیبر میں اس راز داری سے کام نہ لیا بلکہ اعلانیہ عام تیاری کی اور لوگوں کو بتایا کہ اب آپ ﷺ خیبر سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

اس کی ظاہری وجوہات تو یہ تھیں۔

Marfat.com

مشرکینِ قریشِ مکہ سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا تھا۔

مشرکینِ نجد کو بھی بار بار کی تعدیبی کارروائیوں سے ٹھنڈا کر دیا گیا تھا۔

اپنے جرائم' خباثتوں کی وجہ سے یہود کو پتہ تھا کہ اب ان کی باری ہے۔

اس غزوہ میں اگر کوئی راز داری تھی تو وہ اس پہلو سے تھی کہ یہودیوں کو یہ گمان تھا کہ مسلمان اتنی جلدی حملہ آور نہیں ہوں گے کیونکہ انہیں ابھی اپنی فوجی قوت میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ابھی تو وہ حدیبیہ سے واپس آئے ہیں۔

یہ اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول ﷺ کے راز و نیاز ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ سورۂ حاقہ آیت 40 میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ (الحاقہ:40)

ترجمہ: ''بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں۔''

اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالکِ کل کائنات نے اپنے محبوب رسول خاتم النبین ﷺ کو فرمادیا کہ آپ اپنے ان ہی اصحاب حدیبیہ کے ساتھ غنائم و فتح حاصل کرنے کے لئے بڑھیں مشرکینِ غطفان و یہود پر میں رعب و دبدبہ و خوف ڈال کر آپ کے سامنے بےبس کر دوں گا۔

غزوۂ خیبر کا ایک کھلا راز ہونے کی تصدیق درج ذیل سے بھی ہوتی ہے۔

غزوۂ خیبر کے لئے اندازاً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک محدود لشکر تھا اور خیبر کا قرب و جوار اسلام دشمن عناصر سے پُر تھا۔ لشکر کا راستہ بھی محفوظ نہ تھا۔ مشرکینِ نجد خاص طور پر غطفان و اسد قبائل کے اعراب اسلام دشمنی میں پیش پیش تھے اور ان کی ہمدردیاں یہود کے ساتھ تھیں اور انہی سے ان کے مفادات وابستہ تھے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اس صورتِ حال کے پیشِ نظر خیبر پر حملہ کرنے سے قبل ایک تجربہ کار' ذمہ دار فوجی کمانڈر یا لیڈر کی طرح قبائلِ نجد غطفان و اسد کے سرداروں سے رابطہ کیا اور انہیں یہ مشورہ دیا کہ وہ اس جنگ میں غیر جانبدار رہیں جو عنقریب ان کے درمیان ہونے والی ہے۔ نیز حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے انہیں یقین دلاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ لامحالہ انہیں خیبر پر فتح دے گا کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ ٹل نہیں سکتا۔

اس کے علاوہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پر نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے غطفان اور نبی اسد کی طرف ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ میرے اور یہود کے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ خیبر پر مجھے فتح دے گا۔

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حضور انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے غطفان اور اسد قبائل کی یہود کے

Marfat.com

لئے مدد کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے خطرات سے اپنے لشکر کو بچانے کے لئے ان قبائل کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچایا کہ اگر وہ اسلام قبول کرلیں اور ان کے اور یہود کے درمیان سے ہٹ جائیں تو آپ ﷺ انہیں خیبر دینے کے لئے تیار ہیں۔ بعض مؤرخین کے مطابق آپ ﷺ نے ان سے غیر جانبدار رہنے کا مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان کے خلاف یہود کی مدد نہ کریں تو آپ ﷺ انہیں فتح کے بعد اس کے پھلوں کا نصف حصہ دیں گے۔

ان قبائل کے مشرک جلد باز' ناسمجھ' کوتاہ بین سرداروں نے ان پیش کشوں کو قبول نہ کیا اور غیر جانبداری اختیار کرنے سے انکار کردیا اور انہوں نے آپ ﷺ کو پیغام پہنچایا کہ وہ اپنے یہودی حلیفوں سے الگ نہیں ہونگے۔ (المغازی از واقدی جلد 6 صفحہ 650)

زمانۂ وقوع

غزوۂ خیبر کا زمانۂ وقوع ماہ محرم سن 7 ہجری کا ہے۔ خیبر' مدینہ منورہ سے شمال کی جانب ایک سو چون (154) کلو میٹر کی دوری پر ہے۔

مفسرین کا بیان ہے کہ فتح و غنائم خیبر اللہ تبارک تعالیٰ کا وعدہ تھا جو اس نے اپنے ارشادِ مبارک کے ذریعہ فرمایا تھا۔

قریشِ مشرکینِ مکہ کے ساتھ تاریخی معاہدہ ''صلحِ حدیبیہ'' کے بعد مقامِ حدیبیہ سے واپس آتے ہوئے کراع الغمیم کے مقام کے قریب اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول' پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ پر یہ آیتِ مبارک (سورہ فتح آیت 20) نازل فرمائی:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (فتح:20)

ترجمہ: ''کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے۔ پس اللہ تبارک تعالیٰ نے تم کو یہ جلد ہی دے دی۔ (یعنی فتح خیبر)۔''

یہی بات اصحابِ مغازی و سیر نے بھی بیان کی ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ کا وعدہ مسلمانوں کی تسلی اور ان کے عزائم کی مضبوطی کے لئے تھا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی خیبر کے فتح ہونے اور اس کے وسیع سبزہ زاروں اور باغوں کے مالِ غنیمت ہونے میں شبہ نہیں ہوا۔ یہ ان کے اس ثبات و وقوف کا بدلہ ہے جو انہوں نے خوشحالی اور تنگدستی کے زمانے میں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبیِ کریم ﷺ کے پہلو میں کھڑے ہو کر دکھایا۔

نیز اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں اس نفسیاتی تکلیف سے تسلی دینے کے لئے فتحِ خیبر کا وعدہ دیا جو انہیں نبی کریم ﷺ کے اس شرط کے قبول کرنے کی وجہ سے پہنچی تھی جس کے مطابق انہیں حدیبیہ کے سال مسجد الحرام سے روک دیا گیا تھا۔

Marfat.com

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم سرورِ دو عالم، نور کائنات، رحمت العالمین ﷺ سفر حدیبیہ سے ماہ ذی الحجہ سن 6 ہجری میں مدینہ طیبہ مراجعت فرما ہوئے۔ یہاں آ کر حضور ﷺ کو ان سازشوں کے بارے میں آگاہی ہوئی جو خیبر کے یہودی، دیگر مشرک قبائل کے ساتھ مل کر مدینہ طیبہ پر چڑھائی کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ اس سنگین صورتِ حال کے پیشِ نظر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے وقت ضائع کئے بغیر ان کی گوشمالی کے لئے فوری اقدام ضروری سمجھا۔

چونکہ منافقین اور کچھ کمزور ایمان والے لوگ سفر حدیبیہ میں حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جانے کے بجائے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے تھے اس لئے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول حضورِ انور رؤف و رحیم ﷺ کو ان کے بارے میں سورہ فتح کی آیت 15 میں حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ (الفتح:15)

ترجمہ: ''جب تم اموالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے جانے لگو تو یہ پیچھے چھوڑے گئے لوگ کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی بات بدل دیں۔ ان سے کہہ دینا کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے پہلے ہی یہ بات کہہ دی۔''

لشکرِ اسلام، روانگی

چنانچہ اس مہم کو سر کرنے کے لئے صرف ان جانباز مجاہدوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شمولیت کی دعوت دی جو حدیبیہ کی مہم میں ہم رکاب تھے کیونکہ دینِ اسلام سے ان کی گہری عقیدت اور اپنے رسولِ مکرم ﷺ سے بے پایاں محبت ہر شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ دوسرے لوگوں کے لئے یہ اعلان فرمایا کہ صرف وہ لوگ ہی اس سفر میں ہمرکابی کا شرف حاصل کر سکتے ہیں جو اموالِ غنیمت کے طلب گار نہ ہوں اور جن کے دلوں میں صرف کلمۂ حق کو بلند کرنے کا شوق موجزن ہو۔ چنانچہ مدینہ طیبہ میں بیس پچیس روز قیام کے بعد ماہِ محرم سن 7 ہجری میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔

اس غزوے کے دوران مدینہ منورہ کا انتظام حضرت سباع بن عرفہ غفاری رضی اللہ عنہ کو سونپا گیا۔ ابنِ ہشام نے حضرت نمیلہ بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کا نام لیا ہے۔ محققین کے نزدیک پہلی بات زیادہ صحیح ہے۔

(فتح الباری جلد 7 صفحہ 465 زاد المعاد جلد 2 صفحہ 133)

غزوۂ خیبر میں جانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد وہی تھی جو غزوۂ حدیبیہ میں تھی یعنی کہ چودہ سو سے پندرہ سو کے قریب، کیونکہ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے واضح فرمان کے بعد اصحابِ حدیبیہ کے

Marfat.com

علاوہ کوئی اور شامل ہو جانے کی جسارت نہ کر سکا۔ ہاں چند خواتین ضرور اس میں شامل ہو گئی تھیں اور وہ اس خیال سے کہ وہ مجاہدینِ اسلام کی مختلف طریقوں سے خدمت کریں گی اور جنگ میں معاون ثابت ہوں گی۔ جیسے زخمیوں کو پانی پلانا' ان کی دیکھ بھال علاج کرنا' تیر جمع کرنا اور لا کر دینا' کھانا پکانا وغیرہ۔ جب خواتین نے یہ کہا کہ ہم مقدور بھر مسلمانوں کی مدد کریں گی تو حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا ''اللہ کی برکت سے شامل ہو جاؤ۔''

اس لیے مجاہدینِ اسلام کی تعداد اس غزوہ میں چودہ سو سے زائد اور پندرہ سو کے قریب تھی اور ان میں سے دو سو گھڑ سوار تھے یعنی کہ دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس سواری کے لئے گھوڑے تھے جو کہ مسلمانوں کی آج تک کی جنگی تاریخ میں سب سے بڑی تعداد تھی۔ (امتاع الاسماع' علامہ مقریزی صفحہ 235۔ دیگر کتب سیرت)

باقی رہے دوسرے وسائل نقل و حمل یعنی اونٹ و خچر وغیرہ تو ان کی تعداد کے بارے میں کسی مؤرخ نے نہیں لکھا ہے کہ وہ کتنے تھے۔

لیکن راقم الحروف (اس کتاب کا مصنف) اس بنا پر کہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اپنے لشکر کے ساتھ یہ فاصلہ کم دنوں میں طے فرمایا یعنی کہ آپ ﷺ نے تیسرا پڑاؤ خیبر ہی پہنچ کر ڈالا۔ جس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ کے لشکر نے روزانہ آرام سے پچاس کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا۔

اور اتنا فاصلہ اتنی کم مدت میں طے کر لینے سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک کی سواری اور مال برداریٔ لشکر کے لئے کافی اونٹ' خچر موجود تھے۔ یعنی کہ دو سو گھوڑوں کے علاوہ تقریباً ساڑھے چھ سو (650) اونٹ وغیرہ ضرور بالضرور ساتھ تھے۔

اپنے اس مفروضے کے ثبوت میں میں یہاں درج ذیل علامہ محمد حسین ہیکل رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''حیاتِ محمد'' سے حوالہ پیش کرتا ہوں۔

اگرچہ مدینہ طیبہ سے خیبر کی مسافت آٹھ برید (8x12=96 میل 154 کلومیٹر) تھی لیکن اس سفر میں رازداری اور تیز رفتاری کو ملحوظ رکھا گیا۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم ﷺ یہ طویل مسافت صرف تین رات میں طے کر کے خیبر کی حدود میں داخل ہو گئے۔ (حیاتِ محمد از محمد حسین ہیکل صفحہ 374)

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جب اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خیبر پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جانے کے لئے اعلان فرمایا تو تمام مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ وہ جہاد کے بہت آرزومند تھے۔ اور یہ وہ واحد راستہ ہے جس پر چل کر انسان شہادت پا کر اللہ تبارک تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ درجات پا جاتا ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ جن خوش نصیبوں کو شہادت سے نواز دیتا تھا وہ تو سب ان کی قسمت پر رشک کیا کرتے تھے۔

Marfat.com

خواتین کی شرکت

بنو غفار قبیلہ کی ایک خاتون نے بتایا کہ حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ جب فتح خیبر کے لئے روزانہ ہوئے تو میں بنی غفار کی چند دیگر خواتین کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئی۔ ہم نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! ہم نے ارادہ کیا ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ہمراہ اس سفر میں جائیں گی۔ ہم پیاسوں کو پانی پلائیں گی، زخمیوں کی مرہم پٹی کریں گی کھانا تیار کریں گی اور جہاں تک ممکن ہوا ہم مسلم مجاہدین کی معاون ثابت ہوں گی۔ حضور پُرنور سرورِ دوعالم ﷺ نے ہمیں اجازت دے دی۔ فرمایا: برکۃ اللہ اجازت ہے اللہ کی برکتیں تمہارے شامل حال ہوں۔

چنانچہ ہم حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئیں۔ جب خیبر فتح ہوا اور کثیر تعداد میں مالِ غنیمت ہمارے قبضہ میں آیا تو حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ نے ان مجاہدات کو اموال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا لیکن انہیں بالکل محروم بھی نہیں رکھا۔ اموال فئی میں سے کچھ انہیں عطا فرمادیا۔

یہ خاتون کہتی ہیں کہ یہ ہار جو تمہیں میرے گلے میں نظر آرہا ہے، یہ بھی اس روز حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے میرے گلے میں ڈالا تھا۔ میں نے آج تک اسے اپنے سے جدا نہیں کیا۔ مرتے وقت بھی ان کی گردن میں یہ ہار آویزاں تھا کیونکہ اس خاتون نے وصیت کی تھی کہ اس ہار کو میرے مرنے کے بعد بھی میرے گلے میں رہنے دیں اور مجھے اس کے ساتھ دفن کریں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

انسان قربان ہو جائے اس عظمتِ ایمان پر کہ ہر وہ چیز جس کی نسبت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، تاجدار کائنات، سرکارِ دوعالم ﷺ کی طرف ہوتی تھی اسی کو وہ اپنی نجات کا ضامن سمجھتے تھے۔

تاریخ میں ان خواتین کے اسمائے مبارکہ محفوظ ہیں۔ بطورِ تبرک انہیں یہاں بیان کیا جارہا ہے:

1- اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا
2- صفیہ دختر عبدالمطلب
3- اُم ایمن
4- سلمٰی، نبی کریم کی خادمہ
5- عاصم بن عدی کی زوجہ۔ خیبر میں ہی ان کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام سہلہ رکھا گیا
6- اُم عمارہ نصیبہ بنتِ کعب
7- اُمِ منیع
8- اُم مطاوع الاسلمیہ
9- اُمِ سلیم بنتِ ملحان

Marfat.com

10- اُم الضحاک بنتِ مسعود الحارثیہ

11- ہند بنتِ عمرو بن حرام

12- اُم العلاء الانصاریہ

13- اُمِ عامر الاشہلیہ

14- اُمِ عطیہ الانصاریہ

15- اُمِ سلیط

16- اُمیہ بنتِ قیس غفاریہ

17- کعیبہ بنتِ سعد الاسلمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن جمیعاً۔

امہات المؤمنین میں سے اس سفر میں ام المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کو معیت کا شرف حاصل ہوا۔

مقدمۃ الجیش کی کمان حضرت عکاشہ بن محصن الاسدی رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ میمنہ پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا اور میسرہ پر ایک دوسرے صحابی کو متعین کیا۔ بنو اشجع قبیلہ کے دو آدمی جو اس راستہ کے پیچ وخم سے بخوبی آگاہ تھے انہیں راستہ دکھانے کی ذمہ داری سونپی۔ (تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 43)

رئیس المنافقین

جب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دوجہاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر حملہ کرنے کا عزم فرمایا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے بسرعت تمام خیبر کے یہودیوں کو اس کے متعلق اطلاع دے دی اور ان سے کہا کہ وہ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں اور تمام حفاظتی تدابیر اختیار کر لیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کے لشکر کی کمزوریاں اور یہودی افواج کی قوت کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے لگے۔ یہ باتیں اُس ارجنٹ خط میں پائی جاتی ہیں جسے عبداللہ بن ابی بن سلول نے لکھا اور اپنے ایک قابلِ اعتماد مددگار کو دے کر خیبر بھیجا۔

اس خط کا مضمون یہ تھا:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف آنے والے ہیں۔ اپنے بچاؤ کی تدابیر کر لو اور اپنے اموال کو اپنے قلعوں میں داخل کر لو۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے لئے میدان میں آجاؤ اور ان سے بالکل خوف زدہ نہ ہونا، تمہاری تعداد بہت زیادہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم بہت تھوڑی ہے اور بے ہتھیار ہے۔ ان کے پاس صرف تھوڑے سے ہتھیار ہیں۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 157)

منافقین کے علاوہ دیگر یثربی یہودی جو اب تک مدینہ منورہ چھوڑ کر خیبر کے اطراف میں جا چکے تھے ان کی بھی پوری پوری ہمدردیاں اور معاونت یہودِ خیبر کے ساتھ تھیں۔ اس دوران انہوں نے خیبر کے یہودیوں

Marfat.com

کے لیے جاسوسی کے لیے اقدام کیے۔ انہوں نے اشجع قبیلے کے ایک بدو کو کرائے پر حاصل کر کے خیبر کے یہودیوں کی طرف لشکرِ اسلام کی ضروری معلومات دے کر بھجوایا اور ان سے مسلمانوں کے سامنے ڈٹ جانے کا مطالبہ کیا۔ یہ جاسوس لشکرِ اسلام کی گشتی پارٹی کے ہتھے چڑھ گیا جس کی مزید تفصیل اپنے مقام پر بیان کی جائے گی۔

حفاظتی دستہ اور رہبر

مدینہ منورہ سے روانہ ہونے سے قبل پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف رحیم ﷺ نے انٹیلی جنس کا ایک دستہ بنایا جس میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کی قیادت آپ ﷺ کے حفاظتی دستے کے ایک سالار حضرت عباد بن بشر انصاری رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔ اس دستے کا کام یہ تھا کہ لشکرِ نبوی کے آگے آگے راستوں کی دیکھ بھال کرے اور لشکرِ اسلام کو بتائے کہ اس کا راستہ دشمن کی کمین گاہوں اور جاسوسوں سے خالی ہے اور اردگرد کے حالات کو بھی معلوم کرتا جائے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیبر پہنچانے والے راستوں سے اچھی طرح آشنا نہ تھے اور نہ ہی ان علاقوں کے حالات و زمینی ساخت سے اچھی طرح واقف تھے جن سے اب لشکرِ اسلام نے گزرنا تھا۔ اس لیے پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس و جاں، حضورِ انور، نبی کریم ﷺ نے اس علاقے اور اس کے راستوں کے دو ماہر رہبروں سے مدد حاصل کی تاکہ خیبر پہنچنے تک وہ لشکرِ اسلام کی رہبری کریں۔

یہ دو رہبر حسیل بن خارجہ اور عبداللہ بن نعیم تھے اور ان دونوں کا تعلق نجد کے ایک قبیلہ اشجع سے تھا۔ اس قبیلہ کے آدمی جاہلیت کے زمانے میں بھی ہمیشہ خیبر کے علاقے میں آتے جاتے رہتے تھے۔

لشکر کا راستہ

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے مدینہ منورہ سے خیبر شمال کی جانب 154 کلومیٹر کی دوری پر واقع تھا، واقع ہے۔

جس راستے سے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و برّ، فخرِ کائنات، رحمت للعالمین حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ تشریف لے گئے، مؤرخین نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

حضورِ انور نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ مدینہ سے نکلے تو ثنیۃ الوداع کے راستے پر چلے۔ پھر آپ ﷺ جرف اور غابہ کے درمیان زغابہ کے راستے پر چلتے رہے۔ وہاں سے نقمی کے راہ پر چلتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور پھر مستناخ کے راہ پر ہو لیے۔ پھر عصر کے راستے پر چلے اور چلتے رہے یہاں تک کہ مقامِ صہباء پر

Marfat.com

علامہ واقدی ﷫ کا بیان ہے کہ حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے مقام صہباء پر پہنچ کر نمازِ عصر ادا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے کھانا لانے کے لیے فرمایا تو صرف ستو اور کھجوریں لائی گئیں۔ آپ ﷺ اور ساتھیوں نے بھی انہیں تناول فرمایا۔

پھر حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے کلی کی اور نمازِ مغرب ادا فرمائی اور پھر نمازِ عشاء کے وقت نمازِ عشاء ادا فرمائی۔ ان امور سے فارغ ہونے کے بعد صہباء میں ہی آپ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ لشکرِ اسلام کا حملہ خیبر پر اس کی شمال کی جانب سے ہو تا کہ آپ ﷺ بنی غطفان اور اہلِ خیبر کے درمیان حائل ہو جائیں اور یہود کی شام کی طرف بھاگنے کی راہ بھی مسدود ہو جائے۔

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 603۔ صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 115۔ مغازی الواقدی صفحہ 112)

صہباء سے خیبر زیادہ دور نہ تھا۔ اب اگلی منزل خیبر کا شمالی حصہ ہی تھا۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے دونوں رہبروں کو خدمتِ اقدس میں بلوایا تو حسیل بن خارجہ اشجعی اور عبداللہ بن نعیم اشجعی دونوں حاضر ہو گئے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے دونوں کو بتایا کہ ہماری سکیم یہ ہے کہ ہم خیبر پر شمال کی جانب سے حملہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہماری اس سکیم کو مدنظر رکھ کر ہمارے آگے آگے چلو یہاں تک کہ ہم وادیوں کے سامنے پہنچ جائیں اور پھر خیبر کے شمال میں پہنچ جائیں۔

تاکہ اس حکمتِ عملی کے ذریعے ایک طرف تو یہود کے شام بھاگنے کا راستہ بند کر دیں اور دوسری طرف بنی غطفان اور یہود کے درمیان حائل ہو کر ان کی طرف سے کسی مدد کی رسائی کے امکانات ختم کر دیں۔

رہبر حسیل بن خارجہ نے کہا کہ میں آپ ﷺ کو لے چلوں گا۔ چلتے چلتے رہبر حسیل بن خارجہ آپ ﷺ (لشکرِ اسلام کو) لے کر ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں سے خیبر کے لیے متعدد راستے نکل رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر اُس نے عرض کی۔

اے اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول ﷺ یہ سارے راستے ہماری منزل کی طرف جاتے ہیں۔ فرمایئے ان میں سے کس راستے پر چلوں؟ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا ان کے نام بتاتے جاؤ۔

حضور پُر نور ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ ہمیشہ اچھے ناموں کو پسند فرمایا کرتے اور ان سے نیک فال لیتے اور بُرے ناموں اور بدفالی کو ناپسند کیا کرتے ہے۔ اس نے عرض کی ایک راستہ کا نام حزن (غم) ہے دوسرے کا شاش (تفرق و اضطراب والا) ہے اور تیسرے کا نام حاطب (ایندھن اکٹھا کرنے والا لکڑ ہارا) ہے۔ ان تینوں کو حضورِ انور ﷺ نے مسترد کر دیا۔ اب ایک ہی راستہ باقی رہ گیا ہے۔ حضرت عمر ﷛ نے پوچھا اس کا نام کیا ہے۔ حسیل نے کہا مرحب یعنی کشادگی۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسی راستۂ مرحب پر چلو۔

Marfat.com

لشکراس راستے پر چلتے چلتے شہر خیبر' آبادیِ خیبر کے شمال میں پہنچ گیا۔ پھر لشکرِ حیاض اور سریر وادی میں چلا اور وادیوں کے سامنے پہنچ کر آپ ﷺ خیبر کے ایک قلعہ الخرصۃ تک پہنچ گئے۔ وہاں سے آپ ﷺ (لشکرِ اسلام) الشق اور النطاۃ کے درمیان چلے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 183 تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 45)

لشکرِ اسلام اس راستہ پر چل کر وادی رجیع میں جا کر قیام پذیر ہوا۔ یہی جگہ تھی جو بنوغطفان اور خیبر کے درمیان واقع تھی۔ یہاں ٹھہرنے کا مقصد یہ تھا کہ بنوغطفان کو یہودِ خیبر کی مدد کرنے سے روک دیا جائے۔ لشکرِ اسلام کے پڑاؤ کی یہ جگہ یہودیوں کے قلعہ نطاۃ کے قریب تھی۔ (قارئین کرام یہ مقامِ رجیع وہ والا رجیع نہیں ہے جہاں عضل وقارہ کی غداری سے بنولحیان کے ہاتھوں آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت اور حضرت زید اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہما کی گرفتاری اور پھر مکہ میں شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ وہ رجیع مکہ کی طرف ایک مقام تھا اور یہ رجیع خیبر کے ساتھ ہے۔)

راستے کے واقعات

اثنائے سفر ایک رات یہ کارواں سرگرمِ سفر تھا اور ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا کہ ایک صاحب نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے چچا حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کو فرمائش کی کہ اپنا کچھ کلام سنائیں۔ حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے حدی کی لے میں مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے شروع کیے:

اللھم لو لا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا و لا صلینا

1- ''اے اللہ! اگر تو ہماری دستگیری نہ فرماتا تو نہ ہمیں صدقہ دینے کی توفیق ہوتی اور نہ نماز پڑھنے کی۔''

2- ''ہم تجھ پر نثار! ہم نے شیطان کی پیروی کرتے ہوئے جو گناہ کیے ہیں وہ ہمیں بخش دے اور جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔''

وانزلن سکینۃ علینا انا اذا صیح بنا اتینا

3- ''ہم پر تسکین نازل فرما۔ ہمیں جب جہاد کے لئے پکارا جاتا ہے تو ہم حاضر ہو جاتے ہیں۔''

وبالصیاح عولو علینا وان اراد وا فتنۃ ابینا

4- ''انہوں نے چیخ و پکار سے ہم پر حملہ کرنے کی کوشش کی ہے اور جس وقت وہ ہمیں کسی فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس میں مبتلا ہونے سے انکار کر دیتے ہیں۔''

ان کی آواز میں بلا کا سوز تھا۔ اونٹوں میں مستی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ ذکرِ الٰہی کو اس اثر انگیز لہجہ میں سن کر سب مجاہدین پر بھی کیف وسرور طاری ہو گیا۔

حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم رحمتِ دو عالم ﷺ نے دریافت فرمایا: من ھذا السائق؟ یہ حدی

Marfat.com

خواں سوار کون ہے؟ عرض کی گئی' یہ عامر ہیں۔ فرمایا: رحمه الله کہ اللہ تبارک تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ اپنے آقا ﷺ کی زبان سے اپنے مجاہد بھائی کے حق میں یہ کلماتِ دعا سن کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بولے: وجبت یارسول الله لو لا امتعتنا به یا رسول الله ﷺ! اس کے لیے اب شہادت واجب ہوگئی۔ اے اللہ کے حبیب! اس سے متمتع ہونے کا مزید موقع حضورِ انور ﷺ نے ہمیں کیوں عطا فرمایا۔

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 603-صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 115-زاد المعاد جلد 3 صفحہ 317'318-السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 330

اور عملاً حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کو معرکہ خیبر میں اللہ تبارک تعالیٰ نے ایک یہودی سے مبارزت میں شہادت سے ہمکنار فرمایا۔

مبارزت کے دوران حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل کی پنڈلی پر تلوار مارنی چاہی۔ یہودی نے اس کی زد سے اپنی ٹانگ ہٹالی تو تلوار کا وار خالی گیا اور تلوار لوٹ کر ان کے اپنے گھٹنے کے اگلے حصے پر لگی اور وہ اپنی تلوار کے وار سے متاثر ہو کر فوت ہو گئے۔

اس پر بعض نے یہ گمان کیا کہ کیونکہ حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ اپنی ہی تلوار سے زخمی ہو کر وفات پا گئے ہیں اس لیے ان کے اعمال رائیگاں گئے ہیں۔ اس بات کو سن کر حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جو آپ (عامر بن اکوع) کے بھائی تھے یا بہت قریبی عزیز تھے وہ بہت غمزدہ ہو گئے۔

جب حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اس کی یہ صورت دیکھی تو اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر فرمایا تجھے کیا تکلیف ہے؟ اس نے جواب دیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ کے اعمال رائیگاں چلے گئے ہیں۔ یہ سن کر پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ دو جہاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' عالمِ خفا و غیوب' مخبرِ صادق' محبوبِ ربّ للعالمین حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ بات کہی ہے اس نے جھوٹ بولا ہے (بدگمانی کی ہے)۔ پھر آپ ﷺ نے دو انگلیوں کو اکٹھا کر کے فرمایا۔ اس کے لیے دو اجر ہیں۔ وہ کوشش کرنے والا مجاہد ہے۔ کوئی عرب کم ہی اس طرح اونٹوں کو چلا سکتا ہے۔

آہستگی اختیار کرو

غزوۂ خیبر میں جب لشکرِ اسلام خیبر کی طرف رواں دواں تھا تو بعض نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت میں اونچی اونچی آواز میں دعائیں کرنا شروع کر دیں اور تکبیر و تحلیل بھی اونچی آواز میں شروع کر دی۔ جب وہ ایک وادی کے قریب پہنچے تو بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ اللہ کہنے لگے۔

Marfat.com

حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت العالمین ﷺ نے یہ سن کر فرمایا "اپنے آپ پر نرمی کرو۔ اپنے اوپر رحم کرو اتنی زور زور سے چیخ کر مت پڑھو کیونکہ تم لوگ کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس ہستی کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے۔" (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 605)

کچھ مؤرخین نے مندرجہ بالا واقعہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ خیبر سے واپسی کے دوران پیش آیا۔ بہر حال اس حدیثِ پاک میں جو امت کی اصلاح وتربیت کے لئے فرمایا ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ نرمی، سکون، اعتدال اور نظام کو پسند فرماتے تھے اور شوروغل اور بلندی آواز کو چاہے وہ ذکرِ الٰہی ہو' ناپسند فرماتے تھے۔

یوں اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد وثنا کے نغمے الاپتے ہوئے عاشقانِ باصفا کا قافلہ اپنی منزل کی طرف بڑھتا جارہا تھا۔ چاندنی رات تھی، حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سب سے آگے چل رہا ہے اور چاند کی روشنی پڑنے سے جو چادر اس نے اوڑھی ہوئی ہے وہ چمک رہی ہے۔ حضور پُرنور ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کی گئی کہ یہ عبس بن جبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرمایا اس کو پکڑ لو۔

اس کے بعد جو گفت وشنید ہوئی اس کے بارے میں خود حضرت عبس بن جبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ فرمان سنتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مجھے اپنے حصار میں لے لیا۔ سوچنے لگا کہ مجھ سے ایسی کون سی خطا سرزد ہوئی ہے جس کی یہ سزا ہے؟ میں اسی سوچ میں غلطاں وپیچاں تھا کہ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ بھی تشریف لے آئے اور پوچھا تم سب ساتھیوں سے الگ آگے آگے کیوں جارہے تھے؟

میں نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! میری اونٹنی بڑی تیز رفتار اور منہ زور ہے۔ یہ زبردستی آگے بڑھنا چاہتی تھی۔ پھر پوچھا وہ چادر کہاں ہے جو میں نے تمہیں اوڑھائی تھی؟ میں نے عرض کی، جب یہ سفر پیش آیا تو میں نے اسے آٹھ درہم میں فروخت کردیا۔ دو درہم سے زادِ سفر خریدا' دو درہم اپنے اہلِ خانہ کو بطورِ خرچہ دیئے اور چار درہم کی یہ چادر خرید لی جواب میں نے اوڑھی ہوئی ہے۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف ورحیم، رحمت العالمین، سرکارِ دوعالم ﷺ میری یہ عرضداشت سن مسکرادیئے۔ پھر فرمایا، اے عبس! تم اور تمہارے غریب دوست، بخدا اگر تم لوگ کچھ عرصہ زندہ سلامت رہے تو تمہارے زادِ سفر میں بہت اضافہ ہوجائے گا۔ اپنے اہلِ خانہ کے لئے تم کثیر رقم بطورِ خرچہ دے جایا کروگے اور تمہارے پاس دراہم اور غلاموں کی کثیر تعداد ہوگی۔ وما ذٰلك لكم بخير۔ لیکن زروسیم کی اس بہتات میں تمہارے لئے بھلائی نہ ہوگی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 183)

جاسوس کی گرفتاری

حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ اور اس کی گشتی انٹیلی جنس پارٹی (دستہ) نے جو لشکرِ اسلام کے آگے اردگرد کے حرکات وسکنات پر گہری نظر رکھے ہوئے جارہی تھی اس نے قبیلہ اشجع کے آدمی کو جاسوس سمجھ کر پکڑ لیا۔ شروع

Marfat.com

شروع میں تو اس نے جاسوس ہونے سے انکار کیا اور یہی کہا کہ میرے اونٹ گم ہو گئے ہیں انہیں تلاش کر رہا ہوں۔ مگر جب حفاظتی گشتی پارٹی کے سالار حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے اس سے سختی کے ساتھ تحقیق کی تو اس نے اعتراف کیا کہ میں یہود کا جاسوس ہوں۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے اس سے خیبر کے یہودیوں کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا۔

یہودیوں کا بادشاہ یا سردار اعلیٰ کنانہ بن ابی حقیق اور ھوذہ بن قیس اپنے غطفانی حلیفوں کے پاس گئے تھے اور انہوں نے غطفان و بنی اسد کو جنگ کے لئے تیار کر لیا ہے اور بدلے میں ایک سال کی کھجوریں دینے کا وعدہ کیا ہے۔

اور وہ گھوڑوں اور اسلحہ کی مدد لے کر آئے ہیں۔ ان دستوں کی قیادت عتبہ بن بدر کر رہا ہے اور وہ دستے یہودیوں کے ساتھ ان کے قلعوں میں داخل ہو گئے ہیں جہاں پر دس ہزار جانباز موجود ہیں اور اتنی طاقت کی موجودگی میں کوئی بھی اہلِ قلعہ کی طرف منہ نہیں کر سکتا۔ وہاں پر بہت غلہ اور اسلحہ موجود ہے۔ اگر کئی سال تک ان کا محاصرہ جاری رہے تو وہ غلہ ان کے لئے کافی ہوگا اور ہمیشہ رہنے والا پانی بھی قلعوں میں موجود ہے جسے وہ پیتے ہیں' استعمال کرتے ہیں۔ میں کسی قوم میں ان کے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت نہیں پاتا۔

یہ جاسوس تو پکا جاسوس تھا جو پکڑے جانے کے باوجود ابھی تک یہودیوں کی طاقت کا ہی ڈھنڈورا پیٹ رہا تھا اور ان کے خلاف معلومات کم دے رہا تھا۔ جب یہ یقین ہو گیا کہ یہ تو یہود کا بھیجا ہوا تجربہ کار اجرتی جاسوس ہے تو حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ کچھ سختی کی اور اسے کہا کہ مجھے سچ سچ بتا دو ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔

اس اشجعی جاسوس نے آپ کے تیور دیکھ کر کہا اگر میں آپ کو سب کچھ سچ سچ بتا دوں تو کیا آپ مجھے امان دے دیں گے۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں میں تمہیں امان دے دوں گا۔ وہ بدو کہنے لگا جو کچھ تم لوگوں نے یثرب کے یہودیوں کے ساتھ کیا ہے اس کی وجہ سے خیبر کے یہودی مرعوب اور خوف زدہ ہیں۔

یثرب کے یہودیوں (مدینہ سے جلاوطن ہو کر آنے والے) نے میرے ایک چچا زاد کو تاجر کے روپ میں مدینہ بھیجا ہے تاکہ وہ تمہاری افرادی قلت اور گھوڑوں' اسلحہ کی قلت کے بارے میں ایک صحیح رپورٹ تیار کر کے کنانہ بن ابی حقیق کو اس سے آگاہ کرے۔ یثرب کے یہودیوں نے کنانہ سے کہا ہے کہ مسلمانوں کو خوب کاری ضرب لگاؤ پھر یہ تمہاری طرف منہ نہیں کریں گے۔

قریشِ مکہ اور نجد کے اعراب (بدو قبائل) اس بات سے خوش ہیں کہ تم ان کی طرف حملہ کرنے جا رہے ہو کیونکہ ابھی تک تمہیں ان کے جنگجوؤں کی تعداد' وافر غلے' قلعوں کی مضبوطی اور غذائی مواد کی کثرت کے متعلق پتہ ہی نہیں چل سکا۔ قریش کہتے ہیں کہ اس دفعہ خیبر غالب آئے گا اور بدوؤں کا بھی یہی خیال ہے۔

Marfat.com

میں نے ان باتوں کو سنا ہے اور میں نے سچ سچ بتا دیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس بدو جاسوس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ جاسوسی کے لئے مجھے کنانہ بن ابی حقیق نے کہا ہے کہ تم مسلمانوں کے متوقع راستوں میں چلے جاؤ اور ہمارے لئے ان کی حقیقت معلوم کرو کہ وہ کتنے ہیں‘ اسلحہ وغیرہ کیسا ہے اور دیگر وسائل کیسے ہیں؟ موقع ملے تو ان میں گھل مل جاؤ اور باتوں ہی باتوں میں انہیں ہماری کثرتِ تعداد اور قوت اور کثیر ذرائع سے ڈراؤ خوف زدہ کرو اور ان کے حالات معلوم کر کے جلد ہمارے پاس آ جاؤ اور ہمیں مطلع کرو۔

جب گشتی پارٹی کے کمانڈر حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے جاسوس سے پوچھ گچھ مکمل کر لی تو پھر اسے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں لے گیا اور آپ ﷺ کو اپنی تحقیق و نتائج اور بدو جاسوس کے اعتراف (یہود کا جاسوس ہونے کے) سے آگاہ کیا۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ کہ حضورِ انور ﷺ مجھے اس جاسوس کی گردن اڑا دینے کی اجازت دیں۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اسے امان دے چکا ہوں اور اس نے بھی سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے۔ اس پر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اسے اپنے ساتھ رکھیں۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے اسے باندھ دیا اور اپنے پاس رکھا۔

جب پیغمبرِ اوّل و آخر اعظم‘ ہادیٔ دو جہاں‘ رہبرِ کائنات‘ رسولِ بحر و بر‘ رحمت العالمین‘ حضور پُر نور‘ نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ خیبر میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے جاسوس کو حاضر کرنے کا حکم فرمایا۔ حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے اسے دعوت اسلام دی تو وہ مسلمان ہو گیا۔

خدائی رعب سے غلبہ پانا

غطفان اور یہود کا متفقہ منصوبہ یہ تھا کہ غطفان کے قبائل مسلمانوں کے خلاف فوجی لحاظ سے مندرجہ ذیل سکیم کے مطابق یہود کی مدد کریں گے۔

1- غطفان قبائل اپنے مسلح جوانوں کا ایک مضبوط دستہ یہودیوں کے ساتھ ان کے قلعوں میں رہنے کے لئے بھیجیں۔

2- چار ہزار غطفانی جانباز مسلمانوں پر ان کے پیچھے سے‘ پشت پر اس وقت حملہ کریں جب وہ خیبر کے قریب پہنچ جائیں۔

معاہدہ کی پہلی شرط پر غطفانیوں نے اس وقت عمل کیا جب ابھی لشکرِ اسلام نے مدینہ منورہ سے کوچ بھی نہیں کیا تھا۔ طلیحہ بن خویلد‘ عیینہ بن حصن اور حذیفہ بن بدر فزاری کی قیادت میں غطفان اور بنی اسد کے جنگجوؤں کے کئی دستے خیبر پہنچ گئے اور ان دستوں نے قلعوں کے اندر جا کر یہود کی فوج میں شمولیت کر لی۔

Marfat.com

مسلمانوں کی تعداد تو چودہ سو اور پندرہ سو کے درمیان تھی جب کہ ان کے مقابلے میں گیارہ ہزار جانباز خیبر کے قلعوں میں ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔

اور سکیم کے تحت چار ہزار غطفانی جنگجوؤں نے مسلمانوں کے پیچھے سے ان پر اس وقت حملہ آور ہونا تھا جب مسلمان (لشکرِ اسلام) خیبر کے قریب پہنچ جاتے۔ یعنی کہ اندازاً پندرہ سو مجاہدینِ اسلام کا مقابلہ پندرہ ہزار یہود و مشرکین سے تھا۔

باوجود کہ مادی اندازوں کے مطابق ہر چیز مسلمانوں کے خلاف تھی اور اس جنگ میں جس کے لڑنے کا فیصلہ یہودیوں کے فتنہ و شر کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے کیا تھا ہر چیز یہودیوں اور ان کے حلیفوں کے حق میں تھی' مسلمان اپنے منصوبے اور تیاری کے مطابق جنگ میں حصہ لینے کے لئے خیبر کی طرف بڑھتے گئے اور انہوں نے یہود و اعراب کی زبردست فوجی قوت و تیاریوں کی کچھ پرواہ نہ کی۔

غطفان کی گھبراہٹ میں واپسی

حدیث صحیح میں بیان ہوا کہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے۔ اور یہ واقعتاً غطفان کی فوج کے ساتھ بہت واضح طور پر رونما ہوا۔ یہ فوج چار ہزار جانبازوں پر مشتمل تھی اور جب لشکرِ اسلام خیبر کی طرف جا رہا تھا یہ فوج اپنے علاقے سے نکل کر لشکرِ اسلام کا تعاقب کر رہی تھی تاکہ ان پر پیچھے سے حملہ کر کے اس کی پیش قدمی روک دیں اور اسے یہود اور ان کے حلیفوں کے درمیان ایک بڑا نشانہ بنا دیں اور اسے درمیان میں لے کر پیس ڈالیں۔

سب مؤرخین نے یہ بیان کیا ہے کہ جب یہ مشرکینِ غطفان کی فوج مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ آور ہونے کے لئے لشکرِ اسلام کے پیچھے پیچھے مارچ کر رہی تھی۔ جب وہ ایک دن کی مسافت طے کر چکے تو اس فوج کے سالاروں نے اپنے پیچھے سے ایک زوردار واضح آواز سنی۔ ایک انتباہ کرنے والا انہیں آواز دے کر کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں کے فوجی دستوں نے ان کے پیچھے سے ان کے گھروں اور خیموں پر غارت گری کر دی ہے اور وہ ان کے اموال ان کی عورتیں اور بچوں کو قید کر کے لانے ہی والے ہیں۔ اس آواز کا فوج غطفان و بنی اسد پر اس قدر شدید اور فوری اثر ہوا کہ وہ بدحواسی میں سب کے سب ایک دوسرے سے پوچھے بغیر بے چوں و چراں ہی ایڑیوں کے بل لوٹے۔ کسی ایک نے بھی لشکرِ اسلام کا پیچھا کرنے کا نہ سوچا بلکہ وہ اپنے مشن کو بھول ہی گئے وہ سب واپس پہنچ گئے اور اپنے اہل و عیال و اموال میں رہنے لگے۔ اسی طرح جو مشرک جنگجو یہودیوں کے ساتھ ان قلعوں میں رہ رہے تھے انہوں نے بھی ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا تو وہ بھی واپس چلے گئے اور یہود کو اکیلا چھوڑ دیا۔

Marfat.com

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی یہ مزید تفصیل دی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ جب غطفانیوں نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا تو انہیں پتہ نہ چلا کہ یہ آواز آسمان سے آ رہی ہے یا زمین سے۔ وہ آواز یہ تھی اے گروہِ غطفان اپنے اہل کی خبر لو حیفاء (غطفانیوں کی رہائش کا علاقہ) کی مدد کرو مدد کرو۔ یہ آواز تین دفعہ آئی۔ نہ قبرستان نہ مال۔ (السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 3 صفحہ 380، 381)

غطفانی بڑی مشکل سے اور عجلت کے ساتھ وہاں سے نکلے اور اپنے دیار اہل وعیال واموال میں پہنچے اور وہیں رہ گئے۔ یہ بات اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کی تھی۔ جب صبح ہوئی تو کنانہ بن ابی حقیق کو الکتیبہ کے علاقہ میں غطفانیوں کے واپس چلے جانے کی اطلاع دی گئی تو وہ بہت پشیمان ہوا اور اسے شکست اور موت کا یقین ہو گیا۔

عُیینہ بن حصن اس کو مسلمانوں کی چال سمجھ رہا تھا۔ وہ اپنے اہل وعیال میں پہنچ کر نبی مرہ کے سردار حارث بن عوف مری سے کہنے لگا۔ ''میں رات کا پہلا حصہ گزرنے کے بعد نطاۃ میں تھا کہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ آواز آسمان سے آ رہی تھی یا زمین سے۔ حیفاء میں اپنے اہل کی خبر لو۔ یہ آواز تین دفعہ آئی۔ نہ قبرستان نہ مال۔''

حارث بن عوف مری کہنے لگا۔ اے عیینہ اگر تو نے اس آواز سے فائدہ اٹھایا تو باقی (بچا) رہے گا۔ خدا کی قسم جو آواز تو نے سنی ہے وہ آسمان سے تھی۔ خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دشمنوں پر ضرور غالب آ کر رہیں گے حتیٰ کہ اگر پہاڑوں نے بھی اس سے دشمنی کی تب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائیں گے۔

عیینہ بن حصن باوجود حارث بن عوف مری کے سمجھانے کے خیبر جانے پر مصر رہا۔ اس پر حارث بن عوف مری نے اسے کہا کہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ تیرے خیبر پہنچنے سے پہلے پہلے خیبر کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتح کر لیا ہو گا۔

پھر عیینہ نے اپنے اطاعت گزار غطفانیوں کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف یہود کی امداد کے لئے مارچ کیا۔ مگر ابھی وہ خیبر نہیں پہنچا تھا کہ اسے اطلاع مل گئی کہ تمام خیبر پر پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور نبی کریم، رؤف ورحیم، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبضہ ہو گیا ہے۔

داخلہ سے پہلے دعا

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، انسانِ کامل، اصل الموجودات، فخرِ کائنات، خاتم النبیین، رحمت للعالمین حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب بھی کسی گاؤں، آبادی یا قصبہ میں جاتے یا وہاں سے گزرتے تو اس جگہ، گاؤں کے شر اور اس کے رہنے والوں کے شر سے پناہ مانگتے اور پھر اپنے اصحاب کو فرمایا کرتے کہ اب اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔

Marfat.com

خیبر کی طرف چلتے چلتے جب لشکرِ اسلام خیبر کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ شہر دکھائی دینے لگا تو حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کچھ دیر کے لئے یہاں ٹھہر جاؤ' لشکرِ اسلام وہیں رک گیا۔ حضورانور نبی کریم ﷺ پھر ان الفاظ میں خالق و مالکِ کائنات ربِ جلیل کی بارگاہ میں دعا گو ہوئے۔

اے اللہ! اے سات آسمانوں اور جن چیزوں پر یہ سایہ فگن ہیں ان کے رب! اے سات زمینوں اور جو انہوں نے اپنے اوپر اٹھایا ہوا ہے ان سب کے رب!

اے شیطانوں اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے ان سب کے رب! اے ہواؤں اور جن کو وہ اڑا رہی ہیں ان سب کے رب! ہم تجھ سے ان کے اس گاؤں کی خیر اور اس کے باشندوں کی خیر کا سوال کرتے ہیں اور ہم اس گاؤں کے شر اور اس کے رہنے والوں کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔

پھر اہلِ لشکر کو فرمایا' اب اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔'' اور لشکرِ اسلام پھر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

اللہ تبارک تعالیٰ کے مخلص بندوں کا یہ لشکر اللہ تبارک تعالیٰ کے محبوب رسول ﷺ کی قیادت میں آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ خیبر کی بستی کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ ابھی رات کا اندھیرا تھا۔ وہاں سب نے آرام کیا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ رات کے وقت کسی بستی پر حملہ نہ فرمایا کرتے بلکہ صبح صادق کے ہونے کا انتظار فرماتے۔ اگر اس وقت صبح کی اذان سنائی دیتی تو حملہ کا ارادہ ترک فرما دیتے اور اگر اذان کی آواز سنائی نہ دیتی تو پھر حملہ کرنے کا حکم دیتے۔

خیبر کے یہودیوں نے یہ افواہ سن لی تھی کہ حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ ان پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں لیکن انہیں یقین تھا کہ مسلمان ان پر حملہ کرنے کی ہرگز جرأت نہیں کریں گے۔ وہ کہتے تھے ہمارا لشکر دس ہزار جنگجو اور بہادر افراد پر مشتمل ہے۔ اسلحہ کے ڈھیر ہم نے اکٹھے کر رکھے ہیں ہمارے قلعے بڑے مستحکم ہیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ہم پر چڑھائی کر سکیں۔ اس یقین کے باوجود انہوں نے ساری احتیاطی تدابیر اختیار کر رکھی تھیں۔ صبح سویرے ان کا لشکر پریڈ کے لیے جمع ہوتا۔ اس لشکرِ جرار کو یوں چاق و چوبند دیکھ کر وہ کہتے۔

محمد یغزونا هیهات! هیهات!

''کیا محمد (ﷺ) ہم پر حملہ کریں؟ ناممکن ناممکن''۔ (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 235)

لیکن جس رات اسلام کے جانبازوں کی فوج ظفر موج ان کے علاقہ میں پہنچی اس رات ان پر ایسی نیند مسلط ہوئی کہ طلوعِ آفتاب تک ان کی آنکھ تک نہ کھلی۔ نیند کے خمار میں بے سدھ پڑے رہے یہاں تک کہ اس صبح ان کے مرغوں نے بھی اذان تک نہ دی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 185' تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 45)

Marfat.com

جب سورج چڑھے ان کی آنکھ کھلی تو گھبراہٹ ان پر مسلط تھی لیکن انہیں یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ صبح اپنے دامن میں ان کے لئے ایک فیصلہ کن گھڑی لے کر طلوع ہوئی ہے۔ وہ حسبِ معمول اپنی کسیاں، کدالیں کندھوں پر اٹھائے اور ہاتھوں میں ٹوکرے ٹوکریاں پکڑے روزمرہ کے کام کے لئے کھیتوں اور باغات کی طرف روانہ ہوئے۔ باہر نکلے تو دیکھا کہ اسلام کے مجاہد اپنے قائد کی قیادت میں ان کے قلعوں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کی چیخیں نکل گئیں بولے محمد والخمیس یہ تو محمد ﷺ اور ان کا لشکر ہے۔ ہراساں اور بدحواس ہوکر پیچھے پلٹے اور اپنی گڑھیوں میں جا کر پناہ لی۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحروبر، عالمِ خفاوغیوب، مخبرِ صادق، رحمت للعالمین، حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے یہودیوں کو بدحواس خوف زدہ ہوکر بھاگتے دیکھا تو فتح کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

"اللہ سب سے بڑا ہے۔ خیبر اجڑ گیا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان میں خیمہ زن ہوتے ہیں تو جن کو ڈرایا جاتا ہے ان کی صبح خوفناک ہوتی ہے۔"

(تاریخ الخمیس 2 صفحہ 45۔ سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 185)

اس فرمانِ مبارک میں حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے سورہ صافات کی آیت مبارک کا ایک حصہ ذکر فرمایا ہے اور خیبر کے فتح ہوجانے کی خوشخبری دی ہے۔

مذکورہ آیت (سورہ صافات آیت 177) مبارکہ کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:

فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ۝ (صافات:177)

"پھر جب اترے گا ان کے آنگن میں تو ڈرائے گیوں کی کیا ہی بری صبح ہوگی۔"

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ اور لشکرِ اسلام کو اپنے دروازے پر دیکھ کر یہودی بہت خوف زدہ ہوگئے اور وہ فوری طور پر اپنے اپنے قلعوں میں داخل ہوکر مورچہ بند ہوگئے اور اپنے سردار سلام بن مشکم کو صورتِ حالات سے آگاہ کیا کہ لشکرِ اسلام نے ان پر چڑھائی کردی ہے۔ اس نے کہا، تم نے میری بات نہ مانی۔ میں تم کو کہا کرتا تھا کہ ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے تم ان پر چڑھائی کردو۔ اس وقت تم نے میری بات کی پرواہ نہ کی۔ اب میں جو بات تمہیں کہنے لگا ہوں اس کو غور سے سنو اور اس پر عمل کرو۔ میں تمہیں کہتا ہوں کہ اب ان کے ساتھ بہادروں کی طرح جنگ کرو۔ میدانِ جنگ میں جان قربان کردینا شکست کھانے اور بھاگتے ہوئے قتل ہونے سے بدرجہا بہتر ہے۔

چنانچہ انہوں نے جان کی بازی لگانے کا عزمِ مصمم کرلیا۔ انہوں نے اپنے اموال اور اہل وعیال کو کتیبہ کے قلعہ میں مجتمع کردیا۔ غلہ کے انبار اور اسلحہ کے ذخائر قلعہ "ناعم" میں اکٹھے کردیئے۔ سارے جنگجو بہادروں کو

Marfat.com

قلعہ ''نطاۃ'' میں جمع کر دیا۔ سلام بن مشکم اگرچہ سخت بیمار تھا وہ بھی اس قلعہ میں فروکش ہوا تاکہ اپنے لڑاکوں کو جنگ پر برانگیختہ کر سکے۔ سلام' چند روز بعد اسی قلعہ میں ہلاک ہو گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 185' تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 45)

حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو جب یقین ہو گیا کہ یہودی جنگ سے کسی قیمت پر باز نہیں آئیں گے تو حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اسلام کے سارے مجاہدین کو اپنے پاس جمع کیا اور ان کے سامنے جہاد کے موضوع پر ایک اثر انگیز خطاب فرمایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: دینِ متین کے مجاہدو' دشمن سے جنگ کی تمنا نہ کرو۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ تم کس چیز میں مبتلا ہونے والے ہو (غازی یا شہید)۔ جب دشمن سے آمنا سامنا ہو تو کہو۔

''اے اللہ تو ہمارا اور ان کا رب ہے۔ ہماری اور ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ صرف تو ہی انہیں قتل کرتا ہے۔''

پھر حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے لڑائی کے وقت کے کچھ طریقے سکھائے اور فرمایا پہلے زمین کے ساتھ لگ کر بیٹھ جاؤ اور جب دشمن تمہارے نزدیک آئے تو کھڑے ہو جاؤ اور تکبیر کہو اور دشمن پر حملہ کرو۔

پھر حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے اللہ تبارک تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والوں اور سر کٹانے والوں کے فضائل بیان فرمائے اور حاضرین کو یہ مژدہ سنایا (خوش خبری سنائی) کہ اگر تم صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو گے اور دشمن کے سامنے فولاد کی چٹان بن کر ڈٹے رہو گے تو یقیناً فتح و ظفر تمہارے قدم چومے گی اور مالِ غنیمت کے ڈھیر تمہارے قدموں میں لگا دیئے جائیں گے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 185 تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 45)

پڑاؤ کی تبدیلی

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے لشکرِ اسلام کے قیام کے لیے یہودیوں کے نطاۃ کے قلعوں کے قریب ہی اپنے خیمے نصب کر دیئے۔ اتنے میں حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور ﷺ نے یہاں قیام فرمایا ہے۔ اگر اس جگہ کا انتخاب حکمِ الٰہی سے ہوا ہے تو پھر ہم اس کے بارے میں کچھ عرض نہیں کریں گے۔ لیکن اگر اس میں مشورہ کی گنجائش ہے تو میں کچھ گزارش کی اجازت چاہوں گا۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا' یہاں قیام اپنی رائے سے ہوا ہے تم مشورہ دے سکتے ہو۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے' یارسول اللہ! حضور ﷺ نے یہودیوں کے قلعوں کے بالکل قریب اپنے

Marfat.com

خیمے نصب کیے ہیں اور کھجور کے درختوں کے جھرمٹ میں قیام فرمایا ہے۔ سیم کے پانی کے جوہڑ بھی یہاں آس پاس ہیں۔ میں نطاۃ کے قلعوں کے مکینوں کو خوب جانتا ہوں' وہ بلا کے تیر انداز ہیں۔ یہ دور سے تیر چلاتے ہیں اور ان کا نشانہ خطا نہیں جاتا۔ نیز ہم نشیب میں ہیں اور وہ بلندی پر' وہ بآسانی ہمیں اپنے تیروں کا نشانہ بنا سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ قوی اندیشہ بھی ہے کہ وہ درختوں کے جھنڈوں میں چھپ کر ہم پر شب خون ماریں گے۔ یارسول اللہ ﷺ میری گزارش یہ ہے کہ ہم یہاں سے اپنے خیمے اکھاڑ کر ایسی جگہ لے جا کر انہیں نصب کریں کہ ان کے تیر بآسانی ہم تک نہ پہنچ سکیں' جہاں کھلا میدان ہو۔ وہ گھنے درختوں کی آڑ لے کر ہم پر اچانک حملہ نہ کر سکیں اور سیم کے پانی کے تالاب بھی وہاں نہ ہوں۔

حضور پُرنور' سرورِ کائنات رحمتِ دوعالم ﷺ نے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کی اس دانشمندانہ رائے کو بہت پسند فرمایا اور اس پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا۔ فرمایا: اشرت بالرای "تو نے صحیح مشورہ دیا ہے۔"

حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا۔ وہ حاضر ہوئے تو انہیں حکم دیا کہ لشکرِ اسلام کے لیے ایسی جگہ تلاش کرو جو یہود کے قلعوں سے دور ہو' وبائی بیماریوں سے محفوظ ہو اور جہاں وہ ہم پر شب خون نہ مار سکیں۔

حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں انہوں نے اس سارے علاقے کا سروے کیا اور واپس آ کر عرض کی' آقا ﷺ! حسبِ ارشاد میں نے جگہ تلاش کر لی ہے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا۔

اللہ کا نام لے کر اپنی نئی قیام گاہ میں منتقل ہو جاؤ۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے رجیع کی وادی کو رہائش کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ اس مقام میں وہ ساری خوبیاں پائی جاتی تھیں جن کی ضرورت تھی۔

علامہ یاقوت حموی' "معجم البلدان" میں لکھتے ہیں کہ "رجیع" نام کے دو مقام ہیں۔ ایک وہ مقام جہاں عضل اور قارہ کے چند اوباشوں نے دھوکا سے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے چھ ساتھیوں کو شہید کیا تھا۔ (رضی اللہ عنہم) یہ مقام مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ دوسرا وہ مقام جہاں خیبر پر حملہ کرتے وقت لشکرِ اسلام نے قیام کیا تھا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 186۔ تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 46)

جنگ کا آغاز

جنگ کا بیان شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اُن قابلِ ذکر قلعوں کا ایک نقشہ پیش کر دیا جائے تاکہ قارئین کرام کو غزوۂ خیبر کو سمجھنے اور یاد رکھنے میں آسانی رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان قلعوں اور منطقوں' علاقوں کا تھوڑا سا بیان بھی کر دیا جائے تو غزوۂ خیبر زیادہ قابلِ فہم ہو جائے گا۔

Marfat.com

خیبر میں متعدد (بہت سارے) قلعے تھے۔ ان میں سے قابل ذکر یا غزوۂ خیبر کے لحاظ سے جو بڑے اہم تھے۔ آٹھ قلعے تھے۔ ان آٹھ میں سے پانچ قلعے خیبر کے نصفِ اوّل میں واقع تھے جہاں پر مسلمانوں اور یہود کے درمیان سخت معرکے ہوئے۔

1- ناعم کا قلعہ

سب سے پہلے مسلمان اس پر حملہ آور ہوئے اور اسی کے سامنے مرحب قتل ہوا جو اپنے بھائیوں کے ساتھ اس کے دفاع کا ذمہ دار تھا۔

2- صعب بن معاذ کا قلعہ

یہ سب سے بڑا قلعہ تھا جسے مسلمانوں نے فتح کیا اس میں مسلمانوں کو بہت غلہ اور حربی سامان ملا جس سے ان کی جنگی قوت وصلاحیت اور بڑھ گئی۔

3- زبیر کا قلعہ

مندرجہ بالا تینوں قلعے منطقہ نطاۃ میں تھے۔ نطاۃ کے یہ قلعے دشمن کی پہلی دفاعی لائن تھے۔

4- ابی کا قلعہ

5- نزار کا قلعہ

یہ دونوں قلعے منطقہ شق میں واقع تھے اور یہود کی سیکنڈ دفاعی لائن تھے۔ مسلمانوں نے ان پانچ قلعوں کو بزورِ قوت بڑے زوردار اور سخت معرکوں کے بعد فتح کرلیا۔

خیبر کے دوسرے نصف حصے میں بھی کئی جنگی قلعے تھے مگر ان میں سے صرف تین قلعے بہت اہم تھے۔ خیبر کے اس منطقہ کا نام کتیبہ تھا۔

6- قموص کا قلعہ

یہ قلعہ ابی حقیق کے بیٹوں کا تھا۔ ان کا تعلق مدینہ منورہ سے جلاوطن ہونے والے قبیلے بنی نضیر سے تھا اور کنانہ بن ابی حقیق اس وقت خیبر کے سارے یہودیوں کا بادشاہ تھا۔

7- وطیح کا قلعہ

8- سلالم کا قلعہ

یہ تینوں قلعے مضبوطی، کثرتِ اسلحہ اور فوجی قوت کے لحاظ سے پہلوں قلعوں سے زیادہ مضبوط تھے لیکن یہود کے سرکردہ جنگجو مارے جاچکے تھے جن کی وجہ سے وہ ہمت ہار گئے۔ ان قلعوں کے فتح کرلینے کے لیے کوئی جنگ نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کے زبردست محاصرے کے بعد اہلِ قلعہ نے خود ہی جان بخشی اور جلاوطنی کے عوض قلعے مسلمانوں کے حوالے کردیئے۔

Marfat.com

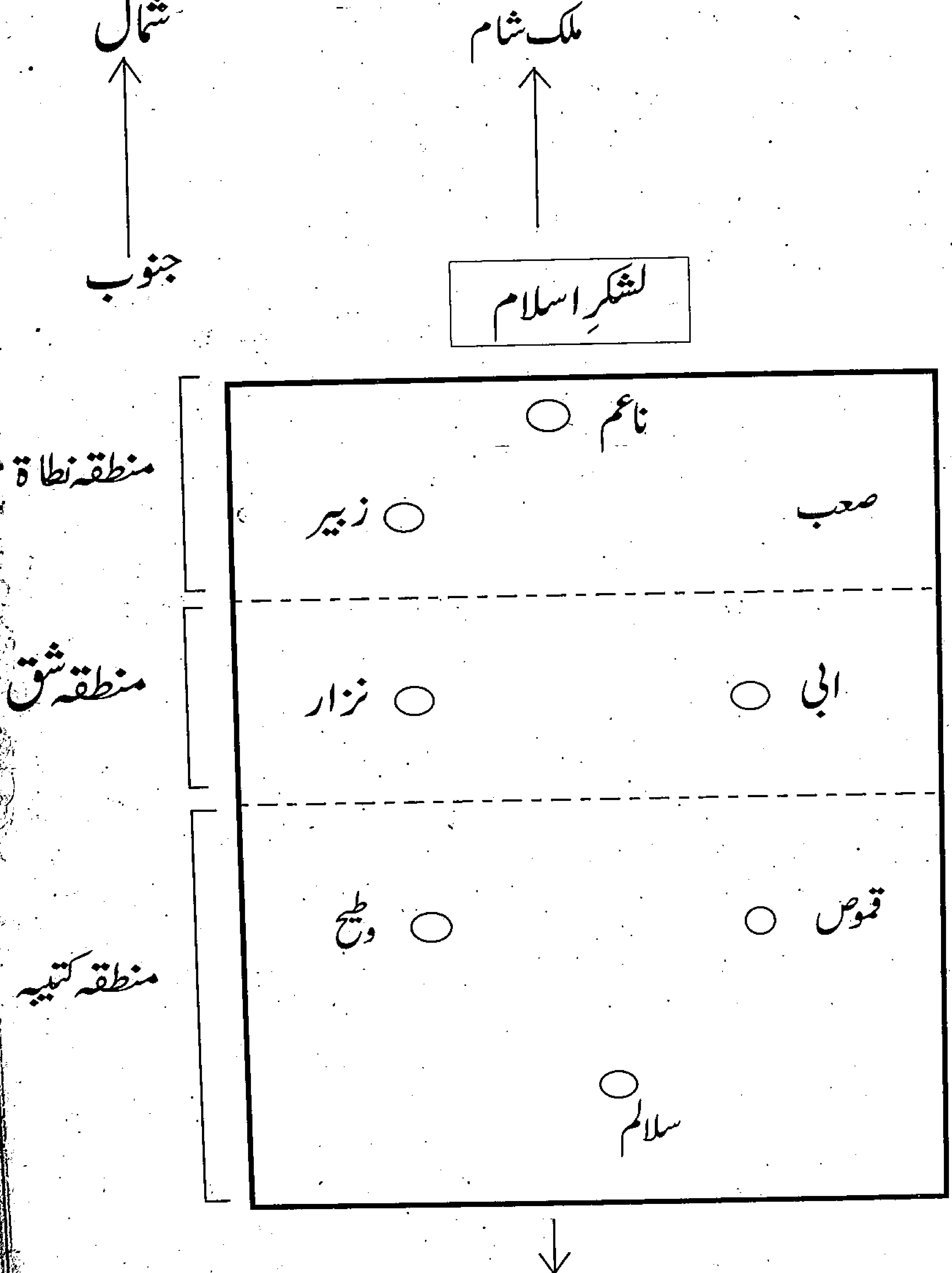

دعوت اسلام

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ انس وجاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، فخرِ کائنات، اصل الموجودات، حضور پرُ نور نبی کریم، رؤف و رحیم، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جنگ شروع

Marfat.com

کرنے سے پہلے خیبر میں خیمہ زن ہونے کے بعد جو پہلا کام کیا وہ خیبر کے یہود کو اسلام میں داخل ہو جانے کی دعوت دی تا کہ وہ مسلم سوسائٹی کا ایک حصہ بن جائیں اور اس کے بعد حضور پُر نور نبی کریم ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ واپس مدینہ منورہ چلے جائیں۔ حضورِانور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی قوم کے پاس رات کو پہنچتے تو صبح ہونے تک ان پر حملہ نہیں کرتے تھے (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 603)

جب آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر جھنڈا عطا فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ کیا میں ان سے اپنے جیسا ہو جانے تک جنگ کروں؟ فرمایا چلتے جاؤ یہاں تک کہ تم ان کے صحن میں اتر جاؤ۔ پھر انہیں اسلام قبول کر لینے کی یعنی کہ اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں اللہ تبارک تعالیٰ کے جن حقوق کی ادائیگی ان پر فرض ہے انہیں ان کے متعلق باخبر کرو۔ خدا کی قسم! اگر اللہ تبارک تعالیٰ تیرے ذریعے ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہود کو حسبِ ہدایت بڑے واضح اور اچھے انداز میں دعوتِ اسلام دی۔ آپ نے نمائندہ نبی کریم ﷺ کے طور پر خیبر کے یہودیوں کو اسلام میں داخل ہو کر اپنے خون کا تحفظ کرنے اور تمام حقوق میں مسلمان عربوں کے برابر ہونے اور کفر کی ظلمت سے نکل کر نورِ توحید کی طرف آنے کی جو دعوت دی اس کے قبول کرنے سے انہوں نے انکار کر دیا۔ (زرقانی علی المواہب جلد 2 صفحہ 223)

خیبر کے یہودیوں کو اپنی کثرتِ تعداد، سامانِ حرب، غطفان قبائل کی مدد اور کئی سالوں کے لیے وافر غذائی مواد یا غلہ اور اپنے جنگجو ہونے پر بڑا ناز تھا۔ انہیں یقین تھا کہ مسلمان ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے اور بالآخر تنگ آ کر واپس چلے جائیں گے۔ اس لیے خیبر کے یہودیوں نے اس دعوت کا جواب قطعی انکار میں دیا۔ اور انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے پہلے دن ہی جنگ کا آغاز کر دیا اور مسلمانوں پر خوب تیر برسائے جن سے کئی مسلمان زخمی ہو گئے۔

جھنڈوں کی تقسیم

یہودیوں نے جب دعوتِ اسلام رد کر دی اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کا آغاز کر دیا تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ بھی لشکرِ اسلام کو جنگ کے لئے تیار کرنے اور قیادتوں کو تقسیم کرنے میں لگ گئے۔

علمِ نبوی سفید تھا جسے عقاب کہتے تھے۔ اس میں سیاہی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے پہلے دن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہودیوں کے پاس دعوتِ اسلام دینے کے لیے بھیجا تھا تو آپ ﷺ نے یہ جھنڈا انہیں عطا فرمایا تھا۔

حضورِانور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جنگ شروع کرنے سے قبل چار قیادتوں میں چار جھنڈے تقسیم

Marfat.com

فرمائے۔

دو جھنڈے مہاجرین کے تھے جنہیں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو عطا فرمایا اور دو جھنڈے انصار کے تھے جنہیں آپ ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہما کو عطا فرمایا۔

ابنِ سعد اور ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ بڑے جھنڈے پہلی دفعہ غزوۂ خیبر میں ہی استعمال کیے گئے۔ اس دن سے قبل جو جھنڈے بھی استعمال ہوئے تھے وہ چھوٹے سائز کے تھے۔ بڑے جھنڈے کو الرایہ (رائیہ) اور چھوٹے جھنڈے کو لواء کہا جاتا ہے۔

پہرہ

اسی وقت اسی طرح حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے پہرہ کے لیے ایک فوجی دستہ تیار کیا جو رات کے وقت دشمن کے ان قلعوں کے اردگرد گشت کرتا تھا اور یہودیوں کی نقل و حرکت کا بھی جائزہ لیتا تھا۔ جن لوگوں نے اسلامی پڑاؤ (کیمپ) کی پہرہ داری کرنے اور رات کو گشت کرنے کی ذمہ داری لی ان میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ رجیع میں اسلامی کیمپ کی قیادت اور انتظامیہ کے تمام امور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو سونپے گئے۔

پہلا حملہ' محاصرہ

سب سے پہلے حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے نطاۃ کے قلعوں کو فتح کرنے کا عزم فرمایا۔ اور نطاۃ کے قلعوں میں سب سے پہلے قلعہ ناعم کا محاصرہ کیا۔ اس دن حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے مجاہدینِ اسلام کو یہ ہدایات فرمائیں۔

"دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تبارک تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے رہو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ دشمن کے مقابلہ میں تمہیں کس طرح آزمایا جائے گا لیکن جب دشمن سے مقابلے کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو اور آمنا سامنا ہو جائے تو یہ دعا مانگو' اے اللہ! ہمارا بھی تو ہی رب ہے اور ان کا بھی تو ہی رب ہے۔ ہماری پیشانیاں اور ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ تو ہی ان کو موت کے گھاٹ اتارنے والا ہے۔ یہ دعا مانگنے کے بعد زمین پر جم کر بیٹھ جاؤ جب وہ تم پر حملہ کریں تو کھڑے ہو جاؤ اور نعرۂ تکبیر بلند کرو اور جنگ شروع کر دو۔"

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی اجازت سے مسلمانوں نے سب سے پہلے قلعہ ناعم کا محاصرہ کیا۔ سارا دن جنگ ہوتی رہی اور فریقین دادِ شجاعت دیتے رہے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے اس روز سر مبارک پر خود سجایا ہوا تھا۔ دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں۔ ہاتھوں میں نیزہ اور ڈھال تھی اور

Marfat.com

جس گھوڑے پر حضور سوار تھے اس کا نام ''الظرب'' تھا۔ یہودی لشکرِ اسلام پر تیر برساتے رہے اور مسلمان انہی تیروں کو چن چن کر یہودیوں کی طرف لوٹاتے رہے۔ جب شام ہوگئی تو حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ مع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مقام پر لوٹ آئے جو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اسلام کی قیام گاہ کے لئے تجویز کیا تھا۔ ہر صبح مسلمان اس قلعہ پر حملہ کرتے اور شام کو واپس آجاتے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 188)

یہی قلعہ مرحب نامی اس شہ زور یہودی کا تھا جسے ایک ہزار مردوں کے برابر سمجھا جاتا تھا یعنی کہ مرحب اُس کا بھائی یاسر اور حارث اس قلعہ میں فوجوں کی قیادت کر رہے تھے پہلے ایک دو دن یہودیوں نے اپنے قلعے کی دیواروں چھتوں اور مناروں یا برجوں سے مرحب کی قیادت میں مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسائے۔ مسلمان بھی سارا دن ان کا محاصرہ کیے رکھتے اور ان کے تیروں کو اور پتھروں کو الٹا ان پر برساتے رہتے۔

یہودیوں کو ان دنوں یہ سہولت حاصل تھی کہ وہ اونچائی پر تھے اور انہیں مناسب آڑ حاصل تھی جب کہ مسلمان قلعہ کے اردگرد اور دروازے کے سامنے نیچے میں تھے اور کھلے میدان میں تھے۔ اس لیے کچھ مجاہدینِ اسلام دشمن کے تیروں سے زخمی ہو گئے اور ایک مسلمان مجاہد حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ جو ایک دیوار کے ساتھ سائے کی خاطر یا اپنے داؤ تدبیر و چال کی خاطر بیٹھ گئے تھے دشمن نے ان پر ایک بھاری پتھر گرا دیا جو ان کے سر پر لگا اور انہیں سر اور چہرے پر شدید چوٹیں آئیں۔ آپ تین دن کے علاج کے بعد خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ آپ غزوہ خیبر کے پہلے شہید ہیں۔

حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ جو شہادت پا گئے وہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ دو جہاں رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، خاتم النبیین، رحمت للعالمین حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے قلعہ ناعم پر دباؤ جاری رکھا اور مختلف کمانڈرز کی قیادت میں اس قلعہ کو سر کرنے کے لیے دستے بھیجے۔ ان دستوں نے دو تین دنوں تک یہودیوں کا سارا سارا دن محاصرہ کیے رکھا اور انہیں تیر اندازی میں الجھائے رکھا اور رات کو بھی گشتی دستہ قلعہ کے اردگرد چکر لگاتا رہتا تاکہ یہود کو محاصرے کی شدت کا احساس ہو۔ اس دوران حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے مہاجرین و انصار کے دستے بھیجے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں دستہ بھیجا اسی طرح چند اور تجربہ کار آزمودہ مہاجر و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قیادت میں بھی قلعہ ناعم کو سر کرنے کے لیے دستے بھیجے بلکہ دستے یکے بعد دیگرے بھی بھیجے۔ ان دو تین دنوں میں مسلمانوں نے کئی کوششیں کیں کہ کسی طرح سے قلعہ میں مسلمان فوجیں داخل ہو جائیں اور یہودیوں کا قلع قمع کر دیں۔ قلعہ قدرے اونچائی پر تھا۔ دیواریں بہت مضبوط تھیں اور قلعہ کے دروازے کے دفاع کے لیے ان کے تیر انداز مناسب جگہوں پر موجود تھے۔ جب بھی مسلمان قلعہ کے دروازے کی طرف بڑھتے ان پر تیروں کی بارش کر دی جاتی۔

Marfat.com

اس دوران لشکرِ اسلام کی کوشش رہی کہ قلعے کے دروازے تک پہنچا جائے اور پھر اُسے بزورِ طاقت کھول دیا جائے اور اُس میں داخل ہو کر جنگ لڑی جائے یا پھر کوئی ایسی چال چلی جائے کہ دشمن خود ہی دروازہ کھول کر میدانِ جنگ میں آ جائے اور مبارزت طلب ہو اور یوں پھر ان سے دست بدست لڑائی ہو۔

اپنے مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے قلعے کا محاصرہ شدید کر دیا اور دن رات یہودیوں کو تیز اندازی اور ایک دوسرے پر پتھر پھینکنے میں الجھائے رکھا اور رات کا پہرہ بھی اتنا سخت کر دیا کہ کوئی ایک نفس بھی قلعہ چھوڑ کر باہر نہ جا سکے۔

ان دو تین دنوں میں محصور یہودیوں کو یہ یقین ہو گیا کہ مسلمان ٹلنے والے نہیں ہیں اور جلد یا بدیر اُن سے میدان میں نکل کر جنگ کرنا پڑے گی۔ ویسے بھی وہ اپنی طرف سے مسلمانوں کو تھکا رہے تھے تاکہ پھر مناسب وقت پر ان کے مانے ہوئے نامور جنگجو مرحب، یاسر اور حارث وغیرہ میدانِ جنگ میں اتریں اور قوم یہود کو اپنے جوہر دکھائیں اور اپنا لوہا منوائیں۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور نبی کریم، رؤف و رحیم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق، رحمت اللعالمین ﷺ نے ایک دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا پرچم عطا فرما کر بھیجا جنہوں نے ان کے ساتھ شدید جنگ کی لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ دوسرے روز حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم ﷺ کا پرچم لے کر قلعہ پر حملہ کیا اور شدید جنگ کی جو پہلے دن سے بھی زیادہ سخت تھی لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں صورتِ حال عرض کی گئی، حضور پُر نور عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق ﷺ نے فرمایا:

لاعطین راية غدا رجلا يفتح الله عليه ليس بفرار، يحب الله و رسوله يا خذ ها عنوة.

''کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ذریعے اللہ تبارک تعالیٰ اس قلعہ کو فتح فرمائے گا، وہ شخص ''ناکام واپس نہ لوٹے گا'' وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہوگا اور قوت بازو سے اس قلعہ پر قابض ہو جائے گا۔''

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق، حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سن لیا۔

اس ارشاد کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہر اُس شخص کو جس کی آپ ﷺ کے نزدیک کچھ بھی قدر تھی اُسے یہی امید تھی کہ حضور پُر نور ﷺ کا پرچم مبارک کل اسے ملے گا۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے اس دن کے سوا کبھی دستے کا امیر بننا محبوب نہیں ہوا یعنی حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے بعد اس روز میری یہ آرزو تھی، امید تھی کہ دستے کا امیر

Marfat.com

مجھے بنا کر پرچم عنایت فرما دیا جائے گا۔

مجاہدینِ اسلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ رات اپنے اپنے حق میں دعائیں کرتے پیچ و تاب کھاتے گزری۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اس کو نصیب ہو۔ جب صبح ہوئی تو سارے مجاہدین بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ وہ یہ جاننے کے لیے از حد بے قرار تھے کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس کو آج پرچم عطا کیا جائے گا۔

سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آشوبِ چشم کی تکلیف کے باعث مدینہ طیبہ سے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب خیبر کی طرف روانہ نہیں ہو سکے تھے۔ جب حضور پُر نور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے روانہ ہو گئے تو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد پر تشریف لے جائیں اور میں پیچھے رہ جاؤں؟ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ چنانچہ دکھتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنے آقا کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ خیبر میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا کر اپنی اونٹنی بٹھائی اور حالت یہ تھی کہ آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔

اس روز جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جمعہ ادا فرما چکے تو جھنڈا منگوایا اور کھڑے ہو کر لوگوں کو وعظ فرمایا۔ پھر پوچھا ابنِ علی علی کہاں ہیں؟ عرض کی گئی، ان کی دونوں آنکھیں دکھتی ہیں، اس لیے یہاں موجود نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلا بھیجا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کو بلانے کے لیے میں گیا۔ میں آپ کا ہاتھ پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔ تاجدارِ کائنات، رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا علی! تمہیں کیا ہے؟ عرض کی، یارسول اللہ! آنکھیں دکھنے لگی ہیں اور مجھے اپنے سامنے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

آپ نے فرمایا میرے نزدیک آ جاؤ۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نزدیک ہوا، حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سر اپنی گود مبارک میں رکھا، پھر اپنا لعابِ دہن ہاتھوں پر لگا کر میری آنکھوں پر ملا تو میں اسی وقت صحت یاب ہو گیا۔ گویا مجھے کبھی آشوبِ چشم کی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔ اس لعابِ دہن کی برکت سے ساری عمر آپ کی آنکھوں کو کبھی تکلیف نہ ہوئی۔ پھر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پرچم عطا فرمایا۔

آپ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھوں جب تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آہستہ آہستہ ان کے میدان میں جاؤ اور وہاں پہنچ کر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔ نیز انہیں بتاؤ کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں گے تو اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے رسول کے کون سے حقوق ان پر واجب الاداء ہوں گے۔ اے علی! بخدا! اگر اللہ تبارک تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لئے اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ دیئے جائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ رخصت ہو کر قلعہ کے سامنے تشریف لے گئے اور جا کر اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ ایک یہودی نے اس قلعہ کی چھت سے جھانکا اور آپ کو دیکھ کر پوچھا، آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا، میں علی ابنِ

Marfat.com

طالب (رضی اللہ عنہ) ہوں' یہودی کے منہ سے نکلا کہ اس خدا کی قسم! جس نے موسیٰ پر توریت نازل کی' آپ یہودیوں پر غالب آجائیں گے۔

اللہ تبارک تعالیٰ خالق و مالک کل کائنات کی شان اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ دو جہان' رہبرِ کائنات' رسولِ بحروبر' محبوبِ خدا' حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں کہ قلعہ ناعم کے یہودی جنگجو جو پچھلے دو تین دنوں سے قلعہ بند تھے اور مسلمانوں کو بزورِ قوتِ بازو قلعہ کا دروازہ کھولنے نہیں دے رہے تھے اور قلعہ کے اندر رہ کر ہی اپنا دفاع کر رہے تھے آج خود قلعہ کا دروازہ اپنے ہاتھوں سے کھول کر باہر آگئے اور مبارزت طلبی کی یا شخصی لڑائی لڑنے کے لئے اپنے مدِمقابل کے لئے پکارا۔

یہودیوں کی طرف سے قلعہ ناعم سے جو شخص پہلے نکلا وہ مرحب کا بھائی حارث تھا۔ اس نے آکر دعوت مبارزت دی۔ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے۔ آپ نے پلک جھپکنے میں اس کا کام تمام کر دیا اور جو یہودی حارث کے ساتھ باہر لڑنے آئے تھے' وہ لوٹ کر اپنے قلعہ میں آگئے۔

جس کے بعد قلعے کا دروازہ پھر کھلا اور اب کی دفعہ یہودیوں کا سب سے نامور جنگجو مرحب ایک مضبوط دستے کے ساتھ بڑھتا ہوا باہر آیا۔ مرحب حمیری اس قلعہ کا مالک تھا یا یہ قلعہ آلِ مرحب کا قلعہ تھا۔ وہ میدان میں سامنے آیا۔

اس کے سر پر زرد رنگ کا خود تھا جو یمن کا بنا ہوا تھا اور اس کے نیچے ایک سوراخ دار حفاظتی ٹوپی نما پتھر بھی تھا۔ اس نے یہ رجز پڑھتے ہوئے مسلمانوں کو دعوتِ مبارزت دی:

''خیبر کے در و دیوار جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں۔ ہتھیاروں سے مسلح ہوں' بہادر ہوں تجربہ کار ہوں۔ جب شیر مجھ پر حملہ کرتے ہیں تو میں جوش سے بھڑک اٹھتا ہوں۔''

اس کے سرِ غرور کو خاک میں ملانے کے لئے اللہ کے شیر سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ میدان میں تشریف لے آئے۔ آپ نے سبز رنگ کا جبہ پہنا ہوا تھا اور آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انا الذی سمتنی امی حیدرا   کلیثًا بات کریھہ المنظر

اوفیھم بالصاع کیا السندرہ

''میں ہوں جس کا نام اس کی ماں نے حیدر رکھا ہے' جنگل کے شیروں کی طرح میں خوفناک ہوں' میں ان کو ایک صاع کے بدلے بہت بڑے برتن (تیز نیزے) سے ماپ کر دوں گا۔''

آپ نے اپنی شمشیر خارہ گداز (پتھروں کو کاٹ دینے والی تلوار) کا وار مرحب کے سر پر کیا۔ آپ کی تلوار اس کے فولادی خود کو کاٹتی ہوئی اس کے دانتوں تک اتر گئی۔ پھر آپ نے اس کے سر کو کاٹ کر تن سے جدا کر دیا۔

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ مرحب کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ لیکن صحیح مسلم میں حضرت مسلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ مروی ہے کہ مرحب کو موت کے گھاٹ اتارنے والے سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

حدیث بریدہ بن الحصیب اور ابی نافع کی حدیث سے اس قول کی تائید ہوتی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے سے امام مسلم کی حدیث زیادہ قوی ہے اور اس پر دو وجوہ سے مقدم ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ جس سند سے صحیح مسلم کی حدیث مروی ہے وہ دوسری سند سے اصح ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ خیبر کی جنگ میں شریک نہ تھے ان کی روایت دید پر نہیں شنید پر موقوف ہے۔ لیکن حضرت سلمہ بریدہ اور ابورافع رضی اللہ عنہم یہ تینوں اس جنگ میں شریک تھے اور انہوں نے چشم دید واقعہ بیان کیا ہے۔ ابوعمر نے بھی اسی روایت کی تصحیح کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کو قتل کیا اور علامہ ابنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 356 تا 359 امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 238 تاریخ طبری جلد 3 صفحہ 93)

یہودیوں کے بڑے مایہ ناز جنگجو حارث اور مرحب کے مارے جانے کے بعد یہودیوں کے حوصلے ایک دم پست ہو گئے اور ایک دفعہ پھر ان کے قلعے سے باہر آجانے والے جانباز قلعے میں پسپا ہو گئے۔

اب یہودی جنگجوؤں کی قیادت مرحب کے تیسرے بھائی یاسر کے ہاتھ میں آ گئی یہ مانا ہوا جنگ باز تھا اور اپنے دونوں بھائیوں کے مارے جانے کے بعد یہ زیادہ ہی دلیری دکھا رہا تھا۔ اس نے اپنے جنگجوؤں کو مرنے مار دینے پر کمربستہ کیا اور انہیں اپنی قیادت میں لے کر قلعے سے باہر نکل آیا۔

اس نے قلعے کے دروازے کے باہر سامنے کچھ فاصلہ پر اپنا نیزہ گاڑ کر مسلمانوں کو مبارزت کے لئے پکارا۔ اس دوران اس نے اپنے گھوڑے کو نچاتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

"خیبر جانتا ہے کہ میں حملہ کرنے والا اور ہتھیار بند بہادر ہوں۔ جب شیر حملہ کرنے آتے ہیں تو مقابل جانباز مقابلے سے ہچکچاتے ہیں۔ اور میری چراگاہ (تلوار) میں موت حاضر ہے۔"

یاسر یہودیوں کے شجاع ترین اور سخت جنگجو سرداروں میں سے تھا۔

اس کے مقابلے کے لئے بھی شیرِ خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے آپ کو کہا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے اور اس کے درمیان حائل نہ ہوں۔ چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ درمیان سے ہٹ گئے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ ان کا لختِ جگر اس پیل تن یہودی کے سامنے نکل آیا ہے عرض کی' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! کیا یہ شخص میرے بیٹے کو قتل کر دے گا؟ حضور پُرنور عالمِ خفا و غیوب مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بل ابنك يقتله انشاء الله

Marfat.com

''اس کی کیا مجال کہ آپ کے بیٹے کا بال بھی بیکا کر سکے' آپ کا بیٹا اس کو قتل کر دے گا' انشاءاللہ''

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے یاسر کے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

''خیبر جانتا ہے کہ میں ایک بہادر ہوں۔ ایک سردار کا دوسرے سردار سے مقابلہ ہوگا جو کمزور نہیں اور ہٹ جانے والا نہیں میں بزرگی کی حفاظت کرنے والوں کا بیٹا ہوں۔ یاسر تجھے کفار کی جمعیت دھوکے میں ڈال دے۔ کفار کی جمعیت تو بس سراب کی طرح ہے۔

چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ رجز کہتے ہوئے اس کے ساتھ نبرد آزما ہوئے۔ آپ نے اپنی تلوار کی ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کردیا۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یاسر کو واصل جہنم کیا تو حضور پُر نور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا چچا اور خالو تم پر قربان ہوں۔ پھر فرمایا' ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری میری پھوپھی کا لڑکا زبیر ہے۔

آج کے معرکہ میں اب تک یہودیوں نے اپنے تین بڑے سالاروں کو کھو دیا۔ یاسر کے قتل کے ساتھ ہی قلعہ ناعم کی حفاظت کرنے والے کمزور پڑ گئے۔ ان کے حوصلوں پر ان کے نامور جنگجوؤں کے مارے جانے کا بُرا اثر پڑا اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں کا قلعہ ناعم میں داخل ہونا اور اسے فتح کرنا آسان ہوگیا۔

پھر ایک دوسرا یہودی جو طویل القامت اور بھرے ہوئے جسم کا تھا اس کا نام ''عامر'' تھا' وہ مقابلہ کے لئے نکلا۔ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس دیو کو تم دیکھ رہے ہو؟ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ آپ نے اس پر کئی وار کئے لیکن وہ وار کارگر نہ ہوئے۔ پھر آپ نے پنڈلیوں پر تلوار کا وار کیا وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا اور آپ نے اس کو جہنم رسید کیا اور اس کے ہتھیاروں پر قبضہ کرلیا۔

اسی طرح یہودیوں کا پانچواں سردار اُسیر بھی میدان میں آ گیا۔ اُسیر کا قد چھوٹا تھا مگر جسم مضبوط تھا۔ اس کے مقابلے میں حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ فوراً میدان میں پہنچ گئے اور یہ یہودی سردار بھی دم بھر میں واصلِ جہنم کر دیا گیا۔

اس کے بعد قلعہ ناعم کے پاس زوردار جنگ شروع ہوگئی جس میں کئی سر برآوردہ یہودی مارے گئے اور پھر بقیہ یہود میں مقابلے کی طاقت نہ رہی چنانچہ وہ مسلمانوں کا حملہ نہ روک سکے اور مسلمان قلعے کی طرف بڑھے۔ یہودی اپنے مایہ ناز جنگجوؤں کا حشر دیکھ کر مایوس ہو چکے تھے اس لئے چپکے چپکے اس قلعہ سے منتقل ہو کر قلعہ صعب اور دوسرے قلعوں میں چلے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے قلعہ ناعم پر قبضہ کرلیا۔

سیاہ فام چرواہا

امام بیہقی نے حضرت جابر' حضرت انس' عروہ موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہم سے مندرجہ ذیل واقعہ نقل کیا ہے:

Marfat.com

سیاہ فام چرواہے اسلم کے ایمان لانے اور شہادت کا واقعہ محاصرۂ ناعم کے دوران کا ہے۔ ناعم قلعے کی لڑائی محاصرہ کے دوران تین مسلمان شہید ہوئے تھے حضرت محمود بن مسلمہ، حضرت عامر بن اکوع اور یہ چرواہا حضرت اسلم راعی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جس کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

اہلِ خیبر میں کسی یہودی (سردار عامر، جو مرحب کے ساتھ مارا گیا) کا ایک سیاہ فام غلام تھا جو اس کا ریوڑ چرایا کرتا تھا۔ کتابوں میں اس کا نام اسلم، اسلام اور یسار لکھا ہوا ہے۔ میں اسے اسلم کہوں گا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے مالک کے قبیلہ والوں نے ہتھیار سجا لئے ہیں اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے ہیں تو اس نے ان سے پوچھا، تمہارا کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے اسے بتایا کہ ہم اس شخص سے لڑنا چاہتے ہیں جو خیال کرتا ہے وہ نبی ہے۔

ان یہودیوں کی زبان سے اس حبشی غلام نے حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کا ذکر سنا۔ اس نے اپنا ریوڑ لیا اور اسے چرانے کے لئے باہر لے گیا۔ مسلمانوں نے اس کو پکڑ لیا اور حضورِ انور رسول کریم ﷺ کے پاس لے آئے۔ حضرت موسیٰ ابنِ عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ خود اپنی بھیڑوں کو لے کر حضور پُرنور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس سے گفتگو فرمائی۔ اس آدمی نے پوچھا، آپ ﷺ کیا کہتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا، میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا۔

اس غلام اسلم چرواہے نے پوچھا، اگر میں یہ شہادت دے دوں اور اللہ تبارک تعالیٰ پر ایمان لے آؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ رحمت للعالمین، حضورِ انور، سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا، اگر تو ایمان لے آیا تو تجھے جنت ملے گی۔ وہ غلام مسلمان ہو گیا اور عرض کی:

اے اللہ تبارک تعالیٰ کے پیارے رسول! میں ایسا شخص ہوں جس کی رنگت کالی ہے، جس کا چہرہ بدصورت ہے، جس سے بدبو اٹھ رہی ہے، میرے پاس کوئی مال بھی نہیں۔ اگر میں یہودیوں کے ساتھ جنگ کروں اور قتل کر دیا جاؤں تو کیا جنت میں داخل ہو جاؤں گا؟ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بے شک۔

اس نے پھر عرض کی، اے اللہ تبارک تعالیٰ کے پیارے رسول! یہ بکریاں میرے پاس ان کے مالکوں کی امانت ہیں، میں ان کا کیا کروں؟ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا کہ ان کو لشکر سے نکال کر لے جاؤ اور انہیں کنکریاں مار کر ان کے مالک کی طرف بھگا دو، اللہ تبارک تعالیٰ تیری امانت تیری طرف سے ادا فرمائے گا۔

اس نے ایسا ہی کیا۔ حضور پُرنور ﷺ اس کی دیانت داری کے بارے میں سن کر متعجب ہوئے۔ وہ بکریاں اکٹھی ہو کر بڑی تیزی سے اپنے مالکوں کی طرف چل پڑیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی چرواہا انہیں

Marfat.com

ہانک کر لے جا رہا ہے۔ چنانچہ ہر بکری اپنے اپنے مالک کے پاس پہنچ گئی۔

پھر وہ حبشی غلام میدانِ جنگ کی طرف گیا اور یہودیوں سے لڑنا شروع کیا۔ اسے ایک تیر لگا جس سے وہ شہید ہو گیا مسلمان ہونے کے بعد اسے ایک سجدہ کرنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ مسلمان اسے اٹھا کر اپنے لشکر کی طرف لے گئے۔ حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا' اسے میرے خیمہ میں لے جاؤ۔

جب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ دو جہاں' رہبر کائنات' رسولِ بحر و بر' حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ فارغ ہوئے تو شہید اسلم راعی (چرواہا) کی لاش کے پاس تشریف لے گئے۔ اور لاش پر نظر پڑی تو فوراً آپ ﷺ نے کچھ دیر کے لئے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضورِ انور نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے اس کی طرف سے منہ کیوں پھیر لیا۔؟

آپ ﷺ نے فرمایا' اس وقت اس کے پاس اس کی دونوں بیویاں ہیں جو جنت کی حوریں ہیں۔

پھر حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم عالمِ خفا و غیوب مخبرِ صادق حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

''اے حبشی غلام! تیرے چہرے کو اللہ تبارک تعالیٰ نے خوبصورت بنا دیا ہے'

تیری بدبو کو خوشبو سے بدل دیا ہے اور تیرے مال کو بہت بڑھا دیا ہے۔''

حضور نے فرمایا' میں نے دو حوروں کو دیکھا ہے کہ اس کے چہرے پر لگی گرد و غبار کو جھاڑ رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو خاک آلود کرے جس نے تیرے چہرے کو غبار آلود کیا ہے اور اس شخص کو ہلاک کرے جس نے تجھے شہید کیا ہے۔

(السیرۃ ابنِ کثیر جلد 3 صفحہ 361۔ امتاع الاسماع جلد صفحہ 239۔ دلائل النبوۃ بیہقی جلد 4 صفحہ 221)

محمود بن مسلمہ کی شہادت

قلعہ ناعم کے محاصرہ کے ایام میں ایک روز جب جنگ کی شدت کم ہوئی تو محمود بن مسلمہ قلعہ کی دیوار کے سائے میں ستانے کے لئے بیٹھ گئے۔ چونکہ شدید گرمی تھی اس لئے آپ نے خود اتار کر نیچے رکھ لیا۔ یہودیوں نے جب آپ کو یوں بیٹھے دیکھا تو انہوں نے اس کو موقع غنیمت سمجھا ان میں مرحب بھی تھا جو قلعہ کی چھت پر گیا اور وہاں پڑے ہوئے چکی کے پاٹ کو اس نے آپ کے سر پر گرا کر کچل دیا جس کے بعد آپ شہید ہو گئے۔

جب سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مرحب کے پرخچے اڑا دیئے اور اسے واصلِ جہنم کیا تو حضورِ انور سرورِ دو عالم ﷺ نے محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

''اے محمد! تمہیں مبارک ہو' تمہارے بھائی کا قاتل قتل کر دیا گیا ہے۔''

یہ سن کر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جس روز حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس زخم کی

Marfat.com

تاب نہ لا کر شہید ہوئے اسی روز مرحب کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 239)

ایک یہودی مخبر

جب قلعہ ناعم کے دفاع میں یہودی مزاحمت دم توڑ رہی تھی اور مسلمان قلعہ ناعم میں داخل ہونے والے ہی تھے اس دن سے پہلی والی رات یعنی کہ گزشتہ رات حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دستے کے ساتھ کیمپ کے پہرہ کے لئے گشت پر تھے۔ انہوں نے اپنے دستے کی ٹکڑیاں بنا کر ہر طرف متعین کر دی تھیں۔

آدھی رات کے وقت خیبر کے ایک یہودی کو پکڑ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خیال کے پیشِ نظر کہ یہ شخص یہودیوں کا جاسوس ہے اسے قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ لیکن اس یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے اپنے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلئے میں ان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور اسے پکڑ کر حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے تک لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے فرمایا تمہارے ہاں کیا ہو رہا ہے اور تو کون ہے؟ یہودی (جس کا نام ساک تھا) نے جواب دیا۔ اے ابوالقاسم مجھے امان دیجئے' میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب کچھ سچ سچ بتا دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے یعنی کہ ہاں تجھے امان دی۔

اس نے کہا میں نطاۃ کی گڑھی سے نکل کر آ رہا ہوں اور لوگ اس گڑھی (قلعہ ناعم) سے آج رات خاموشی کے ساتھ فرار ہو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟

اس نے جواب دیا وہ شق نامی گڑھی میں جا رہے ہیں یعنی منطقہ شق کے قلعہ نزار میں جا رہے ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر مرعوب ہیں کہ ان کے دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے یعنی گھبرا جاتے ہیں۔

اس نے مزید کہا منطقہ نطاۃ کے قلعوں (حویلیوں) میں ایک حویلی (قلعہ) صعب نامی ہے اس میں ایک خفیہ تہہ خانہ ہے جس کے اندر منجنیق' گوپئے' زرہیں اور تلواریں خود محفوظ ہیں اور دو دبابے (اس زمانے کے ٹینک) بھی ہیں۔ (اس زمانے میں ٹینک یا دبابہ کی شکل یہ تھی۔ لکڑی ایک مضبوط اور محفوظ بند گاڑی نما ڈبہ بنایا جاتا تھا جس میں نیچے سے کئی آدمی گھس کر قلعہ کی دیوار تک بحفاظت پہنچ جاتے تھے اور دشمن کی زد سے محفوظ رہتے ہوئے وہ قلعہ کی دیوار میں سوراخ کرتے تھے۔ یہی دبابہ کہلاتا تھا اور اب ٹینک کو دبابہ کہا جاتا ہے۔)

اس لئے کل جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قلعہ میں داخل ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس تہہ خانے میں بھی داخل ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اگر اللہ نے چاہا۔ یہودی نے کہا انشاءاللہ۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تہہ خانے کا پتہ بتا دوں گا کیونکہ میرے سوا اس کو کوئی اور نہیں جانتا' اور دوسری بات۔ اس سے پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا وہاں سے منجنیق نکالی جائے اور اسے شق نامی حویلی پر نصب کیا جائے۔ لوگ دبابوں میں داخل ہوں اور ان

Marfat.com

کی حفاظت میں قلعہ میں نقب لگائیں تو آپ اسے کل فتح کر لیں گے اور یہی کام آپ ﷺ منطقہ کتیبہ میں کریں۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا خیال ہے یہ سچ کہتا ہے۔

پھر یہودی نے کہا یا رسول اللہ میری جان بچایئے۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا تو امان میں ہے۔ اس نے کہا میری بیوی قلعہ نزار میں ہے وہ بھی مجھے دے دیجئے۔ فرمایا وہ بھی تیری ہوئی (اسے بھی امان دی گئی)

پھر آپ ﷺ نے سماک یہودی سے پوچھا۔ یہودی اپنی آل اولاد کو نطاۃ سے کیوں نکال رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا انہوں نے جنگ کے لئے خالی کر دیا ہے اور بچوں عورتوں کو منطقہ شق اور کتیبہ کے قلعوں میں منتقل کر دیا ہے۔

پھر حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے سماک یہودی کو دعوتِ اسلام دی۔ اس نے کہا مجھے کچھ دن مہلت دیجئے تو آپ ﷺ نے اسے مہلت دے دی۔

پیغمبرِ اوّل آخر واعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے سماک یہودی کو آزاد چھوڑ دیا۔ اور معرکوں کے انتظام میں مشغول رہے۔ جب تمام قلعے فتح کر لئے گئے تو آخری قلعہ جو مسلمانوں کے قبضہ میں آیا وہ نزار تھا۔ جنگ ختم ہوگئی اور سماک کے ساتھ وعدہ وفائی کے بعد سماک یہودی نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کی بیوی اسے عطا فرما دی گئی۔ اور اس کے بعد حضرت کعب بن ابی مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سماک کو ایک خوبصورت عورت کا ہاتھ تھامے ہوئے دیکھا وہ اس کی بیوی نفیلہ تھی۔

غنائم اور اسلحہ

مؤرخین میں سے کسی نے بھی یہ بیان نہیں کیا کہ اس قلعہ کی فتح کے وقت جو خیبر کا مضبوط ترین قلعہ تھا مسلمانوں نے کتنی غنائم اور کس قدر ہتھیاروں پر قبضہ کیا۔ ممکن ہے کہ مسلمانوں کو کوئی قابلِ ذکر چیز نہ ملی ہو کیونکہ یہودیوں نے حالات کے پیشِ نظر اپنے مال ومتاع واسلحہ کو وہاں سے منتقل کر دیا تھا اور عورتوں اور بچوں کو احتیاطاً منطقہ شق کے قلعہ نزار میں منتقل کر دیا تھا جو خیبر کے نصف اوّل قلعوں کا آخری اور مضبوط ترین قلعہ تھا۔

قلعہ صعب کی فتح

یہ قلعہ صعب منطقہ نطاۃ کے قلعوں میں سے ایک تھا۔ یہ قلعہ شہر خیبر یا آبادی خیبر کے نصف اوّل میں تھا اور مضبوطی کے لحاظ سے یہ قلعہ قلعہ ناعم کے بعد دوسرے نمبر پر سمجھا جاتا تھا۔ خیبر کے یہودیوں نے جب دفاع کا منصوبہ بنایا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ جنگی حکمتِ عملی کی رو سے قلعہ ناعم کو دفاع کی فرنٹ لائن قرار دے دیا جائے۔ مسلمانوں کے خیبر پہنچنے سے قبل ہی انہوں نے عورتون اور بچوں کو منطقہ شق کے قلعہ نزار میں منتقل کر د

Marfat.com

تھا اور قلعہ ناعم میں دفاع کرنے والے جنگجوؤں کے سوا اور کوئی آدمی موجود نہ تھا۔

اور ایسا اس لیے احتیاطاً کیا گیا تھا کہ وہ آسانی سے بوقتِ ضرورت دوسری دفاعی لائن قلعہ میں صعب میں منتقل ہو سکیں اور مسلمانوں کے غلبہ کی صورت میں عورتیں اور بچے محفوظ رہ سکیں۔ اور اب جب یہودیوں کی قلعہ ناعم کی دفاعی قوت جواب دے گئی اور وہ قلعہ ناعم پر مسلمانوں کے حملے اور قبضے کے روکنے سے عاجز آ گئے تو وہ سہولت کے ساتھ اپنی دوسری دفاعی لائن قلعہ صعب میں منتقل ہو گئے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ قلعہ ناعم کے معرکے کے دوران یا اس پر قبضہ کے دوران کوئی ایک یہودی جنگجو بھی مسلمانوں کے ہاتھوں قید نہیں ہوا۔

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قلعہ ناعم اور دیگر قلعوں میں آنے جانے کے خفیہ راستے تھے جن کے ذریعے وہ راتوں رات نکل گئے۔

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے قلعوں کی پوزیشن' زمین کی ساخت' (پہاڑ' ٹیلے' اونچا نیچا) یا ان کے اردگرد کا ایریا درختوں کی وجہ سے جنگل کی طرح تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کے لئے اپنی کم تعداد کے سبب بھی یہ ممکن نہ تھا کہ شروع کے قلعوں میں سے کسی ایک کو بھی دن رات اپنے محاصرے میں لیے رکھیں۔ ورنہ جنگجو یہود کا ایسے نکل جانا ممکن نہ تھا۔

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے قلعہ ناعم کے آخری معرکہ میں جن جنگجو یہودیوں نے حصہ لیا۔ انہوں نے پہلے ہی پسپائی کے لیے راستے منتخب کیے ہوئے تھے اور یقیناً وہ راستے ایسے واضح یا کھلے نہ تھے کہ مسلمان یہودیوں کا ان راستوں پر پیچھا کرتے۔

اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سوائے چند سو منتخب یہودی جنگجوؤں کے باقی نے قلعہ ناعم رات کو ہی چھوڑ دیا تھا اور یہ آخری دستہ جسے اپنی منظم واپسی برائے قلعہ صعب کا پتہ تھا صرف اس لیے قلعہ ناعم کے سامنے آ کر لڑا تا کہ مسلمان اپنی فتح کو اتنا آسان نہ سمجھیں اور اس کے ساتھ ہی تا کہ یہودی جنگجو قلعہ صعب میں مسلمانوں کا ادھر رُخ کرنے سے پہلے منظم ہو جائیں۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے قلعہ ناعم پر قبضہ کر لیا اور یہودی دوسری دفاعی لائن میں منتقل ہو گئے تو مسلمانوں نے حملے کا رخ قلعہ صعب کی طرف کر لیا اور اس میں داخل ہونے کے لیے اور اسے فتح کر لینے کے لیے اس کا محاصرہ کر لیا۔

حضرت حباب بن منذر

جس طرح قلعہ ناعم کو فتح کرنے کے لیے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جانبازوں کی سالاری اور جھنڈا عطا فرمایا تھا۔ اسی طرح حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

قلعہ صعب پر حملہ آور ہونے کے لیے حضرت حباب بن منذر انصاری رضی اللہ عنہ کو جانباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قیادت اور جھنڈا عطا فرمایا:

انہوں نے حملہ کی ذمہ داری لی اور دو دن شدید محاصرہ جاری رکھا اور تیسرے دن دست بدست جنگ کے بعد قلعہ صعب کو فتح کر لیا۔

قلعہ صعب میں یہودی جنگ بازوں کی تعداد پانچ سو تھی اور یہ یہودی جنگجو دیال اور یوشع کی قیادت میں قلع صعب کا دفاع کر رہے تھے۔ یہ قلعہ مضبوط فصیلوں اور اونچے برجوں والا تھا۔ یہ قلعہ جانبازوں سے پر تھا جن میں ان کے انتہائی نشانہ باز تیر انداز موجود تھے۔

مؤرخین کا کہنا ہے کہ قلعہ ناعم کی طرح یہاں بھی یہودیوں نے بڑی سختی اور شوق سے قلعہ صعب کا دفاع کیا۔ یہودی جنگجوؤں کی یہ سختی اور شوق قلعہ ناعم کے دفاع سے کسی طرح کم نہ تھا بلکہ اس سے بہت بڑھ کر تھا کیونکہ اس قلعہ کے اندر بہت سا مال' کھانے پینے کا سامان اور مختلف قسم کے جنگی ہتھیاروں کا ذخیرہ تھا جس کا دفاع کرنا یہودیوں کے لئے بہت ضروری تھا کیونکہ یہ سامان مسلمانوں کے ہاتھ پڑ جانے کی صورت میں انہیں بہت سہولت ہو جاتی اور جنگی لحاظ سے ان کی پوزیشن ایک دم اور بہت مضبوط ہو جاتی اور ان کا جذبہ و حوصلہ اور سوا ہو جاتے۔

مسلمان ایک قلعہ' قلعہ ناعم اس سے پہلے فتح کر چکے تھے ان کے عزم و حوصلے جو پہلے ہی بہت بلند تھے اس فتح سے اور بلند ہو گئے۔ انہوں نے قلعہ صعب کا محاصرہ کر لیا اور باوجود اس کے کہ دشمن کو بلندی اور قلعہ میں برجوں وغیرہ کی وجہ سے انہیں تیز اندازی میں بڑی سہولت تھی' مسلمان بھی برابر ان پر تیز اندازی پتھراؤ کرتے رہے۔ اس قلعہ کا محاصرہ دو دن رہا اور تیسرے دن یہ قلعہ دن کی روشنی میں ہی فتح ہو گیا۔

اس دوران فریقین میں خوب جنگ ہوئی اور یہودی جنگجوؤں نے ایک دو بار قلعہ کے دروازے سے باہر آ کر مسلمانوں سے زبردست لڑائی کی۔ انہیں پیچھے دھکیلا بھی لیکن مسلمان کچھ دیر بعد پھر آگے قلعہ کے دروازے کی طرف پیش قدمی کرنے لگے اور یہودیوں نے حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر پسپا ہو کر جلدی سے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔

سارا دن شدید جنگ ہوتی رہی۔ یہودیوں کی طرف سے ان کا ایک نامور بہادر ''یوشع'' نامی میدان میں نکلا اور کہا ہے میرے ساتھ کوئی نبرد آزمائی کرنے والا؟ خود حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ دونوں ایک دوسرے پر تلوار کے وار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے ایک وار نے اس کا کام تمام کر دیا۔

اس کے بعد ایک اور یہودی جس کا نام ''دیال'' تھا' وہ میدان میں نکلا اور مسلمانوں کو للکارا۔ اس کا

Marfat.com

مقابلہ کرنے کے لیے حضرت عمارہ بن عتبہ الغفاری رضی اللہ عنہ میدان میں آئے اور بجلی کی سرعت سے اس کے سر پر تلوار کا وار کیا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ساتھ ہی یہ نعرہ لگایا خذھا وانا الغلام الغفاری "یہ لو تلوار کا وار! میں ہوں غفاری نوجوان" ان کے اس اعلان پر بعض لوگوں نے کہا کہ ان کا جہاد باطل ہو گیا کہ انہوں نے اپنا نعرہ لگایا ہے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم محبوب رب اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا:

"بلاشبہ اس کو اجر دیا جائے گا اور اس کی ستائش کی جائے گی۔"

اس ارشادِ نبوی سے معلوم ہوا کہ دشمن کے مدِ مقابل اپنا نام لے کر للکارنا ممنوع نہیں بلکہ وہ شخص اجر اور ثناء کا مستحق ہوتا ہے۔

قلعہ صعب کے سامنے مسلمانوں کے ہاتھوں دو بڑے یہودی سالاروں کے مارے جانے سے قلعہ کا دفاع کرنے والے یہودی کی بدحالی کا آغاز ہو گیا۔ یوشع اور دیال کے قتل ہو جانے سے یہود کا غصہ بھڑک اٹھا۔ انہوں نے مسلمانوں پر سخت حملہ کر دیا۔ قلعے کی برجوں، دیواروں، چھتوں پر سے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی۔

پیغمبرِ اوّل و آخر اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، محبوب رب للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کی نگرانی فرما رہے تھے۔ جب کسی طرح سے دشمن کو یہ معلوم ہوا کہ یہ مسلمانوں کے نبی ہیں تو اکثریت نے اپنے تیروں کا رخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد گھیرا ڈال دیا اور دشمن پر اپنے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔

اس قلعہ کو فتح کرنے کے لیے جو جنگ ہوئی علامہ مقریزی اس کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں:

"پہلے دو روز مسلمان اس قلعہ پر حملہ آور ہوتے رہے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ تیسرے روز جب حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے لشکرِ اسلام کے ساتھ اس قلعہ پر حملہ کیا، آپ کے ہاتھ میں حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا فرمودہ پرچم تھا۔ فریقین میں گھمسان کا رن پڑا۔ حضور پُرنور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس حملہ میں بنفسِ نفیس شریک تھے۔

لیکن جو اثر یہودیوں کے تیروں کا مسلمانوں پر پڑ رہا تھا ویسا اثر مسلمانوں کے تیروں کا یہودیوں پر نہیں ہو رہا تھا۔ کیونکہ یہودی قلعے کی دیواروں، فصیلوں کی اوٹ میں تھے اور اونچائی پر تھے۔ اس لیے اس حملے میں مسلمان مصلحتاً اس وقت کچھ پیچھے ہٹ گئے تاکہ دشمن کے تیروں کی زد میں نہ آئیں۔

تیروں کی جنگ اور قلعہ صعب کے سامنے مبارزت کی کارروائیوں میں کامیابی کے بعد مسلمانوں نے قلعے کے اردگرد محاصرہ اور تنگ کر دیا۔ اور ایک زوردار حملہ کر کے قلعہ کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی مگر

Marfat.com

یہودیوں نے سخت مقابلہ کیا اور مزاحمت کی اور ایک بار پھر مسلمان قلعے میں داخل نہ ہو سکے۔ پھر یہودیوں نے مسلمانوں پر ایک جوابی حملہ کیا لیکن مسلمان جانباز اپنے کمانڈر کے ساتھ یہود کے سامنے ڈٹے رہے۔

اس طرح مسلمانوں نے یہودیوں کے حملے کو روک دیا اور وہ مجبور ہو کر اپنے قلعے میں واپس چلے گئے اور اپنے کئی آدمی میدان میں قتل کروانے کے بعد انہوں نے پسپا ہو کر قلعہ کے دروازے بند کر لیے۔

اس کے بعد مسلمان دروازے کے قریب چلے گئے لیکن فوراً ہی یہودیوں نے ان پر پتھر اور تیر برسانا شروع کر دیئے اور ان کی شدید سنگ باری کی وجہ سے مجاہدین قلعہ سے دور ہٹ گئے تاکہ ان کی زد میں نہ رہیں اور مجاہدینِ اسلام حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کے قریب اکھٹے ہو گئے کہ پھر دشمن پر حملہ آور ہوں۔

اس دوران قلعہ بند یہودی جانبازوں نے ایک دوسرے کو ملامت کرنا شروع کر دی کہ ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ ہم میں سے صاحبِ نصیب لوگ قلعہ ناعم میں قتل ہو گئے ہیں۔ موت کی تمنا کرتے ہوئے انہوں نے قلعے کے دروازے کھول دیئے اور وہ جیسے ہی قلعہ سے باہر آئے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ مجاہدینِ اسلام کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو گئے۔

قلعے کے دروازے پر شدید جنگ ہوئی۔ اس دوران بہت سے یہودی مارے گئے اور سلام بن مشکم جو بنی نضیر کا سردار تھا اور اب خیبر میں آکر تمام یہودی افواج کا سالار اعظم تھا۔ وہ ان دنوں بیمار تھا۔ سلام بن مشکم مرحب کے بھائی حارث (جس کو قلعہ ناعم کی جنگ میں واصلِ جہنم کیا جا چکا تھا) کی بیٹی زینب کا خاوند تھا اور یہ زینب وہ عورت ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادے سے بکری کے گوشت میں زہر ملا دیا تھا۔ انشاء اللہ اس کی تفصیل آگے بیان ہو گی۔ وہ سلام بن مشکم بھی اس حملے میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

یہود جانبازوں کو اضطراب اور پریشانی نے آلیا اور ان کے حوصلے پست ہو گئے۔ ان کی یہ اجتماعی حالت و کیفیت دیکھ کر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے موقع کو غنیمت جانا اور اسی مرحلے میں قلعے میں داخل ہونے اور اسے فتح کر لینے کا ارادہ کر لیا اور منصوبہ بنا لیا۔ اس منصوبے کے مطابق حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے اپنے جانبازوں کے ساتھ قلعہ پر اچانک حملہ کر دیا اور مسلمان قوتِ بازو سے یہود کو دھکیل کر قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔ اور بالآخر تیسرے دن قلعہ صعب کو فتح کر لیا۔

اس جنگ کے دوران بہت سارے یہودی مارے گئے۔ اس دن تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔

حضرت ابوصباح (بدری)

حضرت عدی بن مرہ بن سراقہ

حضرت حارث بن حاطب (بدری) رضی اللہ عنہم

مسلمانوں نے تمام اسلحہ اور غلہ پر قبضہ کر لیا جو قلعہ صعب میں بڑی مقدار میں موجود تھا اور جو یہودی

Marfat.com

بھاگ نہ سکے انہیں قید کرلیا۔ (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 241)

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کمان کے چلہ پر تیر رکھ کر ان کو (قلعہ صعب میں یہودی جنگجوؤں کو) ہدف بنایا تو اس ایک تیر سے سب نڈھال ہو کر پسپا ہوگئے اور مسلمان اس قلعہ میں داخل ہوگئے۔

علامہ مقریزی کہتے ہیں کہ خوراک کے جو ذخائر مسلمانوں کو اس قلعہ سے دستیاب ہوئے ان میں جو، کھجور، گھی، شہد، تیل، چربی اور دیگر بے شمار اشیاء تھیں۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک منادی کرنے والے نے اعلان کیا

کلوا واعلفوا ولا تحتملوا

''خود کھاؤ، جانوروں کو کھلاؤ لیکن کوئی چیز اٹھا کر نہ لے جاؤ۔'' (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 241)

اس قلعہ سے مسلمانوں کو یمن سے آئے ہوئے کپڑے کی بیس گانٹھیں دستیاب ہوئیں۔ مختلف قسم کی شرابوں کے مٹکے ملے۔ ان کو توڑ دیا گیا اور شراب بہا دی گئی۔ تانبے اور مٹی کے برتن ملے جن میں یہود کھایا، پیا کرتے تھے۔ حضورِ انور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو خوب دھولو۔ پھر ان میں کھانا پکاؤ اور کھاؤ پیو۔ ان اشیاء کے علاوہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ، گائے کے گلے اور کثیر تعداد میں گدھے بھی ملے۔ ایک یہودی کی نشان دہی پر زیرِ زمین مکان سے اسلحہ دریافت ہوا جس میں منجنیق اور دبابات وغیرہ و دیگر اسلحہ کی کثیر تعداد تھی۔

ایک مسلمان جس کا نام حضرت عبداللہ الحمار رضی اللہ عنہ تھا، اس نے شراب پی۔ حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جوتوں سے مرمت کی اور جو لوگ موجود تھے انہیں بھی حکم دیا کہ اسے جوتے ماریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں کہا، اس پر خدا کی لعنت ہو۔ حضور پُر نور نبی کریم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا کہنے سے منع فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا: فانہ یحب اللہ ورسولہ ''کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اس لیے اس پر لعنت مت بھیجو۔''

ابنِ ہشام کہتے ہیں کہ جب بنی اسلم نے خوراک کی تنگی کی شکایت کی تو حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین محبوب رب للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ جب دعا فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو قلعہ صعب پر حملے کی دعوت دی تو حملہ کرنے میں بنی اسلم ہی پیش پیش تھے۔ اس حملے میں بھی قلعے کے سامنے مبارزت اور خوب لڑائی ہوئی اور اللہ تبارک تعالیٰ نے سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے قلعہ صعب کی فتح عطا فرمائی۔ خیبر میں کوئی اور قلعہ ایسا نہ تھا جہاں اس قلعے سے زیادہ خوراک اور چربی موجود ہو۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 2 صفحہ 332، امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 241)

Marfat.com

اب محاصرہ قلعہ صعب کے دوران وقوع پذیر ہونے والے چند واقعات کا ذکر حسبِ ذیل ہے۔

قلعہ ناعم کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں نے قلعہ صعب کو اپنے محاصرہ میں لیا اور تین دن تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ یہ بڑا مضبوط قلعہ تھا۔ ایک یہودی کا ریوڑ چرنے کے لیے قلعہ سے باہر آیا تو حضورِ انور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو اس ریوڑ سے چند بکریاں پکڑ کر لے آئے؟ حضرت کعب بن عمر (ابوالیسر) رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ! ﷺ یہ غلام حاضر ہے۔ چنانچہ میں اس ریوڑ کے پیچھے دوڑا اور اس ریوڑ سے دو بکریاں پکڑ لیں اور باقی ریوڑ قلعہ میں داخل ہو گیا۔

میں نے ان بکریوں کو اپنی بغل کے نیچے دبایا اور تیزی سے واپس دوڑا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے میں نے کوئی چیز اٹھائی ہی نہیں ہے۔

میں انہیں لے کر حضورِ انور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے حکم سے انہیں ذبح کیا گیا اور لشکرِ اسلام میں ان کا گوشت تقسیم کر دیا گیا۔ سب مجاہدین نے ان کا گوشت کھایا۔

حضرت کعب بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ تمہاری تعداد کتنی تھی؟ آپ نے فرمایا بہت بڑی تعداد تھی (لیکن حضور پُرنور ﷺ کی برکت سے سب اہلِ لشکر نے سیر ہو کر کھایا)

کھانے کی تنگی

قلعہ ناعم کے محاصرے کے دوران مجاہدینِ اسلام کے کچھ لوگوں کے پاس راشن کی کمی ہو گئی اور نوبت بھوکے رہنے تک آ گئی۔ چنانچہ بنی اسلم کے مجاہدینِ اسلام نے حضرت اسما ابنِ حارثہ رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی کو پیغمبرِ اوّل و آخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' محبوب رب اللعالمین ﷺ کی خدمتِ اقدس میں یہ پیغام دے کر بھیجا کہ بنی اسلم آپ ﷺ کو سلام عرض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بھوک سے بدحال ہو رہے ہیں۔

اس پر حضورِ انور نبی کریم و رؤف و رحیم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم عربوں (دوسرے مجاہدینِ اسلام مہاجرینِ وانصار) کے درمیان ہوتے ہوئے ایسی بات کہہ رہے ہو۔

اس پر حضرت اسماء رضی اللہ عنہ کے بھائی زید بن حارثہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کی خدا کی قسم میں اس آرزو میں ہوں کہ یہ وفد جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہے وہ لشکرِ اسلام کے لیے خیر و برکت کی کنجی ثابت ہو۔ (یعنی کہ دشمن سے بہت سارا کھانے پینے کا سامان مالِ غنیمت میں حاصل ہو) ہمارے لیے دعا فرمایئے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادئ دو جہاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' خاتم النبیین' رحمت اللعالمین' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' محبوب رب للعالمین ﷺ نے ان کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے اللہ! ان قلعوں میں سے بڑا قلعہ ان کے لیے فتح فرما جس میں خورد و نوش کا سامان اور گھی و

Marfat.com

چربی کثیر مقدار میں ہو۔"

ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور آپ ﷺ تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ دو جہاں رہبرِ کائنات' رسولِ بحرو بر' رحمت للعالمین' اصل الموجودات' حاصلِ کائنات' فخرِ کائنات' رحمت للعالمین' سید المرسلین' خاتم النبیین' محبوب رب للعالمین ﷺ ہیں۔

اسی دن جس دن آپ ﷺ نے دعا فرمائی اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے قلعہ صعب کو فتح فرما دیا۔

اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کے مطابق' خدا کی قسم ہم نے وہاں پر جو' کھجور' گھی' شہد' تیل اور گوشت کے وہ ذخائر دیکھے جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ کھاؤ' چارہ ڈالو اور اٹھا کر نہ لے جاؤ۔ مسلمان اس قلعے سے اپنی اپنی جگہ پر کھانا اور اپنے جانوروں کا چارہ لے جاتے۔ کسی کو اس کی ضرورت کی چیز سے منع نہ کیا جاتا اور کھانے کا خمس بھی نہ لگایا گیا۔

وہاں سے تانبے اور مٹی کے برتن بھی ملے جنہیں ضروری صفائی کے بعد استعمال میں لانے کی اجازت دی گئی۔ وہاں سے بکریاں' گائے' اور گدھے بھی ملے۔ یمن کے موٹے کپڑے کے بیس (20) بنڈل ملے اور ڈیڑھ ہزار مخملی چادریں ملیں۔

قلعہ صعب کے محاصرے کے دوران ہی لشکرِ اسلام کے کچھ لوگوں کے پاس غذائی مواد کے ختم ہو جانے کے باعث اسلامی فوج کی بعض ٹکڑیوں کو اس حد تک بھوک نے ستایا کہ وہ کھانے کے لئے گھریلو (پالتو باربرداری کے کام میں آنے والے) گدھوں کے ذبح کرنے تک پہنچ گئے۔ حضرت رہم الغفاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کچھ لوگوں کے پاس کھانے کا سامان ختم تھا اور کھجور بھی ابھی کچے تھے۔ بھوک مٹانے کے لیے اور کچھ بھی نہ تھا۔

اتفاقاً یہودیوں کے کسی قلعہ سے یا کسی چراگاہ میں چرتے ہوئے بیس بائیس گدھے مسلمانوں کے ایریا میں آ گئے۔ مسلمانوں نے ان گدھوں کو پکڑ کر ذبح کر لیا اور آگ جلا کر ان کا گوشت دیگوں' بڑے برتنوں میں پکانا شروع کر دیا۔ اس دوران ان کے پاس سے حضورِ انور نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ گدھوں کا گوشت پک رہا ہے۔ تو آپ ﷺ نے منادی کو اعلان کرنے کا حکم فرمایا کہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے تمہیں گھریلو گدھے کھانے سے منع فرما دیا ہے اور راوی کہتا ہے کہ اس فرمان کے ساتھ ہی تمام دیگیں الٹا دی گئیں۔

قلعہ زبیر کی فتح

پہاڑ کی چوٹی کو عربی میں قلہ کہتے ہیں۔ یہ علاقہ کیونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا تھا اس لیے اس

Marfat.com

چوٹی کو آپ کے نام سے موسوم کیا گیا اور یہ قلعہ اس پہاڑ کی چوٹی پر تھا' اس لیے یہ قلعہ ''حصن قلۃ الزبیر'' کے نام سے مشہور ہوا۔ میں اسے قلعہ زبیر ہی لکھوں گا۔

جب مسلمان قلعہ صعب پر قابض ہو گئے تو یہودی جنگجو قلعہ زبیر میں منتقل ہو گئے۔ یہ منطقہ نطاۃ کا تیسرا بڑا قلعہ تھا اور آبادی خیبر کے نصف اوّل میں واقعہ تھا اور بڑا مضبوط قلعہ تھا۔ یہ قلعہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر تھا جس میں جانے آنے کے راستے بڑے دشوار گزار تھے۔ یہودیوں نے منصوبے کے مطابق قلعہ زبیر کو تیسری دفاعی لائن بنایا ہوا تھا۔ وہ اب اس قلعہ میں قلعہ بند ہو کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ انہوں نے حسبِ معمول قلعہ کی برجوں کو تیر اندازوں جنگجوؤں سے بھر دیا اور ماہر تیر اندازوں کو قلعے کے ایسے مقامات پر بھی متعین کر دیا جہاں سے وہ مسلمانوں کو دیکھ سکتے تھے۔ قلعہ صعب پر قبضہ کر لینے کے بعد لشکرِ اسلام نے قلعہ زبیر کا محاصرہ کر لیا۔

مسلمانوں نے قلعہ زبیر میں داخل ہونے اور اس کو فتح کرنے کے لیے کئی کوششیں کیں لیکن اس قلعہ کی مضبوطی اور اس کے راستوں کی دشواری اور ان راستوں کا یہودی تیر اندازوں کی زد میں ہونے کی وجہ سے اس میں داخل نہ ہو سکے۔ اور یہودیوں نے بھی مسلمانوں پر حملہ کرنے اور مبارزت طلب کرنے کے لیے قلعہ کے دروازے بھی نہ کھولے جیسا کہ اس سے پہلے وہ قلعہ ناعم اور قلعہ صعب کے محاصرے کے دوران کر چکے تھے۔

ایسا لگتا تھا کہ اس دفعہ یہودیوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ قلعہ سے باہر قطعاً نہیں نکلیں گے کیونکہ انہیں یہاں بھی یہ ڈر تھا کہ ایک دفعہ دروازے کھولنے کی حماقت کی تو مسلمان پر کسی نہ کسی طرح اس میں گھس آئیں گے۔ اور دوسرے انہیں یہ یقین تھا کہ اس قلعہ کا بلندی پر واقع ہونے اور اس کے لیے راستوں کا دشوار گزار ہونا اور ان راستوں پر چوبیس گھنٹے مستعد ماہر تیر اندازوں کا موجود ہونے کے سبب مسلمان اس میں نہ تو داخل ہو سکیں گے اور نہ اسے فتح کر سکیں گے اور بالآخر محاصرہ اٹھا کر چلے جائیں گے۔

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم خاتم النبیین' رحمت للعالمین محبوبِ رب للعالمین ﷺ کی معرفت مسلمانوں کی کھلی کھلی مدد فرما رہا تھا۔ قلعہ ناعم اور قلعہ صعب یہودی دفاع کی مضبوط ترین فرنٹ لائن تصور کیے جاتے تھے جن کی مضبوطی' اونچائی' اچھی دفاعی پوزیشن اور فصیلوں کے پیچھے متعین بہادر جنگجوؤں کا موجود ہونا یہودیوں کو یہ یقینِ واثق دلاتا تھا کہ مسلمان کبھی بھی انہیں زیر نہ کر سکیں گے اور تھک ہار کر اپنا مقصد پورا کیے بغیر وہاں سے واپس چلے جائیں گے۔ لیکن پھر جو کچھ ہوا' اچانک ہوا' یہودیوں کے اندازوں کے خلاف ہوا اور ایسا ہوا جس نے یہودیوں اور ان کے مددگاروں کو حیران کر دیا۔ لشکرِ اسلام ان دونوں قلعوں میں داخل ہو گیا اور انہیں فتح کر لیا اور خیبر میں یہودیوں کی شکستِ عام

Marfat.com

کے آثار نمودار ہو گئے۔

جس دوران مسلمان قلعہ زبیر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور وہ اس کو فتح کر لینے کے لیے مختلف طریقے سوچ رہے تھے اور کوششیں کر رہے تھے اور یہ محاصرے کا تیسرا دن تھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے پھر غیب سے مسلمانوں کی مدد فرمائی ہوا یوں کہ:

اس اثناء میں ایک یہودی جس کا نام عزّال تھا' حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی' اے ابوالقاسم! اگر آپ (ﷺ) مجھے امان دیں تو میں آپ (ﷺ) کو ایک راستہ بتاؤں گا جس سے آپ (ﷺ) نطاۃ کے سارے قلعوں کو فتح کر کے مطمئن ہو جائیں گے اور اس کے بعد آپ (ﷺ) اہلِ شق کی طرف متوجہ ہو سکیں گے۔

پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے اس کو اس کے اہل و عیال اور اس کے اموال کو امان دے دی۔ امان پانے کے بعد اس نے کہا' اگر آپ ایک مہینہ بھی اس قلعہ کا محاصرہ جاری رکھیں تو یہود کو ذرا پروا نہ ہوگی۔ انہوں نے زیرِ زمین پانی کے لیے سرنگیں بنا رکھی ہیں' رات کی تاریکی میں وہ نکلتے ہیں' پانی سے سیراب ہو کر قلعوں میں واپس آتے ہیں اور تازہ دم ہو کر آپ (ﷺ) کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر آپ (ﷺ) ان سرنگوں کو کاٹ دیں تو وہ شدت پیاس سے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے یا وہ اطاعت اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

پھر عزّال نے پانی کے چشموں تک مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ مسلمانوں نے ان پر قبضہ کر لیا اور قلعہ کے اندر جانے والا پانی بند کر دیا۔ جب قلعہ زبیر میں قلعہ بند یہودیوں کا پانی بند ہو گیا تو ان یہودیوں نے سمجھ لیا کہ اب ان دو راستوں میں سے انہیں ایک راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ یا تو وہ مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لیں یا پھر ان سے جنگ کے لیے قلعہ سے باہر نکلیں اور ان سے پانی کے چشمے واپس لیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کو ترجیح دی۔

چنانچہ وہ باہر نکل آئے اور مسلمانوں سے جنگ شروع کی۔ خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ کئی مسلمان بھی شہید ہوئے' یہودیوں میں سے دس یہودی لقمۂ اجل بنے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے رسولِ مقبول ﷺ نے اس قلعہ کو بھی فتح کر لیا۔ یہ نطاۃ کے قلعوں میں آخری قلعہ تھا جو فتح ہوا تھا۔

کسی بھی مؤرخ نے یہ نہیں لکھا ہے کہ اس قلعہ سے مسلمانوں کو غنائم میں کچھ ملا یا نہیں اور نہ ہی یہ ذکر کیا ہے کہ وہاں کے جنگجو یہودی قید کر لیے گئے تھے یا وہ کسی اور جگہ منتقل ہو گئے تھے۔

ان سے فارغ ہونے کے بعد حضورِ انور سرکارِ دوعالم ﷺ ''شق'' کے علاقہ کے قلعوں کو فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔

Marfat.com

قلعہ ابی کی فتح

آبادی خیبر یا شہر خیبر کے اوّل نصف کے منطقہ نطاۃ کے سارے قلعے فتح کر لینے کے بعد پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ آپ خیبر کے نصف و اوّل کے منطقہ شق کے قلعوں کی طرف بڑھے اور سب سے پہلے قلعہ ابی کا محاصرہ کیا۔ اس منطقہ (منطقہ شق) میں اور بھی کئی قلعے تھے لیکن یہاں پر اہمیت کے حامل صرف دو ہی قلعے تھے قلعہ ابی اور قلعہ نزار۔

منطقہ نطاۃ کے قلعوں کو فتح کر لینے کے بعد حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے بھی لشکرِ اسلام کے پڑاؤ کی جگہ بدل دی۔ اس سے پہلے آپ ﷺ اور لشکرِ اسلام منطقہ نطاۃ کے مقام و علاقہ رجیع میں تھے۔

اب لشکرِ اسلام نے رجیع سے پڑاؤ اٹھایا اور اُس مقام پر آ گئے جہاں مدینہ منورہ سے خیبر پہنچ کر پہلی دفعہ پڑاؤ ڈالا تھا۔ منطقہ نطاۃ کے قلعے فتح ہو جانے کی وجہ سے اب یہ علاقہ پڑاؤ کے لیے محفوظ و مناسب تھا۔ اس پڑاؤ والے علاقے کا نام منزلہ تھا اور جہاں اس علاقے میں لشکرِ اسلام کا ہیڈ کوارٹر تھا اس جگہ کا نام سموان تھا۔ اب قلعوں کے محاصرہ گھیراؤ اور لڑائی کے لیے مجاہدینِ اسلام کے دستے اس مقامِ سموان سے بھیجے جا رہے تھے۔

منطقہ نطاۃ کے قلعے ہاتھ سے کھو دینے کے بعد اب باقی ماندہ یہودی جنگجو منطقہ شق کے قلعہ ابی میں آ گئے اور قلعہ بند ہو کر لشکرِ اسلام کا مقابلہ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ جس دستہ یا فوج کو قلعہ ابی پر حملہ کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی اس کے سالار مشہور شہسوار حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔

اب سب سے پہلے جس قلعہ کو فتح کرنے کے لیے حضورِ انور نبی کریم ﷺ متوجہ ہوئے وہ ''قلعہ ابی'' تھا۔ یہودیوں میں سے ایک بہادر جس کا نام عزوال تھا بعض نے اس کا نام عزال بتایا ہے میدان میں نکلا اور کہا ھل من مبارز ''ہے کوئی جو مجھ سے مقابلہ کرے'' کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ دونوں ایک دوسروں پر حملہ آور ہوئے۔ کافی دیر تک ایک دوسرے کو اپنی ضربات کا نشانہ بناتے رہے۔ پھر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کے وار سے اس کا دایاں بازو کاٹ دیا۔ عزوال کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی، وہ پیچھے مڑا تا کہ قلعہ میں داخل ہو لیکن حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے اسے بھاگنے نہ دیا۔ تلوار کے ایک وار سے اس کے پاؤں کو کاٹ ڈالا، وہ گر پڑا، اور پھر اس کا کام تمام کر دیا۔

اس کے بعد ایک اور یہودی نکلا۔ اس نے بھی ھل من مبارز ''ہے کوئی جو مجھ سے مقابلہ کرے'' کا نعرہ لگایا۔ اس کے بعد مقابلہ کے لیے ایک مسلمان مجاہد نکلا لیکن اس یہودی نے اس کو شہید کر دیا اور پھر مدِ مقابل کے لیے چیلنج دیا۔ اب اس کے مقابلہ کے لیے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ اپنی شمشیر آبدار لہراتے ہوئے نکلے۔ آپ نے اس وقت اپنے خود پر سرخ دوپٹہ (پٹکا) باندھا ہوا تھا اور آپ بڑے شاندار انداز سے ٹہلتے ہوئے اس

Marfat.com

کے مقابل آئے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے پہلے وار سے ہی اس کی ٹانگیں کاٹ دیں اور اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا' پھر اس کی تلوار' زرہ اور دوسرا سامان لے کر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورِ انور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز ابودجانہ کو عطا فرما دی۔

اس کے بعد کسی یہودی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ میدان میں آ کر کسی مسلمان کو للکار سکے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور یہودیوں نے کوشش کی کہ وہ قلعہ کا دروازہ بند کرلیں لیکن مسلمانوں نے اتنی مہلت ہی نہ دی اور قلعہ کے دروازوں کو توڑتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ ان حملہ آور مسلمانوں کی قیادت کر رہے تھے۔ جتنے یہودی تھے' سب بھاگ کھڑے ہوئے اور قلعہ کی دیواروں پر چڑھ کر نیچے چھلانگیں لگانے لگے اور وہاں سے منطقہ شق کے دوسرے قابل ذکر قلعے ''قلعہ نزار'' میں جا کر پناہ لی۔ یوں لشکرِ اسلام نے قلعہ ابی کو بھی فتح کر لیا اور اس میں موجود تمام ہتھیاروں' مویشیوں اور غلہ پر قبضہ کر لیا۔ اس قلعہ میں سے مسلمانوں کو کثیر تعداد میں بھیڑ بکریاں اور کھانے کا سامان ہاتھ آیا۔ (غزوۂ خیبر شوقی ابوخلیل صفحہ 69)

قلعہ نزار کی فتح

قلعہ نزار شہرِ خیبر کے نصف اوّل کے منطقہ شق کا دوسرا قلعہ تھا۔ یوں تو اس منطقہ میں اور بھی قلعے تھے لیکن قلعہ نزار خیبر کے پہلے قلعوں کی طرح کا پانچواں اور آخری قلعہ تھا جس میں قلعہ ابی سے بھاگ کر آجانے والے یہودی جنگجوؤں نے قلعہ بند ہو کر لشکرِ اسلام سے دفاعی جنگ لڑی۔

یہودیوں کی آخری امید قلعہ نزار سے وابستہ تھی کیونکہ یہ قلعہ ان کے خیال میں خیبر کے تمام قلعوں سے مضبوط تھا اور اس قلعہ کے بارے میں تمام یہودیوں کا یعنی کہ خیبر کے نصف اوّل اور نصف دوئم کے رہنے والے تمام یہودیوں کا یہ خیال تھا کہ قلعہ نزار کی مضبوط پوزیشن اور بناوٹ کے اعتبار سے یہ قلعہ اتنا محفوظ ہے کہ مسلمانوں کی فوج اس قلعہ میں کسی صورت بھی داخل نہ ہو سکے گی۔

اپنے اسی اعتماد یا یقین کے سبب خیبر کے پیشتر یہودیوں نے اپنی عورتیں اور بچے اس قلعہ میں پہنچا کر محفوظ کر لیے تھے۔ آپ نے اس سے پہلے فتح ہو جانے والے قلعوں کے بارے میں پڑھ لیا ہے کہ ان قلعوں میں یہودیوں کے صرف جنگجو موجود تھے۔ یہودیوں نے ان قلعوں سے اپنی عورتوں اور بچوں کو نکال کر پہلے ہی اس قلعہ نزار اور منطقہ کتیبہ کے چند دوسرے قلعوں میں بھیج دیا تھا تاکہ شکست کی صورت میں عورتیں اور بچے مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگیں یا قیدی بنا لیے جائیں۔

اس قلعہ میں یہودیوں کے سارے بچے اور عورتیں موجود نہ تھیں لیکن عورتوں بچوں میں سے تقریباً دو ہزار کے قریب اس قلعہ میں موجود تھے اور اب یہ قلعہ بھی یہودی جانبازوں سے بھرا پڑا تھا اور وہ اپنی عورتوں اور بچوں کی خاطر سخت مقابلے کے لیے تیار تھے۔

Marfat.com

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے قلعہ ابی کے فتح ہو جانے پر شکست خوردہ یہودی جنگجو وہاں سے بھاگ کر قلعہ نزار میں آ گئے تھے۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کرنے میں جلدی کی اور انہیں آرام کرنے کی فرصت نہ دی اور فوراً ہی قلعہ نزار کا محاصرہ کرلیا اور ان پر سخت دباؤ ڈالنے لگے تاکہ وہ اطاعت قبول کرلیں۔

اس قلعہ میں یہودیوں کے تقریباً دو ہزار بچے اور عورتیں موجود تھیں۔ اس لیے انہوں نے یہاں مقابلہ میں اپنی تمام حکمت و ہمت صرف کر دی۔ انہوں نے شدید مقابلہ کیا اور مزاحمت کی۔ لیکن اب کی دفعہ وہ قلعہ سے نکل کر نہ تو حملہ آور ہوئے اور نہ ہی مبارزت طلبی کی جیسا کہ وہ اب تک کے فتح ہو جانے والے قلعوں کے محاصرہ کے دوران کرتے رہے تھے۔

انہوں نے اس قلعہ کے دفاع کے لئے یہ حکمت عملی اپنائی کہ قلعۂ نزار کے برجوں، پہرے کی جگہوں اور چار دیواری، چھتوں کو اپنے تیر اندازوں اور جانبازوں سے بھر دیا اور قلعہ کے دروازوں کو مقفل کر دیا تاکہ انہیں کوئی جذبات میں آ کر کھول نہ دے اور مسلمانوں کو قلعہ میں داخل ہونے کا موقع مل جائے۔ لشکرِ اسلام نے تو قلعۂ نزار کا محاصرہ کیا ہوا تھا اب یہودی مکمل قلعہ بند ہو کر مسلمانوں پر تیروں کی بارش کرنے لگے اور مسلمانوں کو قلعہ کی دیواروں سے دروازوں سے دور رکھنے کے لئے ان پر اوپر سے پتھر پھینکنے لگے۔ یہودی یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس قلعے کے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو جانے سے یہودی مزاحمت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے گا اور وہ خیبر کے نصف ثانی کا دفاع بھی نہیں کر سکیں گے۔

اور یہ حقیقت سب یہودی جانتے تھے کہ خیبر کے نصف ثانی میں رہنے والے یہودیوں کی شجاعت، ہمت، بہادری اور جنگ میں استقلال خیبر کے نصف اوّل کے یہودیوں جیسا نہیں ہے۔ اس بات کو خیبر کے نصف ثانی کے یہودی لیڈر و سالار بھی اچھی طرح سمجھتے تھے۔ ان کے ایک لیڈر یا سردارِ اعلیٰ کنانہ بن ابی حقیق نضری نے منطقہ نطاۃ اور منطقہ شق کے قلعے فتح ہو جانے پر کہا۔ محمد (ﷺ) نطاۃ سے فارغ ہو گئے ہیں اور یہاں (منطقہ کتیبہ میں) کوئی ان سے مقابلہ کرنے والا نہیں رہا۔ اس نے مزید کہا جس وقت اہلِ نطاۃ قتل ہوئے تھے یہودی اسی وقت قتل ہو گئے تھے (شکست کھا گئے تھے۔)

اس لئے یہودیوں نے اس قلعہ کے دفاع میں اپنا سارا زور لگا دیا۔ اس قلعہ کے محاصرہ کے دوران ایک تیر آپ ﷺ کے کپڑوں میں آ لگا اور کپڑا پھٹ گیا یا چھد گیا۔ یہ قلعہ بھی اونچائی پر واقع تھا اور اس تک پہنچنا دشوار تھا۔ محاصرے کے دورانیہ کو بھی طول نہیں دیا جا سکتا تھا اس لئے پیغمبرِ اوّل آخر واعظم، ہادیٔ دو جہاں، رسولِ بحر و بر، رہبرِ کائنات محبوبِ رب للعالمین حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے فیصلہ کیا قلعہ کے برجوں اور فصیلوں کو تباہ کرنے کے لئے منجنیق کا استعمال کیا جائے۔ قلعہ کی دیوار کو ایک دو جگہوں سے توڑ کر اس میں اسلامی فوج کو بھرپور حملے کے لئے داخل کر دیا جائے۔ جب اسلامی دستوں کا قلعہ نزار میں داخل ہونا

Marfat.com

مشکل ہو گیا تو حضورِانور نبی کریم ﷺ نے قلعے میں شگاف ڈالنے اور یہودیوں کو اطاعت کرنے یا قلعہ سے بھاگ جانے پر مجبور کرنے کے لئے منجنیق نصب کرنے کا حکم فرمایا۔

مگر کسی بھی مؤرخ نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس منجنیق سے قلعہ پر گولے داغے گئے یا نہیں۔ لیکن قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ اس قلعہ پر گولے مارے گئے تھے جس سے یہودی جانباز خوف زدہ ہو گئے اور دیواروں میں شگاف پڑے اور لشکرِ اسلام کے دستے قلعۂ نزار میں داخل ہو گئے اور یہودیوں کو یہاں بھی شکست ہو گئی۔

یہودیوں کے بری طرح شکست کھانے کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اس قلعہ میں لشکرِ اسلام کے لئے بہت سی غنیمتیں چھوڑ دیں جن میں دو ہزار عورتیں اور بچے بھی تھے جنہیں قیدی بنا لیا گیا اور یہودی جانباز اتنے خوف زدہ ہو گئے تھے کہ سب ہی ان عورتوں بچوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ جب لشکرِ اسلام نے قلعۂ نزار فتح کر لیا تو منطقہ شق میں جو اور کئی قلعے تھے ان کے مکین ان قلعوں سے بھاگ کر منطقہ کتیبہ جو خیبر شہر کے نصف ثانی میں تھا اس کے قلعوں میں چلے گئے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم عالمِ خفاوغیوب مخبرِ صادق ﷺ نے قلعۂ نزار کی طرف دیکھ کر فرمایا ''یہ خیبر کا آخری قلعہ ہے جس میں لڑائی ہونی ہے۔'' جب ہم نے اس قلعہ کو فتح کیا تو لشکرِ اسلام کے خیبر سے چلے جانے تک پھر کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔

قلعۂ نزار کے فتح ہو جانے سے خیبر کے نصف اوّل پر اسلامی فوج کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ یہودیوں نے ان پانچوں قلعوں کے دفاع میں ایسی جنگ کی جس کو اکثر مؤرخین نے جرأت' ہمت' شجاعت اور دلیری کی جنگ کہا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خیبر کے یہودی جرأت' شجاعت دلیری اور جنگ میں ثابت قدمی کے لحاظ سے یثرب کے یہودیوں سے بالکل مختلف تھے۔ یثرب کے یہودی کسی بھی معرکے میں خیبر کے یہودیوں کی طرح اپنے قلعوں سے باہر آ کر دو بدو ہو کر نہیں لڑے۔ جب کہ خیبر کی جنگ میں ان کے کئی بہادر نامور سالار مبارزت طلب ہوئے اور یہودی جنگجوؤں نے بھی لشکرِ اسلام کا مقدور بھر مقابلہ کیا۔

خیبر کے نصفِ ثانی کی فتح

خیبر کے نصف اوّل میں یہودیوں کے ناکام ہونے کے بعد وہ پورے کا پورا علاقہ لشکرِ اسلام کے قبضہ میں آ گیا اور پانچوں قلعوں پر مسلمانوں کے قبضہ کے بعد شکست خوردہ یہودی ان قلعوں سے خیبر کے نصف ثانی میں منتقل ہو گئے اور اس حصے میں اپنے قلعہ بند بھائیوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس علاقے میں بھی کئی قلعے تھے جن میں سے تین اہم یہ قلعے تھے۔ قلعہ قموص' قلعہ وطیح اور قلعہ سلالم۔ خیبر کے نصف ثانی میں سب سے مضبوط قلعہ' قلعہ قموص تھا جو ابی حقیق کے بیٹوں کا تھا جو حیی بن اخطب کے خاندان میں سے تھے۔ پھر بنی نضیر بھی یثرب سے آ کر یہیں آباد ہو گئے جنہیں چند سال پہلے حضورِانور نبی کریم ﷺ کے خلاف قتل کی سازش

Marfat.com

کرنے کی وجہ سے مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔

اسلامی مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا خیبر کے نصف ثانی پر مسلمانوں نے لڑکر بزورِ قوت غلبہ حاصل کیا تھا یا انہیں خیبر کا یہ نصف ثانی بغیر جنگ کے صلح و مذاکرات کے ساتھ کے حاصل ہوا تھا۔

امام المغازی ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ خیبر کے نصف ثانی کے قلعہ قموص کو مسلمانوں نے منطقہ نطاۃ اور منطقہ شق کے قلعوں کی طرح بزورِ قوت فتح کیا۔ علامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے اور برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ جنہوں السیرۃ حلبیہ لکھی ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں بلکہ صاحب سیرتِ حلبیہ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ قلعہ قموص کی فتح کا کام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اور اسی قلعہ سے صفیہ بنتِ حیی اخطب قیدی بنائی گئی تھی۔

جب کہ امام المغازی علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب المغازی میں بیان کرتا ہے کہ جب یہودیوں نے خیبر کا نصف اوّل کھودیا تو وہ شکست کھا کر خیبر کے نصف ثانی میں منتقل ہوگئے اور اس حصے کے یہودیوں کے ساتھ ان کے تین قلعوں قموص، وطیح اور سلالم میں قلعہ بند ہوگئے اور قلعوں میں بند ہو کر مقابلہ کرنے لگے۔ مسلمانوں نے سخت محاصرہ کیا اور منجنیق بھی لگا دی۔ اللہ تبارک نے یہودیوں پر خوف ولرزہ طاری کر دیا اور جب ان کو اپنی موت یا ہلاکت کا یقین ہوگیا تو انہوں نے از خود صلح کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی اور یہودیوں نے شرائط پر اطاعت قبول کر لی۔

مؤرخین کی اکثریت نے بیان کیا ہے کہ خیبر کے نصف ثانی کے قلعوں میں (قموص، وطیح اور سلالم) میں قلعہ بند ہونے والوں کو جب محاصرے نے تنگ کر لیا اور جب مسلمانوں نے ان کے قلعے کو توڑنے کے لئے منجنیق نصب کر دی تو قلعوں میں محصور یہودیوں کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوگیا اور ان کے دلوں میں خوف جا گزین ہوگیا تو ان کے بادشاہ کنانہ بن حقیق نے اطاعت اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

کنانہ بن ابی الحقیق نے شماخ نامی ایک یہودی کو پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، رہبر کائنات، حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور اس کے ذریعہ سے عرض کی کہ اجازت ہو تو وہ گفتگو کے لئے حاضر ہو جائے۔ حضورِ انور، تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حاضر ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ کنانہ اپنے قلعہ سے اتر کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوا۔ مختصر مذاکرات کے بعد مندرجہ ذیل شرائط پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ طے ہوا۔

صلح، رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت

اس حقیقت کے باوجود کہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، خاتم النبیین محبوب رب للعالمین، حضورِ انور، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف ورحیم، رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہو

Marfat.com

گیا کہ کنانہ بن ابی حقیق اور اس کا وفد اپنے قلعوں سے آپ ﷺ کے ساتھ مذکرات کے لئے اس وقت تک نہیں آیا جب تک ان میں مقابلے کی ہمت بالکل ختم نہیں ہوگئی اور انہیں یہ یقین ہوگیا کہ وہ جلدی ہی بزورِ طاقت قابو میں آنے والے ہیں اور پھر آپ ﷺ کا حکم ان لوگوں کے لئے اس حکم کی طرح ہوگا جن کے قلعے اور زمین زبردستی لے جاتی ہیں اور ان کے مردوں' عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا جاتا ہے۔ اور ان کے تمام اموال کو غنیمت کے طور پر لے لیا جاتا ہے اور شکست کھانے والا سب کچھ ہی فاتح کے حوالے کردیتا ہے۔

پھر بھی حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت اللعالمین ﷺ نے ان یہودیوں کے ساتھ رواداری برتی' بہت نرمی کی اور ان کے ساتھ معاہدہ طے کر کے ان کے خون محفوظ کردیئے اور ان کے جانبازوں عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانے سے معافی دے دی اور بہت ہی نرم شرائط پر ان سے معاہدہ فرمالیا۔

جن شرائط پر معاہدہ طے پایا وہ حسبِ ذیل ہیں:

1- یہود پر لازم ہوگا کہ وہ تمام قلعوں کو خالی کردیں اور ان کا تمام جنگی سامان واسلحہ وہیں چھوڑ دیں تاکہ اسلامی فوج اس پر قبضہ کرے اور وہ مسلمان غازیوں کی املاک کا ایک حصہ بن جائے۔

2- یہود پر لازم ہوگا کہ ان کے قبضے میں جو بھی اسلحہ ہے اسے مسلمانوں کے سپرد کردیں اور جب تک خیبر میں ہیں اسلحہ لے کر نہ چلیں۔

3- آپ ﷺ مذاکرات کے مطابق یہودیوں کے خون کی حفاظت اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے سے معافی دینے کا عہد کریں۔

4- یہودیوں پر لازم ہوگا کہ وہ خیبر سے جلاوطن ہوکر شام کی طرف چلے جائیں۔

5- خیبر سے جلاوطنی کے وقت مسلمان انہیں اجازت دیں گے کہ جس قدر مال ان کی سواریاں اٹھاسکتی ہیں' اٹھا کر لے جائیں۔

6- یہود اس بات کا عہد کریں کہ وہ مخفی خزانوں کے تمام اموال کے متعلق مسلمانوں کو آگاہ کریں گے اور انہیں فاتحین کے سپرد کردیں گے۔

7- یہودی اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ جب وہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی کریں یا کسی ایسی چیز کو چھپائیں جس کا ظاہر کرنا ضروری ہو تو پھر مسلمانوں پر ان کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی اور مسلمان اس معاہدہ کی تمام شرائط سے آزاد ہوں گے۔ اور یہودیوں کے اموال واولاد مسلمانوں کے لئے حلال ہوں گے۔

یہ معاہدہ پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' ہادیٔ انس وجاں' حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے ہیڈ کوارٹر میں طے پایا اور اس پر رسول کریم رؤف ورحیم ﷺ' حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق اعظم' حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت

Marfat.com

زبیر رضی اللہ عنہم اور دس یہودیوں نے گواہی ڈالی۔ اس معاہدے کے طے پاجانے کے بعد یہودیوں نے قلعوں کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب میں ایک آدمی کو اموال، اسلحہ، زمینیں اور باغات وغیرہ وصول کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔ اور مسلمان تباہ کن معرکوں کے بعد خیبر پر مکمل طور پر قابض ہوگئے۔ اور یوں یہ جنگِ خیبر اپنے اختتام کو پہنچی۔ یہ جنگ تقریباً ڈیڑھ ماہ تک جاری رہی۔ معرکہ خیبر حضورِانور نبی کریم ﷺ کا سب سے طویل المدت معرکہ ہے۔

ان قلعوں میں سے مسلمانوں کو مندرجہ ذیل اسلحہ دستیاب ہوا:

سوزرہیں، تلواریں، ایک ہزار نیزے اور پانچ سو عربی کمانیں مع ترکشوں کے اس طرح یہ قلعے صلح سے فتح ہوئے۔ دوسرے قلعوں کے برعکس یہاں جنگ کی نوبت نہیں آئی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 204۔ امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 242)

مدفون خزانہ

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ صلح کا معاہدہ طے ہونے کے بعد حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے کنانہ اور ربیع کو بلایا۔ کنانہ ابوالحقیق کا بیٹا تھا اور حیی بن اخطب کی بیٹی صفیہ سے بیاہا ہوا تھا۔ ربیع اس کا حقیقی یا چچازاد بھائی تھا۔ حضورِانور نبی کریم ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ وہ زیورات اور دیگر قیمتی اشیاء کہاں ہیں جو مدینہ سے جلاوطنی کے وقت حیی ابنِ اخطب اپنے ساتھ لایا تھا۔ انہوں نے بات ٹالنے کے لئے کہا!

"کہ جنگوں کے اخراجات کے باعث وہ سارا خزانہ خرچ ہوگیا ہے۔ ان میں سے اب ہمارے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔"

اور اپنے قول کو صحیح ثابت کرنے کے لئے انہوں نے شدید قسمیں کھائیں۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حبیب ربّ العالمین، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اگر وہ خزانہ تمہارے پاس سے دستیاب ہوگیا تو اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ختم ہوجائے گی۔"

انہوں نے کہا بے شک! پھر حضور ﷺ نے فرمایا:

"تمہارے اموال سے جو کچھ میں لوں گا وہ میرے لئے حلال ہوجائے گا اور تمہاری جانوں کا مالک ہوجاؤں گا۔"

انہوں نے کہا بے شک!

چنانچہ اس بات پر چند مسلمانوں کو گواہ بنا لیا گیا اور چند یہودیوں کو بھی اس بات کا گواہ بنایا گیا۔ بعد

Marfat.com

ازاں "سعیہ" نے جو سلام بن ابی الحقیق کا بیٹا تھا' حضورانور ﷺ کو ایک کھنڈر کے بارے میں بتایا کہ یہاں خزانہ مدفون ہے۔ حضورِانور سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو چند مجاہدین کے ہمراہ "سعیہ" کے ساتھ بھیجا۔ وہاں کھدائی کی گئی تو اونٹ کے چمڑے میں وہ خزانہ دستیاب ہو گیا اور اس میں ان کے سارے زیورات تھے۔ انہوں نے سب کچھ لاکر حضور پُرنور نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کنانہ کی مزید گوشمالی کریں تاکہ جو کچھ اس نے چھپا رکھا ہے وہ سب نکال کر پیش کر دے۔ آپ نے اس کی پٹائی' مرمت کی تو اس نے بقیہ زیورات اور نوادرات بھی نکال کر پیش کر دیئے۔

ایک روایت کے مطابق کنانہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے بھائی محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو جب وہ قلعہ ناعم کی دیوار کے سائے کے نیچے ستا رہے تھے' چکی کا پاٹ گرا کر شہید کر دیا تھا۔ حضور پُرنور' نبی کریم ﷺ نے کنانہ کو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تاکہ وہ بطورِ انتقام کنانہ کو قتل کر دیں۔ اس طرح ان دونوں کا خون مباح ہو گیا اور ان کی اولاد کو جنگی قیدی بنا لیا۔ اونٹ کے چمڑے میں لپٹا ہوا جو خزانہ ملا' اس میں سونے کے کڑے' سونے کی چوڑیاں' پازیبیں' کان کے آویزے اور جواہرات و زمرد کے ہار اور سونے کی انگوٹھیاں وغیرہ کافی مقدار میں دستیاب ہوئیں۔ (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 242)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی

ہم بتا چکے ہیں کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا شوہر کنانہ بن ابی حقیق اپنی بدعہدی کے سبب قتل کر دیا گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو قیدی عورتوں میں شامل کر لیا گیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیی بن اخطب کی بیٹی تھی اور حیی بن اخطب بنی قریظہ اور بنی نضیر کا سردار تھا جس کی حیثیت ان قبیلوں کے بادشاہ کی تھی اور ان کا نسبی تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاون بھائی حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام سے تھا یعنی کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنتِ حیی بن اخطب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سگے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں۔ وہ بلا شک وشبہ عالی نسب تھیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سمیت سب قیدی عورتیں ایک جگہ اکٹھی کر دی گئیں۔ اس دوران ایک دن حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ نے پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف ورحیم' محبوب رب للعالمین' رحمت للعالمین ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ' مجھے قیدی عورتوں میں سے ایک لونڈی دے دیجئے۔

حضورِانور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے فرمایا' جاؤ اور ان عورتوں میں سے ایک لونڈی لے لو۔ انہوں نے جا کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنتِ حیی اخطب کو آپ ﷺ کی اجازت سے اپنے لیے چن لیا تھا۔ ایک صحابی

Marfat.com

نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی' یا رسول اللہ! ﷺ حضور ﷺ نے بنی نضیر اور بنو قریظہ کی عالی نسب سیدہ صفیہ (رضی اللہ عنہا)' حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما دی ہے حالانکہ یہ خاتون حضور پُر نور ﷺ کے شایانِ شان ہے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو صفیہ رضی اللہ عنہا سمیت یاد فرمایا۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ انہیں ساتھ لیے ہوئے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ نے انہیں دیکھ کر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اے دحیہ کلبی قیدی عورتوں میں سے کوئی اور لونڈی لے لو۔ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ فرمانِ محبوبِ رب اللعالمین ﷺ سنتے ہی دوبارہ قیدی عورتوں کی جگہ گئے اور اپنے لیے بطور لونڈی کے کنانیہ بن ابی حقیق کی بہن کو پسند کر لیا اور اپنے ساتھ لے آئے۔

جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنتِ حیی بن اخطب حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور سرکارِ دو عالم' تاجدارِ کائنات ﷺ نے اس عالی مرتبت خاتون کو اپنے لیے منتخب فرما لیا۔ پھر حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے انہیں اختیار دے دیا کہ اگر ان کی مرضی ہو تو حضور ﷺ ان کو آزاد کر دیں اور وہ اپنے باقی ماندہ رشتہ داروں کے پاس واپس چلی جائیں یا اسلام قبول کر لیں اور رحمتِ دو عالم انہیں اپنی زوجیت کا اعزاز عطا فرمائیں۔ آپ نے عرض کی اختار اللہ و رسولہ کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو پسند کرتی ہوں اور اپنے خاندان کے لوگوں کے پاس جانے کے لیے تیار نہیں۔

اس ذرہ نواز اور قدر شناس نبی رحمت ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر مزید کرم یہ فرمایا کہ ان کو آزاد کر دیا اور ایک آزاد خاتون کی طرح ان کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔ ان کا پہلا نام زینب تھا۔ حضورِ انور نبی کریم رحمتِ دو عالم ﷺ نے ان کا نام بدل کر صفیہ رضی اللہ عنہا (جس کا مطلب ہے کم عمر لڑکی) رکھا۔ اس وقت ان کی عمر سترہ سال تھی۔

علامہ زرقانی ''شرح المواہب اللدنیہ'' میں رقم طراز ہیں:

''چونکہ یہ اپنی قوم کے بادشاہ کی بیٹی تھیں' اس لیے ان کی دل جوئی اور عزت افزائی کی یہی صورت تھی کہ شہنشاہِ کونین ﷺ انہیں اپنی زوجیت کی عزت و شرف سے سرفراز فرمائیں۔'' (شرح المواہب للدنیہ جلد 3 صفحہ 25)

علامہ محمد رضا لکھتے ہیں:

انه اخذ صفية لانها بنت ملك من ملوكهم

''یہودیوں کے بادشاہوں سے وہ ایک بادشاہ کی صاحبزادی تھیں اس لیے حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے لیے پسند فرمایا۔'' (محمد رسول اللہ' محمد رضا صفحہ 282)

Marfat.com

ایک روز صفیہ رضی اللہ عنہا اپنے پہلے خاوند کنانہ بن ابی الحقیق کے پاس بیٹھی تھیں تو آپ نے اسے اپنا ایک خواب سنایا کہ میں نے دیکھا کہ آسمان کا چاند میری گود میں آگرا ہے۔ جب اس نے یہ خواب سنا تو وہ غصہ سے بے قابو ہو گیا اور کہنے لگا:

ما هذا الا انك تمنين ملك الحجاز محمدا

''اس سے پتا چلتا ہے کہ تیری تمنا یہ ہے کہ تو حجاز کے بادشاہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ملکہ بنے۔''

اس نے غصہ سے ان کے چہرہ پر تھپڑ رسید کیا۔ اس سے ان کی آنکھ پر چوٹ آگئی جو طبعی طور پر پہلے کالی اور پھر سبزی مائل ہو گئی۔ حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شبِ زفاف جب حاضر ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا' یہ سبز داغ کیا ہے؟ تو انہوں نے سارا واقعہ عرض کیا۔

(السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 3 صفحہ 374' تاریخِ طبری جلد 3 صفحہ 94)

آپ کا اصلی نام زینب تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام ''صفیہ'' رکھ دیا۔ آپ یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے سردارِ اعظم حی بن اخطب کی بیٹی ہیں اور آپ کی ماں کا نام ''ضرہ'' بنتِ سموئل ہے آپ خاندان بنی اسرائیل میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور آپ کا شوہر کنانہ بن ابی الحقیق بھی بنو نضیر کا رئیس اعظم تھا جو جنگِ خیبر میں قتل ہو گیا۔

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ محرم سن 7 ہجری میں جب خیبر کو مسلمانوں نے فتح کر لیا اور تمام اسیرانِ جنگ گرفتار کر کے اکٹھا جمع کیے گئے تو اس وقت حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور ایک لونڈی طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی پسند سے ان قیدیوں میں سے کوئی لونڈی لے لو۔ انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو لے لیا۔ مگر ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنو قریظہ اور بنو نضیر کی شہزادی ہیں۔ ان کے خاندانی اعزاز کا تقاضا ہے کہ آپ ان کو اپنی ازواجِ مطہرات میں شامل فرما لیں۔ چنانچہ آپ نے ان کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے لے لیا اور ان کے بدلے میں انہیں ایک دوسری لونڈی عطا فرما دی۔ پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد فرما کر آپ سے نکاح فرما لیا اور جنگِ خیبر سے واپسی میں تین دنوں تک منزل صہباء میں ان کو اپنے خیمے کے اندر اپنی قربت سے سرفراز فرمایا اور دعوتِ ولیمہ میں کھجور' گھی' پنیر کا مالیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھلایا۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر بہت ہی خصوصی توجہ اور انتہائی کریمانہ عنایت فرماتے تھے۔ اور اس قدر ان کا خیال رکھتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر غیرت سوار ہو جایا کرتی تھی۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ ''وہ تو پستہ قد ہے'' تو حضورِ اقدس حضورِ انور' حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! تو نے ایسی بات کہہ دی کہ اگر

Marfat.com

تیرے اس کلام کو دریا میں ڈال دیا جائے تو دریا متغیر ہو جائے گا۔ (یعنی یہ غیبت ہے جو بہت ہی بری بات ہے)

اسی طرح ایک مرتبہ ایک سفر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ زخمی ہو گیا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک فاضل اونٹ تھا حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے زینب! تم اپنا اونٹ صفیہ کو دے دو، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے طیش میں آ کر کہہ دیا کہ میں اس یہودیہ کو اپنی کوئی چیز نہیں دوں گی۔ یہ سن کر حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر اس قدر خفا ہو گئے کہ دو تین ماہ تک ان کے بستر پر آپ نے قدم نہیں رکھا۔

(مدارج النبوۃ جلد 2 ص483)

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ ایک روز پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضورانور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے یہ کہا ہے کہ ہم دونوں دربارِ رسالت میں تم سے بہت زیادہ عزت دار ہیں۔ کیونکہ ہمارا خاندان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ یہ سن کر حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صفیہ! تم نے ان دونوں سے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں مجھ سے بہتر کیونکر (کیسے) ہو سکتی ہو۔ حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا ہیں اور پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر ہیں۔ (زُرقانی جلد 3 ص259)

آپ نے دس حدیثیں بھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں جن میں سے ایک حدیث بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں ہے اور باقی نو حدیثیں دوسری کتابوں میں درج ہیں۔

آپ کی وفات کے سال میں اختلاف ہے واقدی کا قول ہے کہ سن 50ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور ابنِ سعد نے لکھا ہے کہ سن 52ھ میں آپ کا انتقال ہوا بوقتِ رحلت آپ کی عمر ساٹھ برس کی تھی آپ بھی مدینہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں سپرد خاک کی گئیں۔ (زُرقانی جلد 3 ص259، مدارج جلد 2 ص483)

زینب یہودیہ کی سازش

زینب جو حارث کی بیٹی، سلام بن مشکم کی زوجہ اور مرحب کی بہن تھی، اس نے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر آلودہ کھانے کے ذریعے قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس نے یہ کام بعض یہودیوں کے مشورے سے کیا۔ اس نے اس مقصد کے لیے ایک بکری لی اور اُسے ذبح کیا۔

اس نے بھنی ہوئی بکری تیار کرنے سے پہلے یہ معلوم کر لیا کہ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص طور پر بکری کے کس حصے کا گوشت زیادہ پسند ہے۔ اسے بتایا گیا کہ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے بازو کا گوشت بہت پسند فرماتے ہیں۔

Marfat.com

معلومات حاصل کرنے کے بعد اس نے اس بکری کا گوشت اس طرح تیار کروایا کہ اُس کے بازو وغیرہ بھنے ہوئے گوشت میں نمایاں تھے اور بکری کے اس گوشت میں ایک ایسا زہر ملا دیا جو کھاتے ہی انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اُس خطرناک زہر کا نام ''لابطی'' ہے اور لابطی پچھاڑنے والے کو کہا جاتا ہے یعنی وہ زہر جس کے کھاتے ہی موت واقع ہو جائے۔ اس نے وہ زہر سارے گوشت میں ملا دیا اور بکری کے بازو والے گوشت میں احتیاطاً اس نے زیادہ زہر ملا دیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ حضورِانور نبی کریم ﷺ کو دستی اور کندھے کا گوشت زیادہ پسند ہے۔ اس نے سارے گوشت کو زہر آلودہ اس لیے کر دیا کہ بکری کے کسی حصے کا گوشت کھاتے ہی وہ آپ ﷺ کا کام تمام کر دے۔

وہ اُسے بھون کر مکمل تیار کر کے حضورِانور ﷺ کے ہیڈ کوارٹر میں ہدیہ کے طور پر لائی۔ آپ ﷺ ہدیے کا گوشت کھا لیا کرتے تھے۔ صدقہ کا گوشت یا صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ جب حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم سرکارِ دو عالم ﷺ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے ہیڈ کوارٹر میں واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے زینب یہودیہ کو اپنے ہیڈ کوارٹر یا مکان یا خیمہ کے پاس بیٹھے پایا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا بات ہے؟ اُس نے کہا: ابوالقاسم آپ کے لیے ہدیہ لائی ہوں اسے قبول فرمایئے۔

حضورِانور نبی کریم ﷺ نے اسے لے لینے کا حکم دیا۔ پھر وہ طعام کھانے کے لیے رکھا گیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کھاؤ۔ انہوں نے قریب ہو کر کھانے کے لیے ہاتھ بڑھائے۔ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ایک دستی (بازو کے گوشت) کو پکڑ کر اُس سے کھانا شروع کر دیا اور ایک لقمہ چبایا اور اُسے فوراً اُگل کے گرا دیا۔

حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ نے ایک ہڈی والی بوٹی پکڑی اور اُس سے ایک لقمہ لیا۔ اچانک ہی آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا۔ اس کھانے سے اپنے ہاتھ روک لو یہ زہر آلودہ ہے یہ ہڈی مجھے بتلا رہی ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔

حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یا رسول اللہ ﷺ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو معزز و محترم بنا کر مبعوث فرمایا' جب میں نے لقمہ منہ میں ڈالا تو مجھے پتا چل گیا کہ یہ زہر آلود ہے لیکن میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ حضور ﷺ کی موجودگی میں اس لقمہ کو تھوک دوں' مبادا حضور پُر نور ﷺ کے مزاج نازک پر میری یہ حرکت گراں گزرے اور میں آپ ﷺ کے کھانے کو بے لطف نہ کر دوں۔ جب آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کے کھانے کو اچھا سمجھا تو میں نے اپنے آپ کو آپ ﷺ پر ترجیح نہیں دی اس لیے میں نے اس لقمہ کو نگل لیا۔

حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ اس کی زہر خورانی سے وفات پا گئے۔ زیادہ امکان یہی ہے کہ حضرت بشر بن

Marfat.com

براءؓ کھانے کے کچھ عرصہ بعد وہیں وفات پا گئے اور قرائن سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ بطورِ علاج پچھنے لگوانے والوں میں ان کا ذکر نہیں ہے اور آپ ﷺ نے پہلے زینب یہودیہ کو معاف فرما دیا تھا لیکن جب حضرت بشر بن براءؓ کی اس زہر خورانی سے موت واقع ہو گئی تو آپ ﷺ نے قصاص کے طور پر اُسے قتل کرا دیا۔

اس واقعہ کے بعد، پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور رسول کریم ﷺ نے جواب طلبی کے لیے زینب یہودیہ کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ تحقیق کے دوران اس نے تسلیم کیا کہ اس نے حضورِ انور رسول کریم ﷺ کے قتل کے ارادے سے بکری کو زہر آلود کیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اس کام پر تجھے کس نے آمادہ کیا تھا اس نے پوری وضاحت سے جواب دیا کہ میری قوم کو آپ ﷺ سے جو تکلیف پہنچی ہے وہ آپ ﷺ سے پوشیدہ نہیں۔ آپ نے میرے خاوند، باپ اور چچا کو قتل کیا ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ اگر یہ اللہ تبارک تعالیٰ کا نبی ہے تو وہ اس کو بتا دے گا اور اگر بادشاہ ہے تو ہم اس سے راحت حاصل کریں گے اس کے اس جواب پر حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے اسے معاف فرما دیا۔ کیونکہ آپ ﷺ اپنی ذات کے نقصان کا بدلہ نہیں لیا کرتے تھے۔ ہاں مسلمانوں کو جس سے نقصان پہنچتا یا کسی کو کوئی قتل کر دیتا تو آپ ﷺ اس کا بدلہ اور قصاص لیا کرتے تھے۔ یہ واقعہ چونکہ آپ ﷺ کی ذاتِ پاک سے متعلق تھا اس لیے آپ ﷺ نے اُسے معاف فرما دیا۔

حماد بن مسلمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے اُسے اپنا خاص حق معاف فرما دیا تھا، مگر بعد میں آپ ﷺ نے اُسے حضرت بشر بن براءؓ کے قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا جو اس زہر کے اثر سے فوت ہو گئے تھے جس زہر سے اس نے بکری کو زہر آلودہ کیا تھا۔ ان دونوں روایتوں کے درمیان حماد بن مسلمہ نے یوں تطبیق (مطابقت) دی ہے کہ آپ ﷺ نے اسے معاف فرما دیا اور قتل نہیں کیا، مگر جب حضرت بشر بن براءؓ فوت ہو گئے تو آپ ﷺ نے اسے قصاص میں قتل کر دیا۔ قصاص کی تنفیذ ہر شخص پر ہوتی ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا نہ ہو۔ (یعنی قصاص ہر ایک کے لئے یکساں لاگو ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا نہ ہو)

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 210)

تورات کے نسخے

فتح خیبر سے جو بے شمار اموالِ غنیمت مسلمانوں کو دستیاب ہوئے ان میں تورات کے متعدد نسخے بھی تھے۔ یہود کو معلوم ہوا تو بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ تورات ان کی مقدس کتاب ہے اس لیے اس کتاب کے جتنے نسخے مسلمانوں کے پاس ہیں وہ ہمیں واپس کر دیے جائیں۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں ﷺ، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، سید المرسلین، خاتم النبیین، حبیب ربّ

Marfat.com

للعالمین، حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رحمتِ دوعالم ﷺ نے بلاتامل مسلمانوں کو حکم دیا کہ تورات کے جتنے نسخے انہیں ملے ہیں، ادب واحترام کے ساتھ انہیں یہودیوں کو واپس کر دیا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے تمام نسخے یہودیوں کو واپس کر دیئے۔

ڈاکٹر اسرائیل ویلفنسن نے اپنی تصنیف ''تاریخ الیہود فی بلاد العرب'' میں اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے اور حضور پُرنور سرکارِ دوعالم ﷺ کی عالی ظرفی اور کشادہ دلی پر حیران وششدر ہو کر رہ گیا۔ اس نے پیغمبر اوّل و آخر واعظم، حضور انور ﷺ کے اس طرزِ عمل کا موازنہ یہودیوں اور عیسائیوں کے طرزِ عمل سے کیا ہے، وہ لکھتا ہے:

''پیغمبرِ اسلام کے اس کریمانہ سلوک سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ دوسرے مذاہب کے مقدس صحیفوں کا حضور پُرنور ﷺ کے قلبِ مبارک میں کتنا احترام تھا۔ یہودی آج بھی حضور انور ﷺ کے اس احسان کے معترف ہیں۔ اس کریمانہ طرزِ عمل کے برعکس رومیوں نے جب یروشلم پر سن 70 عیسوی میں قبضہ کیا تو انہوں نے ان کی مقدس کتابوں (انجیل وتورات) کو نذرِ آتش کر دیا اور اپنے پاؤں تلے انہیں روند ڈالا تھا۔

اسی طرح نصاریٰ (عیسائیوں) نے جب سپین میں یہودیوں کے خلاف مہم چلائی تھی تو انہوں نے بھی تورات کے جتنے نسخے انہیں ملے تھے، انہیں جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ کتنا واضح فرق ہے پیغمبرِ اسلام ﷺ کے طرزِ عمل میں اور دوسرے فاتحین کے طرزِ عمل میں؟'' (محمد رسول اللہ، از محمد رضا صفحہ 241)

مالِ غنیمت کی تقسیم

حکم ربّ للعالمین کے تحت ہر مالِ غنیمت سے پانچواں حصہ اللہ اور اللہ کے رسول کریم ﷺ کے لیے مخصوص ہوتا تھا۔ خواہ اس معرکہ میں حضور پُرنور نبی کریم ﷺ شریک ہوئے ہوں یا شریک نہ ہوئے ہوں۔

جو مسلمان جنگ میں شریک نہیں ہوتا تھا اس کو مالِ غنیمت سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ البتہ بدر میں آٹھ ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا گیا جو اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ (اس کا بیان غزوۂ بدر میں کر دیا گیا ہے)

غزوۂ خیبر سے حاصل ہونے والے اموالِ غنیمت اہلِ حدیبیہ کے لیے مخصوص تھے خواہ وہ غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے یا شریک نہ ہوئے۔

اس سے متعلق قرآن حکیم سورہ فتح کی آیت 20 میں خالق ومالک کائنات کا فرمانِ مبارک یوں:

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (فتح 20)

ترجمہ:۔'' (اے غلامانِ مصطفیٰ) اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے۔ جنہیں تم (اپنے اپنے وقت پر) حاصل کرو گے۔ پس جلدی دے دیئے ہیں تمہیں یہ (غزوۂ خیبر والے)

Marfat.com

اموالِ غنیمت۔''

اہلِ حدیبیہ میں سے جو لوگ غزوۂ خیبر میں شریک نہ ہوئے یا اس سے پہلے وفات پا گئے انہیں بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا گیا اور ان لوگوں کو بھی حصہ دیا گیا جو اہلِ فدک کے ساتھ سفارتی سرگرمیوں میں مصروف رہے مگر جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔

یہ مالِ غنیمت اس طرح تقسیم ہوا کہ پیادہ کو ایک حصہ اور سوار کے لیے تین حصے۔ ایک اس کا اپنا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے۔ اگر کسی سوار کے پاس ایک سے زائد گھوڑے ہوتے تھے تو اس کو بھی صرف ایک گھوڑے کے دو حصے دیئے جاتے۔ اس جنگ میں حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ کے تین گھوڑے تھے۔ لزاز ظرب اور سکب۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے صرف ایک گھوڑے کے دو حصے دیئے گئے۔

(امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 246)

زرعی زمینوں کا انتظام

جب خیبر کے سارے قلعے مسلمانوں نے فتح کر لیے تو پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے یہود کو خیبر سے چلے جانے کا حکم دیا جس طرح کہ معاہدہ صلح میں طے پایا تھا۔ یہود نے عرض کی کہ ہمیں یہیں رہنے دیا جائے۔ ہم یہاں کھیتی باڑی اور باغات کی دیکھ بھال کا سلسلہ جاری رکھیں گے اور ہم لوگ امورِ زراعت کے بارے میں آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔ جو پیداوار ہو گی اس میں نصف ہمارا اور نصف آپ کا ہو گا۔

مسلمانوں کی تعداد اس وقت زیادہ نہ تھی۔ نیز ان کی دیگر ذمہ داریوں سے انہیں فرصت بھی نہیں ملتی تھی۔ ہر وقت کفار کے ساتھ جہاد کا خطرہ درپیش ہوتا تھا۔ اس لیے حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے مناسب سمجھا کہ ان شرائط پر یہودیوں کو یہاں ٹھہرنے اور کاروبارِ زراعت کو سرانجام دینے کی اجازت دے دی جائے لیکن اجازت کے ساتھ حضور ﷺ نے فرمایا:

نقتر کم فیھا علی ذلك ما شئنا

''ہم جب تک چاہیں گے تمہیں یہاں ٹھہرنے کی اجازت دیں گے۔''

پیغمبرِ بحر و بر رسول کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ نے باغات کے پھلوں اور اجناس کی تقسیم کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ وہ ہر سال تشریف لے جاتے اور طے شدہ معاہدہ کے مطابق ان اجناس اور پھلوں کو تقسیم کرتے۔ نصف یہود کو دے دیا جاتا اور بقیہ نصف بیت المال کے سپرد کر دیا جاتا۔

ایک سال یہودیوں نے آپ کو رشوت دینا چاہی تاکہ غلہ اور زرعی پیداوار کی تقسیم ان کی مرضی کے مطابق کرنے پر آمادہ کر لیا جائے۔ آپ نے جب ان کا وہ طشت دیکھا جس میں سونے کے چمکتے ہوئے

Marfat.com

زیورات کثیر مقدار میں بطورِ رشوت انہیں پیش کیے گئے تھے تو آپ نے فرمایا ''اللہ کے دشمنو! کیا تم مجھے حرام کھلانا چاہتے ہو؟ بخدا! میں اس ہستی کے پاس سے آیا ہوں جو مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب اور عزیز ہے اور تم میری نگاہوں میں سب لوگوں سے زیادہ مبغوض ہو۔ میرا تمہیں مبغوض سمجھنا اور اس ذات سے میری محبت مجھے اس امر پر برانگیختہ نہیں کر سکتی کہ میں اس تقسیم میں ایک دانے کا فرق بھی کروں۔'' آپ کا جواب سن کر ان یہودیوں کے منہ سے بے اختیار نکلا:

بھذا قامت السموٰت والارض

''ایسے ہی بے لاگ عدل کے باعث آسمان و زمین قائم ہیں۔'' (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 207)

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، محبوب رب للعالمین، حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم ﷺ کا عدل و انصاف آفاقی تھا۔ اور ہر عورت، مرد، بچے، مسلمان، غیر مسلمان غرضیکہ ہر کسی کے ساتھ انتہا کا خوش کن اور بے لاگ انصاف کیا جاتا تھا۔

یہودیوں کو خیبر کی زرعی زمینیں حصہ پر دے دی گئیں۔ بعض مسلمان ان کی ان زمینوں میں سے کوئی ترکاری اور سبزیاں لے لیتے تھے اور بعض فصل سے چارہ کاٹ لیتے تھے۔ اس کی شکایت ان یہودیوں نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں پیش کی۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اعلان کر دو:

الصلوٰۃ جامعۃ لایدخل الجنۃ الا مسلم

''جماعت تیار ہے اور جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے۔''

یہ اعلان سن کر سارے مسلمان اکٹھے ہو گئے۔ بے لاگ عدل و انصاف کے علمبردار پیغمبر اوّل و آخر و اعظم، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطاب فرمایا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا:

''یہود نے یہ شکایت کی ہے کہ تم ان کے مخصوص رقبوں میں داخل ہو جاتے ہو اور وہاں سے سبزیاں اور چارہ وغیرہ لے لیتے ہو۔ حالانکہ ہم نے ان کے ساتھ یہ وعدہ کیا ہے کہ تمہاری جانیں اور تمہارے اموال، جو تمہارے قبضے میں ہیں، ان کی ہم حفاظت کریں گے۔ سنو! جن لوگوں کے ساتھ معاہدہ طے پاتا ہے ان کے اموال پر دست درازی جائز نہیں ہوتی۔''

فکان المسلمون لا یأخذون من بقولھم شیئا الا بثمن

''اس کے بعد مسلمان جو ترکاری ان سے لیتے، اس کی قیمت ادا کرتے۔'' (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 248)

فریقین کے مقتولین

معرکۂ خیبر میں کل بیس (20) مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں سے چار مہاجر، بارہ انصاری اور باقی دیگر

Marfat.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

اور اس جنگ میں یہودیوں کے کل ترانوے (93) افراد مارے گئے۔ جن میں ان کے گیارہ سرکردہ لیڈر، جنگجو سردار تھے۔ (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 248)

مہاجرین کے شہداء

1- بنی امیہ بن عبدِمناف میں سے حضرت ربیعہ بن اکثم بن سنجرہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے انہیں النطاۃ میں حارث یہودی نے قتل کیا تھا۔

2- حضرت ثقیف بن عمرو رضی اللہ عنہ انہیں النطاۃ میں اُسیر یہودی نے شہید کیا تھا۔

3- حضرت رفاعہ بن مسروح رضی اللہ عنہ انہیں النطاۃ میں حارث یہودی نے شہید کیا تھا۔

4- بنی اسد بن عُبد العزیٰ میں سے، حضرت عبداللہ بن ابی امیہ بن وہب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جوان کے بھانجے تھے، النطاۃ میں شہید ہوئے تھے۔

5- قبیلہ غفار میں سے حضرت عمارہ بن عقبہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے یہ ایک تیر لگنے سے شہید ہوئے تھے۔

6- قبیلہ اسلم سے حضرت عامر بن سنان بن الاکوع رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ یہ ایک یہودی سے مبارزت کے دوران، اپنی تلوار کے لگنے سے شہید ہوئے تھے۔

7- اہلِ خیبر میں سے الاسود الراعی شہید ہوئے، ان کے نام اسلم، اسلام یا یسار تھا۔ جس روز یہ اسلام لائے اسی روز شہید ہو گئے، اس کتاب میں ان کا واقعہ مفصل طور پر بیان ہوا ہے۔

8- اشجع قبیلہ سے ایک آدمی شہید ہوا جس کا نام مؤرخین نے بیان نہیں کیا۔

انصار کے شہداء

خزرج قبیلہ سے

1- حضرت بشر بن البراء بن معرور

2- حضرت فضیل بن النعمان

3- حضرت مسعود بن سعد بنِ قیس

اوس قبیلہ سے:

4- حضرت محمود بن مسلمہ، انہیں مرحب یہودی نے قلعہ ناعم پر سے پتھر گرا کر شہید کیا تھا

5- حضرت ابوضیاح بن ثابت بن النعمان

6- حضرت الحارث بن حاطب

7- حضرت عروہ بن مرۃ بن سراقہ

Marfat.com

8- حضرت اوس بن القائد

9- حضرت انیف بن حبیب

10- حضرت ثابت بن آثلہ

11- حضرت طلحہ بن یحییٰ بن طبیل

بنی زہرہ سے

12- حضرت مسعود بن ربیعہ

یہود کے مقتولوں کی تعداد

خیبر کے معرکوں میں یہودیوں کے 93 آدمی قتل ہوئے' ان میں سے اکثر آدمی النطاۃ اور الشق کے معرکوں میں قتل ہوئے جو خیبر کے نصف اوّل میں واقع ہیں' یہودیوں کے ان مقتولوں میں ان کے سرکردہ گیارہ لیڈر اور سردار بھی شامل ہیں۔اور ان گیارہ سالاروں جنگجوؤں یا سرداروں کے نام اور مختصر معلومات مقابلہ' قتل و مدِ مقابل درج ذیل ہیں۔

1- مرحب' جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مبارزت میں قتل کیا' بعض کہتے ہیں کہ اسے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے قلعہ ناعم کے سامنے قتل کیا تھا۔

2- الحارث ابوزینب' یہ مرحب کا بھائی تھا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مبارزت میں قتل کیا تھا۔

3- یاسر' اسے قلعہ ناعم کے سامنے مبارزت میں حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔

4- اُسیر' اسے بھی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے قلعہ ناعم کے سامنے مبارزت میں قتل کیا۔

5- عامر' اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مبارزت میں قلعہ ناعم کے سامنے قتل کیا۔

6- یوشع' اسے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے مبارزت میں قلعہ الصعب کے سامنے قتل کیا۔

7- الدیال' اسے حضرت عمارہ بن عقبہ غفاری رضی اللہ عنہ نے قتل کیا

8- سلام بن مشکم' یہ معرکہ النطاۃ میں قتل ہوا۔

9- عزول' اسے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے قلعہ ابی کے سامنے الشق میں مبارزت میں قتل کیا۔

10- کنانہ بن ابی الحقیق نضری کو' غداری اور عہد شکنی کے باعث' خیبر کے نصف ثانی میں قتل کیا گیا۔

11- ربیع بن ابی الحقیق نضری کو بھی غداری اور عہد شکنی کی وجہ سے خیبر کے نصف ثانی میں قتل کیا گیا۔

یہ لوگ' یہودیوں کے نمایاں لیڈر تھے جو خیبر کے معرکوں میں مارے گئے .... ان معرکوں میں یہودیوں کے جو مزید آدمی مارے گئے ان کی تعداد (81) ہے مگر مؤرخین نے ان میں سے کسی کا نام نہیں لکھا۔

Marfat.com

مشرکینِ مکہ کا شرط لگانا

قریشِ مکہ (جن میں مسلمانوں کے دوست اور دشمن دونوں شامل تھے) معرکۂ خیبر کے نتائج پر نظر رکھے ہوئے تھے کہ یہ معرکہ کفر و ایمان کی جنگ کا قطعی فیصلہ کرنے والا ہوگا اور مسلمانوں کے اس عظیم اور خطرناک معرکے کے نتائج کی روشنی میں یہ بات طے ہوگی کہ اس وقت جزیرۂ عرب میں یہود خیبر اور ان کے غطفانی حلیفوں سے بڑھ کر، (تعداد، تیاری اور قلعوں کی مضبوطی کے لحاظ سے جن میں خیبر کے یہودی پناہ لے لیتے تھے) مسلمانوں کا اور کوئی دشمن نہ تھا۔ نیز شجاعت اور سخت جنگ کرنے میں بھی خیبر کے یہودی جزیرۂ عرب کے تمام یہودیوں سے ممتاز تھے اس لیے اہلِ مکہ خیبر کے معرکوں کی خبروں کا بڑے اہتمام سے جائزہ لے رہے تھے۔

معرکۂ خیبر کی اہمیت کے پیشِ نظر، قریش کی محفلوں میں، اس معرکہ اور اس کے نتائج کے متعلق ہی باتیں ہوتیں اور اکثر ان کی محافل میں یہ جھگڑا ہو جاتا کہ اس فیصلہ کن معرکے میں فتح کس کو حاصل ہوگی، مسلمانوں کو یا یہود کو؟

مشرکینِ مکہ کے ایک فریق کا سردار حویطب بن عبدالعزی تھا (یہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) یہ فریق اس بات پر اصرار کرتا کہ اس معرکہ میں مسلمانوں کو، یہودیوں اور ان کے حلیفوں پر فتح حاصل ہوگی، اور دوسرے فریق کا سردار صفوان بن امیہ تھا یہ فریق اس کے برعکس مسلمانوں پر یہودیوں اور ان کے حلیفوں کو فاتح قرار دیتا تھا۔

مکہ میں فریقین کے درمیان یہ جھگڑا اس حد تک پہنچ گیا کہ انہوں نے ایک سو اونٹنیوں کی شرط لگا دی کہ جس فریق کا قول سچا ثابت ہو وہ ہارنے والے فریق سے سو اونٹنیاں لے لے۔ معرکہ خیبر کی خبروں کے حصول کے لیے سردارانِ مکہ نے یہ اہتمام کیا کہ وہ سواروں سے ان معرکوں کی خبریں حاصل کرنے کے لیے مکہ سے کئی میل باہر چلے جاتے۔ اگر ان سے کوئی خبر مل جاتی تو حالات کا تجزیہ کرتے اور اپنے اپنے اندازے لگاتے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ کونسا فریق جیتے گا اور کونسا فریق ہارے گا۔

اب ہم اس جھگڑے اور اس دلچسپ شرط کا قصہ امام واقدی اور امام بیہقی سے سنتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز نے عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے بیان کیا کہ اس نے اس شرط کے متعلق پوچھا جو قریشیوں کے درمیان اس وقت لگی تھی جب رسول کریم ﷺ خیبر کی طرف گئے تھے۔ اور کہتا ہے حویطب بن عبدالعزیٰ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ کہتے ہیں کہ جب صلح حدیبیہ کے بعد میں واپس آیا تو مجھے یقین ہوگیا کہ محمد (ﷺ) سارے عرب پر غالب آجائیں گے۔ اس کے باوجود مجھے یہ ہمت و توفیق نہ ہوئی کہ میں اپنے مشرکانہ عقائد کو چھوڑ کر اسلام قبول کروں۔ اسی اثناء میں عباس بن مرداس مکہ آیا اور

Marfat.com

اس نے کہا کہ محمد (ﷺ) خیبر کے یہودیوں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئے ہیں اور خیبر کے یہودیوں نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے ایک لشکرِ جرار تیار کر رکھا ہے جو پوری طرح مسلح ہے۔ اب محمد (ﷺ) کا بچ کر واپس آنا بالکل ممکن نہیں۔

عباس بن مرداس نے کہا اگر اس بات پر میرے ساتھ کوئی شرط لگانا چاہے تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔ حویطب بن عبدلعزیٰ کہتے ہیں' میں نے کہا' میں تمہارے ساتھ اس بات پر شرط لگانے کے لیے تیار ہوں۔ صفوان بن امیہ' نوفل بن معاویہ اور چند دوسرے قریشی سردار عباس بن مرداس کے طرف دار تھے۔ چنانچہ ہم نے سو اونٹ کی شرط لگائی۔

صفوان بن امیہ نے کہا' عباس بن مرداس میں تیرے ساتھ ہوں اور نوفل بن معاویہ نے بھی کہا' عباس بن مرداس میں تیرے ساتھ ہوں' قریش کی ایک پارٹی میری طرف مائل ہوگئی تو ہم نے پانچ پانچ اونٹوں سے شرط شروع کی جو ایک ایک سو اونٹوں تک پہنچ گئی۔ میں اور میری پارٹی کہتی کہ محمد (ﷺ) غالب آئیں گے اور عباس بن مرداس اور اس کی پارٹی کہتی کہ غطفان اور یہود غالب آئیں گے۔ شدید جھگڑے کی وجہ سے آواز بلند ہوئی تو ابوسفیان بن حرب نے کہا' لات کی قسم مجھے عباس بن مرداس اور اس کی پارٹی کے متعلق خدشہ ہے (یعنی کہ یہ پارٹی ہار جائے گی)۔ تو صفوان بن امیہ نے ناراض ہو کر کہا میں نے تجھے مخالف پایا ہے تو ابوسفیان نے اس کو خاموش کروا دیا۔

کوئی ایک' ڈیڑھ ماہ تک میں اور میرے ساتھی یہ کہتے رہے کہ محمد (ﷺ) غالب آجائیں گے جب کہ عباس بن مرداس اور اس کا گروہ یہ کہتا تھا کہ اس جنگ میں غلبہ اہلِ خیبر کو ہو گا۔ آخر کار جب حضور پُر نور نبی کریم رسول اللہ ﷺ کی کامیابی کی اطلاع آئی تو حویطب بن عبدالعزیٰ اور اس کے ساتھیوں نے عباس بن مرداس اور اس کے ساتھیوں سے ایک سو اونٹ وصول کیے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 216)

حجاج بن علاط کا واقعہ

حضرت حجاج بن علاط بن خالد سلمی وفہری رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنی سلیم سے تھا۔ آپ کی شادی قریش ہی کی ایک خاتون ام شیبہ بنتِ عمیر بن ہاشم' حضرت مصعب بن عمیر عبدری رضی اللہ عنہ کی بہن سے ہوئی تھی۔ آپ بڑے سرمایہ دار آدمی تھے۔ بنی سلیم میں جو اس کی زمینیں تھیں ان میں سونے کی کانیں بھی تھیں۔ حضرت حجاج بن علاط بن خالد سلمی وفہری رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جس نے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بنی سلیم کی سونے کی کان کا صدقہ بھیجا۔

حجاج بن علاط سلمی کو پتا چلا کہ پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' حضورِ انور نبی کریم ﷺ خیبر میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ شوقِ زیارت اسے خیبر لے گیا۔ اس رخ انور کو دیکھتے ہی اس کی چشمِ بصیرت بینا ہوگئی اور اس

Marfat.com

نے فوراً دستِ اقدس پر اسلام کی بیعت کر لی (دینِ اسلام قبول کر لیا) اسی اثناء میں خیبر کے سارے قلعوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ نے مکہ واپس جانے کی اجازت طلب کی۔ حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت مرحمت فرما دی۔

انہوں نے جاتے وقت عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دولت مند آدمی ہوں' میری کچھ دولت میری بیوی کے پاس ہے اور کچھ سرمایہ میں نے مکہ کے تاجروں کو بطورِ قرضہ دے رکھا ہے۔ اگر انہیں میرے بارے میں یہ پتا چل گیا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور خداوند قدوس کو اپنا پروردگار تسلیم کر لیا ہے تو وہ میری ساری دولت کو ہڑپ کر جائیں گے اور مجھے پھوٹی کوڑی بھی نہیں دیں گے۔ اگر اجازت ہو تو اپنی دولت ان سے واپس لینے کے لیے حیلہ بازی سے کام لوں۔ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔

خیبر سے روانہ ہو کر حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ پہنچے۔ ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے اہلِ مکہ کو علم ہو گیا تھا کہ پیغمبرِ اسلام یہودیوں سے جنگ کرنے کے لئے خیبر روانہ ہو گئے ہیں۔ یہ خبر اہلِ مکہ کے لیے ایک طرح سے بڑی مسرور کن' خوش کن تھی۔ وہ جانتے تھے کہ خیبر کے قلعے بڑے مضبوط ہیں۔ وہاں کے یہودی بلا کے لڑاکے ہیں۔ ان کے پاس ہر قسم کے اسلحہ کے انبار ہیں اور خورونوش کا سامان بھی ان کے پاس کافی مقدار میں ہے۔ انہیں یقین تھا کہ خیبر کے یہودی لشکرِ اسلام کو بری طرح شکست دیں گے اور اسلام کی بیخ کنی کر دیں گے۔

مکہ میں چند ایسے آدمی بھی تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ مجاہدینِ اسلام کو اگر قریش شکست نہیں دے سکے تو یہودی بیچارے کس شمار میں ہیں کہ انہیں شکست دے سکیں۔ دونوں فریق بڑی بے چینی سے اس جنگ کے نتیجہ کا انتظار کرنے لگے اس لیے مکہ میں جو نووارد آتا وہ اس سے دریافت کرتے کہ خیبر کی جنگ کا کیا انجام ہوا؟

جب اہلِ مکہ نے حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ یہ خیبر سے واپس آیا ہے تو وہ اس کے گرد جمع ہو گئے تاکہ اس سے کوئی تازہ خبر سنیں۔ انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ حجاج مسلمان ہو گیا ہے۔ انہوں نے حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ سنا ہے کہ وہ قطع رحمی کرنے والا (حضورِ انور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یہود سے جنگ کرنے کے لیے خیبر روانہ ہوا ہے' اس کے بارے میں کوئی تازہ خبر ہو تو بتاؤ؟ اس نے کہا' میں تمہیں ایسی خبر سناؤں گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے اس کی یہ بات سن کر دور و نزدیک سے سارے مکہ والے سمٹ کر اس کے آس پاس جمع ہو گئے۔

اس نے بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خیبر کے یہودیوں نے عبرتناک شکست دی ہے' ان کے ساتھیوں کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے ہیں اور خود انہیں جنگی قیدی بنا لیا ہے۔ یہودیوں نے یہ طے کیا ہے کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہاں قتل نہیں کریں گے بلکہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر مکہ بھیجیں گے تاکہ اہلِ مکہ اپنے مقتولوں کا

Marfat.com

قصاص لینے کے لیے انہیں جس طرح چاہیں تہ تیغ کریں اور مسلمان تمہاری طرف اپنے اپنے قبیلوں میں امان طلب کرتے ہوئے واپس آرہے ہیں اور اپنے پہلے دین کو ہی اپنا رہے ہیں۔اب تم ان کو کوئی اہمیت نہ دینا۔

یہ خبر سنتے ہی وہ خوشی سے دیوانے ہوگئے۔ وفورِ مسرت سے ناچنے کودنے لگے۔ان کے فلک شگاف نعروں سے مکہ کی ساری فضا گونجنے لگی اور گھر گھر خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ نے ان کے مشتعل جذبات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ وہ اس کی مدد کریں اور اس کے مقروضوں سے اس کی رقوم واپس دلا دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ رقم لے کر میں فوراً خیبر پہنچوں اور وہاں مسلمانوں سے چھینا ہوا مال بازار میں نیلام ہو رہا ہے' اس کو دوسرے تاجروں کی آمد سے پہلے خرید لوں۔اہلِ مکہ نے سرمایہ کی بازیابی میں اس کو مؤثر امداد کی اور چند دنوں میں نہایت احسن طریقے سے اس کے مقروضوں سے اس کی رقم لے کر اس کے حوالے کر دی۔

حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو بھی برانگیختہ کیا کہ میرا جو سرمایہ اس کے پاس ہے وہ واپس کر دے تاکہ اس سرمایہ سے وہ مسلمانوں سے لوٹی ہوئی قیمتی اشیاء ارزاں نرخ پر خرید سکے۔ اور خوب منافع کمائے۔مسلمانوں کی شکست کی خبر جنگل کی آگ کی طرح مکہ اور اس کے گردونواح میں پھیل گئی۔اس خبر سے جہاں کفار ومشرکین کو بے پایاں خوشی ہوئی وہاں مکہ کے مسلمانوں پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر سنی تو ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔اٹھنے کی تاب ہی نہ رہی۔کچھ دیر بعد انہوں نے اپنا ایک غلام ابوزبینہ کو حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تاکہ اس سے براہِ راست اس خبر کی تصدیق کرے۔اس غلام ابوزبینہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا پیغام بایں الفاظ حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ کو پہنچایا:

اللہ اعلٰی واجل من ان یکون الذی جت بہ حقا

''اللہ تبارک تعالیٰ اس سے ارفع واعلیٰ ہے کہ تمہاری یہ خبر سچی ہو۔''

حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو کہا کہ اپنے آقا ابوالفضل رضی اللہ عنہ کو میرا سلام عرض کرنا اور انہیں کہنا کہ میں ان سے خلوت میں ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔اور میں انہیں ایسی خبر سناؤں گا کہ وہ خوش ہو جائیں گے۔

غلام ابوزبینہ نے جب یہ پیغام حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دیا تو فرطِ مسرت سے وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہیں یوں محسوس ہوا جیسے انہیں کوئی تکلیف پہنچی ہی نہ تھی۔حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس بشارت کے عوض غلام ابوزبینہ کو آزاد کر دیا اور آپ نے نذر مانی کہ وہ دس مزید غلاموں کو آزاد کریں گے۔

Marfat.com

اس دوران جو مسلمان مرد اور عورتیں کفر کے غلبے سے مقہور ہو گئے تھے ان میں سے جن سے بن پڑی وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے دروازے پر غمگین و افسردہ صورت آئے کہ شاید حقیقتِ حال معلوم ہو اور یہ خبر غلط ہو۔ انہوں نے جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خوش باش دیکھا تو وہ بھی خوش ہو گئے اور ان کے ایمان و طاقت میں اضافہ ہو گیا۔

ظہر کے وقت حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے آئے اور کہا کہ میں بالکل تنہائی میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ جب وہ علیحدہ کمرے میں اکٹھے ہوئے تو حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ نے پہلے ان سے وعدہ لیا کہ تین روز تک وہ راز کو افشاء نہیں کریں گے۔ اگر انہوں نے قبل از وقت اس راز کو افشاء کر دیا تو اندیشہ ہے کہ کفارِ مکہ ان کا تعاقب کر کے انہیں گرفتار کر لیں گے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پختہ وعدہ کیا کہ وہ ایسا ہی کریں گے۔ اب حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے۔

''اے عباس رضی اللہ عنہ! میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اگر میری بیوی اور مکہ کے تاجروں کو میرے اسلام لانے کی خبر مل گئی تو وہ میرا مال واپس نہیں کریں گے اور آپ جانتے ہیں کہ میرا اکثر مال ان کے پاس ہے۔ میں خیبر سے اس وقت روانہ ہوا ہوں جب کہ لشکرِ اسلام نے وہاں کے سارے قلعوں کو فتح کر لیا تھا اور ان قلعوں سے جتنا مال وغنیمت ملا اس کا پانچواں حصہ حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا تھا۔ یہودیوں کے بادشاہ حیی بن اخطب کی بیٹی کے ساتھ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر لیا ہے اور کنانہ ابنِ ابی الحقیق قتل کر دیا گیا ہے۔''

اپنا جمع کردہ وصول کردہ مال و دولت سمیٹ کر حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ اسی شام کے وقت مکہ سے نکل گئے۔

حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ تو چلے گئے لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے اب یہ آنے والے دن رات طویل ہو گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے تین روز تک خاموش رہنا بڑا دشوار تھا لیکن طوعاً و کرہاً انہوں نے اپنا عہد نبھایا۔ جب تین راتیں گزر گئیں تو آپ نے قیمتی لباس زیب تن فرمایا' بہترین خوشبو سے اپنے آپ کو معطر کیا' ایک عصا ہاتھ میں پکڑا اور آہستہ آہستہ خراماں خراماں چلتے ہوئے حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو اس کی بیوی نے کہا ابوالفضل اندر نہ آنا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ حجاج کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا وہ یہودیوں سے مالِ غنائم خریدنے گیا ہے جو انہیں مسلمانوں کے ہار جانے سے ملی ہیں' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملی ہیں۔ وہ وہاں پہنچنے کی جلدی میں تھا تاکہ دوسرے تاجر اس سے پہلے وہاں پہنچ کر مالِ غنیمت نہ خرید لے جائیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے کہا جب تک تو اس کے دین کی پیروکار نہ بنے وہ تیرا خاوند نہیں ہے۔ وہ

Marfat.com

مسلمان ہو گیا ہے اور وہ فتح خیبر میں حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے ساتھ شامل تھا اور تجھ سے اور اپنے رشتہ داروں سے اپنا مال لے کر اس لیے بھاگ گیا ہے کہ کہیں وہ اس سے چھین نہ لیں۔ اس نے کہا ابوالفضل کیا یہ سچ بات ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم یہ بالکل سچ ہے۔ اس نے کہا روشن ستاروں کی قسم آپ سچ کہتے ہیں۔ پھر وہ اپنے اہل واقارب کو خبر دینے کے لئے چلی گئی۔

اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ مسجد حرام کی طرف واپس آ گئے' بیت اللہ کا طواف کیا اور پھر وہاں پہنچے جہاں قریش اپنی مجلسیں جمائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپ کو جب بہترین لباس میں ملبوس ہشاش بشاش دیکھا تو آپ کی استقامت اور صبر کی داد دیتے ہوئے بولے:

''اے ابوالفضل! آپ ہمیشہ خیر و عافیت سے رہیں۔ اتنے المناک لمحات میں اتنا صبر! یہ آپ ہی کو زیب دیتا ہے۔'' (یہ آپ ہی کا خاصہ ہے' یہ آپ ہی کی ہمت ہے)

آپ نے فرمایا' بات (خبر) وہ نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو۔ میں تو ہر طرح خیریت سے ہوں کیونکہ حضرت حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا ہے کہ حضورِ انور ﷺ کو خیبر میں فتح مبین حاصل ہوئی ہے۔ سارے قلعوں پر اسلام کا پرچم لہرا دیا گیا ہے اور ان کے بادشاہ کی بیٹی کو حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ کی زوجہ بننے کی سعادت میسر آئی ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا خدا کی قسم وہ بات نہیں ہے جس کی تم نے قسم کھائی ہے۔ بات یہ ہے کہ محمد ﷺ نے خیبر کو فتح کر لیا ہے اور ان کے بادشاہ حیی بن اخطب کی بیٹی سے شادی کر لی ہے اور کنانہ بن ابی الحقیق جو یثرب میں نضیر کے سردار تھے اس کو مسلمانوں نے تلواروں سے قتل کر دیا ہے اور حجاج کی بیوی کے پاس اس کا جو مال تھا حجاج اسے لے کر بھاگ گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا آپ کو یہ خبر کس نے دی ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میرا دل اس کو سچ کہتا ہے اور مجھے اس پر اعتماد ہے۔ انہوں نے حجاج کے گھر آدمی بھیجا تو پتہ چلا کہ حجاج اپنا مال لے کر چلا گیا ہے اور وہ صبح تک اپنے گھر والوں سے پوشیدہ رہا ہے' دریافت کرنے پر انہوں نے تمام باتوں کو درست پایا۔

جب حقیقتِ حال سے پردہ اٹھا تو مشرکینِ مکہ کی خوشیوں اور توقعات کے محل پیوندِ خاک ہو گئے اور وہ بہت ذلیل ہوئے اور افسردگی اور مایوسی میں ڈوب گئے اور مسلمان بے انتہا خوش ہوئے اور خالق و مالکِ کائنات کے شکر گزار ہوئے۔

ابھی اس واقعہ کو پانچ دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ قریشِ مکہ کے پاس پیغمبرِ اول و آخر و اعظم حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم محبوبِ ربّ للعالمین ﷺ کی خیبر پر فتحِ مبین کی خبر پہنچ گئی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 216)

Marfat.com

حضرت جعفر اور رفقاء کی حبشہ سے واپسی

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا اصل نام ''عبداللہ بن قیس'' ہے۔ ابوموسیٰ آپ کی کنیت ہے اور اشعری یا تو آپ کے قبیلے کا نام ہے یا ملکِ یمن کے اس مقام وعلاقے کا نام ہے جہاں سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ کیسے ایمان لائے یہ معلوم نہیں ہے لیکن یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ آپ اور آپ کے قبیلہ والے کچھ لوگ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، حاصلِ کائنات، سید المرسلین، خاتم النبیین، رحمت للعالمین، حبیب ربّ العالمین حضور پُر نور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرما جانے سے دو تین سال پہلے کے ایمان لائے ہوئے ہیں، مسلمان ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری، یا حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے بھائیوں حضرت ابوبردہ اور حضرت ابورہم رضی اللہ عنہ میں سب سے چھوٹے تھے اور ان سے زیادہ توانا اور مضبوط تھے۔ ان کے یمن سے حبشہ پہنچ جانے کے بارے میں ان کی ہجرت کے باب میں پہلے مفصل بیان کیا ہوا ہے اس کو یہاں دوہرایا نہیں جائے گا۔

امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کرتے ہیں:

''آپ نے کہا کہ ہم ابھی اپنے وطن یمن میں تھے کہ ہمیں اطلاع ملی کہ پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، رہبرِ کائنات، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ہمارا قافلہ اپنے وطن سے ہجرت کر کے سوئے منزلِ جاناں صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوا۔ اس قافلہ میں میرے دو بڑے بھائی، حضرت ابوبردہ اور حضرت ابورہم رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ ہمارے علاوہ ہمارے قبیلہ کے باون یا ترپن افراد شریکِ سفر ہوئے۔ ہم یمن کی بندرگاہ سے کشتی میں سوار ہوئے تاکہ حجاز کی بندرگاہ پر اتریں۔ بادِ مخالف نے ہماری کشتی کو دھکیل کر حبشہ کے ساحل پر پہنچا دیا۔ ہمیں مجبوراً وہاں اترنا پڑا۔ وہاں ہماری ملاقات حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ہم ان کی معیت میں وہاں اقامت گزیں ہو گئے اور ہمیں اس وقت حضورِ انور، نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں حاضر ہونے کی سعادت میسر آئی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے قلعوں کو فتح کر چکے تھے۔'' (صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 443)

ازراہِ حب اللہ، حبِ نبی و دینِ اللہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ بات ہو گئی کہ مکہ سے ہجرت کرنے والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والوں کو کیا کیا شرف و فضیلت حاصل ہے اور ملکِ حبشہ سے ہجرت کر کے آنے والوں کو کیا کیا شرف و فضیلت حاصل ہے۔

اس سے متعلق حضرت اسماء بنتِ عُمیس رضی اللہ عنہا نے ذکر حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ اور ساتھ ہی کہا کہ بے شک مکہ سے ہجرت کرنے والوں نے بھی اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے بہت مصیبتیں، تکلیفیں اور

Marfat.com

رنج والم برداشت کیے ہیں۔ لیکن انہیں آپ ﷺ کا ساتھ' سایۂ رحمت وحفاظت عافیت بھی تو حاصل تھا۔ جب کہ ہم نے یہ عرصہ ایک ایسے ملک میں گزارا جو یہاں سے بہت دور تھا اور جس کے باشندوں کی اکثریت ہم سے بغض رکھتی تھی۔ اپنے وطن سے دوری' اپنے اہل وعیال سے مجبوری اور طرح طرح کے رنج والم وشدائد ہم نے محض اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کے لیے برداشت کیے اور ہم آپ ﷺ کی دید و رفاقت سے محروم تھے۔

حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا کی یہ بات سن کر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دلجوئی کرنے والے نبی حضورِ انور نبی کریم رؤف ورحیم رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا:

''تم سے زیادہ مجھ پر کسی کا حق نہیں ہے۔''

''حضرت عمر اور دیگر اصحاب نے صرف ایک ہجرت کی ہے اور اے کشتی والو! تم نے دو ہجرتیں کی ہیں۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب اہلِ سفینہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ خوشی خوشی میرے پاس آتے اور حضور ﷺ کے ارشاد کے بارے میں دریافت کرتے۔ دنیا میں کوئی چیز اس سے زیادہ ان کے لیے مسرت بخش نہ تھی اور نہ کسی اور چیز کی اہمیت ان کے نفسوں میں ان الفاظ سے زیادہ تھی جو حضور پُرنور رحمتِ دوعالم ﷺ نے فرمائے تھے۔

البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 205 پر صاحب البدایہ والنہایہ نے اس واقعہ' روایت' حدیثِ مبارکہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے ساتھ باون' ترپن افراد تھے جب وہ یمن سے حبشہ گئے وہاں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرے پھر یہاں سے سب مسلمانوں نے مل کر واپسی کا سفر شروع کیا۔ نجاشی نے کشتیوں کا بندوبست کر دیا تھا۔ نجاشی کے حوالے سے ایک روایت کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جس کے مطابق اس نے ان صحابہ کرام کے ساتھ اپنا بیٹا اور کچھ لوگوں کو بھی بھیجا تھا جو کشتی ڈوب جانے سے ہلاک ہو گئے۔ یہ مہاجرین مدینہ پہنچے تو پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ خیبر کی مہم پر گئے ہوئے تھے' یہ لوگ وہاں سے خیبر کی طرف چل پڑے راستے میں فتحِ خیبر کی اطلاع ملی۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے مطابق جب ان کا فاتحین خیبر سے آمنا سامنا ہوا تو اس بات پر بحث ہو گئی کہ ہجرت میں سبقت کن لوگوں کو حاصل ہے۔ ان کے ساتھ حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا تھیں ان کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ!

یہ حبشی ہیں یا بحری؟ اس پر انہیں غصہ آیا اور بولیں کہ تم لوگ اللہ کے نبی کے ساتھ رہے ہم حبشہ میں مصائب برداشت کرتے رہے پھر بھی خود کو تم اوّل سمجھتے ہو جب تک یہ اللہ کے نبی کو عرض نہ کروں نہ کھاؤں گی

Marfat.com

نہ پیوں گی (مطلب ہے کہ میں ملاقات ہوتے ہی یہ مسئلہ بارگاہِ رسالت میں پیش کروں گی)۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔

فلما جاء النبی ﷺ قالت: یانبی اللہ ان عمر قال کذاو کذا قالت قال "فما قلت له" قالت قلت کذا و کذا قال "لیس باحق بی منکم وله ولا صحابه هجرہ واحدہ ولکم انتم اهل السفینه هجرتان

جب حضور ﷺ تشریف لائے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے شکایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ایسا کہا تھا آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے کیا جواب دیا۔ انہوں نے عرض کیا میں نے ایسا ایسا کہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہ عمر کو تم پر فضیلت ہے اور نہ تمہیں عمرؓ پر۔ مہاجرین ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہو تم نے تو ویسے بھی دوبارہ ہجرت کی ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 2061205)

ابنِ ہشام کا بیان ہے کہ حضورِانور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو انہیں لینے کے لیے بھیجا تھا۔ نجاشی نے انہیں دو جہازوں میں سوار کر کے واپس بھیجا یہ لوگ خیبر میں حضورِانور ﷺ سے ملے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا۔

مادری بایهما انا اسر' بفتح خیبرام بقدوم جعفر

مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ فتح خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے واپس آنے کی۔ (السیرۃ النبویہ ابنِ ہشام جلد 4 صفحہ 3)

حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بار بار مجھ سے یہ حدیث سنا کرتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہم فتحِ خیبر میں شریک نہ ہو سکے لیکن حضورِانور ﷺ نے ہمیں بھی مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔

امام ابنِ اسحٰق روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کی طرف بھیجا اور اس سے مطالبہ کیا کہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو حبشہ میں موجود ہیں، انہیں واپس بھیج دے۔ چنانچہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی معیت میں محبوبِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس وقت حضورِانور نبی کریم ﷺ خیبر میں تشریف فرما تھے۔ وہاں ہی ان سب کو شرفِ حضوری نصیب ہوا۔

جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضورِ پُرنور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے، رحمتِ دو عالم ﷺ نے انہیں اپنے سینہ سے لگا لیا اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا:

ما ادری بایهما انا اسر بفتح خیبر ام بقد و م جعفر

Marfat.com

''میں نہیں جانتا کہ مجھے کس بات کی زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ خیبر کی فتح سے یا جعفر کی آمد سے۔''

علامہ ابنِ کثیر نے تحریر کیا ہے کہ مکہ کے مہاجر جو حبشہ میں تھے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس آئے' ان کی تعداد سولہ تھی۔ انہوں نے ان سب کے نام تفصیل سے لکھے ہیں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کے مہاجر جو حبشہ سے آپ کے ساتھ آئے ان مرد مہاجرین کی تعداد آپ کے علاوہ سولہ (16) تھی اور ان کے ساتھ باقی ماندہ بچے اور عورتیں بھی تھیں جو حبشہ سے ان کے ساتھ کشتی میں چلے۔ بچے اور عورتیں مدینہ چلے گئے اور مرد حضرات حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور خیبر میں پہنچے اور وہاں شرفِ حضوری حاصل کیا۔

(صحیح بخاری جلد 1 صفحہ 443- السیرۃ النبویہ ابنِ کثیر جلد 3 صفحہ 390- زاد المعاد جلد 2 صفحہ 139 - البدایہ والنہایہ جلد 4 صفحہ 206)

قبیلہ بنی دوس کی آمد

ایک روایت ہے کہ خیبر میں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادئ دو جہاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' خاتم النبیین' رحمت للعالمین' محبوب رب للعالمین' حضور پُر نور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے قبیلے دوس کی ایک جماعت کے ساتھ حاضر ہوئے تھے۔ اس بارے میں آپ ان ہی کی زبانی سنیئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' آپ فرماتے ہیں:

ہم مدینہ طیبہ پہنچے تو ہمارے ساتھ ہمارے قبیلہ کے اسی (80) اور افراد بھی تھے۔ ہم نے نمازِ فجر حضرت سباع بن عرفطہ الغفاری رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا کی۔ انہوں نے پہلی رکعت میں سورۂ مریم اور دوسری رکعت میں سورہ ویل للمطففین تلاوت کی۔

جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے بتایا کہ حضورِ انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں ہیں اور اب تمہارے پاس واپس تشریف لانے والے ہیں۔ میں نے کہا مجھے جس جگہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ حضور پُر نور نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما ہیں' میں شرفِ نیاز حاصل کرنے کے لیے وہاں ہی پہنچوں گا۔ حضرت سباح بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ نے ہمیں زادِ راہ مہیا کر دیا اور ہمیں سواری کے لیے جانور بھی دیئے یہاں تک کہ ہم خیبر میں پہنچ گئے۔

جب ہماری قبیلہ دوس کی یہ جماعت خیبر پہنچی تو اس وقت پیغمبر اوّل و آخر و اعظم' رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نطاۃ کے قلعے فتح کر لیے تھے اور اب کتیبہ کے قلعوں کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ہم وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے ان تمام قلعوں کو فتح فرما دیا۔ تاجدارِ کائنات' سرکارِ دو عالم' حضورِ انور' نبی کریم' رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین سے مشورہ کر کے مالِ غنیمت میں سے ہمیں بھی حصہ عطا فرمایا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 212)

Marfat.com

عیینہ بن حصن فزاری

گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ عیینہ بن حصن فزاری جو قبیلہ غطفان کی ایک بڑی شاخ قبیلہ فزارہ کا سردار تھا اس نے اہلِ خیبر کی اپنے چار ہزار جنگجوؤں سے مدد کرنے کا وعدہ کر رکھا تھا اور ان چار ہزار کے علاوہ اس نے ایک ہزار جانباز پہلے ہی یہودیوں کی مدد کے لیے ان کے قلعوں میں پہنچا دیئے تھے۔ چار ہزار جنگجوؤں کی فوج سے اس نے لشکرِ اسلام کی پشت پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا ہوا تھا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم، سید المرسلین رحمت للعالمین ﷺ نے انہیں کہا کہ وہ ان کی امداد نہ کریں اور واپس چلے جائیں۔ اگر انہوں نے یہ بات مان لی تو خیبر کی کھجوروں کے پھل سے انہیں حصہ دیا جائے گا۔ لیکن انہوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ خیبر کے یہودی ہمارے حلیف ہیں ہم ان کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

جب اللہ تبارک تعالیٰ کی مدد سے حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کو یہودِ خیبر پر فتح حاصل ہو گئی تو قبیلہ فزارہ کے سردار عیینہ بن حصن نے شرم و حیا کو خیر باد کہہ کر بڑی ڈھٹائی سے حضورِ انور نبی کریم ﷺ سے غنائم خیبر کا حصہ طلب کیا۔

اس نے آپ ﷺ سے کہا، اے محمد (ﷺ) آپ (ﷺ) نے جو میرے حلیفوں سے مالِ غنیمت حاصل کیا ہے وہ مجھے بھی دیجئے کیونکہ میں نے آپ (ﷺ) سے جنگ نہیں کی اور اپنے چار ہزار جانبازوں کو واپس لے کر چلا گیا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، حضور پُرنور، نبی کریم، رؤف و رحیم، عالمِ خفا و غیوب، مخبرِ صادق، محبوب رب للعالمین ﷺ نے فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے کہ ہماری وجہ سے تو نے یہودِ خیبر کی مدد نہیں کی۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ تم نے، تمہارے لشکر نے اپنے پیچھے ایسی آواز سنی کہ تم بدحواس ہو کر، گھبرا کر، الٹے پاؤں اپنے علاقے، گھروں کو چلے گئے اور اس آواز کی دہشت سے تم اپنے علاقے سے یہود کی مدد کے لیے کئی ہفتوں تک نہ نکل سکے۔

اُس نے پھر بے حیا بن کر کہا، اے محمد (ﷺ) مجھے بدلہ دیجئے۔ یعنی کہ مالِ غنیمت میں سے ہمیں بھی کچھ عطا فرمائیے۔ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تمہارے لیے ذوالرقیبہ ہے۔ اس نے پوچھا ذوالرقیبہ کیا ہے؟ فرمایا: ایک پہاڑ جو تم نے خواب میں دیکھا تھا کہ تم نے اس کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ تم نے اس پہاڑ کو پکڑ لیا ہے۔ (ذوالرقیبہ خیبر کا ایک گردن نما پہاڑ ہے۔ عُیینہ نے اپنے جانبازوں کے ساتھ خیبر پہنچنے سے پہلے یہ خواب دیکھا تھا کہ وہ ذوالرقیبہ، گردن نما پہاڑ اس کی گرفت میں آ گیا ہے۔ رقیبہ عربی زبان میں گردن کو کہتے ہیں۔ اس خواب کا عیینہ نے یہ مطلب لیا یہ شگون کہ میں محمد (ﷺ) کی گردن کو پکڑ لوں گا۔)

Marfat.com

قارئین کرام! یہ یاد رہے کہ عُیینہ بن حصن اب کوئی تیس چالیس دن بعد دوبارہ اپنے چار ہزار جانبازوں کے ساتھ اپنے علاقے سے خیبر پہنچا ہے اور ان کو (اپنے جانبازوں کو) پیچھے چھوڑ کر اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کے پاس پہنچا ہے۔

جب یہ لوگ اس آواز کو سن کر لوٹ گئے تھے تو عیینہ بن حصن کو حارث بن عوف اور ایک دو اور سمجھدار لوگوں نے سمجھایا تھا کہ تم مسلمانوں کے نبی (ﷺ) کی مخالفت میں خیبر کے یہودیوں کی مدد کرنے نہ جاؤ۔

حارث بن عوف نے جو اسے کہا وہ یہ ہے۔

عیینہ بن حصن فزاری جب اپنے اہلِ خانہ کے پاس آیا تو اس کے پاس حارث بن عوف آیا اور کہا کہ میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادہ سے باز آجاؤ؟ بخدا! محمد (ﷺ) یقیناً فتح یاب ہوں گے اور مشرق ومغرب میں ان کی حکومت کا ڈنکا بجے گا۔ کیونکہ یہودی علماء ہمیں آپ کے بارے میں بتایا کرتے تھے۔ میں نے ابورافع اور سلام بن مشکم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم محمد (ﷺ) سے حسد کرتے ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے نبوت بنی ہارون سے نکل کر بنی ہاشم میں آگئی ہے لیکن یقیناً وہ نبی مرسل ہیں اور یہود میری اس بات کو نہیں مانتے۔ ان کی خودسری کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کا دومرتبہ قتلِ عام ہوگا۔ ایک یثرب میں اور دوسرا خیبر میں۔

غطفان کے لیڈر عیینہ بن حصن نے حارث بن عوف اور ابی کے مشورے کو رد کرتے ہوئے کہا کہ وہ صرف محمد (ﷺ) کے خلاف یہود کی مدد کرے گا اور غطفان کی کثیر فوج کے ساتھ جلد ان کے پاس جائے گا۔

اب اس نے تقریباً چار ہزار جانبازوں کے ساتھ از سرِنو خیبر کی طرف مارچ کیا یہ جانباز وہی لوگ تھے جو معرکہ خیبر کے بپا ہونے سے تھوڑا سا عرصہ قبل یہ آواز سن کر واپس اپنے علاقے اور گھروں کو چلے آئے تھے کہ ان کے گھروں پر مسلمانوں نے حملہ کر دیا ہے۔

مگر یہ غطفانی فوجیں وقت گزر جانے کے بعد خیبر پہنچیں۔ اس وقت حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ تمام خیبر پر مکمل قابض ہو چکے تھے اور یہودیوں میں کوئی بھی ہتھیار اٹھانے والا باقی نہیں رہ گیا تھا۔ کیونکہ ان سب نے مسلمانوں کی اطاعت اختیار کر لی تھی۔

عیینہ میں اتنی ہمت تو نہ تھی لیکن کھسیانی بلی کھمبہ نوچنے والی بات ہے کہ وہ جب بالکل مایوس ہو گیا اور کچھ بن نہ پڑی تو کہنے لگا۔ پھر ہم آپ (ﷺ) سے جنگ کریں گے۔ پیغمبر اوّل وآخر واعظم حضور پرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ہم تمہارا یہ چیلنج قبول کرتے ہیں۔ جف کے مقام پر ہماری تمہاری جنگ ہوگی۔

جب حضورِانور نبی کریم محبوب رب للعالمین ﷺ کا انہوں نے یہ فرمان سنا تو ان پر ایسا رعب طاری

Marfat.com

ہوا کہ وہ مزید کوئی بات چیت کیے بغیر وہاں سے فرار ہو گئے (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 213)

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح

ابوسفیان اور اس کی بیوی ہندہ' اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے تھے لیکن ان کے گھر میں پیدا ہونے والی اور ان کے آغوش میں نشوونما پانے والی حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا ان خوش بخت خواتین میں سے تھیں جنہوں نے اسلام کے بالکل ابتدائی ایام میں نورِ ایمان سے اپنے دل اور اپنے سینہ کو منور کیا۔

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبدشمس کی صاحبزادی تھیں' آپ کی والدہ حضرت عثمان کی پھوپھی صفیہ بنتِ ابی العاص تھیں۔ کتبِ سیر میں مذکور ہے کہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ولادت حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سترہ سال قبل ہوئی تھی۔ عبیدہ اللہ بن جحش بن رباب سے ان کا نکاح ہوا۔ عبیداللہ کا تعلق بنی اسد بن خزیمہؒ سے تھا جن کا شمار حرب بن امیہ کے حلیفوں میں ہوتا تھا۔ روایات میں ہے کہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر عبیداللہ کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔

جب مسلمانوں پر مکہ کے کفار و مشرکین کی زیادتیاں حد سے بڑھ گئیں اور تاجدارِ کائنات حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہجرتِ حبشہ کا حکم دیا تو حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہجرتِ حبشہ کا اعزاز حاصل کیا اور دینِ حق کی راہ میں صبر و استقامت کا ثبوت دے کر اپنے جذبۂ ایمان کی عملی مثال پیش کی۔ حبشہ میں آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا گیا اور آپ کو اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کہا جانے لگا حالانکہ آپ کا نام رملہ تھا۔ اس دوران آپ کے شوہر عبیداللہ نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ شائستگی' پاکیزگی اور طہارت کو خیر باد کہہ کر شراب کے نشے میں ڈوب گیا اور اسی حالت میں موت آ گئی اور اپنے وطن میں دو گز زمین بھی نصیب نہ ہوئی۔ (سیرتِ ابنِ ہشام' 223:1)

ماہِ محرم سن 7 ہجری میں حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بدترین دشمن ابوسفیان کی بیٹی حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بیوگی' غریب الوطنی اور دیگر مشکلات و حالات کے پیشِ نظر شاہ حبشہ نجاشی اصحمہ کے پاس حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو اپنا نامہ مبارک دے کر بھیجا تو یہ پیغامِ مبارک بھی دیا کہ وہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دے۔

ابنِ جریر طبری فرماتے ہیں کہ

حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جانے والوں میں ابوسفیان کی بیٹی اور حضرت معاویہ کی بہن حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں۔ ان کے شوہر فوت ہو گئے تھے۔ حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کو پیغام بھیجا کہ میری طرف سے اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو شادی کا پیغام دو۔

چنانچہ ابنِ جریر الطبری نقل کرتے ہیں:-

Marfat.com

ارسل رسول اللّٰه ﷺ الی النجاشی لیزوجه ام حبیبة بنتِ ابی سفیان و یبعث بها الیه مع من عنده من المسلمین فارسل النجاشی الی ام حبیبة یخبرها بخطبة رسول اللّٰه ﷺ ایاها جاریة له یقال لها ابرهة فاعطتها اوضاحا لها وفتحا سرورا بذالك و امرها ان توكل من بزوجها فوكلت خالد بن سعید بن العاص فزوجها فخطب النجاشی علی رسول الله ﷺ و خطب خالد فانكح ام حبیبة ثم دعا النجاشی بار بعمائة دینار صداقها فدفعها الی خالد بن سعید فلما جاء ت ام حبیبة تلك دنانیر قال جاء ت بها ابرهة فاعطتها خمیس مثقالا و قالت كنت اعطیتك ذالك و لیس بیدی شیءٌ و قد جاء الله عزوجل بهذا فقالت ابرهة قد امرنی الملك ان لا اخذ منك شیئا و ان ارد الیك الذی اخذت منك فردته و انا صاحبه دهن الملك و ثیابه و قدصدقت محمداً رسول الله و امنت به و حاجتی الیك ان تقرئیه منی السلام قالت نعم و قد امر الملك نسائه ان یبعثن الیك بماعندهن من عود و عنبر فكان رسول الله ﷺ براه علیها و عند ها فلا بنكره قالت ام حبیبة فخر جنا فی سفینتین و بعث معنا النواتی حتی قدمنا الجار ثم ركبنا الظهر الی المدینة فوجدنا

نبی اکرم ﷺ نے نجاشی کو پیغام بھیجا کہ میری طرف سے اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو شادی کا پیغام دو اور نکاح منعقد کر کے انہیں میرے پاس بھیج دو۔ نجاشی نے جب یہ پیغام اپنی لونڈی ابرھہ کے ذریعے ان تک پہنچایا تو وہ بہت خوش ہوئیں اور اس خوشی میں اپنا زیور ابرھہ کو دے دیا اور کہا کہ اس کام کے لیے میری طرف سے کسی کو وکیل مقرر کرو۔ اس نے حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو وکیل مقرر کیا۔ نجاشی نے حضور ﷺ کے لیے ایجاب اور اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی جانب سے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے قبول کر کے ان کا نکاح کر دیا۔ نجاشی نے حضور ﷺ کی جانب سے چار سو دینار بطور مہر ادا کیے۔ ابرھہ وہ رقم لے کر حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو اس میں سے انہوں نے اسے پچاس مثقال دے دیئے۔ لیکن اس نے وہ رقم اور زیور واپس کر دیا کہ بادشاہ نے آپ سے کچھ لینے سے منع کر دیا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں شاہی خزانے کی مہتمم ہوں۔ میں حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاتی ہوں۔ آپ میرا سلام ان تک پہنچا دیں۔ بادشاہ کے حکم سے اس کی بیویوں نے تمام عود اور عنبر حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ رسول اللہ ﷺ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کو عود اور عنبر ملے ہوئے دیکھتے مگر آپ ﷺ نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم دو کشتیوں میں سوار ہو کر (حبشہ سے حجاز) روانہ ہوئے' حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو خاص طور پر میرے ہمراہ کیا۔ بادشاہ نے نواتیواں (ملاح) کو ہمارے ساتھ کر دیا تھا' ہم حجاز آئے اور پھر خشکی کی

Marfat.com

رسول الله ﷺ بخيبر فخرج من خرج اليه واقمت بالمدينة حتى قدم رسول الله ﷺ فدخلت اليه فكان يسئلني عن النجاشي و قرأت عليه من ابرهة السلام فرد رسول الله ﷺ عليها۔

سواریوں پر بیٹھ کر مدینہ پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ اس وقت خیبر میں تھے' میں مدینہ میں ٹھہر گئی جب آپ ﷺ آئے تو میں خدمت میں حاضر ہوئی' آپ ﷺ مجھ سے نجاشی کے حالات پوچھتے رہے' میں نے ابرھہ کا سلام کہا۔ آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا۔

(تاریخ الامم والملوک' جلد 3 صفحہ 90)

اس پُرنور' خوش کن واقعہ کو آپ اسی نیک بخت خاتون کی زبان سے سنئے فرماتی ہیں:

ایک روز میں اپنے مکان میں بیٹھی تھی کہ نجاشی کی لونڈی جس کا نام ابرہہ تھا' اس کا پیغام لے کر میرے پاس آئی۔ یہ خادمہ نجاشی کا لباس تبدیل کراتی' اس کے بالوں میں تیل ڈالتی اور کنگھی کیا کرتی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اندر آنے کا اذن طلب کیا' میں نے اس کو اجازت دی۔

وہ آئی اور آکر اس نے مجھے کہا کہ مجھے بادشاہ نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ رسول ﷺ نے میری طرف تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ کا نکاح حضور پُرنور ﷺ کے ساتھ کردوں۔ اب آپ کسی کو وکیل مقرر کریں جو آپ کی طرف سے نکاح کی قبولیت کرے۔ یہ پیغام سن کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے اسے دعائیں دیں اور یہ خوشخبری لانے کی خوشی میں میں نے اپنے دو کڑے' چاندی کی پازیبیں اور انگھوٹھیاں اتار کر اسے دے دیں اور حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل مقرر کر دیا۔

عشاء کے وقت نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمانوں کو اپنے پاس بلایا' خود خطبہ نکاح پڑھا اور چار سو دینار مہر مقرر کیا۔ کئی دینار حاضرین مجلس پر نچھاور کیے اور مہر کی رقم حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے حوالے کی اس کے بعد جب یہ حضرات اٹھ کر جانے لگے تو نجاشی نے کہا' تشریف رکھئے! انبیاء کی سنت یہ ہے کہ نکاح کے بعد کھانا تناول کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دستر خوان بچھایا گیا اس پر کھانا چنا گیا' سب نے کھایا اور رخصت ہو گئے۔

فضائل و کمالات

سفرِ ہجرت میں ثابت قدم رہنے والی اس خاتون کا دامن آرزو دولت ایمان و ایقان سے مالا مال تھا۔ اسلام کے مقابلے میں دنیا کی ہر چیز کو ہیچ سمجھتی تھیں۔ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوسفیان ایک بار حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ابھی ابوسفیان نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ وہ کفارِ مکہ کی طرف سے صلح کی معیاد میں توسیع کرنے (اپنے بگڑے ہوئے حالات کو سدھارنے) کے لیے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم تاجدارِ کائنات سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اپنی بیٹی حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے

Marfat.com

گھر بھی ان سے ملاقات کے لیے آئے اور حضورِ انور نبی کریم ﷺ کے بسترِ مبارک پر بیٹھنے لگے تو اُم المومنین حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے انہیں حضور ﷺ کے بستر پر بیٹھنے سے روک دیا حالانکہ ابوسفیان اس کے والد تھے۔ لیکن ان کی غیرتِ ایمانی نے گوارا نہ کیا کہ کوئی کافر خواہ وہ ان کا باپ ہی کیوں نہ ہو' تاجدارِ کائنات ﷺ کے بسترِ مبارک کو اپنے وجودِ نامسعود سے ناپاک کرے۔ ابوسفیان' بیٹی کے طرزِ عمل پر سیخ پا ہوئے اور غصے کے عالم میں کہا کہ کیا تجھے یہ بستر اتنا ہی عزیز ہے کہ مجھ سے روگردانی کا ارتکاب کر رہی ہو؟ حضور ﷺ کی پاکباز بیوی نے اپنے باپ کو برجستہ جواب دیا کہ ہاں یہ حضور رحمتِ دو عالم ﷺ کا بستر ہے اور آپ حالتِ کفر میں ہیں اس لیے ناپاک ہیں' ابوسفیان نے جل بھن کر کہا:

لقد اصابك بعدی شرا

''تم میرے بعد بہت ہی خرابیوں میں مبتلا ہوگئی ہو۔ (الطبقات الکبریٰ' جلد 8 صفحہ 100)

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا ایک عبادت گزار خاتون تھیں' حضور پُر نور رحمتِ دو عالم ﷺ کی زبانی انہوں نے سن رکھا تھا کہ ہر روز 12 نفل ادا کرنے والے کو جنت میں گھر ملے گا۔ یہ نوافل آپ باقاعدگی سے ادا کرتیں۔ فرماتی ہیں:۔

کہ یہ سننے کے بعد میں ان رکعتوں کو ہمیشہ پڑھتی ہوں۔ (صحیح البخاری جلد 2 صفحہ 327)

آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں بھی دو روایتیں ہیں:۔

ایک روایت کے مطابق آپ کا انتقال 44 ہجری میں ہوا۔ اس کے راوی ابوعبیدہ القاسم بن سلام ہیں: جب کہ دوسری روایت کے مطابق آپ کی وفات 59ھ میں ہوئی۔ اس کے راوی ابوبکر بن ابی خیثمہ ہیں: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

لیکن اکثریت کی رائے یہی ہے کہ حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے 73 برس کی عمر میں وفات پائی۔ یہ 44 ہجری کا واقعہ ہے' یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا۔ مدینہ پاک میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

روایات میں ہے اس جہان فانی سے رخصت سے قبل حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ہم دونوں حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ کے عقد میں تھیں' ہم ایک دوسرے کی سوکنیں تھیں۔ زندگی کے سفر میں اگر کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو میں معافی چاہتی ہوں۔ خدائے بزرگ و برتر سے میری مغفرت کی دعا کیجئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی مغفرت کے لیے دعا کی۔ جس پر حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا:۔

آپ نے مجھے خوش کیا اللہ آپ کو خوش کرے۔ (الطبقات الکبریٰ' جلد 8 صفحہ 100)

سیرت نگاروں نے لکھا ہے حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا بڑی خوبیوں کی مالک تھیں۔ کامل الاوصاف تھیں۔ علم و

Marfat.com

فضل میں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔ زُہد و عبادت میں ساری زندگی بسر کر دی۔ آپ نے 45 احادیث روایت کیں۔ ان میں سے دو احادیث متفق علیہ ہیں ایک حدیث صحیح مسلم میں ہے جب کہ ان کی روایت کردہ باقی احادیث دیگر کتب میں ملتی ہیں۔ یہ احادیث آپ سے معاویہ بن ابی سفیان، عبداللہ بن عتبہ، سالم بن سوار بن الجراع، عتبہ بن ابی سفیان، ابوسفیان بن سعید ثقفی، زینت بن اُمِ مسلمہ، ابوسفیان بن سعید، شر بن حوشب، ابوصالح السمان اور عروہ بن زبیر نے روایت کی ہیں۔ (الاصابہ جلد ص 2 صفحہ 587)

غزوۂ خیبر میں جن شرعی احکام کا نفاذ ہوا

جنگِ خیبر کے موقع پر مندرجہ ذیل فقہی شرعی احکام و مسائل کی پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، سید المرسلین، خاتم النبیین، اصل الموجودات، حبیب رب اللعالمین، حاصلِ کائنات، انسانِ کامل، حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے تبلیغ فرمائی۔

1- پنجہ دار پرندوں کو حرام فرمایا۔

2- تمام درندہ جانوروں کی حرمت کا اعلان فرمایا۔

3- گدھا اور خچر کی حرمت کا اعلان فرمایا۔

4- سونے اور چاندی کی خرید و فروخت میں کمی بیشی کے ساتھ خریدنے اور بیچنے کو حرام فرمایا اور حکم دیا کہ چاندی کو چاندی کے بدلے اور سونے کو سونے کے بدلے برابر برابر بیچنا ضروری ہے۔ اگر کمی بیشی ہوگی تو وہ سود ہوگا جو حرام ہے۔

5- اب تک یہ حکم تھا کہ لونڈیوں سے ہاتھ آتے ہی صحبت کرنا جائز تھا لیکن اب ''استبرأ'' ضروری قرار دے دیا گیا یعنی اگر وہ حاملہ ہوں تو بچہ پیدا ہونے تک ورنہ ایک مہینہ (ماہواری آنے تک) ان سے صحبت جائز نہیں۔ (زرقانی علی المواہب جلد 2 صفحہ 233 تا 238)

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ دو جہاں رہبرِ کائنات حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جو ضابطہ اخلاق دیا ہے۔ اس کا مطالعہ کر کے آپ کے لوحِ قلب پر عظمت مصطفیٰ ﷺ نقش یوں ثبت ہو جائے گا کہ اس کی چمک کو کوئی چیز مدھم نہیں کر سکے گی۔

جنگوں میں عام طور پر اخلاقی ضابطوں اور قانونی پابندیوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس وقت لشکر کے سپاہیوں اور ان کے جرنیلوں کے سامنے ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ ہر قیمت پر دشمن کو شکست دے کر کامیابی حاصل کی جائے۔ طیارے پر امن شہریوں، ہسپتالوں اور درس گاہوں پر بے دریغ بمباری کرتے ہیں۔ توپیں آگ اگلتی ہیں اور ہنستے بستے شہر ویرانوں اور کھنڈروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں جو جرنل اس قسم کے انسانیت سوز جرائم کا ارتکاب کر کے جنگ جیت لیتا ہے اسے مختلف قسم کے اعزازات سے نوازا جاتا ہے اور شعراء اس

Marfat.com

کی توصیف میں قصائد لکھتے ہیں۔ قومیں اس کی تکریم کے لیے جلوس نکالتی ہیں اور سربراہان مملکت سنہری تمغوں کو ان کے سینوں پر آویزاں کر کے فخر محسوس کرتے ہیں۔

لیکن پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ دو جہاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' سید المرسلین' خاتم النبیین' رحمت اللعالمین' حضور پُرنور' نبی کریم' رؤف و رحیم' سراج منیر' حاصلِ کائنات' حبیب رب اللعالمین ﷺ کی شان ہی نرالی ہے۔ وہ اس وقت بھی احترام انسانیت کا درس دے رہے ہوتے ہیں۔ وہ اس وقت بھی امانت میں خیانت کرنے والوں کی سرزنش کرتے سنائی دیتے ہیں۔ اس خیانت کا مرتکب عظیم جرنیل ہو یا عام سپاہی' کسی کو معاف نہیں کیا جاتا۔ وہ اس وقت بھی اپنے رب کریم' ربّ کائنات کے احکام کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں اور بڑی سنجیدگی سے ان کی تنفیذ میں سرگرم عمل ہوتے ہیں۔

خیبر کے معرکوں میں نبی رحمت ﷺ اپنے فرائض نبوت کی بجا آوری میں منہمک نظر آتے ہیں۔ حالات کی نزاکت' فوج کی ممکنہ برہمی کا اندیشہ' دشمن کی عیاریاں' غرضیکہ کوئی چیز بھی ان کی راہ میں حائل نہیں ہوتی۔ اس عرصہ میں شریعت کے جو احکام نازل ہوئے اور ان کو جس ہمت' خلوص اور دل سوزی سے عملہ جامہ پہنایا گیا وہ کمال تھا اور یہ صرف آپ ﷺ ہی کر سکتے تھے۔ آپ درج ذیل میں دیکھیے کہ ایک ذرّہ' ایک سوئی' ایک دھاگے کی خیانت سے بھی کس طرح باز رکھا گیا ہے۔

اموالِ غنیمت میں خیانت

حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک غلام کو حکم دیا کہ مجاہدین میں یہ اعلان کر دے:

ادوا الخياط والمخيط: فان الغلول عار و شنار و نار يوم لقيمة.

''جس کے پاس مالِ غنیمت میں سے دھاگہ اور سوئی بھی ہے' وہ واپس کر دے' کیونکہ اموالِ غنیمت میں بددیانتی باعث ننگ و عار ہے' وہ بڑا رذیل جرم ہے اور روز قیامت وہ آگ کا شعلہ بن کر لپکے گا۔''

فروہ نامی صحابی نے سورج کی دھوپ سے بچنے کے لیے ایک پٹکا اپنے سر پر باندھا ہوا تھا۔ حضور پُرنور ﷺ نے دیکھا تو اسلام کے اس جانباز سپاہی کو فرمایا۔

عصابة من نار عصبته بها راسك

''اے فروہ! تو نے آتشیں پٹکا سے اپنا سر لپیٹا ہوا ہے۔''

فروہ نے اسے فوراً اتار کر پھینک دیا۔ (امتاع الاسماع جلد 2 صفحہ 244)

ایک مجاہد نے ایک معمولی سی چیز اموال فئے سے مانگی۔ حضور پُرنور' رہبرِ کائنات' ہادیٔ برحق منصف اعظم ﷺ نے فرمایا کہ مالِ فئی سے کسی کو دھاگہ یا سوئی تک دینا بھی روا نہیں۔

ایک صاحب نے ایک عقال کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا کہ جب تک مالِ غنیمت تقسیم نہ ہو جائے

Marfat.com

میں تمہیں عقال نہیں دوں گا۔ ''عقال'' اس رسی کو کہتے ہیں جو سر کے رومال پر باندھی جاتی ہے اور اس رسی کو بھی کہتے ہیں جس سے اونٹ کا گھٹنا باندھا جاتا ہے۔

کرکرہ نامی ایک سپاہی جنگ میں مارا گیا۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ اس نے مالِ غنیمت میں سے ایک چادر لی تھی۔ اس خیانت کے باعث اب وہ آگ میں جل رہا ہے۔

اسی طرح بنی اشجع قبیلہ کا ایک آدمی یہودیوں سے جنگ آزما ہوا اور مارا گیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایسے مجاہد کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ فرمایا' اس تمہارے دوست نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہے' اس لیے میں اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھوں گا۔ جب اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو صرف کانچ کے دو منکے اس کے سامان سے دستیاب ہوئے جن کی قیمت دو درہم سے بھی کم تھی۔

مالِ غنیمت میں سے کسی چیز کو فروخت کرنا جائز نہیں جب تک اسے اس کے نام پر نشان زدنہ کر دیا جائے۔

اسی تربیت نبوی کا اثر تھا کہ مسلمانوں میں امانت کا عظیم جوہر پیدا ہوا۔ جب کسریٰ ایران کے قصر ابیض پر مسلمانوں نے قبضہ کیا اور اس سے بیش قیمت اور نادر تحائف دستیاب ہوئے۔ انہیں جب مدینہ طیبہ روانہ کیا گیا تو ان میں ایک پائی کے برابر بد دیانتی کا سراغ نہیں ملا۔ لوگ اس درجہ امانت کا مظاہرہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

دیگر شرعی احکامات

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ہادیٔ دو جہاں رہبرِ کائنات محبوب رب اللعالمین ﷺ نے فرمایا:

1- ''جو شخص اللہ تبارک تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ کسی دوسرے کی کھیتی کو اپنے پانی سے سیراب کرے۔''

2- جنگِ خیبر کے ایام میں مسلمانوں کو سامان خور و نوش کی قلت کا سامنا کرنا پڑا' یہاں تک کہ فاقہ کشی تک نوبت پہنچ گئی۔ ایک روز مسلمانوں نے یہودیوں کے گدھے پکڑے' انہیں ذبح کیا اور دیگوں میں ان کا گوشت ڈال کر پکانا شروع کیا۔ جب نیم خستہ گوشت کے پکنے سے سوندھی سوندھی خوشبو سے ساری فضا مہکنے لگی تو حضور پُر نور رحمتِ دو عالم ﷺ تشریف لائے۔ پوچھا' کیا پک رہا ہے؟ عرض کی گئی' پالتو گدھوں کا گوشت پکا رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ یہ اعلان کر دو:

ان اللّٰہ ورسولہ ینھیانکم میں لحوم الحمر فانھا رجس

''کہ اللہ اور اس کا رسول تمہیں اس بات سے منع فرما رہے ہیں کہ تم گدھوں کا گوشت کھاؤ کیونکہ

Marfat.com

یہ پلید ہے۔"

خچر کے گوشت کی بھی ممانعت فرما دی۔ اس کے علاوہ فرمایا' جنگلی جانوروں میں سے درندوں کے گوشت کو بھی حرام قرار دے دیا گیا اور جو پرندے تیز ناخنوں سے شکار کرتے ہیں ان پرندوں کو بھی حرام کر دیا گیا۔

ارشاد فرمایا: کھجور کا پھل جب تک قابل استعمال نہ ہو جائے اس کو فروخت کرنا جائز نہیں۔

3- طبقہ نسواں میں جو خرابیاں جڑ پکڑے ہوئے تھیں ان کے بارے میں بھی واضح احکام جاری فرمائے' فرمایا۔

لعن یومئذ الواصلة والموصولة والواشمة والموشومة والخامشة وجهها والشاقة جیبها۔

رحمت عالم ﷺ نے مندرجہ ذیل عورتوں پر لعنت بھیجی:

1- الواصلة وہ عورت جو دوسری عورتوں کے بال لے کر کسی عورت کے بالوں سے پیوست کر دیتی ہے۔

2- الموصولة جس کے بالوں کے ساتھ کسی دوسری عورت کے بال پیوست کیے جائیں۔

3- الواشمة جو سوئی کی نوک سے کسی خاتون کے چہرے اور ہاتھوں وغیرہ پر نیلے رنگ کے نقش و نگار گوندتی ہے۔

4- الموشومة وہ عورت جس کے جسم پر ایسے نقش و نگار گوندے جاتے ہیں۔

5- الخامشة وجهها جو کسی عزیز کی موت پر یا کسی دوسرے صدمہ کے وقت اپنے چہرہ کو نوچتی ہے۔

6- الشاقة جیبها جو کسی عزیز کی موت یا کسی دوسرے صدمہ کے وقت اپنا گریبان پھاڑ دیتی ہے۔

7- ان کے علاوہ المجثمة' الخلیة اور النهبة کو بھی حرام قرار دیا۔

8- المجثمة: اس جانور کو کہتے ہیں جسے میدان میں کھڑا کر کے اس پر نشانہ بازی کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں ایک جاندار کو بے جا اذیت دی جاتی ہے' اس لیے اسے حرام قرار دے دیا گیا۔

9- الخلیة: اس جانور کو کہتے ہیں جسے کسی درندے نے اپنی گرفت میں لے لیا ہو۔ اس کو اس درندہ کی گرفت سے چھڑا لیا جائے لیکن ذبح کرنے سے پہلے وہ مر جائے تو وہ جانور بھی حرام ہوگا۔

10- النهبة: زندہ جانور سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیا جائے۔

نیز رحمتِ دو عالم ﷺ نے میدانِ جنگ میں کسی عورت کو قتل کرنے سے بھی روک دیا۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد 3 صفحہ 349' امتاع الاسماع جلد 2 صفحہ 248)

11- مزارع اور مالک کے حقوق' فتح خیبر کے بعد وہاں کی ساری زرعی زمینیں' وسیع و عریض باغات اور نخلستان حضور نبی کریم ﷺ کے قبضہ میں آ گئے۔ اگر حضور ﷺ چاہتے تو یہودیوں کو جلا وطن کر دیتے اور تمام

Marfat.com

زرعی زمینوں پر خود کاشت کرنے کا اہتمام فرما دیتے۔ لیکن حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے ایسا نہیں کیا بلکہ ان دشمنانِ اسلام کو ان کے بغض و عناد کے باوجود ان کے اپنے مکانات اور حویلیوں میں رہائش پذیر رہنے دیا اور زرعی زمینیں مزارعت پر ان کو دے دیں۔ طے یہ پایا کہ زمینوں کے مالک اہلِ اسلام ہوں گے۔ یہ لوگ ان زمینوں میں کاشتکاری کریں گے اور بیج اور کھیتی باڑی کی ذمہ داری یہود پر ہو گی۔ جو زرعی پیداوار ہو گی وہ مسلمان اور یہودی آپس میں نصف نصف بانٹ لیں گے۔ اسی طرح باغات کی آبپاشی، درختوں کی گوڈی اور ان کی نگہداشت کے ذمہ دار یہودی ہوں گے اور باغات کا پھل باہم برابر برابر تقسیم کر لیا جائے گا۔

متعہ کی حرمت کا اعلان

زمانۂ جاہلیت میں متعہ کی اجازت عام تھی۔ ایک شخص کسی عورت کے ساتھ ایک مقررہ مدت تک، ایک مقررہ رقم ادا کر کے اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر سکتا تھا اور اس کو وہاں کا معاشرہ معیوب نہیں سمجھتا تھا۔ پیغمبرِ اول و آخر و اعظم حضور پُر نور، رحمت اللعالمین، حبیب رب اللعالمین، نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے جس طرح زمانۂ جاہلیت کی دیگر قبیح رسوم کا قلع قمع فرمایا اسی طرح متعہ کی حیا سوز رسم کا بھی خاتمہ کر دیا اور غزوۂ خیبر کے موقع پر اپنے کوئی ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ اعلان کر دیا کہ متعہ حرام ہے، کوئی شخص اس کا مرتکب نہ ہو۔

یہ حیا سوز حرکت اگرچہ اس قابل نہیں کہ اسے زیرِ بحث لا کر اپنا وقت بھی ضائع کیا جائے اور اپنے قارئین کی برداشت کو جانچا جائے۔ لیکن بدقسمتی سے یہاں ایک ایسا طبقہ بھی پایا جاتا ہے جو نہ صرف متعہ کو جائز اور مباح سمجھتا ہے بلکہ اس کے فضائل و برکات کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ حج و عمرہ جیسے عظیم اعمال صالح بھی اس کے سامنے ہیچ نظر آنے لگتے ہیں۔ انہوں نے اس کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں۔ انہوں نے اس فعل بد، زنا کاری کو اس قدر پسندیدہ قرار دے کر اچھالا ہے کہ اس شرم ناک فعل کا چند بار ارتکاب کرنے والے کا مرتبہ نعوذ باللہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بھی بلند ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ۔

اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس موضوع پر کچھ تفصیل سے بحث کریں تاکہ متعہ کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں کسی قطعی نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ نیز اسلام جیسے پاکیزہ دینِ فطرت پر فسق و فجور کی قبیح ترین اور شرمناک حرکت کو مباح اور جائز قرار دینے کا جو الزام ہے، جو بیہودہ من گھڑت باتیں آئمہ کرام سے موقع پرست دنیا دار، بدفطرت لوگوں نے منسوب کر دی ہیں ان کا سدّ باب کیا جا سکے۔ ان ننگ انسانیت نے آل رسول، آئمہ کرام کو بھی نہیں بخشا ہے اور بڑی بے شرمی، بے ادبی اور ڈھٹائی سے غلط باتیں، قرآن و سنت کے خلاف باتیں بنا کر ان سے منسوب کر دی ہیں۔ اللہ ان کے شر سے امت مسلمہ کو بچائے۔ آمین

Marfat.com

متعہ کیا ہے؟ اس کی تعریف یوں ہے:
''ایک مرد اور عورت کا باہمی رضا مندی سے ایک مقررہ مدت تک ایک متعین رقم کے عوض میاں بیوی کی طرح ایک ساتھ مباشرت کو متعہ کہتے ہیں۔''
اس میں اور نکاح میں بہت فرق ہے جن میں سے چند فرق درج ذیل ہیں:-

نکاح	متعہ
1- نکاح کے لیے ولی کی اجازت ضروری ہے۔	متعہ کے لیے ولی کی اجازت ضروری نہیں۔
2- نکاح میں گواہوں کی موجودگی میں دونوں کا ایجاب وقبول لازمی ہے۔	متعہ میں گواہوں کی موجودگی ضروری نہیں۔ دونوں مرد و زن رازداری سے بھی ایجاب و قبول کر سکتے ہیں۔
3- نکاح کے بعد علیحدگی کے لیے طلاق ضروری ہے۔	متعہ میں طلاق کی ضرورت نہیں۔ جب مقررہ مدت ختم ہو جائے گی دونوں مرد وعورت خود بخود جدا ہو جائیں گے۔
4- نکاح میں اظہار، ایلاء اور لعان کے ضابطے جاری ہوتے ہیں۔	متعہ میں ان امور کی گنجائش نہیں۔
5- نکاح کے بعد زوجین میں سے ایک مر جائے تو دوسرا اس کا وارث ہوتا ہے۔	متعہ میں کوئی وارثت نہیں۔
6- نکاح کے بعد جو اولاد ہو گی وہ اس کے خاوند کی ہو گی۔ وہ ان کا انکار نہیں کر سکتا۔	متعہ میں لعان کے بغیر بھی مرد انکار کر سکتا ہے۔
7- نکاح کے بعد طلاق یا وفات ہو جائے تو عورت کو مقررہ عدت گزارنی پڑتی ہے۔	متعہ میں عدت ہر حال میں صرف دو حیض ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ پینتالیس دن ہے۔

جو حضرات متعہ کے جواز کے قائل ہیں وہ سب بھی اس بات پر متفق ہیں کہ ایسے مرد اور عورت کے درمیان رشتہ ازدواج نہیں ہے۔ اب کوئی ذی شعور یہ سوچے کہ جب ان دونوں کے درمیان رشتہ ازدواج نہیں تو پھر اس عورت کی حیثیت کیا ہے؟ مغرب کے بے غیرت اور بے شرم معاشرہ میں اسے گرل فرینڈ کہتے ہیں۔ عربی میں ایسی عورتوں کو خلائل اور اخدان کہا جاتا ہے۔ ''خلائل'' ۔خلیلہ کی جمع ہے اور 'اخدان' خدن کی جمع ہے۔ یہ وہ عورتیں ہیں جن کا کسی مرد کے ساتھ ناجائز تعلق ہو۔ یہ عمل اور ایسی عورتیں اور ان عورتوں مردوں کی یہ کرتوت (متعہ) نص قرآنی کی رو سے قطعی حرام ہیں۔ اس کے آخر میں قرآن حکیم کی ان آیات کا حوالہ دیا

Marfat.com

جائے گا تا کہ کسی صاحب عقل مسلمان کو اس کے حرام ہونے میں شک نہ رہے۔ یہ تو صنف نازک کی، عورتوں کی حد درجہ توہین و تذلیل ہے اور عورت کو اسلام کے عطا کردہ اعلیٰ وارفع مقام سے گرا کر تحت الثریٰ میں ڈالنا ہے۔

اس کا اذن انتہائی غیر معمولی حالت میں دیا گیا تھا جب کہ مجاہد اپنے اہلِ خانہ سے بہت دور حالت جنگ میں تھے۔ ایسے لوگوں کو متعہ کا اذن دیا گیا جو عرصہ دراز سے اپنی بیویوں سے دور تھے۔ اور ان کے لیے صبر کرنا ممکن نہ رہا تھا۔ انتہائی مجبوری اور ضرورت کے وقت ایک حد درجہ قبیح چیز کے ارتکاب کا اذن دینا اور چیز ہے اور کسی چیز کو اس کے ذاتی رغبت و لذت کے باعث جائز قرار دینا بالکل مختلف چیز ہے۔

اس کی مثال کچھ اس طرح سے ہے کہ جیسے انتہا کی مجبوری میں حرام یا مردار بھی کھا لیا جاتا ہے۔

یہ بات درست نہیں ہے کہ جس حدیث میں متعہ کی حرمت کا اعلان ہے وہ خبر واحد اور ظنی ہے۔ پندرہ سو مجاہدین کے سامنے پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، رہبرِ کائنات، ہادیٔ انس و جاں حضورِ انور نبی کریم رحمتِ دو عالم ﷺ نے اس کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ جس ارشاد نبوی کو ڈیڑھ ہزار مجاہدین اپنے کانوں سے سنیں اور دوسروں کو سنائیں۔ ایسی خبر کو خبر واحد کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ آپ نے سنا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما متعہ کے جواز کے قائل ہیں۔ آپ بہت ناراض ہوئے اور ازراہ غضب فرمایا: انك امر تائه "تم ایک ایسے شخص ہو جو راہ سے بھٹک گیا ہے۔" نیز جس زمانہ میں حضور پُر نور نبی کریم ﷺ نے اس کی حرمت کا اعلان کیا اس وقت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کمسن تھے اور اپنے باپ حضرت عباس کے پاس مکہ میں رہائش پذیر تھے جب کہ حضور نبی اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے جا چکے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے اس فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ اس کے بعد وہ ساری امت کی طرح متعہ کو حرام قطعی کہتے تھے۔

قرآنِ حکیم کا فرمان

قرآن حکیم خالق و مالک کائنات رب اللعالمین کا فرمان ہے اور یہ اپنے محبوب و رسول ﷺ سے اللہ تبارک تعالیٰ کی باتیں ہیں۔ آیئے اب عورت مرد کے اس طرح کے تعلقات کو قرآن حکیم، فرقان مجید کی روشنی میں دیکھیں اور اپنی فلاح دارین کے لیے راہ نجات اپنائیں۔

اب آپ کے سامنے چند آیات قرآنی پیش کر رہا ہوں جن کے مطالعہ سے آپ کو یقین ہو جائے گا کہ یہ فعل از حد غلیظ اور گندا ہے، اسی لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کے قطعی حرام ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ سورہ مومنون کی آیات 1 تا 7 میں خالق و مالک کائنات کا ارشاد یوں ہے:

Marfat.com

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝

ترجمہ:-''بے شک دونوں جہان میں بامراد ہو گئے ایمان والے۔ وہ ایمان والے جو اپنی نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں' اور وہ جو ہر بیہودہ امر سے منہ پھیرے ہوتے ہیں' اور وہ جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں' اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں بجز اپنی بیویوں کے اور ان کنیزوں کے جو ان کے ہاتھوں کی ملکیت ہیں۔ تو بے شک انہیں ملامت نہیں کی جائے گی اور جس نے خواہش کی ان کے ماسوا تو یہی لوگ حد سے بہت زیادہ تجاوز کرنے والے ہیں۔''

(سورہ مومنون آیات 1 تا 7)

قرآن کریم میں بدکاری کے لیے چوری چھپے یارانے گانٹھنے والوں اور یارانے گانٹھنے والیوں کا ذکر بڑے تحقیر آمیز لہجہ میں کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو ان کی پیروی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

اس سے متعلق سورہ نساء کی آیت 25 میں اللہ تبارک تعالیٰ کا فرمان مبارک یوں ہے۔

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِىَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورہ نساء آیت 25)

ترجمہ:-''پس نکاح کرلو ان سے ان کے سرپرستوں کی اجازت سے اور حسبِ دستور ان کے مہر انہیں دو تاکہ نکاح سے وہ پاک دامن بن جائیں' نہ علانیہ زناکار ہوں اور نہ بنانے والی ہوں پوشیدہ یار۔''

آئمہ اہلِ بیت کی تصریحات بھی متعہ کے قطعی حرام ہونے پر دلالت کر رہی ہیں۔ بسام صیرفی نے حضرت ابوعبداللہ جعفر الصادق سے متعہ کے بارے میں پوچھا:

فقال رضی اللہ عنه انها الزنا

''آپ نے فرمایا یہ تو زنا ہے۔'' (تہذیب الاحکام از ابوجعفر محمد جلد 7 صفحہ 251)

اعوذ باللہ! متعہ کو جائز اور اچھا فعل قرار دینے والے لوگوں کے قول و عمل میں جو تضاد ہے اسے دیکھ کر سر چکراتا ہے اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔ ایک طرف تو وہ اہلِ بیت رسالت مآب سے کسی غیر سید کے نکاح کو بھی

Marfat.com

ناجائز سمجھتے ہیں اور دوسری طرف خاندان نبوت کی عصمت مآب خواتین سے متعہ کرنے کے جواز کے قائل ہیں۔

قارئین کرام! میں یہاں ایک وضاحت ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ بعض کتابوں میں غیر ذمہ دار، موقع پرست اور دنیا دار قسم کے مصنفین وعلماء نے آئمہ کرام سے منسوب کر کے ایسی باتیں لکھ دی ہیں جو سراسر قرآن وسنت کے منافی ہیں۔ اس بارے میں آپ یہ یقین کر لیں کہ آئمہ کرام کا کلام جو بھی تھا وہ قرآن وسنت کے مطابق تھا اور قطعاً ایک لفظ بھی اس سے ہٹ کر نہ تھا۔ کائنات عظیم میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تبارک تعالیٰ کا ہے۔ وہ آئمہ کرام کو قرآن وسنت کی بات کہنے میں انہیں نڈر کر دیتا ہے۔ وہ حق کی بات کہنے سے کبھی بھی نہیں کتراتے اور ناحق کا تو ایک لفظ بھی کہنے کے لیے ان میں ہمت وسکت نہیں رہ جاتی۔ وہ تو راہ راست پر ہوتے ہوئے بھی ہر وقت خوف خدا سے کانپ رہے ہوتے ہیں۔ یہ خرابیاں تو دنیا دار، موقع پرست، لالچی اور جاہل مصنفین وعلماء کی پیدا کردہ ہیں۔ روز حساب اللہ تبارک تعالیٰ کے سامنے سب نے اپنا اپنا حساب دینے کے لیے اکیلے اکیلے ہی جانا ہے۔ وہاں نیکی، قرآن وسنت کے علاوہ کوئی اور آپ کی مدد نہیں کر سکے گا اس لیے یہاں ان کے بہکاوے میں نہ آئیں اور قرآن وسنت پر جمے رہیں۔

کتاب ''تہذیب الاحکام'' از ابوجعفر محمد بن حسن الطوسی، میں بھی کئی منسوب شدہ غلط باتیں درج ہیں لیکن اسی کتاب کے صفحہ 251 پر حق بات بھی درج ہے۔ اس لیے جو لوگ اپنی کرتوتوں کے لیے اس کتاب کا سہارا لیتے ہیں وہ درج ذیل کو پڑھیں اور عمل کریں۔

اسی شیخ الطائفہ جعفر طوسی کی اسی کتاب میں ایک روایت درج ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ متعہ قطعاً حرام ہے۔ وہ روایت آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت زید بن علی نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے روز پالتو گدھوں کے گوشت اور متعہ کے نکاح کو حرام قرار دینے کا اعلان کیا تھا۔''

(ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی (م 465ھ)، ''تہذیب الاحکام''، النجف، مطبعہ النعمان، 1377ھ، طبع 2، جلد 7، صفحہ 251)

جب حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت زید رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں تو اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی۔

اہلِ فدک کے ساتھ معاہدہ

پیغمبرِ اوّل وآخر واعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر وبر، اصل الموجودات، حاصلِ کائنات، رحمت اللعالمین، حبیب رب اللعالمین، حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی قیادت میں لشکرِ اسلام، خیبر کے یہودیوں کی گوشمالی کے لیے خیبر کی طرف رواں دواں تھا۔ جب یہ لشکرِ خیبر کے نزدیک پہنچ گیا تو سرکارِ دو

Marfat.com

عالم ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ تم اہلِ فدک کے پاس جاؤ۔ پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو' اگر وہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو انہیں کہو کہ حضرت محمد رسول اللہ نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ تم پر بھی اسی طرح لشکر کشی کریں گے جس طرح اہلِ خیبر پر کی ہے۔ تمہارے میدان میں آ کر مجاہدینِ اسلام خیمہ زن ہو جائیں گے اور اس کا جو نتیجہ نکلے گا وہ تم سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں وہاں پہنچا۔ انہیں حضورِ انور سرکارِ دو عالم ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ ان کے جواب کے لیے دو روز تک مجھے وہاں ٹھہرنا پڑا۔ وہ لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ نطاۃ کے قلعوں میں یہود کے بہادر سورما عامر' یاسر' حارث اور ساری یہودی امت کا سردار ''مرحب'' بھی وہاں موجود ہے۔ دس ہزار یہودی لڑاکے پوری طرح مسلح ہیں۔ مسلمانوں کی کیا مجال ہے کہ خیبر پر حملہ کرنے کی جسارت کر سکیں؟ حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' جب میں نے ان کے خبث باطن کا جائزہ لیا تو واپس جانے کی تیاری شروع کر دی۔

انہیں جب میرے اس ارادے کا علم ہوا تو میرے پاس آئے اور کہا' آپ واپس جانے میں جلدی نہ کریں۔ ہمیں سوچنے اور باہمی مشورہ کرنے کا موقع دیں۔ ہم اپنے چند ذمہ دار آدمی بھیجیں گے جو نبی کریم ﷺ سے مصالحت کے لیے گفت و شنید' بات چیت کریں گے۔ ان کی یہ ساری باتیں محض ٹال مٹول کے لیے تھیں۔ اصل میں نطاۃ کے قلعوں کے لیے جو جنگ ہو رہی تھی وہ اس کے نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے۔

جب انہیں پتا چلا کہ مرحب' عامر' یاسر اور حارث' جن کی جنگی مہارت اور شجاعت پر انہیں کامل بھروسہ تھا' اسلام کے مجاہدوں نے انہیں ایک ایک کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ نیز مرحب جو تنہا ایک ہزار جنگجوؤں کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتا تھا ذوالفقار حیدری نے اس کے بھی پرخچے اڑا دیئے ہیں تو ان کے حواس باختہ ہو گئے۔ اور اب انہوں نے حضورِ انور ﷺ سے صلح کرنے میں ہی اپنی نجات دیکھی۔ چنانچہ اپنے ایک سردار نون بن یوشع کو چند دیگر یہودیوں کے ہمراہ بارگاہِ رسالت مآب میں بھیجا۔ اس یہودی وفد نے صلح کی درخواست کی جو حضور پُرنور نبی کریم رؤف ورحیم رحمتِ دو عالم ﷺ نے قبول فرمالی اور یوں فدک لشکر کشی کیے بغیر آپ ﷺ کے قبضہ میں آ گیا۔

اہلِ فدک سے درج ذیل شرائط پر صلح کا معاہدہ کیا گیا۔

1- حضورِ انور ﷺ سارے یہودیوں کی جان بخشی فرمائیں گے۔

2- یہودی فدک کے علاقہ سے نکل جائیں گے۔

3- تمام غیر منقولہ جائیدادیں' مکانات' نخلستان اور کھیت' حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے حوالے کر دیں گے۔

Marfat.com

لیکن جب انہوں نے ان شرائط پر عمل درآمد کرنے میں پس و پیش شروع کی تو حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھایا کہ ان حرکتوں سے باز آجاؤ۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر صرف ایک سو مجاہد بھی تمہاری سرکوبی کے لیے بھیج دیے تو وہ تم سب کو ہانک کر لے جائیں گے۔ آخر کار اس بات پر صلح ہوئی کہ فدک کی نصف زمین، یہود کی ملکیت میں رہے گی اور دوسرے نصف کے حضورِ انور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مالک ہوں گے۔ اس نصف کی آمدنی سے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ فرماتے اور خاندان بنو ہاشم کے کم عمر افراد پر اور اس خاندان کی بیواؤں کی شادی پر خرچ فرماتے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں جب خیبر و فدک کے یہودیوں کو یہاں سے جلاوطن کرنا ناگزیر ہو گیا تو آپ نے بیت المال سے ان کے نصف حصہ کی قیمت ادا کی تب انہیں جلاوطن کیا۔

(السیرۃ الحلبیہ' زبرہان الدین حلبی جلد 2 صفحہ 183)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے نصف حصہ کی قیمت لگانے کے لیے تین جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقرر کیا تاکہ وہ وہاں جا کر اس قطعہ زمین اور اس میں اُگی ہوئی کھجوروں کے درختوں کی قیمت کا اندازہ لگائیں تاکہ وہ قیمت فدک کے یہودیوں کو ادا کی جائے۔ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت ابوالہیثم مالک بن تیہان' حضرت فروہ بن عمرہ بن جبار اور حضرت نوید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں تشریف لے گئے اور فدک کی نصف اراضی جو یہودیوں کی ملکیت تھی ان پر جو نخلستان تھے' ان کی قیمت کا تخمینہ لگایا۔ وہ قیمت پچاس ہزار درہم سے زیادہ تھی۔ یہ قیمت ادا کر کے آپ نے دوسرا نصف بھی بیت المال کے لیے خرید لیا اور اس طرح غیر مسلموں کے ساتھ اس رواداری اور حق و انصاف کا برتاؤ کیا جس کی مثال اقوام عالم کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 215)

غزوۂ وادی القریٰ

خیبر کے گرد و نواح میں یہودیوں کی کئی اور آبادیاں تھیں۔ ان لوگوں کو بھی اپنی قوت و کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ خیبر کے یہودیوں کی شکست کے باوجود وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ مسلمانوں کو بآسانی شکست دے سکتے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر فتح کرنے سے فارغ ہوئے تو مدینہ طیبہ کی طرف واپسی کا سفر شروع کیا۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم ہادیٔ دو جہاں رہبرِ کائنات رسولِ بحر و بر رحمت اللعالمین محبوب رب اللعالمین حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپسی کے دوران ''الصہبا'' نامی بستی کے پاس سے گزرے۔ پھر برمہ نامی گاؤں سے گزرتے ہوئے وادی القریٰ میں تشریف لائے۔

یہ وادی خیبر اور مدینہ منورہ کی درمیانی راہ سے ہٹ کر واقع ہے اور خیبر سے اس کی سمت جنوب مغرب ہے۔ یہ وادی بہت سرسبز اور شاداب تھی جہاں بڑے بڑے زرعی رقبے (کھیت) اور بے شمار چشمے تھے۔

Marfat.com

یہ وادی بڑی وسیع تھی۔ یہودیوں کے بہت سے گاؤں اس میں آباد تھے۔ اس کی ایک جانب خیبر تھا اور دوسری جانب تیماء کی بستی تھی۔ یہاں کے سارے باشندے بھی یہودی تھے۔ خیبر کے یہودیوں کی طرح وادی القریٰ کے یہودی بھی گڑھیوں' حویلیوں' قلعوں میں پناہ لے لیتے تھے۔

ان کے نواح میں بدو قبائل بستے تھے انہوں نے ان بدوؤں سے بھی مدد طلب کی وہ بھی مسلح ہو کر ان کی امداد کے لیے آ گئے۔ وہ لوگ لشکرِ اسلام کی قوت کا اندازہ نہ لگا سکے جس نے ابھی چند روز پہلے خیبر کے یہودیوں کو شکست فاش دی تھی' جو ان سے بدرجہا قوی اور طاقتور' مسلح اور تعداد میں بہت زیادہ تھے۔

لشکرِ اسلام جب اس وادی میں پہنچا تو عصر کا وقت تھا اور سورج نے چند گھنٹوں بعد غروب ہو جانا تھا۔ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت اللعالمین ﷺ کا دستور تھا کہ آپ ﷺ انتباہ کرنے' حجت کرنے اور اسلام پیش کیے بغیر کسی سے جنگ نہیں کرتے تھے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیتے تو ان سے جنگ کرنے سے رک جاتے اور انہیں اسلامی سوسائٹی کا حصہ سمجھتے۔ مگر وادی القریٰ کے یہودیوں نے آپ ﷺ کو اسلام پیش کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ ابھی مسلمانوں نے کجاوے بھی نہ اتارے تھے اور جنگ کے لیے کوئی تیاری یا صف بندی بھی نہیں کی تھی کہ یہودیوں نے تیر برسانا شروع کر دیئے اور مسلمانوں کے ایک آدمی کو قتل کر دیا' شہید کر دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

حضرت رفاعہ بن زید جزامی رضی اللہ عنہ نے ایک سیاہ فام غلام حضورِ انور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ اس کا نام "مدعم" تھا۔ اس کے ذمہ یہ خدمت سپرد ہوئی کہ وہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ناقہ پر کجاوہ وغیرہ درست کرتا۔ اس روز مدعم' حضور ﷺ کی ناقہ پر سے کجاوہ اتار رہا تھا تو اچانک ایک تیر آیا اور اس کے جسم میں پیوست ہو گیا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھ کر نعرہ لگایا اسے جنت مبارک ہو۔

حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم عالمِ خفا و غیوب' مخبرِ صادق' رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا۔

"ہرگز ایسا نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس نے خیبر کے اموال غنیمت سے ان کی تقسیم سے پہلے جو چادر اچک لی تھی وہ آگ بن کر اس پر بھڑک رہی۔"

لوگوں نے جب حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سنا تو سب لرز گئے۔ جس نے کوئی معمولی سی چیز بھی لی تھی وہ بھی واپس کر دی ایک شخص نے چمڑے کی (ڈوری' تسمہ) ایک یا دو لیں تھیں وہ بھی واپس کر دیں۔

مدعم کو تیر سے گھائل کر کے انہوں نے جنگ کا آغاز کر دیا اور اس سے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ وادی القریٰ کے یہودی لڑائی کے لیے پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ ان کی جنگی تیاریوں کے پیشِ نظر حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے اسلام کے جاں باز مجاہدوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ ارشاد نبوی سنتے ہی

Marfat.com

سب مسلمان پوری طرح مسلح ہو کر صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم رحمت اللعالمین ﷺ نے اسلامی پرچم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ ان کے علاوہ ایک جھنڈا حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو دوسرا حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو اور تیسرا حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا۔ لشکرِ اسلام کی صف بندی کے بعد حضورِ انور رحمتِ دو عالم ﷺ نے آگے بڑھ کر انہیں پھر دعوت دی کہ وہ اسلام قبول کر لیں، نیز یہ بھی انہیں بتایا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں گے تو ان کی جانیں اور اموال سب محفوظ ہو جائیں گے۔ لیکن انہوں نے حضور پُرنور، نبی کریم، ہادیٔ برحق، رہبرِ کائنات، رسولِ بحر و بر، ہادیٔ انس و جاں ﷺ کی اس دعوت کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

چنانچہ حضورِ انور نبی کریم ﷺ نے بھی اعلان جنگ کر دیا اور ان کی ان گڑھیوں، حویلیوں، قلعوں کا محاصرہ کر لیا جن میں وادی القریٰ کے جنگجو موجود تھے۔ محاصرہ ایک دو دن جاری رہا اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ وہ صرف محفوظ جگہوں سے تیر پھینکتے تھے جن کی پہنچ سے لشکرِ اسلام محفوظ تھا۔ پھر اچانک ہی تیسرے چوتھے روز ان کا ایک پہلوان تلوار لہراتا ہوا میدان میں نکلا اور ھل من مبارز کا نعرہ لگایا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اس کا چیلنج قبول کیا اور اپنی شمشیر آبدار سے ایک وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد ان کا ایک اور پہلوان للکارتا ہوا میدان میں اترا۔ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر چشم زدن میں اس کا سر قلم کر دیا۔

ان کے تیسرے بہادر کے چیلنج پر حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ سامنے آئے اور چشم زدن میں اس کو بھی واصل جہنم کر دیا۔ ان کے چوتھے پہلوان کو بھی حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کی تلوار نے خاک و خون میں تڑپا دیا۔ یہاں تک کہ ان کے گیارہ بہادروں کو مجاہدینِ اسلام نے یکے بعد دیگرے موت کی نیند سلا دیا۔

جب بھی ان کا کوئی بہادر موت کے گھاٹ اتارا جاتا تو حضورِ انور نبی رحمت ہادیٔ انس و جاں ﷺ انہیں دین حق قبول کرنے کی دعوت دیتے۔ اثنائے جنگ جب بھی نماز کا وقت آجاتا تو امام الانبیاء سیّد المرسلین ﷺ مجاہدین کے ساتھ باجماعت نماز ادا فرماتے اور ان کے لیے درِ توبہ کھولتے ہوئے دین حق قبول کرنے کی انہیں دعوت دیتے۔ اس دن جنگ و قتال کا یہ سلسلہ غروب آفتاب تک جاری رہا۔

جب دوسرے روز صبح طلوع ہوئی تو ابھی سورج نیزہ برابر اونچا ہوا تھا کہ ان کے حوصلوں نے گھٹنے ٹیک دیئے اور ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنی شکست تسلیم کر لی۔ اس طرح حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے بزورِ شمشیر ان پر فتح حاصل کر لی۔ مسلمانوں کو بطور غنیمت بے شمار مال و دولت کے علاوہ قیمتی گھریلو ساز و سامان کی ایک کثیر مقدار ہاتھ آئی۔

Marfat.com

رحمت للعالمین، محبوب رب للعالمین، سرکارِ دو عالم ﷺ نے چار روز تک وادی القریٰ میں قیام فرمایا اور سارا مالِ غنیمت اپنے مجاہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا۔ لیکن از راہ کرم ان کی زرخیز زمینیں اور سرسبز و شاداب نخلستانوں سے انہیں بے دخل نہیں کیا۔ بلکہ وہ ان کے قبضہ میں رہنے دیئے اور ان شرائط پر انہیں کو وہاں کھیتی باڑی کرنے کی اجازت دی جن شرائط پر اہلِ خیبر کو اپنی زمینوں میں آباد رہنے کا اذن دیا تھا۔

حضور انور ﷺ نے حضرت عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو وہاں کا والی مقرر فرمایا اور حضرت جمرہ بن ہوذہ رضی اللہ عنہ کو جاگیر عطا فرمائی۔ (خاتم النبیین از محمد ابوزہرہ جلد 2 صفحہ 903، 904)

تیماء

خیبر اور وادی القریٰ پر اسلامی تسلط قائم ہونے کے بعد بلادِ عرب میں یہودیوں کے اقتدار کا جنازہ نکل گیا۔ اب صرف ایک بستی رہ گئی جہاں یہودی آباد تھے۔ اس بستی کا نام تیماء تھا۔ یہ شام اور مدینہ طیبہ کے درمیان مدینہ طیبہ سے سات منزل کے فاصلہ پر واقع تھی۔ (محمد رسول اللہ از محمد رضا صفحہ 284)

یہاں کے باشندوں کو جب معلوم ہوا کہ خیبر اور وادی القریٰ کے یہودیوں نے لشکرِ اسلام کا مقابلہ کیا لیکن دونوں کو شرم ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا تو انہیں یقین ہو گیا کہ وہ حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ سے جنگ کرنے کی سکت نہیں رکھتے، ان کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ جزیہ ادا کرنا قبول کر کے سرکارِ دو عالم ﷺ سے صلح کی درخواست کریں۔ چنانچہ نبی رحمت، حضور پُر نور رہبرِ کائنات ﷺ نے ان کی پیشکش قبول فرمائی۔ ان پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک فرما دیا۔

ان کے رہائشی مکانات ان کی زرعی زمینیں اور باغات انہیں کے قبضہ میں رہنے دیئے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی زمینوں کا خراج اور حسب ضابطہ فی کس جزیہ ادا کرتے رہیں گے۔

جزیہ ایک ٹیکس ہے جو اسلامی مملکت کے غیر مسلم شہریوں سے وصول کیا جاتا ہے جو اسلامی مملکت کی بالا دستی کو قبول کرتے ہوئے ایک پر امن شہری کی طرح وہاں آباد ہونے کا معاہدہ کریں۔

یہود تیماء کو آپ ﷺ نے اپنے مال و متاع میں رہنے کا حق دے دیا اور ایک تحریر بھی عنایت فرمادی جو یہ تھی۔

"یہ تحریر ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے بنو عادیا کے لیے۔ ان کے لیے ذمہ ہے اور ان پر جزیہ ہے۔ ان پر نہ زیادتی ہوگی نہ انہیں جلاوطن کیا جائے گا۔ رات معاون ہوگی اور دن پختگی بخش (یعنی یہ معاہدہ دائمی ہو گا) اور یہ تحریر حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے لکھی۔" (طبقات ابنِ سعد جلد 1 صفحہ 279، تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 58)

اسی لیے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں خیبر کے یہودیوں کو جلاوطن کیا تو تیماء کے یہودیوں کو جلاوطن نہ کیا کیونکہ وہ اہلِ ذمہ تھے اور ان سے کوئی ایسی بات سرزد نہیں ہوئی جو اس عہد کو توڑنے کا باعث بنتی جس کے مطابق مسلمانوں نے ان کے خون مال و جان و اموال کے ذمہ دار بنے رہے۔

Marfat.com

معجزہ' سورج کا ڈوب کر نکل آنا

حضرت امام طحاوی نے حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا کے واسطے سے دو سندوں سے یہ روایت مشکلات الحدیث'' میں نقل کی ہے:

حدیث مبارک یوں ہے کہ خیبر سے واپسی کے دوران ایک روز حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھا ہوا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی کیفیت طاری تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابھی نمازِ عصر ادا نہیں کی تھی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چشم مبارک کھولی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا' اے علی! کیا تم نے نمازِ عصر ادا کی ہے؟ آپ نے عرض کی' نہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی:

''اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا۔ پس ڈوبے ہوئے سورج کو لوٹا دے تاکہ وہ نماز ادا کر سکے۔ حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے خود سورج کو ڈوبتے ہوئے دیکھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد وہ طلوع ہو گیا اور یہ واقعہ خیبر سے واپسی کے وقت الصہباء میں پیش آیا۔ اور یہ روایت ثقہ راویوں سے ثابت ہے۔'' (مشکلات الحدیث' امام طحاوی)

اس روایت پر بعض لوگوں نے اعتراضات کیے ہیں اور اس روایت کو موضع بھی کہا ہے۔ ابنِ جوزی اور ابنِ تیمیہ اس روایت کو موضوع قرار دینے میں پیش پیش ہیں۔

لیکن امام' محدثین اور علماء کرام کی اکثریت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ علماء ربانین جنہوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی' شہاب الدین خفاجی' ابنِ عابدین' ملا علی قاری' امام سخاوی اور شاہ محمد عبدالحق محدیث دہلوی' ان اکابر دین وملت اور علم کے منور میناروں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ان شبہات کا رد کیا ہے جو اس سلسلہ میں پیش کیے گئے۔

نمازِ فجر کا قضاء ہونا

خیبر سے مدینہ واپسی کے وقت صبح کی نمازِ قضاء ہونے کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو یوں روایت کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''کہ خیبر سے واپسی کے وقت ایک رات پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم' ہادیٔ دو جہاں' رہبرِ کائنات' رسولِ بحر و بر' محبوب رب اللعالمین' حضور پُر نور نبی کریم' رؤف ورحیم' سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے پہلے حصہ میں سفر شروع کیا۔ جب رات ڈھل گئی اور نیند محسوس ہونے لگی تو حضورِ انور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو شب باشی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ لیکن استراحت فرمانے سے پہلے حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم میں سے

Marfat.com

کوئی ایسا صالح شخص ہے جو جاگتا رہے اور نمازِ فجر کے لئے ہمیں جگا دے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم سوتے رہ جائیں اور نمازِ فجر قضاء ہو جائے؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس خدمت کے لیے غلام حاضر ہے۔ اس اہتمام کے بعد سب آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو بیدار رکھنے کے لیے نفل پڑھنا شروع کر دیئے۔ جب تک اللہ تبارک تعالیٰ نے چاہا وہ نفل ادا کرنے میں مشغول رہے۔ وقتِ طلوعِ فجر سے تھوڑی دیر پہلے انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے اپنے اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا لی تاکہ جونہی صبح صادق طلوع ہو تو انہیں پتا چل جائے اور سب کو نماز کے لیے جگا دیں لیکن اس وقت ان پر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ ان کی آنکھیں بند ہو گئیں اور سو گئے اور ایسے سوئے کہ طلوعِ آفتاب کے بعد جب دھوپ تیز ہو گئی تو سب سے پہلے حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک کھلی۔

حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم محبوب رب اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

ماصنعت بنا یا بلال ''اے بلال' تم نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس ذات نے آپ کو سلائے رکھا' اس نے مجھے بھی جاگنے نہیں دیا۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تو نے سچ کہا ہے''۔ حضورِ انور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو یہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ کچھ دور آگے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی سواریاں بٹھانے کی ہدایت کی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان و اقامت کہی۔ حبیب رب اللعالمین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نمازِ صبح قضاء پڑھی گئی۔ نماز سے فراغت کے بعد ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں کو ارشاد فرمایا کہ

''اگر تم نماز ادا کرنا بھول جاؤ' جیسے ہی تمہیں یاد آئے اس کو پڑھ لیا کرو۔ جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ادا کیا کر نماز مجھے یاد کرنے کے لیے۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 231' السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 184' تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 59)

قضاء نماز کی حکمت

حضور پُر نور نبی کریم رؤف و رحیم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عینای تنامان ولاینام قلبی

''بوقت خواب میری دونوں آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل اس وقت بھی جاگ رہا ہوتا ہے۔''

اس روز بیدار نہ ہونے میں حکمت یہ تھی کہ سب لوگوں کو پتا چل جائے کہ اگر کسی وجہ سے وہ نماز ادا

Marfat.com

کرنے سے قاصر رہیں تو جب یاد آئے تو قضا کر لیں۔ نیز حضور نے فرمایا:

''کہ تم نماز اس طرح ادا کیا کرو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

اور نماز ادا کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور پُرنور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر و حضر میں بار ہا دیکھا تھا لیکن نماز قضاء کو ادا کرتے ہوئے دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا جب کہ امت کے بعض افراد سے نماز قضاء ہونا بعید از امکان نہ تھا۔

اس لیے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول رہبرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند طاری کر کے قضاء نماز پڑھنے کا بھی موقع فراہم کر دیا تا کہ اللہ کے محبوب کی امت قیامت تک ادائے نماز و قضاء میں اپنے نبی رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کرتی رہے۔

وللہ فی شئونہ حکم لا تعدو لا تحصی

''اللہ کے سارے کاموں میں حکمتیں ہوا کرتی ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 231)

جنت کا خزانہ

حضرت عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر سے مدینہ منورہ واپس آتے ہوئے ایک روز میں پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم، ہادیٔ دو جہاں، رہبر کائنات، رسولِ بحر و بر، سید المرسلین، حبیب رب اللعالمین، خاتم النبیین، اصل الموجودات، حاصلِ کائنات، حضور پُرنور نبی کریم، رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیچھے پیچھے تھا۔ میں نے اس وقت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عبداللہ بن قیس، میں نے کہا حاضر ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے عبداللہ کیا میں تمہیں ایسا کلمہ نہ بتلا دوں جو جنت کے خزانوں میں سے ہیں۔ میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان، اے اللہ تبارک تعالیٰ کے رسول مجھے ضرور بتایئے۔ آپ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' وہ کلمہ ہے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

(یہاں پیار بھرے انداز میں یہ بتلانا مقصود تھا کہ تم نے جو کلمہ پڑھا ہے وہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور یہ کلمہ اللہ تبارک تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔)

ایک اور روایت میں یوں ہے:

''اے عبداللہ بن قیس (ان کا نام)! کیا میں تمہیں وہ کلمہ نہ بتاؤں جو جنت کے خزانوں میں سے ہے۔ میں نے عرض کی۔ میرے ماں باپ حضور پر قربان، اے اللہ کے پیارے رسول! مجھے ضرور

Marfat.com

بتایئے۔ حضور نے فرمایا ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 232)

حضرت ابوایوب کا پہرہ

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گرفتار ہو کر پہنچی تو اس وقت مجھے دنیا میں سب سے زیادہ نفرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے باپ' میرے شوہر اور میری قوم کے قاتل تھے مگر جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

صفیہ میں نے تمہاری قوم کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کے لیے میں معذرت کرتا ہوں۔ انہوں نے میرے خلاف کیا کیا نہیں کیا اور کیسی کیسی باتیں میرے خلاف کیں۔ واضح رہے کہ معذرت کا مطلب اظہار افسوس نہیں ہے بلکہ یہاں معذرت کا مطلب عذر اور مجبور کن حالات بیان کرنا ہے جن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے خلاف یہ اقدام کیا۔ مقصد یہ تھا کہ ہم نے تمہاری قوم کے ساتھ جو کچھ کیا وہ بلاوجہ نہیں کیا بلکہ اس خونریزی کے اسباب خود تمہاری قوم نے پیدا کیے تھے جس کا انجام انہیں بھگتنا پڑا۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس گفتگو کے بعد میرے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو جذبہ پیدا ہوا تھا وہ نہ صرف یہ کہ ختم ہو گیا بلکہ میرے اس جگہ سے اٹھنے سے پہلے ہی میرے دل میں انقلاب پیدا ہو گیا اور اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دنیا کے ہر انسان سے زیادہ محبوب اور پیارے تھے۔

جس رات حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس خیمہ کے باہر ساری رات جاگ کر پہرہ دیتے رہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے پاؤں کی آہٹ سنی فرمایا' کون ہے؟ عرض کی گئی' یہ ابوایوب ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلب فرمایا اور پوچھا تم کیوں خیمہ کے آس پاس چکر لگا رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ! اس جنگ میں صفیہ کے چچا' باپ اور خاوند کو مجاہدینِ اسلام نے قتل کیا تھا اور یہ خاتون نومسلمہ ہے' مجھے اس سے خدشہ ہوا کہ کوئی ناشائستہ حرکت نہ کرے۔ چنانچہ میں رات بھر جاگ کر پہرہ دیتا رہا۔ حضور پُرنور رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غلام کی اس ادائے جان نثاری پر بہت خوش ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں التجا کی:

اللهم احفظ ابا ايوب كما بات يحفظني۔

''اے اللہ! جس طرح ابوایوب رات بھر میری حفاظت میں جاگتا رہا ہے' الٰہی تو بھی اس کی حفاظت فرما۔'' (تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 57)

جہاں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو دفنایا گیا وہاں رومیوں کی آبادی تھی جو کہ مسلمانوں سے خار کھاتے تھے۔ لیکن حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم' محبوب رب اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت

Marfat.com

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی خصوصی نگہبانی فرمائی گئی۔

رومی عیسائی بصد عقیدت و احترام اس قبر کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان کے واسطے سے شفا مانگتے ہیں اور صحت حاصل کرتے ہیں۔ جب خشک سالی ہوتی ہے تو ان کے طفیل سے بارش کی دعا مانگتے ہیں اور انہیں سیرابی حاصل ہوتی ہے۔

ایک اہم ہدایت

جب یہ ظفر یاب لشکرِ اسلام' کاروانِ سعادت ''جرف'' کے مقام پر پہنچا تو رات ہوگئی۔ حضورِ انور ہادیٔ برحق نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو منع فرمایا کہ کوئی شخص رات کے وقت اپنے اہلِ خانہ کے ہاں نہ جا دھمکے۔ مسلمانوں کو یہ طریقہ تعلیم فرمایا کہ سفر سے واپسی پر رات کو اچانک اپنے اہلِ خانہ کے پاس نہ جاؤ بلکہ اپنی آمد کی پہلے اطلاع دو تاکہ وہ تمہارا استقبال کرنے کے لیے غسل وغیرہ کرکے لباس بدل کر اور بالوں میں تیل کنگھی کرکے تیار ہو جائے۔

ایسا نہ ہو کہ وہ تمہاری غیر حاضری میں اپنے لباس وغیرہ کے معاملہ میں بے پروا ہوگئی ہو اور تم رات کو اچانک جا دھمکو اور تم اسے اس حالت میں دیکھ کر کراہت محسوس کرنے لگو۔

رات وہاں بسر ہوئی۔ حضور پُر نور نبی کریم رؤف ورحیم حبیب رب اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے تو سامنے کوہ احد نظر آیا۔ حضور نے اسے دیکھ کر فرمایا:

هذا جبل يحبنا ونحبه' اللهم انی احرم بين لابتی المدينه .

''یہ پہاڑ ہے' یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں' اے اللہ! میں مدینہ طیبہ کے دونوں کناروں کے درمیان سارے علاقہ کو حرام قرار دیتا ہوں۔'' (امتاع الاسماع' علامہ مقریزی جلد 1 صفحہ 351)

خوشحالی آگئی

آپ کو علم ہے کہ جب اہلِ مکہ کے مظالم سے تنگ آکر مجاہدین ترک وطن کرکے مدینہ طیبہ میں پہنچے تو ان کی خستہ حالی اور بے مائیگی کو دیکھ کر انصار نے اپنے کھیتوں' باغوں اور مکانات کو نصف نصف تقسیم کیا۔ ایک نصف اپنے پاس رکھا اور دوسرا نصف اپنے مہاجر بھائیوں کی خدمت میں پیش کر دیا۔

جب پیغمبرِ اوّل و آخر و اعظم حضور پُر نور ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے مدینہ طیبہ مراجعت فرما ہوئے تو مہاجرین نے وہ زرعی اور سکنی املاک انصار کو واپس کر دیں۔ کیونکہ خیبر' وادی القری اور تیماء سے جو اموال غنیمت ہاتھ آئے تھے' ان کو جب مجاہدین میں تقسیم کیا گیا تو مہاجرین کی معاشی خستہ حالی' خوشحالی سے بدل گئی۔ اب ان چیزوں کی انہیں ضرورت نہ رہی جو ان کے انصار بھائیوں نے بصد مسرت انہیں دی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ نے کھجوروں کے چند ثمر دار درخت بارگاہِ رسالت مآب میں پیش کیے تھے

Marfat.com

تاکہ رحمتِ دو عالم ﷺ ان کے پھل کو اپنے استعمال میں لے آئیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ درخت اپنی کنیز ام ایمن والدہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مرحمت فرما دیئے۔ ان کا پھل وہ استعمال کرتی تھیں۔ خیبر سے واپسی کے بعد حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے وہ درخت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ کو واپس فرما دیئے۔ انہوں نے یہ درخت اپنے بیٹے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دے دیئے۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو پتا چلا تو وہ آئیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہنے لگیں۔ خدا کی قسم! حضور ﷺ نے یہ درخت مجھے عطا فرمائے تھے۔ اب یہ تمہیں نہیں مل سکتے۔ حضورِ انور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ام ایمن! درخت انس کے پاس رہنے دو ان کے بدلہ میں تجھے اور کھجور کے درخت دیئے دیتا ہوں۔ ام ایمن نے عرض کی کلا واللّٰہ الذی لا الہ الا ھو اس خدا کی قسم جو وحدہ لاشریک ہے۔ میں یہ درخت انس کو ہرگز نہیں دوں گی۔ حضور پُرنور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اتنے مزید درخت لے لو اور یہ درخت انس کے پاس رہنے دو۔ لیکن ہر بار وہ قسم کھاتیں اور ان درختوں سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیتیں اور وہ اس وقت تک راضی نہ ہوئیں جب تک ہر درخت کے عوض دس دس کھجور کے درخت نہ لے لیے۔

(دلائل النبوۃ جلد 4 صفحہ 288 - سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 232)

سریہ ابان بن سعید رضی اللہ عنہ

اس سریہ کے زمانہ وقوع کے بارے میں غالب امکان یہی ہے کہ یہ سریہ ماہ صفر سن 7 ہجری میں اس وقت بھیجا گیا تھا جب حضور پُرنور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ غزوۂ خیبر کے سلسلہ میں اپنے تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خیبر میں تشریف فرما تھے۔

اس سریہ کا ذکر صحیح بخاری میں آیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ مجھے اس سریہ کا حال معلوم نہ ہو سکا۔

پیغمبر اول و آخر و اعظم حضورِ انور نبی کریم رؤف و رحیم حضور پرنور سپہ سالار اعظم ﷺ سارے سپہ سالاروں سے زیادہ اچھی طرح یہ بات جانتے تھے کہ حرام مہینوں کے خاتمے کے بعد مدینہ کو مکمل طور پر خالی چھوڑ دینا تدبر اور دور اندیشی کے بالکل خلاف ہے اور خاص طور پر ان حالات میں کہ مدینہ کے گرد پیش ایسے بدو مقیم ہیں جو لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کے لئے مسلمانوں کی غفلت کے منتظر رہتے ہیں۔ اور مدینہ منورہ سے مجاہدین اسلام کی اکثریت اس وقت باہر تھی اور دور تھی۔

اسی لیے جن ایام میں آپ ﷺ خیبر تشریف لے گئے تھے ان ہی ایام میں آپ ﷺ نے بدوؤں کو خوف زدہ کرنے کے لئے حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ کی کمان میں نجد کی جانب ایک سریہ بھیج دیا۔ حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ اپنا فرض ادا کر کے واپس آئے تو نبی ﷺ سے خیبر میں ملاقات ہوئی۔ اس وقت آپ ﷺ

Marfat.com

خیبر فتح فرما چکے تھے۔

سریہ قدید

سریہ قدید کا دوسرا نام ''سریہ غالب بن عبداللہ لیثی بسوئے بنی ملوح'' ہے۔ اور مقام قدید کا نام ''کدید'' بھی لکھا گیا ہے۔ گو کہ یہ دونوں مقام جدا جدا ہیں اور ایک دوسرے سے ان کا درمیانی فاصلہ دس کلومیٹر سے کم ہے۔ بنی ملوح مقام کدید یا وادی کدید میں آباد تھے اور یہ جگہ مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ کے درمیان واقع ہے۔ اور کدید کا مطلب موٹی اور سخت زمین ہے۔

اس سریہ کا زمانہ وقوع ماہ صفر یا ربیع الاول سن 7 ہجری ہے۔ اکثر مؤرخین نے اس کا زمانہ وقوع ماہ صفر سن 7 ہجری بیان کیا ہے۔

یہ سریہ حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کی کمان میں قدید کی جانب قبیلہ بنی ملوح کی تادیب کے لئے روانہ کیا گیا۔ اور اس سریہ میں دس پندرہ جانباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ وجہ یہ تھی کہ بنو ملوح نے حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قتل کر دیا تھا اور اسی کے انتقام کے لئے اس سریہ کی روانگی عمل میں آئی تھی۔

اس سریہ نے رات کو چھاپہ مار کر بہت سے افراد کو قتل کر دیا اور ڈھور ڈنگر ہانک لائے۔ پھر ان کا دشمن نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ تعاقب کیا لیکن جب وہ مسلمانوں کے قریب پہنچے تو بارش ہونے لگی اور ایک زبردست سیلاب آ گیا جو فریقین کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس طرح مسلمانوں نے بقیہ راستہ بھی سلامتی کے ساتھ طے کر لیا۔ (المواہب اللدنیہ جلد 1 صفحہ 144 طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 124)

Marfat.com

نورِ اُمّ النّور
نورِ رحمۃ للعالمین

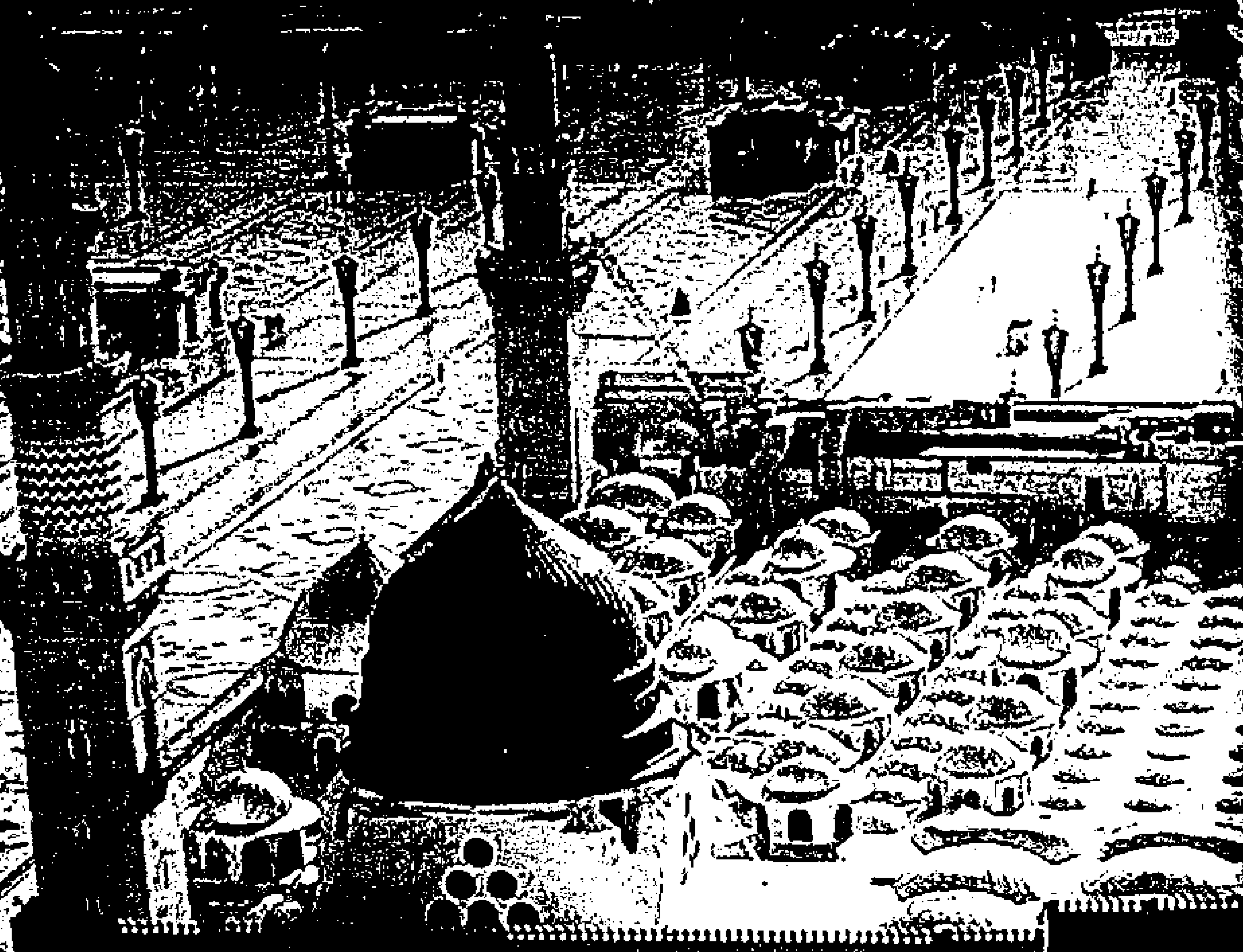

ڈاکٹر محمد عمر خان لیفٹیننٹ کرنل (ر)

Marfat.com